ترجمان السنة

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
کا جامع اور مستند ذخیرہ

استاذ الحدیث مولانا محمد بدر عالم صاحب

ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل
پاکستان چوک کراچی

ترجمان السنہ

یعنی

ارشاداتِ نبوی کا جامع اور مستند ذخیرہ اُردو زبان میں
ضروری تشریحات و مباحث کے ساتھ

جلد دوم

تالیف

اُستاذ الحدیث مولانا محمد بدر عالم صاحب
رفیق ندوۃ المصنفین

ناشر

سعید ایچ ایم کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

Marfat.com

انتساب

شیخ الاسلام حضرت علّامہ سیّد محمّد انور شاہ قدس سرّہٗ

کی عشقِ نبویؐ اور خدمتِ حدیث میں ڈوبی ہوئی رُوح کے

نام جن کے فیضِ صحبت سے رفقائے ندوۃ المصنّفین

اس خدمتِ گرامی کے لایق ہوئے

ندوۃ المصنّفین دہلی

اس کتاب کی طباعت میں ادارہ ندوۃ المصنفین دہلی کے مطبوعہ اصل نسخہ سے استفادہ کیا گیا ہے اور حکومت پاکستان سندھ کی اجازت 412-74 DPR/6(20)PB سے شائع کیا گیا ہے۔

Marfat.com

فہرست مضامین ترجمان السنۃ جلد دوم

مضامین	صفحہ
ایمان کا تعلق غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہو اتنا ہی فضیلت کا موجب ہے۔	۱
غیر معقول اور غیر مدرک کا فرق	۲
یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے۔	۱۳
عین الیقین کا مرتبہ علم الیقین سے اونچا ہے	۱۷
ربّ العزت کی بے نیازی اور قدرت علی الاطلاق کی بنا پر جو اضطراب وقتی طور پر پیدا ہو جاتا ہے وہ یقین کے منافی نہیں ہے	۲۱
مومن کا قلب جب تک نورِ ایمانی یقین سے منور ہوتا ہے اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوتا۔	۲۵
جس کی موت ایمان و یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے	۲۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں	۳۰
تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں، ان میں جو فرق ہے وہ صرف ان کے مراتبِ یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے	۳۳
خدا تعالیٰ کی توحید، رسولوں کی رسالت، ان کی بندگی کا اعتقاد اور جنت و دوزخ کے وجود کو تسلیم کرنا جزءِ ایمان ہے، اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا	۴۱
ایمان دین کی تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے	۵۷
جس نے شعائرِ اسلام ادا کر لیے اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہو گیا	۵۹
اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے	۶۱
ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں	۶۳
ایمان صرف تصدیق و اقرار کا نام نہیں، دینِ اسلام میں داخل ہو جانے اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے۔	۶۵
ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر رضا و تسلیم کے سر جھکا دینے کا نام ہے	۷۲
اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شانِ رضا کی چند مثالیں	۷۴
شہادتین کے معنی یہ ہیں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب، اور اسلام کے سوا دین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے	۸۰
خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تأثرات اس کی شانِ رضا و تسلیم کے منافی نہیں	۸۱
ایمان دراصل قلبی اعتقاد کا نام ہے، فرائض و اعمال ایمان کے اجزاء نہیں	۹۳
جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک و ایمان پر دائر ہے صرف اچھے بُرے اعمال پر نہیں	۹۷
جس کے قلب میں نورِ ایمان کا ایک ذرہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائے گا	۹۸
جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجا لاتا ہے، حلال کو حلال، اور حرام کو حرام سمجھتا ہے، وہ پکا مومن ہے اور کسی عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا	۱۰۳
جو شخص فرائض و اعمال ادا نہیں کرتا وہ مواخذہ سے بری نہیں اگرچہ توحید و رسالت کا معترف بھی ہو	۱۰۵
جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے	۱۰۷
جنت دین کی دقیق تائید	

Marfat.com

مضامین	صفحہ
یا صرف تلاوتِ قرآن کرنے سے واجب نہیں ہوتی، اس کے لئے تمام احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے	۱۱۰
پُل صراط پر لوگوں کی رفتار دُنیا میں اُن کے اعمال کی شدّت و ضعف کے مطابق ہوگی	۱۱۲
گناہ کرنے سے اسلام اسی طرح پُرانا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا استعمال	۱۱۴
گناہ کبیرہ کرنے سے کبھی کبھی نیکیوں کے اکارت ہونے کی بھی نوبت آجاتی ہے	۱۱۶
اگر سبقتِ لسان سے کلمۂ کفر زبان سے نکل جائے تو اس سے کفر عائد نہیں ہوتا	۱۲۱
کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیئے	۱۲۲
خودکشی کرنے والا کافر نہیں	۱۲۴
اللہ تعالیٰ کی صفتوں پر اجمالی ایمان کافی ہے	۱۲۵
عقائد کے مسائل میں جب کہیں اُلجھن پیش آجائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو اس پر اجمالاً ایمان لانا کافی ہے	۱۳۱
اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ ہوں گے اور اندرونی حالات کا حساب خدائے تعالیٰ کے حوالے رہے گا	۱۳۲
شرطِ فاسد لگا کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے	۱۳۵
مقلد کا ایمان صحیح ہے، اور اس پر دلائل سیکھنا واجب نہیں	۱۴۱
جان بچانے کے خوف سے اسلام لانا بھی معتبر ہو جاتا ہے	۱۴۳
طبعی کراہت صحتِ اسلام کے منافی نہیں بشرطیکہ قلب اپنے اختیار سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو جائے	۱۴۷
قیدی کا اسلام بھی معتبر ہے مگر اس کو قید سے رہا نہ کیا جائے گا	۱۴۸
خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے	۱۴۹
اگر کافر کوئی اسلامی شعار ادا کرکے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کردے تو اس کا اسلام معتبر ہوجائے گا خواہ وہ زبان سے کچھ نہ کہے	۱۵۱
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کیا	۱۵۴
ضعیف الایمان شخص کی دلجوئی اور مدد کرنی چاہیئے	۱۶۶
وہ چیدہ چیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکلنا ضروری ہے جس طرح سبز درخت سے شاخوں کا، ان میں ایک عمل راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ہے اور یہ ان میں سب سے گھٹیا درجہ کا عمل ہے	۱۶۹
کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا	۱۷۱
واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا	۱۷۸
شرم و حیا کرنا	۱۸۵
غیرت	۱۹۲
خدائے تعالیٰ، اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے حق میں مجسّم خیر خواہی بن جا	۱۹۵
خیر خواہی کرنے میں اپنے اور بیگانے کا امتیاز اٹھا دینا	۱۹۹
محبت کا نباہ اور اس کا لحاظ پاس رکھنا	۲۰۴
گاہ بگاہ ترکِ زینت	۲۰۵
اچھا طور و طریق متانت اور میانہ روی	۲۰۶
حلم و بُردباری	۲۰۷
ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں	۲۰۸
اس بات کا یقین ہوجانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے	۲۰۹
تمام اعمال کا تابع اللہ تعالیٰ	

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
کی ذاتِ پاک کی طرف پلٹ		نرم مزاجی اور ہر دلعزیزی	۲۳۸	شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک	
جانا	۲۱۲	صاف سینہ ہونا	۲۴۱	سب سے بدتر جرم ہے	۳۰۱
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر		مسلمانوں کی تکلیف کا اپنی		شرک کفر کی ملاوٹ کے ساتھ	
میں کوئی دقیقہ فروگذاشت		تکلیف کی برابر احساس کرنا	۲۴۲	ایمان بھی سود مند نہیں	۳۰۵
نہ کرنا	۲۱۳	گناہوں سے ڈرنا	۲۴۳	مشرک کے حق میں شفاعت	
جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم		اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کرنا	۲۴۵	قبول نہیں	۳۰۷
نہ ہو اُن کو ترک کر دینا	۲۱۶	ہمیشہ توبہ کرتے رہنا	۲۴۵	کافروں کی نیکیوں کا بدلہ دُنیا	
نیک بات پر دل کا مطمئن		احکام اسلامی کا اس طرح پابند		ہی میں دیدیا جاتا ہے	۳۱۲
ہو جانا اور گناہ میں خلش کا باقی		رہنا جیسے گھوڑا اپنے کھونٹے کا	۲۴۶	اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانہ	
رہنا	۲۱۹	از سرتا قدم خیر خواہی اور نفع		کفر کی نیکیاں بھی قبول ہو سکتی ہیں؟	۳۱۹
جس جانب میں تردّد ہو اُسے		محض بن جانا	〃	اگر کافر اسلام نہ لائے تو کیا اس	
چھوڑ دینا اور جس میں تردّد		ہر حالت میں خدائے تعالیٰ کا		کی نیکیاں سود مند ہیں ؟	۳۲۰
نہ ہو اُسے اختیار کر لینا	۲۲۲	شکر گزار رہنا	۲۴۸	غیر اللہ کی عبادت کرنی شرک ہے اگرچہ	
حرام میں مبتلا ہو جانے کے خوف		نرم دلی	۲۴۹	عقیدہ میں نفع ونقصان کا مالک	
سے بعض حلال کو بھی ترک کر دینا	〃	پاکیزہ زبان ہونا	۲۵۰	خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہو	۳۲۷
نیکی سے خوش ہونا اور بدی سے		راست گو، امانتدار اور		اللہ تعالیٰ کی ذات پر جبر کرنیوالا	
غمگین ہونا	۲۲۳	وفا شعار ہونا	۲۵۲	کوئی نہیں اور نہ کوئی بڑے سے	
احکام اسلامی کے لئے قلب		مجبوری میں توریہ کر لینا جھوٹ		بڑا کام اسکے نزدیک بڑا ہے	۳۲۸
میں کشادگی پیدا ہو جانا	۲۲۷	سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے	۲۵۷	بندہ کو چاہئیے کہ وہ اپنی سب	
نمازوں کے لئے مسجد کی		اچانک قتل کرنے سے بچنا	۲۶۳	مُرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگے	۳۳۳
پابندی	۲۲۸	مومن مرد کا مومنہ بی بی سے		مسلمانوں کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ	
طہارت کی نگہداشت	۲۲۹	بغض نہ رکھنا	۲۶۴	کی فاعلیت کا نقش ہو جانا توحید	
دین کی حفاظت کی خاطر		کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں		کا سب سے بلند مقام ہے	۳۳۵
فتنوں سے بچتے پھرنا	۲۳۰	بھی پریشان نہ کرنا	۲۶۵	کسی مخلوق کے متعلق ظاہری سببیت	
مومن کی صفات	〃	مسلمانوں کے حقوق	۲۶۶	سے بڑھ کر حقیقی تاثیر کا اعتقاد	
احتیاط اور ہوشیاری	۲۳۱	مسلمانوں کا اکرام	۲۶۸	رکھنا کفر ہے	۳۳۸
سادگی اور شرافت	۲۳۲	شرک کی حقیقت اور اسکی		غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا	
دانائی اور مردم شناسی	۲۳۴	اقسام	۲۷۴	کفر ہے، غیر اللہ کے نام کی قسم	
مومن نجس نہیں ہوتا	۲۳۷	شرک انسان کی فطرت نہیں	۲۹۷	کھانی ایک قسم کا شرک ہے	۳۴۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ
مسلمان کو سخت سست کہنا فسق کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر کی حرکت ہے	۳۴۷
تصویر کشی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی نقالی ہے	۳۴۸
قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے	۳۵۱
ریاکاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے	۳۵۲
غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت	۳۵۴
بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت	۳۵۹
گارے اور پتھروں کی تعمیر پر چادریں ڈالنے کی ممانعت	۳۶۱
کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پڑھنی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے	۳۶۵
نماز کی حالت میں سترہ ٹھیک سامنے رکھنے کی ممانعت	۳۶۸
ناتمام غلام آزاد کرنے کی ممانعت کیونکہ اس میں غلام کی ملکیت میں اللہ تعالیٰ کیساتھ شرکت کا شبہ پڑتا ہے	۳۶۹
کسی عذر کے بغیر نماز قضا کر دینا کفر ہے	"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مبارک میں ایسی مبالغہ آمیزیاں کرنے کی ممانعت، جیسی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کیں	۳۷۱
اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے بندہ کی مشیت کچھ نہیں	۳۷۹
خدا اور اس کے رسول کو ایک ایک ضمیر میں جمع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے	۳۸۶
آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی ممانعت	۳۸۸
شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت	۳۸۹
ابوالحکم کنیت رکھنے کی ممانعت	۳۹۰
مومن کو چاہیئے کہ وہ زمانہ کفر کی عادتوں سے دور رہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک نہ ہوں	۳۹۱
اپنے والد کے باپ ہونے سے انکار کرنا اور غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا کفر کے ہم پلہ ہے	۴۰۷
یوں کہنا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر فلاں کام نہ کروں تو میں مسلمان نہیں	۴۰۸
جو مسلمان بھائی پر بے بنا فسق و کفر کی تہمت لگاتا ہے وہ لوٹ کر اسی پر آپڑتی ہے	۴۰۹
تاویل یا ناواقفی سے کسی کو کافر کہنا کفر نہیں	۴۱۰
شراب نوشی کی عادت بت پرستی کے برابر ہے	۴۱۱
مشرک اور مسلمان کے ناحق قاتل کی مغفرت نہ ہوگی	"
مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ مشرکین کی جماعت میں شامل رہ کر انکی کثرت اور تقویت کا باعث بنے	۴۱۲
بدفالی کا عقیدہ رکھنا اور کاہن کی تصدیق کرنا ایک قسم کا شرک ہے	۴۱۴
کافروں کی چوٹی بھی شیطانی کام ہے	۴۱۸
نبی کے علم کو خدا تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے کوئی نسبت نہیں ہوتی	۴۲۵
کسی کی طرف علم غیب ذاتی کی نسبت نہیں کرنی چاہیئے	۴۲۶
خلاف شرع امور میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی بھی شرک کی ایک قسم ہے	۴۲۷
استیصال شرک کے متعلق سلف کا اہتمام	۴۴۸
نفاق اور اس کی قسمیں	۴۵۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں کا کچھ تذکرہ	۴۶۳
عملی نفاق	۴۷۲
نفاق کے شعبے	۴۷۳
منافق کی صفتیں	۴۷۶
نفاق کی نشانیاں	۴۷۹
دروغ گوئی	۴۸۴
وعدہ خلافی	۴۸۹
لڑائی جھگڑا	"
نمازوں میں کاہلی اور سستی	۴۹۰
نفاق کے چند اسباب	۴۹۳
نفاق سے علیحدہ ہونا	۴۹۴
منافق کی تعظیم	"
نفاق سے پناہ مانگنے کی چند دعائیں	۴۹۵

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کہ "ترجمان السنہ" جلد اوّل طبع ہو کر شائقین تک پہنچ گئی اور اب جلد ثانی پیش کی جا رہی ہے۔ جلد اول طباعت کے جن دشوار گزار مراحل سے گذری حق یہ ہے کہ ان میں ہر مرحلہ ناقابل عبور تھا، لیکن اسے قدرت کا ایک کرشمہ ہی کہنا چاہیے کہ بالآخر وہ تمام مرحلے طے ہو گئے اور ارشاداتِ نبوت کا یہ عظیم الشان ذخیرہ عالمِ خیال سے نکل کر منصۂ شہود پر آگیا۔ والحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔

مؤلف کو جلد اول کی تالیف کے وقت یہ شکایت تھی کہ اس اچھوتے اور اہم موضوع پر قلم اٹھانے کے لیے اس کو سالوں کی بجائے چند مہینے اور چند مہینوں کی بجائے چند ہفتے اور چند ہفتوں کی بجائے چند پُرسکون ساعات بھی میسر نہ آسکیں یعنی مسودہ ابھی ذہنی مراحل بھی طے کرنے نہیں پاتا تھا کہ زبانِ قلم پر آجانے کا تقاضا ہو جاتا تھا اور کاتب کے ہاتھ سے اُچک لیجاتے تھے مگر جب دوسری جلد کی تالیف کی نوبت آئی تو اُن گذشتہ ایام ہی پر حسرت ہوتی تھی کاش گذشتہ ایام کے سکون و طمانیت کی وہ ساعتیں پھر عود کر آئیں، وہ حوادث و انقلابات کے اُس مہیب سمندر میں بہا جا رہا تھا جس کی طوفان خیز موجوں میں اطمینان و سکون کا تو ذکر ہی کیا موت و حیات کا پتہ لگنا بھی مشکل تھا۔ لیکن اس سراسیمگی و فراموشی کے عالم میں بھی اگر کوئی شئے فراموش نہیں ہو سکی تو وہ جلد ثانی کی تالیف کا خیال تھا، اب مؤلف کے پاس ندوۃ المصنفین کی لائبریری کے علمی ذخائر تو کجا نام کے لیے ایک کتاب بھی نہیں تھی، مشورہ کے لیے علماء کی محفلیں تو کہاں میسر ہوتیں کسی عالم کی ایک صحبت بھی عنقا ہو گئی تھی اور دماغی سکون اور جمعیتِ خاطر کا تو کہیں دور دور بھی پتہ نہیں تھا۔ ایک ایک حدیث کے لیے اس کو قرنِ اوّل کی طرح میلوں مارا مارا پھرنا پڑتا تھا پھر جب بہزار مشکل کوئی حدیث کبھی اس کے ہاتھ لگ جاتی تو طبیعت کی درماندگی آگے بڑھنے سے جواب دے بیٹھتی تھی اور اگر کسی وقت طبیعت ذرا بیدار ہوتی تو جن مآخذ کا وہ سہارا تکتی وہ یکسر معدوم نظر آتے تھے۔ ان سب مشکلات سے بڑھ کر یہ مشکل تھی کہ جلد ثانی کے تشریحی نوٹ اگر علمی لحاظ سے جلد اوّل کے ہموزن نہ رہتے تو دونوں جلدوں کا توازن فوت ہوتا تھا۔ بہر حال ۱۳۶۶ھ کے ان ہی تاریخی ہنگاموں، سراسیمگیوں اور معذوریوں میں یہ جلد بھی تالیف ہو گئی۔ اور یہ خیال کر کے کہ اگر تحسینِ صورت و سیرت کی خاطر کسی دوسری فرصت کا انتظار کیا گیا تو معلوم نہیں آئندہ حالات اور کدھر لیجائیں، اس جلد کو

Marfat.com

اسی حالت میں یہ کہہ کر قارئین کرام کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

علی اننی راضٍ بان احمل الھویٰ   واخلص منہ لا علیّ ولا لیا

" ترجمان السنہ کے عنوانات اور جمع احادیث میں جو اسلوب جدید اختیار کیا گیا ہے چونکہ وہ اس خدمت کا ایک بڑا اہم حصہ ہے اس لیے اس کے متعلق کچھ گذارش کر دینی ضروری ہے۔ عام ناظرین کے پیش نظر جو چیز رہیگی وہ صرف اس کے تشریحی نوٹ یا زیادہ سے زیادہ اس کے تراجم کی سطح ہوگی لیکن اس کے عنوانوں کی گہرائی، ان کا باہم ربط، اس کے تراجم کی خصوصیات اور خالی الذہن انسان کو ان سے جو اسلامی تربیت حاصل ہو سکتی ہے اس کا احساس خال خال ہی کسی کو ہوگا۔ رہی وہ کاوش جو احادیث کی جمع و ترتیب کے سلسلہ میں اٹھائی گئی ہے اس کا اندازہ بجز ان چند علماء کے جو کتب حدیث کے دفتر الٹنے میں اپنی راتوں کی نیند تلف کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور کس کو ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت کے اظہار میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ ترجمان السنہ کی کتاب الایمان کی تسوید میں کسی ایک یا چند کتب کی صرف کتاب الایمان کا مطالعہ قطعاً کافی نہیں ہو سکا بلکہ اس کے ایک ایک عنوان کے لیے احادیث کے مختلف ابواب کے دفاتر الٹے گئے ہیں۔ پھر اس وسیع سمندر کی تہ میں جو جو موتی غیر مرتب بکھرے نظر آئے ان کو چن چن کر بہتر سے بہتر موقعہ پر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر حدیث نمبر ۳ دیگر کتب حدیث میں صرف وسوسہ کے عام عنوان کے نیچے ملتی ہے لیکن ترجمان السنہ جلد اول میں اس کو آپ کی ضرورت کے ایک اہم عنوان کے تحت رکھ دیا گیا ہے، اسی طرح صفحہ ۳۲۲ تک جتنی حدیثیں ذکر کی گئی ہیں پہلے آپ ان کو ایک بار دیگر کتب حدیث میں دیکھ جائیے کہ کن ابواب اور عنوانات کے تحت ہیں پھر ترجمان السنہ میں ان کے عنوانات ملاحظہ فرمائیے مولف کی کاوش کا اندازہ ہو جائیگا۔ کتاب التوحید کے بعد رسالت و نبوت کا اہم باب سامنے آتا ہے اس سلسلہ میں حدیث (۹۳) کا مضمون پہلے بغور ملاحظہ کیجیے، آپ کو یقین ہو جائیگا کہ رسولوں کی ذات سے والہانہ عقیدت رکھنے والوں کے لیے مال و دولت میں کوئی حصہ نہیں ہے، یہ تصور حقیقت کے لحاظ سے خواہ کتنا ہی درست ہو لیکن موجودہ ماحول کے لیے جتنا وحشتناک ہو سکتا ہے ظاہر ہے۔ مولف نے اس موقع پر سوال کی جوابدہی سے قبل پورا وقت اس پر صرف کیا ہے کہ سب سے پہلے صاحب شریعت کے منشاء کا پتہ لگایا جائے اس کے بعد اصل مسئلہ کی جانب توجہ کی جائے۔ اس مرحلے پر نہ معلوم کتنی دردسری اور کاوش کے بعد نسیم الریاض میں چند کلمات نظر پڑ گئے جن سے حدیث کا اصل مفہوم روشن ہو گیا۔ پھر دیکھا تو شبہ کا کوئی محل ہی باقی نہ رہا تھا۔ اس تمام مضمون کو پہلے ایک مختصر عنوان میں سمیٹ دیا گیا ہے پھر سکی نوٹ میں اس کی وضاحت

Marfat.com

کر دی گئی ہے۔

اسی ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبرانہ تعارف کا ذکر آگیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس سلسلہ کا سب سے اہم تعارف آپ کا خاتم النبیین ہونا ہے۔ صرف رسالت و نبوت کا تصور گو انبیاء سابقین پر ایمان لانے کے لیے کافی ہو لیکن آپ کے حق میں یہ تصور یقیناً ایک ناقص تصور ہے آپ کا کامل تصور اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک رسالت کے ساتھ آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تصور بھی نہ کیا جائے۔ اسی لیے قرآن کریم نے سورۂ احزاب کی آیۃ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں حضورؐ کے تعارف کے لیے رسول اللہ کے ساتھ خاتم النبیین ہونا بھی نمایاں طور پر ذکر کیا ہے۔ گویا مردوں میں سے کسی کا نسبی والد ہونا اگرچہ عام شانِ رسالت کے منافی نہ ہو لیکن خاص آپ کی شان کے منافی ہے کیونکہ آپ صرف اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں بلکہ خاتم النبیین بھی ہیں۔ یہ باب دیگر کتب احادیث میں آپ کو جتنا مختصر ملیگا ترجمان السنہ میں وقتی تقاضوں کے لحاظ سے اسی قدر مفصل نظر آئیگا۔ صرف اس ایک باب میں بائیس حدیثی عنوانات قائم کیے گئے ہیں پھر اس مضمون کی جتنی حدیثیں کتب تفاسیر و احادیث میں مختلف مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں ان کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے پھر مضامین کے لحاظ سے ان کو جدا جدا عنوانات کے تحت تقسیم کر دیا گیا ہے اور کوشش صرف اس باب کو پھیلانے کی نہیں کی گئی بلکہ ان تمام نقوش و عنوانات کو ابھارنے کی گئی ہے جو گذشتہ دور میں غیر ضروری ہونے کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اور درحقیقت اس مسئلہ کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔ پھر تشریحی نوٹوں میں اس کی ضروری وضاحت بھی کر دی گئی ہے، خاتمہ پر جو مقالہ سپرد قلم کیا گیا ہے وہ خواہ اس موضوع کی خوش کن تعبیرات سے لبریز نہ ہو لیکن اس راہ میں شکوک و شبہات کا جو کانٹا بھی کسی کے قلب میں چبھ سکتا تھا اس کے نکالنے کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کافی ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے غائبانہ تعارف کے سلسلہ میں ان صفات کا ذکر بھی آگیا ہے جو تورات و انجیل میں مذکور تھیں اور خوش قسمتی سے ان کا تذکرہ حدیثوں میں بھی آگیا تھا۔ چونکہ ترجمان السنہ کا موضوع مستند احادیث کا مجموعہ پیش کرنا ہے اس لیے ان احادیث کا جمع کرنا بھی ناگزیر طور پر اس کے موضوع میں داخل ہو گیا ہے۔ یہاں اصل مقصد یہود و نصاریٰ کو خطاب کرنا نہیں کہ جو رسول پر ایمان ہی سے بے بہرہ ہوں وہ اس کے کلام سے کیا مستفید ہو سکتے ہیں ہمارے مخاطب وہ اصحاب ہیں جو احادیث کے مطالعہ کا شغف تو رکھتے ہیں لیکن سوء اتفاق سے ان کے پاس ان کے حسب مذاق اردو زبان میں کوئی کتاب نہیں۔ "ترجمان السنہ" کے صفحہ ۴۰ پر اس کے متعلق پوری وضاحت

Marfat.com

کردی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں علم النبی کے عنوان کے تحت آپ کردہ دو حدیثیں یعنی پہلی حدیث "انا اعلمکم باللہ" اور دوسری حدیث "انتم اعلم بامور دنیاکم" آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ کلمات کی روشنی میں عنوان بالا کا فیصلہ پورے اعتدال کے ساتھ کرسکتے ہیں۔ یہ دو حدیثیں کتب حدیث میں جن جن عنوانات کے تحت ہیں ان کے بالمقابل ہماری ضرورت کے لحاظ سے عنوان مذکور کہیں زیادہ اہم ہے پھر یہ دو حدیثیں دیگر کتب میں سیکڑوں صفحات کے فاصلہ پر رکھی ہوئی ہیں اور ترجمان السنہ میں پہلو بہ پہلو رکھی ہیں۔ اس نظر آئینگی اس طریق کار کے سرپرست اول امام بخاریؒ ہیں۔ ان کے بعد حدیثیں ضائع ہیں تو ان کی نقالی بھلا کون کرسکتا تھا ہاں ان کی کتاب کے صرف خارجی نقش و نگار کی نقالی کی ہم نے بھی کوشش کی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے مقبولان بارگاہ کی اس نقالی میں برکت و اخلاص مرحمت فرمائے۔ آمین۔

حق تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول کے مختصر تعارف کے بعد ان پر ایمان لانے کے ابواب شروع کیے گئے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے فضائل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس باب کے اکثر عنوانات گو خود احادیث ہی کے مختصر ٹکڑے ہیں مگر ترجمان السنہ میں ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے بشکل عنوانات روشن کردیا گیا ہے تاکہ ان کے مطالعہ کرنے والوں میں ایمان کی ایک نئی روح پیدا ہو جائے۔

حدیث نمبر ۲۰۸ پر جو عنوان قائم کیا گیا ہے وہ علم کا ایک جدید اور مستقل باب ہے یعنی ایک نیکی پر دس گونہ ثواب ملنا تو اسلام میں ایک مشہور ضابطہ ہے لیکن اس کے بعد سات سو گونہ تک ثواب ملنے کا ذکر بھی حدیثوں میں آتا ہے۔ ہمیشہ خیال یہی رہا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ ثواب ملنے کا شاید کوئی ضابطہ نہ ہوگا یہ صرف ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں کے تحت ہے وہ جسے جتنا چاہے عطا فرمادے۔ لیکن جب حافظ ابن رجب حنبلی کی کتاب نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ سات سو گونہ اور اس سے زیادہ تضاعیف کا ثواب بھی شریعت میں ایک بہت معقول ضابطہ کے تحت ہے۔ ترجمان السنہ میں اس کی طرف پہلے ایک مختصر عنوان میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد نوٹ میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اس کی قدر ایسے ہی اشخاص فرماسکتے ہیں جن کے قلوب میں خوش اعتقادی کی دنیا سے نکل کر علمی میدان میں قدم رکھنے کا جذبہ ہو یا جن کے دماغ میں علمی لحاظ سے اس بارے میں کبھی کوئی الجھن پیش آئی ہو۔

اسی طرح ارکان اسلام میں باہم ربط کا عنوان بھی ایک اہم عنوان ہے جس پر ترجمان السنہ جلد اول کے آخر میں اور اس جلد میں بھی ایک موقعہ پر تنبیہ کی گئی ہے مضمون کی اہمیت ان مقامات کے مطالعہ کے

Marfat.com

مابعد ہی واضح ہوگی۔

ابواب الایمان کی تکمیل کے بعد کتبِ احادیث کی ترتیب کے بالکل برخلاف اشراک باللہ اور نفاق کے ابواب ذکر کیے گئے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں ان ابواب کی پوری وضاحت کیے بغیر کتاب الایمان کی جتنی بھی تفصیل کی جائے ناقص رہتی ہے۔ اس کے شروع میں بھی ایک متوسط مقالہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس ترتیب سے مؤلف کا مقصد یہ ہے کہ جب تک پہلے خدائے وحدہ لاشریک لہ اور اس کے رسول پاک کا اس طرح تعارف اور ایمان کے یہ مراحل طے نہ کیے جائیں اور شرک و نفاق کی ہر آلودگی سے اس کو یکسر پاک و صاف نہ کر لیا جائے ایمانِ کامل نصیب نہیں ہو سکتا۔ دامنِ ایمان پر جب کبھی معصیت کا داغ لگ جاتا ہے تو دماغی لحاظ سے ایک بڑی کشمکش پیدا ہو جاتی ہے وہ کبھی تو اس کو اعتزال کی طرف لیجاتی ہے اور کبھی ارجاء کی طرف کھینچتی ہے۔ حدیثیں بھی اس بارے میں دونوں طرح کی ملتی ہیں، کہیں ادنیٰ فروگذاشت سے ایمان کی نفی معلوم ہوتی ہے اور کہیں شراب نوشی جیسی معصیت کے بعد بھی مغفرت کی بشارت سے محرومی معلوم نہیں ہوتی۔ مؤلف نے ان دونوں قسموں کا توازن قائم رکھنے کے لیے مختلف عنوانات قائم کر دیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمانِ کامل ہے تو وہی بلند مقام جو معمولی معصیت کی ٹھیس بھی برداشت نہیں کرتا شراب نوشی تو کجا[1] لیکن اس کے یہ معنے بھی نہیں کہ اسلام میں انسان کی فطری کمزوری کے لیے کوئی پناہ نہیں ہے۔ وہ ہر وقت اس کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے بشرطیکہ اس کا قلب جذباتِ وفاداری اور معصیت پر ندامت سے معمور رہے۔ اسی کے ساتھ وہ برابر اس کی ترغیب دیتا ہے کہ انسان صرف اغماض و تساہل کی زندگی بسر کرنے کا عادی نہ بنے بلکہ اس مقامِ رفیع تک رسائی کی سعی کرتا رہے جہاں پہنچ کر ادنیٰ سی فروگذاشت بھی اس کو بصورتِ نفاق نظر آنے لگے۔ اس کے بعد تقدیر کا اہم مسئلہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ ہر دور میں معرکۃ الآرا مسائل میں سب سے زیادہ لاینحل سمجھا گیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، اس کے باوجود ہر زمانے میں اس پر علماء و فضلاء نے خامہ فرسائی کی ہے۔ احقر نے بھی کبھی فرصتوں کے دنوں میں اس پر دو مقالے لکھے تھے اور خیال

[1] اکتوبر ۱۹۵۲ء کے معارف میں "ترجمان السنہ" پر ریویو کرتے ہوئے ایک حدیث کے عنوان پر مؤلف کے ساتھ اختلاف رائے ظاہر کیا گیا ہے۔ اختلاف رائے ہر عالم کا حق ہے، لیکن اس کا بھی محل ہونا چاہیے۔ حدیث ۱۲۹ پر احقر نے ایک شخص کی شراب نوشی پر معصیت کا لفظ اطلاق کر دیا ہے۔ فاضل معاصر نے معصیت کے بجائے اس کو ظلم میں داخل فرمایا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ جس امر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دو مرتبہ حدِ شرعی قائم ہو چکی ہو کیا اس کو بھی معصیت کی تعریف سے خارج کیا جا سکتا ہے اور پھر کیا وہ ترجمہ جو اس حدیث پر امام بخاری کی جانب سے ترجمان السنہ میں نقل کیا گیا ہے ارتکاب ظلم پر قائم کیا جا سکتا ہے؟

Marfat.com

یہ تھا کہ علماء کے گزشتہ مضامین کے ساتھ ان کی حیثیت پیوند کی ضرور ہو گی مگر افسوس اور صد افسوس کہ اس فتنہ میں وہ بھی ضائع ہو گئے۔ اس متاعِ علمی کے ضیاع کا جتنا صدمہ ہو سکتا ہے وہ ہوا اور زیادہ افسوس اس کا ہے کہ اب اس مکمل تصویر کا ایک نقش بھی ذہن میں نہیں رہا کہ کسی ناقص صورت ہی میں اُس کو ناظرین کے سامنے پیش کر دیا جاتا۔ اب نہ وہ فرصت ہے، نہ وہ طبیعت کی تازگی، نہ وہ علمی ذخائر بلکہ وہ بہت شکن درماندگی محیط ہے جو کسی علمی سرمایہ گم کرنے والے کو ہوا کرتی ہے۔ بایں ہمہ کتاب کی تکمیل کے تقاضے مہمیز کا کام کرتے رہے اور اس لیے ایک شکستہ طبیعت میں جتنی سکت باقی تھی اس کو پھر اکٹھا پڑا اور بڑی جانفشانی کے بعد اس مضمون کی احادیث جمع کرنے کی جو خدمت رہ گئی تھی اس کو مکمل کر کے وقتی استحضار کے لحاظ سے ایک مقالہ یہاں پھر ہدیۂ ناظرین کر دیا گیا ہے۔ اس باب کی حدیثیں بھی احادیث کے تمام متفرق ابواب سے جمع کی گئی ہیں حتیٰ کہ کتاب النکاح اور کتاب العتاق سے۔ آپ کو تعجب ہو گا کہ ان ابواب میں تقدیر کے مسئلہ کی حدیثیں کہاں ملینگی مگر ملیں اور بہت بیش بہا ملیں۔ الحمد للہ خوش نصیبی ہے کہ اس وقت ہمارے پاس مصطفیٰ صبری کا رسالہ موقف البشر موجود تھا۔ اس باب میں یہ رسالہ جملہ گزشتہ تصانیف سے زیادہ قیمتی ہے۔ اس کو بار بار مطالعہ کر کے خاص طور پر پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان مباحث کے بعد ارادہ تھا کہ عالم ارواح، برزخ اور آخرت پر بحث کی جائے جس کے ضمن میں ملائکہ، شیاطین اور دوزخ و جنت وغیرہا کے مباحث بھی آ جاتے ہیں۔ اور اس طرح کتاب الایمان میں آمنتُ باللہ کی مشہور ترتیب محفوظ رہے لیکن بعض وقتی مسائل کے لحاظ سے شاید یہ ترتیب ترک کرنی پڑے اس لیے ابھی نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ جلد کس ترتیب سے سامنے آئے گی۔

یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ تیسری جلد میں تشریحی نوٹوں کا یہ اسلوب مقالہ باقی نہ رہ سکے، وقت کی نزاکت کتاب کے جلد از جلد مکمل کر دینے کی متقاضی ہے اور تفصیلات میں جانا فرصت چاہتا ہے اس لیے ہو سکتا ہے کہ پہلے جدید عنوانات کے تحت حدیثوں، ان کے ترجموں اور صرف مختصر نوٹوں پر اکتفا کی جائے۔ اس کے بعد پھر قدرت جس کو منتخب فرمائے وہ اس مواد کو پھیلا کر پوری تفصیلات کے ساتھ پیش کر دے ؎ ایں کار دولت است۔ کنوں تا کرا رسد۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

بندہ محمد بدر عالم عفا اللہ عنہ

لہ یہ ابواب جلد ثالث میں آئیں گے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الایمان کلما ازدادت علاقتہ بالغیب کان افضل

ایمان کا تعلق غیب کے ساتھ جتنا گہرا ہو اتنا ہی فضیلت کا موجب ہے

امام راغبؒ غیب کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں والغیب فی قولہ تعالیٰ یؤمنون بالغیب مالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیہ بداھۃ العقل وانما یعلم بخبر الانبیاء علیہم السلام۔

غیب کا لفظ مختلف معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ آیتہ یؤمنون بالغیب میں غیب کا اطلاق اُن چیزوں پر کیا گیا ہے جو انسانی حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور عقل بھی بدیہی طور پر ان کا تقاضہ نہیں کرتی وہ صرف انبیاء علیہم السلام کے بتانے سے معلوم ہوئی ہیں۔ ذیل کی آیتوں میں غیب کے یہی معنی مراد ہیں۔

(۱) وللہ غیب السموات والارض۔	آسمانوں اور زمین کی غیب کی باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
(۲) اطلع الغیب	کیا اسے غیب کی باتوں کی خبر لگ گئی ہے۔
(۳) لا یظھر علی غیبہ احدا	اللہ تعالیٰ اپنی غیب کی باتوں پر کسی کو قابو نہیں دیتا۔
(۴) لا یعلم الغیب الا اللہ	غیب کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔
(۵) وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب۔	بھلا تم اس قابل کب ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی غیب کی باتوں کی بلاواسطہ خبر دے
(۶) علام الغیوب	اللہ تعالیٰ کو غیب کی تمام باتوں کا پورا پورا علم ہے۔
(۷) وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ھو۔	غیب کے خزانوں کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اس لئے غیب کا علم بھی صرف اسی کو ہے۔

Marfat.com

(۸) ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء۔ اگر میں غیب کی سب باتیں جانتا تو ساری بھلائیاں اپنے لئے جمع کرلیتا اور کوئی برائی مجھے چھو بھی نہ سکتی۔

(حالانکہ میری زندگی شاہد ہے کہ نہ خیر کے تمام خزانے میرے ہاتھ میں ہیں اور نہ میں حوادث عالم سے مستثنیٰ ہوں)۔

یاد رکھنا چاہیے کہ دنیا میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ خدا پرست اور مادہ پرست۔ مادہ پرست تمام عالم کو صرف اپنے دائرہ محسوسات میں محدود تصور کرتا ہے اس کے نزدیک کسی اور عالم بالا کا تصور صرف ایک وہم پرستی یا مذہبی خوش اعتقادی سے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے وہ دعوت انبیا علیہم السلام میں جب کسی ماورار محسوساتِ عالم کا تذکرہ سنتا ہے تو بیساختہ اس کا تمسخر اڑانے کو تیار ہوجاتا ہے اس کے نزدیک جب عالم غیب کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو اس پر ایمان لانا بھی بے معنی ہے وہ اس ایمان کی حقیقت صرف ایک جہل یا جبری انقیاد سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک ایسے ایمان سے نہ تو نفس انسانی میں کوئی ارتقائی تحریک ابھر سکتی ہے اور نہ اس میں اعمال صالحہ اور ملکات حسنہ کا کوئی ذوق پیدا ہوسکتا ہے۔

دوسری قسم خدا پرستوں کی ہے ان کے نزدیک موجودات کو دائرہ محسوسات میں محدود سمجھنا ہی ایک بنیادی غلطی ہے جب عالم محسوسات میں بھی بہت سی چیزوں کا یقین ہمیں صرف مؤرخین اور جغرافیین کے بیانات ہی پر کرنا پڑتا ہے اور صرف اس بنا پر ان سے انکار کردینا صحیح نہیں ہوتا کہ ہم نے بچشم خود ان کو نہیں دیکھا تو پھر ان ماورار محسوسات عالم کا انکار کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جن کو اگرچہ ہم نے نہیں دیکھا لیکن انبیاء علیہم السلام کی آنکھوں نے ہم سے زیادہ تحقیق کے ساتھ ان کو دیکھا اور ان کا مشاہدہ کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوگیا کہ عالم غیب کے غیر محسوس ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف ہمارے ضعیف حواس کے دسترس سے باہر ہوتا ہے نہ یہ کہ تحت الحس آنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے خدا پرست جماعت انبیاء علیہم السلام کی فہم و فراست اور ان کی صداقت و امانت کے اعتماد پر عالم غیب پر ایمان لے آنا عین تقاضائے عقل سمجھتی ہے اور یہی تصدیق و اذعان ان کے ایمان کی ساری قیمت ہوتی ہے۔ اگر غیب پر یہ اذعان و اطمینان حاصل نہ ہو تو ان کا ایمان بے قیمت ہو۔

غیر معقول اور غیر مدرک کا فرق

مادہ پرستوں کو یہاں ایک بڑا مغالطہ یہ لگ گیا ہے کہ وہ غیر معقول اور غیر مدرک میں فرق نہیں کرتے عالم غیب غیر مدرک تو ہے مگر غیر معقول نہیں غیر معقول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقلِ انسانی اس کو محال سمجھتی ہو یا اس کی تکذیب کرتی ہو۔ اب آپ غور کیجئے کہ ایمان کے اجزار کیا ہیں اور ان میں کون سا جزو ایسا ہے جس کو محال اور خلاف عقل کہا جاسکتا ہو

کیا ایک خالق کا وجود، کیا رسول کی رسالت، کیا خدا کی کتابیں، اس کے فرشتے، اس کی تقدیر اور ثواب و عذاب کے لئے دائمی مستقر۔ فرمائیے کہ غیب کے اجزا ان کے سوا اور کیا ہیں۔ پھر ان باتوں میں کون سی بات ایسی ہے جو عقل کے نزدیک محال ہے۔ ہاں یہ حقائق ان حواس خمسہ کے احساس سے بالاتر ضرور ہیں مگر کیا یہ بات کوئی اصول موضوعہ میں داخل ہے کہ جو بات ہمارے ادراک یا مشاہدہ سے بالاتر ہو اس کو تسلیم نہ کیا جائے۔ دراں حالیکہ ہمارے آلات ادراک سے زیادہ قابل وثوق آلات اس کا ادراک کر رہے ہوں۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ فان الانبیاء علیهم السلام یخبرون الناس بما تقصر عقولهم عن معرفته لا بما یعرفون انه ممتنع فیخبرونهم بمحاورات العقول لا بمحالات العقول۔ (الجواب الصحیح ۱۵ ص ۳۴۷)

اب رہا یہ سوال کہ اس بے دلیل انقیاد کا اثر نفسِ انسانی پر کچھ ہوتا ہے یا نہیں تو اس کا فیصلہ صحابہ کے وہ انقلابی کارنامے کریں گے جن کو تاریخ نے ارتقاءِ انسانی کی اساس و بنیاد قرار دیدیا ہے۔ ارتقائی زندگی کی جو مسافت مادہ پرستوں نے کبھی سالوں میں طے کی تھی وہ ان خدا پرستوں نے چند لمحات میں طے کر ڈالی ہے اسی لئے قرآن کریم نے صحابہ کرام کے ایمان بالغیب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی عملی زندگی کا نقشہ بھی کھینچنا ضروری سمجھا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ایمان بالغیب ایسا ایمان نہیں تھا جس کی سطح پر عمل صالح کا کوئی بلبلہ بھی اٹھتا نظر نہ آتا۔ بلکہ وہ ایک ایسا طوفان خیز سمندر تھا جس میں اقامت صلوٰۃ، ایتاء زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی موجوں کا ہنگامہ مچا ہوا تھا۔

الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰهم ینفقون۔	جو لوگ یقین رکھتے ہیں بے دیکھی باتوں پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیدیا ہے اس میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

اقامت صلوٰۃ سے ان کی بدنی عبادت کے کمال کی طرف اشارہ تھا اور انفاق فی سبیل اللہ سے ان کی مالی قربانی کی طرف جس ایمان کے نتیجہ میں نفس انسانی میں جانی و مالی قربانی کی یہ اسپرٹ پیدا ہو جائے اس کو بے اثر اور خشک ایمان کیسے کہا جا سکتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو دو قسم کے علوم لیکر تشریف لاتے ہیں ایک وہ جو صرف ان کی ضمانت و صداقت کے اعتماد پر بے چون و چرا تسلیم کر لئے جائیں وہ سراسر معقول ہی معقول ہوتے ہیں اگرچہ عقلِ انسانی بدیہی طور پر ان کا ادراک نہ کر سکے دوسرے علوم وہ ہوتے ہیں جو ہمارے ادراک و احاطۂ عقل میں بھی داخل ہیں۔ ان میں اجتہاد و استنباط کی بڑی حد تک اجازت دیجاتی ہے بلکہ اس پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل حسب ضرورت خود پھیلالیں۔ قرآن کریم نے

Marfat.com

گذشتہ اقوام کے تذکرے اور تاریخ کے عبرت آموز واقعات اسی لئے بار بار دہرائے ہیں تاکہ انھیں پڑھ کر آئندہ زندگی میں پوری بصیرت کے ساتھ چلنے کا سلیقہ آجائے۔ دین کے اس حصہ پر غور و خوض کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس حصہ کی معقولیت اور گہرائی کا اندازہ لگانے کے بعد اس کے دوسرے حصہ کی معقولیت کا یقین خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے محکمات و متشابہات کی تقسیم بھی اسی اصول پر قائم کی ہے اور راسخین فی العلم کی یہی علامت مقرر کی ہے کہ جب وہ آیاتِ متشابہات پر گذریں تو ان کی مرادیں معلوم کرنے کی بجائے ان کے سامنے عجز و اعتراف کا سر جھکا دیں اور اس کا نام جہل اور جمود نہیں رکھا بلکہ رسوخ فی العلم رکھا ہے اس کے برخلاف ان کی مرادوں کے درپے ہونے کا نام علم اور تحقیق نہیں رکھا بلکہ زیغ اور فطرت کی کجی قرار دیا ہے۔ اسی اصول کے ماتحت آپ احادیث نبویہ پڑھتے جائیے اور عالم غیب کے مباحث کو انبیاء علیہم السلام کے اعتماد و وثوق پر تسلیم کرتے چلے جائیے۔ ھذا صراط مستقیم فاتبعوہ۔

یہ بات قابل یادداشت ہے کہ ایمان کی تمام روح صفتِ یقین ہے اور یقین اسی وقت قابل تعریف ہو سکتا ہے جبکہ عالم غیب پر ہو ورنہ اپنے مشاہدہ پر یقین کرنا بدیہی بات ہے۔ اسی لئے فرمایا و لیعلم اللہ من ینصرہ و رسولہ بالغیب۔ یعنی دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا اور رسول کے دین کی تائید بن دیکھے کون کون کرتا ہے۔ خدا کے مقدس فرشتے عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے سرتابی نہیں کرتے تو ان کا کمال کیا ہے۔ کمال یہ ہے کہ عالم غیب کا ذرہ ذرہ تحت الحجاب ہو اس پر اس کی تائید و نصرت میں وہ سرگرمی ہو جو عین مشاہدہ میں ہوتی ہے۔ وہ ایمان جو ملائکۃ اللہ کے لئے بھی قابل رشک ہے ان کا ایمان ایمان بالغیب نہیں یہ ایمان ہمارا نصیب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تکلیفات شرعیہ کا بار ڈالنے کے لئے قدرت نے اپنے اور انسان کے درمیان ایک حجاب غیب ڈال دیا ہے جس کے بعد جنت و دوزخ اور خدا کے فرشتے تو درکنار خود خالق کا بدیہی وجود بھی عالم غیب میں شامل ہو کر رہ گیا ہے۔ قیامت میں یہ حجاب غیب اٹھا دیا جائے گا اور اسی لئے تکلیفات شرعیہ کا دائرہ بھی ختم ہو جائے گا نہ عالم کے وجود سے قبل انسان مکلف تھا نہ عالم کی فنا کے بعد مکلف رہے گا۔ دائرۂ تکلیف صرف غیب کی تاریکی تک محدود ہے۔ اسی عارضی حجاب نے عالم غیب کو نظری بنا رکھا ہے ورنہ جو آج نظری ہے وہ کل یقینی تھا اور قیامت کے بعد پھر یقینی بن جائے گا موجودہ تردد و انکار جو کچھ بھی ہے وہ صرف اس حجاب غیب کا ثمرہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام صرف اس لئے آتے ہیں کہ جو کچھ اس حجاب غیب کے ماوراء ہے اس کو بتا دیں۔ اسی لئے ان کی حیثیت صرف ایک مبلغ اور مذکر کی ہوتی ہے۔ نہ غیب کے علوم حاصل کرنے میں وہ خود دماغ سوزی کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں پھر جو علوم از خود قدرت ان پر فائض کر دیتی ہے ان کو وہ کسی بخل کے بغیر سب کو

Marfat.com

سکھادیتے ہیں وما ھو علی الغیب بضنین. جو دلائل کی پرخار وادی میں گرفتار ہے وہ بحث زیادہ کرتا ہے اور عمل کم گویا مشقت سفر زیادہ اٹھاتا ہے اور منزل کم طے کرتا ہے. پھر یہ بھی ٹھیک معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا رُخ صحیح مقصد کی طرف بھی ہوتا ہے یا نہیں. اسلام نے مختصر عمر میں آخرت کی طویل منزل طے کرنے کے لئے تعلیم دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اعتماد پر وقت کی تمام فرصت عمل میں صرف کر ڈالے۔

یہ بھی زیر نظر رہنا چاہئے کہ اس عنوان کے تحت احادیث کا منشا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے ہوئے بغیر ایمان لانے والوں کی بہت بڑی فضیلت مذکور ہے یہی ہے کہ اس جماعت کے لئے رسول کی ذات اقدس بھی گویا عالم غیب ہی میں شامل ہوگئی ہے۔ اور اس حیثیت سے ان کا ایمان اور غیب در غیب بن گیا ہے اس کو جزئی فضیلت کا صرف ایک اسلوب بیان سمجھنا چاہئے. ورنہ دراصل رسول کی ذات کسی حال میں بھی عالم غیب میں شمار نہیں ہوتی وہ قطعی طور پر عالم محسوسات میں داخل ہوتی ہے۔ البتہ اس کی رسالت ہر حالت میں عالم غیب کا ایک آبدار گوہر ہوتی ہے جس پر ایمان لانے میں رسول کی شخصیت بلاشبہ بڑی حد تک معین ہوتی ہے چونکہ اس کی وفات کے بعد یہ مساعدت باقی نہیں رہتی اور صرف عالم غیب کا حصہ یعنی اس کی رسالت باقی رہ جاتی ہے اس لئے اس پر ایمان لانا اس جزئی فضیلت کا موجب بن جاتا ہے اور اسی معنی سے رسول پر ایمان کو ایمان بالغیب کہدیا جاتا ہے۔

Marfat.com

(٢٥٢)ؑ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِيْ وَرَاٰنِيْ مَرَّةً وَطُوْبٰى لِمَنْ اٰمَنَ بِيْ وَلَمْ يَرَنِيْ سَبْعَ مَرَّاتٍ (رواه احمد وذكره السيوطي في الجامع الصغير ورمز له بالصحة ونقل العزيزي عن شيخه تصحيحه۔ واورد الحافظ السيوطي جميع طرقه في الجامع الصغير ورمز لها بالحسن)

(٢٥٣) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ جُلُوْسًا فَذُكِرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَبَقُوْنَا بِهٖ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ اَمْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(٢٥٢) انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اس کو تو ایک بار مبارکباد اور جس نے مجھے نہیں دیکھا اور پھر ایمان لایا اس کو بار بار مبارکباد۔ احمد

(٢٥٣) عبدالرحمٰن بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کے فضائل کا تذکرہ چھڑ گیا اس پر عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا آنحضرت کی

ؑ ترجمان السنہ جلد اول ص٣٦٢ و ص٣٦٣ پر دو حدیثوں کا ایک ہی نمبر لکھا ہوا ہے اس لئے جلد ثانی کے شروع میں حدیثوں کے نمبروں میں ایک عدد بڑھا دیا گیا ہے اور بجائے ٢٥١ کے اس کو ٢٥٢ سے شروع کیا گیا ہے۔

(٢٥٢) مسند ابو داؤد طیالسی میں یہ حدیث حضرت ابن عمرؓ سے بھی منقول ہے اس کی ابتداء میں اتنا قصہ اور مذکور ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے بڑی حسرت کے انداز میں عرض کیا کہ آپ لوگوں نے تو اپنی ان آنکھوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا جی ہاں۔ اس پر اس شخص نے کہا مبارک ہو اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تو لیجئے آپ بھی مجھ سے ایک ایسی حدیث سن لیجئے جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خود سنی ہے اس کے بعد حضرت انسؓ کی اسی حدیث کا مضمون ذکر کیا صرف اتنا فرق ہے کہ اس کے آخر میں سبع مرات کی بجائے ثلاث مرات کا لفظ ہے۔ (دیکھو درمنثور ج ١ ص ٢٧)

(٢٥٣) اس میں کیا شبہ ہے کہ صحابہ کرام اپنی سابقیت، دین کی بر وقت نصرت اور مشاہد و مغازی میں صبر و استقامت کی وہ مثال دنیا میں قائم کر گئے ہیں کہ اب ان کے مقابلہ میں تمام امت میں سے کسی کا کوئی عمل بھی قابل ذکر نہیں ہو سکتا اس لئے ان کے فضائل کا تذکرہ بالکل برمحل اور بجا تھا لیکن حضرت ابن مسعودؓ چونکہ اس مقدس جماعت کے خود بھی ایک ممتاز فرد تھے ان کی شانِ تواضع نے اپنے منہ پر اپنی تعریف سننی گوارا نہ کی اور آئندہ امت کے لئے بھی ایک ایسی امتیازی فضیلت ذکر کر دی جس سے یہ شبہ گذرنے لگا کہ میدان فضیلت میں اگر وہ صحابہ سے پیش پیش نہیں تو ان سے بہت پیچھے بھی نہیں۔ ایمان بالغیب کی جو صفت یہاں ذکر کی گئی ہے صحابہ کرام اس میں بھی بقیہ امت سے پیشگام تھے لیکن رسول کی پر از صدق و صفا شخصیت چونکہ ان صغارِ امت کے سامنے نہ ہوگی اس لئے اس بزرگ صحابی کو ان کے دل

Marfat.com

كَانَ بَيِّنًا لِمَنْ رَآهُ وَالَّذِي لَا إِلٰهَ غَيْرُهُ مَا آمَنَ أَحَدٌ قَطُّ إِيمَانًا أَفْضَلَ مِنْ إِيمَانٍ بِغَيْبٍ ثُمَّ قَرَأَ (الٓمٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ الى قوله المفلحون) هكذا رواه ابن ابی حاتم وابن مردویه والحاکم فی مستدرکه من طرق عن الاعمش به فی التفسیر وقال صحیح علی شرط الشیخین۔

(۲۵۴) عَنْ اَبِی مُحَیْرِیْزٍ قَالَ قُلْتُ لِاَبِی جُمُعَةَ رَجُلٍ مِنَ الصَّحَابَةِ حَدِّثْنَا حَدِیْثًا سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ اُحَدِّثُکُمْ حَدِیْثًا جَیِّدًا تَغَدَّیْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنَّا؟ اَسْلَمْنَا مَعَكَ وَجَاهَدْنَا مَعَكَ قَالَ نَعَمْ قَوْمٌ یَکُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِکُمْ یُؤْمِنُوْنَ بِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ۔ رواه احمد واخرجه طرقها الحافظ ابن کثیر واخرجه الحاکم وصححه دلم

صداقت ہراس شخص کے سامنے جس نے آپ کو دیکھا تھا بالکل صاف اور عیاں تھی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا خدا کوئی نہیں۔ کوئی شخص ایمان نہیں لایا جس کا ایمان بن دیکھے ایمان سے افضل ہو، پھر اس کے ثبوت میں انھوں نے یہ آیت پڑھی (الم یہ کتاب ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں) (حاکم۔ ابن کثیر)

(۲۵۴) ابو محیریز بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ابو جمعہؓ سے کہا آپ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنائیے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہو۔ انھوں نے فرمایا بہت اچھا لو میں تم سے ایک بہت عمدہ حدیث بیان کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کا کھانا کھایا اس وقت ابو عبیدہ بن الجراح بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے بھی کوئی اور قوم بہتر ہو سکتی ہے۔ ہم آپ پر ایمان لائے ہم نے آپ کے ساتھ جہاد کئے۔ آپ نے فرمایا ہاں ایک قوم ہوگی جو تمہارے بعد میں آئے گی وہ بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لے آئے گی۔ احمد۔ حاکم۔ ابن کثیر۔

بڑھانے کا ایک موقعہ ہاتھ آگیا تھا۔

درمنثور میں بعینہ یہ مکالمہ حارث بن قیسؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان ذکر کیا ہے۔ دیکھو ج اص ۲۶۔

Marfat.com

(٢٥٥) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اَنِّيْ لَقِيْتُ اِخْوَانِيْ قَالَ فَقَالَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اِخْوَانُكَ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِيْ وَلٰكِنْ اِخْوَانِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِيْ وَلَمْ يَرَوْنِيْ۔ (رواہ احمد ورمز لہ السیوطی بالصحۃ وقال العزیزی فی شرحہ واسنادہ حسن۔

(٢٥٦) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِيْ لِيْ حُبًّا نَاسٌ يَكُوْنُوْنَ بَعْدِيْ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ رَاٰنِيْ بِاَهْلِهٖ وَمَالِهٖ (رواہ مسلم)

(٢٥٧) عَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُهَنِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

(٢٥٥) انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہم بھی تو آپ کے (خادم اور) اسلامی بھائی ہیں آپ نے فرمایا تم تو میرے صحابہ ہو اور بھائی وہ لوگ ہیں جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ (احمد)

(٢٥٦) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے افراد تو وہ ہیں جو میرے بعد آئیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ اپنا گھر بار، اور مال سب قربان کر کے کسی طرح مجھ کو دیکھ پاتے۔ (مسلم)

(٢٥٧) ابو عبدالرحمٰن جہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے

---

(٢٥٥) یعنی تمہیں تو اخوت کے ساتھ میری صحبت کا شرف بھی حاصل ہے اور اس وقت بھائی سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو مجھ پر آئندہ ایمان لائیں گے انھیں رشتۂ ایمانی کی وجہ سے صرف اخوت تو حاصل ہوگی مگر شرف صحبت نصیب نہ ہوگا۔

(٢٥٦) رحمۃ للعالمین کی یہ صرف ایک قدردانی اور ہمت افزائی کی بات تھی کہ آپ نے آنے والی امت کے لئے بھی ایک سامان تسلی چھوڑ دیا ہے اور وہ یہ کہ اگر وہ آپ کے شرف دیدار سے محروم رہ گئی تو غم نہ کھائے اصل شرافت سے وہ بھی محروم نہیں ہے شرافت کا اصل رشتہ محبت و ایمان ہے۔ شرافت دیدار بھی اسی وقت شرافت شمار ہوتی ہے جبکہ اسی رشتۂ ایمانی کے ساتھ ہو۔ اسی رشتہ سے اصحابہ نے میدان فضائل جیتے اور اسی رشتہ سے آئندہ امت بھی فضائل و کمالات کے بڑے بڑے میدان جیت سکتی ہے۔ یہ رشتہ صحابہ کو تو دیکھ کر حاصل ہوا اور بیشک ان کا ایک بڑا کمال تھا لیکن ایک حیثیت سے یہ کمال بھی کچھ کم نہیں کہ دیکھے بغیر وہی جذبۂ جاں نثاری، اسی نمونہ کے ایثار و قربانی کا ذوق ان کو حاصل ہو جائے جو دیکھنے والوں کو حاصل تھا۔ اگر اس قسم کی ہمت افزائی کے کلمات احادیث میں نہ آتے تو آنے والی امت کے لئے یہ بڑے اضطراب و بے چینی کا موجب بن جاتا۔

Marfat.com

طلع راكبان فلما راٰهما قال كنديان مذحجيان حتی اتیاه فاذا رجال من مذحج قال فدنا الیہ احدھما لیبایعہ قال فلما اخذ بیدہ قال یارسول اللہ ارأیت من راٰک فاٰمن بک وصدقک واتبعک ماذا لہ قال طوبیٰ لہ قال فمسح علی یدہ فانصرف ثم اقبل الاٰخر حتی اخذ بیدہ لیبایعہ قال یارسول اللہ ارأیت من اٰمن بک وصدقک واتبعک ولم یرک قال طوبیٰ لہ ثم طوبیٰ لہ ثم طوبیٰ لہ قال فمسح علی یدہ فانصرف۔ (رواہ احمد والدولابی والبغوی ورجالہ من رجال الصحیح)

(۲۵۸) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الخلق اعجب الیکم ایمانا قالوا الملائکۃ قال وما لھم لا یؤمنون وھم عند ربھم قالوا

کو دو سوار (سامنے سے آتے) نظر آئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو فرمایا یہ دونوں کندہ کے باشندے اور مذحج قبیلے کے لوگ معلوم ہوتے ہیں جب وہ آگئے تو اس قبیلہ کے کئی آدمی اور تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں ایک شخص بیعت کے لئے آپ کے قریب آیا جب اس نے آپ کا دست مبارک ہاتھ میں لیا تو بولا یا رسول اللہ جس نے آپ کی زیارت کی آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے مبارک ہو۔ یہ سن کر تبرکاً اس نے آپ کے دست مبارک پر ہاتھ پھیرا اور بیعت کر کے چلا گیا پھر دوسرا آگے بڑھا اس نے بھی بیعت کے لئے آپ کا ہاتھ میں ہاتھ لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ جس نے آپ کو نہیں دیکھا اور آپ پر ایمان لے آیا، آپ کی تصدیق کی اور آپ کا اتباع بھی کیا فرمائیے اس کو کیا ملیگا آپ نے فرمایا اس کو مبارک ہو، مبارک ہو، مبارک ہو (تین بار مبارک باد دی) اس نے بھی آپ کے دست مبارک پر ہاتھ پھیرا اور بیعت کر کے چلا گیا۔ (احمد)

(۲۵۸) عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے نزدیک ایمان کے لحاظ سے کس کا ایمان زیادہ قابل تعجب ہے انھوں نے عرض کیا فرشتوں کا آپ نے فرمایا کیوں انھیں کیا ہوا کہ وہ ایمان نہ لائیں جبکہ وہ اپنے پروردگار کے حضور ہی میں ہر وقت

---

(۲۵۸) یہاں آئندہ امت کے ایمان کو قابل تعجب کہا گیا ہے افضل نہیں کہا گیا اور جہاں افضل کہہ دیا گیا ہو وہاں بھی اسی تعجب کا اظہار منظور ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے اور تم لوگ اگر ایمان رکھتے ہو تو اس کے اسباب بھی ان کے اور تمہارے سامنے موجود ہیں فرشتے تو براہ راست بارگاہ احدیت کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کا ایمان تو ایمان بالغیب ہی نہیں انبیاء علیہم السلام کا ایمان اگرچہ ایمان بالغیب ہے مگر ان کی تشکیل و مربی خود قدرت ہوتی ہے

Marfat.com

فالنبيون قال وما لهم لا يؤمنون والوحی ينزل عليهم قالوا فنحن قال وما لكم لا تؤمنون وانا بين اظهركم قال فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الا ان اعجب الخلق الي ايمانا لقوم يكونون من بعدكم يجدون صحفا فيها كتاب يؤمنون بما فيها. قال ابو حاتم الرازي فيه المغيرة بن قيس البصري وهو منكر الحديث قال الحافظ ابن كثير ولكن قد روى ابو يعلي فی مسنده وابن مردويه فی تفسيره والحاكم فی مستدركه من حديث محمد بن ابی حميد وفيه ضعف عن زيد بن اسلم عن ابيه عن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم وقال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقد روی نحوه عن انس بن مالك مرفوعا والله تعالیٰ اعلم قال الذهبی محمد بن ابی حميد ضعفوه۔

حاضر ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر خدا کے نبیوں کا آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں جبکہ خدا کی وحی ان پر اترتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اچھا تو پھر ہمارا۔ آپ نے فرمایا تم کیوں ایمان نہ لاؤ جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو میرے نزدیک تو سب سے زیادہ قابل تعجب ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے ان کو صرف چند اوراق ملیں گے اس میں ایک مقدس کتاب ہوگی وہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا پائیں گے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ (ابن کثیر)

سلہ ان کا تعلق عالم غیب سے اگرچہ پس پردہ ہو مگر پھر براہ راست ہوتا ہے تمہارا معاملہ بھی صاف ہے یعنی عالم غیب اگرچہ بلاواسطہ تمہاری آنکھوں کے سامنے نہ ہو مگر میں عالم غیب کا بلا واسطہ ترجمان تو تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہوں۔ مجھے دیکھ کر عالم غیب کا یقین اپنے بعض مشاہدات سے بڑھ کر حاصل کر سکتے ہو۔ اب رہ گئی صرف وہ امت جس کو نہ عالم غیب کا مشاہدہ حاصل ہوگا اور نہ ان کی آنکھوں کے سامنے میری بصیرت افروز ہستی ہوگی۔ ایک خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب ہوگی اور اس کے رسول کے کچھ محفوظ اقوال و آثار ہوں گے وہ ان ہی کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گی ان کا ایمان اگرچہ نامساعدت اسباب کی وجہ سے اس درجہ پر نہ ہو لیکن قابل تعجب ضرور ہوگا فضیلت کلی گو نہیں حاصل ہو لیکن ایک جہت سے فضیلت جزئیہ کے حقدار وہ بھی رہیں گے اور اس پیرایہ سے رحمۃ للعالمین کی ساری کی ساری امت قابل غبطہ بن جائے گی۔ کوئی کسی جہت سے اور کوئی کسی جہت سے اس لئے حدیث میں ارشاد ہے، میری امت کی مثال بارش کی سی ہے جس کے متعلق یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ اس کا پہلا حصہ بہتر تھا یا آخر۔

یہ حدیث طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی روایت کی ہے اس کے شروع میں یہ قصہ بھی منقول ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پانی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے پوچھا اچھا کوئی مشک ہے لوگ مشک لے آئے اور آپ کے سامنے رکھ دی۔ آپ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا اور اپنی انگلیاں پھیلا دیں۔ ان کے درمیان سے پانی اس طرح پھوٹ کر بہنے لگا جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ذریعہ سے بہ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا بلال آواز دیدو کہ لوگ وضو کر لیں۔ اور لوگ تو وضو کرنے میں مصروف ہو گئے مگر حضرت ابن مسعودؓ تھے کہ ان کو اس پانی کے پینے کی فکر لگ رہی تھی جب سب لوگ وضو سے فارغ ہو گئے تو آپ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد اپنے صحابہؓ سے وہ سوال کیا جو یہاں مذکور ہے۔ (در منثور ج ۱ ص ۲۹)

Marfat.com

(۲۵۹) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَلَسْنَا اِلَى الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ يَوْمًا فَمَرَّ بِهٖ رَجُلٌ فَقَالَ طُوْبٰى لِهَاتَيْنِ الْعَيْنَيْنِ اللَّتَانِ رَاَتَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰلِهٖ وَاللّٰهِ لَوَدِدْنَا اَنَّا رَاَيْنَا مَا رَاَيْتَ وَشَهِدْنَا مَا شَهِدْتَ فَاسْتُغْضِبَ فَجَعَلْتُ اَعْجَبُ، مَا قَالَ اِلَّا خَيْرًا، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا يَحْمِلُ الرَّجُلَ عَلٰى اَنْ يَّتَمَنّٰى مَحْضَرًا غَيَّبَهُ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَدْرِيْ لَوْ شَهِدَهٗ كَيْفَ يَكُوْنُ فِيْهِ وَاللّٰهِ لَقَدْ حَضَرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوَامٌ اَكَبَّهُمُ اللّٰهُ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ فِيْ جَهَنَّمَ لَمْ يُجِيْبُوْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوْهُ اَوَلَا تَحْمَدُوْنَ اللّٰهَ اِذْ اَخْرَجَكُمْ لَا تَعْرِفُوْنَ اِلَّا رَبَّكُمْ مُصَدِّقِيْنَ لِمَا جَاءَ بِهٖ نَبِيُّكُمْ قَدْ كُفِيْتُمُ الْبَلَاءَ بِغَيْرِكُمْ وَاللّٰهِ لَقَدْ بَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَشَدِّ حَالٍ بُعِثَ عَلَيْهَا نَبِيًّا مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ فِيْ فَتْرَةٍ وَّجَاهِلِيَّةٍ مَا يَرَوْنَ اَنَّ دِيْنًا اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ فَجَاءَ بِفُرْقَانٍ فَرَّقَ بِهٖ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْوَالِدِ وَوَلَدِهٖ حَتّٰى اِنْ كَانَ

(۲۵۹) عبدالرحمٰن بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا ایک دن ہم مقداد بن الاسودؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور (انھیں دیکھکر) بولا یہ دو آنکھیں مبارک ہوں جنھوں نے خدا کے رسول کی زیارت کی ہے۔ خدا کی قسم ہمیں تمنا ہوتی ہے کہ جو نظارہ آپ نے دیکھا ہم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے اور جن مقامات میں آپ نے شرکت کی ہم بھی شرکت کرتے (یہ سن کر) مقداد غصہ میں بھر گئے مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس بیچارے نے کوئی بری بات تو کہی نہ تھی اچھی ہی بات کہی تھی (پھر انھیں غصہ کیوں آیا) اس کے بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے اس شخص کو کیا داعیہ پیش آیا کہ یہ ایسے زمانہ میں موجود ہونے کی تمنا کرتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا نہیں کیا۔ کیا خبر اگر وہ اس زمانہ میں ہوتا تو اس کے صبر و استقلال کا حال کیا ہوتا۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے منہ کے بل دوزخ میں گرا دیا ہے اس لئے کہ انھوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا اور آپ کی تصدیق نہیں کی تم ایسے زمانہ میں اپنے ہونے کی تمنائیں تو کرتے ہو اور اس پر خدا کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے تمہیں ایسے زمانہ میں پیدا کیا ہے جبکہ ہوش سنبھالتے ہی تم نے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اور جو دین تمہارا نبی لے کر آیا اس کی تصدیق کی (یعنی اسلام پر ہی پیدا ہوئے) اس راہ کی مصیبتیں دوسروں نے اٹھائیں اور تم ان سے محفوظ رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمانہ فترت و کفر کے ان سخت سے

(۲۵۹) حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کو صحابیت کی تمنا کرنا آداب دعا سے تجاوز کرنا ہے بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں فضائل و کمالات کے بڑے سے بڑے خزانے لٹائے جا رہے تھے مگر ان کے لئے اتنی ہی بڑی قربانیاں بھی درکار

Marfat.com

الرَّجُلُ لَيَرٰى وَالِدَهٗ وَوَلَدَهٗ وَاَخَاهُ كَافِرًا وَقَدْ فَتَحَ اللّٰهُ قُفْلَ قَلْبِهٖ لِلْاِيْمَانِ يَعْلَمُ اَنَّهٗ اِنْ هَلَكَ دَخَلَ النَّارَ فَلَا تَقَرُّ عَيْنُهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ حَبِيْبَهٗ فِي النَّارِ وَاَنَّهَا الَّتِيْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ (اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ) (رواه احمد ذكره الحافظ ابن كثير في تفسيره وقال اسناده صحيح)

(۲۶۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً اِذْ اَعْيٰى فَرَكِبَهَا فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا اِنَّمَا خُلِقْنَا لِحِرَاثَةِ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

سخت حالات میں بھیجا ہے جن میں آپ سے پیشتر اپنے نبیوں میں کسی نبی کو نہیں بھیجا وہ ایسا زمانہ تھا جبکہ لوگوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی دین نہ تھا اس وقت آپ ایک ایسی کتاب لیکر آئے جس نے حق و باطل کو بھی جدا کر دیا مگر بیٹا اور اس کے باپ کے درمیان بھی جدائی کا باعث بھی وہی کتاب بنی۔ یہانتک کہ ایک شخص جس کے دل کا قفل اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے کے لئے کھولدیا تھا اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا کہ (وہ خود تو مسلمان ہے اور) اس کا باپ بیٹا اور بھائی کافر ہیں۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ اسی حالت پر مر گئے تو دوزخ میں جائیں گے پھر اس یقین کے بعد کہ اس کے یہ پیارے پیارے عزیز دوزخ میں جائیں گے اس کی آنکھیں بھلا کیسے ٹھنڈی رہ سکتی تھیں۔ یہی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں ارشاد فرمائی ہے۔ (جو لوگ یہ دعا مانگتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہماری بیبیوں اور اولاد کی طرف سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی فرما دے (احمد)

(۲۶۰) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص بیل لئے جا رہا تھا جب تھک گیا تو بیل پر سوار ہو گیا (قدرت نے اس بیل کو گویائی عطا کر دی) اور وہ بولا سواری کے لئے تو ہم پیدا نہیں کئے گئے ہم تو صرف زمین میں کھیتی کے کام کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لوگوں نے یہ قصہ سن کر ازراہِ تعجب کہا سبحان اللہ بیل باتیں کرتا ہے

تھیں۔ العطایا علی متن البلایا۔ اگر وہ فضائل و کمالات ان کے حصہ میں آئے تو وہ ایثار و قربانیاں بھی ان ہی کو دینی پڑیں۔ اب بعد کی امت کے دلوں میں ان کمالات کی ہوس تو اٹھتی ہے مگر ان قربانیوں کے لئے آمادگی بھی ہے؟ وہ دور ایک ایسا نازک دور تھا کہ ایک شخص صحابیت کا فخر بھی حاصل کر سکتا تھا اور ذرا سی لغزش سے رسول کے دشمنوں کی فہرست میں بھی شمار ہو سکتا تھا۔ قرآن کریم کا دورِ نزول اپنی آنکھوں سے دیکھنا بیشک بڑی نعمت تھی لیکن دوسری طرف یہ بھی دیکھنا پڑتا تھا کہ اس کے نزول کے بعد آپس کے رشتے ناتے ٹوٹ رہے ہیں باپ بیٹے سے خاوند بی بی سے جدا ہو رہا ہے اس نازک دور کی بجائے ہمیں کو آسانی کے ساتھ ایمان نصیب ہو گیا اس کو شکر کرنا چاہیئے اور اس دور کی تمنا نہ کرنی چاہیئے جس میں فضائل کے ساتھ بہت سے خطرات بھی تھے۔ یہ رضا بقضاء کی منزل ہے جو پہنچ جائے وہی ان رموز کو جان سکتا ہے۔ ابتداء عشق کے سوز و گداز رکھنے والے بھلا اسے کب آشنا ہو سکتے ہیں۔

(۲۶۰) حیوانات کا اپنی زبان میں کلام کرنا تو معروف و مشہور بات ہے لیکن ایسی زبان میں کلام کرنا جو انسانوں کے

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهٖ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَقَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ فِيْ غَنَمٍ لَهٗ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ عَلٰى شَاةٍ مِنْهَا فَأَخَذَهَا فَأَدْرَكَهَا صَاحِبُهَا فَاسْتَنْقَذَهَا فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِيْ فَقَالَ النَّاسُ سُبْحَانَ اللّٰهِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ أُوْمِنُ بِهٖ أَنَا وَأَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکرؓ وعمرؓ بھی حالانکہ وہ اس وقت وہاں موجود بھی نہ تھے اس کے بعد ایک اور شخص کا قصہ بیان کیا جو اپنی بکریوں میں تھا کہ ان میں سے ایک بکری پر بھیڑیے نے حملہ کیا اور اس کو دبالیا۔ مالک نے اس کا پیچھا کیا اور اپنی بکری کو اس سے چھڑالیا۔ بھیڑیا بولا، اچھا دیکھوں گا بھلا اس دن اسے کون چھڑانے آتا ہے جس دن صرف درندوں ہی کا راج ہوگا اور سوائے میرے کوئی اور اس کا چرانے والا نہ ہوگا (یہ عالم کی ویرانی کے زمانہ کا قصہ ہے) اس پر لوگوں نے پھر تعجب سے کہا سبحان اللہ، بھیڑیا اور باتیں کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ابوبکرؓ وعمرؓ بھی حالانکہ اس وقت وہ مجلس میں موجود نہ تھے۔ (متفق علیہ)

درمیان مستعمل ہو۔ سردست ہمارے حواس کے ادراک سے باہر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خود بھی اس کی تصدیق فرمائی اور ابوبکرؓ وعمرؓ کی غیبت میں ان کی جانب سے بھی اس کی تصدیق فرمادی۔ گویا آپ کو ان پر اتنا اعتماد تھا کہ جس امر کی تصدیق آپ فرمائیں پھر وہ خواہ کتنا ہی بعید از عقل کیوں نہ ہو اس کی تصدیق میں یہ جاں نثار بھی کوئی چون وچرا نہیں کریں گے ایک بیل کا کلام کرلینا عقل کے نزدیک کوئی محال امر نہیں صرف عام عادت کے خلاف بات ضرور ہے۔ قیامت کے قبل عالم غیب سے پردہ اٹھنے کا زمانہ جتنا قریب آتا جائے گا اسی قسم کی بہت سی اور خلاف عادت باتیں ظاہر ہوتی چلی جائیں گی حتی کہ حدیثوں میں موجود ہے کہ آدمی کے کوڑے کا پھندنا اس سے باتیں کرے گا اس نطق کی حقیقت کیا ہوگی ابھی اس پر بحث کرنا قبل از وقت ہے۔ ہوسکتا ہے کہ قدرت ان میں وقتی اور جزئی شعور پیدا کردے اور ہوسکتا ہے کہ کسی شعور کے بغیر ان میں تکوینی طور پر نطق عطا فرمادے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود انسان اتنی ترقی کرجائے کہ بہائم کی جس گفتگو کو آج وہ بے معنی سمجھتا ہے کل ان کے معانی سمجھنے پر قادر ہوجائے۔ نباتات بہت دنوں تک غیر ذی روح سمجھے گئے لیکن اب ان کا شمار ذی روح میں ہوگیا ہے۔ ان کی غذا اور صحت ومرض کے مفصل حالات بھی دریافت ہوچکے ہیں تم اپنی بہت محدود معلومات کی بنا پر حیوانات کے کلام سے ابھی سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرو، شاید وہ زمانہ آجائے کہ اس کا بھی تم کو اقرار کرلینا پڑے۔

سبحان اللہ شیخین کا ایمان اور عالم غیب پر ان کا یقین کتنا مستحکم ومضبوط تھا کہ جو بات ہم ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں خاتم الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی طرف سے اس کے ماننے کی ضمانت کرلیتے ہیں۔ اندازہ کرو کہ جب ان معمولی غیوب پر ان کا ایمان یہ ہو تو اور عالم غیب پر ایمان کس درجہ قوی ہوگا۔

ایمان کی حقیقت اور اس کی قیمت یہی ہے کہ نبی کی زبان سے جو کلمہ بھی نکلا ابھی وہ پورا نہ ہو کہ ایک امتی کا قلب اور اس کی زبان دونوں اس کی تصدیق کرنے کے لئے مضطرب رہائیں۔

Marfat.com

(۲۶۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا أُسْرِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصٰى أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذٰلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانُوْا بِهٖ وَصَدَّقُوْهُ وَسَعَوْا بِذٰلِكَ إِلَى أَبِيْ بَكْرٍ فَقَالُوْا هَلْ لَكَ إِلٰى صَاحِبِكَ يَزْعُمُ أَنَّهٗ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ لَوْ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ قَالُوْا أَوَتُصَدِّقُهٗ أَنَّهٗ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ قَالَ إِنِّيْ أُصَدِّقُهٗ فِيْمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذٰلِكَ أُصَدِّقُهٗ فِيْ خَبَرِ السَّمَاءِ فِيْ غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ فَلِذٰلِكَ سُمِّيَ أَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ۔ (رواہ الحاکم)

الیقین الایمان کلہ

(۲۶۲) عَنْ أَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْقِ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْنَا عَامَ أَوَّلَ

(۲۶۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب شب میں آپ کے مسجد اقصیٰ تک سفر کا واقعہ پیش آیا (یعنی قصہ معراج) تو اس پر صبح کو لوگوں کے درمیان بڑی چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور بعض ایمان کے کمزور لوگ جو پہلے آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد بھی ہو گئے اور یہ قصہ لیکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ آپ نے اپنے نبی کی بات بھی سنی ان کا گمان ہے کہ وہ آج کی شب بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا اگر وہ یہ کہتے ہیں تو بلاشبہ ٹھیک کہتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کیا ان کی اس بات کی بھی آپ تصدیق کرلیں گے کہ وہ ایک ہی شب میں بیت مقدس جاکر صبح سے پہلے پہلے واپس بھی آگئے۔ ابوبکرؓ نے فرمایا میں تو اس سے بھی کہیں بڑھ کر بعید باتوں میں ان کی تصدیق کرچکا ہوں۔ میں آسمان کی خبروں کی بابت ان کی تصدیق کرتا ہوں کہ وہ صبح وشام ان کے پاس آتی ہیں (حالانکہ آسمانوں کی مسافت تو بیت مقدس کی مسافت سے کہیں زیادہ ہے) اسی بات پر ان کا لقب صدیق پڑ گیا تھا۔ (حاکم)

یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے۔

(۲۶۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک سال بعد ایک تقریر

(۲۶۱) قرآن کریم میں منعم علیہم کے چار گروہ قرار دیئے گئے ہیں سب سے پہلے نبیین پھر صدیقین اس کے بعد شہداء و صالحین۔ صدیق کی فطرت کو نبی کی فطرت سے اتنی مناسبت ہوتی ہے کہ اس کو نبی کی خبروں کی تصدیق میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی تردد نہیں گذرتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت کی چمک اٹھنے کے بعد تو سب ہی نے آپ کی تصدیق کی لیکن ابوبکرؓ وہ تھے جن کو اس کی صداقت میں بوقت طلوع بھی کوئی ادنیٰ تردد نہ تھا۔ حضرت مجدد صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ صدیق اکبرؓ کی وجہ فضیلت ان کے کثرت مناقب نہیں بلکہ سبقت ایمان (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ بَكَى وَقَالَ سَلُوا الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فَإِنَّ أَحَدًا لَمْ يُعْطَ بَعْدَ الْيَقِيْنِ خَيْرًا مِنَ الْعَافِيَةِ۔ (رواہ احمد والترمذی قال المنذری من روایۃ عبد اللہ بن محمد بن عقیل وقال حسن غریب ورواہ النسائی واحمد من طرق واحد اسانیدہ صحیح وقد رمز السیوطی لحسنہ۔

(۲۶۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَوَّلُ

فرماتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوئے تھے یہ کہہ کر ابو بکرؓ زار وقطار رو پڑے (پھر کہا کہ) آپ نے ارشاد فرمایا تھا اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی اور اپنے لئے عافیت طلب کیا کرو کیونکہ ایمان ویقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی نعمت نصیب نہیں ہوئی۔ (احمد۔ نسائی۔ ترمذی)

(۲۶۳) عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور دین کے لئے اقدمیت انفاقِ اموال اور اولیت بذل نفس ہے یہ قابل قدر تحقیق ہے۔ (مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱۷)

(۲۶۲) یقین اور اعتقاد جازم ایمان کی روح ہے خدا تعالیٰ کی جتنی نعمتیں ہیں وہ سب اس دولت یقین سے کم تر ہیں۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا مقولہ مروی ہے "الیقین الایمان کلہ" یقین ہی ایمان کی روح ہے۔ بیہقی نے کتاب الزہد میں ان الفاظ کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مسند امام احمدؒ میں حضرت حضرت ابن مسعودؓ کی یہ دعا منقول ہے اللھم زدنا ایمانا ویقینا وفقھا۔ اے اللہ ہمارے دل میں ایمان، یقین، اور ہم میں دین کی سمجھ بڑھا دے۔ جامع ترمذی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات میں مذکور ہے۔ واقسم لنا من الیقین ما تھون بہ علینا مصائب الدنیا۔ اے اللہ ہمارے حصہ میں اتنا یقین لگا دیجئے کہ اس کی وجہ سے ہمیں دنیا کی مصیبتیں جھیلنا آسان ہو جائے یہاں یقین جیسی نعمت کو بھی مقید کرنے کی حقیقت سفیان ثوری کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتی۔ وہ فرماتے ہیں لو ان الیقین وقع فی القلب کما ینبغی لطار اشتیاقا الی الجنۃ وھربا من النار (فتح الباری ج ۱ ص ۴۱) اگر یقین پوری حقیقت کے ساتھ دل میں سما جائے تو جنت کے اشتیاق اور دوزخ کے خوف کے مارے دل اڑنے لگے اسی کی طرف حضرت حنظلہؓ کی حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔ مستدرک حاکم میں سورہ المدثر کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ زرارہ بن ابی اوفی نے ایک بار آیت پڑھی فاذا نقر فی الناقور (جب صور پھونکا جائے گا تو یہ دن کافروں کے اوپر بڑا سخت ہوگا) تو بیہوش ہو کر گر گئے اور وفات پا گئے بڑا رتبہ پایا لیکن اگر جیتے اور خدا کی عبادت اور کرتے تو اور مراتب طے کرتے آپ نے دیکھا کہ یقین جب حد سے بڑھنے لگتا ہے تو اس کا نتیجہ اس شکل میں بھی نکل سکتا ہے۔

(۲۶۳) حضرت شاہ ولی اللہؒ مراتب احسان پر بحث کرتے ہوئے عقل ونفس اور قلب کی فنا کی تحقیق یہ لکھتے ہیں کہ جب انسان کے یہ جواہر لطیفہ اپنے اصل خواص سے مجرد ہو کر عالم غیب کی سیر میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو بھی ان کی فنا سمجھی جاتی ہے۔ (پس فنا ہونے والے درحقیقت یہ جواہر خود نہیں ہوتے بلکہ ان کے خصائل وخصائص ہوتے ہیں۔ یہی معنی ان کے

Marfat.com

صَلَاحُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْيَقِيْنُ وَالزُّهْدُ وَاَوَّلُ فَسَادِهَا الْبُخْلُ وَالْاَمَلُ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

فرمایا ہے اس امت کی سب سے پہلی اصلاح دولت یقین کی وجہ سے ہوئی ہے اور اس کی سب سے پہلی بربادی بخل اور دراز امیدوں کی بدولت ہوگی۔ (شعب الایمان)

نار کے سمجھنے چاہئیں اور بس۔ عقل کا اصل خاصہ تصدیق، شک، توہم، اسباب کی تلاش اور طلب منافع، دفع مضار پر غور و خوض کرنا ہے۔ جب انسانی قلب و جوارح آداب الٰہیہ کی زیر تربیت مہذب ہوتے جاتے ہیں تو ان میں آثار عبودیت اس طرح پھوٹنے لگتے ہیں جس طرح لُو کے مارے درخت میں پتیاں اب اس کا رخ عالم مادیہ کی بجائے عالم قدس کی طرف بدل جاتا ہے، اسباب بے حقیقت بن جاتے ہیں، منفعت و مضرت کا سوال نظروں سے ساقط ہونے لگتا ہے اور حقائق شرعیہ اور عالم غیب کا یقین اپنی آنکھوں کے مشاہدات سے بڑھ کر نصیب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ سے دریافت کیا ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تم بتاؤ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا مجھے عرش رحمٰن کا ایسا یقین حاصل ہے جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (خلاصہ حجۃ اللہ)

امام شعرانی لکھتے ہیں المومن الکامل من صار الغیب عندہ کالشهادة فی عدم الریب (الیواقیت ج ۲ ص ۲۰۴)

مومن کامل وہ ہے جس کے نزدیک عالم غیب یقین میں عالم شہادت کی برابر ہو جائے۔ یہ دولت یقین جس کے ہاتھ آ گئی اس کی عقل کامل ہو گئی اور جس کی عقل کامل ہو گئی اس کے لئے نفس و قلب کے تکمیل کی منزل بھی دور نہیں رہی، اس کے تمام مراتب احسان طے ہونے کا وقت بھی قریب آ پہنچا وہ قریب ہے کہ اب انسان کامل کے لقب سے نواز دیا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اعلیٰ صفت یقین کو ذیل کے شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے ؎

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دلائل کی بنیاد پر یقین کی تعمیر کرنا ایمان کی صفت نہیں۔ ایمان کی صفت یہ ہے کہ یقین کی بنیاد پر دلائل کی تعمیر کی جائے۔ جب کسی حقیقت تک یقین کے ساتھ رسائی ہو جاتی ہے تو پھر دلائل کا راستہ خود بخود مختصر ہو جاتا ہے کیونکہ یہی دلائل کا مقصد تھا اور جب یہ مقصد بلا تعب حاصل ہو گیا تو اب دلائل کا مشغلہ مفت ایک سرگردانی ہے لیکن اگر یقین تک رسائی حاصل نہیں ہے تو اب دلائل کے واسطے سے یقین حاصل کرنا ایک امید موہوم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں نظریات کا کوئی اختلاف نظر نہیں آتا انھیں حقیقت کا پورا علم ہوتا ہے اور کسی شے کی حقیقت ہمیشہ ایک ہی ہوتی ہے اور اہل نظر کے نظریات میں کہیں اتفاق نظر نہیں آتا۔ متنبی کہتا ہے

تخالف الناس حتی لا اتفاق لهم — الا علی شجب والخلف فی الشجب

حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ — چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

شیخ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں کہ نزد ایمان کی دو قسمیں ہیں۔

(القسم الاول) من امن من نظر باستدلال ودلیل فهذا لا یوثق بثبات ایمانه لدورانه مع الدلیل

(پہلی قسم) اس شخص کا ایمان ہے جو دلیل و برہان کی بنیاد پر حاصل ہو۔ یہ ایمان قابل بھروسہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ دلیل کے

(الیواقیت والجواہر [illegible])

عین الیقین امر فوق علم الیقین

(۲۶۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالشَّكِّ

عین الیقین کا مرتبہ علم الیقین کے مرتبہ سے اونچا ہے

(۲۶۴) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ومثل هذا لا یخالط بشاشة نورا یمانه القلوب لانه لا منظر الا من خلف حجاب دلیله ولکن دلیل من ادلة امحاب النظر الا وهو معرض لحصول الدخل فیه و القدح ولو بعد حین فلهذا کان لا یمکن صاحب البرهان ان یخالط الایمان بشاشة قلبه للحجاب الذی بینه و بینه

(القسم الثانی) من کان برهانه حین حصول الایمان فی قلبه امر اخر ضروری وهذا هو الایمان الذی یخالط بشاشة القلوب ولا یتصور فی حق صاحبه شك لان الشك لا یجد محلا یعمره فان محله الدلیل وما ثم دلیل فما ثم ما یرد علیه الدخل ولا الشك۔

(الیواقیت والجواهر ج ۲ ص ۲۵۵۔)

ساتھ ساتھ گھومتا رہتا ہے (جس طرف کی دلیل واضح ہو جائے) اس قسم کے نور کی تروتازگی دلوں میں اثر انہیں کرتی۔ کیونکہ اس کی بصیرت ہمیشہ دلیل ہی کے پس پردہ ہوتی ہے اور دلیل کوئی بھی ہو ایسی نہیں ہو سکتی جس میں شبہ پیدا ہونیکا خطرہ ہو خواہ اب نہ سہی کچھ مدت کے بعد ہی یہی وجہ ہے کہ دلائل پرست کا ایمان کبھی خطرات سے بے خطر نہیں ہو سکتا۔

(دوسری قسم) کا ایمان اس شخص کا ہے جو صرف بداہت پر مبنی ہو یہی وہ ایمان ہے جس کی تروتازگی دلوں میں سما جاتی ہے اس شخص کے حق میں شک و شبہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ شک دلیل میں ہوا کرتا ہے جہاں دلیل ہی نہیں وہاں شک کا وجود بھی نہیں۔

(۲۶۴) محبت و خلوص کی داستانوں کو پڑھنے اور سننے کے لئے رموزِ محبت سے کچھ آشنائی بھی درکار ہے۔ لذتِ محبت سے کیسر بیگانہ انھیں کیا جانے اور کیا سمجھے۔ یہاں کوئی بدذوق جب "رب ارنی" کے ایک اندازِ ناز کا سوال سنتا ہے تو اس کو اسرارِ خلت کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے عام انسانوں کے سوالات کی سطح پر سمجھ لیتا ہے اور حضرت خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف شک و تردد کی نسبت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے اگر وہ اس پر خلت کی روشنی میں غور کرتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ یہاں شک و تردد کا کوئی موقعہ و محل ہی نہ تھا بلکہ اذعان و ایقان کے اس جبلِ عظیم پر جب محبت و خلت کی کیف آور ہوائیں چلنی شروع ہوئیں تو اس فضا میں ناز و نیاز کا ایک سماخود بخود پیدا ہو گیا اور اسی فضاءِ ناز میں حضرت خلیلؑ کی زبان اسرارِ احیاء کا مشاہدہ کرنے کیلئے بیساختہ متحرک ہو گئی قصہ بہت طویل ہو گیا مگر شاید یہ کسی خلیل کو اپنی خلت کی گہرائی معلوم کرنے کے سوا اور کچھ منظور نہ تھا ادھر قیاسِ خلت پہنانے والے نے یہ قدر شناسی فرمائی کہ صرف ان کے اطمینانِ خاطر کے لئے اپنی صفتِ احیاء کا رازِ نہاں ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔ ان ہی نزاکتوں اور نکتہ فہمیوں کے پیشِ نظر قرآن کریم نے از خود "اولم تومن" کا سوال اٹھا دیا تھا اور خود حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ہی کی زبانی یہ بات صاف کر دی تھی کہ ان کے سوال کا منشا

Marfat.com

مِنْ اِبْرَاهِيْمَ اِذْ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ الحديث (رواہ مسلم)

سے زیادہ شک کرنے کے مستحق ہیں (اگر یہ سوال وہ از راہِ شک کرتے) اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دے کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے ارشاد ہوا اچھا تو کیا تمہیں اس پر یقین نہیں، عرض کیا کیوں نہیں (یقین نہ ہوتا تو تجھ سے یہ سوال ہی کیوں کرتا) لیکن مقصد یہ ہے کہ (کیفیات احیاء کا مشاہدہ کر کے) میرا دل اور مطمئن ہو جائے۔

ضعفِ یقین نہ تھا بلکہ ربط خلت تھا جس کے بعد ایسے ایسے نازک سوالات کرنے کی گنجائش بھی نکل آتی ہے۔ خدا کے اس مقدس رسول کے دامنِ یقین کو شک و تردد سے پاک و صاف کرنے کا ایک طریقہ تو یہ تھا۔ دوسرا طریقہ وہ ہے جو حدیث بالا میں اختیار کیا گیا ہے یعنی یہ کہ یہ فیصلہ خود ان صحابہ کی فہم پر چھوڑ دیا جائے جو آپ کی فیضِ صحبت سے یقین و ایمان کی موجیں اٹھتی ہوئی اپنے سینوں میں مشاہدہ کر رہے تھے وہ سوچیں کہ جب ان کے قلب میں یقین و اذعان کا عالم یہ ہے تو اس شمع فروزاں کے قلب میں ایمان و ایقان کا عالم کیا ہونا چاہئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خلت کے رتبہ بلند سے نواز دیا تھا۔ اور اپنے نفس کی کیفیات یقین کے اس عینی مشاہدہ کے بعد انہیں یہ سمجھنا بالکل بدیہی ہو جائے کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوال کو شک و تردد سے دور کا بھی کوئی علاقہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں طریقے اپنے اپنے انداز میں ان کی طرف سے صفائی پیش کرنے کے لئے بہت کافی ہیں۔ مگر آپ کی نسبت ابنیت اور شان تواضع کے مناسب وہی طریقہ تھا جو انداز و ادب آپ نے یہاں اختیار فرمایا یعنی یہ کہ ہم ان کی ذریت اور ان کے تبع ہیں۔ اگر بالفرض ان سے یہ سوال کسی شک کی بنا پر سرزد ہوتا تو ہم اس شک کے ان سے زیادہ حقدار ہوتے لیکن جب ہمیں کوئی شک و تردد نہیں تو بھلا اس موحدِ اعظم کو کیا شک و تردد ہو سکتا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سوال مذکور کو ایمانیات سے کوئی تعلق ہی نہیں خدا تعالیٰ کی صفتِ احیاء پر ایمان لانا بیشک ضروری ہے مگر اس کی کیفیات پر ایمان لانا ہرگز ضروری نہیں۔ قیامت آئیگی اس پر ایمان لانا بے شک واجب ہے لیکن وہ کیسے آئے گی اس پر لانا کوئی ضروری امر نہیں۔ اس لحاظ سے جو سوال یہاں مذکور ہے وہ جواب و سوال کی در دسری کا محتاج ہی نہیں ہے۔ حیرت ہے کہ بعض علماء نے اس اہم واقعہ کو صرف چند طیور کو مانوس کرنے اور متفرق کر دینے پھر ان کو جمع کر لینے کی ایک سادی تمثیل قرار دیدیا ہے حالانکہ یہ کوئی ایسا عجیب کرشمہ نہیں ہو سکتا جسے دیکھنے کے لئے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام درخواست کرتے یہ تو دنیا کے ان روزمرہ واقعات میں شامل ہے جنہیں دیکھنے کی نہ تو قلوب میں کوئی حرکت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ان سے صرف ایک طفل تسلی کے سوا کیفیات احیاء کا کوئی اطمینان بخش مشاہدہ نصیب ہو سکتا ہے اس لئے جمہور مفسرین کی یہی تفسیر صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ چند مختلف پرندے لیکر پہلے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں پھر ان کو باہم آمیز کر کے مختلف مقامات پر ڈالدیں اس کے بعد ایک مقام پر علیحدہ کھڑے ہو کر آواز دیں تو وہ ان کی آنکھوں کے سامنے اپنی اپنی شکل پر علیحدہ علیحدہ مرتب اور زندہ ہو کر چلے آئیں۔ تحلیل و ترکیب کا یہی وہ نقشہ ہو سکتا ہے جس کے دیکھنے کی درخواست کی جا سکتی ہے اور یہی وہ حیرتناک نظارہ ہو سکتا ہے جس کے بعد علم الیقین سے عین الیقین تک رسائی بآسانی ممکن ہے۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

(۲۶۵) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَخْبَرَ مُوْسٰی بِمَا صَنَعَ قَوْمُہٗ فِی الْعِجْلِ فَلَمْ یُلْقِ الْاَلْوَاحَ فَلَمَّا عَایَنَ مَا صَنَعُوْا اَلْقَی الْاَلْوَاحَ (رواہ احمد کما فی المشکوٰۃ فی باب بدء الخلق واخرجہ الحاکم فی التفسیر وصححہ الذھبی (رخ م)

(۲۶۵) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بات کا سننا اور آنکھوں سے مشاہدہ کر کا برابر نہیں ہوتا (مشہور ہے شنیدہ کے بود مانند دیدہ) اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو ان کے قوم کی گوسالہ پرستی کی اطلاع دی تو انھوں نے تورات کی تختیاں (اپنے ہاتھوں سے) نہیں ڈالیں لیکن جب ان کی کرتوت بچشم خود دیکھ لی تو (صبر نہ کرسکے) اور (غصہ کے مارے) تختیاں (زمین پر) پٹخ دیں۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اذعان و یقین کی ساری منزلیں طے کرنے کے بعد بھی غیب کے ہر گوشہ میں اطمینان و سکون میسر آجانا ضروری امر نہیں ہو سکتا ہے کہ پورا پورا یقین حاصل ہونے کے بعد بھی غائبات کے کچھ گوشے ایسے تشنہ رہ جائیں جن کے بھلانے کی تلاش نفس انسانی میں باقی رہ جائے۔ چونکہ یہ گوشے ایمانیات کا جزء شمار نہیں ہوتے اس لئے ان کے مشاہدہ کی تمنا تردد نہیں بلکہ مزید تحقیق کی طلب پر مبنی ہوتی ہے۔

یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ شوق کے سوال اور شک کے سوال میں زمین و آسمان کا فرق ہے ذوق و شوق عین تقاضائے یقین ہے اگر خدا تعالیٰ کے احیاء پر یقین نہ ہو تو کیفیت احیاء کے مشاہدہ کا شوق ہی کیسے پیدا ہو۔ اس کو ایک مثال سے یوں حل کر لیجئے کہ اس پر تو ہر شخص کو یقین حاصل ہے کہ ریڈیو کی جو آواز ہم سنتے ہیں یہ آواز ٹھیک وہی ہوتی ہے جو اس کے اصل مرکز پر نکل رہی ہے لیکن اس کمل یقین کے باوجود اگر ہم یہ سوال کریں کہ یہ آواز اتنی سرعت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ کیونکر منتقل ہو جاتی ہے تو یہ ہرگز اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ ہمیں ریڈیو کے اصل وجود ہی میں کوئی شبہ لاحق ہے بلکہ ہمارا یہ سوال ہی اس کی دلیل ہوگا کہ ہمیں اس کے وجود کا یقین حاصل ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا ہر گوشہ ہمارے سامنے ایسا ہی یقینی ہو جائے جیسا خود ریڈیو کا وجود۔ یہ سوال تو صرف ایک احیاء موتی کے متعلق تھا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال تو اس سے کہیں بڑھ کر خود دیدار کا وجمال کے بے حجابانہ دیدار کے لئے تھا "رب ارنی انظر الیک" کون کہہ سکتا ہے کہ محبت و عشق کے اس مضطربانہ سوال میں شک و تردد کی بو بھی آسکتی ہے بلکہ سرتاسر یقین ہی اس شوق کا محرک بن رہا تھا۔ ان واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تک ایمانیات کی صد ہے ان پر تو صرف خدا اور اس کے رسول کے بیان پر یقین سے آنا چاہئے ہاں جو گوشے ایمانیات سے متعلق نہیں ان میں اطمینان کیلئے مشاہدہ کے سوال کی گنجائش ہے۔ لیکن اگر آپ کو ایمانیات کا یقین بھی مشاہدہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو رسول کے بیان پر کوئی اعتماد ہی نہیں۔ ظاہر ہے کہ اس رنگ کے یقین کو ایمان کی صفت نہیں کہا جاسکتا۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) (۲۶۵) یہ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کے گوسالہ پرستی کا پورا پورا یقین تو وحی الٰہی کے ذریعہ پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ خاص تاثرات و کیفیات جو کسی واقعہ کے مشاہدہ سے متعلق ہوتی ہیں ابھی مشاہدہ سے قبل حاصل نہ تھیں۔ جب وہی خبر مشاہدہ میں آگئی تو اب یہ کیفیات و تاثرات بھی یکلخت ابھر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام غصہ میں بھر گئے اور غصہ کی حالت میں جو کچھ وہ کر سکتے تھے کر گذرے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۲۶۶) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّارَ فَاَعْرَضَ وَ اَشَاحَ ثُمَّ قَالَ اِتَّقُوا النَّارَ ثُمَّ اَعْرَضَ وَاَشَاحَ حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ كَاَنَّمَا يَنْظُرُ اِلَيْهَا وفى رواية فَتَعَوَّذَ مِنْهَا وَاَشَاحَ بِوَجْهِهٖ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ وفى رواية مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَتِرَ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ بِتَمْرَةٍ فَلْيَفْعَلْ۔ (رواہ مسلم)

(۲۶۷) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ فَقَالَ كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۲۶۶) عدی بن حاتم بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا ذکر کیا اور یہ کہکر فوراً ادھر سے اپنا رخ انور پھیر لیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو۔ پھر اپنا چہرۂ مبارک اس طرح پھیرا جس سے ہمیں یہ گمان ہوا کہ گویا آپ اُس وقت اپنی آنکھوں سے دوزخ کو دیکھ رہے ہیں۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح مذکور ہے کہ (دوزخ کا ذکر کرکے) آپ نے اس سے پناہ مانگی اور اپنا چہرۂ مبارک ادھر سے پھیر لیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی کیا اس کے بعد فرمایا دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہو۔ دوسری روایت میں یہ مضمون یوں ہے کہ تم میں سے جو شخص بھی کھجور کا ایک ٹکڑا دیکر دوزخ سے بچ سکے وہ ضرور بچ جائے (مسلم)

(۲۶۷) محمد بن صالح انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عوف بن مالک سے ملاقات ہوئی، آپ نے فرمایا عوف بن مالک کہو کیا حال ہے؟ انھوں نے عرض کیا بفضلہ تعالیٰ سچا اور پکا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اسی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معاملہ کو قیاس کرنا چاہئے۔ انھیں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت احیاء پر پورے یقین واذعان کے باوجود اس کی خصوصی کیفیات کے مشاہدہ کی استدعا کرنی بالکل برمحل تھی۔ یہاں شک تردد کا دخل سمجھنا روزمرہ کے معمولی حالات سے بھی ناواقفی ہے۔ مشاہدہ اور خبر کا فرق فطری ہے اس سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ صـ۱۱)

(حاشیہ صفحہ ھذا) (۲۶۶) یہاں تو دوزخ کے ایک خاص نظارہ کا تذکرہ تھا لیکن انبیاء علیہم السلام کے عام حالات اور ان کے عام انداز بیان میں بھی جزم و یقین کی کیفیت اس درجہ نمایاں ہوتی ہے کہ ان کے مخاطبین بھی حسب استعداد اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ وہ عالم غیب کی کسی حقیقت کا جب ذکر کرتے ہیں تو اسی جزم کے ساتھ کرتے ہیں جیسا اپنے مشاہدات کا بلکہ بعض اوقات کسی داعیہ کے ماتحت اس کیفیت میں اس درجہ منصبغ نظر آتے ہیں گویا وہ عالم شہود کی مخلوق ہوکر خود عالم غیب کا جزء بن گئے ہیں اس لئے اس جہان کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں گویا وہ اس وقت اس میں خود موجود ہیں پھر ان کی اس صحبت میں جو داخل ہو جاتا ہے وہ بھی علیٰ قدر ما نصیبہ اس نعمت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے ھم القوم لا یشقی جلیسھم امتیوں کے حق میں اس قسم کی کیفیات شاید احسان کی تعریف کے ذیل میں آجاتی ہوں اسی لئے ہم نے حدیث جبرئیل کی ذیل میں عرض کیا تھا کہ جس کو ایمان کا مرتبہ احسان نصیب ہو جاتا ہے ان کو حقائق غیبیہ کا یقین مثل مشاہدات کے حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۶۷ کا حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيْقَةً فَمَا حَقِيْقَةُ ذٰلِكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَطْلَقْتُ نَفْسِيْ مِنَ الدُّنْيَا وَاَسْهَرْتُ لَيْلِيْ وَاَظْمَأْتُ هَوَاجِرِيْ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى عَرْشِ رَبِّيْ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغَوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفْتَ اَوْ لَقِنْتَ فَالْزَمْ (رواه ابوبكر بن ابى شيبة كما فى كتاب الايمان من الرحمة المهداة وراجع معه ترجمان السنة ايضا)

اذا نشأ قلق فى نفس المؤمن من شدة شعوره بالقدرة الازلية وغناء الرب تبارك وتعالى فانما هو اثر اليقين

(۲۶۸) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَصَفَتِ الرِّيْحُ قَالَ اَللّٰهُمَّ

مومن ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قول کی کچھ حقیقت ہوا کرتی ہے تم اپنے اس قول کی حقیقت بتاؤ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے آزاد بنالیا ہے۔ شب کو بیدار رہتا ہوں اور دوپہر کی گرمیوں میں پیاسا بسر کرتا ہوں (یعنی روزہ دار رہتا ہوں) مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کا عرش اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں (جنت ودوزخ کا اس درجہ یقین ہے) گویا جنتی میری آنکھوں کے سامنے ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں اور دوزخی (عذاب میں) چیختے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھیک بات پہچان گئے یا یہ فرمایا کہ تم کو صحیح بات بتادی گئی تو اسی کیفیت کو قائم رکھنا۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ)

رب العزت کی بے نیازی اور قدرت علی الاطلاق کی بنا پر جو اضطراب وقتی طور پیدا ہوجاتا ہے وہ یقین کے منافی نہیں۔

(۲۶۸) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہوا تیز چلتی تو آپ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے

(۲۶۷) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی اصل حقیقت صرف جزم ویقین ہے یہی یقین جب تک الفاظ کے قالب میں رہتا ہے ایمان کا وجود لفظی کہلاتا ہے اور جب ترقی کرکے قلب میں داخل ہوجاتا ہے تو اس کا وجود ذہنی کہلاتا ہے اور جب رسوخ کے بعد اس میں کیفیت شہود پیدا کرلیتا ہے تو اس کا وجود خارجی کہلاتا ہے۔ مرتبہ احسان اسی کا نام ہے۔ ناواقفی اور کم ہمتی کی وجہ سے اس مرتبہ کو صرف صوفیائے کرام کا حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ گویا علما اور عام مومنین کو اس کی طلب کرنا اپنی حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ جس کو تم نے صوفیاء کے حصہ میں لگا دیا ہے وہ عین ایمان ہے اور ہر مسلمان پر حق ہے کہ اس رنگ سے کامل کرنے میں پوری جدوجہد کرے اگر وہ اس راہ میں قدم نہیں اٹھاتا تو وہ گویا اپنے ناقص ایمان پر راضی ہے۔

Marfat.com

إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَ
شَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ وَإِذَا تَخَيَّلَتِ السَّمَاءُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَخَرَجَ وَدَخَلَ وَأَقْبَلَ وَأَدْبَرَ فَإِذَا مَطَرَتْ
سُرِّيَ عَنْهُ فَعَرَفَتْ ذَالِكَ عَائِشَةُ فَسَأَلَتْهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ يَا عَائِشَةُ كَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا
رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا وَفِي رِوَايَةٍ وَيَقُولُ إِذَا أَمْطَرَ رَحْمَةً (متفق عليه)
(۲۶۹) عَنْ أَبِي مُوسٰى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزِعًا
يَخْشٰى أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ فَأَتَى الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ مَا رَأَيْتُهُ قَطُّ
يَفْعَلُهُ وَقَالَ هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللّٰهُ لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهِ وَلٰكِنْ

اس ہوا کی بہتری اور جو بہتری اس میں ہو اور جس بہتری و برکت کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہو اور جس کے لئے وہ چلائی گئی ہو ان سب سے تیری پناہ لیتا ہوں ۔ اور جب آسمان پر بادل نظر آتے تو آپ کا رنگ فق ہو جاتا کبھی باہر تشریف لاتے کبھی اندر جاتے کبھی اس طرف جاتے کبھی اس طرف جاتے جب بارش ہونے لگتی تب کہیں جاکر آپ سے یہ اضطراب کی کیفیت دور ہوتی حضرت عائشہؓ آپ کے اس اضطراب کو پہچان گئیں اور آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا اے عائشہؓ ڈرتا ہوں کہیں یہ بادل ویسے نہ ہوں جیسے قوم عاد نے اپنی وادی کی طرف آتے دیکھے تھے اور کہا تھا کہ یہ بادل ہمارے لئے بارش لائے ہیں (پھر اس میں عذاب آیا تھا) دوسری روایت میں ہے کہ جب بارش برسنے لگتی تو فرماتے یہ خدا کی رحمت ہے ۔ (متفق علیہ)

(۲۶۹) ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سورج گہن پڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے ڈر رہے تھے کہیں قیامت نہ آگئی ہو مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے لمبے قیام، رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز ادا کی کہ میں نے تو اتنے لمبے قیام و رکوع کرتے کبھی آپ کو نہ دیکھا تھا، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا یہ انقلابات اللہ تعالیٰ کسی کی موت یا حیوۃ کی وجہ پیدا نہیں کرتا بلکہ ان کی وجہ سے

---

(۲۶۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود قدسی جس طرح قیامت کی آمد سے مانع تھا اسی طرح کسی شبہ کے بغیر عذاب استیصال سے بھی مانع تھا۔ لیکن جب کبھی قدرت کی بے پناہ طاقت سے عالم کے کسی جزء میں آپ کو شکست و ریخت کے آثار نظر آنے لگتے تو عالم غیب کے اس مشاہدہ کرنے والے کی نظروں کے سامنے قدرت علی الاطلاق کی ہر آئین سے بالاتر ہونے کا یقین ایسا جلوہ گر ہو جاتا کہ جس کے بعد بشریت کی ضعیف فطرت کو ان دو متصادم یقینوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینا ایک مشکل ترین مسئلہ بن جاتا تھی کہ جب بارش برس جاتی اور سورج دھل صاف ہو جاتا تو پھر منکشف ہو جاتا کہ قدرت نے آپ کے وجود کے امن ہونے میں کسی قید کو ملحوظ نہیں رکھا تھا اور کسی شئے امت کی

يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ (متفق علیہ)

(۲۷۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ بَدْرٍ نَظَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَهُمْ أَلْفٌ وَأَصْحَابُهُ ثَلٰثُمِائَةٍ وَتِسْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَاسْتَقْبَلَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَةَ ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ فَجَعَلَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ يَقُولُ اللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي اللّٰهُمَّ إِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ فَمَا زَالَ يَهْتِفُ بِرَبِّهِ مَادًّا يَدَيْهِ حَتّٰى سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ مَنْكِبَيْهِ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَأَلْقَاهُ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جب اس قسم کے کسی انقلاب کو دیکھا کرو تو اس کی یاد، اس کے سامنے عجز و نیاز اور اس سے استغفار کرنے کے لئے دوڑ پڑا کرو۔

(۲۷۰) حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو مشرکین کی تعداد ایک ہزار اور آپ کے صحابہ کی صرف تین سو انیس تھی یہ دیکھکر اسی وقت آپ رو بقبلہ ہوگئے اور آپ نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور چیخ چیخ کر ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے پروردگار سے یہ دعا مانگنی شروع کی اے اللہ تو نے جو وعدہ مجھ سے فرمایا تھا اب وہ پورا کر۔ اے اللہ اگر اسلام کی اس مختصر جماعت کو تو ہلاک کردے گا تو اس زمین پر تیری عبادت اور کون کرے گا۔ آپ برابر ہاتھ پھیلائے ہوئے اسی طرح چیخ چیخ کر دعا مانگتے رہے یہانتک کہ آپ کے شانوں سے آپ کی چادر نیچے گر پڑی۔ ادھر سے ابوبکرؓ تشریف لائے آپ کی چادر اٹھائی اور آپ کے شانوں پر ڈالدی اور پیچھے کی جانب سے آکر آپ کو چمٹ گئے اور عرض

تباہی کے خطرہ سے جو بے چینی آپ محسوس کرتے وہ بھی ساتھ ہی رفع ہوجاتی تھی یہ اضطراب کسی تردد کا ثمرہ نہیں تھا بلکہ ایک یقین کے دوسرے یقین کے ساتھ تصادم سے پیدا ہوتا تھا اور جب بصورت توفیق ظاہر ہوجاتی تھی تو یہ تردد بھی زائل ہوجاتا تھا۔

(۲۷۰) حضرت ابوبکر صدیقؓ تو امت کے غم میں آپ کی اس شفقت و بے چینی کو دیکھ دیکھ کر گھلے جا رہے تھے، انھیں اس بات کا بھلا کیا اندازہ ہوسکتا تھا جو ایک کمزور جماعت کی فتح و نصرت کے ذمہ دارانہ وعدہ سے آپ محسوس فرما رہے تھے ان کے سامنے صرف آپ کے اضطراب، سکون کا ایک مسئلہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اپنی شفقت کے بعد اس مختصر جماعت کی [illegible] اس لئے یہ امت کا غم کھانے والے کی موجودگی میں بے غم نظر آرہے تھے اور امت کا غم کھانے والا نقشہ جنگ دیکھکر مضطرب نظر آرہا تھا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ کی قدرت اور بے نیازی کا اس درجہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے ہر علم میں کسی نہ کسی کوتاہی کی تاویل کا تصور کرسکتے ہیں مگر قدرت علی الاطلاق کے متعلق کسی قید و عجز کا تصور نہیں کرسکتے۔ اس لئے ان کا تردد اسباب کی موافقت یا ناموافقت پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ جو اضطراب و بے چینی ان کو لاحق ہوتی ہے وہ صرف حق تعالیٰ کی بے نیازی اور اس کے غیر متناہی شئون کے نظارہ سے لاحق ہوتی ہے۔

Marfat.com

اِلْتَزَمَہٗ مِنْ وَّرَائِہٖ وَقَالَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ کَفَاکَ مُنَاشَدَتَکَ رَبَّکَ فَاِنَّہٗ سَیُنْجِزُ لَکَ مَا وَعَدَکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ مُرْدِفِیْنَ فَاَمَدَّہُ اللّٰہُ بِالْمَلٰٓئِکَۃِ۔ (رواہ مسلم)

کرنے لگے یا رسول اللہ بس اب آپ اپنے رب سے بہت الحاح کے ساتھ دعا مانگ چکے یقین ہے کہ جو وعدہ اس نے آپ کے ساتھ کیا تھا وہ ضرور پورا کرے گا چنانچہ یہ آیت نازل ہو گئی۔ اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ الخ

دیکھو جنگ حنین شروع ہو گئی تو اسباب کی ناموافقت سے آپ ذرا متاثر نہ ہوئے بلکہ نقشۂ جنگ جتنا بدلتا گیا۔ رسول خدا کا عزم وثبات اور آپ کو اپنی فتح ونصرت کا یقین اتنا ہی اور بڑھتا گیا حتی کہ جب اسلامی فوج میں ایسا انتشار پڑ گیا کہ آپ کے ساتھ قدم جما کر لڑنے والوں کی تعداد بہت ہی مختصر رہ گئی تو خدا کا رسول اب سواری کے بجائے زمین پر اتر پڑا اور بڑے جزم ویقین کے ساتھ یہ اعلان کرنے لگا۔

انا النبی لا کذب - انا ابن عبد المطلب -

میں سچا نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں وہی عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

پھر جنگ بدر کے شروع ہونے سے قبل آپ کا اضطراب اس بنیاد پر نہ تھا کہ آپ کے صحابہ کی تعداد قلیل تھی بلکہ اس بنا پر تھا کہ اگر قدرت نے ان کی فتح ونصرت میں کہیں کوئی قید وشرط ملحوظ رکھی ہو اور اس لئے آج اسلامی فوج کو شکست ہو جائے تو بھی کو غم یہ ہے کہ اس کا مشن تو ختم ہو ہی جائے گا لیکن اس سے بڑھ کر یہ کہ پھر عالم کی غایت وغرض پورا ہونے کی اور صورت کیا ہوگی۔ علما نے لکھا ہے کہ آپ کے ان دعائیہ فقروں میں ختم نبوت کی طرف بھی اشارہ نکلتا ہے کیونکہ پہلی امتیں اگر ہلاک ہو گئیں تو بعد میں دوسرے انبیاء علیہم السلام نے آکر خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کی جماعت اور بنالی لیکن چونکہ اب وہ نبی آچکے تھے جن کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں اس لئے اگر اب کی بار پہلی امتوں کی طرح یہ جماعت بھی ختم کردی گئی تو پھر دوسری عبادت کرنے والی جماعت کا وجود کہاں سے ہوگا۔ اور چونکہ عالم کی غایت وغرض عبادت ہے اور اس کا پورا ہونا بلاشبہ ضروری ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز وزاری کے موقعہ پر الحاح کرنے کے جتنے پہلو ممکن تھے وہ سب کے سب سامنے رکھے یعنی یہ کہ اول تو فتح ونصرت کا تیرا وعدہ ہی ہے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ عالم کے غایت وغرض کی تکمیل بھی اس مختصر جماعت کی بقاء پر موقوف ہے۔ یہ ہر دو سبب تیری فتح ونصرت کے نزول کے لئے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔ جب آپ دعا سے فارغ ہو گئے اور اجابت دعا کے آثار اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے تو پھر آپ ہی تھے جن پر مسرت وخوشی کے آثار بھی سب سے زیادہ نمایاں تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ آپ اس درجہ مسرور تھے کہ آپ کی مسرت کے آثار آپ کی رفتار میں بھی نمایاں ہو رہے تھے۔

Marfat.com

المؤمن لاتصد عند المعصية وقلبه ممتلئ بالايمان واليقين

(۲۷۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ قال ابن شهاب فاخبرني عبدالملك بن ابی بکر بن عبدالرحمن ان ابابکر کان یحدثھم ھولاء عن ابی ھریرۃ ثم یقول وکان ابوھریرۃ یلحق معھن وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ رواہ البخاری ومسلم وفی طریق والتوبۃ معروضۃ بعد

مومن کا قلب جب تک نورِ ایمان ویقین سے منور ہوتا ہے اس سے معصیت کا صدور نہیں ہوتا

(۲۷۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا کرنے والا شخص بحالتِ زنا مومن نہیں ہوتا اور چور بھی بحالت چوری مومن نہیں ہوتا اور اسی طرح جب کوئی شراب نوشی کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا۔ ایک روایت میں ابوہریرہؓ اتنا اور اضافہ کرتے ہیں اور نہ لٹیرا اس وقت مومن ہوتا ہے جبکہ وہ ایسی بڑی لوٹ میں مشغول ہوتا ہے کہ لوگ دبے بس ہو کر اسے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا کریں (اور اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں) ایک اور طریقے میں ہے مگر توبہ کا دروازہ اس کے بعد بھی کھلا رہتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(۲۷۱) معصیت کی حالت میں ایمان کا نور باقی نہیں رہ سکتا۔ اگر یہ نور باقی رہتا تو وہ یہ معصیت ہی کیوں کرتا۔ یہ نورِ ایمان کا وجود عینی کہلاتا ہے اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے یہاں غریب معتزلہ یہ سمجھے کہ اس حالت میں ایمان یعنی تصدیق ہی باقی نہیں رہتی اس لئے انھوں نے مرتکب کبیرہ کو دائرۂ اسلام سے خارج کر ڈالا۔ پھر معلوم نہیں کہ ان بیسیوں حدیثوں کا ان کے پاس جواب کیا ہو گا جن میں امت کے عاصیوں کی بخشش تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ انسان جب صرف الفاظ کی شوکت اور اسالیب بیان سے مسائل بنانا شروع کر دیتا ہے تو غلط عقائد کا شکار بن کر رہتا ہے اسی لئے اصولیین نے لکھا ہے کہ جو الفاظ مدح وذم کے موقعہ پر مستعمل ہوں ان کو مسئلہ کا مدار نہ سمجھنا چاہیے۔ آیۂ انما المشرکون نجس میں بھی مشرکین کے لئے نجاست کا لفظ بسلسلۂ مذمت مستعمل ہے۔ اس لئے فقہائے صرف اس لفظ کی وجہ سے ان پر نجاست کے تمام مسائل جاری نہیں کئے۔ (دیکھو بدایۃ المجتہد لابن رشد)

Marfat.com

(۲۷۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزْنِي الْعَبْدُ حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَقْتُلُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ عِكْرِمَةُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ كَيْفَ يُنْزَعُ الْإِيْمَانُ مِنْهُ قَالَ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ ثُمَّ اَخْرَجَهَا فَاِنْ تَابَ عَادَ اِلَيْهِ هٰكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ وقال ابو عبد الله لا يكون هذا مؤمنا تاما ولا يكون له نور الايمان هذا لفظ البخاری۔

(۲۷۲) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ زنا کرتا ہے تو اس حالت میں وہ مومن نہیں ہوتا اور چور جب چوری میں مشغول ہوتا ہے اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو وہ بھی اس حالت میں مومن نہیں ہوتے اور جب کوئی کسی مسلمان کو ناحق قتل کرتا ہے تو اس وقت بھی وہ مومن نہیں ہوتا۔ عکرمہ کہتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا۔ اس بندہ سے اس کا ایمان کس طرح نکال لیا جاتا ہے اُنھوں نے اشارہ کر کے دکھایا کہ اس طرح پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈالدیں پھر ان کو نکال کر علیحدہ کر لیا۔ اگر اس کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو وہ پھر اس طرح واپس آجاتا ہے۔ (یہ کہکر پھر انگلیاں ملالیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ارتکاب معصیت کی حالت میں بندہ مومن کامل نہیں رہتا اور اس کا نور ایمانی نکل جاتا ہے۔

(۲۷۲) امام بخاریؒ نے اپنی اس تعلیق کو باب الزنا و شرب الخمر میں خود ابن عباسؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ وعن ابن عباسؓ ینزع منه نور الایمان فی الدنیا۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنے لڑکوں سے فرمایا کرتے تھے جسے شادی کی ضرورت ہو ہم اس کی شادی کر دیں کیونکہ اگر تم میں کوئی زنا کا مرتکب ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا نور اس سے چھین لیگا۔ پھر یہ اس کی مرضی ہے خواہ واپس کرے یا نہ کرے۔ حضرت حسنؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ان معاصی کی حالت میں ایمان اس سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے اگر توبہ کرے تو واپس کر دیا جاتا ہے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ ان حالات میں مومن کا ایمان زائل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو جعفرؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص دائرۂ ایمانی سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک ایمان کا رتبہ اسلام سے بلند تر ہے۔ امام احمدؒ سے بھی یہی منقول ہے اور امام ابو نصر نے ایک بڑی جماعت کا یہی خیال نقل کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ یہ شخص کامل مومن نہیں رہتا اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ امام زہریؒ سے سوال کیا گیا کہ جب ان حالات میں یہ شخص مومن نہیں تو پھر اسے اور کیا کہیں۔ امام کو یہ سوال ناگوار گزرا۔ اصل وجہ یہ تھی کہ اگر مومن کہتے اور حدیث کی کوئی تاویل کرتے تو مصلحت کے خلاف ہوتا اور اگر کافر کہتے تو مسئلہ کے خلاف ہوتا۔ سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ سلف اس قسم کی احادیث کی تاویل کرنا پسند نہ فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ تاویل کرنے سے ان تعبیرات کا زور ختم ہو جاتا ہے اور ان معاصی کی اہمیت ذہن نشین کرنے کا جو اصل مقصد ہے وہ بکھر کر فوت ہو جاتا ہے۔ (کتاب الایمان دار اقیت ج ۲ ص ۲۹۰۔

Marfat.com

(۲۷۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَى الْعَبْدُ خَرَجَ مِنْهُ الْإِيْمَانُ وَكَانَ كَالظُّلَّةِ فَإِذَا انْقَلَعَ مِنْهَا رَجَعَ إِلَيْهِ الْإِيْمَانُ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک ص۲۲ قال الذہبی علی شرط الشیخین)

(۲۷۴) عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَنَى وَشَرِبَ الْخَمْرَ نَزَعَ اللّٰهُ

---

(۲۷۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان نکل کر اس کے سر پر سائبان کی طرح معلق ہوجاتا ہے۔ جب وہ اس معصیت سے فارغ ہوجاتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے (مستدرک)

(۲۷۴) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے زنا کیا یا

---

(۲۷۳) حافظ ابن تیمیہؒ نے اس ٹکڑے کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ انہ کان یقول انما الایمان کثوب احدکم یلبسہ مرۃ ویخلعہ اخری۔ ایمان کی مثال لباس کی سی ہے کبھی آدمی اسے اوڑھ لیتا ہے کبھی اتار دیتا ہے۔ (کتاب الایمان)

(۲۷۴) آپ نے دیکھا کہ حدیث مذکور جب تک صحابہ کے مابین دائر رہی انھوں نے اس کی تاویل میں بھی ایسا عنوان اختیار کیا جو الفاظ حدیث کے زیادہ سے زیادہ قریب رہے اور جب وہ ائمہ کے درمیان آگئی تو مسئلہ اگرچہ زیادہ صاف ہوگیا مگر الفاظ حدیث سے اتنا قرب باقی نہیں رہا۔ حضرت ابوہریرہؓ چاہتے ہیں کہ اس قسم کے عاصی سے ایمان ہی کی نفی کردیں، وہ اس لئے فرماتے ہیں کہ اس کا ایمان اس کے قلب سے نکل کر اس کے اوپر سائبان کی طرح معلق ہوجاتا ہے۔ حضرت ابن عباس جو ان سے افقہ تھے انھوں نے عنوان اگرچہ وہی رکھا مگر بات ذرا اور صاف کردی اور فرمایا ہاں معاصی کے ارتکاب کے وقت مومن ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کے قلب سے نور ایمان نکل جاتا ہے۔ جب ائمہ کا دور آیا تو انھوں نے اس تعبیر کو اور صاف کیا اور فرمایا کہ جس ایمان میں نورانیت نہ ہو وہ ایمان ایک ناقص ایمان ہے اس لئے حدیث میں نفی کمال مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ عاصی مومن کامل نہیں رہتا اصل بات وہی تھی جو حضرت ابوہریرہؓ کی زبان سے نکلی مگر جتنا زمانہ نبوت کو بعد ہوتا گیا اسی قدر حدیث کی مراد زیادہ صفائی کے ساتھ سمجھانے کی اہمیت بڑھتی گئی۔ اس بیان سے اصولی طور پر آپ کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ محدث اور فقیہ مزاج میں کیا فرق ہوتا ہے۔ محدث مزاج کا امکان تعبیر حدیث کے ارد گرد رہنا چاہتا ہے فقیہ کے پیش نظر یہ رہتا ہے کہ غرض شریعت کا امکان زیادہ سے زیادہ واضح ہوجائے۔ الفاظ سے اگر کچھ بُعد ہوتا ہے تو ہوجائے مزاجوں کا یہ تفاوت صحابہ کے درمیان بھی ملتا ہے اگر اتنی سی بات صاف ہوجاتی تو محدثین اور فقہاء کے درمیان جو اختلافات کی وسیع خلیج حائل ہوگئی ہرگز حائل نہ ہوتی۔ امام اعظمؒ سے محدثین کو زیادہ تر نارضائی اسی مزاجی فرق کی بنا پر پیش آئی ہے۔ امام صاحب نے مسئلہ کی چھان بین کے لئے بحثوں میں بڑی وسعت پیدا کردی اور یہ وسعت محدثین کے لئے ہر موقعہ پر ایک نئی ناگواری کا موجب بنتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ان ہی لفظی اختلافات نے آہستہ آہستہ چل کر مذہبی تحزب کی شکل اختیار کرلی اور آخر کار اسی پر ذاتیات کی تعمیر ہونے لگی۔ والی اللہ المشتکی۔

یہ حدیث جب ساتویں صدی تک پہنچی تو حافظ ابن تیمیہؒ نے سلف کے اسی مضمون کو انشائی اور افادی شکل میں ادا کیا وہ لکھتے ہیں کہ ایک عاصی کی مثال ایسی ہے جیسی آنکھیں بند کرنے کے بعد ایک بینا کی۔ اگر ایک بینا شخص اپنی

Marfat.com

مِنْهُ الْاِيْمَانَ كَمَا يَخْلَعُ الْاِنْسَانُ الْقَمِيْصَ مِنْ رَأْسِهٖ۔ (رواه الحاكم في المستدرك صـ ۲۱)

من لقي الله بالشهادتين غير شاك فيهما دخل الجنة

(۲۷۵) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَسِيْرٍ قَالَ فَنَفِدَتْ اَزْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتّٰى هَمَّ بِنَحْرِ بَعْضِ حَمَائِلِهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ اَزْوَادِ الْقَوْمِ فَدَعَوْتَ اللّٰهَ عَلَيْهِ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَجَاءَ ذُو الْبُرِّ بِبُرِّهٖ وَذُو التَّمْرِ بِتَمْرِهٖ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ وَذُو النَّوَاةِ بِنَوَاهُ قُلْتُ وَمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ بِالنَّوٰى قَالَ كَانُوْا

شراب پی، اللہ تعالیٰ اس کا ایمان اس طرح نکال لیتا ہے جیسا انسان اپنی قمیص سر کی طرف سے اتار لیتا ہے۔ (مستدرک)

جس کی موت یقین پر آجائے وہ یقیناً جنتی ہوتا ہے

(۲۷۵) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک سفر (غزوۂ تبوک) میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، لوگوں کا زادِ راہ ختم ہوگیا تھا حتی کہ نوبت اس کی آگئی تھی کہ ان میں کسی کسی نے تو اپنی اونٹنی ذبح کرنے کا بھی ارادہ کرلیا تھا حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہ کاش آپ لوگوں کا باقیماندہ زادِ راہ منگا کر ایک جگہ جمع کرلیتے پھر اس میں دعا برکت فرمادیتے (تو بہتر ہوتا) آپ نے ایسا ہی کیا۔ راوی کہتا ہے جس کے پاس گیہوں تھے وہ گیہوں لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لے آیا، مجاہدؒ کہتے ہیں جس کے پاس کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں وہ اپنی گٹھلیاں ہی لے آیا۔ میں نے پوچھا بھلا

آنکھیں بند کرلے تو اسے بھی کچھ نظر نہیں آتا اور اس لحاظ سے یہ بینا اور ایک نابینا برابر ہوجاتا ہے نہ یہ دیکھتا ہے نہ وہ۔ لیکن فرق یہ ہے کہ نابینا نورِ بصر ہی نہیں رکھتا اور بینا اگرچہ نور تو رکھتا ہے مگر غلافِ چشم کی وجہ سے وہ نور کام نہیں کرتا اس لئے نابینا کی برابر ہوجاتا ہے اسی طرح ایک مومن کے نورِ بصیرت پر جب بہیمیت کا حجاب پڑجاتا ہے تو وہ بھی کافر کی طرح معصیت وطاعت کا فرق نہیں سمجھتا۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ مومن جس حالت میں زنا کرتا ہے اس کا نورِ تصدیق جوشِ بہیمیت سے ایسا مدھم پڑجاتا ہے کہ اسے بھی معصیت کرنے میں کوئی باک نہیں رہتا اور اس تہور وحرارت کے عالم میں اس پر مومن کا اطلاق بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔ ہاں اگر توبہ کرلے تو یہ حجابِ بہیمیت پھر چاک ہوجاتا ہے اور نورِ ایمانی پھر جگمگانے لگتا ہے۔ (دیکھو کتاب الایمان صـ ۱۳۱ و صـ ۱۰۱ و صـ ۱۲۳ و صـ ۱۲۷ و صـ ۱۳۲ و صـ ۱۳۳ و صـ ۱۵۵۔) دراصل یہ وہی منتشر فقرے تھے جو عہدِ سلف سے شروع ہوئے اور حافظ ابن تیمیہؒ کے دور میں آکر اتنے پھیل گئے۔

Marfat.com

يَمُصُّوْنَهٗ وَيَشْرَبُوْنَ عَلَيْهِ الْمَاءَ قَالَ فَدَعَا عَلَيْهَا قَالَ حَتّٰى مَلَأَ الْقَوْمُ أَزْوِدَتَهُمْ قَالَ فَقَالَ عِنْدَ ذٰلِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَا يَلْقَى اللّٰهَ بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَاكٍّ فِيْهِمَا إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ (رواه مسلم)

(۲۷۶) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ بِلَالٌ يُنَادِيْ فَلَمَّا سَكَتَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قَالَ مِثْلَ هٰذَا يَقِيْنًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (اخرجه النسائی والحاکم وابن حبان)

(۲۷۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حُبْشِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ إِيْمَانٌ لَّا شَكَّ فِيْهِ وَجِهَادٌ لَّا غُلُوْلَ فِيْهِ وَحَجَّةٌ مَّبْرُوْرَةٌ قِيْلَ فَأَيُّ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ قَالَ طُوْلُ الْقُنُوْتِ (الحديث رواه النسائی)

(۲۷۸) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ

گٹھلیاں ان کے کس کام آتی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ انھیں ہم چوس لیتے اور اس پر پانی پی لیا کرتے تھے، آپ نے ان میں دعا برکت فرمائی پھر اتنی برکت ہوئی کہ لوگوں نے اپنے اپنے ناشتہ دان بھر لیے اس کے بعد آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی کہ میں اس کا پیغمبر ہوں۔ جو شخص کسی شک و تردد کے بغیر ان دو باتوں کی گواہی دیتا ہو خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوگا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

(۲۷۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بلال اذان دینے کھڑے ہوئے جب فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یقین کے ساتھ یہ کلمات کہے وہ یقیناً جنت میں جائیگا (نسائی، حاکم، ابن حبان)

(۲۷۷) عبداللہ بن حبشی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا عملوں میں کون کونسے عمل سب سے بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا ایسا ایمان جس میں ذرا شک نہ ہو، ایسا جہاد جس میں ذرہ برابر خیانت نہ ہو اور ایسا حج جس میں کوئی جنایت نہ کی جائے اس کے بعد اس نے پوچھا اور نماز کونسی افضل ہے فرمایا جس میں قیام لمبا ہو۔ (نسائی)

(۲۷۸) عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس یقین

(۲۷۸) یہاں علم کے معنی صرف دانستن نہیں۔ صرف دانستن نہ تو شرعی نظر میں کوئی اہمیت رکھتا ہے اور نہ اس پر دخول جنت کی بشارت مرتب ہے بلکہ معرفت و یقین کے معنی مراد ہیں جیسا کہ اس باب کی دوسری احادیث سے ظاہر ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ جو اس عقیدۂ جازم اور یقین کامل کے ساتھ دنیا سے گذر جائے گا وہ

Marfat.com

يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ مسلم)

ذكر ما وقر في قلوب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم من اليقين

(۲۷۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُوْنَ قَالَ نَعَمْ وَالْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِهِمْ أَعْظَمُ مِنَ الْجَبَلِ وَقَالَ بِلَالُ بْنُ سَعْدٍ أَدْرَكْتُهُمْ يَشْتَدُّوْنَ بَيْنَ الْأَغْرَاضِ وَيَضْحَكُ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ فَإِذَا كَانَ اللَّيْلُ كَانُوْا رُهْبَانًا۔ (رواہ فی شرح السنہ)

کے ساتھ مرجائے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ وہ یقیناً جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے یقین کی چند مثالیں

(۲۷۹) قتادہ روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے دریافت کیا گیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا جی ہاں لیکن ان کے دلوں میں ایمان پہاڑوں سے زیادہ بھاری موجود ہوتا تھا۔ (یعنی ان کی ہنسی غفلت کی ہنسی نہ تھی) بلال بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے ان کو (دن میں تو) نشانوں اور ہدفوں کے درمیان بھاگتے دوڑتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مذاق بھی کرتے پایا ہے لیکن جب رات آتی تو وہ درویش صفت بن جاتے تھے (یعنی مصلوں پر کھڑے کھڑے راتیں کاٹ دیا کرتے تھے) (شرح السنہ)

ضرور جنت میں داخل ہو کر رہے گا کیونکہ جنت اور دوزخ کی تقسیم ایمان و کفر پر کی گئی ہے، اچھے برے اعمال پر نہیں۔

(۲۷۹) حافظ ابن کثیرؒ نے آیت ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوہ الا قلیل منھم۔ کی تفسیر کے ذیل میں اعمشؒ سے نقل کیا ہے کہ آیت مذکورہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بولے اگر ہمارا پروردگار ہمیں حکم دیتا تو ہم بسر و چشم اس کا امتثال کرتے آپ کو اپنے صحابہؓ کے ان جاں نثارانہ کلمات کی جب اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا للایمان اثبت فی قلوب اھلہ من الجبال الرواسی۔ ایمان والوں کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی زیادہ راسخ ہوتا ہے۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ آیت مذکورہ سن کر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں تو اسی وقت اس کی تعمیل کروں۔ حضرت عمرؓ سے بھی اسی کے قریب الفاظ منقول ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کلمات مروی ہیں۔ ان من امتی لرجالا الایمان اثبت فی قلوبھم من الجبال الرواسی۔ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کے دلوں میں ایمان بڑے بڑے پہاڑوں سے زیادہ مستحکم اور راسخ ہے۔

Marfat.com

(۲۸۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَغَنَا
اِقْبَالُ اَبِىْ سُفْيَانَ وَقَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ اَمَرْتَنَا
اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَاَخَضْنَاهَا وَلَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نَضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلٰى بَرْكِ الْغِمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ
فَنَدَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا قَالَ فَمَا مَاطَ
اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواہ مسلم)

(۲۸۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ شَهِدْتُ مِنَ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ مَشْهَدًا لَاَنْ اَكُوْنَ
صَاحِبَهٗ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا عُدِلَ بِهٖ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْعُوْ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ
لَا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا وَلٰكِنَّا نُقَاتِلُ عَنْ يَمِيْنِكَ وَعَنْ شِمَالِكَ
وَبَيْنَ يَدَيْكَ وَخَلْفَكَ فَرَاَيْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَشْرَقَ وَجْهُهٗ وَسَرَّهٗ (رواہ البخاری)

(۲۸۰) انسؓ کہتے ہیں کہ جب ہمیں ابوسفیان کے لشکرکشی کی خبر ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوکر بولے یا رسول اللہ اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر آپ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم اپنے گھوڑے دریا میں ڈالدیں تو ہم ابھی ڈالدیں گے اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ ہم برک الغماد تک اپنے گھوڑے دوڑا کر ان کے پتے پانی کر ڈالیں تو ہم یہ بھی کر گذریں گے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو چلنے کے لئے بلایا لوگ چل پڑے یہاں تک کہ بدر کے میدان میں آکر مقیم ہوگئے آپ یہاں زمین پر ہاتھ رکھ رکھ کر بتلاتے جاتے تھے کہ یہاں فلاں مشرک مقتول ہوکر گرے گا اور یہاں فلاں گرے گا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ (سب اسی اسی جگہ مقتول ہوئے اور ان میں کوئی ایسا نہ تھا جو آپ کی مقرر کردہ جگہ سے ذرا کہیں علیحدہ گرا ہو۔ (مسلم)

(۲۸۱) ابن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے مقداد بن اسودؓ کی ایک ایسی بات دیکھی ہے کہ تمام فضائل و کمالات کے مقابلہ میں مجھے یہ تمنا ہوتی ہے کاش وہ بات مجھے نصیب ہوجاتی (وہ بات یہ تھی) کہ ایک بار آپ لوگوں کو مشرکین کے مقابلہ کے لئے ترغیب دے رہے تھے اس وقت یہ بھی آپہنچے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ بس تو اور تیرا پروردگار جاکر لڑ آ (ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آپ کے سامنے اور آپ کے پیچھے رہ کر جنگ کریں گے میں نے دیکھا کہ یہ بات سن کر آپ کا روئے انور (مارے خوشی کے چمک اٹھا اور مقداد کے اس جواب نے آپ کو خوش کردیا۔ (بخاری شریف)

(۲۸۱) بقول سعدیؒ ؎ آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من ۔ آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

Marfat.com

(۲۸۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ فَقَامَ رَجُلٌ رَثُّ الْھَیْئَۃِ فَقَالَ یَا اَبَا مُوْسٰی اَنْتَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ ھٰذَا قَالَ نَعَمْ فَرَجَعَ اِلٰی اَصْحَابِہٖ فَقَالَ اَقْرَأُ عَلَیْکُمُ السَّلَامَ ثُمَّ کَسَرَ جَفْنَ سَیْفِہٖ فَاَلْقَاہُ ثُمَّ مَشٰی بِسَیْفِہٖ اِلَی الْعَدُوِّ فَضَرَبَ بِہٖ حَتّٰی قُتِلَ۔ (رواہ مسلم)

(۲۸۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ انْطَلَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُہٗ حَتّٰی سَبَقُوا الْمُشْرِکِیْنَ اِلٰی بَدْرٍ وَجَاءَ الْمُشْرِکُوْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُوْمُوْا اِلٰی جَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قَالَ عُمَیْرُ بْنُ الْحُمَامِ بَخٍ بَخٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یَحْمِلُکَ عَلٰی قَوْلِکَ بَخٍ بَخٍ قَالَ لَا وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِلَّا رَجَاءَ اَنْ اَکُوْنَ مِنْ اَھْلِھَا قَالَ فَاِنَّکَ مِنْ اَھْلِھَا قَالَ فَاَخْرَجَ تَمَرَاتٍ مِّنْ قَرَنِہٖ فَجَعَلَ یَاْکُلُ مِنْھُنَّ ثُمَّ قَالَ لَئِنْ اَنَا حَیِیْتُ حَتّٰی اٰکُلَ تَمَرَاتِیْ اِنَّھَا حَیٰوۃٌ طَوِیْلَۃٌ قَالَ فَرَمٰی بِمَا کَانَ مَعَہٗ مِنَ التَّمْرِ ثُمَّ قَاتَلَھُمْ حَتّٰی قُتِلَ۔ (مسلم)

---

(۲۸۲) ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے یہ سن کر ایک شکستہ حال شخص کھڑا ہوا اور بولا اے ابوموسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے کیا تم نے خود سنا ہے انھوں نے کہا ہاں۔ اس کے بعد وہ اپنے رفقاء کے پاس آیا اور ان سے کہا لو میرا سلام یہ کہکر اس نے اپنی تلوار کی میان توڑ کر ڈالدی اور (ننگی) تلوار لیکر دشمن پر حملہ آور ہوا اور لڑا یہانتک کہ شہید ہوگیا۔ (مسلم)

(۲۸۳) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ بدر کی جنگ کیلئے نکلے یہانتک کہ (میدان جنگ میں) یہ مشرکین سے پہلے جا پہنچے جب مشرکین بھی آگئے تو آپ نے صحابہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا لو اب اس جنت کیلئے کھڑے ہو جاؤ جس کا عرض زمین اور آسمان کے برابر ہے یہ سن کر عمیر بن حمام بولے واہ واہ۔ آپ نے فرمایا تم نے اتنی خوشی کا اظہار کیوں کیا؟ انھوں نے جواب دیا خدا کی قسم صرف اس لئے کہ شاید جنت میرے نصیب میں آجائے آپ نے فرمایا (جاؤ) تم جنتی ہو یہ سن کر انھوں نے اپنے ترکش سے کچھ کھجوریں نکالیں اور ان کے کھانے میں مشغول ہوگئے پھر خود ہی بولے اگر میں اتنی دیر تک زندہ رہا...... کہ ان کھجوروں کو ختم کرلوں تو یہ زندگی تو بڑی لمبی زندگی ہوگی۔ راوی کہتا ہے یہ کہہ کر جو کھجوریں ان کے پاس تھیں پھینکدیں اور مشرکین سے جنگ شروع کردی یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔

(مسلم)

Marfat.com

(۲۸۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ أَرَءَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فَأَيْنَ أَنَا قَالَ فِي الْجَنَّةِ فَأَلْقَى تَمَرَاتٍ فِي يَدِهِ ثُمَّ قَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ۔ (متفق علیہ)

المومنون فی اصل الایمان العقائد سواء وانما التفاضل بینھم فی مراتب التقوی و الیقین

(۲۸۵) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُونَ فِي الدُّنْيَا عَلٰى ثَلٰثَةِ أَجْزَاءٍ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِي يَأْمَنُهُ النَّاسُ عَلٰى أَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ثُمَّ الَّذِي أَشْرَفَ عَلٰى طَمَعٍ تَرَكَهُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (رواہ احمد)

(۲۸۴) جابرؓ سے روایت ہے کہ احد کی جنگ میں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمائیے اگر میں مارا جاؤں تو کہاں جاؤں گا آپ نے فرمایا جنت میں۔ یہ سن کر اس نے اپنے ہاتھ کی کھجوریں پھینکدیں پھر لڑا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ (متفق علیہ)

تمام مسلمان اصل اعتقادات کے لحاظ سے برابر ہیں ان میں جو فرق ہے وہ صرف ان کے مراتب یقین میں تفاوت کی وجہ سے ہے

(۲۸۵) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن دنیا میں تین قسم کے ہیں ایک وہ مومن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا پھر اس میں اس نے ذرا شک و تردد نہ کیا اور اپنی جان و مال سے بے دریغ اس کی راہ میں جہاد کیا۔ دوسرا وہ جس کی طرف سے لوگ اپنی جان و مال کے بارے میں بے خطر رہے۔ تیسرا وہ (جو اتنی جاں بازی یا اتنی سلامت روی کا ثبوت تو نہ دے سکا لیکن کم از کم یہی کیا کہ جب اس کے سامنے کوئی لالچ کا موقعہ پیش آیا تو اس نے صرف اللہ کے نام پر اس کو چھوڑ دیا۔ (مسند احمد)

(۲۸۵) مومن میں سب سے بڑی صفت اس کا جزم و یقین ہے اور اسی صفت کے لحاظ سے مومنوں کے مراتب میں تفاوت ہے۔ یقین کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جانبازی کے موقعہ پر اپنا قدم پیچھے نہ ہٹائے جہاد میں کمزوری ایمانی ضعف کی علامت ہے اسی لئے لم یرتابو کے ساتھ جاھدوا باموالھم وانفسھم کا لفظ رکھا گیا ہے۔ گویا جس نے جان و مال میں سے کسی میں بھی دریغ کیا یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے ایمان و یقین ہی میں پوری پختگی نہیں ہے۔ بقیہ دو مراتب بھی اگرچہ بظاہر عمل سے متعلق ہیں مگر درحقیقت ان کا تعلق بھی انسان کے قلبی یقین ہی کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

(۲۸۶) عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَانًا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَوُزِنْتَ اَنْتَ وَاَبُوْبَکْرٍ فَرَجَحْتَ اَنْتَ وَوُزِنَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ

(۲۸۶) ابوبکرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا کہ ایک ترازو آسمان سے اتری اس میں آپ اور ابوبکرؓ تولے گئے تو آپ

(۲۸۶) صاحب مشکوٰۃ نے بحوالہ دارمی حضرت ابوذرؓ سے اسی قسم کا ایک خواب خود صاحب نبوۃ کا بھی نقل کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بطحاء مکہ میں دو فرشتے آپ کے پاس آئے ایک تو زمین پر اتر آیا اور دوسرا زمین و آسمان کے درمیان معلق کھڑا رہا پھر ان کے باہم یہ گفتگو شروع ہوگئی کیا یہ وہی نبی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا ہاں وہی ہیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر ان کو ایک شخص کے مقابلہ میں تول کر دیکھو چنانچہ تولا تو میں بھاری اترا۔ پھر اس نے کہا اچھا ان کو دس شخصوں کے مقابلہ میں تولو تو بھی میں ہی بھاری اترا۔ پھر اس نے کہا اب سو آدمیوں کے مقابلہ میں تولو تو ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی بھاری رہا . . . . پھر اس نے کہا اچھا اب ہزار کے مقابلہ میں تولو۔ ان کے مقابلہ میں بھی میں ہی بھاری اترا (آپ نے فرمایا کہ) ان کے ہلکے ہونے کی وجہ سے ترازو کی ان کے بکھر بکھر جانے کا جو نقشہ اس وقت نظر آرہا تھا وہ اب تک میری نظروں کے سامنے ہے۔ اس پر ایک نے دوسرے سے کہا ابھی ان کے مقابلہ میں اگر ساری امت بھی تول ڈالو گے جب بھی یہی بھاری اتریں گے۔

عالم بالا کی اس میزان میں یہ وزن یقین و ایمان ہی کا وزن تھا۔ نبی اس میں سب سے بھاری اترا۔ اس کے بعد پھر درجہ بدرجہ صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھاری اترتے رہے۔ رفع میزان کی تعبیر آپ نے خود بنفس نفیس یہ بیان فرمائی کہ خلفاء ثلاثہ کے بعد خلافت نبوۃ کا دور ختم ہوجائے گا اور صرف ملک گیری کا آغاز ہوجائے گا۔ حضرت علیؓ کا زمانہ اول تو تھا ہی کتنا پھر جتنا کچھ تھا وہ بھی جنگ و جدل کی نذر ہوگیا اور خلفاء ثلاثہ کے دور کا سادہ امن و انصاف پھر نہ لوٹ سکا۔ حضرت علیؓ کے بعد تو پھر کھلی ہوئی ملک گیری رہ گئی۔ صدق اللہ ورسولہ۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں یہاں ایک مفید مضمون تحریر فرمایا۔ ہم اس کو مع ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

(والمؤمنون مستوون) ای متساوون (فی الایمان) ای فی اصلہ (والتوحید) ای فی نفسہ وانما قیدنا ہما فان الکفر مع الایمان کالعمی والبصیر ولاشک ان البصراء یختلفون فی قوۃ البصر وضعفہ فمنہم الاخفش والاعشٰی ومن یری الخط الثخین دون الرقیق الا بزجاجۃ ونحوھا ومن یری عن قرب زائد علی العادۃ وآخر بضدہ ومن ھھنا قال محمد علی ماتقدم

اصل ایمان اور اصل توحید میں تو تمام مسلمان برابر ہیں لیکن قوت و ضعف کے لحاظ سے ان میں مراتب کا بڑا تفاوت ہے۔ کیونکہ کفر و ایمان کی مثال ایسی ہے جیسی ایک بینا اور نابینا کی۔ دیکھئے دیکھنے والوں کی نظروں میں کتنا اختلاف ہوتا ہے۔ ایک شخص ہوتا ہے جو صرف رات ہی میں دیکھ سکتا ہے، دن میں نہیں دیکھ سکتا۔ ایک وہ ہوتا ہے جو دن میں دیکھ تو لیتا ہے مگر بدقت، ایک شخص موٹا خط دیکھ سکتا ہے لیکن باریک خط چشمہ کی مدد کے بغیر نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی ہوتا ہے کہ اسے عام عادت سے زیادہ نزدیک فاصلہ سے دیکھنا پڑتا ہے اور کسی کو عام عادت کے خلاف ذرا دور

Marfat.com

فرجح ابو بکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھاری اترے اس کے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ تولے گئے تو ابو بکرؓ بھاری اترے پھر عمرؓ و عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ
بھاری اترے اس کے بعد وہ ترازو اٹھالی گئی۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ آزردہ خاطر ہوئے

اكره ان يقول ايماني كايمان جبرئيل
عليه السلام بل يقول آمنت بما آمن به
جبرئيل عليه السلام اھ
ولكن لا يجوز ان يقول احد ايماني كايمان انبياء
عليهم السلام ولا ينبغي ان يقول ايماني كايمان
ابي بكر وعمر وامثالهما فان تفاوت نور كلمة التوحيد
في قلوب اهلها لا يحصيها الا الله سبحانه فمن
الناس من نورها في قلبه كالشمس ومنهم كالقمر
ومنهم كالكوكب الدري ومنهم كالمشعل العظيم
وآخر كالسراج الضعيف لقوله عليه الصلوة والسلام
"وذلك اضعف الايمان" وقوله عليه الصلوة والسلام
المومن القوي احب الى الله من المؤمن الضعيف۔
والقوة تشمل القوة الظاهرية العلمية والقوة الباطنية
العلمية وهو على منوال هذه الانوار في الدنيا
تظهر انوار علومهم واعمالهم واحوالهم في العقبى
وكلما اشتد نور هذه الكلمة وعظمت مرتبتها
احرق من الشبهات والشهوات بحسب قوتها
بحيث ربما وصل الى حال لا يصادف شبهة
ولا شهوة ولا ذنبا ولا سيئة الا احرقها
تقول النار جز يا مومن فان نورك اطفأ
لهبي ومن عرف هذا عرف معنى قوله
صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى حرم على
النار من قال لا اله الا الله يبتغي بذلك وجه
الله وقوله عليه السلام لا يدخل النار من
قال لا اله الا الله وامثال ذلك مما
اشكل على كثير من الناس حتى ظنها

فاصلے سے دیکھنا پڑتا ہے ان ہی اختلاف مراتب کی وجہ
سے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص
اپنے ایمان کے متعلق یہ تعبیر اختیار کرے کہ میرا ایمان جبرئیل
علیہ السلام کے ایمان کی طرح ہے بلکہ اس کو یوں کہنا چاہیے
کہ جن چیزوں پر جبرئیل علیہ السلام کا ایمان ہے ان ہی پر میرا
بھی ایمان ہے (گویا اتحاد مومن بہ اور اعتقادیات میں ہے
نہ کہ کیفیت ایمان میں)۔
اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ میرا ایمان انبیاء علیہم السلام
ابوبکرؓ و عمرؓ اور صحابہ کرام جیسا ایمان ہے کیونکہ اہل توحید کے قلوب
میں کلمہ توحید کی نورانیت کے لحاظ سے جتنا اختلاف ہے اس کا صحیح اندازہ
بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ کسی کے قلب میں یہ نور آفتاب کی
طرح درخشاں ہے۔ کسی کے قلب میں چاند کی طرح کسی کے قلب
میں روشن ستارے کی طرح اور کسی کے بڑے مشعل کی طرح اور کسی
کے ایک ٹمٹماتے چراغ کی طرح۔ ان اختلاف مراتب ہی کی وجہ سے
آپ نے (اس شخص کے ایمان کے متعلق جو برائی کی اصلاح تو نہیں کرتا مگر
اس پر قلبی ناگواری محسوس کرتا ہے) فرمایا ہے کہ یہ ایمان کا سب سے کمزور
درجہ ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ مضبوط مومن اللہ کو کمزور مومن سے
زیادہ پیارا ہے مومن کی یہ قوت صرف اس کی ظاہری قوت کے ساتھ
مخصوص نہیں بلکہ اس کی ظاہری و باطنی یعنی جسمانی و ایمانی دونوں کو
شامل ہے لوگوں کے اعمال و ایمان کے انوار میں جو تفاوت دنیا میں ہے
یہی تفاوت ان کے انوار کے مابین آخرت میں رہیگا یہ نور ایمانی جتنا تیز اور
شدید ہوتا ہے اتنا ہی وساوس اور خواہشات نفسانیہ کو زیادہ سوخت
کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے جبکہ تمام وساوس
اور ہر قسم کی خواہشات فنا ہو جاتی ہیں اور چھوٹا بڑا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا
جس کو جلا کر وہ خاکستر نہیں کر دیتا۔ بلکہ اس کے سامنے آتش جہنم بھی یہ چیخنے لگتی ہے
کہ اے مومن ذرا جلدی سے گذر جا کیونکہ تیرے ایمان کا نور میری بھڑکتی ہوئی

Marfat.com

يَعْنِيْ فَسَاءَهُ ذٰلِكَ فَقَالَ خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ ثُمَّ يُؤْتِي اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ يَّشَاءُ (رواه الترمذی وابوداؤد)

(۲۸۷) عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُّصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً اَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَ

اور فرمایا کہ یہ ترازو خلافت نبوۃ کی ترازو تھی اس کے بعد خلافت نبوت تو ختم ہو جائے گی اور ملک گیری شروع ہو جائے گی اور خدا تعالیٰ جس کو چاہے گا اپنا ملک حوالہ کر دے گا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

(۲۸۷) ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نماز کے لئے آیا اور اس نے کچھ نئے طرز سے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اس سے بھی علیحدہ طرز سے قرات کی جب ہم نماز سے فارغ ہو گئے تو سب مل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کی

بعضہا منسوخۃ وظنہا بعضہم قبل ورود الاوامر والنواہی وحملہا بعضہم علی نار المشرکین واول بعضہم الدخول بالخلود فان الشارع لم یجعل ذلک حاصلا بمجرد قول اللسان فقط وتأمل حدیث البطاقۃ فان من المعلوم ان کل موحد لہ مثل ہذہ البطاقۃ وکثیر منہم یدخل النار۔

(شرح فقہ اکبر ص)

پنپنے کو بجھائے دیتا ہے۔ جو شخص یہ مضمون سمجھ لے اسے حسب ذیل حدیثوں کی مرادیں سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا۔

ارشاد نبوی ہے۔ جو شخص کلمۂ لا الٰہ الا اللہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے۔ —— ایک اور حدیث میں ارشاد ہے جو شخص لا الٰہ الا اللہ دل سے کہے وہ آتشِ دوزخ میں نہیں جائیگا اسی کے ہم معنی اور بھی حدیثیں ہیں جن کا سمجھنا اکثر لوگوں کو دشوار ہو گیا ہے۔ ان حدیثوں کو بعضوں نے تو منسوخ ہی کہہ ڈالا ہے اور کسی نے یہ سمجھا ہے کہ یا حکم نہی کی تفصیلات کے نزول سے قبل کے ارشادات ہیں۔ اور کسی نے آتش سے خاص وہ آتش مراد لی ہے جو صرف کفار کے لئے ہوگی اور کسی نے یہ تاویل کی ہے کہ ان حدیثوں میں ہمیشہ دوزخ میں رہنے کی نفی کی گئی ہے مطلق دخول کی نفی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ان تمام حدیثوں میں آتشِ دوزخ کے حرام ہونے کا حکم صرف کلمۂ توحید پڑھنے پر نہیں ہے بلکہ اسی نور ایمانی پر ہے جس کا بیان ابھی آپ پڑھ چکے ہیں (اس حدیث کے مضمون پر ذرا غور کیجئے جس میں آتا ہے کہ ایک شخص کا اعمالنامہ تولا جائیگا اور اس کے گناہوں کے ننانوے دفتروں کے مقابلہ میں اس کی نیکی کا صرف ایک پرچہ رکھا جائیگا اور وہ ایک ہی پرچہ ان سب دفتروں کے وزن پر غالب آجائیگا اس پرچہ میں کلمۂ توحید لکھا ہوا ہوگا) یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ کلمہ ہر موحد کے نامۂ اعمال میں موجود ہے اس کے باوجود بہت سے لوگ ایسے ہیں جو جہنم میں جائیں گے (اس سے) معلوم ہوا کہ آتش دوزخ کی حرمت کا مدار صرف اس کلمہ کے تلفظ پر نہیں بلکہ اسی نور ایمانی پر ہے جو اعمال کی آبیاری کے بعد قلب مومن میں پھوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر)

(۲۸۷) شبہات کی دنیا دلائل کے لشکروں سے کبھی شکست نہیں کھاتی اس لئے آپ نے اس کے شبہات کا علاج پہلے

دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ سِوَى قِرَاءَةِ صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَآ فَحَسَّنَ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللهِ فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ اقْرَأِ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ

(یا رسول اللہ) اس شخص نے قرآن شریف کچھ اس انداز میں پڑھا ہے جو مجھے نیا نیا معلوم ہوتا ہے دوسرے شخص نے اس سے بھی الگ طرز میں پڑھا ہے آپ نے ان دونوں کو پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا انھوں نے پھر اسی طرح پڑھ پڑھ کر سنا دیا آپ نے دونوں کی تحسین فرمادی۔ سن کر میرے قلب میں آپ کی ایسی تکذیب پیدا ہونے لگی کہ کبھی کفر کے زمانہ میں بھی ایسی پیدا نہ ہوئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میرے شک و تردد کی اس کیفیت کو محسوس کیا جو اس وقت مجھ پر چھا گئی تھی تو اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا اس کے اثر سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرے اذعان و یقین کا یہ عالم ہو گیا کہ مارے خوف کے گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ نے فرمایا اُبی؟ میرے پاس پہلے یہی وحی آئی تھی کہ قرآن کو صرف ایک ہی طرح پڑھئے۔ میں نے (امی امت کے خیال سے) درخواست کی کہ میری امت کے لئے کچھ اور سہولت کردی جائے۔ تیسری بار مجھے یہ جواب ملا کہ آپ کو سات طریقے تک پڑھنے کی اجازت دیدی گئی اور اتنا ہی نہیں بلکہ آپ کی ہر درخواست کے بدلہ میں آپ کو ایک ایک دعا کا حق اور دیا جاتا ہے جو چاہئے مانگ لیجئے۔ آپ نے دو بار تو یہی دعا کی کہ اے اللہ میری امت کو بخشدے اور تیسری دعا اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس میں تمام مخلوق کو شفاعت

طلب سے نہیں کیا بلکہ اس کے سینہ پر ایک ایسی بصیرت افروز ضرب لگائی کہ اس کا قلب اذعان و ایقان سے معمور ہو گیا اور نسبت احسان نے اس شدت سے ظہور کیا کہ اس کا جسم پسینہ پسینہ ہو گیا شبہات سب برطرف ہو گئے اور خدا کی ذات عظیم البرکات کا جلوہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ جب آپ نے دیکھ لیا کہ اب مریض تردد اچھی طرح شفایاب ہو گیا ہے اس کا ایمان پھر تازہ ہو گیا ہے اور نور یقین پھر سرنو اس کے قلب میں بھڑک اٹھا ہے تو اب فہمائش کا موقعہ بھی نکل آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے شبہ کی بنیاد کچھ نہیں صرف حقیقت سے لاعلمی اور بے خبری ہے۔ دونوں قراءتوں کی تحسین کی وجہ یہ نہیں کہ قرآن کی اپنی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی امی امت کی سہولت کے لئے خود یہ درخواست کی تھی کہ اس کے لئے قراءت میں کچھ توسیع کردی جائے۔ میری یہ درخواست قبول ہو گئی اور قرآن کے مختلف صورتوں سے پڑھنے کی اجازت دیدی گئی۔ لہذا یہ دونوں قراءتیں منزل من اللہ ہیں اور میری تعلیم کردہ ہیں۔

Marfat.com

كُلِّهِمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔ (رواه المسلم)

(۲۸۸) عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيْعِ الْاُسَيْدِيِّ قَالَ لَقِيَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ اَنْتَ يَا حَنْظَلَةُ قُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا تَقُوْلُ قُلْتُ نَكُوْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَاَنَّا رَاْيَ عَيْنٍ فَاِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ وَالضَّيْعَاتِ نَسِيْنَا كَثِيْرًا قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فَوَاللّٰهِ اِنَّا لَنَلْقٰى مِثْلَ هٰذَا فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَاَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَخَلْنَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

کے لئے) میری ہی تلاش ہوگی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی۔ (مسلم)

(۲۸۸) حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت ابوبکر کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پوچھا حنظلہ! کہو کیا حال ہے میں نے عرض کیا (حال کیا ہے) میں تو نفاق کی علت میں گرفتار نظر آرہا ہوں، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تعجب سے فرمایا سبحان اللہ یہ کیا بات کہہ رہے ہو، میں نے عرض کیا (درست کہہ رہا ہوں کیونکہ) جب ہم آپ کی خدمت میں موجود ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں جب تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے گویا ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کی خدمت سے علیحدہ ہوکر باہر آتے ہیں تو پھر وہی بیبیوں، بچوں اور زمینوں کے قصوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ فراموش ہوجاتا ہے (اندرون و بیرون کا فرق یہی نفاق ہے) اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم یہ بات تو ہمیں بھی پیش آتی ہے اس کے بعد میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ کے پاس پہنچ گئے تو میں نے

---

(۲۸۸) حضرت حنظلہ جس قلبی کیفیت کو یہاں ذکر فرما رہے ہیں شریعت اس کو احسان سے تعبیر کرتی ہے دراصل یہ یقین ہی کی ایک منزل ہے جس کے بعد کوئی اور منزل نہیں۔ اس کے بعد جتنی ترقیات نصیب ہوتی ہیں اسی مرتبہ احسان میں نصیب ہوتی ہیں۔ اسلام یعنی اعمال جوارح سے قلب میں ایمان و تصدیق ابھرتی ہے اور قلب میں جتنی تصدیق ابھرتی جاتی ہے اتنا ہی مرتبہ احسان نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ یہ اختیاری عمل نہیں بلکہ کیفیات نفسیہ میں ایک کیفیت ہے اس کے مقدمات بیشک اختیاری ہوسکتے ہیں یہ نعمت صرف ایک موہبت الٰہی ہے جو یقین کہ عمل قلب ہے اور اختیاری ہے وہ صرف ایک اعتقاد جازم کا نام ہے جس میں کوئی تردد نہ ہو۔ پھر یہی اعتقاد جازم ترقی کرکے مقام احسان تک پہنچ جاتا ہے مگر یہ اختیاری امر نہیں صرف خدا کے دین کی بات ہے جسے چاہے مرحمت فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں یہ مقام پہلے ہی قدم پر میسر آجاتا تھا اسی کو حنظلہ صحابی نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ جب ہم آپ کی صحبت میں آجاتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا عالم آخرت تمام کا تمام آنکھوں کے سامنے رکھا ہوا ہے۔ اور جب آپ کی صحبت سے اٹھ آتے ہیں تو پھر قلب کی یہ کیفیت نہیں پاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری یہ کیفیت دائمی بن جائے تو تم اس کو برداشت نہیں کرسکتے نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری بشریت کی قبا تار تار ہوجائے گی اور تم فرشتوں میں شامل ہوجاؤ گے۔ شریعت کا مقصد بشریت کی تکمیل ہے۔

Marfat.com

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَاذَاکَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ نَکُوْنُ عِنْدَکَ تُذَکِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّۃِ کَأَنَّا رَأْیُ عَیْنٍ فَإِذَا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِکَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالضَّیْعَاتِ نَسِیْنَا کَثِیْرًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً وَسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (مسلم۔ مشکوٰۃ)

(۲۸۹) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ غَدَا أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ هَلَکْنَا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ قَالَ وَمَاذَاکَ قَالُوا النِّفَاقَ النِّفَاقَ قَالَ أَلَسْتُمْ تَشْهَدُوْنَ

عرض کیا۔ یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ آپ نے تعجب سے پوچھا کیا بات پیش آئی؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جب آپ کے پاس سے باہر آجاتے ہیں تو پھر وہی بیبیوں، بچوں اور زمینوں کے قصوں میں گرفتار ہوجاتے ہیں اور آپ کی تذکیر کا بڑا حصہ بھول جاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ قائم رہو جو میری محفل میں ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بچھونوں پر اور راستوں میں کھلم کھلا تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہؓ گاہ چنیں گاہ چناں۔ تین بار فرمایا۔ (مسلم)

(۲۸۹) انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کی خدمت میں صبح کے وقت حاضر ہوئے اور کہا رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہوگئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا دل میں نفاق ہی نفاق نظر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کلمۂ توحید و رسالت کی دل سے گواہی نہیں دیتے ہو۔ عرض کیا کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر یہ نفاق نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ انھوں نے دوبارہ عرض کیا

قلب ماہیت نہیں۔ ہاں رفتہ رفتہ جب انسان کے جسم ناسوتی کے ضعیف تعمیر تجلیات ربانیہ کی عادی بن جاتی ہے تو پہلے جو شخص ایک گھونٹ کی تاب نہ لا سکتا تھا اب خم کے خم چڑھا کر بھی مدہوش نہیں ہوتا۔ خواجہ حافظؒ نے ان ہی منازل کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

در بزم دور یک دو قدح درکش و برو — یعنی طمع مدار وصالِ دوام را

انسانی ترقی کا راز غیبت و حضور کے اسی غوطہ زنی میں مضمر ہے۔ اگر مسلسل غیبت ہوجائے تو بحر محبت کے شناوروں کی ہمت شکستہ ہوجائے اور اگر حضور بے غیبت دائمی بن جائے تو بھی وصل دوام کی وجہ سے حرارتِ عشق سرد پڑجائے۔ اسی کی طرف حدیث کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ولکن یا حنظلہ ساعۃ و ساعۃ۔

Marfat.com

أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن محمدا عبده ورسوله قالوا بلى قال ليس ذاك
النفاق قال ثم عادوا الثانية فقالوا يا رسول الله هلكنا ورب الكعبة قال وما ذاك
قالوا النفاق النفاق قال ألستم تشهدون أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأن
محمدا عبده ورسوله قالوا بلى قال ليس ذلك النفاق قال ثم عادوا الثالثة فقالوا
يا رسول الله هلكنا ورب الكعبة قال وما ذاك قالوا إنا إذا كنا عندك كنا
على حال وإذا خرجنا من عندك همتنا الدنيا وأهلونا قال لو أنكم إذا خرجتم من
عندي تكونون على ما أنتم عليه لصافحتكم الملائكة بطرق المدينة. رواه أبو يعلى
ورجاله رجال الصحيح غير غسان بن برزين وهو ثقة. مجمع الزوائد ص ۳۱

(۲۹۰) عن جبير بن مطعم قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقرأ في المغرب
بالطور فلما بلغ هذه الآية أم خلقوا من غير شيء أم هم الخالقون أم خلقوا السموات
والأرض بل لا يوقنون أم عندهم خزائن ربك أم هم المصيطرون كاد قلبي
أن يطير (رواه البخاري ص ۷۲۰)

یارسول اللہ رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہوگئے آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا دل میں
نفاق ہی نفاق معلوم ہوتا ہے آپ نے فرمایا کیا تم توحید و رسالت کی دل سے گواہی نہیں دیتے۔ عرض
کیا کیوں نہیں۔ فرمایا تو پھر یہ نفاق نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ تیسری بار انھوں نے پھر یہی کہا۔ یارسول اللہ
رب کعبہ کی قسم ہم تو ہلاک ہوگئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ (اس مرتبہ انھوں نے زیادہ تفصیل سے)
کہا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو ہماری حالت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ اور جب آپ
کے پاس سے باہر چلے آتے ہیں تو پھر دنیا اور گھر بار کی فکر ہمیں گھیر لیتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تم اسی
حالت پر ہمیشہ رہتے جو میری صحبت میں ہوتی ہے تو مدینہ کی گلیوں میں فرشتے تم سے مصافحہ کرنے لگتے (ابو یعلی)

(۲۹۰) جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
سورۂ والطور پڑھتے سنا جب آپ اس آیت پر پہنچے ام خلقوا الخ کیا یہ لوگ از خود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ
خود خالق ہیں کیا آسمان اور زمین کو انھیں لوگوں نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کو یقین
نہیں۔ کیا ان کے پاس خدا کے خزانے ہیں کیا یہی لوگ داروغہ بنائے گئے ہیں تو مجھ کو یوں معلوم ہوتا تھا
کہ میرا دل اب اڑا اب اڑا۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

الایمان هو اعتقاد بتوحید الله تعالیٰ و تصدیق بالرسالة وان الرسل عباد الله وان الجنة حق والنار حق ۔ ولا یدخل احد الجنة الا به

خدا تعالیٰ کی توحید، رسولوں کی رسالت، ان کی بندگی کا اعتقاد اور جنت و دوزخ کے وجود کو تسلیم کرنا جزء ایمان ہے اس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہ ہو گا۔

واضح رہے کہ حدیثوں میں ایمان کی تعریف کے بارے میں اجمال و تفصیل کا تھوڑا سا اختلاف نظر آتا ہے کہیں اس میں صرف کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اور کہیں اس کے ساتھ رسالت کی تصدیق بھی شرط معلوم ہوتی ہے اور کہیں ان دونوں کے ساتھ بعض اور اعتقادیات بھی شامل نظر آتے ہیں اور کہیں اعتقادیات کے ساتھ اعمال کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر کہیں صرف اعمال ہی کو ایمان کہدیا جاتا ہے لیکن ان تمام صورتوں میں جو صورت عام طور پر حدیثوں میں ذکر ہوتی ہے وہ توحید کے ساتھ رسالت کی بھی تصدیق ہے۔ اس عبارتی اختلاف کی وجہ سے اعمال کی جزئیت و عدم جزئیت میں تو محدثین و فقہاء کے مابین کچھ لفظی سا نزاع پیدا ہو گیا ہے مگر یہ مسئلہ کسی اختلاف کے بغیر ہمیشہ مسلم چلا آیا ہے کہ ایمان کے لئے خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کی رسالت کی تصدیق دونوں ہی اجزاء لاینفک ہیں۔ اس وقت یہاں ہماری غرض صرف اسی پر کلام کرنا ہے کہ شرائع سماویہ میں رسولوں پر ایمان لانا بھی ہمیشہ توحید الٰہی کے برابر کا جزء سمجھا گیا ہے۔ آسمانی مذاہب میں سے کسی ایک مذہب میں بھی صرف خدا تعالیٰ کی توحید کو مدار نجات نہیں سمجھا گیا یہ صورت بالکل جداگانہ ہے کہ اگر کوئی زمانہ ایسا گذرا ہو جس میں خدا تعالیٰ کا کوئی رسول ہی موجود نہ ہو، یا کوئی ایسا مقام ہو جہاں کسی رسول کی آواز ہی نہ پہنچ سکتی ہو تو کیا اس کے لئے بھی رسول پر ایمان لانا ضروری ہو گا۔ ان فرضی صورتوں سے گذر کر ہمیں اس وقت اس پر کلام کرنا منظور ہے کہ کسی رسول کی دعوت پہنچ جانے کے بعد بھی کیا کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو رسول پر ایمان لانے سے مستثنیٰ ہو سکے۔ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن و حدیث کے تواتر سے یہ ثابت ہے کہ رسولوں کی تصدیق نجات ابدی کے لئے ایسی ہی ضروری چیز ہے جیسی کہ خدا تعالیٰ کی توحید۔ اس میں کسی تفریق کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس مضمون پر ایمان بالرسول کے عنوان کے تحت ترجمان السنہ جلد اول میں بھی کچھ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور قیامت کے انکار کو بھی یہی حیثیت حاصل ہے یعنی توحید کی طرح ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے۔

Marfat.com

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا۔ (نساء)

اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ یقیناً بہک کر دور جا پڑا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام عموماً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خصوصاً، سب اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان رحمت ہیں ان ہی کے طفیل میں عالم کو نجات ابدی نصیب ہوئی اگر ان کا مبارک وجود نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کی ذات اتنی بے نیاز تھی کہ کسی کو اپنی ذات وصفات کی اطلاع تک نہ دیتی اور نہ کوئی فرد بشر اس کی ذات کو پہچان سکتا۔ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کسی کو ان اوامر ونواہی کا مکلف نہ بناتا جن میں سراسر مخلوق ہی کا نفع مضمر تھا اور کسی کو حق تعالیٰ کی مرضیات و نامرضیات کا علم نہ ہوتا پس اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب متفق ہیں اور ان میں ایک متفق علیہ عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے اور ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کو اپنا معبود نہ بنانا چاہئے یہ سعادت صرف انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کے سوا اور کسی کو میسر نہیں ہوئی بلکہ یہ حقیقت بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی اور کی زبان سے بھی کبھی ادا نہیں ہوئی۔ منکرین نبوت اگر خدا تعالیٰ کو ایک کہتے ہیں تو یا تو وہ صرف اہل اسلام کی تقلید میں کہتے ہیں اور یا پھر صرف صفتِ وجوب میں اس کو واحد کہتے ہیں استحقاق عبادت میں نہیں۔ اہل اسلام کے نزدیک حق تعالیٰ کی ذات جس طرح صفتِ وجوب میں یکتا و یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح استحقاقِ عبادت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے معنی بھی باطل معبودوں کی عبادت کی نفی اور معبود برحق کا اثبات ہے۔ دوسری بات جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے انسانوں کی طرح ایک بشر ہی تصور کرتے ہیں، صرف ایک اللہ ہی کی ذات کو معبود سمجھتے ہیں اسی کی عبادت کی مخلوق کو دعوت دیتے ہیں اور حق تعالیٰ کی ذات پاک کو حلول و اتحاد سے منزہ تصور فرماتے ہیں۔ منکرین نبوت کی تعلیم یہ نہیں ان میں بعض تو یہاں تک تجاوز کر گئے ہیں کہ خود ہی مدعی الوہیت بن گئے ہیں اور اپنی ذات میں حق تعالیٰ کے حلول کے معتقد ہیں۔ لہٰذا اپنے نفس پر الوہیت کے اطلاق کرنے میں کوئی باک نہیں کرتے اور اس گمراہی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں کسی بات کی ممانعت ہی کیا لہٰذا جو وہ کہدیں وہ سب درست اور جو کر گذریں وہ سب جائز ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا قدم بندگی کی حدود سے ہی باہر نکل گیا پھر وہ ہر قسم کے برے افعال میں مبتلا ہوئے اور ان کی وجہ سے دوسروں کے لئے بھی ان افعال کی اباحت کا دروازہ کھل گیا۔

Marfat.com

تیسری بات جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ یہ حضرات ملائکہ معصوم کے نزول کے قائل ہیں ان میں کسی قسم کا لوث تسلیم نہیں کرتے اور ان کو امین اور خدا تعالیٰ کی وحی کا حامل سمجھتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام دین کی جو بات فرماتے ہیں وہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے مؤید ہوتے ہیں۔ بالفرض اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہو جاتی ہے تو فوراً وحی الٰہی اس کا تدارک کر دیتی ہے اس کے برعکس منکرین نبوت کے روسا جو کہتے ہیں اپنی جانب سے کہتے ہیں اور اپنی الوہیت کے گھمنڈ میں سب کو حق تصور کرتے ہیں انصاف کرنا چاہئے کہ بھلا ایسے بے عقلوں کی باتوں کا کیا اعتبار کرنا چاہئے اور ان کی اتباع کیسے کرنی چاہئے۔ (مکتوب ۲۳ جلد اول ص ۹ مکتوب سوم جلد سوم)

حضرت مجدد صاحبؒ کے اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ جب یہ کلمہ نفی استحقاق عبادت کے معنی میں صرف انبیاء علیہم السلام کی زبان فیض ترجمان سے شروع ہوتا ہے تو اب اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اس کلمہ کو پڑھے گا وہ درحقیقت صرف ان کی اتباع اور ان کی تصدیق کے بعد ہی پڑھے گا اس لئے اس کلمہ کا پڑھنا ہی خود رسالت کی تصدیق کو متضمن ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ کافروں کو براہ راست خدا تعالیٰ کی ذات سے تو عداوت کبھی نہیں ہوئی ان کو جو کچھ عداوت بھی وہ رسول کی ذات سے تھی یا اس خدا سے تھی جس کی طرف اس رسول نے ان کو دعوت دی۔ پس انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی توحید کو تسلیم کر لینا یہ درحقیقت ان کی تصدیق ہی کا نتیجہ ہو سکتا ہے۔ یہ سوال محض فرضی ہے کہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت انبیاء علیہم السلام کے توسط کے بغیر حاصل ہو جائے تو اس کا حکم کیا ہوگا اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے جب بھی اس کا وجود اتنا نادر ہوگا کہ ایسی نادر جزئیات پر حدیثوں کو حمل نہیں کیا جا سکتا تاکہ اس میں تاویل کی ضرورت ہو

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کے علاوہ اور بہت سے مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی حق کا کوئی وجود ہے وہ سب ان حضرات ہی کا طفیل اور ان ہی کے برکات کا بلا واسطہ، یا بالواسطہ اثر ہے۔ پس جن کے وجود سے صحیح عقائد دنیا کو پہنچے اگر ان ہی کو درمیان سے علیحدہ کر دیا جائے تو کسی آسمانی دین کی بنیاد ہی قائم نہیں رہتی۔ چہ جائے کہ اس سے اس طرح صرف نظر کر لی جائے کہ رسول کی پوری زندگی اور اس کی پوری تعلیمات کا منکر صرف اپنی مزعوم توحید کی بنا پر نجات پانے کا مستحق ہو۔ یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ توحید کے معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک سمجھنا نہیں ہے نہ صرف وحدانیت کوئی کمال ہے بلکہ اجمالاً ان تمام صفات کمالیہ کے ساتھ واحد جاننا بھی ضروری ہے جو حق تعالیٰ کی درحقیقت صفات ہیں پھر ان صفات کا اجمالی علم بھی اسی وقت کافی ہو سکتا ہے جبکہ عقیدہ میں شرک کا کوئی شائبہ موجود نہ ہو۔ اگر صفات کے اجمال بلکہ اس کی تفصیلات کے ساتھ کوئی ادنیٰ درجہ کا شرک بھی موجود ہے تو یہ توحید

Marfat.com

توحید ہی نہیں کہلائے گی۔ ایمان کے لئے وہ توحید خالص درکار ہے جس میں شرک کا کوئی شائبہ نظر نہ آئے یہ توحید صرف انبیاء علیہم السلام کے توسط سے حاصل ہو سکتی ہے[1]۔ جس طرح خدا تعالیٰ کی توحید صرف زبان سے اس کو ایک کہنے کا نام نہیں اسی طرح رسول پر ایمان بھی صرف اس کو ایک سچا انسان مان لینے کا نام نہیں بلکہ اس کو ان تمام عظمتوں کے ساتھ ماننا ضروری ہے جو قرآن کریم نے اس کے لئے لازم قرار دیں۔ اسی طرح ان عقائد سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی ضروری ہے جو اس کی حدود عظمت سے باہر ہوں اور اسی کے ساتھ یہ بھی لازم ہے کہ آپ کی شریعت کو اپنی معاش و معاد کا واحد دستور العمل بنالے۔ ایک نصرانی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاکر اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا جب تک وہ ان کو خدا تعالیٰ کا ایک بندہ تسلیم نہ کر لے اور آپ کے دین کو مکمل طور پر قبول نہ کر لے۔ پھر جب رسول کی ہستی اس طرح واجب التسلیم ہو جاتی ہے تو بقیہ تمام مغیبات کی تصدیق بھی اسی کی تصدیق کے ضمن میں خود بخود لپٹ جاتی ہے۔ جنت و دوزخ، فرشتے، تقدیر اور آخرت کے تمام احوال سب اسی ذیل میں آجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر حدیثوں میں صرف شہادتین کے ذکر پر کفایت کر لی گئی ہے اور کہیں ان کے ساتھ اور اعتقادیات کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ اب اگر ان کا پیغام رسول ہونا امت کو بذریعہ تواتر ثابت ہو گیا ہے تو امت نے ان کو بھی رسول ہی کے تصدیق کا جز سمجھ لیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام مغیبات پر ایمان، رسول پر ایمان میں درج ہے اور رسول پر ایمان کلمہ لا الہ الا اللہ پر ایمان لانے میں درج ہے۔ اس لئے ان حدیثوں کے درمیان اصل مضمون کا کوئی اختلاف نہیں صرف اجمال و تفصیل یا محض ایک اسلوب بیان کا اختلاف ہے اس سے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی موشگافی کرنی تحقیق نہیں بلکہ زندقہ ہے۔

اسی لئے حافظ ابن تیمیہؒ نے کلمہ طیبہ کی حقیقت کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

فدین الاسلام مبنی علی اصلین من خرج عن واحد منهما فلا عمل له ولا دین ان نعبد الله وحدہٗ

---

[1] حافظ ابن تیمیہؒ کی حسب ذیل تحقیق نہایت قابل قدر ہے وہ فرماتے ہیں۔

وقد بینا فی (الصارم المسلول) ان التوحید والایمان بالرسل متلازمان وکل امة لا تصدق الرسل فلا تکون الا مشرکة وکل مشرك فانه مکذب للرسل فمن دخل فی نوع من الشرك الذی نهت عنه الرسل فانه مناقض لهم مخالف لموجب رسالتهم (کتاب الرد علی البکری ص۲۶۲)

ہم نے اپنی کتاب (الصارم المسلول) میں یہ بات واضح طور پر ثابت کر دی ہے کہ توحید اور رسولوں پر ایمان لانا یہ دونوں باتیں باہم متلازم ہیں جو لوگ رسولوں کی تصدیق نہیں کرتے وہ یقیناً مشرک ہوتے ہیں اور جو مشرک ہیں وہ بلاشبہ رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اسلئے جو شخص شرک کی کسی نوع میں بھی مبتلا ہوگا وہ ان کا دشمن اور ان کی رسالت کے مقتضی کا مخالف کہلائیگا کیونکہ رسولوں نے شرک کی جملہ اقسام کی ممانعت کی ہے۔ (کتاب الرد علی البکری ص۲۶۱)

Marfat.com

ولا نشرک بہ شیئا وعلی ان نعبدہ بما شرع لا بالحوادث البدع وھو حقیقۃ قول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (الرد علی البکری)

یعنی دین اسلام کے دو اصول ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کردے نہ اس کا دین معتبر ہے نہ کوئی عمل۔ ایک یہ کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ دوم یہ کہ ہم ان طریقوں سے اس کی عبادت کریں جو شریعت کے مقرر کردہ ہوں نو ایجاد طریقے نہ ہوں۔ یہی کلمہ طیبہ کی اصلی حقیقت ہے۔

عبارت بالا میں حافظ موصوف نے بڑی خوبی سے توحید و رسالت کی روح بتادی ہے یعنی دعوت انبیاء علیہم السلام کا اصل مرکز توحید فی العبادۃ ہے، لہذا صرف زبان سے خدا تعالیٰ کو ایک کہہ کر کوئی شخص فرض توحید سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ دوم رسالت کے تسلیم کرنے کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں ان کے بتائے ہوئے طریقوں سے سر مو تجاوز نہ کرے۔ گویا اسلام یہ ہے کہ صرف ایک ہی کی عبادت کرے اور وہ بھی صرف اس طریقے سے کرے جس طرح کہ اس کے رسول نے بتائی ہو۔

یہاں حضرت استاد قدس سرہ نے ایک نہایت لطیف اور اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں ان میں جہاں کہیں صرف کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا ذکر ہے وہاں رسالت کا دوسرا جزء محذوف ہے اور جہاں اس کے ساتھ شہادۃ کا لفظ بھی موجود ہے وہاں رسالت کی شہادت کا دوسرا جزء بھی ضرور موجود ہوتا ہے۔ ان کے سوا جن حدیثوں میں صرف توحید کی شہادت پر نجات کا وعدہ مذکور ہے اول تو وہ اس درجہ صحیح نہیں پھر وہ بھی بہت شاذ و نادر ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ شہادتین ایمان کے اجزاء ہیں اس کا ایک جزء دوسرے سے جدا ہو ہی نہیں سکتا اور کلمہ طیبہ تمام شریعت کا ایک سرنامہ اور اسلام کا گویا ایک کلی عنوان بن گیا ہے۔ لہذا اس سرخی میں وہ سارا مضمون اجمالاً سمایا ہوا ہوتا ہے جس کی یہ سرخی قرار دی گئی ہے۔ اس لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ دوسری شہادۃ کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان حدیثوں کی مراد یہ ہوتی ہے کہ جو لوگ اس کلمہ کے قائل ہیں یعنی مسلمان، ان کے لئے جنت کی بشارت ہے۔ اور جہاں شہادت کا لفظ اضافہ ہو جاتا ہے وہاں خاص ایک عقیدہ کا بیان کرنا منظور ہوتا ہے جس کی شہادت ایمان کے لئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ ایمان کے لئے چونکہ صرف توحید کی شہادت کافی نہیں اس لئے اس کے ساتھ محمد رسول اللہ کی شہادت کا دوسرا جزء بھی لازمی طور پر مذکور ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر یہ مضمون ادا کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس ایمان کی حقیقت کیا ہے جس کے بغیر جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو اس جگہ توحید و رسالت دونوں اجزاء کی شہادت لازمی طور پر مذکور ہوتی ہے اور جہاں یہ بتانا مقصود ہوتا ہے کہ وہ کونسی جماعت یا کونسا مذہب ہے جس کے لئے جنت کی بشارت ہے تو اس کو یوں ادا کردیا جاتا ہے کہ جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو اور جس کا انتساب اس کلمہ کی طرف ہو۔ (دیکھو ترجمان السنہ ص ۲۲۵)

Marfat.com

(۲۹۱) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ شَھِدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاَنَّ عِیْسٰی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ وَاَنَّ الْجَنَّۃَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ عَلٰی مَا کَانَ مِنْ عَمَلٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالَی الْجَنَّۃَ مِنْ اَبْوَابِھَا الثَّمَانِیَۃِ مِنْ اَیِّھَا شَاءَ دَخَلَ۔ (متفق علیہ)

(۲۹۱) عبادہ بن صامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر اللہ جو تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ اس کے بندہ اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندہ، اس کے رسول، اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریمؑ پر القا فرمایا تھا اور اس کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک روح ہیں اور جنت حق ہے جہنم حق ہے تو (ان اصولی عقائد کے تسلیم کرنے کے بعد) اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کریگا خواہ اس کے اعمال کچھ بھی ہوں۔ دوسری روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کریگا (اور اسے اختیار دے گا کہ) وہ جنت کے آٹھ دروازوں میں جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (متفق علیہ)

(۲۹۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود ملعون قرار دیتے تھے (والعیاذ باللہ) اور نصاریٰ خدا کا بیٹا۔ اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ دونوں عقیدے سراسر افراط و تفریط کی راہیں ہیں وہ عبدیت و رسالت کی صفت سے سرمو بھی متجاوز نہ تھے۔ روح اللہ ان کا صرف ایک لقب تھا۔ نصاریٰ کو یہاں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے جزئیت کی نسبت سمجھنے لگے۔ (والعیاذ باللہ) حالانکہ عرب میں اضافت کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں ایک قسم اضافت تشریف بھی ہے۔ جیسی بیت اللہ میں اس اضافت کا مطلب بھی یہ نہیں کہ اس بیت محترم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کو تمکن کا حقیقۃً کوئی علاقہ ہے بلکہ صرف اس کی شرافت کا اظہار مقصود ہے روح اللہ اور کلمۃ اللہ کی اضافت کا مفہوم بھی تشریف سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ یہاں شیخ اکبرؒ نے ایک اور لطیف تحقیق لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یوم میثاق میں تمام ارواح سے عہد لیکر سب کو تو پھر اصلاب آباء میں واپس کر دیا گیا تھا ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح تھی جو واپس نہیں کی گئی تھی اسکو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا تھا تاکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ آئے تو وہ اس امانت الٰہیہ کو براہ راست حضرت مریمؑ کے حوالہ کر دیں۔ چنانچہ جب ان کی ولادت کا زمانہ آیا تو وہ ایک خوبصورت انسان کی شکل میں متشکل ہوئے اور یہ امانت ان کے حوالہ کر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ اور روح منہ ہونے کی حقیقت یہ ہے (دیکھو الیواقیت والجواہر ص۱۱۱) اس تحقیق کا ابتدائی حصہ مسند امام احمد میں بھی مذکور ہے اور صاحب مشکوٰۃ نے بھی تقدیر کے باب میں اس کو نقل کیا ہے۔

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نجات ابدی کا تمام دارومدار ایمان و عقائد کی اصلاح پر ہے۔ اس میں کوئی ادنیٰ فروگذاشت بھی قابل درگذر نہیں ہو سکتی۔ ہاں اعمال کی ہر کمزوری قابل درگذر ہو سکتی ہے۔ اسلامی تمام عقائد کی روح توحید و رسالت ہے

(باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

(الف ۲۹۱) عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ سَمِعَ الْقَوْمَ وَهُمْ يَقُولُونَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَحَجٌّ مَبْرُورٌ ثُمَّ سَمِعَ نِدَاءً فِي الْوَادِي يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْهَدُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا يَشْهَدَ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا بَرِئَ مِنَ الشِّرْكِ. رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی ورجال احمد موثوقون۔

(ب ۲۹۱) يحيى عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَكَيْتُ فَقَالَ مَهْلًا لِمَ تَبْكِي فَوَاللّٰهِ لَئِنِ اسْتُشْهِدْتُ لَأَشْهَدَنَّ لَكَ وَلَئِنْ شُفِّعْتُ لَأَشْفَعَنَّ لَكَ وَلَئِنِ اسْتَطَعْتُ لَأَنْفَعَنَّكَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(الف ۲۹۱) عبداللہ بن سلام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ دفعۃً صحابہ کو آپ سے یہ دریافت کرتے سنا، یارسول اللہ کون سے عمل افضل ہیں آپ نے فرمایا اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانا، اللہ کے لئے جہاد کرنا اور جنایت کے بغیر حج کرنا اتنے میں وادی سے ایک آواز سنائی دی کوئی کہنے والا کہتا ہے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا میں بھی اس کی گواہی دیتا ہوں اور اس کی بھی کہ جو شخص یہ گواہی دے اس نے شرک سے اپنی بیزاری کا اظہار کر دیا۔

(ب ۲۹۱) یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ میں عبادۃ بن الصامت کی خدمت میں ایسے وقت پہنچا جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھے۔ ان کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہو گیا۔ انھوں نے فرمایا ٹھہرو کیوں روتے ہو، اگر تمہارے حق میں مجھ سے شہادت طلب کی گئی تو میں تمہارے لئے شہادت دونگا اور اگر میری سفارش منظور کی گئی تو تمہار

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مگر وہ توحید نہیں جس کو عقیدۂ تثلیث کے ساتھ نبھایا جاسکے بلکہ وہ توحید جس میں مثال و نظیر کی شرکت کی گنجائش نہ ہو اس لئے نصاریٰ کو یہ اقرار کرنا ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندے تھے اور یہود کو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ملعون (والعیاذ باللہ) نہیں تھے بلکہ خدا کے مقدس رسول تھے، کلمۃ اللہ بھی تھے اور روح اللہ بھی یہاں اعتدال بس یہی ہے اس کے بغیر جنت میں داخلہ نہیں ہو سکتا۔

) اس روایت سے معلوم ہوا کہ توحید کا اصل رکن شرک سے بیزاری ہے۔ جن عقائد میں شرک کی بو آتی رہے وہ اسلامی توحید کے منافی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت اسلام کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کے ماننے سے انبیاء علیہم السلام خود بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، ان کے لئے بھی یہ اسی طرح واجب التسلیم ہیں جس طرح ان کی امت کے لئے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان صرف ایک علم نہیں بلکہ قلب کا اختیاری عمل ہے جیسا جہاد اور حج جوارح کے عمل ہیں۔

Marfat.com

فِيهِ خَيْرٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمُوهُ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا وَسَوْفَ أُحَدِّثُكُمُوهُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحِيطَ بِنَفْسِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ (اخرجه مسلم)

(۲۹۲) عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ الَّذِي نَحْنُ فِيهِ فَقَالَ مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَهُوَ لَهُ نَجَاةٌ (اخرجه ابو یعلی والعقیلی والدارقطنی فی الافراد)

لئے ضرور سفارش کروں گا اور اگر کوئی نفع رسانی میرے بس میں ہوگی تو میں ہرگز اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ اس کے بعد فرمایا بخدا کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں تمہارے لئے کوئی بہتری کی بات ہو اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مگر اس کو میں نے تم سے بیان کر دیا ہے صرف ایک حدیث باقی ہے اور آج جبکہ میرا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرنے والا ہے اسے بھی تم سے بیان کئے دیتا ہوں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو شخص اس کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب دوزخ حرام کر دیگا۔ (مسلم)

(۲۹۲) ابوبکر صدیقؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے دین میں مدار نجات کیا چیز ہے فرمایا جو اس بات کی گواہی دے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ بس یہی اس کے لئے باعث نجات ہے۔

---

(۲۹۲) مسند امام احمد میں اس حدیث کے شروع میں حضرت عثمانؓ کا ایک طویل واقعہ ذکر کیا ہے جس کو صاحب مشکوٰۃ نے باب الکبائر میں نقل کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو صحابہ کے دلوں پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور ان کے دلوں میں طرح طرح کے وساوس گذرنے لگے میں بھی ان ہی میں کا ایک فرد تھا میں اسی غم واندوہ کے حال میں بیٹھا ہوا تھا کہ عمرؓ میرے پاس سے گذرے انھوں نے سلام کیا مگر مجھے کچھ خبر نہ ہوئی انھوں نے ابوبکرؓ سے اس بات کی شکایت کی وہ دونوں مل کر میرے پاس آئے اور سلام کیا ابوبکرؓ بولے آپ نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ میں نے کہا میں نے تو ہرگز ایسا نہیں کیا عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم آپ نے ضرور یہ بے اعتنائی کی ہے۔ انھوں نے فرمایا بخدا مجھے تو اپنے غم میں یہ خبر تک نہ ہوئی کہ آپ یہاں سے گذرے تھے اور مجھے سلام کیا تھا۔ ابوبکرؓ نے فرمایا عثمانؓ نے سچ کہا انھیں ایک بڑے معاملہ کی فکر نے ادھر سے بے خبر بنا دیا تھا۔ میں نے کہا یہی بات تھی۔ انھوں نے فرمایا تو فرمایئے وہ فکر کیا ہے میں نے کہا فکر یہ ہے کہ آپ کی تو وفات ہوگئی اور ہم آپ سے یہ تحقیق نہ کر سکے کہ دین میں مدار نجات کیا چیز ہے۔ ابوبکرؓ بولے میں اس کی تحقیق کر چکا ہوں۔ یہ سن کر میں ان کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور میں نے کہا میرے والدین آپ پر قربان ہوں آپ ہی اس تحقیق کے سب سے زیادہ اہل تھے (تو بتلایئے وہ بات کیا ہے) انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا دین میں مدار نجات کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص وہی ایک کلمہ جس میں نے اپنے چچا کے سامنے پیش کیا تھا اور انھوں نے نہ مانا تھا میری جانب سے قبول کرلے گا تو وہی اس کے لئے نجات کا موجب ہو جائیگا۔

Marfat.com

(۲۹۳) عَنْ مَحْمُوْدٍ اَنَّهٗ عَقَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَجَّةً مَجَّهَا مِنْ دَلْوٍ كَانَتْ مِنْ دَارِهِمْ قَالَ سَمِعْتُ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيَّ ثُمَّ اَحَدَ بَنِيْ سَالِمٍ قَالَ غَدَا عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَنْ يُّوَافِيَ عَبْدٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔ (رواہ البخاری)

(۲۹۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِيْدٌ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ الْعَدُوَّ قَدْ حَضَرَ وَهُمْ شِبَاعٌ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ اَلَا نَنْحَرُ نَوَاضِحَنَا فَنُطْعِمُهَا النَّاسَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا بَلْ يَجِيْءُ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَا فِيْ رَحْلِهٖ وَفِيْ لَفْظٍ مَنْ كَانَ مَعَهٗ فَضْلُ طَعَامٍ فَلْيَجِئْ بِهٖ وَبَسَطَ نِطْعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالْمُدِّ وَالصَّاعِ وَاَكْثَرَ وَاَقَلَّ فَكَانَ جَمِيْعُ مَا فِي الْجَيْشِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ صَاعًا فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنْبِهٖ وَدَعَا بِالْبَرَكَةِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ خُذُوْا

---

(۲۹۳) محمود بن ربیع کہتے ہیں کہ مجھے وہ کلی خوب یاد ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر کے ڈول سے پانی پی کر میرے منہ پر ڈالی تھی۔ محمود بیان کرتے ہیں کہ میں نے عتبان بن مالک انصاری سے سنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ ایک روز میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا جو بندہ ایسا ہوگا کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کہا ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ ضرور حرام کردے گا۔ (بخاری شریف)

(۲۹۴) عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (زادِ راہ کے فقدان کی وجہ سے) ہمیں سخت بھوک کی نوبت آئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ دشمن سامنے موجود ہے وہ شکم سیر ہے اور ہم لوگ بھوکے۔ انصار نے کہا تو کیا ہم اپنی اونٹنیاں ذبح کرکے ان کا گوشت لوگوں کو نہ کھلادیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ کسی کے کجاوہ میں جو کچھ ہو، یا یہ فرمایا جس کے پاس کچھ بچا ہوا کھانا ہو وہ میرے پاس لے آئے اور (یہ کہہ کر) آپ نے چمڑے کا ایک دسترخوان بچھایا۔ کوئی ایک مد لایا، کوئی ایک صاع، کوئی اس سے زیادہ اور کوئی اس سے کم۔ اس وقت تمام لشکر میں سے کھانے کی جو مقدار جمع ہوسکی وہ بیس صاع کچھ زیادہ ہوگی۔ آپ اس کے ایک طرف بیٹھ گئے اور اس میں برکت کیلئے دعا فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں کو آواز دی اور فرمایا لو بسم اللہ کرکے اب اس سے اطمینان کے ساتھ لیتے جاؤ اور لوٹ نہ مچاؤ۔ لوگ اپنے اپنے توشہ دان اور گونوں اور برتنوں میں بھر بھر کر لیجانے لگے۔ یہاں تک کہ (کسی کو کچھ نہ ملا تو اس نے) اپنی آستین ہی کا منہ باندھ کر اسی کو بھر لیا۔ یہ تمام لشکر اپنا راشن

Marfat.com

وَلَا تَنْتَهِبُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْخُذُ فِي جِرَابِهِ وَفِي غِرَارَتِهِ وَأَخَذُوا فِي أَوْعِيَتِهِمْ حَتّٰى إِنَّ الرَّجُلَ لَيَرْبِطُ كُمَّ قَمِيصِهِ فَيَمْلَأُهُ فَفَرَغُوا وَالطَّعَامُ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ لَا يَأْتِي بِهِمَا عَبْدٌ مُحِقٌّ إِلَّا وَقَاهُ اللّٰهُ حَرَّ النَّارِ. اخرجه ابن راهويه والعدنی وابویعلی والحاکم وغیرھم۔

(۲۹۵) عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْكَدِيدِ أَوْ قَالَ بِقُدَيْدٍ فَجَعَلَ رِجَالٌ يَسْتَأْذِنُونَ إِلٰى أَهْلِيهِمْ فَيَأْذَنُ لَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَكُونُ شِقُّ الشَّجَرَةِ الَّتِي تَلِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْغَضَ إِلَيْهِمْ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَلَمْ نَرَ عِنْدَ ذٰلِكَ مِنَ الْقَوْمِ إِلَّا بَاكِيًا فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الَّذِي يَسْتَأْذِنُكَ بَعْدَ هٰذَا لَسَفِيهٌ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ حِينَئِذٍ أَشْهَدُ عِنْدَ اللّٰهِ لَا يَمُوتُ عَبْدٌ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ ثُمَّ يُسَدِّدُ إِلَّا سَلَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ وَقَدْ وَعَدَنِي رَبِّي أَنْ يُدْخِلَ مِنْ أُمَّتِي

لے کر فارغ ہوگیا اور وہ کھانا تھا کہ جوں کا توں ہی رکھا ہوا تھا۔ اس عظیم الشان برکت کے ظہور کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی بھی کہ میں اس کا رسول ہوں، جو بندہ سچے دل کے ساتھ یہ شہادت دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آنچ سے بچالے گا۔ (حاکم)

(۲۹۵) رفاعہ جہنی روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے یہاں تک کہ جب مقام کدید یا قدید (شک راوی ہے) پہنچ گئے تو کچھ لوگ اپنے گھر جانے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرنے لگے آپ ان کو اجازت دیتے رہے۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگوں کا حال کیا ہوگیا ہے کہ ان کے نزدیک درخت کا وہ رخ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتا ہے اس کی دوسری سمت سے زیادہ مبغوض ہوتا ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ ہم نے لوگوں میں کسی کو نہ دیکھا جو روتا نہ ہو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کے بعد اب جو شخص بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ پہلے درجے کا بیوقوف ہوگا۔ یہ سن کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا میں خدا تعالیٰ کے سامنے گواہی دیتا ہوں کہ جو بندہ بھی سچے دل کو گواہی دیتا ہوا مرے گا کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور اس بات کی کہ میں اس کا رسول ہوں اس کے بعد اس کو اس شہادت پر صحیح طور پر قائم رہنے کی توفیق ملے گی تو وہ سیدھا جنت میں چلا جائے گا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار افراد کسی حساب وعذاب کے بغیر جنت میں جائیں گے

Marfat.com

سَبْعِيْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَيْهِمْ وَلَا عَذَابَ وَاِنِّي لَاَرْجُوْ اَنْ لَا يَدْخُلُوْهَا حَتّٰى تَبَوَّءُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَائِكُمْ وَاَزْوَاجِكُمْ وَذُرِّيَّاتِكُمْ مَسَاكِنَ فِي الْجَنَّةِ۔

(وعنہ من طریق ثانی) قَالَ صَدَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَسْتَاْذِنُوْنَہ فذکر الحدیث قَالَ وَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ الَّذِيْ يَسْتَاْذِنُكَ بَعْدَ هٰذِهٖ لَسَفِيْهٌ فِيْ نَفْسِيْ ثُمَّ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ عِنْدَ اللّٰهِ وَكَانَ اِذَا حَلَفَ قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا مِنْ عَبْدٍ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ثُمَّ يُسَدِّدُ اِلَّا سَلَكَ فِي الْجَنَّةِ فذکر الحدیث۔

(وعنہ من طریق ثالث) قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْكَدِيْدِ اَوْ قَالَ بِعَرَفَةَ فذکر الحدیث۔ رواہ احمد والطبرانی والبغوی والباردوی وابن قانع وابن ماجہ بعضہ قال الهیثمی ورجالہ موثقون۔

(۲۹۶) عَنْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُكَ مَا هِيَ

اور مجھے پوری امید ہے کہ جب تک تم تمہارے باپ تمہاری بیبیاں اور تمہارے بچے جو جو بھی ان میں نیک ہوں گے جنت میں اپنے اپنے ٹھکانے سے نہ بیٹھ جائیں گے کوئی امت اس میں داخل نہ ہو سکے گی۔

اس کے دوسرے طریقے میں یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے لوٹ رہے تھے واپسی میں لوگ آپ سے گھر جانے کی اجازت طلب کرنے لگے الحدیث اس میں یہ بھی ہے کہ ابوبکرؓ نے فرمایا میرے خیال میں تو اس کے بعد جو آپ سے جانے کی اجازت مانگے وہ بڑا ہی بیوقوف ہوگا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور اچھے کلمات کہے۔ آخر میں فرمایا میں خدا کے سامنے گواہی دیتا ہوں (آپ کی عادت یہی تھی کہ جب آپ قسم کھاتے تو یوں قسم کھایا کرتے تھے، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے) اللہ کا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے پھر اسے سلامتی کی توفیق نصیب ہو جائے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ الحدیث

اس کا تیسرے طریقے میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تو جب کدید یا عرفہ کے پاس آ گئے الحدیث

(۲۹۶) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ میں ایک کلمہ ایسا جانتا ہوں جسے اللہ کا کوئی بندہ صدق دل سے نہ کہیگا کہ وہ دوزخ پر حرام کر دیا

Marfat.com

هِيَ كَلِمَةُ الْإِخْلَاصِ الَّتِي أَعَزَّ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مُحَمَّدًا وَأَصْحَابَهُ وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقْوَى الَّتِي أَلَاصَ عَلَيْهَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا طَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (رواہ احمد ولہ شواھد فی الصحاح)

(۲۹۷) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَفَاتِيحُ الْجَنَّةِ شَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔ (رواہ احمد قال الھیثمی ورواہ البزار وفیہ انقطاع قال صاحب التنقیح اخرجہ ایضا ابوداؤد والحاکم)

جائے گا۔ حضرت عمرؓ بولے آؤ میں تمہیں بتادوں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ کلمۂ اخلاص ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کو عزت بخشی ہے اور یہ کلمہ وہی کلمہ تقویٰ ہے جس کے قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابوطالب کی وفات کے وقت منت کرتے رہے۔ وہ کلمہ اس بات کی گواہی ہے کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ۔ (مسند احمد)

(۲۹۷) معاذ بن جبلؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جنت کی کنجیاں کلمہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہے۔ (احمد)

---

(۲۹۷) یعنی جس طرح ہر مقفل مکان کی ایک خاص کنجی ہوتی ہے اور وہ اپنی اسی کنجی سے کھولا جاسکتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی جنت کی بھی ایک خاص کنجی ہے جس کے بغیر وہ کھولی نہیں جائے گی۔ وہ کنجی لا الہ الا اللہ یعنی عقیدہ توحید ہے۔

امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کیا کلمہ لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی نہیں (یعنی پھر عمل کی کیا ضرورت ہے) تو انھوں نے فرمایا کیوں نہیں مگر کنجی کے لئے دندانے بھی ہوتے ہیں اگر تم ایسی کنجی لیکر آؤگے جس کے دندانے سالم ہوں تو تمہارے لئے جنت کا دروازہ کھولدیا جائے گا ورنہ تو نہ کھولا جائیگا۔

یہاں وہب بن منبہ نے سائل کو اس کی دماغی ساخت کے مطابق جواب دینے کی کوشش کی ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ محض ایک مؤثر اسلوب بیان تھا اس کو مسئلہ کی پوری حقیقت سمجھ لینی غلط ہے۔ لا الہ الا اللہ کے مفتاح ہونے سے آپ کا یہ مطلب تو تھا نہیں کہ اب نجات کے لئے اس کے علاوہ کسی اور امر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی بلکہ مطلب یہ تھا کہ اگر عمدہ سے عمدہ اعمال بھی موجود ہوں سخاوت کے دریا بہہ رہے ہوں۔ شجاعت کا ڈنکا پٹ رہا ہو اور عرب کے مایہ ناز عبادت حج بھی سالانہ ادا کی جارہی ہو، جب بھی جنت کا دروازہ نہیں کھل سکتا جب تک کہ اس کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ نہ ہو۔ اس لئے کہ ان اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس کی اصل کنجی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے کھلنے نہ کھلنے کا سوال اسی وقت سامنے آسکتا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا یہ کلمہ ساتھ ہو، اگر یہ نہیں تو سب کچھ بھی ہو جب بھی کچھ نہیں اب رہا یہ کہ اس کلمہ کی تاثیر کی تفصیلات کیا ہیں تو وہ اس جگہ زیر بحث نہیں اس کے بیان کا محل دوسری حدیثیں ہیں۔

Marfat.com

٢٩٨) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ
يُخَلِّصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فَیَنْشُرُ عَلَیْهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِیْنَ
سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِّثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَیْئًا اَظَلَمَكَ كَتَبَتِیَ الْحَافِظُوْنَ
فَیَقُوْلُ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ اَفَلَكَ عُذْرٌ قَالَ لَا یَا رَبِّ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً وَّاِنَّهٗ
لَا ظُلْمَ عَلَیْكَ الْیَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِیْهَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ
رَسُوْلُهٗ فَیَقُوْلُ اُحْضُرْ وَزْنَكَ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَیَقُوْلُ

(٢٩٨) عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوق کے سامنے نکال کر لائیگا (اس کی سیاہ کاری کا عالم یہ ہوگا کہ اس کے سامنے اس کے اعمالنامے کے) ننانوے دفتر پھیلا دیئے جائیں گے ہر دفتر وسعتِ نظر کی بقدر لمبا ہوگا پھر اس سے ارشاد ہوگا ان میں سے کسی بات کا انکار کر سکتے ہو میرے اُن فرشتوں نے جو نیکی بدی لکھنے پر تعینات تھے تم پر کوئی زیادتی تو نہیں کی وہ کہے گا پروردگار نہ تو انکار کر سکتا ہوں اور نہ تیرے فرشتوں نے کوئی زیادتی کی ہے ارشاد ہوگا اچھا تو پھر تمہارے پاس ان گناہوں کا کوئی عذر ہے وہ کہے گا پروردگار کچھ نہیں۔ اس پر ارشاد ہوگا کیوں نہیں ہمارے یہاں تمہاری ایک بہت بھاری نیکی موجود ہے اور آج تم پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا پرچہ نکالا جائے گا اس میں کلمۂ طیبہ لکھا ہوا ہوگا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ ارشاد ہوگا جاؤ اس پرچہ کا وزن کرا کر دیکھو وہ عرض کرے گا میرے پروردگار بھلا ان لمبے چوڑے دفتروں کے بالمقابل اس پرچہ کا وزن ہی کیا ہوگا ارشاد ہوگا آج تم پر کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ آپ نے فرمایا

(٢٩٨) اس حدیث کی شرح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ وزن تنہا اسی کلمہ کا ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس شخص کے پاس کچھ نیکیاں بھی ہوں لیکن اس کی نیکیوں کا پلہ اسی کلمہ کی برکت کی بدولت بھاری ہوا ہو اس لئے ذکر اسی کلمہ کو کیا گیا ہو۔ فقہ اکبر کی شرح میں ان کی جو رائے ہے وہ بھی آپ کے ملاحظہ سے گزر چکی ہے یعنی یہ وزن صرف اس کلمہ کے تلفظ کا نہیں بلکہ اس کی اس عمیق حقیقت کا ہے جس کو نور سے تعبیر کیا جاتا ہے اس بندہ کی زبان سے کسی وقت یہ کلمہ شاید اس اخلاص کے ساتھ نکل گیا ہوگا کہ جو اس کا پورا وزن ہے وہ سب کا سب اس کے حصہ میں آگیا ہوگا۔ لا الہ الا اللہ کبھی تو حلق سے اوپر بھی نہیں جاتا اور کبھی ساتوں آسمانوں کو پھاڑ کر عرش عظیم تک جا پہنچتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کا نام اتنا وزنی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز تولی نہیں جا سکتی مگر اس کا وزن اس کی ادائیگی کے اخلاص پر موقوف ہے۔

حضرت استاذؒ کی یہاں ایک عجیب تحقیق اور بھی تھی وہ فرماتے تھے کہ کلمہ طیبہ اذکار میں ایک ذکر بھی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ثواب اس ذکر کا ہو جیسا کہ ملا علی قاری کی رائے ہے مگر یہی کلمہ ایمان حاصل کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

Marfat.com

إِنَّكَ لَا تُظْلَمُ قَالَ فَتُوضَعُ السِّجِلَّاتُ فِي كِفَّةٍ وَالْبِطَاقَةُ فِي كِفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اسْمِ اللّٰهِ شَيْءٌ (رواه الترمذی وابن ماجہ)

(۲۹۹) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ وَأَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسٰى قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُ هٰذَا إِنَّمَا أُرِيدُ شَيْئًا تَخُصُّنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسٰى لَوْ أَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ غَيْرِي وَالْأَرَضِينَ السَّبْعَ وُضِعْنَ فِي كِفَّةٍ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي كِفَّةٍ لَمَالَتْ بِهِنَّ

کہ یہ تمام دفتر ایک پلہ میں رکھ دیئے جائیں گے اور یہ پرچہ دوسرے پلہ میں رکھا جائے گا تو دفتروں کا پلہ اٹھ جائے گا اور پرچہ والا پلہ بھاری ہو جائے گا اور اللہ کا نام پاک اتنا وزنی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی چیز بھاری نہیں پڑ سکتی۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۲۹۹) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایکبار) موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرما دے جس کے ذریعہ میں تجھے یاد کیا کروں اور تجھے پکارا کروں ارشاد ہوا موسیٰ لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ انہوں نے عرض کیا پروردگار یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے پڑھتے ہیں میں تو ایسا کلمہ چاہتا ہوں جو خاص طور پر تو مجھے ہی تعلیم فرمائیے۔ ارشاد ہوا موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور جو اس میں آباد ہیں میری ذات کے سوا اور ساتوں زمینیں ایک پلہ میں رکھے جائیں اور لا الہ الا اللہ

یعنی اس کلمہ کو پڑھنے سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے پس مومن کے قلب میں یہ کلمۂ ایمان ہوتا ہے اور جب وہ تبرک کے لئے اس کو پڑھتا ہے تو یہ اس کا ایک وظیفہ بھی بن جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں یہ کلمہ اس شخص کا ایمان ہو۔ گرچہ بظاہر محشر میں وزن صرف اعمال کا ہوگا یعنی نیکی اور بدی کا۔ کفر و ایمان غالباً میزان آخرت میں اعمال کے ساتھ تولے نہیں جائیں گے کیونکہ ایمان اگر تولا جا سکتا ہے تو کفر کے مقابلہ میں ہی تولا جا سکتا ہے اور کفر و ایمان کے جمع ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اس لئے جب اعمال کا وزن شروع ہوگا تو بدیوں کے مقابلہ میں صرف مومن کی نیکیاں ہی رکھی جائیں گی۔ اس کا ایمان میزان آخرت میں نہ رکھا جائے گا لیکن قیامت خدا تعالیٰ کے نکتہ نوازی اور شان بے نیازی دونوں کے ظہور کا دن ہوگا اس لئے جب اس گنہگار کی بخشش منظور ہوگی تو محض اپنے لطف و کرم سے اس کا ایمان اس کی نیکیوں کے پلہ میں رکھ دیں گے بلاشبہ ایمان کا وزن اتنا ہی ہے کہ اگر اسے میزان آخرت میں رکھ دیں تو پھر سیئات کا وزن اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ آخر جب کفر کی عمر بھر کی بدیاں اس کلمہ کی بدولت چشم زدن میں سب عفو ہو جاتی ہیں تو زمانۂ اسلام کی برائیاں اس کے سامنے بھلا کب ٹھہر سکتی ہیں۔ یہ کلمۂ ایمانی سب کے پاس ہے اور سب کے ایمان کا وزن اتنا ہی ہے لیکن یہاں آئین فضل نے اس کی بخشش کے لئے اسی کے ایمان کے وزن کا ایک بہانہ نکال لیا تھا۔

(۲۹۹) اہل فہم کے لئے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ آسمانوں اور ان کی آبادیات کے ذکر کے ساتھ تو غیری یعنی اللہ کی

Marfat.com

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

(۳۰۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاقَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُخْلِصًا قَطُّ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اجْتُنِبَ الْکَبَائِرُ وفی روایۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب۔ وضعف اسناد الثانیہ

دوسرے پلہ میں تو ان سب کے مقابلہ میں لا الہ الا اللہ کا پلہ ہی بھاری پڑے گا۔ (شرح السنہ)

(۳۰۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمان کے دروازے فوراً کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ یہ کلمہ عرش تک جا پہنچتا ہے۔ جب تک بندہ کبائر سے اجتناب کرتا ہے اس کلمہ کی پرواز کا عالم یہی رہتا ہے۔ ترمذی کی دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ اللہ کی ذات پاک اور اس کلمہ کے درمیان کوئی روک نہیں یہ کلمہ وہیں جا کر پہنچتا ہے۔ مگر اس کی اسناد کو ترمذی نے ضعیف کہا ہے۔

ذات پاک کا استثنار مذکور ہے مگر زمینوں کے ذکر کے ساتھ یہ استثنار مذکور نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کی ذات پاک کا مجازی تصور اگر کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے جہت علو یعنی آسمانوں کی ہی جہت موزوں ہے سادہ فطرت انسان جب تلاش ربوبیت کے لئے سر اٹھاتا ہے تو اس کی نظریں بے اختیار آسمانوں ہی کی طرف اٹھ جاتی ہیں پھر اس مجاز میں اتنی حقیقت بھی ہے کہ تجلیات الٰہیہ کی جتنی حقیقت آسمانوں میں ہے زمینوں میں نہیں اس لئے اس فطرت کا لحاظ رکھتے ہوئے سموات کے ساتھ اللہ کی ذات پاک کا استثنار عین مقتضائے احتیاط ہے اور زمینوں کے تذکرہ کے ساتھ اس کا تذکرہ بے حاجت چیز ہے۔

(۳۰۰) یہ کلمہ نفی ماسوی اللہ کیلئے موضوع ہے اس لئے اس کی نفی کا دامن سارے عالم کو شامل ہونا چاہیے۔ اگر کہیں عرش پر رحمٰن کی تجلی نہ ہوتی تو یہ کلمہ عرش کو بھی یقیناً پار کر جاتا مگر چونکہ عرش پر الا اللہ کے اثبات کا کچھ اتہ پتہ ملتا ہے اس لئے اس سرحد تک جا کر اس کی پرواز ختم ہوجاتی ہے یہی مطلب "لیس لہا دون اللہ الحجاب" کا ہے علماء اس مضمون کو صرف سمجھ لیتے ہیں اور عرفاء اس کا مشاہدہ بھی کر لیتے ہیں ایسا مشاہدہ جس کے بعد ان کو قسم کھا کر یہ کہنا آسان ہوجاتا ہے ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست
بے نشانیست کز و نام و نشاں چیزے نیست

یہ اخص الخواص کی توحید ہے رہ گئے توحید وجودی اور توحید شہودی کے جھگڑے تو ان کا یہ محل نہیں۔ توحید وجودی کے مذاق والوں کے لئے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا جملہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں وحدت موجود تو حال ہے اور وحدت وجود حقیقت حال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

Marfat.com

(۳۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

(۳۰۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَّقَهٗ رَبُّهٗ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا اَكْبَرُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یَقُوْلُ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْكَ لِیْ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لِیَ الْمُلْكُ وَلِیَ الْحَمْدُ وَاِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِیْ وَكَانَ یَقُوْلُ مَنْ قَالَهَا فِیْ مَرَضِهٖ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمْهُ النَّارُ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ)

(۳۰۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے اور خدا کو پکارنے کا سب سے افضل کلمہ الحمد للہ ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(۳۰۲) ابو سعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ کلمہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو اس کا پروردگار اس کی تصدیق فرماتا ہے اور کہتا ہے بیشک خدا میرے سوا کوئی نہیں اور میں سب سے بزرگ ہوں اور جب بندہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہٗ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدا کوئی نہیں مگر میں اکیلا میرا کوئی شریک نہیں۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے خدا کوئی نہیں بجز میرے ملک اور تعریف سب میرے لئے ہے اور جب وہ کہتا ہے لا الٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ تو ارشاد فرماتا ہے کہ خدا کوئی نہیں میرے سوا اور برائیاں دفع کرنے اور بھلائی حاصل کرنے کی طاقت کسی میں نہیں سوا میرے اور آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی بیماری میں یہ کلمات پڑھے اور اس کی وفات ہو جائے تو آتش دوزخ ہرگز اس کو نہیں کھا سکتی۔

(۳۰۱) کلمہ طیبہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور اسی لئے اس کی پرواز بھی سب اذکار سے بلند ہے۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کا دائرہ صرف زمین اور آسمانوں کے درمیان درمیان ہی محدود رہتا ہے اور آسمانوں کو نفوذ کرکے عرش تک پہنچ جانا یہ صرف اسی کلمہ طیبہ کا خاصہ ہے۔ رہا الحمد للہ کا افضل دعا ہونا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دعا کا لفظ عربی زبان میں اردو کے استعمال سے ذرا جداگانہ ہے۔ عربی میں دعا کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے پکارنے کو کہتے ہیں اور اس ذات بے نیاز کو اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے اس کی تعریف سے بڑھ کر کوئی ذریعہ نہیں اسی لئے سورہ فاتحہ کو الحمد للہ سے شروع کیا گیا ہے۔

Marfat.com

الایمان ھو التصدیق بکل ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۰۳) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیُؤْمِنُوْا بِیْ وَبِمَا جِئْتُ بِہٖ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَآءَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ اِلَّا بِحَقِّھَا وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔ (رواہ البخاری ومسلم واللفظ لمسلم)

ایمان دین کی تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ہے

(۳۰۳) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور مجھ پر اور اس تمام دین پر ایمان لائیں جو میں لیکر آیا ہوں، جب یہ عہد کر لیں تو اب انھوں نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچا لیا ہاں جو باز پرس اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہوگی وہ اب بھی باقی رہے گی اس کے بعد ان کے باطن کا حساب خدا کے حوالہ ہے وہ جانے کہ ان کا اسلام نمائشی تھا یا حقیقی۔ (مسلم)

(۳۰۳) اس حدیث کے مختلف الفاظ ہیں اس کے سب سے پورے الفاظ یہی ہیں جو ہم نے یہاں نقل کئے۔ بعض الفاظ میں صرف توحید کا ذکر ہے بعض میں توحید کے ساتھ رسالت کا بھی ذکر ہے اور بعض میں توحید و رسالت کے ساتھ نماز اور زکوٰۃ کا بھی تذکرہ موجود ہے یہ سب ایک ہی مقصد کی مختلف تعبیرات ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے تمام دین کو تسلیم نہ کیا جائے ایمان حاصل نہیں ہوتا اب اس حقیقت کی طرف کہیں تو اسلام کے دو مشہور ارکان نماز اور زکوٰۃ ذکر کرکے اشارہ کر دیا گیا ہے کہیں تمام دین کو شہادتین کے ضمن میں لپیٹ دیا گیا ہے اور کہیں یہ دیکھکر کہ بیچ توحید رسول پر ایمان لائے بغیر میسر ہی نہیں آسکتی صرف کلمہ توحید پر کفایت کر لی گئی ہے اور مدعا ان سب کا وہی ایک بات ہے یعنی آپ کے تمام دین کی تصدیق و تسلیم۔

نسائی کے الفاظ میں یہاں الناس کی بجائے المشرکین کا لفظ ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حدیث میں جنگ کے ختم کرنے کی صورت صرف دین الٰہی کی صداقت کا اعتراف قرار دی گئی ہے لیکن اس کا مفہوم جبر و اکراہ نہیں۔ اسلام و کفر دو برابر کی طاقتیں ہیں جو دنیا میں ہمیشہ نبرد آزما رہی ہیں۔ ان کی باہمی جنگ کبھی اکراہ و جبر کی تعریف میں نہیں آسکتی۔ جبر یہ ہے کہ جب اسلام کو اقتدار حاصل ہو جائے تو وہ بے بس لوگوں کی گردنوں پر تلوار رکھ کر اسلام لانے کے لئے مجبور کرے۔ ہمارے علم میں اسلام کی تاریخ میں کبھی ایسا نہیں کیا گیا بلکہ عین جنگ کی حالت میں بھی چند صورتیں ایسی نکال دی گئی ہیں کہ اگر کفار اسلام قبول کرنا نہ چاہیں اور الجھا رہنا چاہیں تو مصالحت کرکے یا جزیہ ادا کرکے اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ مصالحت اور جزیہ عارضی باتیں ہیں ان کو مقاصد کے درجہ پر نہیں رکھا جا سکتا اسلئے اصل مقصد تو دین الٰہی کی اشاعت ہی رہے گا۔ اور اس کے ضمنی دفعات

Marfat.com

(۳۰۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدِّيْنُ خَمْسٌ لَا يُقْبَلُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ دُوْنَ شَيْءٍ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْحَيٰوةِ بَعْدَ الْمَوْتِ هٰذِهٖ وَاحِدَةٌ وَالصَّلَوٰتُ الْخَمْسُ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ اِلَّا بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةُ طَهُوْرٌ مِّنَ الذُّنُوْبِ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ وَالصَّلٰوةَ اِلَّا بِالزَّكٰوةِ مَنْ فَعَلَ هٰٓؤُلَاۤءِ ثُمَّ جَاءَ رَمَضَانُ فَتَرَكَ صِيَامَهٗ مُتَعَمِّدًا لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ وَلَا الصَّلٰوةَ وَلَا الزَّكٰوةَ وَمَنْ فَعَلَ هٰٓؤُلَاۤءِ الْاَرْبَعَ وَتَيَسَّرَ لَهُ الْحَجُّ وَلَمْ يَحُجَّ وَلَمْ يُوْصِ بِحَجِّهٖ وَلَمْ يَحُجَّ عَنْهُ بَعْضُ اَهْلِهٖ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ الْاِيْمَانَ وَلَا الصَّلٰوةَ وَلَا الزَّكٰوةَ وَلَا الصِّيَامَ۔ (رواه في الحلية. وقد مر نحوه في المجلد الاول من ترجمان السنة ص۵۸۹)

(۳۰۴) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے (جو سب کی سب ضروری ہیں) ان میں کوئی جز بھی دوسرے کے بغیر مقبول نہیں۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا معبود کوئی نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، جنت و دوزخ پر یقین رکھنا اور اس پر کہ مرنے کے بعد پھر (حساب و کتاب کے لئے) جی اٹھنا ہے۔ یہ ایک بات ہوئی۔ اور پانچ نمازیں اسلام کا ستون ہیں، اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان ہی قبول نہیں کرے گا۔ زکوٰۃ گناہوں کا کفارہ ہے، زکوٰۃ کے بغیر اللہ تعالیٰ ایمان اور نماز بھی قبول نہیں کرے گا پھر جس نے یہ ارکان ادا کرلئے اور رمضان شریف کا مہینہ آگیا اور کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر اس میں روزہ نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ نہ اس کا ایمان قبول کرے گا اور نہ نماز اور نہ زکوٰۃ۔ اور جس شخص نے یہ چار رکن ادا کرلئے اس کے بعد اسے حج کرنے کی بھی وسعت ہوئی پھر اس نے نہ خود حج کیا اور نہ اس کے بعد کسی دوسرے عزیز نے اس کی طرف سے حج کیا تو اس کا ایمان، نماز، زکوٰۃ اور روزے کچھ قبول نہیں۔ (الحلیہ)

(۳۰۴) یہ حدیث الرحمۃ المہداۃ سے نقل کی گئی تھی اس وقت اس کا اصل نسخہ میرے پاس موجود نہیں اس لئے ولم یوص بحجہ کا ترجمہ نہیں لکھا گیا ممکن ہے کہ اصل لفظ ولم یأمر بحجہ ہو۔ موجودہ لفظ کا کوئی مفید مطلب اس وقت ذہن میں نہیں آیا علماء غور کرلیں۔

اس حدیث سے ہمارے عنوان کا مضمون بخوبی واضح ہے اور اس کی اصل روح وہ ہے جو ترجمان السنہ جلد اول ص۵۸۹ پر زیر عنوان ارکان اسلام کا باہم ربط بیان کی گئی ہے اس لئے اس کو دوبارہ دیکھ لینا چاہیے۔

Marfat.com

من اقام شعائر الله فله ذمة الله وذمة رسوله

(۳۰۵) عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِىْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوْا اللّٰهَ فِىْ ذِمَّتِهٖ (رواه البخاری)

جس نے شعائر اسلام ادا کرلئے اس کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کا عہد ہوگیا

(۳۰۵) انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھالے تو یہ مسلمان وہ ہے کہ اب اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد ہوچکا ہے اس لئے تم (بھی اس عہد کی رعایت کرو اور) اس کو مت توڑو (بخاری)

(۳۰۵) اسی حدیث کی وجہ سے علم کلام میں یہ عنوان شہور ہوگیا ہے کہ سب اہل قبلہ مومن ہیں ان کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کے ساتھ قبلہ و نماز میں شرکت کے بعد پھر کسی شخص پر کسی قسم کے اختلاف سے بھی کفر عائد نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ یہ مسئلہ بہت غور کے قابل تھا کہ نمازوں میں صرف قبلہ کی طرف منہ کرلینا ایسا کونسا مرکزی رکن ہے جس کے بعد عقائد کا تخلل بھی مضرت رساں نہیں ہوتا اس کے ماسوا مسلمانوں کا ذبیحہ کھا لینا تو کوئی خاص عبادت بھی نہیں پھر اس کو اسلامی ارکان میں اتنی اہمیت کیوں دی گئی ہے نیز اکل ذبیحہ مسلم، اقامتِ صلوۃ یا استقبال قبلہ کے درجہ کی چیز بھی نہیں پھر اسکو ان اہم اجزاء کے ساتھ ایک سیاق میں کیوں جمع کردیا گیا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے زمانہ میں اہل کتاب اور اہل اسلام کے مابین جو اعمال مابہ الامتیاز اور حد فاصل تھے وہ یہی اعمال تھے کیونکہ تصدیق اگرچہ اصل ایمان ہے لیکن وہ ایک قلبی صفت ہے اور اقرار اگرچہ زبان کا متعلق ہے مگر وہ بھی وقتی چیز ہے دو دینوں میں کھلا ہوا امتیاز ان کے علیحدہ علیحدہ شعائر کے ذریعہ ہی سے ہوسکتا ہے۔ اسلامی شعائر میں نماز سب سے زیادہ امتیازی عمل ہے اور قبلہ کا معاملہ تو یہود و نصاریٰ کے نزدیک حقانیت مذہب کا معیار تھا حتی کہ ان کے مقابلہ میں قرآن کو یہ تعبیر اختیار کرنی پڑی۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن امن باللہ والیوم الاٰخر۔ نیکی اور بھلائی صرف مشرق و مغرب کی جانب منہ کرنے کا نام نہیں اصل نیکی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے کا نام ہے۔ معاشرتی لحاظ سے جس امر میں وہ ہم سے کھلا ہوا احتراز کرتے تھے وہ ذبیحہ کا مسئلہ تھا پس اگر عبادات میں وہ ہماری سی نماز اور ہمارے قبلہ کا اتباع کرلیتے ہیں اور معاشرتی لحاظ سے ہم سے اتنا ملنے کو تیار ہوجاتے ہیں کہ ہمارا ذبیحہ کھا لیتے ہیں تو یہ اس بات کی کھلی شہادت ہوگی کہ اب وہ دل سے ہمارا دین قبول کرچکے ہیں اس لئے ان کے ساتھ خدا اور رسول کا عہد ہوجانا چاہئے اب ان کے ساتھ کوئی بدمعاملگی درحقیقت خدا اور رسول کے ساتھ بدمعاملگی کے مرادف ہوگی۔ لیکن فرض کرلو کہ اگر کسی دور میں کفر کسی اور مذہب کی شکل میں نمودار ہو اس کے مذہبی شعار ان شعاروں سے مختلف ہوں تو اسی حدیث نے مطابق کیا ان کے لئے ضروری ہوگا (باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

(٣٠٦) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا وَصَلَّوْا صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلُوْا قِبْلَتَنَا وَذَبَحُوْا ذَبِيْحَتَنَا فَقَدْ حَرُمَتْ عَلَيْنَا دِمَاؤُهُمْ وَاَمْوَالُهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (رواہ البخاری)

(٣٠٦) انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ اس کا اقرار کرلیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ، جب یہ اقرار کرلیں، ہماری طرح نمازیں پڑھیں، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہماری طرح ذبح کریں (یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر) تو اب ہمارے لئے ان کی جان ومال بھی قابل احترام سمجھی جائے گی ہاں آئینِ اسلامی کے تحت میں جو مطالبات ہوں گے وہ اب بھی باقی رہیں گے۔ ان کے باطن کا معاملہ خدا کے سپرد۔ (بخاری)

(بقیہ حاشیہ از صفحۂ گذشتہ) کہ وہ اپنی صفائی کے لئے ان مخصوص شعاروں کو ترک کرکے ان کے بالمقابل اسلامی شعائر اختیار کریں۔ آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت کا اقرار جتنا ایک نصرانی کیلئے ضروری ہے اتنا ایک یہودی یا دوسرے غیر مسلم کے لئے ضروری کیوں نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ابنیت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ان ہی کے مذہب کا رکن ہے اس لئے ان کے ایمان پر اس وقت تک اطمینان نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ وہ ان کے بندہ اور رسول ہونے کا کھلا ہوا اعتراف نہ کریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان احادیث کا تعلق ان اندرونی فرقوں کے ساتھ نہیں جو مدعی اسلام ہوں بلکہ ان کے ساتھ ہے جو اپنا دین . . . . . . چھوڑ کر اسلام میں داخل ہونے کا ارادہ کریں۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ اگر ان کی عملی زندگی پہلی زندگی سے بالکل علیحدہ ہوچکی ہے اور وہ اسلامی شعائر کی اقامت کرنے لگے ہیں تو ان کے اسلام میں شبہ کرنے کی اب کوئی گنجائش نہیں رہی۔ حدیث کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ جو مدعی اسلام یہ تین افعال ادا کرلے وہ پکا مسلمان ہی رہے گا۔ خواہ وہ ہزار قسم کے افعال کفر کرتا رہے۔ آئندہ نوٹ میں حافظ ابن حجرؒ کی عبارت مذکور ہے اس سے بھی ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

(٣٠٦) حافظ ابن حجر ان تین افعال کے تخصیص کی حکمت پر تحریر فرماتے ہیں۔

وحكمة الاقتصار على ما ذكر من الافعال ان من يقر بالتوحيد من اهل الكتاب وان صلوا واستقبلوا وذبحوا لكنهم لا يصلون مثل صلوتنا ولا يستقبلون قبلتنا ومنهم من يذبح لغير الله ومنهم من لا يأكل ذبيحتنا ولهذا قال في الرواية الاخرى واكل ذبيحتنا۔ والاطلاع على حال المرء في صلوته واكله يمكن بسرعة في اول يوم بخلاف غير ذلك من امور الدين۔

صرف ان تین افعال کے ذکر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اہل کتاب توحید کے اقرار کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے ہیں استقبال قبلہ بھی کرتے ہیں اور جانور ذبح کرکے ہی کھاتے ہیں مگر نہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں نہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہیں اور نہ ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں اور کوئی ان میں غیر اللہ کے نام پر بھی ذبح کرتا ہے۔ نماز اور ذبیحۂ مسلم کھا لینا ایسے کھلے ہوئے افعال ہیں کہ ان کی اطلاع بسہولت اور بہت جلد ہوسکتی ہے۔ برخلاف دین کے اور افعال کے۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

من ابی قبول بعض الفرائض فقد ابی الاسلام کلہ

(۳۰۷) اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا اَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام کے کسی ایک قطعی فرض کا منکر اسلام کا ہی منکر شمار ہوتا ہے

(۳۰۷) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور ان کے بعد ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے اور عرب میں جن جن قبائل کو کافر بننا تھا وہ کافر بن گئے (تو ابوبکرؓ نے اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا) حضرت عمرؓ نے کہا اے ابوبکرؓ آپ اُن سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اس بات کا حکم دیا گیا ہوں کہ مشرکین سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کر لیں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ جو شخص یہ اقرار کر لے تو اس نے اپنی جان و مال مجھ سے بچا لیا۔ ہاں جو بازپرس اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہو گی وہ اب بھی باقی رہے گی۔ رہی یہ بات کہ اس کلمہ کا اقرار دل سے تھا یا زبانی اس کا حساب خدا کے سپرد۔ ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم جو شخص نماز پڑھے گا اور زکوۃ کا انکار کرے گا میں اس کے ساتھ بھی ضرور جنگ کروں گا کیونکہ (جس طرح نماز بدنی عبادت ہے اسی طرح)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

وفیہ ان امور الناس محمولۃ علی الظاہر فمن اظہر شعار الدین اجریت علیہ احکام اہلہ ما لم یظہر منہ خلاف ذلک۔
فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۹۵
عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۹۷ و ۲۹۸۔

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہو گیا کہ لوگوں کے ساتھ .... معاملہ ظاہری حالات کے موافق کیا جاتا ہے جو شخص جس دین کے شعاروں کو علی الاعلان ادا کرے گا اس کے ساتھ اسی دین و مذہب والوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ بشرطیکہ اس سے اس کے خلاف کوئی امر سرزد نہ ہو۔

(۳۰۷) قطعیات اور متواترات دین میں تفریق کی کوئی گنجائش نہیں ان میں کسی ایک کے منکر کا حکم بھی وہی ہے جو تمام دین کے منکر کا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ کو منکرین زکوۃ سے جنگ کرنے میں کوئی پس و پیش نہ تھا حضرت عمرؓ کو ابتداءً اس معاملہ میں جو تردد رہا اس کا بنی حضرت استاد قدس سرہ کے نزدیک صورت واقعہ کی تشخیص میں اختلاف تھا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ منع زکوۃ صرف ایک بغاوت کا جرم ہے اور حالات کی نزاکت ابھی اس کی مقتضی نہیں ہے کہ

Marfat.com

لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰی مَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَاَیْتُ اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ (رواہ البخاری)

(۳۰۸) عَنْ دَیْلَمٍ الْحِمْیَرِیِّ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّا بِاَرْضٍ بَارِدَةٍ نُعَالِجُ فِیْهَا عَمَلًا شَدِیْدًا وَاِنَّا نَتَّخِذُ شَرَابًا

زکوۃ مالی عبادت ہے خدا کی قسم اگر یہ لوگ مجھے ایک بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کردیں گے جس کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر ان سے بھی جنگ کروں گا۔ عمرؓ کہتے ہیں خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ ان سے جنگ کے معاملہ میں ان کو پورا پورا شرح صدر ہوگیا ہے بالآخر مجھے بھی یقین ہوگیا کہ حق بات یہی ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۰۸) دیلم حمیری روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ ہم سرد ملک میں رہتے ہیں اور وہاں سخت سے سخت محنت و مشقت کے کام کاج کرتے ہیں اس لئے ہم گیہوں

ہاتھیوں سے جنگ چھیڑ دی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک یہ ارتداد کی دفعہ میں آتا تھا اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ منکر صلوۃ اور منکر زکوۃ میں آخر کیا فرق ہے۔ اگر منکر صلوۃ پر ارتداد کی دفعہ عائد ہوتی ہے تو منکر زکوۃ پر کیوں عائد نہیں ہوتی۔ وہ عبادت بدنیہ ہے یہ عبادت مالیہ۔ حافظ زیلعی تحریر فرماتے ہیں۔ وقد یقال ان عمرلم یتحقق ردتھم یدل علی ذالک فی القصتان ابابکر لما استشارھم قال لہ عمر یا خلیفۃ رسول اللہ انھم قوم مومنون وانما شحوا باموالھم الخ یعنی اس اختلاف کی توجیہ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک ابھی تک ان کا مرتد ہونا ہی ثابت نہ ہوا تھا جیسا کہ اس قصہ میں ان کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے ان لوگوں کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اے خدا کے رسول کے خلیفہ یہ تو مومن لوگ ہیں صرف اپنا مال دینے سے بخل کرتے ہیں۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک یہ جماعت مومن تھی اور حضرت ابوبکرؓ کو حالات کی تحقیق سے یہ ثابت ہوچکا تھا کہ ان کا جرم ارتداد کی حد تک پہنچ چکا ہے جب بحث و تمحیص کے بعد یہ واقعات و حالات حضرت عمرؓ کے سامنے بھی اسی درجہ واضح ہوگئے تو انھیں بھی حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کرنا پڑا۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں فعمر وافق ابابکر علی قتال اھل الردۃ مانعی الزکوۃ وکذالک سائر الصحابۃ (منہاج جلد ۳ ص ۲۳۲) آخر کار حضرت عمرؓ اور سب صحابہ نے ان مرتدین سے جنگ کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ (منہاج السنہ) حضرت قبیصہؒ فرماتے ہیں ھم المرتدون الذین ارتدوا علی عھد ابوبکر فقاتلھم ابوبکر۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مرتد ہوگئے تھے اور اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے ان سے جنگ کی تھی۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۰)

اس بحث سے یہ روشن ہوگیا کہ اسلام کے کسی ایک رکن کا منکر اسلام ہی کا منکر ہے تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ اکفار الملحدین مصنفہ حضرت استاذؒ

(۳۰۸) پہلی حدیث میں حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کی تھی اور اس حدیث میں براہ راست

Marfat.com

مِنْ هٰذَا الْقَمْحِ نَتَقَوّٰى بِهٖ عَلٰى اَعْمَالِنَا وَعَلٰى بَرْدِ بِلَادِنَا قَالَ هَلْ يُسْكِرُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاجْتَنِبُوْهُ قَالَ قُلْتُ اِنَّ النَّاسَ غَيْرُ تَارِكِيْهِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ يَتْرُكُوْهُ فَقَاتِلُوْهُمْ (رواه ابوداؤد)

(۳۰۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ جِيْئَ بِالْاُسَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقُوْلُوْنَ فِيْ هٰؤُلَاءِ الْاُسَارٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَنْفَلِتَنَّ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اِلَّا بِفِدَاءٍ اَوْ ضَرْبِ عُنُقٍ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا سُهَيْلَ بْنَ بَيْضَاءَ فَاِنِّيْ سَمِعْتُهٗ يَذْكُرُ الْاِسْلَامَ قَالَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَمَا رَاَيْتُنِيْ فِيْ يَوْمٍ اَخْوَفَ اَنْ تَقَعَ عَلَيَّ حِجَارَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ مِنِّيْ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ حَتّٰى قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا سُهَيْلَ بْنَ بَيْضَاءَ قَالَ وَنَزَلَ الْقُرْاٰنُ بِقَوْلِ

کی شراب بناکر استعمال کرلیتے ہیں تاکہ اس کی مدد سے اپنے ملک کی سردی اور اپنے کاموں کی سختی کا مقابلہ کرسکیں، آپ نے پوچھا کیا یہ شراب نشہ آور ہے میں نے کہا نشہ آور تو ہے فرمایا تو پھر اس کے پاس بھی نہ بھٹکو میں نے عرض کیا لوگ تو اس کو چھوڑ نہیں سکتے. فرمایا نہ چھوڑیں تو ان سے جنگ کرنا۔ (ابوداؤد)

(۳۰۹) ابن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں جب جنگ بدر ہوچکی تو جو قیدی تھے آپ کے سامنے لائے گئے آپ نے فرمایا بولو ان کے بارے میں تم لوگوں کا کیا مشورہ ہے۔ آپ نے فرمایا ان میں فدیہ یا قتل کے بغیر کسی کو چھوڑنا مناسب نہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا مگر ایک سہیل بن بیضا کا استثنا منظور کرلیا جائے کیونکہ میں نے ان سے اسلام کی حقانیت کا ذکر سنا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہورہے۔ مجھے اس دن سے زیادہ کسی دن اس امر کا اتنا خطرہ محسوس نہیں ہوا کہ مجھ پر آسمان سے کوئی پتھر آپڑے جتنا اس دن محسوس ہو رہا تھا یہاں تک کہ آپ نے اپنی زبان سے فرمادیا اچھا بجز سہیل بن بیضاء کے۔ یہ کہتے ہیں اس کے

ارشاد نبوی یہ ہے کہ جو لوگ من حیث الجماعت شراب کے متعلق حکم شرعی کی خلاف ورزی کریں وہ بھی قابل جنگ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کچھ منع زکوٰۃ یا اقامت صلوٰۃ' استقبال قبلہ اور اکل ذبیحہ کے خلاف ہی پر موقوف نہیں بلکہ ان کے موجود ہوتے ہوئے بھی اگر اسلام کے کسی قطعی فرض کا انکار ہو تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان میں کسی ایک کے انکار کا۔

یہ خیال بالکل بے بنیاد اور محض احمقانہ ہے کہ استقبال قبلہ کے بعد کوئی سبب کفر بھی موجب کفر نہیں رہتا۔ گویا کوئی شخص کھلے ہوئے اسباب کفر کے ارتکاب کے بعد بھی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوسکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ان ہر سہ اشیاء میں سے کسی ایک میں اختلاف کرنا پورے اسلام سے اختلاف کرنا ہے اسی طرح اس کے کسی اور فرض قطعی سے اختلاف کرنا بھی اسلام ہی کے اختلاف کے ہم پایہ شمار ہوتا ہے۔ (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۲۶۹)

Marfat.com

عُمَرَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَاتِ (رواه الترمذي)

ليس الايمان محض العلم وانما هو عقد القلب

(۳۱۰) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَىُّ الْعَمَلِ اَفْضَلُ فَقَالَ اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (بخاری شریف)

بعد حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق قرآن کریم نازل ہوگیا (اور وہ یہ آیت ہے) یہ بات نبی کی شایانِ شان نہیں کہ وہ قیدیوں کو قبول کرے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی زمین کافروں کے خون سے رنگین نہ کرے (آخر آیت تک) (ترمذی)

ایمان قلب کا ایک اختیاری عمل ہے صرف علم کا مرتبہ نہیں

(۳۱۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا پوچھا گیا کہ پھر کونسا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا اس کے بعد فرمایا وہ حج جس میں جنابت نہ کی جائے۔ (بخاری)

(۳۱۰) حدیث مذکور میں سوال سب سے افضل عمل کی بابت ہے اس کے جواب میں آپ نے ایمان کو افضل اعمال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ ایمان علم اور جاننے کا نام نہیں بلکہ عمل کا نام ہے وہ انسان کے باطن کے اختیاری انقیاد کا نام ہے اور احکامِ اسلامیہ کی پابندی اس انقیادِ باطن کی دلیل ہوتی ہے پس ایمان کامل یہ ہے کہ بندہ اپنے ظاہر باطن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مطیع بن جائے۔ یہ ایمان ابتدا میں فعل اختیاری ہوتا ہے لیکن جب اور ترقی کرتا ہے تو پھر اختیاری سے غیر اختیاری بن جاتا ہے۔ اس وقت اسے حال سے تعبیر کرتے ہیں اور رسوخ کے بعد یہی مقام کے نام سے موسوم ہو جاتا ہے۔ کیفیت احسان اسی کے ثمرات اور لوازم میں سے ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مذکور میں ایمان کو منجملہ اور اعمال کے ایک عمل ہی قرار دیا ہے۔ صرف علم کا مرتبہ کوئی کمال نہیں اس میں کفار بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے محدثین کہتے ہیں کہ ایمان قول و عمل کے مجموعہ کا نام ہے جس نے ایمان کو علم سمجھا ہے اس کی مراد بھی وہی علم ہے جس کے ساتھ اختیاری تسلیم بھی موجود ہو۔

Marfat.com

الايمان هو العهد بالتزام طاعة الرسول والانقياد للدين كله وليس مجرد التصديق والاقرار

(٣١١) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا مِنَ النَّصَارٰى مُتَمَسِّكًا بِالْإِنْجِيْلِ وَرَجُلًا مِنَ الْيَهُوْدِ مُتَمَسِّكًا بِالتَّوْرَاةِ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَتَّبِعْكَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ بِيْ مِنْ يَهُوْدِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ لَمْ يَتَّبِعْنِيْ فَهُوَ فِي النَّارِ (اخرجه الدار قطنی فی الافراد)

(٣١٢) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهٖ قُلْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِيْ قُرَيْشٌ يَقُوْلُوْنَ إِنَّمَا حَمَلَهٗ

ایمان صرف تصدیق و اقرار کا نام نہیں دین اسلام میں داخل ہو جانے اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری کا نام ہے

(٣١١) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ایک نصرانی شخص انجیل پر تو عمل کرتا ہے اور اسی طرح یہودی اپنی تورات پر تو عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان بھی رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ آپ کے دین کی پیروی نہیں کرتا۔ تو فرمائے اس کا کیا حکم ہوگا آپ نے فرمایا جو نصرانی یا یہودی میری خبر سن پائے پھر میرے دین کی پیروی نہ کرے تو وہ دوزخ میں جائے گا۔ (دار قطنی)

(٣١٢) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا سے فرمایا آپ لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے کہ قیامت کے دن میں آپ کے حق میں اس کی گواہی تو دے سکوں انھوں نے کہا کہ اگر قریش میرے سر پر بدنامی کا داغ نہ لگاتے کہ میں نے عذاب آخرت پر بے صبری کی وجہ س

(٣١١) اس حدیث میں یہ تصریح موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تمسک بالانجیل اور تمسک بالتورات بھی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اگر ایک یہودی یا ایک نصرانی اللہ اور اپنے رسول پر ایمان رکھتا ہو بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف تصدیق بھی کر لیتا ہے مگر آپ کے دین کی اتباع کا عہد نہیں کرتا تو اس کا ایمان بھی غیر معتبر رہے گا۔ کسی رسول کی تصدیق کے معنی ہی اس کے اتباع کرنے کے ہیں، اسی لئے یہاں ایمان کو اتباع سے تعبیر کیا گیا ہے کہ تصدیق کی اصل حقیقت اتباع کرنی ہے یہ صرف علم کا مرتبہ نہیں۔

(٣١٢) ابو طالب کی علمی تصدیق میں کسے شبہ ہو سکتا ہے اور ان کا اقرار بھی ان کے اشعار سے ظاہر ہے پھر وہ کس بات کا انکار کر رہے تھے؟ صرف آپ کے دین اختیار کرنے کا اور آپ کی اطاعت کرنے کا اور اسی عمل کے فقدان کی وجہ سے جمہور امت نے ان کو مسلمان قرار نہیں دیا۔ قلب جب تک اپنے اختیار سے عہد وفاداری کیلئے تیار نہیں ہوتا اس کی اضطراری تصدیق کارآمد نہیں ہوتی۔

Marfat.com

عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَاَقْرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَاءُ۔ (رواہ مسلم)

(۳۱۴) وَكَانَ ابْنُ النَّاطُوْرِ صَاحِبُ اِيْلِيَاءَ وَهِرَقْلَ سُقُفًّا عَلٰى نَصَارَى الشَّامِ
يُحَدِّثُ اَنَّ هِرَقْلَ حِيْنَ قَدِمَ اِيْلِيَاءَ اَصْبَحَ يَوْمًا خَبِيْثَ النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِقَتِهِ
قَدِ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئَتَكَ، قَالَ ابْنُ النَّاطُوْرِ وَكَانَ هِرَقْلُ حَزَّاءً يَنْظُرُ فِى النُّجُوْمِ فَقَالَ لَهُمْ
حِيْنَ سَاَلُوْهُ اِنِّىْ رَاَيْتُ اللَّيْلَةَ حِيْنَ نَظَرْتُ فِى النُّجُوْمِ مَلِكُ الْخِتَانِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ
يَخْتَتِنُ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالُوْا لَيْسَ يَخْتَتِنُ اِلَّا الْيَهُوْدُ فَلَا يُهِمَّنَّكَ شَاْنُهُمْ وَاكْتُبْ اِلٰى
مَدَائِنِ مُلْكِكَ فَلْيَقْتُلُوْا مَنْ فِيْهِمْ مِنَ الْيَهُوْدِ فَبَيْنَمَا هُمْ عَلٰى اَمْرِهِمْ اُتِىَ هِرَقْلُ بِرَجُلٍ اَرْسَلَ
بِهٖ مَلِكُ غَسَّانَ يُخْبِرُ عَنْ خَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَخْبَرَهُ هِرَقْلُ قَالَ اذْهَبُوْا
فَانْظُرُوْا اَمُخْتَتِنٌ هُوَ اَمْ لَا فَنَظَرُوْا اِلَيْهِ فَحَدَّثُوْهُ اَنَّهُ مُخْتَتِنٌ وَسَاَلَهُ عَنِ الْعَرَبِ فَقَالَ هُمْ
يَخْتَتِنُوْنَ فَقَالَ هِرَقْلُ هٰذَا مُلْكُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَدْ ظَهَرَ ثُمَّ كَتَبَ هِرَقْلُ اِلٰى صَاحِبٍ لَهٗ

یہ کلمہ پڑھ لیا ہے تو میں ضرور (آپ کا حکم مان لیتا اور) آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا (یعنی آپ کے دین میں داخل ہو جاتا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی انك لا تهدی الخ آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دیسکتے یہ اللہ کا کام ہے وہی جسے چاہے ہدایت نصیب فرمادے۔ (مسلم شریف)

(۳۱۴) ابن الناطور ایلیاء کا حاکم تھا اور ہرقل مذہبی لحاظ سے شام کے نصرانیوں کا لاٹ پادری تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا اس کے بعض خواص نے پوچھا ہم (آج) آپ کی حالت کچھ متغیر دیکھتے ہیں (خیر تو ہے) ابن الناطور کہتا ہے کہ ہرقل کاہن بھی تھا علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا جب انھوں نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا میں نے آج شب جب ستاروں میں غور کیا تو (حساب سے) مجھکو یہ معلوم ہوا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ پیدا ہو چکا ہے تو دیکھو اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے لوگوں نے کہا سوا یہود کے ختنہ کوئی نہیں کرتا تو ان کی طرف سے آپ کوئی اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں یہ حکم لکھکر بھیجدیں کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں۔ ابھی وہ اسی مشورہ میں مشغول تھے کہ ہرقل کے سامنے ایک شخص حاضر کیا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر بیان کرتا تھا۔ ہرقل نے جب اس سے آپ کے متعلق دریافت کیا تو کہا جاؤ تحقیق کرو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں یا نہیں۔ لوگوں نے

Marfat.com

برومية وكان نظيره في العلم وسار هرقل الى حمص فلم يرم حمص حتى اتاه
كتاب من صاحبه يوافق رأى هرقل على خروج النبي صلى الله عليه وسلم وانه نبي
فاذن هرقل لعظماء الروم في دسكرة له بحمص ثم امر بابوابها فغلقت ثم اطلع فقال يا
معشر الروم هل لكم في الفلاح والرشد وان يثبت ملككم فتبايعوا هذا النبي فحاصوا حيصة
حمر الوحش الى الابواب فوجدوها قد غلقت فلما رأى هرقل نفرتهم وأيس من الايمان
قال ردوهم علي وقال اني قلت مقالتي انفا اختبر بها شدتكم على دينكم فقد رأيت
فسجدوا له ورضوا عنه فكان ذلك آخر شان هرقل۔ (بخاری شریف)

تحقیق کی تو کہا کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہیں۔ پھر ہرقل نے اس سے عرب کے متعلق پوچھا اس نے کہا وہ ختنہ کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا تو اس دور کے لوگوں کے بادشاہ یہی ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے رومیہ میں اپنے ایک دوست کو یہ ماجرا لکھ بھیجا وہ بھی علم و فضل میں ہرقل ہی کے ہمسر کا تھا (یہ لکھ کر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا ابھی حمص سے باہر نہیں جانے پایا تھا کہ اس کے دوست کا جواب آگیا۔ اس نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کی اور اس کی بھی کہ آپ واقعی نبی ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے روم کے سرداروں کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا (جمع ہونے کے لئے) طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں وہ (حسب الحکم) بند کر دیئے گئے اس کے بعد ہرقل (محل سے) باہر آیا اور یہ تقریر کی اے روم کے باشندو! کیا ہدایت اور کامیابی میں تم بھی اپنا کچھ حصہ لگانا چاہتے ہو، کیا تمہیں یہ منظور ہے کہ تمہاری سلطنت قائم رہے اگر ہے تو اس نبی کی بیعت کر لو (یہ سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگ پڑے (دیکھا تو) دروازے بند تھے۔ بالآخر ہرقل نے جب (اس درجہ) ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا (تو مجبوراً اپنا رنگ بدلا) اور کہا کہ انھیں میرے پاس واپس بلاؤ۔ (جب وہ حاضر ہو گئے) تو کہا میں نے یہ بات جو ابھی کہی تھی صرف تمہارے عقیدہ کی مضبوطی کے امتحان کے لئے کہی تھی وہ مجھے ثابت ہو گئی اس پر لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس کے خوش ہو گئے۔ ہرقل کا آخری عقیدہ یہی رہا۔

Marfat.com

(۳۱۴) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ يَهُودِيٌّ لِصَاحِبِهٖ اِذْهَبْ بِنَا اِلٰى هٰذَا النَّبِيِّ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ لَا تَقُلْ نَبِيٌّ اِنَّهٗ لَوْ سَمِعَكَ كَانَ لَهٗ اَرْبَعُ اَعْيُنٍ فَاَتَيَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَاهُ عَنْ اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَلَا تَسْرِقُوْا وَلَا تَزْنُوْا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تَمْشُوْا بِبَرِيْءٍ اِلٰى ذِيْ سُلْطَانٍ لِيَقْتُلَهٗ وَلَا تَسْحَرُوْا وَلَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا وَلَا تَقْذِفُوا الْمُحْصَنَةَ وَلَا تَوَلَّوْا لِلْفِرَارِ يَوْمَ الزَّحْفِ وَعَلَيْكُمْ خَاصَّةً الْيَهُوْدَ لَا تَعْتَدُوْا فِي السَّبْتِ قَالَ فَقَبَّلَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَقَالَا نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ فَمَا يَمْنَعُكَ

(۳۱۴) صفوان بن عسال مرادی بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے رفیق سے کہا ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو ہم ان سے اس آیت کی مراد دریافت کریں گے ولقد آتینا موسیٰ تسع وہ بولا ایسا غضب نہ کرنا انھیں نبی نہ کہنا اگر کہیں انھوں نے تمہاری زبان سے نبی کا لفظ سن لیا تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ یہ مشورہ کرکے دونوں آپ کی خدمت میں آئے اور ان آیات کے متعلق آپ سے پوچھا، آپ نے فرمایا وہ احکام یہ ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھیراؤ، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، کسی محترم جان کو قتل نہ کرو مگر ضابطہ ہیں، جادو نہ چلاؤ، سود نہ کھاؤ، کسی بے گناہ کو کسی صاحب اقتدار کے پاس پکڑ کر نہ لیجاؤ تاکہ وہ اسے مار ڈالے، کسی پاکباز عورت پر تہمت نہ لگاؤ اور جہاد میں پشت نہ پھیرو اور اے یہود خاص تمہارے لئے یہ حکم اور ہے کہ شنبہ کے دن شکار کھیلنے کے بارے میں اپنی شریعت سے تجاوز نہ کرو۔ یہ جوابات سنکر دونوں نے آپ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بلاشبہ خدا تعالیٰ کے

(۳۱۴) حافظ ابن کثیرؒ نے سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کرکے لکھا ہے وھو حدیث مشکل وعبد اللہ بن سلمۃ فی حفظہ شئی وقد تکلموا فیہ۔ اس حدیث کے مضمون میں کچھ الجھاؤ ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم میں تو تسع آیات سے معجزات مراد ہیں۔ اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مصداق احکام ہیں وہ بھی بجائے نو کے یہاں دس ذکر کئے گئے ہیں۔ حافظ موصوفؒ نے اپنی جانب سے یہ فیصلہ فرمایا ہے کہ اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن سلمہ ہیں ان کے حفظ میں کچھ خامی ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کو صحیح الفاظ کے بیان کرنے میں کچھ التباس پڑ گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل تذکرہ تورات کے وصایا عشرہ کے متعلق فرمایا ہو اور اس کی بجائے انھیں تسع آیات کا مغالطہ لگ گیا ہو۔
حافظ ابن قیمؒ نے وفود کے آمد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ومن تامل مافی السیر والاخبار الثابتۃ من شہادۃ کثیر من اھل الکتاب والمشرکین لہ صلی اللہ علیہ وسلم بالرسالۃ انہ صادق فلم تدخلہم ھذہ الشہادۃ فی الاسلام علم ان الاسلام امر وراء ذلک وانہ لیس ھو المعرفۃ فقط ولا المعرفۃ والاقرار فقط بل المعرفۃ والاقرار والانقیاد والتزام طاعتہ ودینہ ظاہرا وباطنا (زاد المعاد ج ۳ ص ۵۵) یعنی جو شخص سیرت کے صحیح واقعات اور مشرکین اور اہل کتاب کی ان شہادتوں پر غور کرے گا جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق دی ہیں اعلانیہ کہ باوجود ان کو مسلمان

Marfat.com

اَنْ تَتَّبِعُوْنِیْ قَالَ اِنَّ دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ دَعَا رَبَّہٗ اَنْ لَا یَزَالَ مِنْ ذُرِّیَّتِہٖ نَبِیٌّ وَاِنَّا نَخَافُ اِنْ تَبِعْنَاکَ اَنْ یَقْتُلَنَا الْیَھُوْدُ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی)

(٣١٥) عَنِ الْحَارِثِ بْنِ ضِرَارٍ الْخُزَاعِیِّ قَالَ قَدِمْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَعَانِیْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَدَخَلْتُ فِیْہِ وَاَقْرَرْتُ بِہٖ وَدَعَانِیْ اِلَی الزَّکٰوۃِ فَاَقْرَرْتُ بِھَا وَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرْجِعُ اِلٰی قَوْمِیْ فَاَدْعُوْھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاَدَاءِ الزَّکٰوۃِ فَمَنِ اسْتَجَابَ لِیْ جَمَعْتُ زَکٰوتَہٗ فَتُرْسِلُ اِلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَسُوْلًا اِبَّانَ وَقْتِ کَذَا وَکَذَا لِیَاْتِیَکَ بِمَا جَمَعْتُ مِنَ الزَّکٰوۃِ فَلَمَّا جَمَعَ الْحَارِثُ الزَّکٰوۃَ مِمَّنِ اسْتَجَابَ لَہٗ وَبَلَغَ الْاِبَّانُ الَّذِیْ اَرَادَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَبْعَثَ اِلَیْہِ احْتَبَسَ الرَّسُوْلُ فَلَمْ یَاْتِ فَظَنَّ الْحَارِثُ اَنْ قَدْ حَدَثَ

نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر میری اتباع کیوں نہیں کرتے (اس کے جواب میں انھوں نے یہ جھوٹا بہانہ بنایا اور) کہا اس لئے کہ داؤد علیہ السلام نے یہ دعا کی تھی کہ ان کی نسل میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نبی ہوتا رہیگا اگر ہم آپ کی تابعداری قبول کرلیں تو اس کا خوف ہے کہ یہود کہیں ہمیں مار نہ ڈالیں۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابوداؤد)

(٣١٥) حارث بن ضرار خزاعی بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں نے آپ کی دعوت اسلام قبول کرلی اور اسلام میں داخل ہوگیا پھر آپ نے مجھے زکوٰۃ دینے کے لئے فرمایا میں نے اس کا بھی اقرار کرلیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں واپس جاکر اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور ان سے زکوٰۃ دینے کے لئے کہتا ہوں پھر جو شخص ان میں میری دعوت قبول کرے گا میں اس کی زکوٰۃ جمع رکھوں گا آپ میرے پاس اپنا کوئی قاصد فلاں فلاں وقت پر بھیجدیں تاکہ جو زکوٰۃ میں جمع کرلوں وہ آپ کی خدمت میں پہنچا دے۔ حارث جب ان لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرکے جمع کرچکے جنھوں نے دعوتِ اسلام قبول کرلی تھی اور وہ مقرر کردہ وقت بھی آگیا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجنے کا ارادہ فرمایا تھا تو اس وقتِ مقررہ پر آپ کا قاصد نہ پہنچا۔ حارث کو یہ خطرہ ہوگیا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ان سے کوئی ناگواری تو پیش نہ آگئی ہو (جس کی بنا پر آپنے اپنا قاصد

نہیں بھیجا گیا وہ یہ بات بخوبی سمجھ جائے گا کہ اسلام تصدیق کے ساتھ اور بھی کسی چیز کا نام ہے۔ صرف رسول کی معرفت یا اس کی صداقت کے اقرار کرلینے کا نام نہیں بلکہ اصل ایمان یہ ہے کہ اپنے ظاہر و باطن سے آپ کے دین میں داخل ہونے کا عہد کرے ورنہ بہت سے اہل کتاب نے آپ کی تصدیق کی ہے آپ کی رسالت کا اقرار بھی کیا ہے مگر آپ کا دین اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی نکتہ کی بنا پر ان کو مسلمان نہیں کہا گیا۔ (ترجمان السنۃ ج ٢ ص ٥٥)

Marfat.com

فِيْهِ سَخَطٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَدَعَا سَرَوَاتِ قَوْمِهٖ فَقَالَ لَهُمْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ وَقَّتَ لِيْ وَقْتًا يُرْسِلُ اِلَيَّ رَسُوْلَهٗ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدِيْ مِنَ الزَّكٰوةِ وَلَيْسَ مِنْ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخُلْفُ وَلَا اَرٰى حَبْسَ رَسُوْلِهٖ اِلَّا مِنْ سَخْطَةٍ كَانَتْ فَانْطَلِقُوْا
فَنَاْتِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلِيْدَ
بْنَ عُقْبَةَ اِلَى الْحَارِثِ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدَهٗ مِمَّا جَمَعَ مِنَ الزَّكٰوةِ فَلَمَّا اَنْ سَارَ الْوَلِيْدُ حَتّٰى
بَلَغَ بَعْضَ الطَّرِيْقِ فَرِقَ فَرَجَعَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ
الْحَارِثَ مَنَعَنِيْ مِنَ الزَّكٰوةِ وَاَرَادَ قَتْلِيْ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعْثَ
اِلَى الْحَارِثِ وَاَقْبَلَ الْحَارِثُ بِاَصْحَابِهٖ حَتّٰى اِذَا اسْتَقْبَلَ الْبَعْثَ وَفَصَلَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ
لَقِيَهُمُ الْحَارِثُ فَقَالُوْا هٰذَا الْحَارِثُ فَلَمَّا غَشِيَهُمْ قَالَ لَهُمْ اِلٰى مَنْ بُعِثْتُمْ قَالُوْا اِلَيْكَ

نہ بھیجا ہو اس لئے انہوں نے اپنی قوم کے چند سر آوردہ اشخاص کو بلایا اور ان سے کہا کہ آپ نے میرے پاس اپنا قاصد بھیجنے کے لئے ایک وقت مقرر فرمایا تھا تاکہ زکوٰۃ کا جو مال میرے پاس جمع ہو جائے وہ وصول کرلے۔ (مگر قاصد وقت مقرر پر نہیں آیا اور) وعدہ خلافی تو آپ کی ذات سے غیر ممکن ہے اس لئے ہو نہ ہو میرا خیال یہی ہے کہ آپ نے اپنا قاصد کسی ناگواری کی وجہ سے ارسال نہیں فرمایا ہے چلو ہم سب آپ کی خدمت میں چلیں۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارث کے پاس روانہ کردیا تھا تاکہ وہ ان کے پاس سے جمع شدہ زکوٰۃ وصول کرلیں جب ولید روانہ ہوگئے اور ایک راستہ پر پہنچے تو ان کو کچھ خطرہ محسوس ہوا اور ڈر کر وہ واپس لوٹ گئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولے یا رسولؐ حارثؓ نے مجھے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور میرے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ آپ نے حارث سے انتقام کے لئے ایک لشکر روانہ فرمایا ادھر حارث اپنی جماعت کو لئے ہوئے مدینہ روانہ ہو چکے تھے جب اس لشکر سے ان کا آمنا سامنا ہوا تو انہوں نے پوچھا تم لوگ کن کے مقابلہ کے لئے بھیجے گئے ہو انہوں نے جواب دیا

(۳۱۵) اس حدیث میں "دخلت فی الاسلام" کے صاف الفاظ موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صرف تصدیق کرنے کا نام نہیں بلکہ در اصل دین میں داخل ہو جانے کا نام ہے اور کسی دین میں داخل ہونے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کا عہد بھی کیا جائے اس لئے اسلام میں داخلہ کا مطلب یہی ہوگا کہ اس کے جملہ احکام کی پابندی کا عہد کیا جائے جو شخص حقانیت اسلام کا اقرار تو کرتا ہے مگر اس کے احکام کی

Marfat.com

قَالَ وَلِمَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَثَ إِلَیْکَ الْوَلِیْدَ بْنَ عُقْبَۃَ فَزَعَمَ
أَنَّکَ مَنَعْتَہُ الزَّکٰوۃَ وَأَرَدْتَ قَتْلَہُ قَالَ وَالَّذِیْ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ
مَا رَأَیْتُہُ بَتَّۃً وَلَا أَتَانِیْ فَلَمَّا دَخَلَ الْحَارِثُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنَعْتَ الزَّکٰوۃَ وَأَرَدْتَ قَتْلَ رَسُوْلِیْ قَالَ لَا وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا رَأَیْتُہُ وَلَا رَآنِیْ وَمَا
أَقْبَلْتُ إِلَّا حِیْنَ احْتَبَسَ عَلَیَّ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَشِیَۃَ أَنْ تَکُوْنَ
کَانَتْ سُخْطَۃً مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ قَالَ فَنَزَلَتِ الْحُجُرَاتُ (یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا إِنْ جَاءَکُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوْا أَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ) الی ھذا المکان فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔ (رواہ احمد)

آپ ہی کے لئے۔ یہ بولے آخر کیوں، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولیابی کیلئے ولید کو تمہارے پاس بھیجا تھا ان کا بیان یہ ہے کہ تم نے ان کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور (نیز) ان کے قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا ہے۔ انھوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے تو ان کو دیکھا بھی نہیں اور وہ تو میرے پاس تک نہیں آئے۔ جب حارث آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا، حارث کیو تم نے زکوٰۃ دینے سے کیوں انکار کیا اور میرے قاصد کے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ انھوں نے عرض کیا اس کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، میں نے تو ان کو اور انھوں نے مجھکو دیکھا تک نہیں اور میں (انتظار کر کے) اس وقت چلا ہوں جب آپ کا قاصد میرے پاس نہیں آیا اور مجھے یہ ڈر ہوا کہ مجھ سے خدا اور اس کا رسول کہیں ناراض تو نہیں ہو گئے۔ اسی پر سورۂ حجرات نازل ہو گئی۔ یا ایھا الذین آمنوا الخ مسلمانو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو اچھی طرح اس کی تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی سے تم کسی قوم پر چڑھ جاؤ الخ ...... (مسند احمد)

بجا آوری کا عہد نہیں کرتا وہ اسلام کا حلقہ بگوش شمار نہیں ہو سکتا۔ اسی نکتہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے بہت سے اشخاص مسلمان شمار نہیں کئے گئے۔ حضرت ابوطالب کے حسب ذیل شعر کا مطلب بھی یہی تھا۔

لولا الملامۃ اوحذار مسبۃ   لوجدتنی سمحا بذاک مبینا

اگر مخالفین کی ملامت یا ان کے برا بھلا کہنے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ مجھے دیکھ لیتے کہ میں آپ کے دین میں بڑی مسرت اور فراخدلی کے ساتھ داخل ہو جاتا۔

Marfat.com

الایمان ھو الرضاء بکلّ ما قضی بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۱۶) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ اَنَّهٗ حَدَّثَهٗ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ فِيْ شِرَاجٍ مِنَ الْحَرَّةِ يَسْقِيْ بِهَا النَّخْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِ يَا زُبَيْرُ فَاَمَرَهٗ بِالْمَعْرُوْفِ ثُمَّ اَرْسِلْ اِلٰى جَارِكَ قَالَ الْاَنْصَارِيُّ اَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ اِسْقِ ثُمَّ احْبِسْ حَتّٰى يَرْجِعَ الْمَاءُ اِلَى الْجَدْرِ وَاسْتَوْعٰى لَهٗ حَقَّهٗ فَقَالَ الزُّبَيْرُ وَاللّٰهِ اِنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اُنْزِلَتْ فِيْ ذٰلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔ (رواہ البخاری)

(۳۱۷) عَنْ ضَمْرَةَ اَنَّ رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى لِلْمُحِقِّ عَلَى

ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر فیصلہ پر رضا و تسلیم کے سر جھکا دینے کا نام ہے

(۳۱۶) عروہ بن زبیرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے ایک سنگستان کی نالی کے بارے میں زبیرؓ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ اس نالی سے کھجوروں کے باغ کی آبپاشی کی جاتی تھی آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ زبیرؓ پہلے تم آبپاشی کرلو پھر اپنے پڑوسی کی طرف پانی جانے دو، اس فیصلہ میں آپ نے دونوں کی بھلائی مدنظر رکھی تھی۔ اس پر انصاری بولا (جی ہاں) زبیرؓ آپ کے چچازاد بھائی لگتے ہیں اسی لئے آپ نے ان کے دل لگتا فیصلہ کیا ہے یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا اور آپ نے فرمایا زبیرؓ تو اب تم اپنے باغ کو پانی دو اور جب تک پانی ڈولوں تک نہ پہنچ جائے مت چھوڑو۔ اس فیصلہ میں آپ نے زبیرؓ کا پورا پورا حق دلوایا (اور پچھلے فیصلہ میں آپ نے دونوں جانبوں کی رعایت فرمائی تھی) زبیرؓ کہتے ہیں یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی تھی فلا وربک الخ تیرے پروردگار کی قسم ہے یہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ آپس کے ہر معاملہ میں آپ ہی کو فیصل نہ بنائیں پھر اس پر فراخدلی کے ساتھ راضی بھی نہ ہو جائیں۔ (بخاری شریف)

(۳۱۷) ضمرہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو شخص اپنا جھگڑا لیکر

---

(۳۱۷) حافظ ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اس واقعہ کو ایک اور سند کے ساتھ بھی روایت کیا ہے اس کی اسناد میں ابن لہیعہ ہو اور اس کو مرسل ضعیف قرار دیا ہے اس کے بعد حافظ ابو اسحٰق کی سند سے ایک دوسرا طریقہ پیش کیا جس میں ابن لہیعہ نہیں ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کامل جس طرح صرف ایک علم نہیں اسی طرح صرف التزام طاعت بھی نہیں بلکہ ایسی جان سپردگی کا نام ہے جس کے بعد اپنی خواہشات کا کوئی سوال ہی باقی نہ رہے۔ خدا تعالیٰ کو جاننا، اس کو ماننا، اس کے

Marfat.com

الْمُبْطِلِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ عَلَيْهِ لَا أَرْضَى فَقَالَ صَاحِبُهُ فَمَا تُرِيدُ قَالَ أَنْ نَذْهَبَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَذَهَبَا إِلَيْهِ فَقَالَ الَّذِي قَضَى لَهُ قَدِ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنْتُمَا عَلَى مَا قَضَى بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى صَاحِبُهُ أَنْ يَرْضَى فَقَالَ نَأْتِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ الْمَقْضِيُّ لَهُ قَدِ اخْتَصَمْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى لِي عَلَيْهِ فَأَبَى أَنْ يَرْضَى فَسَأَلَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ كَذَلِكَ فَدَخَلَ عُمَرُ مَنْزِلَهُ وَخَرَجَ وَالسَّيْفُ فِي يَدِهِ وَقَدْ سَلَّهُ فَضَرَبَ بِهِ رَأْسَ الَّذِي أَبَى أَنْ يَرْضَى فَقَتَلَهُ. فَانْزَلَ اللهُ فلا وربك لا يومنون الآيه. (تفسیر ابن کثیر)

(۳۱۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى كَلِمَةٍ

لئے آپ نے جو سچا تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا تھا وہ بولا کہ میں تو اس فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا اس کے رفیق نے کہا تو اب اور کیا چاہتے ہو اس نے کہا آؤ ابوبکر صدیقؓ کے پاس چلیں دونوں روانہ ہوگئے اور جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے روئداد مقدمہ بیان کی کہ ہم اپنا جھگڑا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ فرمادیا ہے (یہ اس پر راضی نہیں ہوتا) ابوبکرؓ نے (روئداد مقدمہ سنے بغیر کہا) تمہارا فیصلہ وہی رہے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں اس کے بعد بھی اس کے رفیق نے رضامندی سے انکار کیا اور کہا اچھا عمر بن الخطابؓ کے پاس چلیں جس شخص کے حق میں فیصلہ ہوچکا تھا اس نے کہا کہ ہم اپنا مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے تھے آپ نے میرے حق میں فیصلہ صادر کردیا تھا مگر یہ اس پر راضی نہیں ہوتا۔ عمر بن الخطابؓ نے اس سے دریافت کیا، کیا واقعہ اسی طرح ہے اس نے کہا اسی طرح ہے۔ یہ سن کر وہ اندر تشریف لے گئے اور ہاتھ میں تلوار کھینچے ہوئے باہر تشریف لائے اور جو شخص آپ کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا تھا اس کا سر اڑا دیا۔ اس پر یہ آیت اتر آئی فلا وربک لا یومنون الخ (تفسیر ابن کثیر)

(۳۱۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسے کلمہ

ایک ایک حکم کو ماننا اور بالآخر اس کے تمام فیصلوں کے سامنے اس طرح اعتراف وتسلیم کا سر جھکا دینا کہ روح کا کامل سرور اور نفس کی پوری مسرت اسی میں منحصر ہو جائے۔ یہ ہے ایمان کامل ؎

سر ہر گلہ اختصار می باید کرد   یک کار ازیں دو کار می باید کرد   یا تن برضا دوست می باید داد   یا قطع نظر زیار می باید کرد

(۳۱۸) اسلام کے ایک معنی تو عام ہیں اور دوسرے معنی خاص ہیں جس کا مخاطب آیت ذیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

Marfat.com

مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَسْلَمَ عَبْدِيْ وَاسْتَسْلَمَ۔ (رواہما البیھقی فی الدعوات الکبیر و رواہ رزین عن ابن عمرؓ)

ذکر ملجاء فی رضاء اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما قضا لھم و علیھم

(۳۱۹) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ تَقَاضٰى ابْنَ اَبِيْ حَدْرَدٍ دَيْنًا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ

کی اطلاع نہ دوں جو اس خزانہ میں کا ہے جو عرش کے نیچے ہے وہ کلمہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے (برائیوں کے چھوڑنے کی طاقت اور بھلائیوں کے حاصل کرنے کی قوت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے وابستہ ہے۔ (بندہ جب یہ کلمہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اب میرا بندہ مسلمان ہوگیا اور پورا پورا مسلمان ہوگیا۔

اپنی مرضی کے خلاف فیصلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی شان رضا کی چند مثالیں

(۳۱۹) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ ابن ابی حدرد پر ان کا کچھ قرضہ چاہیے تھا انھوں نے

بنا یا گیا ہے۔ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ جب اس کے پروردگار نے اس سے کہا کہ اپنے آپ کو (خدا تعالیٰ کے) حوالہ کر دے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں اپنے آپ کو اس اللہ کے حوالہ کر چکا جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ یہ استسلام وہ نہیں ہے جس کی طرف امام بخاریؒ نے کتاب الایمان کے باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ وکان علی الاستسلام میں اشارہ فرمایا ہے بلکہ قدرت الٰہیہ کے قہر و غلبہ کے اس مشاہدہ کا نام ہے جس کے بعد انسان کو اپنی قدرت و طاقت کی سب داستان محض ایک افسانہ نظر آنے لگتی ہے یہ منزل صرف کلمہ طیبہ زبان سے ادا کر لینے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسلام کی اس عملی زندگی گذارنے سے حاصل ہوتی ہے جس میں قدم قدم پر یہ سبق ملتا رہتا ہے کہ اس کو درحقیقت کوئی اختیار نہیں نہ وہ اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ سونے جاگنے کا حتی کہ نہ کسی نقل و حرکت کا اس کی ہر ہر حرکت و سکون اور اس کا ایک ایک نطق و سکوت سب ان ہدایات کے ماتحت ہے جو اسلام نے اس کو دی ہیں جب وہ شریعت کے امر و نہی کے سامنے اس طرح گردش کرنے کا عادی ہو جاتا ہے تو اب اس پر یہ راز آشکارا ہونے لگتا ہے کہ درحقیقت یہاں پر کوئی جبر نہ تھا بلکہ بندگی کی حقیقت یہی تھی۔ جس طرح ایک غلام اپنے نفع و نقصان کی کوئی طاقت نہیں رکھتا اس کے تمام معاملات سب اس کے آقا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اسی طرح بندۂ مومن کا حال ہو جانا چاہیے اور اگر اس کو اس منزل تک رسائی میسر نہیں ہوتی تو کم از کم زبانی طور پر لاحول ولاقوۃ تو پڑھ کر اس زمرہ کے ساتھ ایک ظاہری مشابہت سے تو محروم نہ رہنا چاہیے۔ زمین و آسمان کے خزانے سب اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں وللہ خزائن السموات والارض لیکن زمین کے خزانوں میں برائے گفتن کچھ تمہارا حصہ بھی لگا دیا گیا ہے لیکن وہ سرکاری خزانہ جس کی مخلوق کو ہوا بھی نہیں لگی وہ خالق کے عرش کے نیچے ہے جہاں جنت ہے اسی میں کا ایک در مکنون یہ کلمہ ہے فردائے قیامت میں روشن ہو جائے گا کہ اس کی قیمت خالق کے سوا کوئی نہیں لگا سکتا۔

(۳۱۹) آپ کا یہ حکم بطور کسی قضاء شرعی کے نہ تھا بلکہ صرف باہم مصالحت پر مبنی تھا۔ کعب کے لیے اتنی گنجائش تھی

Marfat.com

فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُهُمَا حَتّٰی سَمِعَهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ بَیْتِہٖ فَخَرَجَ اِلَیْھِمَا حَتّٰی کَشَفَ سِجْفَ حُجْرَتِہٖ فَنَادٰی یَا کَعْبُ قَالَ لَبَّیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ضَعْ مِنْ دَیْنِکَ ھٰذَا وَاَوْمَأَ اِلَیْہِ اَیِ الشَّطْرَ قَالَ لَقَدْ فَعَلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ قُمْ فَاقْضِہٖ۔

(۳۲۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ لَبِسَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا قَبَاءً مِنْ دِیْبَاجٍ اُھْدِیَ لَہٗ ثُمَّ اَوْشَکَ اَنْ نَزَعَہٗ فَاَرْسَلَ بِہٖ اِلٰی عُمَرَ فَقِیْلَ قَدْ اَوْشَکَ مَا انْتَزَعْتَہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آکر اس کا تقاضہ کیا اس پر دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں یہانتک کہ آپ نے گھر میں سُن لیا۔ آپ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور اپنے مکان کا پردہ اٹھا کر آواز دی کعب؟ وہ بولے یارسول اللہ حاضر ہوں، آپ نے فرمایا اتنا قرض معاف کردو اور نصف کا اشارہ کیا انھوں نے کہا یارسول اللہ میں نے معاف کیا۔ آپ نے فرمایا ابن ابی حدرد اٹھو اور اس کو ادا کردو (بخاری شریف)

(۳۲۰) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ریشمی قبا زیب تن فرمایا جو آپ کے لئے بطور ہدیہ پیش کیا گیا تھا آپ نے اسے پہنا پھر بہت جلدی سے اتار ڈالا اور حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا یارسول اللہ (کیا بات تھی کہ) آپ نے اس قبا کو

کہ وہ عذر و معذرت کرنا چاہتے تو کر دیتے لیکن صحابہ کی شان تسلیم و رضا کا یہ عالم تھا کہ ان کے نزدیک ضابطہ اور بے ضابطہ حکم کا فرق ہی باقی نہ رہا تھا ان کے نزدیک آپ کا قلبی میلان اور حکم ناطق دونوں برابر تھے اسی لئے دین ان کے نزدیک اپنی مجموعی شکل کا نام تھا جب اسلام کا دور انحطاط شروع ہوا تو اب یہ بحثیں قائم ہونی شروع ہوگئیں کہ اس کے اجزاء میں باہم توازن کیا ہے کون رکن کا مرتبہ رکھتا ہے اور کون شعبہ کا۔ شان رضا و تسلیم جو ایمان و اسلام کی آخری منزل ہے جب کسی کو میسر آجاتی ہے تو اس کے سامنے یہ سوالات ختم ہو جاتے ہیں اور صرف یہی ایک بات باقی رہ جاتی ہے ؎

زندہ کنی عطائے تو ۔۔۔ ور بکشی فدائے تو ۔۔۔ دل شدہ مبتلائے تو ۔۔۔ ہر چہ کنی رضائے تو

اگر کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا عقیدہ رکھنے اور اس کا ورد کرنے والے اتنی بات سمجھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ اس نفی و اثبات میں راہ عشق کے کیسے کیسے دقیق رموز پنہاں ہیں اور اس کے بعد ان کو واضح ہو جاتا کہ ایمان صرف ایک علم کا مرتبہ نہیں صرف التزام اطاعت اور انقیاد باطن بھی نہیں، بلکہ تسلیم و رضا کے اس منزل کا نام ہے جس میں نفس اور مقتضیات نفس سب فنا ہو جاتے ہیں اور صرف ایک خدائے تعالیٰ کی ذات پاک مطلوب و مقصود بن کر رہ جاتی ہے اگر ایمان یہ ہے تو پھر اس کی قیمت میں خدا کی وسیع جنت بھی ارزاں ہے ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتۂ ۔۔۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(۳۲۰) حضرت عمرؓ کی شان رضا و تسلیم نے یہاں محبوب و مکروہ کا فرق بھی اٹھا دیا تھا بس محبوب وہ تھا جو آپ کو محبوب ہوا اور مکروہ وہ تھا جو آپ کے نزدیک مکروہ ہو جتنی کہتا ہے۔

Marfat.com

فَقَالَ نَهَانِي عَنْهُ جِبْرِيلُ فَجَاءَ عُمَرُ يَبْكِي فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَرِهْتَ أَمْرًا وَأَعْطَيْتَنِيهِ فَمَا لِي
فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُعْطِكَهُ تَلْبَسُهُ إِنَّمَا أَعْطَيْتُكَهُ تَبِيعُهُ فَبَاعَهُ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ۔ (رواہ مسلم)

(۳۲۱) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا وَنَحْنُ مَعَهُ فَرَأَى قُبَّةً مُشْرِفَةً فَقَالَ مَا هٰذِهٖ قَالَ أَصْحَابُهُ هٰذِهٖ لِفُلَانٍ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَكَتَ وَحَمَلَهَا فِي نَفْسِهِ حَتَّى لَمَّا جَاءَ صَاحِبُهَا فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي النَّاسِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ صَنَعَ ذٰلِكَ مِرَارًا حَتَّى عَرَفَ الرَّجُلُ الْغَضَبَ فِيهِ وَالْإِعْرَاضَ عَنْهُ فَشَكَا ذٰلِكَ إِلَى أَصْحَابِهِ وَقَالَ وَاللهِ إِنِّي لَأُنْكِرُ

اتارنے میں بہت ہی جلدی کی آپ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے اس کے پہننے سے مجھے منع فرما دیا تھا (جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی) تو روتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ایک چیز کو آپ نے خود تو برا سمجھا پھر اسے مجھے کیوں دیدیا۔ بھلا جب آپ اُسے برا سمجھتے ہیں تو میں اُسے برا کیوں نہ سمجھوں۔ آپ نے فرمایا میں نے تم کو اس لئے تو دیا نہیں تھا کہ تم اسے پہن لو، میں نے تو اس لئے دیا تھا کہ بیچ لینا۔ حضرت عمرؓ نے اسے دو ہزار درہم میں بیچ ڈالا۔ (مسلم)

(۳۲۱) حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ تھے آپ نے ایک اونچا سا قبہ دیکھا تو فرمایا یہ قبہ کس کا ہے صحابہؓ نے عرض کیا فلاں انصاری کا ہے آپ خاموش ہو گئے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھا جب اس کا مالک آیا اور اس نے سب لوگوں کے درمیان آپ کو سلام کیا آپ نے اس کی طرف کوئی التفات نہ فرمایا چند بار اس نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ وہ شخص آپ کا غصہ اور اپنی جانب سے آپ کی بے التفاتی سمجھ گیا اس نے

ما الخل الا من اود بقلبہ وارى بطرف لا يرى بسوائہ

فقہاء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ بیع و شراء کے جواز کا مسئلہ استعمال کی اباحت و حرمت پر موقوف نہیں بلکہ ملکیت پر موقوف ہے دیکھئے ریشمی کپڑا مردوں کے لئے پہننا حرام ہے اس کے باوجود اس کی بیع درست ہے کیونکہ اس کی ملکیت میں کوئی نقصان نہیں۔ کلیات دین معلوم کرنے کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے اس کے لئے دین کے تمام اصول ضوابط کا پیش رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے اس ایک ہی مسئلہ سے کلیات نہ بنائے جائیں۔

(۳۲۱) بلند قبہ بنانا بھی حرام نہ تھا مگر جس دور میں حب دنیا کا تخم قلوب سے مٹایا جا رہا تھا اور حب آخرت کا تخم بکھیرا جا رہا تھا یہ کیسے ممکن تھا کہ حب دنیا کے اسباب ترقی کو بخوشی گوارا کر لیا جاتا اس لئے اس مصلح اعظم نے اپنے چشم و ابرو کے اشاروں سے اپنی بے التفاتی کا اظہار ضروری سمجھا۔ آپ پر قربان ہونے والے صحابی کے لئے یہ ادنیٰ سی بے التفاتی ناقابل برداشت بن گئی۔ واضح رہے کہ اس قبہ کی اہمیت اس ماحول اور اس دور زندگی کے حالات کے اعتبار سے محسوس کی گئی تھی ہمارے دور ترقی میں اب اس قبہ کے حکم میں وہ عمارات داخل ہو سکتی ہیں جو اس زمانہ میں دوسری

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ فَرَاٰی قُبَّتَکَ فَرَجَعَ الرَّجُلُ اِلٰی قُبَّتِہٖ فَھَدَمَھَا حَتّٰی سَوَّاھَا بِالْاَرْضِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ یَوْمٍ فَلَمْ یَرَھَا قَالَ مَافَعَلَتِ الْقُبَّۃُ قَالَ شَکٰی اِلَیْنَا صَاحِبُھَا اِعْرَاضَکَ فَاَخْبَرْنَاہُ فَھَدَمَھَا فَقَالَ اَمَا اِنَّ کُلَّ بِنَاءٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَا لَا یَعْنِیْ اِلَّا مَا لَا بُدَّ مِنْہُ (رواہ ابوداؤد)

(۳۲۳) عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَھُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ فَاخْتَلَطَ الرِّجَالُ مَعَ النِّسَاءِ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لِلنِّسَاءِ اسْتَاْخِرْنَ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لَکُنَّ اَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِیْقَ عَلَیْکُنَّ بِحَافَاتِ الطَّرِیْقِ فَکَانَتِ الْمَرْاَۃُ تَلْصَقُ بِالْجِدَارِ حَتّٰی اَنَّ ثَوْبَھَا لَیَتَعَلَّقُ بِالْجِدَارِ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

اپنے رفقاء سے اس پر اظہار افسوس کیا اور کہا بخدا آپ کی یہ بات تو میں کچھ نئی سی دیکھتا ہوں انھوں نے کہا (ہمیں کچھ اور تو معلوم نہیں) بس اتنی بات ہوئی ہے کہ آپ باہر تشریف لے گئے تھے اور تمہارا قبہ دیکھا تھا وہ شخص فوراً اپنے قبہ کی طرف واپس آیا اور اس کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا۔ ایک دن پھر آپ (اس طرف) تشریف لے گئے تو اس قبہ کو نہ دیکھا پوچھا قبہ کیا ہوا عرض کیا اس کے مالک نے آپ کی بے التفاتی پر ہم سے افسوس ظاہر کیا تھا تو ہم نے جو واقعہ تھا وہ اس سے کہدیا تھا بس اس کے بعد ہی اس نے یہ قبہ گرا دیا تھا آپ نے فرمایا سن لو ہر تعمیر اپنے بنانے والے کے لئے وبال ہوگی مگر جو بقدر ضرورت ہو۔ (ابوداؤد)

(۳۲۳) ابواسید انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کو یہ حکم دیتے ہوئے سُنا ہے اس وقت آپ مسجد سے باہر نکل رہے تھے دیکھا تو مرد اور عورتیں سب راستہ میں ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئے تھے فرمایا تم مردوں کے پیچھے چلا کرو۔ راستہ کے بیچ میں چلنے کا تمہارا کوئی حق نہیں ہے تمہیں راستے کے کنارے کنارے چلنا چاہئے اس کے بعد حالت یہ ہو گئی کہ ایک عورت دیوار سے اتنا ملکر چلا کرتی تھی کہ اس کا کپڑا دیوار سے رگڑا کرتا تھا۔ (ابوداؤد)

عمارتوں میں وہی نسبت رکھتی ہوں جو اس زمانہ کی عمارتوں میں قبہ کی نسبت تھی مسئلہ کچھ نہیں ہر مصلحت ہمیشہ بدل گئی اس نے کسی مزید تحقیق کے بغیر قبہ کو گرا دیا اور اتنی بڑی قربانی کو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ آپ کی مجلس میں آ کر اپنی سرخروئی کے لئے اس کا ذکر ہی کر دیتا

فراق یار اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

(۳۲۳) عام راستہ کسی کی ملکیت نہیں ہوتا مگر آپ کا حکم سنکر اِن عورتوں نے اپنا حق صرف اتنے ہی حصہ میں سمجھ لیا تھا جتنے حصہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چلنے کیلئے حکم دیا تھا تعمیل حکم کی بحث کے بغیر و بغیر تبادلہ خیال ہو چکی تھی اور اس حکم کی تعمیل بھی اس مبالغہ سے کی جاتی تھی جس کا نقشہ حدیث میں موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک طبیعت رضا و تسلیم کی خوگر نہیں ہو جاتی شریعت پر پورا عمل بھی میسر نہیں آتا۔

Marfat.com

(۲۲۳) قَالَ عَمْرٌو وَكَانَ هٰهُنَا رَجُلٌ اسْمُهٗ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهٗ إِبِلٌ هِيمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهٗ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهٗ فَقَالَ بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مِمَّنْ بِعْتَهَا فَقَالَ مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيْحَكَ ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ فَجَاءَهٗ فَقَالَ إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَقْهَا فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا قَالَ دَعْهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى (البخاری)

(۲۲۳) عمرو بن دینار کہتے ہیں یہاں ایک شخص رہتا تھا اس کا نام نواس تھا اور اس کے پاس بیمار اونٹ تھے، ابنِ عمرؓ گئے اور اس کے شریک سے وہ اونٹ خرید لائے۔ جب اس کا دوسرا شریک آیا تو اس نے کہا (آج) تو میں نے وہ بیمار اونٹ بیچ ڈالے۔ اس نے کہا بھلا کس کے ہاتھ بیچے اس نے کہا ایسی ایسی صورت کے ایک بڑے میاں تھے، اس نے کہا ارے تیرا ناس ہو، خدا کی قسم وہ تو ابنِ عمرؓ تھے اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے شریک نے ناواقفی میں آپ کے ہاتھ بیمار اونٹ بیچ دیئے، انھوں نے فرمایا تو ان کو لیجاؤ جب وہ انھیں لیجانے لگا تو فرمایا اچھا رہنے دو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپؐ نے فرمادیا ہے کوئی مرض اڑکر نہیں لگا کرتا۔ (بخاری شریف)

(۲۲۳) نہایہ میں ہے اہیم اس اونٹ کو کہتے ہیں جسے پیاس کی بیماری ہو وہ پانی پئے اور سیراب نہ ہو۔ یہ بیماری عرب کے نزدیک متعدی امراض میں شمار ہوتی تھی۔ ابنِ عمرؓ چاہتے تو اس اونٹ کو بیع و شراء کے ضابطہ سے بائع کو واپس کر سکتے تھے مگر چونکہ اس کی تہ میں ایک فاسد عقیدہ کی تقویت ہوتی تھی اور اس کے برقرار رکھنے میں اس کا استیصال ہوتا تھا اس لئے انھوں نے بیع فسخ نہیں کی۔ اور اگرچہ اس خاص واقعہ میں ان کے پاس آپ کا کوئی صریح حکم بھی نہ تھا لیکن ان کی شان رضا و تسلیم نے دوسرے باب کی ایک عام حدیث ہی لیکر اسی کے تحت میں اپنے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔

Marfat.com

(۲۲۴) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ لِیْ ذُؤَابَۃٌ فَقَالَتْ اُمِّیْ لَا اَجُزُّھَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَمُدُّھَا وَیَاْخُذُھَا (رواہ ابوداؤد)

(۲۲۵) عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِیْ جُمَّۃً اَفَاُرَجِّلُھَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَکْرِمْھَا۔ قَالَ فَکَانَ اَبُوْ قَتَادَۃَ رُبَّمَا دَھَنَھَا فِی الْیَوْمِ مَرَّتَیْنِ مِنْ اَجْلِ قَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَاَکْرِمْھَا۔ (رواہ مالک)

(۲۲۴) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے سر پر زلفیں تھیں میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں ان کو (کبھی) نہ تراشوں گی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (ازراہِ محبت) ان کو کھینچا کرتے اور ان پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

(۲۲۵) ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے سر پر زلفوں والے بال ہیں کیا میں ان میں شانہ کرلیا کروں، آپ نے فرمایا کیوں نہیں ان کا لحاظ بھی رکھا کرو۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے ابوقتادہؓ اپنے سر میں کبھی کبھی دو دو بار تیل ڈال لیا کرتے تھے۔ (مالک)

(۲۲۴) ظاہر ہے کہ بالوں کا بالکل نہ تراشنا کوئی مسئلہ شرعی نہ تھا بلکہ یہ ان کی والدہ کا صرف ایک جذبۂ محبت تھا کہ جن بالوں کو آپ کے دستِ مقدس نے مس کیا ہوان کو یادگار کے طور پر ہمیشہ باقی رکھا جائے۔ اس قسم کی حدیثوں سے یہ نکتہ نکلتا ہے کہ بعض افعال اگرچہ فی نفسہٖ کوئی مقبولیت نہیں رکھتے لیکن کسی خارجی سبب کی بناء پر کسی حد تک مقبول بن جاتے ہیں۔ مگر یہ صرف ان اشیاء تک محدود ہوگا جو مباح ہوں۔ منکرات اور منہیات کسی وقت بھی قابلِ مدح نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح اس کو سب کے حق میں عام حکم بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت انسؓ کو عام دستور کے خلاف اپنی والدہ کے اس فعل کی کچھ معذرت سی کرنی پڑی ہے اور اسی جنس کی وہ معذرت ہے جو آئندہ حدیث میں آرہی ہے۔

(۲۲۵) یعنی اگرچہ آپ کے ارشاد "واکرمھا" کا بالوں میں دو دو بار تیل ڈالنا اقتضاء لغوی نہ بھی لیکن ابوقتادہ کا یہ اقتضاء قلبی تھا کہ آپ کے ارشاد کا جو وسیع سے وسیع دائرہ ہو وہ سب کا سب اپنے عمل میں شامل کرلیا جائے اس کا نام جذباتِ محبت ہے ان کی تعریف تو کی جائے گی مگر ان کو مسئلہ کی حیثیت نہیں دی جاسکتی۔ اسی لئے سر میں دو بار تیل ڈالنا سنت نہیں کہا جاسکتا بلکہ بہت زیادہ زیبائش کی حدیثوں میں ممانعت آئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی راوی ابوقتادہؓ کے اس فعل کی کچھ معذرت پیش کررہا ہے۔

Marfat.com

مَنْ اَتٰی بِالشَّہَادَتَیْنِ فَقَدْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَرَسُوْلًا

(۳۲۶) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ فَعَجِبَ لَھَا اَبُوْ سَعِیْدٍ فَقَالَ اَعِدْھَا عَلَیَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَعَادَھَا عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ وَاُخْرٰی یَرْفَعُ اللّٰہُ بِھَا الْعَبْدَ مِائَۃَ دَرَجَۃٍ فِی الْجَنَّۃِ مَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ کَمَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ قَالَ وَمَا ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلْجِھَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (رواہ مسلم)

(۳۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یَقُوْلُ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسٰی ثَلَاثًا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّرْضِیَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (رواہ احمد والترمذی)

شہادتین کے معنی یہ ہیں کہ قلب میں اللہ کے سوا رب اور اسلام کے سوا دین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور رسول کی تلاش باقی نہ رہے

(۳۲۶) ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کو رب اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ ابو سعید کو یہ خوشخبری بہت امید افزا معلوم ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مکرر فرمائیے آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ نے کہا کہ ایک بات اور بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کے لئے جنت میں سو درجے بلند کرتا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین اور آسمان کے درمیان انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بات کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا، اللہ کیلئے جہاد کرنا (مسلم)

(۳۲۷) ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ صبح و شام تین بار یہ کلمات پڑھ لیتا ہے رضیت باللہ ربا الخ (میں اللہ کی ربوبیت اور اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر دل سے رضامند ہو گیا) تو اللہ تعالیٰ اپنے اوپر یہ لازم کر لیتا ہے کہ قیامت کے دن اس کو راضی کر دے۔ (احمد، ترمذی)

(۳۲۷) قرآن کریم کی متعدد آیات میں اس رضاء کا تذکرہ اس انداز پر کیا گیا ہے "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ" صحابہ میں یہ شان رضا اس درجہ غالب تھی کہ اب امت کے مابین رضی اللہ عنہم ان کا ایسا طغرۂ امتیاز بن چکا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا لفظ ایسا ہی جزو لاینفک بن گیا ہے جیسا انبیاء علیہم السلام کے نام کے ساتھ الفاظ درود کا۔

Marfat.com

(۳۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ یَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا غُفِرَ لَهٗ ذَنْبُهٗ۔ (رواہ مسلم)

السرور والحزن وما الی ذلک مما یتقاضاہ طبیعۃ البشر لیس فی شیء من مخالفۃ شان الرضی والتسلیم

(۳۲۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ دَخَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَبِیْ سَیْفِ الْقَیْنِ وَکَانَ ظِئْرًا لِاِبْرَاهِیْمَ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْرَاهِیْمَ فَقَبَّلَهٗ وَشَمَّهٗ

(۳۲۸) سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے موذن کو یہ کہتے سنا اشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمد اعبدہ ورسولہ پھر اس کے جواب میں یہ کہا میں اللہ تعالیٰ کو اپنا رب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور اسلام کو اپنا دین مانکر دل سے راضی ہو چکا اس کے گناہ بخشدیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

خوشی اور غم اور انسان کے دوسرے فطری تاثرات اس کی شان رضا وتسلیم کے منافی نہیں

(۳۲۹) انس ؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو یوسف لوہار کے گھر گئے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دودھ پلائی کے شوہر تھے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو گود میں لیا

(۳۲۸) انسان میں دین کی تلاش اس کی فطرت ہے۔ پھر دین میں اللہ اور رسول کا تصور لازم ہے۔ شہادتین کے معنی یہی ہیں کہ دین اسلام کے بعد فطرت میں اب کسی اور دین کا تقاضا نہ رہنا چاہیئے وہ تقاضا اب دین اسلام سے پورا ہو جانا چاہیئے۔ پھر دین اسلام نے ربوبیت کا ایسا ٹھیک ٹھیک پتہ دیدیا ہے کہ اس کے بعد اب ربوبیت کی تلاش بھی ختم ہو جانی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس مقام رسالت کو ایسا پُر کر دیا ہے کہ اب اس کے بعد رسول کی تلاش بھی نہ ہونی چاہیئے۔ اگر اسلام کے بعد بھی ان گوشوں میں کچھ تردد وتلاش کا سلسلہ باقی ہے تو یہ شہادتین صرف زبانی ہوں گی۔ جب ان تمام گوشوں میں سکون ہی سکون پیدا ہو جائے اور نظروں میں دوسری جانب اٹھنے کی گنجائش ہی نہ رہے تو اب سمجھنا چاہیئے کہ شہادتیں دل میں اتر چکے ہیں ؎

انیکے گو وز ہمہ یکسوئے باش — یک دل ویک قبلہ ویک روئے باش

(۳۲۹) آپ کے یہ مختصر جملے اسرار شریعت وطریقت سے کتنے لبریز ہیں، ان میں آپ نے ہم کو یہ ہدایت کی کہ انسان جامع اس کو سمجھنا چاہیئے جس میں قدرت کی جامعیت کا جلوہ نظر آئے اس میں اپنے محل پر شدت وقہر بھی ہو اور رحمت وکرم بھی اگر اپنے لخت جگر کی موت پر بھی اس کا دل غمگین نہیں ہوتا اور اس کی آنکھیں آنسو نہیں بہاتیں

Marfat.com

ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاِبْرَاهِيْمُ يَجُوْدُ بِنَفْسِهٖ فَجَعَلَتْ عَيْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَذْرِفَانِ فَقَالَ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَوْفٍ اِنَّهَا رَحْمَةٌ ثُمَّ اَتْبَعَهَا بِاُخْرٰى فَقَالَ اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَاِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ۔ (متفق علیہ)

(۲۳۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا اَيُّوْبُ يَغْتَسِلُ عُرْيَانًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جَرَادٌ مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ اَيُّوْبُ يَحْثِيْ فِيْ ثَوْبِهٖ فَنَادَاهُ رَبُّهٗ يَا اَيُّوْبُ اَلَمْ اَكُنْ

اور ان کو خوب پیار کیا دوبارہ اس کے بعد پھر ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا سے سفر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ کی چشم مبارک بہنے لگیں۔ اس پر عبدالرحمٰن بن عوف بولے یا رسول اللہ آپ بھی روتے ہیں آپ نے فرمایا ابن عوف یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے۔ یہ کہہ کر آپ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا آنکھیں بیشک بہتی ہیں اور بے شبہ دل بھی غمگین ہے لیکن زبان سے صرف وہ نکلے گا جو اس حالت میں خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا۔ اے ابراہیم اس میں شبہ نہیں کہ ہم سب تمہاری جدائی سے دردمند ہیں۔ (متفق علیہ)

(۲۳۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ایوب علیہ السلام (کسی مقام پر تنہا) برہنہ غسل فرما رہے تھے کہ سونے کی ٹڈیاں ان پر آ گریں فوراً وہ انھیں اپنے کپڑے میں جمع کرنے لگے۔ پروردگار کی طرف سے ندا آئی ایوب؟ کیا یہ مال و دولت دیکر جو تمہیں بھی نظر آرہی ہے

تو وہ پتھر ہیں، ان میں قدرت کی بے نہایت شفقت و رحمت کا ایک نمہ بھی اثر نہیں اس کا نام رضا و تسلیم نہیں قساوت و بے حسی ہے۔ اس میں فرشتوں کی سی صفت تو ہے مگر بشر کی سی کوئی صفت نہیں۔ درد کی بے چینی سے نہ وہ آشنا ہیں نہ یہ۔ بشر کی شان رضا یہ ہے کہ اس کے دل پر غموں کے پہاڑ ٹوٹیں اس کی آنکھیں بھی روتے روتے بے نور ہو جائیں۔ وابیضت عیناہ من الحزن فهو كظيم۔ مگر وہ ان صبر آزما حالات میں بھی حرف شکایت زبان پر نہ لاسکے اور اپنے عجز و ضعف کا اظہار برملا اعتراف کر کے خاموش ہو جائے اے ابراہیم تمہاری جدائی سے ہمارا کمزور دل بے شبہ بہت دردمند ہے۔

جلادت و شجاعت اور استغنار و بے نیازی وہ بھی مالک الملک علی الاطلاق کے مقدرات کے سامنے یہ بندہ کے عجز و نیاز کے شایان شان نہیں۔ ماسوی اللہ سے اعراض کر کے خدا کی جنت سے بھی اغماض کر لینا شان اولیا ہے اور جنت کو خدا تعالیٰ کا ایک انعام سمجھ کر اس کیلئے دست سوال پھیلا دینا یہ شان انبیا ہے (علیہم السلام) ان کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ کے سوا چشم زدن کے لئے بھی کسی غیر کی طرف نظر اٹھائی تو توحید مقصد فوت ہوگئی اور ان کے نزدیک اگر کسی حرکت سے بھی ذرا بے نیازی ٹپکی تو شان بندگی پر حرف آگیا۔ پہلی صورت تقاضائے محبت ہے اور دوسری مقتضائے عبدیت۔ کمالہ ہے

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

أَغْنَيْتُكَ عَمَّا تَرَى قَالَ بَلَى وَعِزَّتِكَ وَلٰكِنْ لَا غِنَى بِي عَنْ بَرَكَتِكَ ۔ (رواہ البخاری)

(۳۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ مَلَكُ الْمَوْتِ إِلَى مُوسَى بْنِ عِمْرَانَ فَقَالَ لَهُ أَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوسَى عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَأَهَا قَالَ

ہم نے تمہیں غنی نہیں بنا دیا تھا انھوں نے عرض کیا تیری عزت کی قسم کیوں نہیں لیکن میں تیری برکت سے بھلا کیسے بے نیاز بن سکتا ہوں ۔ (بخاری شریف)

(۳۳۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا آپ کے رب نے آپ کو بلایا ہے چلئے تشریف لے چلئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ایسا تھپڑ مارا کہ اس کی آنکھ جاتی رہی ۔ ملک الموت نے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) کہ محبت کے پورے جوش میں بھی عبدیت کا پورا ہوش رہے ۔

(۳۳۰) خدائے وحدہ لاشریک لہ کے ہی وہ باکمال بندے ہیں کہ قدرت نے جب کبھی ان کو آزمایا ہے تو ان کی زبانوں سے ہمیشہ ایسے ہی صحیح اور خوبصورت جوابات نکلے ہیں جن پر اس نے خود ہی اپنی صناعی کی داد دی ہوگی یہاں ذرا سوال کی نزاکت ملاحظہ کیجئے اور اس بیساختہ جواب کی داد دیجئے کتنا صحیح اور شانِ بندگی میں کتنا ڈوبا ہوا ہے یعنی اے پروردگار مجھے تو نے غنی تو ضرور بنا دیا ہے مگر اپنی برکتوں سے تو نہیں ۔ میں ساری دنیا سے بے نیاز ہوں مگر تیرے سامنے تو نیاز ہی نیاز ہوں ۔ اغنا تیری شان غنا تھی اور تیری برکتوں کا محتاج بنا رہنا میری شان بندگی ہے ۔ یہ وہی ایوب ہیں (علیہم السلام) جن کی ایکبار زور بھی مصائب و آلام میں ڈالکر قدرت نے آزمائش کی تھی مگر وہاں بھی ان کو اپنی شان احتیاج برابر یاد رہی آخریوں بول اٹھے ربِ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین ۔

یاد پڑتا ہے کہ حضرت مرزا شہید جان جاناں کی سوانح حیات میں کسی جگہ نظر سے گذرا ہے کہ کسی زمانہ میں کسی ولی نے اپنے مریدین کو جمع کر کے پوچھا دیکھو میرے جسم پر نہیں کہیں کوئی جگہ ایسی نظر آتی ہے جہاں کوئی زخم نہ ہو انھوں نے عرض کیا نہیں اس کے بعد فرمایا مگر میں نے اب تک اپنی زبان سے یہ کلمات نہیں کہے رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین ۔ بظاہر شبہ ہو سکتا ہے کہ اس ولی کا صبر اس مقدس رسول کے صبر پر شاید فوقیت رکھتا ہو مگر حضرت شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس ولی نے تو جذبۂ محبت میں اپنی شان بے نیازی دکھلائی مگر اس نبی نے بے نیاز حقیقی کے سامنے اپنے عجز و نیاز کا مظاہرہ قرین ادب سمجھا ۔ جب تک مشیت الہیہ ابتلاء کی نظر آتی رہی اس وقت تک یہ بھی لبوں پر مہر خاموشی لگائے بیٹھے رہے ۔ مگر جب کچھ کچھ علامات صحت نظر آنے لگیں تو جھٹ خود آگے بڑھ کر دست سوال پہلے پھیلا دیا کہ شان بندگی اسی میں نظر آتی تھی کہ صحت ملے تو مانگ کر ملے ۔ یہ اپنے مولیٰ کی بے نیازی اور قدم قدم پر اپنے احتیاج کی شان دکھلا رہے ہیں اور وہ اپنے عشق و محبت کی آن بان نباہ رہے ہیں ۔ رضا و تسلیم کا ایک مقام یہ ہے اور دوسرا وہ ۔ دونوں قابل تعریف ہیں ۔ مگر بھلا اس کو اس سے کیا نسبت ۔ اس میں محبت کا مظاہرہ تو ہے مگر وہ شانِ عبدیت کہاں ۔

(۳۳۱) مادہ پرست اور منکرین حدیث ہر دو کی نظروں میں یہ حدیث ہمیشہ سے قابل مضحکہ بنی ہوئی ہے اور رشد وغیرہ ہی سے ائمہ حدیث بھی اس کی جواب دہی میں مشغول نظر آرہے ہیں چنانچہ ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) نے بھی اپنی تالیف مختلف الحدیث

Marfat.com

فَرَجَعَ الْمَلَکُ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّکَ اَرْسَلْتَنِیْ اِلٰی عَبْدٍ لَّکَ لَا یُرِیْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَأَ عَیْنِیْ
قَالَ فَرَدَّ اللّٰہُ اِلَیْہِ عَیْنَہٗ وَقَالَ ارْجِعْ اِلٰی عَبْدِیْ فَقُلْ اَلْحَیٰوۃَ تُرِیْدُ فَاِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ الْحَیٰوۃَ
فَضَعْ یَدَکَ عَلٰی مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ یَدُکَ مِنْ شَعْرَۃٍ فَاِنَّکَ تَعِیْشُ بِھَا سَنَۃً قَالَ ثُمَّ مَہْ

واپس آکر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا پروردگار تُونے تو مجھے اپنے ایک ایسے بندہ کے پاس بھیجا ہے جو ابھی مرنا نہیں چاہتا اور اس نے میری ایک آنکھ بھی پھوڑ دی ہے اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو آنکھ بخشدی اور فرمایا جا میرے بندہ کے پاس پھر واپس جا اور ان سے عرض کر کیا آپ کو زندگی زیادہ عزیز ہے۔ اگر عزیز ہو تو اپنا ہاتھ ایک بیل کی کمر پر رکھدیجئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے اتنے ہی سال آپ اور جئیں گے

ہیں اس کی طرف تعرض کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہاں کوئی مضمون درحقیقت قابل مضحکہ ہے بھی یا نہیں مادہ پرستوں کے نزدیک تو طبیعیات کے سوا الہیات کا سارا باب ہی قابل مضحکہ ہے اور منکرین حدیث کے نزدیک صرف یہی ایک حدیث نہیں بلکہ وہ حدیثیں بھی جو معقول سے معقول مضامین پرمشتمل ہیں قابل اعتبار نہیں ہیں، ان ہر دو فریق کے نزدیک قابل انکار خاص اس حدیث کا مضمون نہیں بلکہ ان کا ایک عام طبعی انحراف ہے انکار کیلئے اصولی انکار پھر اگر ان کے انکار کی بنیاد خاص طور پر اس حدیث کا بعید از عقل ہونا ہوتی تو ان کا دائرہ انکار بھی صرف اسی حدیث تک محدود رہتا مگر یہاں تو اس قسم کی حدیثوں کو دوسری اور معقول حدیثوں کے انکار کی بنیاد قرار دیا جارہا ہے درحقیقت یہ ایک بڑا مغالطہ ہے اور اس کے معنی یہی ہیں کہ اگر ایک شخص کی ہزار ہا باتوں میں سے دو چار باتیں بھی اپنی نارسائی عقل کی وجہ سے قابل فہم نہ ہوں تو اس کی بقیہ بے شمار معقول باتیں بھی قابل قبول نہ رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کو کوئی انسان بھی معقول نہیں کہے گا۔

اس کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تیزی طبع کا ظہور کچھ اسی ایک واقعہ میں منحصر نہیں بلکہ ان کی تمام مدبرانہ زندگی میں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ قرآن کریم میں موجود ہے کہ انھوں نے ایک شخص کے گھونسا مارا اور اس کا دم نکل گیا۔ گوسالہ پرستی کے معاملہ میں اپنے بھائی کی ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اسی سلسلہ کی وہ حدیث ہے جس میں جس میں ان کا ایک پتھر کی طرف بھاگنا ثابت ہے اور جس حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ان کا مناظرہ منقول ہے وہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے اصولاً کسی انسان کا فطرۃً نرم دل ہونا معیوب نہیں اور نہ کسی کا فطرۃً غصہ ناک ہونا قابل اعتراض ہے بشرطیکہ اس کا غصہ حدود شریعت سے متجاوز نہ ہو آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی حدیثوں میں موجود ہے جس میں آتا ہے کہ انھوں نے ایک چور کو اپنی آنکھوں سے چوری کرتے ہوئے دیکھا اور اس کے قسم کھا جانے پر فرما دیا کہ میں خدا تعالیٰ کے نام کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنی آنکھوں کی تکذیب کرتا ہوں۔ پس رقت و شدت بھی حیاء و جرأت کی طرح غرائز طبعیہ میں سے ہیں یہ سب اگر اپنی حدود میں اور خدا کی راہ میں ہوں تو اپنی اپنی جگہ قابل ستائش ہی ہیں۔ اگر امت میں ابوبکرؓ کی رحمدلی ضرب المثل ہے تو اسی کے پہلو بہ پہلو عمرؓ کی شدت بھی مشہور ہے۔ اور یہ دونوں ہی شانیں اپنی اپنی جگہ محبوب ہیں۔

دوم یہ کہ حیات طبعاً ہر انسان کو محبوب ہوتی ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کو محبوب کیوں نہ ہو جنھیں اپنی امت کو بندۂ خدا بنانے کی تمنا اپنی حیات سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ پس اگر خدا کا فرشتہ کسی لاعلمی کی حالت میں ان کے پاس اچانک

Marfat.com

قَالَ ثُمَّ مَہْ قَالَ ثُمَّ الْمَوْتُ قَالَ فَالْآنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَدْنِنِيْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ قَالَ

(فرشتہ آیا اور اس نے یہ بات ان کی خدمت میں عرض کردی) حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اچھا اس کے بعد کیا ہوگا؟ اس نے عرض کیا پھر بھی موت ہے فرمایا تو پھر ابھی ہی اور دعا فرمائی خدایا مجھے بیت المقدس سے اتنا تو قریب کردے جتنی دور کہ پتھر پھینکا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

آپہنچا ہے اور اس پر انھیں غصہ آجاتا ہے تو یہ غصہ نہ تو ان کی بشریت سے بعید ہے۔ نہ ان کی نبوت کے منافی ہے۔ ان کی شان رضا کے یہ معنی تو نہیں ہوتے کہ اگر ایک شخص ان کے پاس آکر کہے کہ لیجئے آپ ابھی اپنی موت کیلئے تیار ہو جائیے تو وہ انکشاف حقیقت سے قبل اس سے یہ کہدیں کہ لیجئے آپ ابھی میری روح قبض کر لیجئے۔ فرشتہ کو ہمیشہ پہچان لینا کوئی ضروری نہیں ہے۔ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں قوم لوط (علیہ السلام) کے عذاب کے سلسلہ میں ملائکۃ اللہ کا آنا اور ان کو آپ کا شناخت نہ کرنا قرآن کریم میں موجود ہے پس اگر خدا کا فرشتہ ایک انسان کی صورت میں ان کی لاعلمی میں آپ کے پاس آتا ہے اور ایسے ماحول میں آتا ہے جہاں مخالفین کی جماعت بھی موجود ہو تو کیا اس نبی اولو العزم کا جس کی جلالی شان کتب سماویہ میں مشہور ہے ایک تھپڑ رسید کردینا کچھ قابل اعتراض ہو سکتا ہے۔ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو خدا تعالیٰ کا مامور فرشتہ سمجھ کر تھپڑ مارا تھا۔ حدیثوں میں موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو وفات سے قبل صرف ان کی تشریف و تکریم کے لئے اختیار دیا جاتا ہے اگر وہ چاہیں تو دنیا میں رہنا پسند کریں اور اگر چاہیں تو دار آخرت کو اختیار کرلیں۔ اسی آئین کے مطابق خود خاتم الانبیاء علیہم السلام کو بھی وفات سے قبل اختیار ملنا ثابت ہے آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے ایک عام مجمع میں بیان بھی کردیا تھا پس اگر اس تخییر سے قبل خدا تعالیٰ کا فرشتہ کسی عمیق حکمت کے ماتحت ان کے پاس آپہنچا ہو اور اس لئے اس وقت ان کی جلالی شان ظاہر ہوگئی ہو اس میں استبعاد کیا ہے اور کونسی بات اس میں شان نبوت کے خلاف ہے۔ پوری حدیث کو پڑھ جائیے تو یہاں بھی آپ کو یہی نظر آئیگا کہ جب خدا تعالیٰ کے فرشتے نے دوبارہ آکر حسب دستور موت وحیوۃ میں آپ کو اختیار دیا تو آپ نے خود ہی اپنی موت کو اختیار کرلیا اور آخر کار اسی فرشتے نے اس خدمت کو انجام دیا۔ موت کوئی بہت مطلوب چیز تو نہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو شفقت پدری میں آکر اپنی عمر کے چالیس یا ساٹھ سال بخشدیئے تھے لیکن جب اس میعاد پر خدا تعالیٰ کا فرشتہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ابھی قبل از وقت آگئے ہو۔ میری عمر میں اتنے سال اور باقی ہیں اس نے کہا حضرت آپ کو یاد نہیں رہا آپ اپنی عمر میں اتنے سال اپنے ایک فرزند کو بخش چکے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اسی بناء پر نسیان کی خصلت ان کی اولاد میں بھی چلی جاتی ہے۔

الغرض یہاں نہ تو زندگی کی محبت کوئی قابل اعتراض امر ہے نہ کسی انسان نما فرشتے کی بیجا جرأت پر تھپڑ ماردینا قابل اعتراض ہے۔ اب رہا یہ کہ فرشتہ کی آنکھ پھوٹنا قابل فہم امر نہیں تو سن لیجئے کہ فرشتے شریعت میں بالکل مجرد نہیں۔ عالم مادیات اور مجردات کے مابین ایک مخلوق ہیں اجنحہ اور پروں کا ہونا ان کے لئے قرآن کریم میں بھی ثابت ہے اسی طرح دیگر اور بعض اعضاء کی نسبت کا بھی ان کے عالم میں ثبوت ملتا ہے پس ان کی طرف کسی عضو کی مثلاً آنکھ وغیرہ کی نسبت ہو تو یہ کوئی غیر معقول امر نہیں ان کے لئے یہ اعضاء حقیقۃً ثابت ہیں۔ اگرچہ مادی نہ ہوں۔ پس فرشتے درحقیقت ایک صورت رکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ مادہ سے پیدا نہیں ہوئے اس لئے ان میں تشکل اور تمثل کی قوت بھی

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَوْ اَنِّیْ عِنْدَہٗ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرَہٗ اِلٰی جَنْبِ الطَّرِیْقِ
عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ۔ (متفق علیہ)

فرمایا خدا کی قسم اگر میں اس جگہ موجود ہوتا تو تم کو دکھلا دیتا کہ ان کی قبر راستہ کے قریب ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ (متفق علیہ)

ہوتی ہے انسان اپنی مادیت کی وجہ سے یہ قدرت نہیں رکھتا عنصریات میں بھی جو عنصر زیادہ سخت ہے اسی قدر
اس میں تشکل مشکل ہوتا ہے۔ پانی اور ہوا ہر قالب کے مطابق ایک شکل اختیار کر لیتے ہیں مگر مٹی میں یہ صفت نہیں، یہی
حال مرکبات میں بھی ہے پس ملائکۃ اللہ اپنی لطافت کی وجہ سے اس پر قادر ہیں کہ مشیت ایزدی کے مطابق ہیکل انسانی
میں جب چاہیں نمودار ہو جائیں۔ جبرئیل علیہ السلام کا تمثل خود قرآن کریم میں موجود ہے اور دحیہ کلبی کی صورت
میں آپ کے پاس ان کی آمد حدیثوں میں بلا نزاع ثابت ہے۔ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اس تمثل کی وجہ سے فرشتہ کی
حقیقت نہیں بدلتی وہ اپنے تصرف سے ہم کو صرف ایک صورت میں نظر آنے لگتا ہے۔ آج مسمریزم کی طاقت
کا مشاہدہ کرنے والے کے لئے اس کی تصدیق کرنا کچھ مشکل نہیں رہی۔ احقر کا خیال ہے کہ اگر محض کوئی مادی ضرب ہوتو
شاید اس تمثل پر اس کا کوئی اثر ظاہر بھی نہ ہو لیکن نبی صرف مادی نہیں ہوتا اس کا دوسرا عنصر ملکی بھی ہوتا ہے اور وہ بھی
انتہا درجہ قوی ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں اس ملکی عنصر پر خدا تعالیٰ کی شان جلالی کا اور غلبہ تھا اس
لئے ان کی ضرب کا اثر ملک پر بھی ظاہر ہو جائے تعجب نہیں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ وجود ملکی ہی تھا جس کی مثالی صورت
میں صرف آنکھ ہی میں نقصان آیا اگر انسان ہوتا تو شاید اس کی تاب ہی نہ لا سکتا اور مر جاتا دیکھئے جب آنحضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا تو حضرت جبرئیل نے آکر آپ کو اپنے قریب کیا اور افاضہ ملکیہ کے لئے دبایا بھی اور اتنا
دبایا کہ آپ کو ضبط کرنا پڑا۔ لوگوں کو تو اس پر تعجب ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو
جبرئیل علیہ السلام کے اس تمثل اور دبانے کا کسی اور بشر کو تحمل ہی نہ ہو سکتا۔ یہ رسول اقدس کی ہی شان مطہر تھی کہ وجاہت
بشری رکھنے کے باوجود شانِ ملکی بھی رکھتے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام جیسے فرشتے کا اثر بھی اتنا ہی قبول کرتے تھے جتنا
کہ حدیثوں میں آتا ہے پس اگر ضربِ مادیت کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملکیت میں کوئی اثر ظاہر نہیں
ہو سکتا۔ لیکن اگر ملکیت کا ملکیت سے تصادم ہو تو اس کا اثر ظاہر ہونے میں کوئی تعجب نہیں۔ عالم رؤیا میں جو صورتیں
نظر آتی ہیں اس میں ایک شیر اگر ایک انسان پر حملہ کرتا ہے تو اس کی صورت اسی طرح پارہ پارہ ہو جاتی ہے جس طرح
عالم اجسام کی لیکن اگر اس خوابی صورت پر کوئی مادی انسان حملہ آور ہو تو اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس
تمثیل سے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ فرشتے کی کوئی حقیقت نہیں وہ صرف ایک خیالی دنیا ہے بلکہ صرف یہ تفہیم مقصود ہے
کہ اگر کوئی قوت اپنے عالم میں کسی قوت سے متصادم ہو تو اس کا اثر ضرور ظاہر ہوگا ورنہ ملائکۃ اللہ تو عالم اجسام کے
سے بھی کہیں زیادہ قوی مخلوق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کہیں ان کا اس عالم سے تصادم ہو جاتا تو اس کے پرخچے اڑ جاتے
ہیں۔ ہاں اس کے برعکس صورت کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی انسان پہاڑ سے ٹکرا جائے۔ ظاہر ہے کہ اسی کا سر زخمی ہوگا
پس مادی محض اگر ملکیہ سے ٹکرائے تو اس میں کوئی اثر ظاہر ہونا معقول نہیں لیکن نبی جو کہ ملکیت اور بشریت کا جامع ہے
اگر کسی موقعہ پر اس کا تصادم ہوگا تو اس کا اثر ظاہر ہونا معقول نہیں۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۳۳۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهٖ فَيَعْدِلُ وَيَقُوْلُ اللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا لَا اَمْلِكُ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی۔)

(۳۳۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ مِنَ الْفِرَاشِ فَالْتَمَسْتُهٗ فَوَقَعَتْ يَدِيْ عَلٰى بَطْنِ قَدَمَيْهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُمَا مَنْصُوْبَتَانِ وَهُوَ

(۳۳۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیبیوں کے درمیان شب باشی میں برابر کی تقسیم کرتے۔ اس کے باوجود یہ فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم میرے اس عمل میں ہے جس کا میں مالک ہوں۔ رہا (میرا قلبی رجحان) جس کا تو مالک ہے اس کا مواخذہ تو مجھ سے نہ فرمانا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ دارمی)

(۳۳۳) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بستر پر نہ پایا تو میں آپ کی تلاش کے لئے نکلی (میں نے دیکھا) کہ آپ مسجد میں ہیں اور آپ کے دونوں قدم مبارک (بحالت سجدہ) کھڑے ہوئے ہیں میرا ہاتھ آپ کے دونوں تلووں سے لگا (میں نے سنا) کہ آپ یہ دعا فرما رہے تھے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس لئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک قہر آلود تھپڑ نے فرشتے کی اس مثالی صورت میں کوئی نقص پیدا کر دیا تھا تو یہ عین عقل اور شرع کے مطابق ہے۔ اگر آپ ان حقائق کو سمجھنے کی عقل نہیں رکھتے تو ذرا بازی گروں کے تماشے ہی کبھی آکر دیکھئے اگر ان کی محفل کا اس فن کا کوئی ان سے بڑھ کر ماہر آجاتا ہے تو وہ اس کا کھیل چلنے نہیں دیتا اور وہ اپنی قوت نفس سے اس کے اس ساری خیال بندی کی دنیا کو بگاڑ دیتا ہے جو وہ تماشائیوں کو دکھا رہا تھا پہلے انسائیکلوپیڈیا اٹھا کر روح کی بحث اور اس کے احوال کا اس میں مطالعہ کیجئے اور موجودہ عقلاء کے نزدیک جو اس کے عجائبات ہیں ان کو زیر نظر رکھئے اس کے بعد پھر آپ اس واقعہ کو پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان حدیثوں کا مضحکہ آپ کے لئے خود ایک قابل مضحکہ امر تھا۔ آپ کے نزدیک جب عالم روحانیات حد ثبوت کو ہی نہیں پہنچا اور اس لئے نہیں پہنچا کہ آپ نے اس کا مطالعہ ہی نہیں کیا تو آپ کا اسے مضحکہ نہ اڑائیں تو اور کریں کیا۔

(۳۳۲) علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ تقسیم واجب ہی نہ تھی لیکن جس کو امت کا معلم بنا کر بھیجا گیا تھا اس نے خود اپنے ذمہ اس کو ایک لازم حق بنا لیا تھا تا کہ جن کے ذمہ یہ لازم حق ہے وہ اس میں کوئی کوتاہی نہ کر سکیں۔ قلبی رجحان غیر اختیاری چیز ہے اور تکلیف کا دائرہ صرف اختیار کے حدود کے اندر اندر محدود ہے لیکن جہاں انسان کا نفس کوئی خیانت کر سکتا ہے وہاں صاحب شریعت اس کی اہمیت کے پیش نظر ایسے کلمات فرما دیتے ہیں گویا زوجہ کا معاملہ اتنا نازک ہے کہ اس میں غیر اختیاری رجحانات میں بھی ترجیح پر ڈرنے کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

يَقُولُ اِنِّي اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ ۔ (رواہ مسلم)

(۴۳۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِيْعِ فَقَالَ اَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهٗ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّي ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجۃ وزاد رزین ممن استحق النار وقال الترمذی سمعت محمدا یعنی البخاری یضعف ھذا الحدیث ۔)

اے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں اور تیری صفت عقوبت سے تیری صفت عفو کی پناہ لیتا ہوں اور تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ تیری پوری تعریف میری قدرت سے باہر ہے بس تو ایسا ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی۔ (مسلم)

(۴۳۳) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے ایک شب آپ کو (اپنے بستر) پر نہ پایا۔ تلاش کیا تو آپ بقیع میں تھے آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ وہم گذرا کہ خدا اور اس کا رسول تمہارے حق میں ظلم کرسکتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہ خطرہ گذرا تھا کہ شاید آپ اپنی کسی اور بی بی کے گھر تشریف لے گئے ہیں آپ نے فرمایا شعبان کی پندرھویں کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہے اور اتنے گنہگاروں کی بخشش فرما دیتا ہے جن کا شمار قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ رزین نے اس میں اتنا اور اضافہ نقل کیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بداعمالی کی وجہ سے دوزخ کے مستحق تھے۔ (ترمذی)

(۴۳۳) مثل مشہور ہے عشق است ہزار بدگمانی۔ حضرت عائشہؓ نزاہت اور تقدس کے سارے میدان طے کر جانے کے باوجود بشری خصائل سے مستثنیٰ نہ تھیں۔ جب اپنی نوبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر نہ پاتیں تو فطرۃً مضطرب ہو جاتیں، اپنے نفس کو ہزار سمجھاتیں مگر عشق و محبت کی بدگمانی سے پھر معذور ہو جاتیں۔ آخر تلاش کے لئے نکل جاتیں۔ جب آپ سے ملاقات ہوتی تو معاملہ دگرگوں دیکھ کر حیرت آمیز لہجہ میں فرماتیں من در چہ خیالم و فلک در چہ خیال۔ یہاں حضرت عائشہؓ کی بلاغت قابل داد ہے کہ آپ کے ارشاد اکنت تخافین (کیا تم کو میرے متعلق ناانصافی کا خطرہ تھا) کے جواب میں نعم (جی ہاں) نہیں فرماتیں۔ بلکہ اسی بات کو دوسرے انداز میں ادا کرتی ہیں کیونکہ خدا کے رسول کے حق میں ناانصافی کا عنوان تو کسی حالت میں بھی قابل تصور نہ تھا البتہ اپنی نوبت میں آپکو نہ دیکھکر آپ کا کسی اور بی بی کے گھر چلے جانے کے خطرہ کا روکنا بھی اپنے اختیار سے باہر تھا۔

Marfat.com

(۳۳۵) وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی فَقُلْتُ مِنْ اَیْنَ تَعْرِفُ ذٰلِکَ فَقَالَ اِذَا کُنْتِ عَنِّیْ رَاضِیَۃً فَاِنَّکِ تَقُوْلِیْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا کُنْتِ عَلَیَّ غَضْبٰی قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاھِیْمَ قَالَتْ قُلْتُ اَجَلْ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَھْجُرُ اِلَّا اسْمَکَ۔ (متفق علیہ)

(۳۳۶) عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ اَبُوْ بَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوْسًا بِبَابِہٖ لَمْ یُؤْذَنْ لِاَحَدٍ مِّنْھُمْ قَالَ فَاُذِنَ لِاَبِیْ بَکْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ اَقْبَلَ عُمَرُ فَاسْتَاْذَنَ

---

(۳۳۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خوب پہچان لیتا ہوں تم مجھ سے کب خوش ہوتی ہو اور کب ناخوش، میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ یہ بات کیسے پہچان لیتے ہیں؟ فرمایا جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو ربِّ محمدؐ کی قسم کھاتی ہو اور جب ناخوش ہوتی ہو، تو ربِّ ابراہیمؑ کی قسم کھاتی ہو۔ میں نے عرض کیا ہے تو بات یہی لیکن یا رسول اللہؐ خدا کی قسم میں آپ کا صرف اسم مبارک زبان پر نہیں لیتی (دل میں اس وقت بھی آپؐ کی محبت ہوتی ہے) (متفق علیہ)

(۳۳۶) جابرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت حاصل کرنے کے لئے آئے دیکھا تو وہاں اور لوگ بھی آپؐ کے دروازہ پر موجود تھے اور اب تک کسی کو بھی داخل ہونے کی اجازت نہیں مل سکی تھی وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو اجازت مل گئی اور وہ اندر تشریف لے آئے ان کے پیچھے پیچھے حضرت عمرؓ تشریف لائے اور انھوں نے اجازت طلب کی

---

(۳۳۵) انسان کی بلندی کا معیار اس کے کمالات ہیں اس کا انسانی خصائل سے معرّی ہو جانا نہیں، کسی کسی محل پر ناراضگی کی ادا بھی فطرت کا اقتضا اور محبوبیت کا کمال سمجھا جاتا ہے۔ اسی انداز محبوبیت کو حضرت عائشہؓ نے اپنے آخری فقروں میں ظاہر فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی کمال بلاغت دیکھئے کہ اپنے محبوبانہ ناگواری کی حقیقت صرف ہجران اسم تک محدود کر دینا چاہتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رسولؐ کی محبت رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے تو کسی انداز ناز کے موقعہ پر محبوب زوجہ کا اسمی ہجران اس کے قلبی محبت کے منافی نہیں بلکہ یہ بھی اس کا ایک اقتضاء ہے۔ دیکھئے یہی حضرت عائشہؓ ہیں کہ جب بات ذرا حدود زوجیت سے نکل کر حدود شریعت میں داخل ہوتی دیکھ لیتی ہیں تو ہمہ تن ادب ہی ادب اور طاعت ہی طاعت بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ آئندہ واقعہ سے ظاہر ہے۔

(۳۳۶) انبیاء علیہم السلام کی اندرونی زندگی میں بھی تکوینی طور پر ایسے معاملات رونما ہوتے ہیں جن سے ان کی بشریت کا بدیہی ثبوت ملتا ہے۔ وہ انسانوں کی طرح دنیا میں آتے ان ہی کی طرح اپنی معیشت رکھتے، کھاتے اور پیتے، جاگتے اور سوتے، شادی بیاہ کرتے اور اس کے بعد ان کے گھروں میں ایک حد تک وہ معاملات بھی پیش آجاتے جو ازدواجی زندگی میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں عملی طور پر امت کے لئے وہ مسائل سامنے آجاتے جن کی امت کو ضرورت تھی اور ان

Marfat.com

فَاَذِنَ لَهٗ فَوَجَدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا حَوْلَهٗ نِسَاؤُهٗ وَاجِمًا سَاكِتًا قَالَ فَقُلْتُ لَاَقُوْلَنَّ
شَیْئًا اُضْحِكُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ رَاَیْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَاَلَتْنِی
النَّفَقَةَ فَقُمْتُ اِلَیْهَا فَوَجَاْتُ عُنُقَهَا فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِیْ
كَمَا تَرٰی یَسْاَلْنَنِی النَّفَقَةَ فَقَامَ اَبُوْبَكْرٍ اِلٰی عَائِشَةَ یَجَاُ عُنُقَهَا وَقَامَ عُمَرُ اِلٰی حَفْصَةَ یَجَاُ
عُنُقَهَا كِلَاهُمَا یَقُوْلُ تَسْاَلِیْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا لَیْسَ عِنْدَهٗ فَقُلْنَ وَاللّٰهِ
لَا نَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ شَیْئًا اَبَدًا لَیْسَ عِنْدَهٗ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْرًا اَوْ تِسْعًا
وَعِشْرِیْنَ ثُمَّ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ حَتّٰی بَلَغَ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
عَظِیْمًا قَالَ فَبَدَاَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اَعْرِضَ عَلَیْكِ اَمْرًا اُحِبُّ اَنْ

ان کو بھی اجازت مل گئی انھوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مغموم اور خاموش بیٹھے ہیں آپ کے اردگرد آپ کی بی بیاں ہیں یہ دیکھکر انھوں نے کہا میں کوئی ایسی بات کہوں گا جس پر آپ کو ہنسی آجائے (یہ سوچکر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر بنت خارجہ (یہ ان کی بی بی ہیں) مجھ سے میری حیثیت سے زیادہ نفقہ مانگیں تو میں تو کھڑے ہو کر اس کا گلہ دبا دیتا، ان کی اس بات پر آپ کو ہنسی آگئی اور آپ نے فرمایا جیسا تم دیکھ رہے ہو یہ میری بی بیاں بھی اسی سوال کے لئے میرے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں۔ اس پر فوراً حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور حضرت عائشہؓ کا گلا پکڑنے لگے اور حضرت عمرؓ اٹھے اور حضرت حفصہ کا گلا دبانے لگے دونوں صاحب یہی ایک بات فرماتے جاتے تھے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے نفقہ کا سوال کیوں کرتی ہو جتنا آپ کے پاس نہیں انھوں نے کہا خدا کی قسم آئندہ ہم کبھی آپ سے اس قسم کا سوال نہ کریں گے۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ یا ۲۹ دن تک اپنی بیبیوں سے علیحدگی اختیار کرلی اور قرآن کی آیت قل لازواجک سے لے کر المحسنات منکن اجرا عظیما تک نازل ہوگئی (اس آیت میں آپ کی بیبیوں کو دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کر لینے کے لئے کہا گیا تھا۔ یا وہ خدا اور رسول کو اختیار کرلیں تو دنیوی فراوانی سے قطع نظر کرلیں اور اس تقدیر پر آخرت میں ان کے لئے بڑے ثواب کا وعدہ ہے اور اگر چاہیں تو حیوۃ دنیا کو اختیار کرلیں تو پھر ان کو رسول سے علیحدگی کرنی پڑے گی)۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کو سنانے کی ابتدا سب سے پہلے آپ نے

نازک مراحل میں آپ کے ازواج کی وہ بیمثال استقامت بھی عیاں ہو جاتی جس کی بنا پر قدرت نے ان کو آپ کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ دیکھئے اسی فضا میں جب معاملہ یہ آجاتا ہے کہ خدا کے رسول یا دنیا، میں سے کسی ایک کو اختیار کرلیا جائے تو آپ کی سب بی بیوں کے منہ سے ایک ہی جواب نکلتا ہے اور وہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے دنیوی فراوانی سے قطع نظر کرسکتے ہیں

Marfat.com

لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّى تَسْتَشِيرِي أَبَوَيْكِ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ قَالَتْ أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللهِ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيَّ بَلْ أَخْتَارُ اللهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَلَّا تُخْبِرَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ لَا تَسْأَلُنِي امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا وَلَا مُتَعَنِّتًا وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا۔ (رواہ مسلم)

(۳۳۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ

حضرت عائشہؓ سے کی اور فرمایا عائشہ! دیکھو میں ایک خاص بات تمہارے سامنے رکھتا ہوں اور میرا جی یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے جواب میں جلد بازی سے کام نہ لو جب تک کہ اپنے والدین سے مشورہ نہ لیلو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا بات ہے، آپ نے یہی آیت پڑھ کر ان کو سنادی، یہ بیساختہ بولیں یا رسول اللہ کیا آپ کی رفاقت کا معاملہ بھی ایسا ہے جس میں اپنے والدین سے مشورہ لوں گی، میں کسی استخارہ کے بغیر اللہ اس کے رسول اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں لیکن میری ایک عرض ہے وہ یہ کہ آپ میرے اس جواب کی اپنی بیبیوں میں سے کسی کو اطلاع نہ دیں۔ آپ نے فرمایا مجھ سے تو ان میں جو بھی دریافت کرے گی میں اس سے تمہارا جواب صاف صاف کہدوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مشقت میں ڈالنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (مسلم)

(۳۳۷) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ بریرہ کے شوہر ایک سیاہ فام غلام تھے ان کو مغیث کہا

مگر خدا کے محبوب رسول سے ایک لمحہ کیلئے بھی صرف نظر نہیں کر سکتے۔ یہ اس لئے کہ ان کی زوجیت کے مقابلہ میں ساری دنیا ہماری نظر وں میں ہیچ ہے۔ حضرت عائشہؓ آپ کی سب سے کم سن بی بی ہیں مگر ان کے انداز جواب کو ملاحظہ کیجئے کہ وہ اس مسئلہ کو قابل سوچ بچار ہی نہیں سمجھتیں اور اس کو اتنی عظیم نعمت سمجھتی ہیں جس میں فطری غیرت کی بنا پر نہیں چاہتیں کہ آپ کی کوئی دوسری سوتن شریک ہو سکے۔ اس نازک مرحلہ میں رسول کی بزرگی کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ وہ رشتہ محبوبیت کے باوجود یہاں خاموش بھی نہیں رہ سکا اور بڑی صفائی سے اس نے یہ کہدیا کہ میں تو اس معاملہ میں کوئی رعایت نہیں کر سکتا میں معلم کا منصب لیکر آیا ہوں اس میں کسی سے خیر خواہی کی بات چھپانی خیانت ہے۔ اس حدیث کے مضمون ..... سے ظاہر ہے کہ یہاں رسول خدا کی مرضی گو یہی تھی کہ آپ کی ازواج کہیں اس اختیار میں کوئی غلط قدم نہ اٹھا بیٹھیں، لیکن اس کے باوجود آیت تخییر سنا دینے میں آپ نے کوئی تاخیر نہیں کی۔ طبعی جذبات اور فطری اقتضا کا معدوم ہو جانا کمال نہیں۔ کمال ان سب کو پامال کر کے حکم شریعت کی بجا آوری میں ہے۔

(۳۳۷) بریرہؓ ایک باندی تھیں اور باندی کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ جب وہ آزاد ہو جائے تو اس کو اپنے سابقہ نکاح کے قائم رکھنے نہ رکھنے میں شرعاً اختیار دیا جاتا ہے اسی قاعدہ کے ماتحت جب بریرہؓ آزاد ہوگئیں تو ان کو بھی اختیار ملگیا اگر وہ چاہیں تو اپنے دیرینہ شوہر کی زوجیت میں رہنا قبول کریں اور چاہیں تو ان سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ حضرت بریرہؓ

Marfat.com

إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ اَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ رَاجَعْتِيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَأْمُرُنِيْ قَالَ اِنَّمَا اَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ۔ (رواہ البخاری)

کہا جاتا تھا ان کا وہ نقشہ گویا اب میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مدینہ کی گلیوں میں وہ بریرہؓ کے پیچھے پیچھے روتے پھر رہے ہیں اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہہ رہے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، عباس! کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہوتا کہ مغیث کو بریرہ سے کتنی الفت ہے اور بریرہ کو ان سے کتنی نفرت ہے، اس کے بعد آپ نے بریرہ سے کہا کاش تم مغیث کی زوجیت میں رہنا قبول کر لیتیں انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حکم ہے؟ (یا صرف سفارش) آپ نے فرمایا میں تو صرف سفارش کرتا ہوں (حکم نہیں دیتا) بریرہ نے عرض کیا تو پھر مجھے ان کے بارے میں کوئی دلچسپی نہیں (بخاری شریف)

اگرچہ ایک باندی تھیں لیکن زمانہ نبوت کے فیض عام کی وجہ سے کتنی حدود شناس ہو گئی تھیں کہ ان کے دو لفظوں میں ساری کتاب الایمان کی روح کھنچی ہوئی نظر آتی ہے یعنی وہ اس امر کو خوب پہچانتی تھیں کہ ایک امتی کے حدود اختیارات کہاں تک باقی رہتی ہیں اور کہاں جا کر ختم ہو جاتی ہیں اس لئے وہ نہایت مؤدبانہ استفسار کرتی ہیں کہ یہ آپ کا حکم ہے یا صرف ایک سفارش کا مرتبہ۔ گویا نبی اگر کسی کی طرف سے سفارش کرے تو امتی کے لئے اس کا تسلیم کر لینا ایسی حتمی چیز نہیں ہو جاتی جس کے بعد پھر اس کے لئے کوئی اختیار اور آزادی رائے کا حق ہی باقی نہ رہے بلکہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس صورت میں اس کے لئے شرعی حدود کا نباہ مشکل ہوگا تو اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی آزادی رائے کو ملحوظ رکھے لیکن جس جگہ پہنچ کر امتی کے تمام اختیارات مسلوب ہو جاتے ہیں اور اس کیلئے آزادی رائے کا کوئی حق نہیں رہتا وہ صاحب شریعت کا حکم ہے۔ رسول کے امر ونہی کے بعد اطاعت کرنے کے سوا اب کوئی دوسری راہ باقی نہیں رہتی۔ مذہب پر نکتہ چینی کرنیوالے اس نکتہ کو پورے غور سے ملاحظہ کریں کہ مذاہب عالم کی صفوف میں اسلام نے انسانوں میں ایک باندی کی رائے کا بھی کس حد تک احترام کیا ہے یعنی پرائیویٹ معاملات میں اس نے ایک ایسی حد قائم کر دی ہے جہاں پہنچ کر رسول جیسی شخصیت کو بھی آئینی دست اندازی کا حق نہیں ہوتا اور اس کو بھی اتنا ہی حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی رائے کا صرف اظہار کرے۔ جو مذہب اپنے تسلیم کرانے پر جبر کرنا پسند نہیں کرتا سوچو کہ وہ خود مذاہب کے اختیار کرنے پر کب جبر کرنا گوارا کر سکتا ہے ——— اس قسم کے واقعات سے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک بدیہی اور غیر اختیاری سبق ملتا ہے کہ اتنی با اختیار ہستی ہو کر وہ کسی انسان پر کوئی دباؤ ڈالنا پسند نہیں فرماتے اور اگر ایک باندی اپنی جائز آزادی کے ماتحت آپ کی سفارش قبول کرنے سے معذوری کا اظہار کرتی ہے تو اس کا بھی کوئی برا نہیں مانتے۔ کیا ہے کوئی انسان جو اتنے اختیارات کا مالک ہو کر دوسروں کے معاملات میں اتنی آزادی اور اتنی رواداری کو جائز رکھ سکے جب اس کے کسی شرعی حکم کا خلاف کیا جائے تو اسے برداشت نہ کر سکے اور بیک وقت جب ذاتی معاملات میں اس کی سفارش پر عملدرآمد نہ ہو تو ذرا جبیں بہ جبیں نہ ہو کیا ایسے انسان کی ایک ایک حرکت صرف رضاء الٰہی کے لئے نہ ہوگی۔ اس موقعہ پر آپ کو ترجمان السنۃ ص ۱۹۹ پر حدیث (۱۸۲) کا ملاحظہ کرنا بھی مفید ہوگا۔

Marfat.com

الایمان عقد للقلب و لیست اعمال الجوارح اجزاء للایمان

(۳۳۸) عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَ لَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ۔ (رواہ احمد وابوداؤد وروی مالک والنسائی)

(۳۳۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُغِيْرُ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْتَمِعُ الْاَذَانَ فَاِنْ سَمِعَ اَذَانًا اَمْسَكَ وَاِلَّا اَغَارَ فَسَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثُمَّ قَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان درا صل قلبی اعتقاد کا نام ہے فرائض و اعمال ایمان کے اجزاء نہیں

(۳۳۸) عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کرے اور ان کا رکوع و خشوع بھی پورا پورا ادا کرے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد ہوگا کہ وہ اس کو بخشدے اور جو ایسا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کا اس سے کوئی عہد نہیں چاہے تو اسے بھی بخشدے اور چاہے تو عذاب دے۔ (احمد۔ ابوداؤد۔ مالک۔ نسائی)

(۳۳۹) انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنگ شروع کرتے جب فجر ہوجاتی اور اذان کا خیال رکھتے اگر اذان کی آواز آجاتی تو جنگ کا ارادہ ملتوی کردیتے ورنہ جنگ شروع کردیتے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر تو فرمایا تو ٹھیک اپنی فطرت پر قائم ہے، جب اس نے یہ کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو فرمایا جا تجھے آتش دوزخ سے نجات مل گئی

(۳۳۸) یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مغفرت ایمان کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بے نمازی کے اسلام کی خواہ کوئی حیثیت بھی ہو مگر آخر کار اس کی مغفرت ہوجائیگی معلوم ہوا کہ نماز جیسا عمل بھی ایمان کا جزء نہیں ورنہ بے نمازی کی مغفرت نہ ہوتی۔ یہ مسئلہ بہت نازک ہے اس کی ایک طرف ارجاء اور دوسری طرف اعتزال ہے اور راہ صواب اعتدال میں ہے مفصل کلام پہلے گذر چکا ہے۔

(۳۳۹) حدیث مذکور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف شہادتین سن کر جنت کی بشارت دیدی اگر اعمال ایمان کا جزء ہوتے تو اعمال کے بغیر یہ بشارت نہ دیجاتی۔

Marfat.com

خَرَجْتَ مِنَ النَّارِ فَنَظَرُوا إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ رَاعِي مِعْزًى۔ (رواہ مسلم)

(۳۴۰) عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ فَسَمِعَ مُؤَذِّنًا يَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَعَ الْأَنْدَادَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالَ خَرَجَ مِنَ النَّارِ الْحَدِيْث (رواہ البزار وقال الهيثمي رجاله ثقات)

(۳۴۱) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي۔ (رواہ الحاکم فی التفسیر وھو مروی غیر مسلم وغیرہ)

(۳۴۲) عَنِ الْحَسَنِ ثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ إِذْ ذَاكَ وَنَحْنُ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَجِيءُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَتَجِيءُ الصَّلٰوةُ فَتَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّلٰوةُ فَيَقُولُ إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ فَتَجِيءُ الصَّدَقَةُ فَتَقُولُ يَا رَبِّ أَنَا الصَّدَقَةُ فَيَقُولُ إِنَّكِ عَلٰى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيءُ

صحابہ نے اس شخص کو جاکر دیکھا تو وہ بکریوں کا چرواہا تھا۔ (مسلم)

(۳۴۰) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے کہ ایک موذن کو آپ نے یہ کلمہ کہتے ہوئے سنا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ تو فرمایا اس نے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے تمام شریکوں سے بیزاری کا اظہار کر دیا پھر جب یہ سنا اشہد ان محمد رسول اللہ تو فرمایا عذاب دوزخ سے نجات پا گیا۔ (مسند بزار)

(۳۴۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول تلاوت کیا ولا یشفعون الخ اور شفاعت بھی نہیں کر سکیں گے مگر اسی کے لیے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو اس کے بعد فرمایا کہ میری شفاعت میرے ان سب امتیوں کے لیے ہوگی جنہوں نے گناہ کبیرہ کیے ہیں۔ (حاکم)

(۳۴۲) حسنؒ روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے مجھ سے مدینہ میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قیامت کے دن تمام اعمال کی صورتیں آئیں گی، نماز آئے گی اور کہے گی اے رب میں نماز ہوں، ارشاد ہوگا تو بہت اچھا عمل ہے اس کے بعد صدقہ آئے گا اور کہے گا اے رب میں صدقہ ہوں

---

(۳۴۱) اگر اعمال اجزاء ایمان ہوتے تو مرتکب کبیرہ مومن نہ ہوتا اور نہ اس کے لیے شفاعت ہو سکتی۔

(۳۴۲) اس حدیث میں اسلام کی صورت اعمال سے جداگانہ مذکور ہے حضرت استاذ قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کو اسلام سے خواہ کتنا ہی گہرا ربط ہو تاہم وہ اس کے اجزاء نہیں —— معلوم ہونا چاہیے کہ اعمال کی جزئیت کا مسئلہ محدثین و فقہاء کے مابین ثمرہ کے اعتبار سے کوئی اختلافی مسئلہ نہیں۔ مومن عاصی سب کے

Marfat.com

الصِّيَامُ فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ أَنَا الصِّيَامُ فَيَقُولُ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ثُمَّ تَجِيُّ الْأَعْمَالُ عَلَى ذَلِكَ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ ثُمَّ يَجِيُّ الْإِسْلَامُ فَيَقُولُ يَارَبِّ أَنْتَ السَّلَامُ وَأَنَا الْإِسْلَامُ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّكَ عَلَى خَيْرٍ بِكَ الْيَوْمَ آخُذُ وَبِكَ أُعْطِي قَالَ اللّٰهُ فِي كِتَابِهِ (وَ مَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ) انفرد بہ احمد وذکرہ ابن کثیر فی تفسیرہ ورجالہ ثقات ولکن یقال ان الحسن لم یسمع من ابی ھریرۃ۔

(۲۴۳) عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَوْفٍ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِنْ دَهْرِنَا وَإِنَّ أَحَدَنَا يُؤْتَى الْإِيْمَانَ قَبْلَ الْقُرْآنِ وَيَنْزِلُ السُّوْرَةُ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَعَلَّمُ حَلَالَهَا وَحَرَامَهَا وَمَا يَنْبَغِي أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهُ فِيْهَا كَمَا تَعْلَمُوْنَ أَنْتُمُ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ رِجَالًا يُؤْتَى أَحَدُهُمُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ مَا بَيْنَ فَاتِحَتِهِ إِلَى خَاتِمَتِهِ مَا يَدْرِي مَا أَمْرُهُ وَلَا زَاجِرُهُ وَلَا مَا يَنْبَغِي أَنْ يُوْقَفَ عِنْدَهُ مِنْهُ يَنْثُرُهُ نَثْرَ الدَّقَلِ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک وقال الذھبی علی شرطھما)

ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہے پھر روزہ آئیگا اور کہیگا اے رب میں روزہ ہوں ارشاد ہوگا تو بھی بہت اچھا عمل ہے اس کے بعد اسی طرح سب اعمال آتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہی ارشاد ہوتا رہے گا کہ تم اچھے عمل ہو۔ آخر میں اسلام کی صورت آئیگی یہ عرض کرے گا اے پروردگار تیرا نام "السلام" ہے اور میرا نام اسلام ارشاد ہوگا تو سب سے بہتر عمل ہے، آج گرفت اور انعام دونوں کا دارومدار تیری ہی ذات پر ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے (جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کریگا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور یہ شخص آخرت میں بہت نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا) (احمد)

(۲۴۳) قاسم بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو یہ کہتے خود سنا ہے کہ ہمارا ایک زمانہ ایسا گذرا ہے جبکہ ہم میں سے ایک شخص کو قرآن سے پہلے ہی ایمان نصیب ہوجاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کی ایک سورت اترتی وہ اس کے حلال و حرام سیکھ لیتا اور ان مقامات کو بھی معلوم کرلیتا کہ کہاں کہاں اس میں ٹھہرنا مناسب ہے (غرض وہ اسی طرح ادب کے ساتھ قرآن پڑھنا سیکھتا جیسا ادب احترام کے ساتھ آج تم سیکھتے ہو) اس کے بعد فرمایا کہ اب میں ایسے لوگ بھی دیکھ رہا ہوں جنھیں سارا قرآن (پہلے ہی) نصیب ہوجاتا ہے وہ اس کو از اول تا آخر پڑھتے بھی ہیں مگر نہ اس کے امر و نہی کو سمجھتے ہیں نہ یہ جانتے ہیں کہ کس جگہ ٹھہرنا مناسب ہے بس اس طرح اس کو لاپرواہی سے پڑھتے ہیں جس طرح ردی کھجوریں لاپرواہی کے ساتھ بکھیر دی جاتی ہیں۔ (حاکم)

نزدیک آخر کار جنت میں داخل ہوگا اور اسی طرح: عمال کی اہمیت سے بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے یہ صرف وقتی مصالح کے لحاظ سے مختلف تعبیرات تھیں جو بعد میں مذاہب بن گئیں۔ تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔

Marfat.com

(۳۴۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ فَلَا اَجِدُ قَلْبِیْ یَعْقِلُ عَلَیْہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ قَلْبَکَ حُشِیَ الْاِیْمَانَ وَاِنَّ الْاِیْمَانَ یُعْطَی الْعَبْدُ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ (رواہ احمد فی اسنادہ ابن لھیعۃ)

(۳۴۵) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الْاِسْلَامُ عَلَانِیَۃٌ وَالْاِیْمَانُ فِی الْقَلْبِ قَالَ ثُمَّ یُشِیْرُ بِیَدِہٖ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ ثُمَّ یَقُوْلُ التَّقْوٰی ھٰھُنَا۔ (رواہ احمد والبزار وابو یعلی وابن ابی شیبۃ وسندہ جید)

(۳۴۴) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے یہ شکایت کی کہ یا رسول اللہ میں قرآن پڑھتا تو ہوں مگر مجھے اس میں کچھ دلچسپی نہیں ہوتی، آپ نے فرمایا کہ تمہارا قلب ایمان سے (پہلے ہی) لبریز ہو چکا ہے اور اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جنھیں قرآن سے پہلے ایمان نصیب ہو جاتا ہے۔ (احمد)

(۳۴۵) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے اور ایمان اس اعتقاد کا نام ہے جو دل میں ہو اس کے بعد آپ نے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف تین بار اشارہ فرمایا، راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد فرمایا تقویٰ اس جگہ ہے۔ (احمد وغیرہ)

(۳۴۴) اس مضمون کو ابن عمرؓ نے پہلی حدیث میں اپنے زمانہ کی شکایت کے سلسلہ میں بیان کیا ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ لوگوں کو ایمان پہلے میسر آجاتا تھا قرآن بعد میں رفتہ رفتہ نازل ہوتا جتنا قرآن اترتا ان کا ایمان اتنا ہی اور قوی ہوتا تھا وہ اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور ایک زمانہ اب ہے کہ تمام قرآن پہلے نازل ہو چکا ہے لوگ بعد میں اس پر ایمان لاتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن کریم کی موجودگی میں ان کا ایمان اور پختہ ہوتا وہ دلچسپی سے قرآن پڑھتے اور سرگرمی سے اس پر عمل کرتے مگر یہ سماں ہے کہ نہ وہ اس کو اس جوش و خروش کے ساتھ پڑھتے ہیں جیسے پہلے پڑھا کرتے تھے اور نہ ان میں وہ جذبۂ عمل نظر آتا ہے جو پہلے نظر آتا تھا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو یہ اطمینان دلایا ہے کہ ان کا قلب قرآن سے پہلے ہی ایمان سے لبریز ہو چکا ہے۔ اگر قرآن پڑھنے میں ان کے معیار کے مطابق دل جمعی میسر نہیں آتی تو یہ ضعف ایمانی کی دلیل نہیں ——— جب ایمان قرآن سے پہلے ہی میسر آسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا جز نہیں [illegible]

(۳۴۵) اس حدیث میں اعمال ظاہرہ کو اسلام اور تصدیق باطنی کو ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب محل ایمان قلب ہے تو اعمال جوارح ایمان کا جز کیسے ہو سکتے ہیں۔ معتزلہ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ عمل نہ ہونے سے ایمان نہیں رہتا ایمان قلب کی صفت ہے وہ اعمال جوارح نہ ہونے کی صورت میں بھی باقی رہ سکتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس میں نور و بالیدگی نہ رہے۔

Marfat.com

وزعت الشريعة الجنة والنار على الايمان والكفر دون الاعمال

(۳۴۶) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُوْجِبَتَانِ مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ يُشْرِكُ بِهٖ دَخَلَ النَّارَ (رواہ مسلم)

(۳۴۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ وَقُلْتُ اَنَا مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ البخاری)

جنت اور دوزخ کی تقسیم شرک و ایمان پر دائر ہے صرف اچھے برے اعمال پر نہیں

(۳۴۶) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں ایسی ہیں جو انسان کے لئے دو چیزیں واجب کر دیتی ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح حاضر ہوگا کہ اس نے دنیا میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرایا ہو (تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی) اور وہ ضرور جنت میں جائیگا اور جو شخص اس طرح حاضر ہوگا کہ اس نے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو (تو اس کے لئے دوزخ واجب ہو جائے گی اور) وہ ضرور دوزخ میں جائے گا۔ (مسلم)

(۳۴۷) عبداللہ بن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ دوزخ میں جائیگا۔ یہ مضمون تو میں نے خود بارگاہ رسالت سے سنا ہے) اور دوسری بات میں اپنی جانب سے کہتا ہوں کہ جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔ (بخاری شریف)

(۳۴۶) بقول امام غزالیؒ انسان اگرچہ ازلی نہیں مگر ابدی ضرور ہے اس لئے اس کو ایک ابدی مستقر کی ضرورت بھی ہے دنیا اس کا ابدی مستقر نہیں صرف عارضی مستقر ہے ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ تمہیں خدا کی زمین پر صرف چند روزہ رہنا ہے اور ایک وقت مقرر تک اس کی نعمتوں سے کچھ فائدہ حاصل کرنا ہے۔

اس کا دائمی مستقر جنت یا دوزخ ہیں قادر مطلق نے اس کی تقسیم اچھے، برے اعمال پر نہیں رکھی بلکہ ایمان وکفر پر رکھی ہے، اس لئے مومن خواہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو مگر اس کا ابدی مستقر جنت ہی رہے گا اور کافر خواہ کتنے ہی اچھے اچھے کام کیوں نہ کرے لیکن اس کا ابدی مستقر دوزخ ہی رہے گا۔ اب رہی یہ بات کہ موقت ایمان وکفر کی جزا خلود کیوں رکھی گئی ہے تو ہمارے علم میں اس کا سب سے بہتر جواب وہ ہے جو ابن قتیبہ نے زیر کلام حدیث نیۃ المرء خیر من عملہ اپنی کتاب تاویل مختلف حدیث میں ذکر کیا ہے دیکھو ص۳۵۱ پھر اسی کا خلاصہ شیخ بدرالدین عینی نے شرح بخاری میں اور عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں ذکر کیا ہے۔

لان تخليد الله العبد فی الجنة ليس لعمله انما هو لنيته لانه لو كان لعمله لكان خلوده

جنت میں خلود اور ابدی زندگی کی بنا عمل پر نہیں بلکہ بندہ کی نیت پر رکھی گئی ہے اگر اس کی بنا عمل پر ہوتی تو خود بھی

يخرج من النار من كان في قلبه مثقال ذرة من نور الايمان

(۳۴۸) عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ شَعِيْرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ قَلْبِهٖ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ (رواه البخاري)

جس کے قلب میں نور ایمان کا ایک ذرہ ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائیگا

(۳۴۸) انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی نور ایمان ہوگا تو (بالآخر) وہ دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں گیہوں کے ایک دانہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی (بالآخر) دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور جس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی نور ایمان ہوگا وہ بھی دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

فيها تقدير ما عمله واضماره الا انه جازاه بنيته لانه كان ناويا ان يطيع الله تعالى ابدا لو بقي ابدا فلما اخترمته منيته دون نيته جزاه الله عليها وكذا الكافر۔

(عمدة القاري ج ۱ ص ۲۴۲)

کی مدت بھی اتنی ہی ہونی چاہیے تھی جتنی کہ اس کے عمل کی تھی یا بہت بہت اس کو دو گنی لیکن چونکہ اس کی بنیاد نیت پر رکھی گئی ہے اور اس کی نیت یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ ہمیشہ جیے گا تو خدا تعالیٰ کی اطاعت ہمیشہ ہی کیا کریگا اس نیت میں اگر حائل ہوتی ہے تو موت ہوتی ہے اس کا تو کوئی قصور ہوتا نہیں اسلئے اس کو اپنی نیت کے مطابق دوام و خلود کا بدلہ ملتا ہے اور یہی حال دوزخ میں کافر کے خلود کا بھی ہے۔ (عمدۃ القاری)

یہاں ہمارا مقصد اعمال کی قیمت گھٹانا نہیں ہے بلکہ ایمان کی اہمیت اور کفر کی شامت بتانا ہے عمل کی حد سے زیادہ اہمیت اعتزال اور اس سے زیادہ بے اعتنائی ارجاء کے قریب کر دیتی ہے۔ صحیح راہ پر قائم رہنے کے لئے حدود شناسی لازم ہے۔

(۳۴۸) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن اگرچہ کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو مگر وہ بھی اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخرکار دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔ ایمان گو خدا تعالیٰ سے ایک عہد کا نام ہے مگر قلب میں اس کی ایک حقیقت بھی ہوتی ہے جو اس کا وجود خارجی کہلاتی ہے یہ حقیقت کسی کے دل میں پہاڑوں کے برابر ہوگی اور کسی کے رائی کے دانہ کی برابر۔ لیکن اس حقیقت کے ہوتے کوئی شخص دوزخ میں رہ نہیں سکتا۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بارگاہ صمدیت میں ایمان کی قدر و قیمت کتنی ہے اس کے بالمقابل کفر و شرک ہے جس کے دل میں شرک ہوگا وہ خدا تعالیٰ کی جنت کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ حتی يلج الجمل في سم الخياط۔ اس سے شرک کی قباحت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اسی لئے جنت و دوزخ کی تقسیم ایمان و کفر پر کی گئی ہے نہ کہ اعمال پر۔

Marfat.com

(٣٤٩) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَأَهْلُ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ اللهُ أَخْرِجُوا مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ فَيُخْرَجُونَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوا فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرِ الْحَيَا أَوِ الْحَيَاةِ (شَكَّ مَالِكٌ) فَيَنْبُتُونَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَ أَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً (رواه البخاري ومسلم)

(٣٥٠) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ مَاجَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ اشْفَعْ إِلَى رَبِّكَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِإِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ

---

(٣٤٩) ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہو اسے بھی دوزخ سے نکال لو چنانچہ ان کو بھی نکال لیا جائیگا ان کی حالت یہ ہو گی کہ جل کر سیاہ فام ہو گئے ہوں گے اس کے بعد ان کو نہر حیا یا نہر حیات میں ڈالا جائے گا (مالک راوی حدیث کو اصل لفظ میں شک ہے) تو وہ اس طرح ہرے بھرے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی اوپر بہے ہوئے کوڑے میں (سڑ گل کر) نکل آتا ہے کبھی تم نے غور کیا ہے کہ وہ کیسا زرد زرد بل کھایا ہوا نکلتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

(٣٥٠) انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت ہو گی تو (مارے پریشانی کے) لوگ ایک دوسرے کے پاس بھاگے بھاگے پھریں گے آخر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے اور ان سے عرض کریں گے آپ اپنے پروردگار سے ہماری شفاعت کر دیجئے وہ فرمائیں گے میں اس لائق کہاں، تم ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں یہ ان کی خدمت میں

---

(٣٤٩) اس قسم کی حدیثوں سے معتزلہ اور مرجئہ ہر دو فرقوں کی تردید ہو جاتی ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال کا وجود بھی ضروری ہے ورنہ عاصی مومن دوزخ میں نہ جاتا لہذا مرجئہ کے خیال کی تردید ہو گئی جو کہتے ہیں کہ ایمان کے بعد عمل کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح معتزلہ کے عقیدہ کی بھی تغلیط ہو گئی کیونکہ ان احادیث سے ظاہر ہے کہ عاصی مومن ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔ معتزلہ ان کے حق میں بھی خلود کے قائل ہیں پس حق یہ ہے کہ اعمال انتہا درجہ ضروری ہیں لیکن اگر کسی کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ موجود ہے تو فقدان اعمال کی وجہ سے اگرچہ اس کو عذاب ہو مگر آخر کار اس ایمان کی بدولت اس کی بھی نجات ہو جائے گی۔ ایمان خواہ کتنا ہی ضعیف ہو ابد دوزخ میں نہیں رہ سکتا اور شرک خواہ کتنا ہی خفیف ہو مگر وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں مسلم، و کافر اور اسی لئے ان کے دو ہی مستقر ہیں جنت اور دوزخ۔

Marfat.com

كَلِيمُ اللهِ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللهِ وَكَلِمَتُهُ فَيَأْتُونَ
عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ بِمُحَمَّدٍ فَيَأْتُونِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيُؤْذَنُ
لِي وَيُلْهِمُنِي مَحَامِدَ أَحْمَدُهُ بِهَا لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ وَأَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا
فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي
أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ شَعِيرَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ
أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ
تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ
ذَرَّةٍ أَوْ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَنْطَلِقُ فَأَفْعَلُ ثُمَّ أَعُودُ فَأَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخِرُّ لَهُ
سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ ارْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَأَقُولُ يَا رَبِّ أُمَّتِي
أُمَّتِي فَيُقَالُ انْطَلِقْ فَأَخْرِجْ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ أَدْنَى أَدْنَى أَدْنَى مِثْقَالِ حَبَّةِ خَرْدَلَةٍ مِنْ إِيمَانٍ

حاضر ہوں گے وہ فرمائیں گے بھلا میں اس کا اہل کہاں لیکن تم حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ وہ خدا تعالیٰ کے شرف ہمکلامی میں ممتاز ہیں یہ ان کی خدمت میں جائیں گے وہ بھی فرما دیں گے میں اس قابل کہاں لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان کا لقب روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے یہ ان کی خدمت میں آئیں گے وہ بھی فرمائیں گے میں بھی اس لائق کہاں البتہ تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو یہ میرے پاس آئیں گے میں کہوں گا (بہت اچھا) یہ خدمت میرے ہی سپرد کی گئی ہے اس کے بعد میں اپنے پروردگار سے اجازت مانگوں گا مجھے اجازت مل جائے گی اور حق تعالیٰ میرے دل میں اپنی ایسی پاکیزہ اور بلند تعریفیں القا فرمائے گا جو اس وقت مجھے نہیں آتیں میں ان ہی کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور تعریف کرتا ہوا سجدہ میں گر جاؤں گا ارشاد ہوگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر تو اٹھاؤ (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی مانگو ملے گا شفاعت کرو قبول کی جائے گی میں عرض کروں گا اے اللہ میری امت کو بخشدے۔ میری امت کو بخشدے۔ مجھے حکم ہوگا اچھا جاؤ اور جس کے قلب میں جو برابر بھی نور ایمان دیکھو اسے بھی نکال لو۔ میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔ لوٹ کر پھر ان ہی کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤں گا خطاب ہوگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ (کیا چاہتے ہو) کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو ملیگا، شفاعت کرو قبول ہوگی، میں عرض کروں گا خدایا میری امت کو بخشدے، میری امت کو بخشدے۔ مجھے حکم ملے گا اچھا جاؤ اور جس کے

Marfat.com

فَاُخْرِجُهُ مِنَ النَّارِ فَانْطَلِقُ فَافْعَلُ ثُمَّ اَعُوْدُ الرَّابِعَةَ فَاَحْمَدُهُ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ ثُمَّ اَخِرُّ لَهُ سَاجِدًا فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ ائْذَنْ لِيْ فِيْمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ لَيْسَ ذَالِكَ لَكَ وَلٰكِنْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكِبْرِيَائِيْ وَعَظَمَتِيْ لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلَائِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ قَدْ عَادُوْا حُمَمًا فَيُلْقِيْهِمْ فِيْ نَهَرٍ فِيْ اَفْوَاهِ الْجَنَّةِ

قلب میں ایک ذرہ یا ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا نور ہو اُسی بھی نکال لے۔ میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کروں گا۔ واپس ہو کر پھر اُن کلمات کے ساتھ اس کی تعریف کروں گا اور سجدہ میں گر جاؤنگا۔ ارشاد ہوگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھالو کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو ملیگا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا خدایا میری امت کو بخشدے۔ میری امت کو بخشدے۔ مجھے حکم ہوگا اچھا جاؤ اور (اس مرتبہ) جس کے قلب میں ایک رائی کے دانہ سے بھی کم سے کمتر نور ایمان ہو اُسے بھی نکال لو میں جاؤں گا اور حکم کی تعمیل کرکے چوتھی بار پھر واپس آؤں گا اور پھر ان ہی کلمات سے اس کی تعریف کروں گا ارشاد ہوگا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سر اٹھالو کہو تمہاری بات مانی جائے گی، مانگو ملے گا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ میں عرض کروں گا پروردگار! مجھے ان کے نکالنے کی بھی اجازت ہو جنھوں نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا ہے ارشاد ہوگا یہ تمہارا حق نہیں البتہ اپنی عزت وجلال، کبریاء، اور بزرگی کی قسم۔ جنھوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہے انھیں تو میں خود نکالوں گا۔ اور ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یہ مضمون ان الفاظ میں مذکور ہے کہ (چوتھی بار آپ کے جواب میں ارشاد ہوگا) فرشتے بھی شفاعت کر چکے، خدا کے نبی بھی شفاعت کر چکے اور مومنین بھی شفاعت کر چکے اب ارحم الراحمین کی باری ہے، لہذا قدرت ایک مٹھی بھر کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالیگی جنھوں نے کبھی کوئی بھلا کام نہ کیا ہوگا یہ لوگ دوزخ میں پڑے پڑے جل کر کوئلہ سیاہ فام ہوگئے ہوں گے، جنت کے سامنے ایک نہر ہوگی اس میں ان کو ڈالدیا جائے گا وہ اس (میں غوطہ لگاکر) ایسے نکل آئیں گے جیسا دانہ پانی کی رو میں بہتے ہوئے کوڑے پر اُگ آتا ہے۔ اسی طرح یہ موتی کی طرح صاف ستھرے چمکدار ہو جائیں گے ان کی گردنوں پر مہریں ہونگی ان کی وجہ سے جنتی ان کو عتقاء الرحمٰن کہیں گے (یعنی عذاب دوزخ سے رحمٰن کی آزاد کردہ جماعت) جس نے ان کو یونہی جنت میں داخل کردیا ہے نہ انھوں نے کوئی اچھا عمل کیا تھا اور نہ ان کے پیش نظر کوئی نیک نیتی تھی، ان سے خطاب ہوگا جاؤ جتنا تم نے دیکھا تم کو دیا

Marfat.com

يقال له نهر الحيوة فيخرجون كما تخرج الحبة في حميل السيل فيخرجون كاللؤلؤ في رقابهم الخواتم فيقول اهل الجنة هؤلاء عتقاء الرحمن ادخلهم الجنة بغير عمل عملوه ولا خير قدموه فيقال لهم لكم ما رأيتم ومثله معه۔ (متفق علیه) وفي حديث انس عند البخاري قال ليصيبن اقواما سفع من النار بذنوب اصابوها عقوبة ثم يدخلهم الجنة بفضله ورحمته فيقال لهم الجهنميون۔

(۳۵۱) عن عمران بن حصين قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج قوم

اور اسی کے برابر اور دیا۔ (متفق علیہ) بخاری میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ اپنے گناہوں کی شامت میں عذاب دوزخ میں گرفتار ہوکر سیاہ فام ہوجائیں گے اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و رحمت سے ان کو جنت میں داخل فرمادیگا ان لوگوں کا لقب جہنمی ہوگا۔

(۳۵۱) عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(۳۵۰) انسؓ کی حدیث میں کلمہ طیبہ کے ایک جزء پر نجات کی بشارت مذکور ہے۔ علماء کے مابین اس بارے میں گفتگو ہے کہ یہ جماعت کونسی جماعت ہے جس کی مغفرت صرف توحید پر ہوجائے گی۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کو کسی رسول کا زمانہ نہیں ملا اصطلاح میں ان کو اصحاب فترۃ کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کا کوئی رسول آیا ہی نہیں اس لئے ایمان بالرسالۃ کے یہ مکلف بھی نہ ہوں گے اس لئے ان کی نجات بھی صرف خدا تعالیٰ کے توحید پر ہوجائے گی۔ اب رہے وہ لوگ جنھوں نے کسی رسول کا زمانہ پایا اس کی تعلیمات بھی ان کو پہنچیں اور اس پر غور و خوض کا انھیں کافی موقعہ بھی ملا اس کے باوجود انھوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس کو رد کردیا تو ہمارے علم میں ان کے نجات کی ادیان سماویہ میں کوئی صورت نہیں ہے۔ یہ یاد رہے کہ کسی رسول کی بعثت کا دور نہ ہونے یا اس کی دور بعثت سے لاعلمی کی بنا پر اس پر ایمان و عدم ایمان کی بحث سے خالی الذہن رہنے اور دور بعثت کے پورے پورے علم کے باوجود اس کے قبول نہ کرنے میں بہت بڑا فرق ہے اگر پہلی قسم کے لوگ قابل معذوری سمجھے جائیں تو کیا دوسری قسم کے لوگ بھی معذور تصور کئے جاسکتے ہیں اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ایمان بالرسالۃ گویا ایمان کا رکن ہی نہ رہے صرف خدا تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنا نجات کے لئے کافی ہو پھر اسی پر مسئلہ ختم نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد یہ مرحلہ بھی زیر غور آسکے گا کہ اگر رسول کے توسط کے بغیر صرف عقل کی رو سے اللہ تعالیٰ کی وہ پاکیزہ توحید میسر آسکتی ہے جو شرک کی ہر قریب و بعید آلائش سے صاف ہو تو اب رسول کی ضرورت کس درجہ پر باقی رہے گی توحید خداوندی کے فطری ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر گرد و پیش کے حالات انسانی ذہنیت کو مکدر نہ کریں تو اس کے دماغ میں سوائے وحدانیۃ کے دوسرا تصور سما ہی نہیں سکتا لیکن جبکہ بساط عالم پر جابجا شرک ہی کا کھیل جم رہا ہو شیاطین نے انسانی دماغوں کو نجاست شرک سے ملوث کر رکھا ہو کیا ان حالات میں بھی ایک انسان خدا کی مقدس توحید کو آسانی پاسکتا ہے؟ یہ بحث ابھی نہیں ہے کہ جو توحید انبیاء علیہم السلام لیکر آتے ہیں اس میں تنزیہ و تشبیہ کے مابین کیسے کیسے

Marfat.com

مِنَ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ۔ (رواہ البخاری)

المؤمن اذا عمل بالفرائض واحل الحلال وحرم الحرام دخل الجنة من غير عذاب انشاء الله تعالى

۲۵۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النُّعْمَانُ بْنُ قَوْقَلٍ فَقَالَ

کی شفاعت پر دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل کیے جائیں گے ان کا لقب جہنمی ہوگا۔ (بخاری شریف)

جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے وہ پکا مومن ہے اور کسی عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوگا

۲۵۲) جابرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نعمان بن قوقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے

خوشنا نقش ونگار اور بھی ہوتے ہیں جن کے بغیر توحید کا عقیدہ صرف عقل ہیولانی کا ایک سادہ تصور رہتا ہے بس کسی تردد کے بغیر ادیان سماویہ کا یہ ایک طے شدہ عقیدہ سمجھنا چاہیے کہ نجات کے لئے رسول پر ایمان لانا بھی اسی درجہ ضروری ہے جس درجہ خدا تعالیٰ کی توحید پر۔

حضرت استاد قدس سرہ فرماتے تھے کہ ان حدیثوں میں شہادت رسول کا دوسرا جزء مذکور نہ ہونے کا اصل راز یہ ہے کہ یہ جماعت صرف اسی امت کے ساتھ خاص نہ ہوگی بلکہ سب امتوں کی مشترک ہوگی اس لئے ان کی نجات کا مشترک نقطہ یہی عقیدۂ توحید ہوگا۔ رسول پر ایمان اپنے اپنے دور کے اعتبار سے ان میں مختلف رہے گا یہی وجہ ہے کہ ان کو آپ کے ہاتھوں سے نکالا نہیں جائے گا بلکہ اس کا تکفل وہ رحمٰن فرمائے گا جس کی رحمت کی ساری امتیں اسی طرح متوقع ہوں گی جس طرح کہ ہر رسول کی امت اپنے اپنے رسول کی سفارش کی۔ قرآن کریم نے جہاں انفرادی دعوت سے قطع نظر انبیاء علیہم السلام کی مشترک دعوت کو ذکر فرمایا ہے وہاں صرف توحید ہی کو ذکر فرمایا ہے۔ وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون۔ ہم نے آپ سے پیشتر جتنے رسول بھیجے سب کے پاس یہی وحی بھیجی ہے کہ معبود ہمارے سوا کوئی نہیں ہے۔

حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر رسول پر اس کی رسالت کی حقانیت کی وحی بھی یقینی طور پر نازل کی گئی ہے لیکن یہ جزء ہر دور کے لحاظ سے مختلف تھا جو مشترک نقطہ تمام رسولوں کے دور میں کبھی نہیں بدلا وہ صرف خدائے قدوس کی توحید تھی اس لئے رسولوں کی سفارش کر لینے کے بعد جب اس سفارش کا وقت آیا جس کا تعلق نہ تو کسی زمان ومکان سے ہو اور نہ کسی خاص امت سے تو اس کے لئے وہ ذات متکفل ہوگئی جس کی رحمت پر سب بندوں کا حق یکساں واجب تھا وہ ایک ارحم الراحمین کی ذات تھی مگر خاتم الانبیاء علیہ السلام کی بعثت عامہ کا اثر یہاں بھی اتنا ظاہر ہوئے بغیر نہ رہا کہ ان کی نجات کی منظوری آپ کی ہی سفارش پر ہوگی گو اس کا اجراء قدرت نے براہ راست خود اپنے ذمہ لے لیا جیسا کہ عمران بن حصین کی حدیث سے صاف واضح ہے۔ اس جگہ یہ واضح رہنا چاہیے کہ ابتداء حدیث شفاعت کبریٰ کے متعلق تھی یعنی بندوں کے حساب وکتاب شروع ہونے کیلئے پھر درمیان میں کچھ حصہ حذف ہو کر آخر حدیث میں شفاعت صغریٰ کا ذکر آگیا ہے جو ان کی بخشش کے متعلق ہوگی۔ ابو سعید خدری کی روایت میں یہ صاف تصریح موجود ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے پاس کوئی نیک عمل نہ ہوگا حتی کہ کسی ادنیٰ نیک نیتی کا بھی ان کا نمبر صفر ہوگا کسی ایک حرف سے بھی یہ اشارہ نہیں نکلتا کہ ان کے پاس توحید کے علاوہ رسول پر ایمان بھی نہ ہوگا۔

حلال کو حلال سمجھنے کے معنی اس کے مقتضے پر عمل کرنا اور تحریم حرام کا مطلب حرام سے بچنا ہے جو شخص حلال سے بچتا اور حرام سے احتراز نہیں کرتا وہ نہ حلال کو حلال سمجھتا ہے اور نہ حرام کو حرام۔

Marfat.com

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَئِيْتَ اِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوْبَةَ وَحَرَّمْتُ الْحَرَامَ وَاَحْلَلْتُ الْحَلَالَ اَاَدْخُلُ الْجَنَّةَ
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ (رواہ مسلم)

(۳۵۳) عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قُلْ لِيْ فِي الْاِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْئَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِيْ حَدِيْثِ اُسَامَةَ غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (رواہ مسلم)

اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے؟ جب میں فرض نمازیں ادا کرلوں اور حرام کے ساتھ حرام کا معاملہ کروں اور حلال کے ساتھ حلال کا تو کیا میں جنت میں داخل ہوجاؤں گا آپ نے فرمایا ہاں۔ (مسلم)

(۳۵۳) سفیان بن عبداللہ ثقفی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی جامع بات فرما دیجئے کہ آپ کے بعد پھر مجھے کسی اور سے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ رہے (اسامہ کی حدیث میں بعد کے بجائے غیر کا لفظ یعنی آپ کے سوا کسی دوسرے سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے) آپ نے فرمایا آمنت باللہ کہو اس کے بعد اس قول پر پوری طرح قائم رہو۔ (مسلم)

---

(۳۵۳) استقامت ایک مختصر لفظ ہے اور اس مختصر لفظ میں شرعی تمام نزاکتیں لپٹی ہوئی ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "استقیموا ولن تحصوا" دیکھو استقامت کے ساتھ دین پر قائم رہنا مگر مقتضائے استقامت سے عہدہ برائی ہے مشکل۔ تاہم جتنا ہوسکے اس میں دریغ نہ کرنا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا الخ جن لوگوں نے زبان سے اقرار کیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس بات پر پوری طرح قائم بھی رہے ان پر خدا کے فرشتے یہ پیغام لے کر آتے ہیں کہ نہ خوف کھاؤ اور نہ غم اور اس جنت کی خوشخبری سن لو جس کا تم کو وعدہ کیا گیا تھا —— سفیانؓ کی یہ حدیث جابرؓ کی اوپر والی حدیث سے بھی زیادہ تفصیل پر حاوی ہے کلمہ طیبہ پر جنت کی بشارت کی احادیث میں کہیں کلمہ طیبہ کے ساتھ خالصاً من قلبہ کا لفظ (خلوص کے ساتھ اپنے دل سے کہے) اور کہیں یبتغی بذلک وجہ اللہ کی قید (اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی ارادہ نہ ہو) اور کہیں (ثم استقم) کے الفاظ مذکور ہوتے ہیں ان سب کا ماحصل ایک ہے اور وہ اسلام کی مجموعی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اسی کو حدیث جابر میں ذرا اور مفصل الفاظ میں ادا کیا گیا ہے یعنی دین کی حلال باتوں پر عمل کرنا اور حرام باتوں سے احتراز کرنا۔ ان مجمل الفاظ کو دوسری حدیثوں میں اس سے اور زیادہ مفصل شکل میں ادا کیا گیا ہے یعنی ان میں ارکانِ اسلام کے ساتھ کچھ اور تفصیلات بھی آجاتی ہیں پھر معلوم نہیں کہ اگر کسی مقام پر صرف کلمہ توحید پر جنت کی بشارت مذکور ہوجاتی ہے تو فرقہ مرجئہ اس کو اطلاق پر کیسے حمل کرلیتا ہے۔ اس لئے صحیح یہی ہے کہ کلمہ طیبہ کے ساتھ اگر شرعی اعمال موجود ہیں تو جنت میں داخلہ انشاءاللہ کسی عذاب کے بغیر ہوگا اور اگر کلمہ طیبہ کے ساتھ عمل کا ذخیرہ نہیں یا کم ہے تو پھر ضابطہ میں تو اس کی سزا بھگتنی پڑے گی اگر رحمت عفو کردے تو یہ اس کا فضل ہوگا لیکن اس کے بعد ایمان کی بدولت پھر نجات حاصل ہوجائے گی۔ معتزلہ کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ گناہ کرنے سے ایمان ہی باقی نہیں رہتا۔

Marfat.com

من لم یعمل بفرائض الاسلام فانہ مؤاخذ بہ وان کان مقرًا بالتوحید والرسالۃ

(۳۵۴) عَنْ ثَوْبَانَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ مَسِیْرٍ اِنَّا مُدْلِجُوْنَ اللَّیْلَۃَ فَلَا یَرْحَلَنَّ مَعَنَا مُصْعَفٌ وَلَا مُصْعَبٌ فَارْتَحَلَ رَجُلٌ عَلٰی نَاقَۃٍ لَہٗ صَعْبَۃٍ فَسَقَطَ فَانْدَقَّتْ عُنُقُہٗ فَمَاتَ فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُدْفَنَ ثُمَّ اَمَرَ بِلَالًا اَنْ یُنَادِیَ اَنَّ الْجَنَّۃَ لَا تَحِلُّ لِعَاصٍ (رواہ الحاکم فی المستدرک فی کتاب قسمۃ الفئ ولم یتعقبہ الذہبی)

(۳۵۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ کَانَ عَلٰی ثَقَلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ یُقَالُ لَہٗ کِرْکِرَۃُ فَمَاتَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ فِی النَّارِ فَذَھَبُوْا یَنْظُرُوْنَ فَوَجَدُوْا عَبَاءَۃً قَدْ غَلَّھَا۔ (رواہ البخاری)

(۳۵۶) عَنْ یَزِیْدَ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جو شخص فرائض و اعمال ادا نہیں کرتا وہ مواخذہ سے بری نہیں اگرچہ توحید و رسالت کا معترف بھی ہو

(۳۵۴) ثوبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک سفر میں فرمایا آج شب ہم اندھیرے اندھیرے روانہ ہو جائیں گے لہذا ہمارے ساتھ وہ شخص نہ چلے جس کے پاس کمزور یا کڑوے مزاج کا اونٹ ہو، اس کے بعد بھی ایک شخص نے اپنی کڑوی اونٹنی کس لی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اس پر سے گرا، اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ آپ نے اس کے دفن کرنے کا حکم دیا پھر بلالؓ کو یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ جنت کسی نافرمان کے لئے حلال نہیں ہے۔ انھوں نے حسب الحکم یہ اعلان کر دیا۔ (حاکم)

(۳۵۵) عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کی نگرانی کے لئے ایک شخص تعینات تھا جس کا نام کرکرہ تھا اس کا انتقال ہو گیا آپ نے یہ سُنکر فرمایا وہ تو دوزخ میں ہے (یہ سن کر) صحابہ اس کا سامان ٹٹولنے لگے دیکھا تو اس میں (مال غنیمت کا) ایک عبا ملا جو اس نے خیانت کر کے چرا لیا تھا۔

(۳۵۶) یزید بن خالد سے روایت ہے کہ خیبر کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہیوں

(۳۵۶) آخر توحید و رسالت کے ان معترفین سے بھی دو دو درہم کی حقیر چوریوں کا مواخذہ ہو کر رہا اور صرف اس بنا پر کہ انھوں نے ایک مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا اس معمولی لغزش کی پاداش سے نجات نہ مل سکی خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

تُوُفِّيَ يَوْمَ خَيْبَرَ فَذَكَرُوْا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ فَتَغَيَّرَتْ وُجُوْهُ النَّاسِ لِذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَكُمْ غَلَّ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَفَتَّشْنَا مَتَاعَهُ فَوَجَدْنَا خَرَزًا مِنْ خَرَزِ يَهُوْدَ لَا يُسَاوِيْ دِرْهَمَيْنِ (رواه مالك وابوداود والنسائي)

(۳۵۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ اَهْدٰى رَجُلٌ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُلَامًا يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ فَبَيْنَمَا مِدْعَمٌ يَحُطُّ رَحْلًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَصَابَهُ سَهْمٌ عَائِرٌ فَقَتَلَهُ فَقَالَ النَّاسُ هَنِيْئًا لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِيْ اَخَذَهَا يَوْمَ خَيْبَرَ مِنَ الْمَغَانِمِ لَمْ تُصِبْهَا الْمَقَاسِمُ لَتَشْتَعِلُ عَلَيْهِ نَارًا فَلَمَّا سَمِعَ ذٰلِكَ النَّاسُ جَاءَ رَجُلٌ بِشِرَاكٍ اَوْ شِرَاكَيْنِ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

میں سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا (نماز جنازہ کے لئے جب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو آپ نے فرمایا اپنے رفیق پر تم ہی نماز پڑھ لو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ سے کنارہ کشی دیکھکر) لوگوں کے چہرے متغیر ہوگئے، آپ نے فرمایا اس شخص نے جہاد کے مال میں خیانت کی ہے اس کا سامان تلاش کیا گیا تو اس میں یہود کے منکوں میں کا ایک منکا ملا جس کی قیمت دو درہم بھی نہ تھی۔ (مالک)

(۳۵۷) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک غلام بطور ہدیہ پیش کیا جس کا نام مدعم تھا۔ یہ مدعم اونٹ سے آپ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ اچانک کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آکر لگا اور اس کو ختم کردیا۔ لوگ بولے لو اس کے لئے جنت مبارک ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہرگز نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ ادنیٰ کی چادر جو اس نے خیبر کی غنیمت میں سے قبل از تقسیم لے لی تھی آگ کی صورت میں اس پر بھڑک رہی ہے جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ایک شخص (گیا) اور آپ کی خدمت میں چمڑے کے ایک یا دو تسمے لیکر آیا آپ نے

رحمت کا فیاض ہاتھ تو کون پکڑ سکتا ہے مگر یہاں گفتگو صرف اس دائرہ میں ہے جو آئین اسلامی کے تحت ہوسکتی ہے مرجئہ نے یہ غلط سمجھا ہے کہ صرف ایمان لاکر جنت کی ضمانت حاصل ہوجاتی ہے اور اب خدائی گرفت کا کوئی کھٹکا باقی نہیں رہتا ہرگز نہیں اس کو شرعی اوامر ونواہی کا پورا پورا احترام بھی بجالانا ہوگا بلکہ بڑی سے بڑی قربانیاں کرکے اپنے اقرار وفاداری کا امتحان بھی دینا ہوگا۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم

(۳۵۷) یہ غلام رفاعہ بن زید نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کے متصل ہی آپ کو یہ غزوہ پیش آگیا اور اسی میں یہ بھی شہید ہوگیا (دیکھو بخاری شریف ص۶۰۹) اس سے معلوم ہوا کہ ابھی اس کو آپ کی فیض صحبت اٹھانے کا موقع نہ ملا تھا۔

Marfat.com

فَقَالَ شِرَاكٌ مِنْ نَارٍ اَوْ شِرَاكَانِ مِنْ نَارٍ (متفق علیہ)

(۳۵۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ عُمَرُ قَالَ لَمَّا کَانَ یَوْمُ خَیْبَرَ اَقْبَلَ نَفَرٌ مِنْ صَحَابَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَہِیْدٌ وَفُلَانٌ شَہِیْدٌ حَتّٰی مَرُّوْا عَلٰی رَجُلٍ فَقَالُوْا فُلَانٌ شَہِیْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلَّا اِنِّیْ رَاَیْتُہٗ فِی النَّارِ فِیْ بُرْدَۃٍ غَلَّہَا اَوْ عَبَاءَۃٍ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ الْخَطَّابِ اِذْہَبْ فَنَادِ فِی النَّاسِ اِنَّہٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا قَالَ فَخَرَجْتُ فَنَادَیْتُ اَلَا اِنَّہٗ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا الْمُؤْمِنُوْنَ ثَلَاثًا۔ (رواہ مسلم)

من ترك خصلة من خصال الاسلام نقص ايمانه

(۳۵۹) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ

فرمایا یا ایک یا دو تسمے درحقیقت آگ کے تسمے ہیں۔ (متفق علیہ)

(۳۵۸) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب خیبر کی جنگ ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آکر کہنے لگے فلاں شہید ہوگیا، فلاں شہید ہوگیا یہاں تک کہ ایک شخص کے پاس سے گذرے تو اس کے متعلق بھی یہی کہا کہ فلاں شہید ہوگیا۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں میں نے تو اس کو آگ میں جلتا ہوا دیکھا ہے، اس سزا میں کہ اس نے ایک چادر یا ایک عبا (راوی کو شک ہے) چرا لیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کردو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا۔ عمرؓ فرماتے ہیں میں نے باہر آکر اعلان کردیا کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے تین بار فرمایا (مسلم)

جو اسلام کے کسی حصہ کو ترک کرتا ہے اس کا اسلام ناقص ہو جاتا ہے

(۳۵۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اسلام یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ، باضابطہ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو، بھلی بات بتایا کرو، بری سے روکا کرو (گھر میں آکر) گھر والوں کو سلام

---

(۳۵۹) یہ حدیث محدثین کے مذاق کے موافق ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کا اسلام کے ساتھ جزئیہ کا تعلق ہے مگر یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں اور پہلی حدیثوں میں اصل مسئلہ مختلف نہیں ہونا چاہیے اس لئے بعضوں نے تو اسلام کے دو اطلاق مان لئے ہیں ایک صرف شہادتین پر دوم مجموعہ دین پر۔ اور کسی نے اس کو اعمال کی اہمیت بتانے کا صرف ایک اسلوب بیان قرار دیا ہے۔

ـه یہ حدیث ترجمان السنہ ص ۱۰۰ پر کچھ مغایرت کے ساتھ گذر چکی ہے اس کا نوٹ ملاحظہ کر لیا جائے۔

Marfat.com

لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَسْلِيْمُكَ عَلٰى اَهْلِكَ فَمَنْ اِنْتَقَصَ شَيْئًا مِّنْهُنَّ فَهُوَ سَهْمٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ يَدَعُهٗ وَمَنْ تَرَكَهُنَّ كُلَّهُنَّ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ (رواه الحاكم فى المستدرك ص٢١)

(۳۶۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا شَقِيٌّ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنِ الشَّقِيُّ قَالَ مَنْ لَّمْ يَعْمَلْ لِلّٰهِ بِطَاعَةٍ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهٗ مَعْصِيَةً (رواه ابن ماجه)

(۳۶۱) عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُقَوِّيَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

(۳۶۲) عن بَهْزِ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْغَضَبَ لَيُفْسِدُ الْاِيْمَانَ كَمَا يُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ۔ (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

کیا کرو جو شخص ان باتوں میں کوئی بات نہیں کرتا وہ اسلام کا ایک جزء ناقص کرتا ہے اور جو ان سب ہی کو چھوڑ دے، اس نے تو اسلام سے اپنی پشت ہی پھیر لی۔ (حاکم)

(۳۶۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کوئی نہ جائیگا مگر بدبخت، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ بدبخت شخص کون ہوگا فرمایا جو اللہ کے واسطے کوئی نیک کام نہ کرے اور اس کے ڈر سے کوئی گناہ نہ چھوڑے۔ (ابن ماجہ)

(۳۶۱) اوس بن شرحبیل کی روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے جو شخص جان بوجھکر کسی ظالم کے ساتھ اس کے ظلم کا ساتھ دینے کیلئے گیا وہ اسلام کی سرحد سے باہر ہو گیا (شعب الایمان)

(۳۶۲) بہز بن حکیم اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے غصہ ایمان کی حلاوت اس طرح برباد کردیتا ہے جیسا ایلوا شہد کی۔ (شعب الایمان)

---

(۳۶۰) یہ تمام تعبیرات کسی بات پر زور دینے کیلئے فقط ایک طرز بیان ہوتی ہیں گویا جو شخص ظلم کی مدد کیلئے اپنے گھر سے باہر قدم نکال رہا ہے وہ یہ سمجھکر قدم نکالے کہ وہ گویا اب اسلامی احکام کے دائرہ سے قدم نکال رہا ہے۔

(۳۶۲) بعض اعمال کی زد تو اسلام کی بنیاد پر پڑتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے اس کی صرف ظاہری زیبائش بدنما ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن سے اسلام کی شیرینی ختم ہو جاتی ہے اور کچھ وہ بھی ہیں جن سے اس کے ذائقہ میں تلخی آجاتی ہے غصہ ایسی صفت ہے جس سے پھر انسان کا ذائقہ حس برقرار نہیں رہتا بلکہ ذائقہ ایمان بگڑ جاتا ہے عام حالات میں غصہ ایسی ہی خراب چیز ہے لیکن اگر اپنے مولیٰ اور اس کے دین کی خاطر ہو تو یہ عین ایمان ہے اس سے ایمان کی چاشنی دونی ہوتی ہے جس کو خلاف شرع امور پر غصہ نہیں آتا اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ اس کا ایمان پہلے سے بدذائقہ ہے اس میں مداہنت اور مسابلت کا زہر پہلے سے شامل ہے۔

Marfat.com

(۳۶۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَ
أَكْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ فَإِنِّي رَأَيْتُكُنَّ أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ جَزْلَةٌ وَمَا لَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ
أَكْثَرَ أَهْلِ النَّارِ قَالَ تُكْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَمَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ أَغْلَبَ
لِذِي لُبٍّ مِنْكُنَّ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّيْنِ قَالَ أَمَّا نُقْصَانُ الْعَقْلِ
فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ فَهٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَتَمْكُثُ اللَّيَالِيَ مَا تُصَلِّي وَتُفْطِرُ
فِي رَمَضَانَ فَهٰذَا نُقْصَانُ الدِّيْنِ - ولفظ البخاري أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ
قُلْنَ بَلٰى قَالَ فَذٰلِكِ مِنْ نُقْصَانِ دِيْنِهَا - (رواہ الخمسۃ)

(۳۶۳) ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے (ایکبار) فرمایا
اے عورتوں کی جماعت تم (خاص طور پر) صدقہ دیا کرو اور زیادہ استغفار کیا کرو کیونکہ دوزخیوں میں زیادہ
تعداد میں نے عورتوں کی دیکھی ہے ان میں ایک ہوشیار عورت بولی یا رسول اللہ ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم
دوزخ میں زیادہ جائیں گے آپ نے فرمایا تمہیں (باہم گفتگو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوتی ہے اور تم
اپنے شوہر کی بھی بہت ناشکری کرتی ہو میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر پھر ایک دانشمند شخص پر غالب
آجانے والا کسی کو نہیں دیکھا انھوں نے عرض کیا ہمارے عقل و دین کے نقصان کی تشریح فرما دیجئے آپ نے
فرمایا تمہارے عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی برابر سمجھی جاتی ہے یہ تو عقل کا نقصان
ہوا اور کئی کئی راتیں ایسی گذر جا تی ہیں کہ تم نماز نہیں پڑھ سکتیں اور رمضان شریف کے روزے نہیں رکھ سکتیں
یہ دین کا نقصان ہوا۔ اور بخاری میں یہ مضمون اس طرح ہے اچھا تو کیا یہ بات نہیں کہ جب عورت کو حیض
آتا ہے تو نہ وہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے انھوں نے عرض کیا ایسا تو ضرور ہوتا ہے آپ نے فرمایا تو
پھر یہی تو اس کے دین کا نقصان ہے۔ (بخاری و مسلم وغیرہما)

(۳۶۳) حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ اسلام اس مجموعہ آئین پر عمل کرنے کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
انسانی زندگی کے لئے لیکر آئے تھے صرف زبانی قول کا نام نہیں اس لئے جو شخص اس مجموعہ پر جتنا زیادہ عمل پیرا ہوگا اس
کا دین بھی اتنا ہی زیادہ مکمل شمار ہوگا اور جو عمل میں جتنا پیچھے رہ جائے گا وہ اتنا ہی اپنے دین میں بھی ناقص کہا جائیگا۔ عورت
اپنے فطری عذر کی بنا پر کچھ مدت نماز اور روزہ سے معطل رہتی ہے اس لئے اس کا دین بھی اس مرد کی نسبت ناقص ہونا چاہئے
جو کسی وقت عبادت سے معطل نہیں ہے عورت کے دینی نقصان کی ٹھیک شرح یہ ہے (دیکھو کتاب الایمان ص۱۹۲)
رہا یہ سوال کہ صنف نسا کا یہ تعطل اختیاری نہیں بلکہ فطری ہے یہ ان کے دینی نقصان کا موجب کیوں ہوا؟
تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس فطری نقصان کے ساتھ شریعت ان سے صنف رجال کے کمالات حاصل کرنے کا

Marfat.com

لیس تائید الدین او تلاوۃ القرآن وامثالها فقط موجبا لدخول الجنۃ وانما یجب لها التصدیق والعمل بالاحکام

(۳۶۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ شَهِدْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْبَرَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِرَجُلٍ مِمَّنْ مَعَهٗ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ هٰذَا مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَلَمَّا حَضَرَ الْقِتَالُ قَاتَلَ الرَّجُلُ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَاَثْبَتَتْهُ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ تُحَدِّثُ اَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ قَدْ قَاتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مِنْ اَشَدِّ الْقِتَالِ فَکَثُرَتْ بِهِ الْجِرَاحُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّهٗ مِنْ

جنت دین کی وقتی تائید یا صرف تلاوت قرآن کرنے سے واجب نہیں ہوتی اس کیلئے تمام احکام اسلامی پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے

(۳۶۴) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ خیبر میں شریک ہوئے تو اپنے ساتھیوں میں ایک ایسے شخص کے متعلق جو اسلام کا دعویٰ بھی کرتا تھا آپ نے ارشاد فرمایا یہ دوزخیوں میں ہے لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو اس شخص نے بڑی سرگرمی سے جنگ کی اور اتنے زخم کھائے کہ اس میں حرکت کرنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ یہ ماجرا دیکھکر آپ کے صحابہ میں ایک شخص نے (آکر) کہا یا رسول اللہ فرمائیے جس شخص کے متعلق آپ کہتے تھے کہ وہ دوزخی ہے اس نے تو (آج) اللہ کی راہ میں بڑی سرگرمی سے جنگ کی ہے زخموں سے اس کا جسم چور چور ہو گیا ہے آپ نے فرمایا پھر سن لو کہ وہ دوزخی ہے اس پر قریب تھا کہ بعض مسلمانوں کے

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مطالبہ کرتی تو بیشک نا انصافی ہوتی مگر ان سے مطالبہ ہے تو ان ہی کمالات کا ہے جو ان کے عالم میں کمال تصور کئے جاتے ہیں قدرت نے اگر انسان کو بازوئے پرواز نہیں دیئے اور اس حیثیت سے اس کو ایک پرندے سے ناقص بنایا ہے تو اس سے اڑنے کا مطالبہ بھی نہیں کیا پھر اسے اس کا کیا حق ہے کہ وہ قدرت سے اپنے اس نقصان کا گلہ کر سکے اصل یہ ہے کہ اجناس ہوں یا انواع سب خدا کی مخلوق ہیں اور سب ہی میں ایک نہ ایک جہت سے نقصان موجود ہے۔ شریعت اس فطری نقصان پر تم سے مواخذہ نہیں کرتی تم کمال ونقصان کی اس تقسیم سے اس پر اعتراض مت کرو۔ ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض واسألوا اللہ من فضلہ۔ اللہ نے ان فضیلتوں کی تمنا مت کرو جن کی بنا پر اس نے تم میں ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے بلکہ صرف اس کی مہربانی اور عنایت مانگا کرو (جو تمہارے مقدر کا ہے تم کو مل جائیگا)۔

(۳۶۴) اسلام کی اعانت وہ مقبول عمل ہے جس کی بدولت وحی الٰہی نے اہل مدینہ کو انصار کا لقب دیا تھا۔ اسی لئے صاحب نبوت کو یہ تنبیہ کرنی ضروری ہو گئی کہ دنیا اعانت ونصرت کے صرف ظاہری عمل کو دیکھکر کسی کے متعلق کوئی فیصلہ کرنے میں عجلت نہ کرے۔ قبولیت کا اصلی مدار ایمان اور اعمال صالحہ پر ہے اگر یہ نہیں تو صرف دینی نصرت کا عمل خواہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو گر وہ بھی نظر رب العزۃ میں کچھ نہیں۔ یہاں قدرت کا ایک آئین اور بھی ہے اور وہ یہ کہ وہ چاہے تو دشمن سے بھی اپنا کام لے لیتی ہے۔ مشہور ہے ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

Marfat.com

أَهْلِ النَّارِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ يَرْتَابُ فَبَيْنَا هُمْ عَلَى ذٰلِكَ إِذْ وَجَدَ الرَّجُلُ أَلَمَ الْجِرَاحِ فَأَهْوَى بِيَدِهِ إِلَى كِنَانَتِهِ فَانْتَزَعَ مِنْهَا سَهْمًا فَانْتَحَرَ بِهِ فَاشْتَدَّ رِجَالٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيثَكَ قَدِ انْتَحَرَ فُلَانٌ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ قُمْ فَأَذِّنْ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَإِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّينَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ. (رواہ البخاری ص۹۹۰)

(۳۶۵) عَنْ أَبِي سَلَمَةَ وَعَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُمَا أَتَيَا أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَسَأَلَاهُ عَنِ الْحَرُورِيَّةِ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا أَدْرِي مَا الْحَرُورِيَّةُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَخْرُجُ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَلَمْ يَقُلْ مِنْهَا قَوْمٌ تَحْقِرُونَ صَلَاتَكُمْ مَعَ صَلَاتِهِمْ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوقَهُمْ أَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمُرُوقِ

دلوں میں شبہ پڑنے لگا۔ ابھی وہ اسی حیص وبیص میں تھے کہ اس شخص کو زخموں کی تکلیف زیادہ محسوس ہوئی (اور وہ اس پر صبر نہ کر سکا) آخر اس نے اپنے ترکش کیطرف ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے ایک تیر نکالکر اپنے سینے کے پار کر دیا یہ دیکھکر مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوڑ پڑے اور بولے یا رسول اللہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی پیشگوئی سچی کر دی، فلاں شخص نے اپنے سینے میں تیر مار کر خودکشی کر لی آپ نے فرمایا۔ بلال! اعلان کر دو کہ جنت میں صرف مومن جائیں گے اور یوں اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تائید فاجر آدمی سے بھی کرالیتا ہے۔ (بخاری)

(۳۶۵) ابوسلمہ اور عطار دونوں ابوسعید خدری کے پاس آئے اور حروریۃ (خوارج) کے متعلق ان سے دریافت کیا، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرقۂ حروریہ کے متعلق کچھ سنا ہے انھوں نے کہا میں تو یہ نہیں جانتا کہ حروریہ کیا فرقہ ہے ہاں میں نے آپ کو یہ فرماتے تو سنا ہے کہ اس امت میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے (اور فی ھذہ الامۃ کی بجائے راوی نے منہا کا لفظ نہیں کہا) اس درجہ عبادت گذار ہوں گے کہ ان کی نمازوں کے سامنے تمہیں اپنی نمازیں ہیچ نظر آئیں گے۔ قرآن کی تلاوت بھی کریں گے مگر وہ ان کے گلے کے نیچے نہ اترے گا۔ دین سے اس طرح صاف نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے تیر انداز اپنے تیر کی لکڑی

مگر آج اس کے برعکس دنیا کی نظروں میں فیصلہ عمل پر رہ گیا ہے اور روح ایمانی سے کوئی بحث نہیں رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۳۶۵) قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی مقدس کتاب نہیں اور اس کی تلاوت سے بڑھ کر کوئی مقدس عمل نہیں مگر دین صرف اتنے ہی حصہ کا نام نہیں اس کے اصول وارکان کچھ اور بھی ہیں جن کے بعد اعمال کے حسن وقبح سے بحث ہو سکتی ہے۔ فروعی

Marfat.com

السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ فَيَنْظُرُ الرَّامِي إِلَى سَهْمِهِ إِلَى نَصْلِهِ إِلَى رِصَافِهِ فَيَتَمَارَى فِي الْفُوقَةِ هَلْ عَلِقَ بِهَا مِنَ الدَّمِ شَيْءٌ۔ (رواه البخاري ص۱۰۲۱)

سرعة الناس على الصراط تكون بقدر اعمالهم في الدنيا

(۳۶۶) عَنْ حُذَيْفَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى النَّاسَ فَيَقُوْمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى تُزْلَفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اَبَانَا اِسْتَفْتِحْ لَنَا الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ وَهَلْ اَخْرَجَكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ اِلَّا خَطِيْئَةُ اَبِيْكُمْ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى اِبْنِيْ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِنَّمَا كُنْتُ خَلِيْلًا مِنْ وَّرَاءَ وَرَاءَ اِعْمَدُوْا اِلٰى مُوْسَى الَّذِيْ كَلَّمَهُ اللّٰهُ تَكْلِيْمًا فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ

دیکھتا ہے اس کا لوہا اور پروں کو دیکھتا ہے پھر اس کے پچھلے حصہ کو دیکھتا ہے مگر اس کو یہ شبہ ہی رہتا ہے کہ اس میں کہیں خون کا نشان بھی لگا ہے یا نہیں۔ (بخاری شریف)

پل صراط پر لوگوں کی رفتار دنیا میں ان کے اعمال کی شدت وضعف کے مطابق ہوگی

(۳۶۶) حذیفہؓ اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ لوگوں کو (قیامت میں) جمع کرے گا مسلمان کھڑے ہوں گے اور ان کے سامنے جنت قریب کردی جائیگی وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے والد بزرگوار ہم لوگوں کے لیے جنت کا دروازہ کھلوا دیجیے وہ فرمائیں گے میں اس کام کے لائق کہاں، اپنے والد کی ایک فروگذاشت ہی کی بدولت تو تم جنت سے باہر نکلے ہو، جاؤ میرے فرزند ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ خدا کے خلیل ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میں اس خدمت کے قابل کہاں میں تو بس دور دور ہی سے خلیل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ ان سے اللہ تعالیٰ نے بڑی خصوصیت سے باتیں کی ہیں وہ ان کے پاس آئیں گے یہ فرمائیں گے میں اس خدمت کے

اعمال میں تو ایک کافر بھی مسلمان سے فوقیت لے جاسکتا ہے مگر جب اس کے اعمال کی بنیاد ہی غلط ہو تو اس کے اعمال کی بلندی صرف ایک بے بنیاد تعمیر ہی کی مثال ہوگی۔

(۳۶۶) اعمال گو ایمان کا جزو نہ ہوں مگر مرجئہ کے عقیدہ کی طرح غیر ضروری بھی نہیں پل صراط کو عبور کرنا اعمال میں شدت وضعف پر ہی منحصر ہے۔

Marfat.com

فَيَقُوْلُ لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ اِذْهَبُوْا اِلٰى عِيْسٰى كَلِمَةِ اللّٰهِ وَرُوْحِهٖ فَيَقُوْلُ عِيْسٰى لَسْتُ بِصَاحِبِ ذٰلِكَ فَيَاْتُوْنَ مُحَمَّدًا فَيَقُوْمُ فَيُؤْذَنُ لَهٗ وَتُرْسَلُ الْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ فَيَقُوْمَانِ جَنْبَتَيِ الصِّرَاطِ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا فَيَمُرُّ اَوَّلُكُمْ كَالْبَرْقِ قَالَ قُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَيُّ شَيْءٍ كَمَرِّ الْبَرْقِ قَالَ اَلَمْ تَرَوْا اِلَى الْبَرْقِ كَيْفَ يَمُرُّ وَيَرْجِعُ فِيْ طَرْفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِّ الرِّيْحِ ثُمَّ كَمَرِّ الطَّيْرِ وَشَدِّ الرِّجَالِ تَجْرِيْ بِهِمْ اَعْمَالُهُمْ وَنَبِيُّكُمْ قَائِمٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَقُوْلُ يَا رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ حَتّٰى تَعْجِزَ اَعْمَالُ الْعِبَادِ حَتّٰى يَجِيْءَ الرَّجُلُ لَا يَسْتَطِيْعُ السَّيْرَ اِلَّا زَحْفًا وَقَالَ وَفِيْ حَافَتَيِ الصِّرَاطِ كَلَالِيْبُ مُعَلَّقَةٌ مَامُوْرَةٌ تَاْخُذُ مَنْ اُمِرَتْ بِهٖ فَمَخْدُوْشٌ نَاجٍ وَمُكَرْدَسٌ فِي النَّارِ وَالَّذِيْ نَفْسُ اَبِيْ هُرَيْرَةَ بِيَدِهٖ اِنَّ قَعْرَ جَهَنَّمَ لَسَبْعِيْنَ خَرِيْفًا۔ (رواہ مسلم)

لائق کہاں، عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ کن سے پیدا ہوئے اور روح اللہ کہلائے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میں بھی اس لائق کہاں۔ اس کے بعد لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ شفاعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور آپ کو اجازت مل جائے گی (اور حساب شروع ہو جائے گا) اس دن صفت امانت اور صلہ رحمی کو (اتنی اہمیت دی جائیگی کہ ان کو ایک حسی شکل دیدی جائے گی یہ) پل صراط کے دائیں بائیں کھڑی ہو جائیں گی (تاکہ اپنی رعایت کرنے والوں کی سفارش اور نہ رعایت کرنے والوں کا شکوہ کریں) پھر تمہارا پہلا قافلہ بجلی کی طرح تیزی کے ساتھ گذر جائیگا راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، بجلی کی طرح تیز گذرنے کا کیا مطلب ہوا فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح پل بھر میں گذر کر لوٹ بھی آتی ہے (اسی تیزی کے ساتھ تمہارا گذرنا ہوگا) پھر ہوا کی طرح پھر تیز پرندے کی طرح پھر انسانوں کی دوڑ کی طرح غرض جیسے ان کے اعمال ہوں گے اسی تیزی کے ساتھ وہ ان کو لیجائیں گے اور تمہارا نبی کھڑا ہوا یہ دعا مانگ رہا ہوگا میرے پروردگار ان کو سلامتی سے گذار، ان کو سلامتی سے گذار، یہاں تک کہ اب ضعیف الاعمال اور گنہگار لوگوں کا نمبر آئیگا حتیٰ کہ ایک شخص وہ ہوگا جسے گھسٹ کر چلنے کے سوا طاقت نہ ہوگی فرمایا کہ پل صراط کے دونوں طرف کانٹے لٹکے ہوئے ہوں گے اور جس کے متعلق حکم دیا جائے گا وہ اس کو پکڑ لیں گے پس جس کے صرف کھرونچ آئے گی وہ تو نجات پا جائے گا اور جس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں گے وہ دوزخ میں جائے گا۔ (ابو ہریرہؓ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ) اس کی قسم جس کے دست قدرت میں ابو ہریرہؓ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت ہے۔ (مسلم)

Marfat.com

الاسلام يدرس بالمعصية كما يدرس وشي الثوب

(۳۶۷) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْرُسُ الْاِسْلَامُ كَمَا يَدْرُسُ وَشْيُ الثَّوْبِ لَا يُدْرٰى مَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا نُسُكٌ وَيُسْرٰى عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ لَيْلَةٍ فَلَا يَبْقٰى فِي الْاَرْضِ مِنْهُ اٰيَةٌ وَيَبْقٰى طَوَائِفُ مِنَ النَّاسِ الشَّيْخُ الْكَبِيْرُ وَالْعَجُوْزُ الْكَبِيْرَةُ يَقُوْلُوْنَ اَدْرَكْنَا اٰبَاءَنَا عَلٰى هٰذِهِ الْكَلِمَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَنَحْنُ نَقُوْلُهَا فَقَالَ صِلَةُ فَمَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا يَدْرُوْنَ مَا صِيَامٌ وَلَا صَدَقَةٌ وَلَا نُسُكٌ فَاَعْرَضَ عَنْهُ حُذَيْفَةُ

گناہ کرنے سے اسلام اسی طرح پرانا ہو جاتا ہے جیسا کپڑا استعمال سے

(۳۶۷) حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار گھس جاتے ہیں اور ماند پڑ جاتے ہیں اسی طرح نورِ اسلام بھی ایک زمانہ میں ماند پڑ جائے گا پھر کسی شخص کو یہ علم تک نہ رہے گا کہ روزہ کیا چیز ہے اور صدقہ و حج کیا چیز۔ ایک شب آئے گی کہ قرآن سینوں سے اٹھا لیا جائے گا اور زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ متفرق طور پر کچھ بوڑھے مرد اور کچھ بوڑھی عورتیں رہ جائیں گی جو یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ سنا تھا اس لئے ہم بھی یہ کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔ صلہ (ایک شخص کا نام ہے) نے پوچھا جب انھیں روزہ، صدقہ، اور افعال حج کا بھی علم نہ ہوگا تو بھلا صرف یہ کلمہ انھیں کیا سود مند ہوگا۔ حذیفہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انھوں نے

(۳۶۷) وہب بن منبہ کی حدیث میں اعمال کو مفتاح کے اسنان سے یعنی کنجی کے دندانوں سے اور اس حدیث میں کپڑے کے نقش و نگار سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ نہ کنجی دندانے گھس جانے کے بعد زیادہ کارآمد رہتی ہے نہ کپڑا پُرانا ہونے کے بعد قابلِ استعمال ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں ہوتا کہ کنجی کی حقیقت یا کپڑے کی حقیقت معدوم ہو جائے ان کا وجود پھر بھی باقی رہتا ہے۔ دیکھئے اس قسم کی تمام حدیثوں میں سوال و جواب کا دائرہ صرف اعمال تک محدود ہے۔ رسالت کی شہادت ہونے نہ ہونے کا خیال بھی کسی کے ذہن میں نہیں گزرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سوال اس زمانہ میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا جہاں متکلم خود ہی کلام کرتا تھا آج ذرا سے حجاب نے بدذوق ذہنوں میں بلاوجہ یہ سوال پیدا کر دیا ہے تفصیلی بحث پہلے کی جا چکی ہے، اسلامی انقلابات میں یہ ایک عظیم انقلاب کی پیشگوئی ہے کہ جس امت نے بسیط ارض پر خدا کی توحید کا پرچم لہرایا تھا ایک دن آئیگا کہ وہی اس سے اتنی جاہل ہو جائے گی کہ اس کے دماغ میں اس کلمہ کا نقش صرف اپنی آبائی تاریخ کی ایک نشانی بن کر رہ جائے گا۔ ایسی نازک حالت کے متعلق حذیفہ نہیں چاہتے تھے کہ اپنی زبان سے کوئی صاف جواب دیں مبادا مغفرت کا حکم سن کر پست طبائع میں اور سہل انگاری پیدا ہو جائے لیکن جب ان کو مجبور کیا گیا تو جو حقیقت تھی وہ انھیں واضح کر دینی پڑی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل مدارِ نجات صرف توحید و رسالت ہے اور اسی بنا پر اس کو

Marfat.com

فَرَدَّ عَلَيْهِ ثَلَاثًا كُلُّ ذَالِكَ يَعْرِضُ عَنْهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْهِ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ يَا صِلَةُ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ تُنْجِيهِمْ مِنَ النَّارِ (رواه الحاكم وقال صحيح على شرط مسلم ورواه ابن ماجہ كما في كتاب الفتن من الرحمة المهداة)

(۳۶۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْإِيْمَانَ لَيَخْلَقُ فِي جَوْفِ أَحَدِكُمْ كَمَا يَخْلَقُ الثَّوْبُ الْخَلِقُ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ أَنْ يُّجَدِّدَ الْإِيْمَانَ فِي قُلُوْبِكُمْ (رواه الحاكم في المستدرك منه قال الذهبي رواته ثقات)

(۳۶۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا إِيْمَانَكُمْ

تین بار یہی سوال دہرایا۔ ہر بار حذیفہ اعراض ہی کرتے رہے ان کے تیسرے بار اصرار کے بعد فرمایا اے صلہ یہ کلمہ ہی ان کو عذاب دوزخ سے نجات دلادے گا۔ تین بار فرمایا۔ (حاکم)

(۳۶۸) عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان تمہارے سینوں میں اسی طرح پرانا اور کمزور ہوجاتا ہے جس طرح کپڑا پرانا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان پھر سر نو نیا اور مستحکم کردے۔ (مستدرک)

(۳۶۹) ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ایمانوں کی تجدید کیا کرو۔

مفتاح سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ عقیدہ صرف تقلیدی طور پر بھی قائم رہے جب بھی نجات کے لئے کافی ہے اور یہ بھی کہ اعمال ایمان کا جزء نہیں اور یہ کہ ایمان کے بغیر اعمال بے قیمت ہیں مگر ایمان اعمال کے بغیر بھی بے قیمت نہیں وہ یوں بھی نصیب ہو جائے تو بھی خوش نصیب۔ مومن بے عمل کی مثال ایک غیر مہذب دوست کی ہے اور نیک عمل غیر مومن کی مثال ایک مہذب دشمن کی۔ دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

(۳۶۸) امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں حضرت معاذ کا قول نقل کیا ہے قال معاذ اجلس بنا نؤمن ساعۃ۔ آؤ تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان لائیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابن عربی سے اس کی شرح یہ نقل کی ہے انما اراد تجدید الایمان لان العبد یؤمن فی اول مرۃ فرضا ثم یکون ابدا مجددا کلما نظر او فکر۔ حضرت معاذ کا مطلب یہاں ایمان سے تجدید ایمان ہے کیونکہ بندہ ایمان ایک ہی مرتبہ لاتا ہے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے ثواب و عذاب آیات و عبر میں غور کرکر کے اپنے ایمان کی تجدید کیا کرتا ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۴۱)

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اگر کسی کی زبان سے غلطی سے لات و عزی کی قسم نکل جائے تو اسے فوراً لا الٰہ الا اللہ کہہ لینا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب بھی دامن ایمان پر داغ معصیت یا کسی اور ناشایاں کلمہ کا دھبہ لگ جائے تو اسے اسی طرح چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ فوراً صاف کردینا چاہیے تاکہ اس کے اثرات اور نہ بڑھنے پائیں یا کم از کم اس کے اسلام کی بدنمائی کا باعث نہ ہوں۔

(۳۶۹) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذکار اور بالخصوص تکرار کلمہ طیبہ کو تجدید ایمان میں بڑا دخل ہے اب انصاف کیجئے کہ اس ایمان کا حال کیا ہوگا جو ہر لحظہ پرانا تو ہو رہا ہے مگر اس کی تجدید کا سامان کچھ نہیں ہے۔

Marfat.com

قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ نُجَدِّدُ إِيمَانَنَا قَالَ أَكْثِرُوا مِنْ قَوْلِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔ (اخرجہ الحاکم فی كتاب التوبة وقال صحيح الاسناد قال الذهبي وفيه صدقة وضعفوه۔

المعاصي قد تفضي الى حبط بعض الحسنات

(۳۷۰) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ (رواه البخاری)

(۳۷۱) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ (رواه البزار)

(۳۷۲) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ يَقْبَلِ اللهُ لَهُ صَلٰوةً أَرْبَعِينَ صَبَاحًا الخ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(۳۷۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَيَّقَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ وَقَطَعُوا الطَّرِيقَ فَبَعَثَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَادِيًا يُنَادِي أَنَّ مَنْ

آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کیسے کیا کریں فرمایا کہ کثرت کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو (حاکم)

گناہ کبیرہ کرنے سے کبھی نیکیوں کے اکارت ہونے کی بھی نوبت آجاتی ہے

(۳۷۰) بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کے عمل اکارت ہوئے۔ (بخاری)

(۳۷۱) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی پاک باز عورت کو تہمت لگانے سے سو سال تک کے عمل برباد ہو جاتے ہیں۔ (البزار)

(۳۷۲) عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی نمازیں قبول نہیں کرتا۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(۳۷۳) معاذ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی میں ایک غزوہ کیا لوگوں نے

کیا یہ اندیشہ نہیں ہے کہ وہ بھی ایک دن پرانے کپڑے کی طرح تار تار ہو جائے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ صحیح بخاری میں بھی یہ مضمون صحابہ کی زبان سے موجود ہے۔

Marfat.com

ضَيَّقَ مَنْزِلًا اَوْ قَطَعَ طَرِيْقًا فَلَا جِهَادَ لَهٗ ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۳۷۴) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِجِزْيَتِهَا فَقَدِ اسْتَقَالَ هِجْرَتَهٗ وَمَنْ نَزَعَ صَغَارَ كَافِرٍ مِنْ عُنُقِهٖ فَقَدْ وَلَّى الْاِسْلَامَ ظَهْرَهٗ ۔ (ابوداؤد)

(۳۷۵) عَنْ سَلَمَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى خَيْبَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْهُمْ

(جلد بازی میں) دوسروں کے اترنے کی جگہوں میں تنگی پیدا کردی اور آمد ورفت کے لئے راستے بند کردیئے (جب آپ کو یہ خبر ملی) تو آپ نے ایک منادی بھیجا کہ وہ لوگوں میں یہ اعلان کردے کہ جو لوگوں کے اترنے کے مقامات میں کوئی تنگی پیدا کرے گا یا راستے بند کرے گا اس کا جہاد اکارت۔ (ابوداؤد)

(۳۷۴) ابودرداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے کافر کی خراجی زمین خریدی اس نے اپنی ہجرت کا عمل اکارت کردیا اور جس نے کسی کافر کی گردن سے ذلت کا طوق نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا اس نے اسلام کی طرف اپنی پشت کردی۔ ابوداؤد)

(۳۷۵) سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اہل خیبر سے جنگ کیلئے نکلے

(۳۷۵) صحابہ کو یہ تجربہ سے ثابت ہوچکا تھا کہ جنگ کے موقعہ پر جب کسی شخص کی نسبت آپ "رحمہ اللہ" کا کلمہ ارشاد فرمادیتے تو وہ ضرور شہید ہوکر رہتا اس لئے عامر کے متعلق یہ کلمہ سنکر وہ سمجھ گئے کہ یہ بھی شہید ہوئے بغیر نہ رہیں گے اس لئے انھوں نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ان کی صحبت سے لطف اندوزی کا کچھ اور موقع دیتے۔

واضح رہے کہ شرک وکفر تو سب کے نزدیک حقیقۃً حبط عمل کا موجب ہیں لیکن کبائر کے حبط عمل کے مفہوم میں ذرا اختلاف ہے کسی نے اس کو گناہوں کی اہمیت ذہن نشین کرنے کا صرف ایک عنوان قرار دیا ہے۔ . . . .
. . . . اور کسی نے ظاہری معنی پر ہی محمول کرلیا ہے لیکن اس تقدیر پر مشکل یہ ہے کہ یہ اہلسنت کا مذہب نہیں یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں صاحب روح المعانی کی رائے زیادہ صواب ہے وہ سورۂ محمد کی تفسیر میں معتزلہ کی جواب دہی کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں۔

وفی الکشف لابد فی ھذا المقام من تحریر	کشف میں اس مسئلہ کی تحقیق یوں کی گئی ہے کہ معتزلہ
البحث بان یقال ان اراد المعتزلۃ ان	سے یہ پوچھنا چاہیے کہ حبط سے ان کا کیا مطلب ہے اگر یہ
نحو الزناء اذا اعقب الصلوٰۃ یبطل	مطلب ہے کہ مثلاً نماز کے بعد زنا کرنے سے نماز کا حاصل
ثوابھا مثلا فذلک مما لادلیل علیہ..	شدہ ثواب برباد ہوجاتا ہے تو اس پر کوئی دلیل نہیں اور اگر
وان ارادوا ان عقابہ یکبر حتی لایعادلہ	یہ مطلب ہے کہ کبھی کسی عمل کا گناہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ چھوٹی
صغار الحسنات فھذا صحیح والکلام	چھوٹی نیکیوں کا ثواب اس کی تلافی نہیں کرسکتا تو یہ بات صحیح ہے
فی تسمیتہ احباطا ولاباس بہ ولکن عندنا ان	مگر اس وقت گفتگو صرف اس میں رہیگی کہ اس کو حقیقۃً حبط کہنا
ھذا الاحباط غیر لازم وعندھم لازم و	بھی چاہئے یا نہیں ہمارے خیال میں اصل بات یہ ہے کہ معتزلہ

Marfat.com

أَسْمِعْنَا يَا عَامِرُ مِنْ هُنَيَّاتِكَ فَحَدَا بِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ السَّائِقُ قَالُوا عَامِرٌ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَّا أَمْتَعْتَنَا بِهِ فَأُصِيبَ صَبِيحَةَ لَيْلَتِهِ فَقَالَ الْقَوْمُ حَبِطَ عَمَلُهُ قَتَلَ نَفْسَهُ فَلَمَّا رَجَعْتُ وَهُمْ يَتَحَدَّثُونَ أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَجِئْتُ

رفتار میں ایک شخص بولا اے عامر ہمیں بھی اپنے کچھ اشعار سناؤ۔ عامر گا گا کر انھیں سنانے لگے اور ان کی مستانہ آواز سے اونٹوں نے بھی تیز تیز قدم اٹھا دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اونٹوں کو حدی پڑھ کر یہ تیز چلانے والا کون شخص ہے لوگوں نے عرض کیا عامر ہیں آپ نے فرمایا خدا ان پر رحم فرمائے۔ یہ سن کر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش عامر کی صحبت سے آپ ہمیں کچھ اور لطف اندوزی کا موقعہ دیتے اتفاق سے ہوا یہ ہوا کہ اسی شب کی صبح (انھوں نے ایک کافر پر حملہ کیا ان کی تلوار چھوٹی تھی وہ لوٹ کر ان کے گھٹنے میں لگی اور وہ اپنی ہی شمشیر سے زخمی ہو گئے) اور شہید ہو گئے صحابہ نے (یہ دیکھکر کہ یہ اپنی ہی شمشیر سے ہلاک ہوئے ہیں اس کو خودکشی سمجھا اور) کہا عامرؓ نے خودکشی کر لی اور ان کی سب نیکیاں اکارت ہو گئیں۔ جب میں واپس ہوا تو وہ یہی گفتگو

مبنی علی جواز العفو وھی مسئلۃ اخری واما الکبیرۃ التی تختص بذلک العمل کالعجب ونحو المن والاذی بعد التصدق فھی محبطۃ لامحالۃ اتفاقا۔ (ج ۲ روح المعانی)

کے نزدیک تو گناہ کبیرہ سے نیکیوں کا برباد ہو جانا لازم اور ضروری امر ہے اور اہل حق کے نزدیک ضروری اور لازم نہیں یہ درحقیقت یہ اختلاف ایک اور اختلاف پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ گناہ کی بخشش جائز بھی ہے یا نہیں۔ یہ بحث تو عام کبائر کے متعلق تھی اب رہے وہ گناہ جو کسی خاص عمل سے متعلق ہیں جیسے صدقہ دیکر اترانا یا احسان جتانا اور بات مارنا تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ اس قسم گناہ سے خاص اس عمل کا ثواب برباد ہو جاتا ہے۔ (روح المعانی)

ہمارے نزدیک اعمال مکفرہ (یعنی وہ نیکیاں جو گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں) میں یہ تفصیل ضروری ہے کہ کونسا عمل کس گناہ کے لئے کفارہ بنتا ہے اسی طرح کبائر محبطہ (یعنی وہ گناہ جو نیکیاں برباد کر دیتے ہیں) میں بھی یہ تفصیل ہونی چاہئے کہ کس گناہ سے کس قسم کے نیک عمل کا ثواب برباد ہوتا ہے۔ نہ تکفیر علی الاطلاق ہے اور نہ حبط عمل علی الاطلاق ہونا چاہئے۔ لیکن اس کا کوئی ضابطہ کلیہ حدیثوں میں ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بعض گناہوں سے تو صرف اسی ایک نیک عمل کا ثواب حبط ہوتا ہے جس سے وہ گناہ متعلق ہوتا ہے جیسے جہاد میں تضییق منازل یا صدقہ کے بعد من واذی (احسان جتانا اور بات مارنا) اور بعض گناہوں سے متعدد اعمال بھی حبط ہو سکتے ہیں پھر کبھی یہ تعلق ظاہر ہوتا ہے اور کبھی اندرونی جیسا ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار شراب نوشی سے چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں۔ یہاں شراب نوشی اور نمازوں کے درمیان کوئی اندرونی علاقہ ہے جس کی وجہ سے اس کا اثر خاص نمازوں ہی پر پڑتا ہے۔ چالیس کے عدد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حبط عمل کا دائرہ اتنا وسیع بھی نہیں جتنا کہ معتزلہ نے سمجھ رکھا ہے۔ اس مقام پر نماز اور شراب کے مابین جو تناسب ہے اس کا ایضاح منظور نہیں ہے ورنہ اس عمیق ربط کی طرف قرآن کریم کی متعدد آیات میں اشارات ملتے ہیں۔

Marfat.com

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي زَعَمُوا أَنَّ عَامِرًا حَبِطَ عَمَلُهُ فَقَالَ كَذَبَ مَنْ قَالَهَا إِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ وَأَيُّ قَتْلٍ يَزِيدُهُ عَلَيْهِ. (رواه البخاري)

(۳۷۶) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا

کر رہے تھے کہ عامر کے اعمال اکارت ہوگئے میں نے آکر آپ کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، لوگوں کا یہ خیال ہو رہا ہے کہ عامر کے عمل اکارت ہوگئے آپ نے فرمایا کون کہتا ہے جس نے کہا غلط کہا اس کو دوہرا ثواب ملے گا وہ بڑا پکا مجاہد تھا اس کے قتل سے بڑھ کر اور کونسا قتل ہو سکتا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۷۶) ابوالدردا صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایماندار آدمی اپنے دین

حضرت استاد قدس سرہ کے کلمات سے یہاں حبط عمل کی ایک اور شرح بھی مفہوم ہوتی ہے وہ امام بخاری کے ترجمۂ باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ کی شرح کے ذیل میں فرماتے تھے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض مرجئہ کی تردید ہے یعنی گناہ اتنی ہلکی چیز نہیں جتنی کہ مرجئہ نے سمجھی ان کی شامت سے بعض مرتبہ سوء خاتمہ اور سلب ایمان کا اندیشہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس کا نام شرعی کفر نہیں تکوینی کفر ہے یہاں بظاہر کوئی عمل کفر نظر نہیں آتا اس لئے ظاہر میں ایمان و اسلام کا حکم باقی رہتا ہے لیکن چونکہ قلب حقیقت ایمانیہ اور اذعان سے خالی ہوجاتا ہے اس لئے عالم آخرت میں اس کا شمار مسلمانوں میں نہیں رہتا۔ مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پئے گا پھر وہ آخرت میں نہ پئے گا۔ ترمذی کی شرح میں صاحب قوت المغتذی اس کا یہ مطلب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر شراب خواری کی بدعادت ترک نہ کی گئی تو اس کی شامت سے انجام خراب ہوجانے کا خطرہ ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب خاتمہ بخیر نہ ہو تو آخرت میں وہ شراب جو صرف مومنین کا حصہ ہوگی کیونکر میسر آئیگی۔ اس بنا پر حبط عمل کا اصل سبب کفر ہی ہوگا لیکن چونکہ بظاہر یہاں کوئی سبب کفر موجود نہیں بلکہ صرف معصیت ہوتی ہے اس لئے حبط عمل کا حکم اس معصیت ہی کی طرف منسوب کردیا جاتا ہے۔ ایک اور حدیث سے بھی اس رائے کی تائید ہوتی ہے "حضرت ابوالدردا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن اپنے دینی معاملات میں برابر مستعد رہتا ہے لیکن جب کسی کا ناحق خون کردیتا ہے تو پھر اس کی مستعدی ختم ہوجاتی ہے اور اس کی رفتار سست پڑجاتی ہے" (ابوداؤد)

گویا قاتل عمد کو تکوین اسی طرح آہستہ آہستہ خلود یا مکث طویل کی طرف لے چلتی ہے پس جس طرح یہاں فتوی اپنی جگہ قائم رہے گا اور تکوین اپنی جگہ کام کرے گی اسی طرح معاصی صرف معاصی کہلائیں گے لیکن ان کا تکوینی اثر کشاں کشاں کفر کی طرف لیتا چلا جائے گا۔ پس اعمال اگرچہ اجزاء ایمان نہ ہوں مگر قوت ایمانیہ قائم رکھنے کے لئے ان کا وجود اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ درخت کی حیوۃ کے لئے پانی کا۔

(۳۷۶) قدرت نے جنت اور دوزخ کی تقسیم تو ایمان و کفر پر رکھی ہے مگر ان میں مراتب کی تقسیم اعمال کے واسطہ سے کی ہے جس کو وہ مراتب علیا پر فائز کرنا چاہتی ہے اس کو یونہی فائز نہیں کردیتی بلکہ اس کے اعمال حسنہ کی رفتار تیز کردیتی ہے

Marfat.com

صَائِمًا مَالَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۲۷۷) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَذْهَبُ بِنَفْسِهِ حَتّٰى يُكْتَبَ فِي الْجَبَّارِيْنَ فَيُصِيْبُهُ مَا أَصَابَهُمْ۔ (رواہ الترمذی)

میں اس وقت تک برابر تیز رفتار رہتا ہے جب تک کسی کا خون ناحق اپنے سر نہیں لیتا جونہی کہ اس نے کسی کا خون ناجائز طور پر بہایا بس فوراً ہی اس کی دینی رفتار سست پڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۲۷۷) سلمہ بن اکوع بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اپنی بڑائی کے تصور میں بڑھا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا نام دنیا کے اور متکبرین کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے اور آخر اس کو بھی وہی سزا ملتی ہے جو دوسرے متکبروں کو ملی۔ (ترمذی)

اور جس کو جنت سے محروم کرنے کا ارادہ فرما لیتی ہے اس کو بھی دفعۃً محروم نہیں کر دیتی بلکہ اس سے نیکی کی توفیق سلب فرما لیتی ہے یہ ہر دو راستے بتدریج طے ہوتے رہتے ہیں بندہ راہ ترقی پر گامزن ہو یا تنزل کی راہ پر جائے دونوں جگہ اس کی حرکت تدریجی رہتی ہے اس لئے وہ اپنی منزل سفر کی یومیہ ترقی یا تنزل کا احساس نہیں کرتا ایک نیک شخص کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کل وہ کہاں پڑا ہوا تھا اور کچھ عرصہ بعد کہاں جا پہنچا۔ نہ ایک بداطوار کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ کل تک وہ کس اوج پر تھا اور آج کہاں جا پڑا ہے ہوشندہ وہ ہے جو ہر آن اپنی رفتار اور منازل سفر کو بغور دیکھتا ہے۔ عمداً قاتل کے لئے دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ عذاب کی وعید آئی ہے۔ یہ وعید یوں پوری ہوتی ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ اعمال خیر چھوٹتے چلے جاتے ہیں اور معلوم نہیں کہ اس عملی خسارہ کی انتہا کہاں جا کر ہو ممکن ہے کہ ایمانی خسارہ پر جا کر ہوتی ہو اور آخر کار اس کا ٹھکانا بھی وہی ہو جاتا ہو جو ایک کافر کا ہوتا ہے اسی کو ہم نے پہلے کفر تکوینی سے تعبیر کیا تھا۔ گناہوں کی نوعیت سے ڈرتے رہنا چاہئے بعض قسم کے گناہوں سے سوء خاتمہ اور عاقبت کے خراب ہو جانے کا بھی اندیشہ ہو جاتا ہے ان میں ایک مسلمان کا عمداً خون ناحق ہے۔ اور سب سے زیادہ خطرناک خدا کے دوستوں کے ساتھ دشمنی ہے۔ ہمارے دور میں اللہ کے نیک بندوں کا مذاق اڑانا ہماری محفلوں کا ایک خاص مشغلہ بن گیا ہے۔ حدیثوں میں خدا کے اولیاء کے ساتھ عداوت رکھنے والوں کے لئے خدا کی طرف سے اعلان جنگ کا لفظ آیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر   تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

(۲۷۷) اسی طرح ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا۔ آدمی راست گوئی کی صفت اختیار کرتے کرتے خدا تعالیٰ کے یہاں صدیقوں کی فہرست میں شمار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی تمام حدیثوں میں خیر و شر کے اسی تدریجی رفتار اور ان کے نتائج پر تنبیہ کی گئی ہے۔

Marfat.com

من سبق علی لسانہ کلمۃ الکفر لم یکفر

(۳۷۸) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَلّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْہِ مِنْ اَحَدِکُمْ کَانَ رَاحِلَتُہٗ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْہُ وَعَلَیْھَا طَعَامُہٗ وَشَرَابُہٗ فَاَیِسَ مِنْھَا فَاَتٰی شَجَرَۃً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّھَا قَدْ اَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِہٖ فَبَیْنَمَا ھُوَ کَذٰلِکَ اِذْ ھُوَ بِھَا قَائِمَۃً عِنْدَہٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِھَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّکَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّۃِ الْفَرَحِ (رواہ مسلم)

(۳۷۹) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلْفِہٖ

اگر سبقت لسانی سے کلمہ کفر زبان سے نکل جائے تو اس سے کفر عائد نہیں ہوتا

(۳۷۸) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کا بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کو اپنے بندہ کی توبہ سے تم میں کے اس شخص سے بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے جس کی سواری کسی جنگل میں ہو اور اسی پر اس کا کھانا اور پینا بھی ہو پھر وہ اس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ جائے اور یہ شخص اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سایہ میں آکر لیٹ رہے وہ ابھی اسی مایوسانہ حالت میں لیٹا ہوا ہو کہ دفعۃً وہ اپنی سواری اپنے پاس کھڑی ہوئی دیکھے اور اس کی مہار پکڑے پھر مارے خوشی کے اس کی زبان سے غلطی سے یہ نکل جائے کہ اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں۔ (مسلم)

(۳۷۹) ابوہریرۃؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے قسم اٹھانے کا ارادہ کیا اور اس کی زبان پر بلا ارادہ لات اور عزیٰ کا نام آگیا تو اسے فوراً لا الٰہ الا اللہ

(۳۷۸) خوشی کی حالت میں انسان کی زبان سے اس قسم کی لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ کہنا یہ چاہیے تھا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا پروردگار ہے مگر خوشی میں زبان کی لکنت سے اس کا برعکس نکل گیا۔ اس کلمہ پر سبقت لسانی کی وجہ سے کفر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا حالانکہ اس کے کلمۂ کفر ہونے میں ذرا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۳۷۹) یہ اسلام کے ابتدائی دور کی باتیں ہیں جس طرح مسرت وغم میں انسان کی زبان قابو میں نہیں رہا کرتی اور کچھ کا کچھ کہہ ڈالتی ہے اسی طرح عام بات چیت میں بھی جن باتوں پر وہ رواں ہو چکی ہے ان میں بھی لغزش کھائے بغیر نہیں رہتی، عرب عام گفتگو میں کثرت سے لات وعزیٰ کی قسمیں کھانے کا عادی تھا، اسلام کے بعد بھی بہت ممکن تھا کہ ان کی زبان سے اس قسم کے مواقع پر بے اختیار لغزش ہو جائے۔ دین ضعیف نے ان کی اس غلطی پر کفر کا فتویٰ عائد نہیں کیا بلکہ اس کفر نما حرکت کو فوراً اصلاح کرنے کی تعلیم دی اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا حکم دیدیا تاکہ اگر

Marfat.com

بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ (متفق علیہ)

لا یکفر المسلم بذنب

(۳۸۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مِنْ اَصْلِ الْاِيْمَانِ اَلْكَفُّ عَمَّنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا تُكَفِّرْهُ بِذَنْبٍ وَلَا تُخْرِجْهُ مِنَ الْاِسْلَامِ بِعَمَلٍ وَالْجِهَادُ

کہہ کر اپنے ایمان کی تجدید کرلینی چاہیے اور جس نے اپنے دوست سے کہا آؤ جوا کھیلیں اسے صدقہ دینا چاہیے (متفق علیہ)

کسی گناہ کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیے

(۳۸۰) انس رض روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں اسلام میں داخل ہیں۔ (۱) جو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلے اس سے جنگ ختم کردینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کو کافر مت کہو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس پر اسلام سے خارج ہونے کا فتوٰی لگاؤ۔ (۲) جب سے کہ مجھے

اس کی اس سبقت لسانی پر شیطان ایک مرتبہ خوش ہوا ہو تو اس کی زبان سے کلمۂ توحید سن کر ہزار بار جل بھی جائے۔ دوسرے فقرہ کا مطلب عام طور پر یہ سمجھا گیا ہے کہ شریعت نے قماربازی کی بدخصلت ترک کرنے کے لئے نفسیاتی طور پر اس کا علاج یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کچھ صدقہ دیدے اس کے نفس کے لئے یہ تعزیر بہت نتیجہ خیز ہوگی۔ لیکن امام خطابی کے کلام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جتنا مال اس نے قماربازی کے لئے لگایا تھا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرے۔ قال معناه فليتصدق بقدر ما جعله خطراً فی القمار۔ (معالم السنن جلد ۴ ص ۲۰)

(۳۸۰) واضح رہے کہ جس طرح نیک اعمال کی بنا پر کسی کافر کو مسلمان کہنا صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ توحید رسالت کا اعتراف نہ کرے اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اس کی بداعمالی اور گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا بھی صحیح نہیں تاوقتیکہ وہ کسی عقیدہ کفریہ کا اعلان نہ کردے۔ اسلام میں کسی مسلمان کو کافر کہنا یا کسی کافر کو مسلمان کہنے کی ممانعت یکساں ہے۔ اس حدیث کا مقصد مومن عاصی کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا ہے نہ کہ کافر صریح کو کافر کہنے کی ممانعت کرنا۔ حیرت ہے کہ متواترات دین کے منکرین کو اس حدیث سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ اس حدیث میں لفظ ذنب کی صاف تصریح موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی ذنب اور معصیت کی بنا پر کسی شخص کی طرف کفر کی نسبت نہیں کرنی چاہیے۔ اس میں اختلاف کس کو ہے۔ بحث طلب یہ ہے کہ صریح کفر کے عقائد کے بعد بھی کیا یہ حدیث کسی کو کافر کہنے سے روکتی ہے اگر ایک شخص نماز پڑھ کر قبلہ کا استقبال کرکے ذبیحۂ مسلم کھا کے کسی قسم کے عقائد کفریہ سے بھی کافر نہیں ہوتا تو پھر یا تو اس قسم کے عقائد کو عقائد کفریہ کہنا ہی غلط ہوگا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تین افعال کوئی ایسا مضبوط قلعہ ہیں جس کو کفر و شرک کی بیماری بھی مضرت رساں نہیں ہوسکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کی فطرت بہت کمزور ہے وہ گناہ کی طرف رغبت کرسکتی ہے اس میلان میں قدرت نے

Marfat.com

مَاضٍ مُذْ بَعَثَنِیَ اللّٰہُ اِلٰی اَنْ یُقَاتِلَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الدَّجَّالَ لَا یُبْطِلُہٗ جَوْرُ جَائِرٍ وَّلَا عَدْلُ عَادِلٍ وَالْاِیْمَانُ بِالْاَقْدَارِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، جہاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ اس امت کے آخر میں ایک شخص آکر دجال سے جنگ کریگا۔ کسی منصف بادشاہ کے انصاف یا کسی ظالم کے ظلم کا بہانہ لیکر جہاد ختم نہیں کیا جاسکتا (۳) اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان لانا۔ (ابوداؤد)

بھی اس کو معذور تسلیم کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اس کمزوری کی توبہ واستغفار کے ذریعہ تلافی کرے لیکن شرک وکفر کی طرف میلان انسان کی فطرت نہیں یہ خلاف فطرت ہے۔ اس میں کوئی انسان معذور نہیں رکھا جاسکتا یہ اپنے خالق سے کھلی مخالفت اور اعلان بغاوت ہے اس لئے اس کے بعد اس کا شمار دشمنوں کی صف میں ہونے لگتا ہے یہ کمزوری نہیں کہ اسے نباہ لیا جائے بلکہ سرکشی و بغاوت ہے۔ افسوس ہے کہ ہمارے دور میں اس اہم حدیث پر صحیح طور پر غور نہیں کیا گیا اس لئے کسی نے تو محض فروعی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے پر کفر کی بوچھار شروع کردی اور کسی نے متفق علیہ کفریات کے ہوتے ہوئے بھی کفر کا حکم لگانے میں احتیاط برتی۔

حالانکہ اس حدیث میں نہایت صفائی کے ساتھ یہ تنبیہ کردی گئی تھی کہ جن افعال پر تکفیر کی ممانعت کی گئی ہے وہ عقائد کفریہ، ضروریات دین کا انکار اور دین کا استخفاف نہیں بلکہ صرف وہ عملی فروگذاشتیں ہیں جن کو معاصی وذنوب کہا جاتا ہے۔ فقہ میں اہل قبلہ کا عنوان بھی ان ہی لوگوں کے لئے اختیار کیا گیا تھا جنھیں اسلامی اصول کے ساتھ کوئی اختلاف نہیں گویا قبلہ اصول اسلامی کا ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے کہ جو شخص اس میں متفق ہوگیا اس کا بقیہ اصول میں بھی متفق ہونا ضروری ہے لہذا اب اس کا اختلاف اگر ہوگا تو صرف فروعات ہی میں ہوگا۔ صرف فروعی اختلاف سے کسی کو کافر قرار دینا صحیح نہیں۔ احادیث میں بھی کلمہ توحید کو تمام اسلام کا سرنامہ بنادیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بہت سے مقامات پر توحید کے ساتھ رسالت کا ذکر بھی نہیں اور صرف توحید کے عقیدہ پر جنت کی بشارت مذکور ہے۔ پس جس طرح احادیث میں کلمہ توحید کے اقرار کا مطلب تمام اسلامی اصول کا اقرار ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اہل قبلہ کا مطلب سمجھنا چاہئے۔

ہمارے نزدیک حدیث واستقبل قبلتنا ان لوگوں کے متعلق ارشاد ہوئی ہے جو کفر کی زندگی چھوڑ کر حال میں اسلامی زندگی میں داخل ہوئے ہیں اور حضرت انسؓ کی اس حدیث کا تعلق مسلمانوں کے باہمی فرقوں کے ساتھ ہے۔ کھلے ہوئے کافروں سے نہ اس حدیث کا تعلق ہے نہ اس کا۔ مسیلمہ کذاب بھی مدعی اسلام تھا بلکہ کسی حد تک آپ کی رسالت کا بھی معترف تھا مگر کیا اسلام کی تاریخ میں اس حدیث کی وجہ سے اس کو مسلمان سمجھا گیا، کیا جن لوگوں نے صرف ایک زکوٰۃ کا انکار کیا تھا اگرچہ وہ اہل قبلہ تھے نمازیں بھی ہماری طرح پڑھتے تھے۔ ہمارے ذبیحہ کھانے سے بھی انہیں کوئی استنکاف نہ تھا ان کو معذور رکھا گیا ہرگز نہیں بلکہ ان سے جنگ کی گئی اور اس بنا پر کی گئی کہ اس وقت جماعت صحابہ نے ان کو مرتدین کی فہرست میں شمار نہ کیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اسی قسم کے کسی اور منکر فرض قطعی کو مرتد شمار نہ کیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو حقیقت بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فرعی اختلاف کی بنا پر کسی کو کافر نہ کہنا چاہئے اسلامی زبان میں اسکا لقب فاسق ہے کافر نہیں۔ یہ ایک اہم اصلاحی آئین ہے اگر امت اس پر عمل کرتی تو آج اس کا شیرازہ یوں نہ بکھرتا۔

Marfat.com

من قتل نفسه لم یکفر

(۳۸۱) عن جابر ان الطفیل بن عمرو الدوسی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ ھل لک فی حصن حصین ومنعۃ قال کان لدوس حصن فی الجاھلیۃ فابی ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم للذی ذخر اللہ للانصار فلما ھاجر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینۃ ھاجر الیہ الطفیل بن عمرو وھاجر معہ رجل من قومہ فاجتووا المدینۃ فمرض فجزع فاخذ مشاقص لہ فقطع بھا براجمہ فشخبت یداہ حتی مات فراٰہ الطفیل بن عمرو فی منامہ فراٰہ وھیئتہ حسنۃ وراٰہ مغطیا یدیہ فقال ما صنع بک ربک فقال غفرلی بھجرتی الی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ مالی اراک

خودکشی کرنے والا کافر نہیں

(۳۸۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ طفیل بن عمرو الدوسی (اپنے قبیلہ کی طرف ہجرت کرنے کی درخواست لیکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ کیا آپ ایک مضبوط قلعہ اور محافظ جماعت کی طرف ہجرت کرنا منظور فرماسکتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ دوس کے پاس ایک قلعہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوش نصیبی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لئے مقدر فرمادی تھی ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو طفیل بن عمرو اور ان کی قوم کے ایک اور شخص نے بھی ساتھ ساتھ ہجرت کی۔ اتفاق یہ کہ مدینہ کی آب وہوا انھیں موافق نہ آئی ان کا رفیق بیمار پڑگیا اور ۔۔۔ تکلیف برداشت نہ کرسکا۔ اس نے اپنے تیر کا پیکان نکال کر اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کے ہاتھوں سے خون بہہ نکلا یہاں تک کہ اس کی وفات ہوگئی۔ طفیل بن عمروؓ نے انھیں خواب میں دیکھا تو صورت ان کی بہت اچھی تھی مگر ہاتھ ڈھکے ہوئے تھے۔ دریافت کیا کہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے کی برکت سے مجھے بخشدیا گیا

(۳۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مغفرت میں بھی تجزیہ ہوسکتا ہے یہاں مغفرت نے طفیل کے رفیق کے سارے جسم کو تو گھیر لیا تھا مگر امانت الٰہیہ میں بیجا دست اندازی کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کو چھوڑ دیا تھا یہ شخص کیا ہی خوش نصیب تھا کہ اس کا مقدمہ رحمۃ للعالمین کے سامنے آگیا اور آپ کے مبارک ہاتھ اس کی سفارش کیلئے اٹھ گئے پھر کیا تھا رحمت نے اس کی رگ رگ کو گھیر لیا

Marfat.com

مُعْطِیًا یَدَیْکَ قَالَ قِیْلَ لِیْ لَنْ نُصْلِحَ مِنْکَ مَا اَفْسَدْتَ نَقَصَّهَا الطُّفَیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ وَلِیَدَیْہِ فَاغْفِرْ (رواہ مسلم)

لا یجب فی الایمان العلم بصفات اللہ تعالٰی تفصیلا

(۳۸۲) عَنْ مُعٰوِیَۃَ بْنِ الْحَکَمِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ جَارِیَۃً کَانَتْ لِیْ تَرْعٰی غَنَمًا لِیْ فَجِئْتُھَا وَقَدْ فَقَدَتْ شَاۃً مِنَ الْغَنَمِ فَسَأَلْتُھَا عَنْھَا فَقَالَتْ اَکَلَھَا الذِّئْبُ فَاَسِفْتُ عَلَیْھَا وَکُنْتُ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ فَلَطَمْتُ وَجْھَھَا وَعَلَیَّ

پھر ان سے پوچھا کہ تم اپنے ہاتھ ڈھانکے ہوئے کیوں نظر آرہے ہو، اس نے کہا مجھ سے یہ کہدیا گیا ہے کہ تم نے جو خود بگاڑا ہے..... ہم اسے نہیں سنواریں گے طفیل نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اے اللہ اس کے ہاتھوں کی بھی بخشش فرمائیے۔ (مسلم)

اللہ تعالٰی کی صفتوں پر اجمالی ایمان کافی ہے

(۳۸۲) معاویہ بن حکم روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ایک باندی ہے جو میری بکریاں چرایا کرتی ہے میں اس کے پاس آیا تو مجھے اپنی بکریوں میں ایک بکری نہ ملی اس سے دریافت کیا تو بولی کہ بھیڑیے نے پھاڑ کھائی۔ مجھے اس کا بہت غم ہوا آخر میں آدمی تھا اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا میرے ذمہ (کسی کفارہ وغیرہ کے لئے) ایک

(۳۸۲) ایمان کے لئے اللہ تعالٰی کی صفات کا ایک سادہ اور سیدھا عقیدہ ہے اس میں علم کلام کی موشگافیاں قطعاً غیر ضروری ہیں مثلاً یہ ایمان کہ اللہ تعالٰی کے لئے آسمان کی جہت موزوں ہے، اگر اس کو فلسفی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اس کی ذات کا جہت و مکان میں مقید ہونا لازم آتا ہے۔ یہ درست ہے مگر ہر عالم اور عامی شخص کو اس کا مکلف بنایا نہیں جاسکتا کہ وہ اللہ تعالٰی پر ایسا ایمان لائے جو تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان ہو، اس لئے یہاں اجمالی تنزیہ کافی سمجھ لی گئی ہے اگرچہ ایک فلسفی کی نظر میں یہ حیثیت تشبیہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ لفظی تشبیہ اسی حد تک قابل برداشت ہو سکتی ہے جب تک کہ عقیدہ میں قطعی تنزیہ موجود ہو یا کم از کم نفیاً و اثباتاً اس سے کوئی بحث نہ ہو۔ لیکن اگر عقیدہ میں اثباتاً تشبیہ داخل ہو جائے تو اب یہ حدود ایمان نہیں رہی۔ مثلاً محاورہ میں اللہ تعالٰی کے لئے آسمان کی جہت ثابت کی جاتی ہے مگر یہ اس وقت تک ہی قابل اغماض ہو سکتا ہے جب تک کہ قلب میں یہ عقیدہ بھی خوب مضبوط اور مستحکم موجود رہے کہ اس نسبت کا مفہوم اللہ تعالٰی کی عظمت کے سوا اور کچھ نہیں۔

Marfat.com

رَقَبَۃً اَفَاُعْتِقُھَا فَقَالَ لَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْنَ اللّٰہُ فَقَالَتْ فِی السَّمَآءِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْتِقْھَا رواہ مالک وفی روایۃ مسلم اِنَّھَا مُؤْمِنَۃٌ۔

(۳۸۳) عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّہٗ جَآءَ بِاَمَۃٍ سَوْدَآءَ

غلام آزاد کرنا بھی ہے۔ کہئے تو اسی باندی کو (اس کے عوض میں) آزاد کر دوں آپ نے اس باندی سے پوچھا بتا اللہ تعالیٰ کہاں ہے وہ بولی آسمان میں، آپ نے فرمایا میں کون ہوں اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسول، فرمایا اچھا اسے آزاد کر دو اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ مومنہ ہے۔ (موطا مالک)

(۳۸۳) عبید اللہ بن عبد اللہ ایک انصاری شخص سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سیاہ باندی

ہم پہلے بھی بالتفصیل لکھ چکے ہیں کہ اسلام نے فلاسفہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی اتنی تنزیہ کرنی نہیں بتائی کہ ایک مادی انسان کے لئے اس کی ذات وصفات میں کوئی کشش ہی باقی نہ رہے بلکہ اس حد تک تشبیہ کی بھی اجازت دیدی ہے جہاں تک انسان کی فطرت کی جاذبیت اس کو مقتضی ہو سکتی ہے اور تجسیم پیدا نہیں ہوتی لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر۔ اس آیت میں یہی تنبیہ کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر تشبیہ سے منزہ و مبرا ضرور ہے مگر ایسی منزہ بھی نہیں کہ اس کے متعلق سمیع و بصیر کا تصور کرنا بھی اس کی تنزیہ کے خلاف سمجھا جائے وہ سمیع و بصیر ہے مگر بے مثال اسی طرح اس کے لئے آسمان کی جہت بھی ثابت ہے مگر مکانی کی طرح نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے حق میں اثباتی پہلو میں ہیں صرف اجمالی اجمالی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ البتہ سلبی پہلو میں جتنی تفصیل چاہو ہو سکتی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ جب اثباتی پہلو میں کوئی لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اسی وقت اس میں تشبیہ کی بو آنے لگتی ہے۔ سوچو کہ اگر اس کے لئے صفت سمع و بصر ثابت کرنا چاہیں تو اگر اسے سمیع و بصیر نہ کہیں تو اور کیا کہیں اس لئے ذات پاک کی وسعت اور الفاظ کی تنگی کے تجاذب سے بعض جگہ تشبیہ برداشت کرلی گئی ہے بشرطیکہ عقیدہ تشبیہ سے گرد آلود نہ ہونے پائے یہ ایک ایسا نازک موقعہ ہے جہاں اسلام وکفر کی سرحدیں بہت ہی نزدیک ہو جاتی ہے نصاریٰ نے خدا کے رسول کے لئے اپنے زعم میں صرف ایک پر عظمت کلمہ سمجھ کر ان کو ابن اللہ کہدیا اور یہ غور نہ کیا کہ اس کلمہ تشبیہی کی زد کہاں جا کر پڑتی ہے اسی لئے فرمایا اَنّٰی یَکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ۔ بھلا خدا کے بیٹا کہاں سے ہو سکتا ہے جب کہ اس کے لئے بی بی نہیں۔

پس نہ ہر تشبیہ قابل اغماض ہے اور نہ ہر شخص قابل معافی ہے اسی لئے علماء اللہ تعالیٰ پر معشوق کا لفظ اطلاق کرنا پسند نہیں کرتے اور اسی طرح ان تمام الفاظ سے بھی احتراز کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کو ارباب سکر نے اپنے عالم بیخودی میں بڑے ذوق کے ساتھ استعمال کر لیا ہے۔ ان احوال و مواجید سے خالی حضرات کو ان الفاظ میں بڑی احتیاط لازم ہے

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

(۳۸۴) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اس حدیث پر حجۃ اللہ میں دو جگہ کلام فرمایا ہے ایک باب التیسیر میں

Marfat.com

قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً فَاِنْ كُنْتَ تَرٰى هٰذِهٖ مُؤْمِنَةً اَعْتَقْتُهَا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَشْهَدِيْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَتُؤْمِنِيْنَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَعْتِقْهَا۔ رواہ احمد قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح. و رواہ مالک ایضا قال السیوطی فی تنویر الحوالک وروی عن ابی هریرة موصولا ایضاً۔

لیکر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ میرے ذمہ ایک مسلمان باندی آزاد کرنا واجب ہے اگر آپ کے نزدیک یہ مومنہ ہو تو میں اسے ہی آزاد کردوں آپ نے اس سے پوچھا کیا تو اس بات کی قائل ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں وہ بولی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کیا موت کے بعد پھر جینے کو مانتی ہے وہ بولی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اسے آزاد کر سکتے ہو۔ (مسند احمد)

ومنها ان الشارع لم یخاطبهم الا علی میزان العقل المودع فی اصل خلقتهم قبل ان یتعاونوا دقائق الحکمة والکلام والاصول وا ثبت لنفسه جهة فقال الرحمن علی العرش استوی. وقال النبی صلی اللہ علیه وسلم لامرءة سوداء این اللہ فاشارت الی السماء فقال هی مؤمنة (ج ۱ ص ۸۹) اصول تیسیر میں ایک اصل یہ بھی ہے کہ شریعت ان کو صرف اس بات کا مکلف بنائے جس کے سمجھنے کی ان میں دقائق فلسفہ وعلم کلام پڑھنے سے پہلے قدرۃً صلاحیت موجود ہو مثلاً یہ کہ انسانی فطرت میں اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے۔ ایک جاہل اور ایک عالم جب دعا کرتا ہے تو اس کی نظریں بے اختیار آسمان کی جانب اٹھ جاتی ہیں شریعت نے بھی اس فطرت کو اجمالاً تسلیم کرلیا ہے اسی لئے قرآن وحدیث میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف اس جہت کی نسبت ہوتی چلی جاتی ہے۔ الرحمن علی العرش استوی۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ باندی سے پوچھا اللہ تعالیٰ کہاں ہے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کردیا آپ نے فرمایا یہ مومنہ ہے۔ دوسری جگہ باب طبقات الامت باعتبار الخروج الی الکمال المطلوب اوضدہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقوم نقصت عقولهم کاکثر الصبیان والمعتوهین والفلاحین والارقاء وکثیر یزعمهم الناس انهم لاباس بهم واذا نقح حالهم عن الرسوم بقوا لاعقل لهم فاولئک یکتفی من ایمانهم بمثل ما اکتفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من الجاریة السوداء سألها این اللہ فاشارت الی السماء (هم اصحاب الاعراف) انما یراد منهم ان یتشبهوا بالمسلمین لیلا تتفرق الکلمة (ج ۱ ص ۹۲ حجۃ اللہ) بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی عقلیں قدرۃً ناقص ہوتی ہیں جیسے بچپن کے زمانہ میں اکثر لڑکے اور بعض بے عقل لوگ اور کسان طبقہ اور غلام اور بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق بظاہر یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کی عقلوں میں کوئی نقصان نہیں لیکن جب ان کے حالات سے ان کو جانچا جاتا ہے تو وہ بے عقل ثابت ہوتے ہیں۔ اس قسم کے انسانوں کا صرف اتنا مجمل سا ایمان کافی سمجھ لیا جاتا ہے جتنا کہ آپ نے اس سیاہ باندی سے قبول فرمایا تھا جس سے آپ نے دریافت کیا تھا کہ خدا تعالیٰ کہاں ہے تو اس نے آسمان کی طرف اشارہ کردیا تھا۔

حضرت شاہ صاحب موصوف کی ان ہر دو تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اجمالی ایمان دو صورتوں میں معتبر

Marfat.com

(۳۸۴) عن ابی سلمۃ عن الشرید (ابن سوید) ان امّہ اوصت ان یعتق عنھا رقبۃ مؤمنۃ فسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک فقال عندی جاریۃ سوداء نوبیۃ فاعتقھا فقال ائت بھا فدعوتھا فجاءت فقال لھا من ربک قالت اللہ قال من انا فقالت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فقال اعتقھا فانھا مؤمنۃ۔ رواہ احمد قال الھیثمی رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط الا انہ قال لھا من ربک فاشارت برأسھا الی السماء فقالت اللہ۔ ورجالہ موثقون۔ ورواہ ابوداؤد والنسائی ایضا۔

(۳۸۴) ابوسلمہ شرید سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کی جانب سے ایک مومن بردہ آزاد کردیں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا اور کہا میرے پاس شہر نوبۃ کی ایک سیاہ باندی ہے میں اسے آزاد کردوں، آپ نے فرمایا اسے (یہاں) لاؤ میں نے اس کو آواز دی وہ آگئی۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا رب کون ہے وہ بولی اللہ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں وہ بولی اللہ کے رسول، آپ نے فرمایا جاؤ آزاد کردو یہ مومنہ ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ہوتا ہے۔ کہیں مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہوتی ہے اور کہیں مکلفین کی نوعیت کا فرق ہوتا ہے مثلاً جہت علو کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ دقائق فلسفہ سے قطع نظر یہی بات ہر انسان کی فطرت میں مرکوز ہے اس لئے یہاں عاقل اور غیر عاقل کی کوئی تقسیم نہیں سب کے لئے اس جہت کا اجمالاً انتساب جائز ہے بلکہ خود قرآن بھی انسان کی اسی فطرت کے مطابق نازل ہوا ہے اس نے بھی اپنے بیان میں جا بجا اسی نسبت کو استعمال کیا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بعض انسان اپنی فطری عقل یا اپنے ماحول کے تاثرات سے اتنی صلاحیت ہی نہیں رکھتے کہ مسئلہ کو پوری گہرائی کے ساتھ سمجھ سکیں۔ شریعت بھی ایسے لوگوں سے ان کی عقل سے زیادہ فہم کا مطالبہ نہیں کرتی اور عام مسلمانوں کے ساتھ ان کی اجمالی شرکت کافی سمجھتی ہے تاکہ موجب تفریق و تشتت نہ ہو۔ مثلاً یہی ناخواندہ باندی اگر اسے تشبیہ و تنزیہ کے مابین ایمان کا مکلف بنایا جاتا تو وہ یقیناً اس سے قاصر ہوتی اس لئے آپ نے اس کا اتنا اجمالی سا ایمان ہی کافی سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جہت علو ثابت ہے لیکن ایک وہ شخص جو پوری عقل و فہم کا مالک ہے اس کا دماغ علوم سے روشن ہو چکا ہے وہ ہر قسم کی باریکیوں کو سمجھ بھی سکتا ہے۔ اس کے لئے اتنا اجمالی ایمان کافی نہیں ہو سکتا اسے یہ بھی سمجھنا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے اگرچہ یہ جہت ثابت ہو مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس جہت میں موجود ہے۔ (والعیاذ باللہ) اسے صاف طور پر اس کی نفی بھی کرنی ہوگی پس جس طرح اجمالی ایمان میں مسئلہ کی نوعیت ملحوظ ہوتی ہے اسی طرح ایک بے عقل اور ایک عاقل کا فرق بھی ملحوظ رہتا ہے۔ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے وہ ہر دو صورتوں کی مثال بن سکتا ہے۔

Marfat.com

(۳۸۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الرَّحْمَةَ یَوْمَ خَلَقَهَا مِائَةَ رَحْمَةٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَةً وَّاَرْسَلَ فِیْ خَلْقِهٖ كُلِّهِمْ رَحْمَةً وَّاحِدَةً فَلَوْ یَعْلَمُ الْكَافِرُ بِكُلِّ الَّذِیْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الرَّحْمَةِ لَمْ یَیْاَسْ مِنَ الْجَنَّةِ وَلَوْ یَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ بِكُلِّ الَّذِیْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْعَذَابِ لَمْ یَاْمَنْ مِنَ النَّارِ (رواہ البخاری)

(۳۸۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرِئْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اِقْرَاْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ الرَّاءِ فَقَالَ كَبُرَتْ سِنِّیْ وَاشْتَدَّ

(۳۸۵) ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو بنایا تھا اسی دن اس کے سو حصے کر دیئے تھے ننانوے حصہ اپنے پاس رکھے تھے اور صرف ایک حصہ ساری مخلوق کے لئے رکھ دیا تھا اس لئے اگر کافر کہیں اللہ تعالیٰ کی پوری رحمت جان لیں تو کبھی اس کی جنت سے ناامید نہ رہیں اور اگر مومن اللہ تعالیٰ کے پورے عذاب کو جان لیں تو کبھی دوزخ سے نڈر نہ رہیں۔ (بخاری شریف)

(۳۸۶) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ پڑھنے کے لئے بتا دیجئے آپ نے فرمایا وہ تین سورتیں پڑھ لیا کرو جن کے شروع میں الف۔ لام۔ را ہے۔ اس نے عرض کیا میری عمر اب زیادہ ہو چکی ہے

(۳۸۵) بندہ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے عذاب کا اجمالی ہی تصور ہو سکتا ہے اگر اس کی غیر متناہی طاقتوں کا اس کو علم ہو جائے تو اس کی کمزور و ناتواں فطرت کا توازن بگڑ جائے وہ رحمت کے سامنے عذاب کو بھول جائے اور عذاب کے سامنے رحمت کو فراموش کر بیٹھے۔ اس کے عمل کی کشتی اسی وقت تک چل سکتی ہے جب تک کہ اس کے خوف و رجا کے دونوں بازو حرکت کرتے رہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے ہر جگہ جنت کے ساتھ دوزخ، نعمت کے ساتھ نقمت اور عذاب کے ساتھ ثواب کا ذکر کیا ہے نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی ھو العذاب الالیم۔ دیکھئے دونوں تعبیروں میں کتنا زور ہے پھر ان میں کتنا توازن ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول ص۳۰۷ پر بھی گذر گئی ہے۔

(۳۸۶) ترجمان السنہ جلد اول ص۲۹۵ پر ضمام بن ثعلبہ کی زبان سے بھی اسی قسم کے کلمات نکلے تھے اور واقعہ یہ ہے کہ ایک سادہ مزاج شخص کی زبان سے اطاعت و فرمانبرداری کے کلمات اس سے بڑھ کر اور نکل بھی نہیں سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اعتقادیات کے بارے میں اپنی اُمّی امت کے لئے اجمالی ایمان کافی سمجھا ہے اسی طرح عمل کے دائرہ میں بھی ان پر ہر ایک پر تفصیلی دین کا بوجھ نہیں ڈالا ایک غیر تعلیم یافتہ باندی کا توحید و رسالت پر اجمالی ایمان قبول فرمایا اسی طرح ایک نومسلم کو صرف فرائض دین پر عمل پیرا ہو جانے سے فلاح کی بشارت سنا دی اسی طرح یہاں بھی اس ضعیف العمر شخص کو قرآن کی ایک مختصر سورۃ کو

Marfat.com

قَلْبِي وَغَلُظَ لِسَانِي قَالَ فَاقْرَأْ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ حٰمٓ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَقْرِئْنِي سُورَةً جَامِعَةً فَاَقْرَأَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا زُلْزِلَتْ حَتّٰى فَرَغَ مِنْهَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا اَزِيْدُ عَلَيْهِ اَبَدًا ثُمَّ اَدْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحَ الرُّوَيْجِلُ مَرَّتَيْنِ۔ (رواہ احمد ابوداؤد)

۳۸۷) عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَاَنَاخَ رَاحِلَتَهُ ثُمَّ عَقَلَهَا ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلّٰى خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ اَتٰى رَاحِلَتَهُ فَاَطْلَقَهَا ثُمَّ رَكِبَ

اور میرا قلب وزبان سخت پڑ چکے ہیں آپ نے فرمایا اچھا تو جن تین سورتوں کے شروع میں حٰمٓ ہے ان کو پڑھ لیا کرو، اس پر اس نے پھر وہی پہلا عذر کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھ تو کوئی جامع اور مختصری سورت بتا دیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اس کو سورۂ اذا زلزلت پڑھا دی یہانتک کہ آپ اسے پوری پڑھا کر فارغ ہو گئے اس شخص نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دینِ حق دیکر بھیجا ہے میں کبھی اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا یہ کہہ کر پشت پھیر کر چلدیا آپ نے دوبار فرمایا یہ بیوقوف بیچارہ کامیاب ہوگیا (احمد، ابوداؤد)

(۳۸۷) جندب بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی آیا اس نے اپنا اونٹ بٹھایا اس کا زانو باندھا اور مسجد میں داخل ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی جب سلام پھیر کر فارغ ہوگیا تو اپنی اونٹنی کے پاس آیا اس کا زانو کھولا اور اس پر سوار ہوگیا اور بلند آواز سے کہا اے اللہ مجھ پر رحم فرمانے

فوز وفلاح کی خوشخبری دیدی الرویجل کی تصغیر میں اس کی اسی معذوری کی طرف اشارہ تھا گویا غیر معذور شخص کے لئے تو اتنی سہولت پسندی نامناسب ہے مگر وہ معذور جس کی حقیقت ایک ناقص انسان رہ گئی ہو قابل اغماض ہے کیا، اس کا نام دین حنیف ہے اس کی بنیاد تمام تر سہولت پر ہے یہاں معذور سے معذور شخص کیلئے بھی جنت میں جانے کا راستہ نکل آتا ہے مقصود ایزدی جہد ومشقت نہیں اظہار عبدیت ہے یہاں آپ کو دو حدیثوں کا مطالعہ کر لینا اور بصیرت کا موجب ہوگا۔ ترجمان السنہ جلد اول ص۳۱۶ حدیث ۱۴۲ جس میں ایک اسرائیلی شخص کا واقعہ مذکور ہے جس نے خدا سے ڈر کر وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کو جلا کر خاک کر دیا جائے۔

(۳۸۶) یہ حدیث کچھ لفظی مغایرت کے ساتھ ترجمان السنہ جلد اول ص۲۴۳ (۲۸۵) پر بھی گذر چکی ہے وہاں اس اعرابی کے متعلق آپ نے جا صلاحی کلمات فرمائے تھے وہ بھی گذر چکے ہیں۔ اس روایت میں آپ نے اس کے اس شدید کلمہ کا عذر اس کی کم فہمی اور بے عقلی قرار دی ہے۔ یہی کلمہ اگر کسی اور تربیت یافتہ صحابی کے منہ سے نکلتا تو شاید قابل سرزنش ہوتا لیکن آپ کو ہر شخص کی مقدار صحبت اور علم وفہم کی رعایت بھی رہتی تھی اس لئے اگر کسی ناواقف کے منہ سے محبت وعقلیت کے

Marfat.com

ثُمَّ نَادَى اللّٰهُمَّ ارْحَمْنِي وَمُحَمَّدًا وَلَا تُشْرِكْ فِي رَحْمَتِنَا أَحَدًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَقُولُونَ هُوَ أَضَلُّ أَمْ بَعِيرُهُ أَلَمْ تَسْمَعُوا إِلَى مَا قَالَ قَالُوا بَلَى ۔ (رواہ ابوداود)

اذا استشكل شئ من دقائق علم التوحيد فليعتقد بما هو الصواب عند الله

(۳۸۸) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَقْرَءُونَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِيَّةِ وَيُفَسِّرُونَهَا بِالْعَرَبِيَّةِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الْكِتَابِ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ۔ (رواہ البخاری)

(۳۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ إِلَى قَوْلِهِ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ قَالَتْ قَالَ

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ہم دو کے سوا اور کسی کو اس میں شریک نہ کرنا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس میں اور اس کے اونٹ میں زیادہ ناسمجھ کس کو کہو گے تم نے بھلا سنا اس نے کیا کلمہ کہا ہے صحابہ نے عرض کیا جی ہاں سنا ۔ (ابوداود)

عقائد کے مسائل میں جب کہیں الجھن پیش آجائے تو جو اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو اس پر اجمالاً ایمان لانا کافی ہے

(۳۸۸) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اہل کتاب عبرانی زبان میں تورات پڑھا کرتے اور مسلمانوں کے سامنے عربی زبان میں اس کی تفسیر کیا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُن کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب صرف مجملاً اتنا کہدیا کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاچکے اور اس قرآن پر جو ہم پر اتارا گیا ہے ۔ (بخاری شریف)

(۳۸۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ھو الذی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے جس نے قرآن کریم نازل فرمایا اس میں دو قسم کی آیات ہیں محکمات اور متشابہات (آیات محکمات اپنے معنی میں واضح اور کھلی ہوئی ہیں اور متشابہات اپنی مراد میں واضح نہیں ان پر مجملاً ایمان

انداز نہیں کرئی نامناسب کلمہ نکل گیا ہے تو گوٹوکے بغیر تو آپ نے اس کو بھی نہیں چھوڑا مگر اس انداز کی سخت گیری بھی نہیں فرمائی ۔ کسی اونچے علم و فہم کے شخص سے کی جاتی ۔ اور اس کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ایک اجمالی تصور قابل اغماض سمجھ لیا ہے

(۳۸۸) یہ مسئلہ بہت اہم مسئلہ تھا کہ ذات و صفات کے جن مسائل میں پر ابھی حقیقت منکشف نہ ہو سکے ان کے متعلق کیا صورت اختیار کرلی جاہیئے ۔ علماء کی تحقیق یہ ہے کہ ایسے مسائل میں تو صورت اللہ تعالیٰ کے علم میں صواب ہو ۔ سردست اسی پر اجمالاً ایمان رکھنا کافی ہے ۔ البتہ آئندہ اس کی تحقیق کی فکر میں لگا رہنا چاہیئے

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَأَیْتِ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَہَ مِنْہُ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ سَمَّی اللّٰہُ (عَزَّ وَجَلَّ) فَاحْذَرُوْہُمْ۔ (رواہ البخاری)

الاحکام تجری علی الظاہر واللہ یتولی السرائر

(۳۹۰) اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عُتْبَۃَ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَقُوْلُ اِنَّ اُنَاسًا کَانُوْا یُؤْخَذُوْنَ بِالْوَحْیِ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنَّ الْوَحْیَ قَدِ انْقَطَعَ وَاِنَّمَا

لے آنا چاہیے لیکن جن کے دلوں میں کجی کا مضمون ہوتا ہے وہ ان ہی آیتوں کے معنوں کی تلاش کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور پختہ علم کے لوگ صرف یہ کہدیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے جو معنی بھی ہوں ہم اس پر ایمان لا چکے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہؓ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہات کے معانی معلوم کرنے کے درپے ہوں تو ان سے بچتی رہنا کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا قرآن نے زائغین نام رکھا ہے۔ (بخاری شریف)

اسلامی احکام ظاہری حالات پر نافذ ہوں گے اور اندرونی حالات کا حساب خدا تعالیٰ کے حوالہ رہیگا

(۳۹۰) عبداللہ بن عتبہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عمرؓ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کی گرفت وحی کے ذریعے ہوا کرتی تھی اب وحی تو منقطع ہو گئی اس لئے اب ہم صرف تمہارے ظاہری اعمال پر گرفت کریں گے اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اچھے افعال کرے گا اس کو تو

وإذا أشكل على الإنسان شيء من دقائق علم التوحيد فينبغي له أن يعتقد في الحال ما هو الصواب عند الله تعالى إلى أن يجد عالماً فيسأله ولا يسعه تأخير الطلب ولا يعذر بالوقف فيه ويكفر إن وقف . . . والمراد بعلم التوحيد ما يتعلق بذات الله وصفاته والشك فيها منافيا للايمان ومنها ما فيه الايمان بذات الله وصفاته من معرفة كيفية المؤمن من احوال الآخرة۔ (شرح فقہ اکبر)

جب علم توحید عقائد کے کسی باریک مسئلہ میں الجھن پیش آجائے تو سر دست اس کے متعلق اجمالاً اتنا ایمان لے آنا کافی ہے کہ اس مسئلہ میں اللہ کے نزدیک جو صواب ہو اسی پر ہمارا اعتقاد ہے یہ اجمالی ایمان اس وقت تک کافی ہوگا جب تک اس کو کوئی عالم نہ ملے جب کوئی محقق عالم مل جائے تو اس کی تحقیق کرنی ضروری ہوگی اور اب تحقیق و تفتیش کے بغیر بیٹھے رہنا کفر ہوگا۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں علم توحید کے باریک مسائل سے وہ مسائل مراد ہیں جن میں شک و شبہ کرنا ایمان کے منافی ہو۔ (شرح فقہ اکبر)

(باقی بر صفحہ ...)

Marfat.com

نَأْخُذُكُمُ الْآنَ بِمَا ظَهَرَ لَنَا مِنْ أَعْمَالِكُمْ فَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا خَيْرًا أَمِنَّاهُ وَقَرَّبْنَاهُ وَلَيْسَ إِلَيْنَا مِنْ سَرِيرَتِهِ شَيْءٌ. اللّٰهُ مُحَاسِبُهُ فِي سَرِيرَتِهِ وَمَنْ أَظْهَرَ لَنَا سُوْءًا لَمْ نَأْمَنْهُ وَلَمْ نُصَدِّقْهُ وَإِنْ قَالَ إِنَّ سَرِيرَتَهُ حَسَنَةٌ (رواه البخاری)

(۳۹۱) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عِتْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثٌ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي تُصَلِّي فِي مَنْزِلِي فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى قَالَ فَأَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ شَاءَ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَحَدَّثُونَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ أَسْنَدُوا أَعْظَمَ ذٰلِكَ وَكِبْرَهُ إِلَى مَالِكِ بْنِ دُخْشُمٍ قَالَ

امن دیں گے اس کی عزت بھی کریں گے اور اس کے اندرونی حالات سے ہمیں کوئی بحث نہ ہوگی اس کا حساب لینے والا خدا تعالیٰ ہے اور جو ہمارے سامنے برے افعال کرے گا اس کو ہم امن نہیں دیں گے اور ہرگز اس کی تصدیق نہیں کریں گے اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ میرا باطن بہت اچھا ہے۔ (بخاری شریف)

(۳۹۱) انس روایت کرتے ہیں کہ محمود بن ربیع نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ آیا تو عتبان بن مالک سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے کہا۔ آپ کی ایک حدیث مجھے بالواسطہ پہنچی ہے انھوں نے فرمایا (جی ہاں سنئے) میری نظر میں کچھ نقصان تھا اس لئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلا بھیجا میری تمنا تھی کہ آپ میرے گھر تشریف لاتے اور کسی جگہ آکر نماز پڑھ لیتے تو میں اسی کو اپنی نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر لیتا۔ وہ بیان کرتے ہیں آپ تشریف لے آئے اور جن جن صحابہ نے چاہا وہ بھی آپ کے ہمراہ آگئے۔ آپ میرے گھر میں نماز ادا فرمانے لگے ادھر صحابہ آپس میں کچھ باتیں کرنے میں مصروف ہو گئے اور ان باتوں کا زیادہ تر ذمہ دار مالک بن دخشم کو قرار دیا وہ چاہتے تھے کہ آپ اس کے حق میں بددعا فرمائیں اور وہ تباہ و برباد ہو جائے اور اس کو خوب نقصان پہنچے جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کیا یہ شخص یہ گواہی نہیں دیتا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) ان کے علاوہ جن مسائل کا علم ایمان کے لئے ضروری نہیں ان کا حکم بھی یہی ہے یعنی ان کے متعلق بھی اجمالی ایمان لانا کافی ہے۔ مگر ان کی تحقیق و تفتیش کے لئے کسی عالم کی تلاش کی ضرورت نہیں کیونکہ جب خود ان مسائل کا علم ہی ایمان کے لئے شرط نہیں تو ان کی تحقیق کے لئے عالم کی تلاش کیوں شرط ہو۔ (ز شرح فقہ اکبر)

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں آیات متشابہات کا جو حکم مذکور ہے اس سے بھی اس قسم کے پیچیدہ مسائل کے متعلق بھی حکم مستنبط ہو سکتا ہے۔ یعنی جس طرح ان آیات متشابہات کی مرادوں پر اجمالاً ایمان لے آنا رسوخ فی العلم کی نشانی ہے اسی طرح ان پیچیدہ مسائل پر بھی اجمالاً ایمان لے آنا ایمان کی پختگی کی دلیل ہوگی۔

Marfat.com

وَدُّوْا اَنَّہٗ دَعَا عَلَیْہِ فَہَلَکَ وَوَدُّوْا اَنَّہٗ اَصَابَہٗ شَرٌّ فَقَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوۃَ
قَالَ اَلَیْسَ یَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ ذٰلِکَ وَمَا ھُوَ فِیْ قَلْبِہٖ قَالَ
لَا یَشْہَدُ اَحَدٌ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَیَدْخُلَ النَّارَ اَوْ تَطْعَمَہٗ قَالَ اَنَسٌ
فَاَعْجَبَنِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثُ فَقُلْتُ لِابْنِیْ اُکْتُبْہُ فَکَتَبَہٗ۔ (رواہ مسلم والبخاری مع تغایر)

(۳۹۲) عَنْ اِبْنِ عَائِذٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ جَنَازَۃِ رَجُلٍ فَلَمَّا
وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَا تُصَلِّ عَلَیْہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ رَاٰہُ اَحَدٌ مِّنْکُمْ عَلٰی عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
حَرَسَ لَیْلَۃً فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَصَلّٰی عَلَیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَثٰی عَلَیْہِ التُّرَابَ وَقَالَ
اَصْحَابُکَ یَظُنُّوْنَ اَنَّکَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْہَدُ اَنَّکَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَقَالَ یَا عُمَرُ اِنَّکَ لَا

کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور میں اس کا رسول ہوں انہوں نے عرض کیا یہ گواہی تو دیتا ہے لیکن دل کی نہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص اس بات کی گواہی بھی دے پھر دوزخ میں بھی داخل ہوسکے یا یہ فرمایا کہ آتش دوزخ اس کو جلا سکے انسؓ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث بہت پسند آئی میں نے اپنے لڑکے سے کہا اسے قلمبند کرلو اس نے قلمبند کرلی۔ (مسلم)

(۳۹۲) ابن عائذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازہ کیلئے باہر تشریف لائے جب جنازہ نیچے رکھدیا گیا تو حضرت عمرؓ بولے یا رسول اللہ یہ فاسق و فاجر آدمی ہے آپ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں آپ نے لوگوں کی طرف دیکھکر پوچھا تم میں کسی نے اس کو کوئی اسلامی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایک شخص بولا جی ہاں یا رسول اللہ اس نے ایک شب خدا کی راہ میں پہرہ داری کی ہے یہ سنکر آپ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی اور اپنے ہاتھوں سے خود اس کو مٹی بھی دی اور فرمایا تیرے ساتھی تو تیرے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ تو دوزخی ہوگا اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے پھر فرمایا عمر! قیامت میں

(۳۹۲) اگر رحمۃ للعالمین امت کے اس عاصی پر نماز ادا نہ فرما دیتے تو امت محمدیہ کے سارے عاصی اس سعادتِ عظمیٰ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتے تھے اس لئے آپ نے سمجھایا کہ کسی کی عملی کوتاہی کی بنا پر نماز جیسی سعادت سے اس کو محروم کر دینا مہربان شریعت کا آئین نہیں۔ کلمۂ اسلام پڑھ لینے کے بعد کسی معمولی فسق و فجور سے اسلام کا عہد وفاداری نہیں ٹوٹتا۔ پس جب تک یہ عہد قائم ہے اپنے بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرنا ہم پر اس کا ایک آخری حق ہے۔ اگر شریعت حنیفیہ کی اس سہولت اور نرمی سے عمرؓ کی طبعی شدت ساز نہیں کرتی تو نہ کرے مگر ان کو یہ معلوم ہو جانا چاہئے کہ ان معاملات میں سوال صرف اسلام ہی کے متعلق رہے گا۔ کسی کے اعمال کی تحقیق و تفتیش نہیں لگائی جائے گی۔ اگر کبھی کسی خاص وجہ سے کسی کے

Marfat.com

لَا تُسْأَلُ عَنْ أَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْأَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۳۹۳) عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اِسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَتْلِ رَجُلٍ فَقَالَ لَا لَعَلَّهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَلِّيْ فَقَالَ خَالِدٌ وَكَمْ مِنْ مُصَلٍّ يَقُوْلُ بِلِسَانِهِ مَا لَيْسَ فِيْ قَلْبِهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّيْ لَمْ أُوْمَرْ أَنْ أَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا أَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ۔ (متفق علیہ وھو فی البخاری مفصلا ایضا)

يصح الاسلام على الشرط الفاسد

(۳۹۴) عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ رَجُلٍ مِنْهُمْ أَنَّهُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ

لوگوں کے اعمال کے متعلق تم سے سوال نہ ہوگا تم سے صرف اسلام کے متعلق سوال ہوگا۔ (شعب الایمان)

(۳۹۳) ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ خالد بن ولید نے ایک شخص کے قتل کرنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی آپ نے انہیں اجازت نہ دی اور فرمایا دیکھو کہیں وہ نماز ادا نہ کرتا ہو، خالد بولے کتنے ہی نمازیں پڑھنے والے ہیں جو اپنی زبانوں سے ایسی باتیں بناتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں آپ نے فرمایا تو مجھے بھی اس کا حکم نہیں کہ میں لوگوں کے دلوں میں سوراخ کرکے اور ان کے پیٹوں کو پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کروں کہ اس میں کیا ہے۔ (متفق علیہ)

شرط فاسد لگا کر بھی اسلام صحیح ہو سکتا ہے

(۳۹۴) نصر بن عاصم لیثی اپنے خاندان کے ایک شخص کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آپ کی

جنازہ پر نماز ادا کی جائے تو یہ صرف جزئی اور وقتی مصلحت ہوگی قاعدہ نہ بنے گا۔

(۳۹۳) حدیث مذکور سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کی باطنی نیتوں اور ان کی اندرونی حالتوں سے بحث کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں جب تک ایک شخص اسلامی احکام بجالا رہا ہے اس کے اندرونی معاملات کو زیر بحث لانا اسلامی رواداری کے خلاف ہے اسی لئے آپ نے فرمایا جب تک شخص مذکور کے متعلق نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے اس کے قتل کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

ہاں اگر اعمال ظاہری کی شہادت کلیۃً مفقود ہو جائے اور اعمال اسلامی میں کوئی عمل بھی موجود نظر نہ آئے تو پھر معاملہ زیر غور آسکتا ہے اور اگر خدانخواستہ کہیں اعمال کی شہادت خلاف پر ثابت ہو جائے تو اب معاملہ بلا شبہ اور پیچیدہ ہو جائے گا۔ رواداری کی بھی آخر کوئی حد ہوتی ہے۔ اسلام ایسی رواداری کی اجازت نہیں دیتا جو ماغوں میں

Marfat.com

عَلٰی اَنْ لَا یُصَلِّیَ اِلَّا صَلَاتَیْنِ فَقَبِلَ مِنْہُ (رواہ احمد) (و سندہ جید و جھالۃ الصحابی لا تضر)

(۳۹۵) عَنْ فَضَالَۃَ اللَّیْثِیِّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْاِسْلَامَ فَعَلِّمْنِیْ شَرَائِعَ مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ فَذَکَرَ الصَّلٰوۃَ وَشَہْرَ رَمَضَانَ وَمَوَاقِیْتَ الصَّلٰوۃِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تَذْکُرُ سَاعَاتٍ اَنَا فِیْہِنَّ مَشْغُوْلٌ وَلٰکِنْ عَلِّمْنِیْ جِمَاعًا مِنَ الْکَلَامِ قَالَ اِنْ شُغِلْتَ فَلَا تُشْغَلْ عَنِ الْعَصْرَیْنِ قُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ وَلَمْ تَکُنْ لُغَۃُ قَوْمِیْ قَالَ الْفَجْرُ وَالْعَصْرُ. رواہ الحاکم فی المستدرک

(۳۹۶) عَنْ فَضَالَۃَ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَکَانَ فِیْمَا عَلَّمَنِیْ وَحَافِظْ عَلَی الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ ہٰذِہٖ سَاعَاتٌ لِیْ فِیْہَا اَشْغَالٌ فَمُرْنِیْ بِاَمْرٍ

خدمت میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو نمازیں پڑھا کریں گے آپ نے ان کی یہ شرط بھی قبول کر لی (مسند احمد)

(۳۹۵) فضالہ لیثی سے روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں آپ مجھے کچھ احکام اسلام سکھائیے۔ آپ نے ان کو رمضان کے روزے، اور نماز کے اوقات تعلیم کر دیئے۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ آپ تو مجھے ایسے اوقات بتا رہے ہیں جن میں مجھے بڑی مصروفیت رہتی ہے مجھے تو کوئی مختصر بات بتا دیجئے۔ فرمایا اچھا تو کم از کم عصرین میں غفلت نہ کرنا۔ عصرین ہمارے قبیلہ کا محاورہ نہ تھا اس لئے میں نے پوچھا یا رسول اللہ عصرین کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ (مستدرک)

(۳۹۶) فضالہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اسلامی احکام کی تعلیم دی منجملہ ان کے ایک بات یہ فرمائی کہ پنجوقتہ نماز کی نگرانی رکھنا میں نے عرض کیا کہ ان اوقات میں تو مجھے بڑے کام رہتے ہیں کوئی ایسی مختصر بات بتا دیجئے کہ جب وہ کر لوں تو وہی میرے لئے کافی ہو جائے آپ نے فرمایا

لاقانونیت کی اسپرٹ پیدا کر دے۔ وہ ظاہری عبادات کی ادائیگی سے انقیاد باطن کی روح پیدا کرنا چاہتا ہے اور انقیاد باطن کی روح پیدا کر کے اعضاء ظاہری کو احکام اسلامیہ کا مطیع و منقاد بنا دینا چاہتا ہے۔ اگر ظاہر و باطن میں یہ توافق پیدا نہیں ہوتا تو پھر اس کا نام نفاق ہے یا فسق و فجور۔

(۳۹۵) بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ نصر بن عاصم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نمازوں کی معافی دیدی تھی لیکن حضرت استاذ قدس سرہ کے نزدیک نمازوں کے معاملہ میں کبھی کسی کا کوئی استثنار گوارا نہیں کیا گیا۔ اس حدیث میں جو حکم دیا گیا تھا وہ صرف یہ تھا کہ صبح و عصر کی نمازوں کا اہتمام بہ نسبت اور نمازوں کے زیادہ رکھنا چاہیے۔ قرآن کریم نے بھی ان دو نمازوں کا کئی آیتوں میں خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے اور احادیث میں بھی خاص طور پر ان کی فضیلت بیان

Marfat.com

جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي فَقَالَ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ صَلٰوةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلٰوةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۲۹۷) عَنْ حَكِيْمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى أَنْ لَا أَخِرَّ إِلَّا قَائِمًا۔ (رواہ احمد)

تو پھر عصرین کی نگہداشت رکھنا عصرین کا لفظ ہماری قوم کا محاورہ نہ تھا اس لئے میں نے پوچھا عصران کا کیا مطلب ہے آپ نے فرمایا دو نمازوں کا نام ہے ایک طلوع آفتاب سے پہلے اور دوسری غروب آفتاب سے پہلے۔ (ابوداؤد)

(۲۹۷) حکیم بن حزام روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر بیعت کی کہ میں اس کی کوشش کروں گا کہ جب نمازی مروں۔ (مسند احمد)

کی گئی ہے پس جس طرح ان آیات واحادیث میں دو نمازوں کی تخصیص سے بقیہ نمازوں کی معافی کا وہم نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح نصر بن عاصم کی حدیث میں بھی بقیہ نمازوں کی معافی کا وہم نہیں کرنا چاہئے۔ فضالہ کی ان دو مفصل روایتوں سے حضرت استاد قدس سرہ کے رائے کی صریح تائید ہوتی ہے۔ ہمارے نزدیک جو صحابی نصر بن عاصم کی حدیث میں مبہم رہ گئے ہیں وہ یہی فضالہ ہیں اسی بنا پر ان دونوں روایتوں میں جو واقعہ مذکور ہے وہ فضالہ ہی کا ایک واقعہ ہوگا۔ ان کی روایتوں سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ آپ نے ان کو بھی پہلے پانچ ہی نمازوں کی ادائیگی کا حکم دیا تھا لیکن جب انھوں نے ان اوقات میں اپنی مصروفیت کا عذر کیا تو آپ نے پہلے ہی مرحلہ پر ان کو زیادہ مقید کرنا قرین مصلحت نہ سمجھا بلکہ جس طرح ایک مشغول انسان کو وقت کی فرصت کے لحاظ سے اہم مقاصد کی زبانی تاکید کردی جاتی ہے اسی طرح ان کو بھی ان دو نمازوں کی تاکید زیادہ فرمادی جن میں بڑی سے بڑی مشغولی کے بعد بھی کوئی فروگذاشت قابل برداشت نہیں ہوسکتی۔ یہاں کسی نماز کی معافی کا کوئی تصور نہ تھا پھر اس مفصل روداد کو کسی راوی نے نصر بن عاصم کی حدیث میں اتنا مختصر کرڈالا ہے کہ اس کے الفاظ سے تین نمازوں کی معافی کا ہی وہم پیدا ہونے لگا۔ لیکن جب نصر اور فضالہ کی روایتوں میں ایک ہی واقعہ کا تذکرہ ہے تو پھر کسی راوی کے صرف لفظی اختصار کی وجہ سے اس کو دو علیحدہ علیحدہ واقعہ کی صورت دیدینا بالکل خلاف واقع ہوگا۔ یہ امر بھی قابل یادداشت ہے کہ دو نمازوں کے متعلق آپ نے محافظت کا لفظ استعمال فرمایا ہے لغت عربی کے لحاظ سے یہ لفظ بڑی وسعت رکھتا ہے۔ جماعت' خشوع وخضوع اور رعایت آداب سب اس کے مفہوم میں داخل ہیں۔ اس بنا پر دو نمازوں کی زیادہ تاکید اور تین نمازوں میں توسیع کا دائرہ ان ہی امور تک محدود سمجھنا چاہئے۔ یہاں نمازوں کے پڑھنے نہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ نمازوں میں آداب ارکان کی زیادہ رعایت وعدم رعایت کا ذکر ہے پس آپ کی توسیع کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر تم کو ان اوقات میں فرصت نہ ملے تو اور نمازوں میں جماعت کی پابندی اور وقت معین کی اتنی قید نہیں ہے جتنی ان دو نمازوں میں ہے۔

(۲۹۷) اس حدیث کی شرح میں مختلف اقوال ہیں ابو عبیدہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لا اموت الا مصلیا یعنی میں اس کی کوشش کرونگا کہ میں نمازی مروں۔ امام احمدؒ اس کا مطلب یہ تحریر فرماتے ہیں کہ میں نماز میں رکوع کے بغیر سجدہ کیا کرونگا۔ نسائیؒ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے "باب کیف یخر للسجود" یعنی سجدہ کیلئے کیسے جانا چاہئے۔ اس عنوان سے یہ نکلتا ہے کہ انھوں نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ میں سجدہ کے لئے پورا کھڑا ہونے کے بعد جایا کروں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس حدیث میں کوئی شرط فاسد نہیں ہے صرف ایک شرط کی مناسبت سے ذکر کردی گئی ہے۔ حدیث بالا کا ترجمہ امام ابو عبیدؒ کی تفسیر کے مطابق کیا گیا ہے۔

Marfat.com

(۳۹۸) عن السدوسي يعني ابن الخصاصية قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبايعه فاشترط علي شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا عبده ورسوله وأن أقيم الصلوة وأن أؤدي الزكوة وأن أحج حجة الإسلام وأن أصوم شهر رمضان وأن أجاهد في سبيل الله فقلت يا رسول الله أما اثنتان فوالله ما أطيقهما الجهاد والصدقة فإنهم زعموا أن من ولى الدبر فقد باء بغضب من الله فأخاف إن حضرت تلك جشعت نفسي وكرهت الموت والصدقة فوالله ما لي إلا غنيمة وعشر ذود هن رسل أهلي وحمولتهم قال فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم يده ثم حرك يده ثم قال فلا جهاد ولا صدقة فلم تدخل الجنة إذا قال قلت يا رسول الله أنا أبايعك قال فبايعت عليهن كلهن۔

رواه أحمد والطبراني في الكبير والأوسط والحاكم في مستدركه وصححه الذهبي قال الهيثمي ورجال أحمد موثقون۔

(۳۹۸) سدوسی روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت کیلئے حاضر ہوا، آپ نے یہ شرط لگائی کہ میں گواہی دوں کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں اور اس بات کی کہ نماز باضابطہ پڑھا کرونگا زکوٰۃ ادا کیا کرونگا اسلامی طریقہ پر حج کروں گا، ماہ رمضان شریف کے روزے رکھا کرونگا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں دو باتوں کی تو مجھ میں ہمت نہیں ایک جہاد، دوسرے صدقہ (جہاد کی تو اس وجہ سے) کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو شخص جہاد میں بھاگ جائے اس پر خدا کا غضب ٹوٹ پڑتا ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں جہاد میں شریک ہوں تو میرا نفس کہیں بے صبری نہ کرے اور موت سے ڈر نہ جائے۔ رہا صدقہ تو اس کا معاملہ یہ ہے کہ بخدا میرے پاس صرف چند بکریاں اور دس اونٹ ہیں ان ہی کے دودھ پر میرے بچوں کی گذران ہے اور وہی ہم لوگوں کی سواریاں بھی ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پیچھے کھینچ لیا پھر اپنے ہاتھ کو حرکت دیکر فرمایا (واہ) جہاد بھی نہیں اور صدقہ بھی نہیں تو پھر جنت میں کیسے جاؤ گے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اچھا تو پھر میں ان شرائط ہی پر بیعت کئے لیتا ہوں اور ان سب باتوں پر بیعت کرلی۔ (مسند احمد)

(۳۹۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطبین کی فہم کے اختلاف اور ان کی مختلف صلاحیتوں کے لحاظ سے اپنا پیرایۂ گفتگو بھی مختلف رکھا ہے یہاں ابن الخصاصیہ کی معقول پسند طبیعت دیکھی اور اس کو جہاد اور صدقہ کی ادائگی پر آمادہ پایا تو چند کلمات ترغیب ارشاد فرما کر اس کو [illegible] اور فضالہ کی حدیث میں جب وفد ثقیف کی طبیعت و درشت فطرت پر نظر کی تو ان سے کوئی بحث کرنی مناسب نہ سمجھی اور جن شرائط پر انہوں نے چاہا ان ہی پر بے تامل ان کو بیعت فرمالیا۔ مبادا افہام و تفہیم کی سختی ان کو اسلام کی اتنی آمادگی سے بھی برگشتہ کردے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۳۹۹) عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَايَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ عَلَيْنَا۔ اَنْ لَا يُشْرِكْنَ
بِاللّٰهِ شَيْئًا وَنَهَانَا عَنِ النِّيَاحَةِ فَقَبَضَتْ امْرَأَةٌ مِنَّا يَدَهَا فَقَالَتْ فُلَانَةُ اَسْعَدَتْنِيْ وَاَنَا اُرِيْدُ
اَنْ اَجْزِيَهَا فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا فَذَهَبَتْ ثُمَّ رَجَعَتْ فَمَا وَفَتْ امْرَأَةٌ اِلَّا اُمُّ سُلَيْمٍ وَاُمُّ الْعَلَاءِ وَ
ابْنَةُ اَبِيْ سَبْرَةَ امْرَأَةُ مُعَاذٍ اَوْ ابْنَتَا اَبِيْ سَبْرَةَ وَامْرَأَةُ مُعَاذٍ۔ (رواہ البخاری)

(۳۹۹) ام عطیہ روایت فرماتی ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تو آپ نے ہمارے سامنے یہ آیت پڑھی کہ خدا کا کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور ہم کو نوحہ کرنے سے بھی روکا۔ اس پر ایک عورت نے (بیعت کرنے سے اپنا) ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ فلانی عورت ایک مرتبہ میرے یہاں نوحہ کر گئی تھی میں اس کا بدلہ اتارنا چاہتی ہوں یہ سن کر آپ نے کچھ نہ فرمایا وہ گئی اور نوحہ کر کے واپس آ گئی پھر (ان عورتوں میں جو اس وقت بیعت میں شریک تھیں) کسی عورت نے اس عہد کو پورا نہ کیا بجز ام سلیم، ام العلاء اور ابو سبرہ کی دختر کے جو معاذ کی بیوی تھیں یا ابو سبرہ کی دختر اور معاذ کی بیوی کے (شک راوی ہے)۔ (بخاری شریف)

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بالخصوص جبکہ قرآن سے یہ واضح ہو چکا تھا کہ اسلام کی حلقہ بگوشی کے بعد احکام اسلامی کے ادائیگی میں جو پس و پیش ہو رہا تھا وہ آئندہ خود بخود دور ہوتا رہے گا۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ کی تفسیر میں ان جیسے واقعات کو بھی خاص طور پر پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

(۳۹۹) نوحہ کرنا اور اس کا بدلہ اتارنا عرب میں ایک ایسی لازمی سی رسم شمار ہوتی تھی کہ اس کو بخوشی ترک کر دینا ان کیلئے غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکروہ فعل کی گو صریح طور پر یہاں اجازت تو نہیں دی مگر اتنا اغماض ضرور فرمایا کہ اگر کوئی چاہے تو اسلام لانے سے قبل اپنی اس حسرت کو بھی ایک بار نکال لے تاکہ اسلام کے بعد اس کے دل میں پھر کوئی خرخشہ باقی نہ رہے۔ یہاں اس عورت کی اسی صاف گوئی کی تعریف منظور ہے کہ اگر انھوں نے ایکبار نوحہ کی آپ سے اجازت حاصل کر ہی لی تو کیا ہوا اس عہد کو اس طرح پورا بھی تو انھوں ہی نے کیا جس کی مثال بجز چند عورتوں کے دوسری پیش نہیں کر سکیں۔ صفائی کے موقعہ پر اس طرح عذر کرنا عرب کی فصاحت اور ان کا صرف ایک مذہبی تعبیر تھا ان الفاظ سے یہ اخذ کرنا کہ دوسری عورتوں نے نوحہ کی عادت گویا ترک ہی نہ کی تھی اسالیب کلام سے بدذوقی کی دلیل ہے ـــــ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان تمام واقعات سے یہ سمجھنا نہیں چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت اسلام کے وقت خلاف شرع شرطیں لگانے کی عام طور پر آئینی اجازت دے رکھی تھی بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ کسی فاسد شرط کی وجہ سے آپ نے اسلام قبول کرنے سے کسی کو اس لئے نہیں روکا کہ اسلام ایک عقد ہی ایسا ہے جو فاسد شرطوں سے فاسد نہیں ہوتا وہ شرطیں ہی خود فاسد ہو جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی کافر اپنے مسلمان ہونے کے لئے یہ شرط لگائے کہ وہ شراب برابر پیتا رہے گا تو اس کو مسلمان ہونے سے روکنا نہیں چاہیئے کیونکہ اگر وہ حرمت خمر کا معترف ہو کر شراب پیتا ہے تو بہت سے بہت فاسق ہوگا محض کافر سے تو پھر بہتر رہے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام کی حلاوت اس کی زبان سے شراب کا ذائقہ فراموش کرا دے تو پھر ایک گناہ کی وجہ سے اس کو ظلمات کفر میں ڈوبتا ہوا چھوڑ دینا کیسے گوارا کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھو جامع العلوم والحکم ص۴۵)

Marfat.com

(۴۰۰) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ أَنَّ وَفْدَ ثَقِيفٍ لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُونَ أَرَقَّ لِقُلُوبِهِمْ فَاشْتَرَطُوا عَلَيْهِ أَنْ لَا يُحْشَرُوا وَلَا يُعْشَرُوا وَلَا يُجَبُّوا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ أَنْ لَا تُحْشَرُوا وَلَا تُعْشَرُوا وَلَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ۔ (رواہ ابوداؤد فی باب خبر الطائف قال المنذری قد قیل ان الحسن البصری لم یسمع من عثمان)

(۴۰۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ اشْتَرَطَتْ ثَقِيفٌ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا صَدَقَةَ عَلَيْهِمْ وَلَا جِهَادَ وَأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَيَتَصَدَّقُونَ وَيُجَاهِدُونَ۔ (رواہ احمد ابوداؤد وسکت عنہ ابوداؤد واسنادہ لا باس بہ)

---

(۴۰۰) عثمان بن ابی العاصؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف کا وفد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے ان کو مسجد میں مہمان ٹھرایا تاکہ یہ ان کے دلوں پر اور زیادہ اثر انداز ہو انھوں نے اسلام لانے کیلئے یہ شرط لگائی کہ ان کو نہ تو کبھی جہاد کے لئے بلایا جائے گا نہ ان سے عشر لیا جائے گا اور نہ ان پر نماز پڑھنے کیلئے زور دیا جائے گا آپ نے فرمایا تم کو جہاد اور عشر کی تو معافی دی گئی۔ رہی نماز تو جس دین میں نماز نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ (ابوداؤد)

(۴۰۱) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ ثقیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط لگائی کہ (ہم مسلمان تو ہوتے ہیں) مگر ہمارے اوپر نہ صدقہ لازم ہوگا نہ جہاد آپ نے (ان کا اسلام قبول کرلیا) اور فرمایا آئندہ یہ لوگ خود بخود صدقہ بھی ادا کریں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (احمد ابوداؤد)

---

(۴۰۰) خطابیؒ فرماتے ہیں کہ تجبیہ لغت عرب میں جسم کا اگلا حصہ پست کرنے اور پچھلا بلند کرنے کو کہتے ہیں یہاں اس سے نماز پڑھنا مراد ہے۔ امام موصوف کا خیال ہے کہ جہاد اور زکوٰۃ کا استثنار بھی یہاں صرف صورۃً تھا کیونکہ جہاد ہمیشہ فرض نہیں ہوتا، زکوٰۃ بھی نصاب اور حولان حول پر موقوف ہوتی ہے اس لئے سردست ان کو ان دونوں سے سبکدوش کیا جاسکتا تھا، رہی نماز تو وہ ایک ایسی عبادت تھی جسے دن میں پانچ بار ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ اس کا استثنار کسی کے حق میں گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ نیز اس وفد ثقیف کے متعلق آپ کو یہ یقین حاصل ہوچکا تھا کہ آئندہ چل کر وہ اپنے شوق سے صدقہ بھی دینگے اور جہاد بھی کریں گے ایسی صورت میں ان کے ساتھ لفظی مناقشہ کرنا غیر ضروری تھا۔ (معالم السنن ج ۳ ص ۳۵)

(۴۰۱) یہ وہی واقعہ ہے جو اوپر کی حدیث میں ابھی گذر چکا ہے اس سے یہ صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عثمان بن ابی العاص کی حدیث میں آپ کا جہاد اور صدقہ کا استثنار فرمانا اس علم پر مبنی تھا کہ یہ لوگ اسلام کے رسوخ کے بعد اپنے شوق سے جہاد بھی کریں گے اور صدقہ بھی دیں گے —— اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک مبلغ کے لئے اصل مقاصد کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اور محض تعبیری اور لفظی مناقشات کرنا نامناسب ہے۔ بعض مرتبہ صرف لفظی گرفتوں سے اصل مقاصد ہی فوت ہوجاتے ہیں۔

Marfat.com

یصح ایمان المقلد ولا یجب علیہ المعرفۃ بالنظر

مقلد کا ایمان صحیح ہے اور اس پر دلائل سیکھنا واجب نہیں۔

معتزلہ اور متکلمین کا ایک فرقہ یہ کہتا ہے کہ مقلد کا ایمان معتبر نہیں اس پر دلائل کی روشنی میں بھی توحید و رسالت حاصل کرنا واجب ہے۔ ان کے نزدیک ایمان ایسی تصدیق کا نام ہے جو تشکیک مشکک سے بھی زائل نہ ہوسکے ایسی تصدیق دلائل کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوسکتی۔ شیخ تاج الدین سبکی نے اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہوئے تقلیدی ایمان کی چند صورتیں لکھی ہیں۔ (۱) یہ کہ اسلام کی حقانیت ہی پورے طور پر دل نشین نہ ہو اور قلب میں شک و تردد کی خلش باقی رہے۔ (۲) یہ کہ اسلام کی حقانیت کا اذعان اگرچہ حاصل ہو مگر نجات ابدی کے لئے تمام دین یکساں نظر آئیں اور ان میں جس دین کو چاہے اس کا اختیار کرنا جائز سمجھے۔ (۳) یہ کہ اسلام کی حقانیت میں کوئی شک و تردد باقی نہ ہو، نجات ابدی صرف دین اسلام میں منحصر سمجھے۔ اور اسلام کے سوا کسی اور دین کا اختیار کرنا ایک لمحہ کے لئے بھی جائز نہ سمجھے۔ پہلی دو صورتیں یقیناً معتبر نہیں اور تیسری صورت بے شبہ معتبر ہے۔ خواہ ان مقاصد کے لئے دماغ میں ایک دلیل کا بھی تصور موجود نہ ہو۔

اس حقیقت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے عہد مبارک میں کفار کے جم غفیر عین جنگ کی رعد و برق میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے ان سب کا اسلام معتبر مان لیا گیا اور کسی ایک واقعہ میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان نومسلموں کو اسلام کے فرائض و واجبات کی طرح نظر و استدلال سیکھنے کی بھی کبھی دعوت دی گئی ہو۔

صاحب روح المعانی بعض اکابر محققین سے ناقل ہیں کہ ایمان حاصل اس بدیہی تصدیق کا نام ہے جو خوش نصیبوں کے قلوب میں اس طرح سما جاتی ہے کہ اگر وہ خود بھی اسے نکالنے کی کوشش کریں تو نکال نہ سکیں، تاریخ میں ایسے لوگوں کی مثالیں کم نہیں جو دلائل پر غور و فکر کے بغیر اسلام لے آئے اور اس کے برخلاف ایسی مثالیں بہت ہیں جن کے سامنے حقانیتِ اسلام کے دلائل روز روشن کی طرح عیاں تھے مگر اس کے باوجود وہ اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم رہے۔ وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ ایمان و یقین کا حاصل ہونا صرف دلائل کی پرورش ہی پر موقوف ہوتا ہے بلکہ دلائل کی روشنی میں حاصل شدہ ایمان یکسر ناقابل وثوق اور حقیقت اذعان سے معریٰ ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس میں یہ احتمال ہر وقت قائم رہتا ہے کہ اگر دلائل دوسری جانب واضح ہو جائیں تو اسی وقت یہ ایمان بھی دوسری جانب منتقل ہو جائے۔

شیخ اکبر فتوحات مکیہ میں امام حجۃ الاسلام کی کتاب فیصل التفرقہ سے نقل فرماتے ہیں کہ متکلمین کی اس جماعت کا غلو اور حق سے انحراف بھی کس درجہ تعجب خیز ہے جو عوام کا ایمان صرف اس لئے معتبر نہیں مانتے کہ ان کو حقانیت اسلام کا یقین متکلمین کے مخترع دلائل کے مطابق حاصل نہیں ہوتا یہ جماعت ان متواتر واقعات سے بھی واقف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود اور صحابہ کے مبارک دور میں بہت سے جاہل بت پرستوں کا ایمان معتبر مان لیا گیا تھا حالانکہ نہ خود ان کو دلائل کا علم حاصل تھا اور نہ کسی نے بعد میں ان کو دلائل کی تعلیم دی تھی، اور اگر بالفرض ان کو تعلیم دی بھی جاتی تو وہ اپنے جہل کی وجہ سے ان کے سمجھنے سے بھی قاصر رہتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایمان ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل ورحمت سے بندہ کے قلب میں ڈال دیتا ہے اس کا ظاہری سبب کبھی تو کوئی باطنی تحریک ہو جاتی ہے جیسے کوئی خواب اور کبھی کسی دیندار کی زیارت روایات سے ثابت ہے کہ بعض منکرین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے روئے انور پر نظر ڈالتے کے ساتھ ہی بیساختہ بول اٹھے کہ یہ چہرہ کاذب کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے واقعات ایک دو نہیں بہت ہیں ان میں ایک شخص بھی بعد میں دلائل کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول نہیں ہوا بلکہ وہی ایک نور ایمانی کا ذرہ جو ان کے قلب میں پہلی بار پڑ گیا تھا تلاوتِ قرآن وغیرہ کے ذریعہ خود بخود پھیلتا چلا گیا۔ کافی ہیں کوئی بتاتا کہ کب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدوث عالم کے دلائل شکل اول اور ایجاب صغریٰ اور کلیہ کبریٰ کے شرائط کے ساتھ کسی کو تعلیم دیئے تھے اور کب کسی سے فرمایا تھا کہ العالم متغیر وکل متغیر حادث۔ یا اس کے ہم معنی الفاظ کی تعلیم دی تھی۔ ہاں اس کے برخلاف یہ ضرور ثابت ہے کہ ٹھیک جنگ میں لوگ اسلام کے حلقہ بگوش ہوتے پھر بعد میں ان کو صلوٰۃ اور زکوٰۃ کے احکام تو سکھائے جاتے مگر توحید و رسالت کے دلائل کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ کی جاتی۔ مجھے اس سے انکار نہیں ہے کہ متکلمین کے دلائل بھی ایمان کا ایک سبب بن سکتے ہیں۔ مگر اس امر کے تسلیم کرنے میں بہت تامل ہے کہ ایمان صرف دلائل کی پشت پناہی پر موقوف ہے۔ میرے نزدیک وہ ایمان جو دلیل پر مبنی ہو ضعیف ترین ایمان ہے۔ راسخ اور قوی ایمان وہ ہے جو اخبار متواترہ کے ذریعہ سے دور طفولیت ہی میں نصیب ہو جاتا ہے یا بلوغ کے بعد ایسے قرائن کے ذریعہ میسر آجاتا ہے جن کو اگر زبان سے ادا کرنا چاہیں تو بھی ادا نہیں کر سکتے یہی وہ ایمان ہے جو شک و تردد سے محفوظ ہوتا ہے کیونکہ شک و تردد کا محل دلائل ہوتے ہیں جہاں دلائل نہیں وہاں شک و تردد بھی نہیں (روح المعانی ج ۲۶ ص ۵۰، ۵۵) اور الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۲۵۵۔

Marfat.com

(۴۰۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ اِلٰی بَنِیْ جَذِیْمَۃَ فَدَعَاھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ فَلَمْ یُحْسِنُوْا اَنْ یَّقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا فَجَعَلُوْا یَقُوْلُوْنَ صَبَاْنَا صَبَاْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ یَقْتُلُ وَیَاْسِرُ وَدَفَعَ اِلٰی کُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَہٗ حَتّٰی اِذَا کَانَ یَوْمٌ اَمَرَ خَالِدٌ اَنْ یَّقْتُلَ کُلُّ رَجُلٍ مِّنَّا اَسِیْرَہٗ فَقُلْتُ لَا اَقْتُلُ اَسِیْرِیْ وَلَا یَقْتُلُ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ اَسِیْرَہٗ حَتّٰی قَدِمْنَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرْنَا لَہٗ فَرَفَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَیْکَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَیْنِ۔

یصح الاسلام وان کان من خوف القتل

(۴۰۳) عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ مَالِکٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَرِیَّۃً

---

(۴۰۲) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو قبیلہ بنی جذیمہ کی طرف روانہ کیا وہ گئے اور ان کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کی انھیں لفظ اسلمنا (ہم اسلام لائے) کہنا نہ آیا اور اس کی بجائے وہ صبانا صبانا کہنے لگے (یعنی ہم اپنے دین سے پھر گئے) خالد بن ولیدؓ نے (یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہوئے) انھیں قتل کرنا اور قید کرنا شروع کر دیا اور فوج کے ہر شخص کو ایک ایک قیدی سپرد کر دیا۔ (اور اس کے قتل کا ایک دن مقرر کر دیا) جب وہ دن آیا جس دن کہ خالد نے اس کا حکم دیا تھا کہ ہم میں ہر فوجی اپنے اپنے قیدی کو قتل کرے گا تو میں نے کہا نہ تو میں اپنے قیدی کو خود قتل کروں گا اور نہ میرا کوئی اور رفیق قتل کرے گا یہاں تک کہ جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے تو ہم نے یہ واقعہ آپ کے سامنے پیش کیا آپ نے سن کر فوراً اپنے دستِ مبارک اٹھا دیئے اور دو بار فرمایا اے اللہ! خالد نے جو غلطی کی میں اس سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتا ہوں۔ (بخاری شریف)

جان بچانے کے خوف سے اسلام لانا بھی معتبر ہو جاتا ہے

(۴۰۳) عتبہ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبیلہ کے مقابلہ میں فوج کا

---

(۴۰۳) قسطلانی نقل کرتے ہیں کہ یہ فوجی دستہ دعوتِ اسلام کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کو لفظاً اسلام کہنے کا سلیقہ بھی حاصل نہ تھا ان میں دلائل قطعیہ سوچنے کی صلاحیت کہاں ہو سکتی تھی اس کے باوجود ان کا اسلام معتبر سمجھ لیا گیا تھا۔

Marfat.com

فَأَغَارُوا عَلَى قَوْمٍ فَشَذَّ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّبَعَهُ رَجُلٌ مِنَ السَّرِيَّةِ مَعَهُ السَّيْفُ شَاهِرٌ فَقَالَ الشَّاذُّ مِنَ الْقَوْمِ إِنِّي مُسْلِمٌ فَلَمْ يَنْظُرْ فِيهَا فَضَرَبَهُ فَقَتَلَهُ فَنُمِيَ الْحَدِيثُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فِيهِ قَوْلًا شَدِيدًا فَبَلَغَ الْقَاتِلَ فَبَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ إِذْ قَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قِبَلَهُ مِنَ النَّاسِ وَأَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ قَالَ الثَّانِيَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَنْ مَنْ قِبَلَهُ مِنَ النَّاسِ وَأَخَذَ فِي خُطْبَتِهِ ثُمَّ لَمْ يَصْبِرْ أَنْ قَالَ الثَّالِثَةَ وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا قَالَ الَّذِي قَالَ إِلَّا تَعَوُّذًا مِنَ الْقَتْلِ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَفُ الْمَسَاءَةُ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبَى عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا قَالَهَا ثَلَاثًا

(رواه الحاکم فی المستدرک وقال الذہبی علی شرط مسلم)

ایک مختصر دستہ بھیجا انھوں نے جا کر اس پر حملہ کیا ان میں کا ایک شخص اکیلا بھاگ نکلا اسلامی فوج کے ایک سپاہی نے کھینچی ہوئی تلوار لیکر اس کا پیچھا کیا اس اکیلے بھاگنے والے شخص نے کہا میں اسلام قبول کرتا ہوں مگر اس سپاہی نے ایک نہ سنی اور تلوار مار کر اسے ٹھنڈا ہی کر دیا۔ شدہ شدہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پہنچ گئی آپ نے اس کے متعلق سخت الفاظ فرمائے جب یہ خبر قاتل کو معلوم ہوئی تو (وہ حاضر ہوا) اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اس قاتل نے کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے کیلئے اسلام قبول کیا تھا آپ نے اس کی طرف سے اور جو لوگ اس طرف موجود تھے، سب سے اپنا روئے مبارک پھیر لیا، اور خطبہ دینے میں مشغول ہوگئے اس نے دوبارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لئے اسلام قبول کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کی طرف سے اور جو لوگ ادھر تھے ان سے اپنا چہرۂ مبارک پھیر لیا اور خطبہ دینے میں مشغول ہوگئے اس شخص سے رہا نہ گیا اس نے پھر سہ بارہ کہا یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے صرف جان بچانے کے لئے اسلام قبول کیا تھا اب کی بار آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آثار ناگواری چہرہ انور پر نمایاں تھے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کے قاتل کا عذر قبول کرنے کی مجھے اجازت نہیں دی، تین بار فرمایا۔

(حاکم)

Marfat.com

(۴۰۴) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنْ لَقِيْتُ رَجُلًا
مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِيْ فَضَرَبَ إِحْدٰى يَدَيَّ بِالسَّيْفِ فَقَطَعَهَا ثُمَّ لَاذَ مِنِّيْ بِشَجَرَةٍ فَقَالَ
أَسْلَمْتُ لِلّٰهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ
قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّهُ قَدْ قَطَعَ يَدِيْ ثُمَّ قَالَ ذٰلِكَ بَعْدَ أَنْ قَطَعَهَا أَفَأَقْتُلُهُ قَالَ قَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتَهُ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَتِكَ قَبْلَ أَنْ تَقْتُلَهُ وَإِنَّكَ
بِمَنْزِلَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَقُوْلَ كَلِمَتَهُ الَّتِيْ قَالَ۔ (رواہ مسلم)

(۴۰۵) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَا بَالُ
الرَّجُلِ يَقْتُلُ الرَّجُلَ وَهُوَ يَقُوْلُ أَنَا مُسْلِمٌ فَقَالَ الْقَاتِلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّمَا قَالَهَا مُتَعَوِّذًا

(۴۰۴) مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ اگر کافروں میں کسی شخص سے میرا مقابلہ ہوجائے اور وہ مجھ سے جنگ کرنے لگے اور میرا ایک ہاتھ تلوار سے کاٹ دے پھر مجھ سے ایک درخت کی پناہ لے اور کہے کہ میں خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے اسلام قبول کرتا ہوں تو یا رسول اللہ اس کلمہ کے بعد کیا میں اس کو قتل کرسکتا ہوں آپ نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے کہا یا رسول اللہ اس نے تو یہ کلمہ اس وقت کہا ہے جب پہلے میرا ہاتھ کاٹ لیا ہے پھر میں اسے کیسے قتل نہ کروں آپ نے فرمایا ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ اگر اسے قتل کروگے تو اب وہ ایسا ہی قابل احترام مسلمان ہوگیا ہے جیسا تم اس کے قتل کرنے سے پہلے تھے اور تم اب اسی طرح مباح الدم ہوجاؤگے جیسا وہ اس کلمہ کے پڑھنے سے پہلے تھا۔ (مسلم)

(۴۰۵) عقبہ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا اس شخص کا بھی کیا حال ہے جو ایسے شخص کو بھی مار ڈالتا ہے جو برابر اپنی زبان سے یہ اقرار کررہا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ (یہ سن کر) قاتل نے عذر کیا یا رسول اللہ یہ کلمہ تو اس نے صرف پناہ لینے کے لئے کہدیا تھا، آپ

(۴۰۴) یعنی تم اس کے قتل کرنے سے پیشتر ایک معصوم الدم مسلمان تھے اور اب اس کے قتل کے بعد ایک مباح الدم انسان ہوجاؤگے جیسا وہ کلمۂ اسلام پڑھنے سے قبل ایک مباح الدم کافر تھا اور اب اس کلمہ کی بدولت ایک معصوم الدم مسلمان بن گیا ہے۔

(۴۰۵) ظاہر ہے کہ جنگ کے ان حالات میں دلائل پر غور کرنے کی کب فرصت ہوسکتی ہے اس لئے ان حالات میں صرف تقلیدی اسلام ہوسکتا ہے پھر جب اس پر بھی نظر ڈالی جائے کہ جنگ کے بعد ان نومسلموں کا حال کیا رہا تو نہ خود ان کی طرف سے دلائل حقانیت معلوم کرنے کا کوئی ذوق وشوق ثابت ہوتا ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ان کے گردن پر اس کا بار ڈالا جاتا ہے کیا اس سے یہ صاف نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایمان کے لئے دلائل کا حاصل کرنا کوئی ضروری امر نہیں تھا صرف اطمینان قلبی اور آئندہ اطاعت کا عزم کرلینا کافی سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ڈر کر اسلام لے آنا بھی معتبر ہے۔

Marfat.com

فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰكَذَا وَكَرِهَ مَقَالَتَهُ وَحَوَّلَ وَجْهَهُ عَنْهُ فَقَالَ أَبَى اللّٰهُ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا أَبَى اللّٰهُ عَلَيَّ مَنْ قَتَلَ مُسْلِمًا۔ (رواہ الحاکم)

(۴۰۶) أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ يَقُولُ بَعَثَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشِيْنَاهُ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتّٰى قَتَلْتُهُ فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ قُلْتُ كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (متفق علیہ) وفی طریق عند مسلم قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا

اس کی یہ بات ناپسند ہوئی اور آپ نے اپنا چہرۂ مبارک اس کی طرف سے پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کے قاتل کا عذر قبول کرنے کیلئے مجھ سے انکار فرما دیا ہے (دو بار فرمایا) (حاکم)۔

(۴۰۶) اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جہینہ حرقہ سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا ہم نے صبح صبح ان پر جاکر چھاپا مارا اور ان کو شکست دیدی۔ میں نے اور ایک انصاری شخص نے ان کے ایک آدمی کو جا لیا جب اس کو گھیر لیا تو اس نے کہا لا الٰہ الا اللہ (یہ سن کر) وہ انصاری تو رک گیا مگر میں نے اس کے نیزہ مار ہی دیا، جب ہم واپس ہوئے تو یہ خبر آپ تک بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا اے اسامہ! کیا لا الٰہ الا اللہ کہنے کے بعد بھی تم نے اسے قتل کر ڈالا۔ میں نے عرض کیا وہ تو اس بہانہ سے اپنی جان بچا رہا تھا۔ آپ تھے کہ بار بار یہی بات فرمائے جاتے تھے یہاں تک کہ مجھے یہ آرزو ہونے لگی کہ کاش میں آج سے قبل مسلمان نہ ہوا ہوتا (تاکہ آج مسلمان ہونے کی وجہ سے میرا یہ گناہ بھی بخش دیا جاتا) مسلم کے ایک طریقہ میں یوں ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے

(۴۰۶) شارح عقیدہ سفارینی نے امام بخاری جیسے جلیل القدر حافظ حدیث کی طرف یہ نسبت کر دی ہے کہ خوف کی حالت کا اسلام معتبر نہیں ہوتا۔ (شرح عقیدہ سفارینی ج ۱ ص ۳۶۸) حضرت استاذ قدس سرہ کے نزدیک یہ نسبت خلاف تحقیق ہے ہاں یہ ہے کہ جو اسلام جان بچانے کی نیت سے صرف نمائشی طور پر ہو، قلب کو اذعان و سکون کا اس میں ایک ذرہ بھی نصیب نہ ہوا ہو اس میں شک و تردد کی خلش باقی رہے۔ تو بے شبہ ایسا اسلام معتبر نہ ہونا چاہئے اور اسی قسم کا اسلام امام بخاریؒ کی مراد ہو سکتا ہے لیکن اگر قلب یقین و اذعان سے معمور ہو چکا ہے شک و تردد کی اس میں کوئی گنجائش نہیں رہی تو ایسا اسلام قطعاً معتبر ہے۔ امام بخاریؒ ہرگز اس کے مخالف نہیں ہو سکتے اور کیسے مخالف ہو سکتے جبکہ تاریخ اسلام ایسے افراد سے بھری پڑی ہے جو شمشیروں کی جھنکاروں میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے اس کے باوجود ان کا اسلام قبول کرنے میں ذرا تردد نہیں کیا گیا اور اسی لئے جب خوف و ہراس کی فضا چھٹ گئی تو ان لوگوں نے کبھی اپنے اصل مذہب کی طرف رجوع کا اعلان نہیں کیا۔ کیا یہ اس امر کا کھلا ہوا ثبوت نہیں ہے کہ جو اسلام وہ خوف کی فضا میں قبول کر چکے تھے وہ صرف نمائشی نہ تھا بلکہ صمیم قلب سے تھا ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ بعد میں وہ اس حقیقت کا اعلان نہ کر دیتے اس تاریخی ثبوت سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ خوف کی

Marfat.com

قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا وَفِي طَرِيقٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا أُسَامَةَ فَسَأَلَهُ لِمَ قَتَلْتَهُ فَقَالَ كَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اسْتَغْفِرْ لِي قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَجَعَلَ لَا يَزِيْدُ عَلَى أَنْ يَقُوْلَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

الكراهية الطبعية لا تخالف صحة الإسلام إذا انقاد له بقلبه

(۴۰۷) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِرَجُلٍ أَسْلِمْ قَالَ أَجِدُنِي كَارِهًا

یہ کلمہ ہتھیار کی ڈر سے صرف زبانی پڑھ لیا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا تاکہ پتہ چل جاتا کہ اس نے دل سے پڑھا تھا یا نہیں۔ ایک اور طریقہ میں ہے کہ آپ نے اسامہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا۔ اس سلسلہ میں فرمایا جب یہ کلمہ قیامت میں آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے استغفار فرمائیے آپ یہی فرماتے رہے کہ جب یہ کلمہ قیامت میں آئے گا تو اس وقت تم اس کا کیا جواب دو گے۔ آپ ان کے اصرار پر بھی یہی ایک جواب دیتے رہے کہ جب یہ کلمہ قیامت میں آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے۔

طبعی کراہت صحت اسلام کے منافی نہیں بشرطیکہ قلب اپنے اختیار سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو جائے

(۴۰۷) انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا اسلام قبول کر لو

حالت میں یا دلائل کے بغیر یقین و اذعان حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔

یہ واضح رہنا چاہئے کہ مذہب کی تبدیلی جس طرح دلائل کی بنیاد پر ہو سکتی ہے اسی طرح طمع دنیوی یا کسی خوف وہراس کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے اور ہر صورت میں اگر انسان اپنے قدیم مذہب کے چھوڑنے اور دین اسلام کے اختیار کر لینے پر راضی ہو چکا ہے تو گو اس کے اسلام قبول کرنے کا سبب قابل تعریف نہ ہو لیکن اس کے اسلام قبول کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کیا جا سکتا۔ وفد عبد القیس کے حق میں آپ کے یہ کلمات غیر خزایا ولا ندامی۔

اسی طرف اشارہ تھے کہ ان کا اسلام کسی خوف و طمع کی بنیاد پر نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ اس قبیلہ کے سوا جن بعض قبائل نے خوف کی وجہ سے اسلام قبول کیا تھا وہ ہر چند کہ قابل تعریف نہ تھا مگر تاہم معتبر تھا۔

(۴۰۷) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر قلب اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو چکا ہے تو پھر وہ طبعی کراہت جو مدت مدید تک کفر کی زندگی بسر کرنے کی وجہ سے غیر اختیاری طور پر باقی رہ گئی ہے صحت اسلام کے منافی نہیں۔ اب بھی بہت سے مسلمان ہیں جن کو زکوٰۃ ادا کرنا، نماز با جماعت اور دیگر ارکان اسلام بجا لانا بار گراں ہی معلوم ہوتا ہے لیکن جو

Marfat.com

قَالَ أَسْلِمْ وَإِنْ كُنْتَ كَارِهًا رواه احمد ورجاله من رجال الصحيحين وهو من ثلاثيات الامام احمد واورده السيوطي في الجامع الصغير وعزاه للامام احمد وابي يعلى والضياء المقدسي ورمز له بالصحة۔

يعتبر اسلام الاسير وان لم يفلح كل الفلاح

(۴۰۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كَانَتْ ثَقِيفُ حُلَفَاءَ لِبَنِي عُقَيْلٍ فَأَسَرَتْ ثَقِيفُ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسَرَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَجُلًا مِنْ بَنِي عُقَيْلٍ فَأَوْثَقُوهُ فَطَرَحُوهُ فِي الْحَرَّةِ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فِيمَا أُخِذْتُ قَالَ بِجَرِيرَةِ حُلَفَائِكُمْ ثَقِيفٍ فَتَرَكَهُ وَمَضَى فَنَادَاهُ يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ فَرَحِمَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ فَقَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ إِنِّي مُسْلِمٌ فَقَالَ لَوْ قُلْتَهَا وَأَنْتَ

اس نے کہا میں تو اپنے دل میں کچھ کراہت سی محسوس کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اسلام قبول کر لو اگرچہ کراہت محسوس ہو۔ (رفتہ رفتہ یہ کراہت نکل جائے گی۔ (احمد)

قیدی کا اسلام بھی معتبر ہے مگر اس کو قید سے رہا نہ کیا جائے گا

(۴۰۸) عمران بن حصین روایت فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف بنی عقیل کے حلیف تھے، ثقیف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی پکڑ لئے تھے، اس لئے آپ کے صحابہ نے بھی بنی عقیل کا ایک شخص پکڑ لیا اور اور اس کو باندھ کر مدینہ کے سنگستان میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو اس نے آپ کو یا محمد یا محمد کہہ کے آواز دی اور کہا بھلا مجھے کس جرم میں گرفتار کیا ہے فرمایا تیرے حلیف ثقیف کے جرم میں (انھوں نے ہمارے دو شخص گرفتار کر رکھے ہیں) آپ نے اسے پڑا رہنے دیا اور تشریف لے گئے اس نے پھر یا محمد یا محمد کہہ کے آواز دی آپ کو اس پر رحم آگیا آپ واپس ہوئے اور فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے وہ بولا میں مسلمان ہوتا ہوں آپ نے

یہ گرانی غیر اختیاری ہوتی ہے اس لئے ان کے اختیاری اسلام کے منافی نہیں سمجھی جاتی پھر نور اسلام میں جتنا انشراح جتنی کشادگی پیدا ہوتی جاتی ہے اتنی ہی یہ گرانی خود بخود کم ہوتی جاتی ہے۔ دور اول میں اکثری طور پر تو اسلام کی صداقت کا یقین بدیہی طور پر حاصل ہوتا تھا، انکار و انحراف جو کچھ بھی ہوتا وہ صرف ضد، عصبیت اور غیرت قومی کی بنا پر ہوتا اس لئے جب کبھی وہ کسی باعث سے اسلام قبول کرتے تو ان کا اسلام قلبی طور پر ہی ہوتا تھا۔ اگر کسی کو طبعی کراہت ہوتی تو یہ بھی بہت شاذ و نادر تھی۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ذکر کراہت کا ہے اکراہ کا نہیں۔ بعض نادان اس حدیث میں اکراہ اور کراہت میں فرق نہیں کرتے

Marfat.com

تَمَّ فِدَاكَ أَمْرَكَ أَفْلَحْتَ كُلَّ الْفَلَاحِ قَالَ فَفَدَاهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ
أَسَرَتْهُمَا ثَقِيفٌ۔ (رواہ مسلم)

(۴۰۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ لِلنَّاسِ يَأْتُونَ
بِهِمْ فِي السَّلَاسِلِ فِي أَعْنَاقِهِمْ حَتَّى يَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ (بخاری)

جواز استسرار الایمان للخائف

(۴۱۰) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْصُوا لِي كَمْ يَلْفِظُ
الْإِسْلَامَ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَخَافُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ مَا بَيْنَ السِّتِّ مِائَةٍ إِلَى السَّبْعِ مِائَةٍ قَالَ

فرمایا کہ یہ بات اگر تو اس وقت کہتا جب تو گرفتار نہ ہوا تھا تو پورے طور پر کامیاب ہو جاتا راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اس کو ان دو شخصوں کے بدلہ میں دیدیا جن کو ثقیف نے پکڑ لیا تھا۔ (مسلم)

(۴۰۹) ابو ہریرہؓ سے کنتم خیر امۃ کی تفسیر میں منقول ہے کہ لوگوں کے حق میں تمہاری بہتری اور خیریت یہ ہے کہ تم کافروں کی گردنوں میں زنجیریں ڈال ڈال کر انھیں قید کر کے لاتے ہو یہاں تک کہ ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت سما جاتی ہے اور وہ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

خوف کی حالت میں اپنا ایمان پوشیدہ رکھنا درست ہے

(۴۱۰) حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک غزوہ میں) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے آپ نے ارشاد فرمایا مجھے شمار کر کے کلمہ گو لوگوں کی تعداد بتاؤ۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو ہمارے متعلق کچھ اندیشہ ہے حالانکہ اس وقت ہم چھ سو اور سات سو کے درمیان ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نہیں جانتے شاید

---

(۴۱۰) نووی کہتے ہیں کہ لفظ الست مائۃ نحوی قاعدہ کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے لیکن مسلم کے علاوہ دوسری کتب میں بھی لفظ ستمائۃ الف لام کے بغیر بھی روایت کیا گیا ہے یہ بالکل بے غبار ہے۔ دوسرا اشکال اس روایت میں لشکر کی تعداد کے مطابق ہے۔ امام بخاری کے یہاں ڈیڑھ ہزار کی تعداد مذکور ہے۔ شارحین نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں مگر ان میں کوئی تشفی بخش نہیں ہے۔ حضرت استاد کے نزدیک جو اختلافات ذیلی قصے میں پیدا ہو جائیں اگر ان سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہوتا تو ان کے فیصلے کے درپے ہونا صنعت کی مزدوری ہے۔ ہاں اگر صرف تاریخی لحاظ سے کوئی شخص اس طرف توجہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

یہاں ہماری غرض صرف یہ ہے کہ خوف و ہراس کی زندگی میں اس امر کی اجازت ہے کہ اسلام احکام چھپ کر

Marfat.com

إِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّكُمْ اَنْ تُبْتَلُوْا قَالَ فَابْتُلِيْنَا حَتّٰى جَعَلَ الرَّجُلُ مِنَّا لَا يُصَلِّيْ اِلَّا سِرًّا (رواه مسلم والبخاری)

(۲۱۱) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً فِيْهَا الْمِقْدَادُ بْنُ الْاَسْوَدِ فَلَمَّا اَتَوُا الْقَوْمَ وَجَدُوْهُمْ قَدْ تَفَرَّقُوْا وَبَقِيَ رَجُلٌ لَهٗ مَالٌ كَثِيْرٌ لَمْ يَبْرَحْ فَقَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَهْوٰى اِلَيْهِ الْمِقْدَادُ فَقَتَلَهٗ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ اَقَتَلْتَ رَجُلًا شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهِ لَاَذْكُرَنَّ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ رَجُلًا

(آئندہ) تم کسی آزمائش میں ڈالے جاؤ۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا اور نوبت یہاں تک آگئی کہ ہم میں ایک شخص کو نماز بھی چھپ چھپ کر پڑھنی پڑی (مسلم۔ بخاری)

(۲۱۱) سعید بن جبیرؓ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک مختصر دستہ (ایک کافر جماعت کی طرف) روانہ کیا۔ اس میں مقداد بن الاسود بھی شامل تھے۔ جب وہ دستہ ان کے پاس پہنچا تو وہ (پہلے ہی) ادھر ادھر بھاگ چکے تھے صرف ایک شخص جو بڑا مالدار تھا اپنی جگہ باقی رہ گیا تھا، وہ اپنی جگہ سے کہیں نہ گیا تھا اس نے (انھیں دیکھکر) کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کوئی نہیں مگر ایک اللہ مقدادؓ اس کے باوجود اس کی طرف بڑھے اور اس کو مار ڈالا ان کے رفقاء میں ایک شخص نے کہا آپ نے اس شخص کو

ادا کرلے جائیں۔ مگر یہ مرحلہ زیر بحث رہے گا کہ اس اخفاء کی اجازت کن حالات میں دیجا سکتی ہے۔ ایک بزدل کو اپنی زندگی ہر جگہ اور ہر وقت خوف و ہراس کی زندگی نظر آتی ہے۔ اسلامی احکام میں ایسے بزدلوں کی رعایت نہیں کی جا سکتی جیسا کہ ان بہادروں کو بھی معیار نہیں بنایا جا سکتا جن کے سامنے عاقبت اندیشی سے پہلے جانبازی کی منزل آجاتی ہے وہ خوف و ہراس کے میدانوں کو سکون و اطمینان کی آرام گاہیں تصور کرلیتے ہیں ایک عالمگیر مذہب کو جوش اور ہوش دونوں کی تعلیم دینی چاہیے اس لیے مصلحت کے وقت اسلام نے اخفاء ایمان کی بھی اجازت دیدی ہے۔ حتی کہ بصورت اکراہ دبی زبان سے کلمۂ کفر ادا کرنے کی بھی رخصت دیدی گئی ہے بشرطیکہ دل اندر سے مطمئن رہے۔ اگرچہ افضل اب بھی یہی ہے کہ اپنی جان قربان کردے اور کلمۂ کفر زبان سے ادا نہ کرے ؎

دی کس خوشی سے جان تہ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اخفاء ایمان اور اظہار کفر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اخفاء ایمان کا یہ مطلب نہیں کہ کلمات کفر زبان سے نکالے اور اعمال کفر کرڈالے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو احکام اسلام وہ امن کی حالت میں کھلم کھلا ادا کیا کرتا تھا اب حالت خوف میں وہ چھپ کر ادا کر سکتا ہے اس سے کفر کے اعمال ادا کرنے کی رخصت سمجھ لینا سخت مہلک غلطی ہے۔

Marfat.com

شہد ان لا الٰہ الا اللہ فقتلہ المقداد فقال ادعوا لی المقداد یا مقداد اقتلت رجلا یقول لا الٰہ الا اللہ فکیف لک بلا الٰہ الا اللہ غدا فانزل اللہ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا ضربتم فی سبیل اللہ فتبینوا ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا تبتغون عرض الحیوۃ الدنیا فعند اللہ مغانم کثیرۃ کذالک کنتم من قبل فمن اللہ علیکم فتبینوا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للمقداد کان رجل مؤمن یخفی ایمانہ مع قوم کفار فاظہر ایمانہ فقتلتہ وکذالک کنت تخفی ایمانک بمکۃ (رواہ البزار وہی اخرہ البخاری تعلیقا)

یصح الاسلام باخص افعال الاسلام وان لم یتلفظ بشئ

(۳۱۲) عن جریر بن عبد اللہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سریۃ الی خثعم فاعتصم ناس منہم بالسجود فاسرع فیہم القتل فبلغ ذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا کیسے قتل کر دیا۔ بخدا یہ بات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کر رہوں گا۔ جب یہ لوگ آپ کی خدمت میں آئے تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک شخص نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیدی تھی اس کے باوجود مقداد نے اس کو قتل کر ڈالا۔ آپ نے فرمایا مقداد کو میرے سامنے بلاؤ (مقداد آئے تو آپ نے فرمایا) مقداد کیا تم نے اس شخص کو بھی قتل کر ڈالا جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا (بولو) قیامت میں اس کلمہ کا کیا جواب دو گے اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اے ایمان والو جب کہیں سفر کے لئے جایا کرو تو خوب تحقیق کر لیا کرو اور جب کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ مت کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں۔ کیا تم دنیا کی دولت چاہتے ہو سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت سی غنیمتیں ہیں تم بھی پہلے ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا اس لئے آئندہ تحقیق کر لیا کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقداد سے کہا یہ ایک مومن شخص تھا جو کافروں میں اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا تو تم نے اسے قتل کر دیا۔ آخر تم بھی تو جب مکہ مکرمہ میں تھے تو اسی طرح اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔ (بزار)

اگر کافر کوئی اسلامی شعار ادا کر کے اپنا مسلمان ہونا ظاہر کردے تو اس کا اسلام معتبر ہوجائیگا خواہ وہ زبان سے کچھ نہ کہے

(۳۱۲) جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ قبیلہ خثعم کی سمت روانہ کیا ان میں سے کچھ لوگوں نے سجدہ میں گر کر اپنی جان بچانی چاہی (لشکر اسلام نے

Marfat.com

فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ لِمَ قَالَ لَا تَتَرَاءَى نَارَاهُمَا۔ (رقم ۱۰ ابوداؤد)

اس کی پرواہ نہ کی) اور کسی تاخیر کے بغیر ان کو قتل کر ڈالا جب یہ واقعہ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ان کی نصف دیت ادا کرنے کا حکم دیا اور فرمایا میں ہر ایسے مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کی جماعت میں گھس کر رہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیوں؟ فرمایا دونوں کو اتنے فاصلہ پر رہنا چاہیے کہ ایک کو دوسرے کی آگ کی روشنی نظر نہ آئے۔ (ابوداؤد)

(۲۱۴) اسلام قبول کرنے کی پہلی برکت یہ ہے کہ اس کی حلقہ بگوشی کے بعد ہی جان و مال دونوں کی عصمت فوراً نصیب ہو جاتی ہے فقہا کے نزدیک اس عصمت کی دو قسمیں ہیں عصمت مؤثمہ اور عصمت مقومہ۔ جس کے ازالہ سے صرف گناہ ہو اس کو عصمت مؤثمہ کہتے ہیں اور جس کے ازالہ سے دیت لازم ہو اس کا نام عصمت مقومہ ہے۔ پہلی عصمت اسلام قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری دارالاسلام کی سکونت سے۔ اس لحاظ سے اگر ایک مسلمان دارالحرب میں رہتا ہے تو اس کو عصمت مؤثمہ تو حاصل ہے مگر عصمت مقومہ حاصل نہیں ہے اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں قتل کر دیا جائے تو اس کے قاتل کو صرف گناہ ہوگا مگر اس پر دیت لازم نہ آئے گی لیکن یہاں ہم چونکہ یہاں معاملہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کا خون یونہی رائیگاں چلا جائے اور نصف دیت ادا کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اور آئندہ کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ پوری پوری عصمت اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ اسلام لانے کے ساتھ سکونت بھی دارالاسلام کی اختیار کر لی جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب کی سکونت مسلمان کے لئے موزوں نہیں۔ لیکن واضح رہے کہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کا سوال اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جبکہ کسی خطہ پر دارالاسلام کا وجود بھی ہو اور اس کی طرف ہجرت کرنا ممکن بھی ہو لیکن اگر بدنصیبی سے صفحۂ ہستی پر دارالاسلام کا وجود ہی نہ رہے یا مسلمانوں کی مسلسل غفلت کی وجہ سے دارالحرب میں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ دارالاسلام میں ان کی کھپت کا امکان ہی نہ ہو تو اب ہجرت کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ ان حالات میں مسلمانوں پر فرض ہوگا کہ وہ اپنے ہی ماحول میں رہ کر ایسی فضا پیدا کرنے کی سعی میں لگے رہیں جس میں آئین اسلام پر عمل کرنے کی انہیں پوری آزادی حاصل ہو جائے اور جب تک آئین اسلام پر عمل کرنے میں کوئی ادنیٰ رکاوٹ باقی رہے اس وقت تک راحت کی نیند نہ لیں۔ مسلمانوں کی تعداد کی زیادتی کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری بھی اور بڑھتی جائے گی منتشر افراد و اشخاص یا مختصر جماعتیں تو "مستضعفین فی الارض" (ملک میں کمزور اور بے بس) ہونے کا عذر کر سکتی ہیں لیکن متعدد اور بڑی بڑی جماعتوں کے لئے یہ عذر کرنا بھی غلط ہے اس لئے ان کا ایک ہی نصب العین ہو جانا چاہیے کہ وہ ایک مقہور زندگی کو نکل کر ایسی زندگی کے لئے سعی کریں جس میں احکام اسلام پر عمل پیرا ہونے کی انہیں پوری پوری آزادی حاصل ہو جائے، یہ مقصد اگر دفعۃً حاصل نہ ہو سکے تو بالتدریج ہی لیکن اس سے قبل کسی ناتمام اور ادھوری آزادی پر قناعت کر کے بیٹھ رہنا ناقابل عفو جرم ہوگا جس کی پاداش بھگتنا ہوگی۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کفار سے دور دور رہنے کا جو حکم بیان دیا گیا ہے وہ صرف اسی لئے ہے کہ اسلامی معاشرت کفر کے اثرات سے متاثر نہ ہو۔ یہ خطرہ اسی مقام پر پیدا ہو سکتا ہے جہاں اسلام کو اقتدار و طاقت حاصل نہ ہو، جہاں اسلام کو شوکت و طاقت حاصل ہو وہاں عقلی اور نفسیاتی کسی لحاظ سے بھی تاثر کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ حدیث مذکور میں لا تتراای ناراھما کا فقرہ ایسے ہی ماحول میں ارشاد فرمایا گیا تھا (باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

(۴۱۳) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ بِنَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم يَرْعٰى غَنَمًا لَهٗ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا لَا يُسَلِّمُ عَلَيْنَا اِلَّا لِيَتَعَوَّذَ مِنَّا فَعَمَدُوْا اِلَيْهِ فَقَتَلُوْهُ وَاَتَوْا بِغَنَمِهٖ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (رواه احمد والترمذی فی التفسير وقال حسن صحيح)

لم يكره النبی صلی اللہ عليہ وسلم احدا علی الاسلام

(۴۱۴) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ نَجْدٍ فَلَمَّا قَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَفَلَ مَعَهٗ فَاَدْرَكَتْهُمُ الْقَائِلَةُ فِيْ وَادٍ كَثِيْرِ الْعِضَاهِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴۱۳) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ بنی سلیم کا ایک آدمی اپنی بکریاں چراتا چراتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرا اس نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ صرف اپنی جان بچانے کی خاطر سلام کر رہا ہے پھر اس کی طرف بڑھے اور اس کو قتل کر دیا اور اس کی بکریاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس پر یہ آیت اتر آئی، اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو اگر کوئی شخص تم کو سلام کرے تو یہ ہرگز نہ کہا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہو۔ (احمد۔ ترمذی)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو اسلام لانے کے لئے مجبور نہیں کیا

(۴۱۴) جابر بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف غزوہ کرنے کیلئے گئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو آپ کے ہمراہ یہ بھی واپس ہو گئے اور دوپہر کے وقت ایک ایسی

جہاں مسلمان مجبوری کی زندگی بسر کر رہے تھے بس معاشرتی اور معاشی بُعد کا حکم اسی جگہ ہے جہاں کفر کا اقتدار ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ ایسی فضا میں گھل کر رہنا اسلامی اسپرٹ کو فنا کر دینے کے مرادف ہے اس لئے اگر علیحدہ ہونے کی طاقت نہ ہو تو کم از کم اس زندگی کی کراہت سے کسی وقت قلب خالی نہ رہنا چاہئے اور صرف کراہت ہی نہیں بلکہ عملاً اس سے نجات کا راستہ تلاش کرنا بھی زندگی کا نصب العین بنانا چاہئے۔

(۴۱۳) نماز اور باہم ملاقات کے وقت لفظ السلام علیکم اسلام کا شعار ہے۔ مذکورہ بالا ہر دو حدیثوں میں ان اشخاص نے اپنے اسلام کا ثبوت اسلام کا لفظ صریح طور پر ادا کرنے کی بجائے اس کے شعائر کو ادا کر کے پیش کرنا چاہا تھا مگر ابتداء عہد میں مسائل کی پوری واقفیت نہ تھی اس لئے اس کو ناکافی سمجھا گیا یہاں تک کہ قرآن و حدیث نے بتایا کہ جس طرح اسلام پر مجبور و اکراہ کرنا صحیح نہیں اسی طرح کسی کے اسلام میں بے سبب شک و شبہ پیدا کرنا بھی صحیح نہیں۔ تم مسلمان ہو لے ہو کسی کو مجبور مت کرو اور اگر کوئی شخص از خود مسلمان ہوتا ہے تو بے وجہ اس کے اسلام کو شک کی نظر سے بھی نہ دیکھو گویا اسلام

Marfat.com

وَتَفَرَّقَ النَّاسُ يَسْتَظِلُّوْنَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَ سَمُرَةٍ وَعَلَّقَ بِهَا سَيْفَهٗ وَنِمْنَا نَوْمَةً فَاِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوْنَا وَاِذَا عِنْدَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا اخْتَرَطَ عَلَيَّ سَيْفِيْ وَاَنَا نَائِمٌ فَاسْتَيْقَظْتُ وَهُوَ فِيْ يَدِهٖ صَلْتًا قَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقُلْتُ اللّٰهُ ثَلَاثًا وَلَمْ يُعَاقِبْهُ وَجَلَسَ متفق علیه۔ وفی روایۃ ابی بکر الاسمعیلی فی صحیحہ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ قَالَ اللّٰهُ فَسَقَطَ السَّيْفُ مِنْ يَدِهٖ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ علیہ وسلم السَّيْفَ فَقَالَ مَنْ يَّمْنَعُكَ مِنِّيْ فَقَالَ كُنْ خَيْرَ اٰخِذٍ فَقَالَ تَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنِّيْ اُعَاهِدُكَ عَلٰى اَنْ لَّا اُقَاتِلَكَ وَلَا اَكُوْنَ مَعَ قَوْمٍ يُّقَاتِلُوْنَكَ فَخَلّٰى

وادی میں جا پہنچے جہاں بہت سی خاردار جھاڑیاں تھیں آپ وہاں اتر پڑے اور لوگ بھی درختوں کے سایہ کی تلاش میں ادہر ادھر منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کیکر کے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی تلوار ایک درخت پر لٹکا دی۔ ابھی ہماری آنکھ ذرا لگی ہو گی کہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ہمیں بلا رہے ہیں اور ایک گنوار شخص آپ کے پاس موجود ہے آپ نے فرمایا میں سو رہا تھا اس شخص نے میری تلوار میرے قتل کے ارادے سے کھینچ لی اتفاقاً میں بیدار ہو گیا دیکھا تو تلوار اس کے ہاتھ میں کھنچی ہوئی موجود تھی۔ اس نے کہا (بولو) اب تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے میں نے کہا اللہ۔ تین بار فرمایا۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور آپ نے اس سے کوئی انتقام نہیں لیا۔ (متفق علیہ) ابوبکر اسمٰعیلی نے اپنی صحیح میں اس واقعہ کو یوں روایت کیا ہے جب اس نے کہا تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا تو میں نے کہا اللہ (یہ جواب سنکر ہیبت کے مارے) اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور اس تلوار کو آپ نے اٹھا لیا اور فرمایا بول اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا وہ بولا تلوار پر قبضہ کرنے والوں میں افضل آپ ہی بن جائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا کیا گواہی دے گا کہ معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا نہیں، ہاں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ نہ کبھی خود آپ سے جنگ کرونگا

معاملہ میں کسی پہلو سے بھی شریعت نے تشدد پسند نہیں کیا کوئی اسلام لاتا ہے تو بسر وچشم اسے قبول کر لو اور نہیں لاتا تو اس کی مرضی پر چھوڑ دو۔ کیا اس سے بڑھ کر آزادیٔ رائے کا کوئی اور مفہوم ہو سکتا ہے؟۔

(۴۱۴) امام بخاریؒ نے غزوہ بنی المصطلق سے قبل اس روایت کو ذکر کیا ہے اور اس شخص کا نام غورث بن الحارث نقل کیا ہے۔ قسطلانی واقدی کی نقل سے لکھتے ہیں کہ یہ شخص اگرچہ اس وقت مسلمان ہونے سے انکار کر گیا تھا لیکن اپنی قوم کے پاس واپس جا کر مسلمان ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے ایک اور بڑی جماعت بھی مشرف باسلام ہو گئی تھی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اگر اسلام میں اکراہ جائز ہوتا تو آپ کو اس سے زیادہ اکراہ کرنے کا اور کونسا موقع ہم پہنچ سکتا تھا جبکہ دشمن کی تلوار آپ کے ہاتھ میں آ گئی ہو اس پر اقدام قتل کی دفعہ بھی عائد ہو چکی ہو، وہ تنہا ہو اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت

Marfat.com

سَبِيْلَهٗ فَاَتٰى اَصْحَابَهٗ فَقَالَ جِئْتُكُمْ مِنْ عِنْدِ خَيْرِ النَّاسِ۔ (هكذا فى كتاب الجيد فى الرياض مشكوٰة)

(۲۱۵) عَنْ اَبِىْ رَافِعٍ قَالَ بَعَثَتْنِىْ قُرَيْشٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُلْقِىَ فِىْ قَلْبِى الْاِسْلَامُ فقلت يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ وَاللّٰهِ لَا اَرْجِعُ اِلَيْهِمْ اَبَدًا قَالَ اِنِّىْ لَا اَخِيْسُ بِالْعَهْدِ وَلَا اَحْبِسُ الْبُرُدَ وَلٰكِنْ اِرْجِعْ فَاِنْ كَانَ فِىْ نَفْسِكَ الَّذِىْ فِىْ نَفْسِكَ الْاٰنَ فَارْجِعْ قَالَ فَذَهَبْتُ ثُمَّ اَتَيْتُ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم فَاَسْلَمْتُ۔ (رواه ابوداؤد)

اور نہ ایسے لوگوں کا ساتھ دونگا جو آپ سے جنگ کریں گے آپ نے اس کو چھوڑ دیا وہ اپنے ہمراہیوں کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو انسانوں میں سب سے بہتر انسان ہے (کتاب الجید فی الریاض)

(۲۱۵) ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ قریش نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا جب میں نے آپ کے روئے انور پر نظر ڈالی تو اسی ساعت میرے قلب میں اسلام کی صداقت سما گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو میں ان کے پاس واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں عہد کے معاملہ میں دغل فصل نہیں کروں گا اور نہ ان کے قاصد کو اپنے پاس روکوں گا لہذا اب تو تم واپس چلے جاؤ ہاں اگر یہاں سے جا کر بھی تمہارے دل میں یہی بات باقی رہے جو اب ہے تو پھر لوٹ آنا۔ وہ کہتے ہیں میں گیا اور آپ کی خدمت میں واپس آکر مسلمان ہو گیا۔ (ابوداؤد)

لیکن اس تمام اقتدار کے باوجود خدا کا رسول صرف اس کے سامنے اسلام کی تبلیغ تو کر دیتا ہے مگر اس کے صاف انکار کر دینے پر بھی کوئی باز پرس نہیں کرتا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے اقدام قتل پر نہ کوئی سزا دیتا ہے نہ اس کا انتقام لیتا ہے ادھر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عرب کی فطرت اگر کسی کا جبر و تشدد برداشت کر سکتی تو اس سے زیادہ بے بسی کا وقت کسی پر اور کون سا آسکتا تھا مگر یہاں بھی اس اعرابی کی درشت فطرت نے اس کیلئے بھی اسے آمادہ نہ کیا کہ وہ صرف زبانی طور پر ہی اسلام کا اقرار کر لیتا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور قوم کے حالات دونوں اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ اسلام کے لئے کبھی اکراہ نہیں کیا گیا اور اگر کیا بھی جاتا تو ہرگز کارگر نہ ہوتا۔ پس اسلام پر یہ ایک زبردست افتراء ہے کہ اسلام جبر و اکراہ سے پھیلا ہے۔

(۲۱۵) دیکھئے یہاں کس طرح ایک شخص اسلام لانے کے لئے مضطرب ہے مگر آپ بدعہدی کے ذرا سے شبہ سے اسکو واپس فرما دیتے ہیں اور دوبارہ غور و خوض کرنیکا مشورہ دیتے ہیں جہاں آزادئ رائے کا عالم یہ ہو وہاں بھلا اکراہ کا کیا تصور کیا جا سکتا ہے اس قسم کے واقعات سے یہ بداہتًا ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نہ شمشیر کی طاقت سے پھیلا ہے نہ دلائل کی طاقت سے بلکہ ہمیشہ صاحب وحی کے متواتر صداقت احسان و جلالی قرآن کے وجہ سے پھیلا ہے جو قلوب میں پہاڑوں سے زیادہ مستحکم طور پر خود بخود جم جاتے تھے قرآن کریم نے آپ کے اس اضطراب کو جو کفار کے اسلام کے متعلق آپ کے سینہ میں موجزن تھا ناگواری کے انداز میں اکراہ کی تعبیر فرمایا ہے افانت تكره الناس حتى يكونوا مومنين۔ تو کیا آپ لوگوں پر اتنی زبردستی کریں گے یہاں تک کہ وہ مسلمان ہی ہو جائیں یعنی ان کے اسلام کے متعلق آپ کا اضطراب و شوق اس حد پر نہ بڑھنا چاہئے کہ یوں معلوم ہونے لگے کہ گویا آپ ان کو زبردستی مسلمان بنا لینا چاہتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگانا چاہئے کہ قرآن میں تبدیل مذہب کے لئے کبھی اکراہ کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ صاف لفظوں میں لا اکراہ فی الدین فرمایا گیا ہے۔ ہاں کسی صداقت کو قبول کرنے کی ترغیب دینا تو یہ بالکل جداگانہ بات ہے۔

Marfat.com

(۲۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْلًا قِبَلَ نَجْدٍ فَجَاءَتْ
بِرَجُلٍ مِنْ بَنِي حَنِيفَةَ يُقَالُ لَهُ ثُمَامَةُ بْنُ أُثَالٍ فَرَبَطُوهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ
إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ إِنْ تَقْتُلْنِي
تَقْتُلْ ذَا دَمٍ وَإِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ وَإِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسَلْ مِنْهُ مَا شِئْتَ فَتَرَكَهُ حَتَّى
كَانَ الْغَدُ ثُمَّ قَالَ لَهُ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ قَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ إِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلَى شَاكِرٍ
فَتَرَكَهُ حَتَّى كَانَ بَعْدَ الْغَدِ فَقَالَ مَا عِنْدَكَ يَا ثُمَامَةُ فَقَالَ عِنْدِي مَا قُلْتُ لَكَ فَقَالَ أَطْلِقُوا
ثُمَامَةَ فَانْطَلَقَ إِلَى نَخْلٍ قَرِيبٍ مِنَ الْمَسْجِدِ فَاغْتَسَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ
إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مَا كَانَ عَلَى الْأَرْضِ وَجْهٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ

(۲۱۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب سواروں کا ایک دستہ روانہ کیا وہ بنی حنیفہ کا ایک شخص گرفتار کر کے لے آیا جس کو ثمامہ کہا جاتا تھا اور مسجد کے ستونوں میں ایک ستون سے اس کو باندھ دیا آپ اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہو ثمامہ کیا خیال ہے اس نے کہا ٹھیک ہے اے محمدؐ اگر مجھے قتل کرو گے تو یاد رکھو ایسے شخص کو قتل کرو گے جو (گراپڑا نہیں) اپنی قوم کا سردار ہے (اس کے خون کا بدلہ لیا جائیگا) اور اگر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو احسان فراموش نہیں، اگر تم کو مال درکار ہو تو بولو کیا چاہتے ہو آپ اس دن اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر تشریف لے گئے پھر دوسرے دن تشریف لائے اور فرمایا ثمامہ بولو اب کیا خیال ہے اس نے کہا میرا خیال اب بھی وہی ہے جو پہلے ظاہر کر چکا ہوں، اگر احسان کرو گے تو ایسے شخص پر احسان کرو گے جو ہمیشہ تمہارا شکر گذار رہے گا۔ آپ پھر اسی طرح اسے چھوڑ کر تشریف لے گئے یہاں تک کہ جب کل کے بعد پھر تشریف لائے اور اس سے پوچھا کہو ثمامہ کیا خیال ہے تو اس نے کہا وہی بات ہے جو پہلے کہہ چکا ہوں آپ نے فرمایا ثمامہ کو کھول دو۔ قید سے رہا ہو کر وہ مسجد کے قریب ایک کھجور کے باغ میں گئے غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ اے محمدؐ روئے زمین میں آپ کے چہرہ سے زیادہ مبغوض چہرہ میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا لیکن آج وہ مجھے سب

(۲۱۶) علماء نے لکھا ہے کہ ثمامہ کا پہلے دن ان تقتل تقتل ذادم (اگر آپ قتل کریں گے تو یاد رکھئے یہ ایک سردار کا قتل ہوگا کسی معمولی شخص کا نہیں) کا فقرہ کہنا اور دوسرے دن ان تنعم تنعم علی شاکر (اگر آپ احسان کریں گے تو کسی احسان فراموش پر نہیں بلکہ شکر گذار پر احسان کریں گے) اپنی گفتگو کی ابتداء کرنی بڑی بلاغت پر مبنی تھی۔ پہلے دن ان کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب ان کی جان بخشی نہیں جائے گی۔ لیکن جب انھوں نے آپ کے عفو و کرم کا سماں دیکھا تو

Marfat.com

فَقَدْ أَصْبَحَ وَجْهُكَ أَحَبَّ الْوُجُوهِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ دِينٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ دِينِكَ فَأَصْبَحَ دِينُكَ أَحَبَّ الدِّينِ إِلَيَّ وَاللّٰهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحَ بَلَدُكَ أَحَبَّ الْبِلَادِ إِلَيَّ وَإِنَّ خَيْلَكَ أَخَذَتْنِي وَأَنَا أُرِيدُ الْعُمْرَةَ فَمَاذَا تَرَى فَبَشَّرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَهُ أَنْ يَعْتَمِرَ فَلَمَّا قَدِمَ مَكَّةَ قَالَ لَهُ قَائِلٌ صَبَوْتَ قَالَ لَا وَلٰكِنْ أَسْلَمْتُ مَعَ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا وَاللّٰهِ لَا تَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ حَتّٰى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

چہروں میں سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم پہلے مجھے تمام دینوں میں آپ کے دین سے زیادہ مبغوض کوئی اور دین نہ تھا اور آج مجھے سب میں پیارا دین آپ ہی کا دین ہے۔ خدا کی قسم مجھے تمام شہروں میں آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر مبغوض نہ تھا لیکن آج سب شہروں میں عزیز تر شہر آپ ہی کا شہر ہو گیا ہے۔ (عرض یہ ہی) کہ آپ کے فوجی دستے نے مجھے گرفتار کر لیا تھا میں اس وقت عمرہ کرنے کے لئے جا رہا تھا فرمائیے مجھے اب کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے ان کو اسلام پر بشارت دی اور فرمایا کہ عمرہ ادا کر لیں جب یہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا ارے کیا اپنے دین سے پھر گیا، انھوں نے جواب دیا دین سے۔ پھرنا کیا ہوتا ہے میں خدا کے رسول پر ایمان لایا ہوں قسم ہے خدا کی جب تک آپ اجازت نہ دیں گے اب تمہارے پاس یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں آسکیگا۔

انھیں یہ امید لگ گئی کہ اگر وہ رحم کی کوئی درخواست پیش کریں گے تو وہ ضرور منظور ہو جائے گی اس لئے دوسرے دن انھوں نے آپ کے احسان اور اپنی شکر گذاری کے مضمون سے اپنی گفتگو کا آغاز کرنا مناسب سمجھا۔ شارحین نے لکھا ہے کہ جب ثمامہ سے پوچھا گیا کہ تم نے اسیری کی حالت ہی میں اپنے اسلام کا اعلان کیوں نہ کر دیا تھا تو انھوں نے یہ جواب دیا کہ اس حالت میں میرا اسلام قبول کرنا میری بزدلی اور پست ہمتی کا عنوان بن جاتا اس لئے میں نے اپنی آزادی کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا اسلام کسی کے جبر و اکراہ یا کسی سے خوف کی بنا پر نہیں تھا۔ جہاں طبیعت کا یہ زور موجود ہو وہاں تلوار کا زور بھلا کیا کارآمد ہو سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چند لمحات کی صحبت بھی کیا کیا اثر رکھتی تھی ادھر آپ نے کھڑے کھڑے ثمامہ سے چند کلمات کہے ادھر اس کے باطن میں وہ انقلاب برپا ہو گیا کہ جو سینہ ابھی ابھی آپ کی عداوت سے لبریز تھا وہ آپ کی محبت سے معمور ہو گیا اور ایسا معمور ہوا کہ آپ کی ذات مبارک ہی نہیں بلکہ آپ کا دین حتی کہ آپ کا وطن بھی تمام وطنوں سے زیادہ محبوب بن گیا۔ یہاں کوئی شمشیر کھنچ رہی تھی نہ دلائل کا زور تھا صرف آپ کی میٹھی محبت کا ایک دریا تھا جو کفر و شرک کے بڑے بڑے پتھروں کو اپنے ریلے میں بہائے لئے جا رہا تھا۔

(۷۱۴) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ الْقَوْمُ هٰذَا عَدِيٌّ وَكُنْتُ جِئْتُ بِغَيْرِ أَمَانٍ وَلَا كِتَابٍ فَلَمَّا دُفِعْتُ إِلَيْهِ أَخَذَ بِيَدِي وَقَدْ كَانَ بَلَغَنِي أَنَّهُ كَانَ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ يَدَهُ فِي يَدِي قَالَ فَقَامَ لِي قَالَ فَلَقِيَتْهُ امْرَأَةٌ مَعَهَا صَبِيٌّ فَقَالَا إِنَّ لَنَا إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَامَ مَعَهُمَا حَتّٰى قَضَى حَاجَتَهُمَا ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِي حَتّٰى أَتٰى دَارَهُ فَأَلْقَتْ لَهُ الْوَلِيدَةُ وِسَادَةً فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَجَلَسْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِي يَا عَدِيُّ مَا يُفِرُّكَ مِنَ الْإِسْلَامِ أَنْ تَقُولَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَهَلْ تَعْلَمُ مِنْ إِلٰهٍ سِوَى اللّٰهِ قُلْتُ لَا ثُمَّ تَكَلَّمَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا تَفِرُّ أَنْ تَقُولَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَهَلْ تَعْلَمُ شَيْئًا أَكْبَرَ مِنَ اللّٰهِ قُلْتُ لَا قَالَ فَإِنَّ الْيَهُودَ مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ وَالنَّصَارٰى ضُلَّالٌ قُلْتُ فَإِنِّي حَنِيفٌ مُسْلِمٌ قَالَ فَرَأَيْتُ وَجْهَهُ تَبَسَّطَ فَرَحًا ثُمَّ أَمَرَ بِي

(۷۱۴) عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ مسجد میں تشریف فرما تھے لوگوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا یہ عدی بن حاتم (آگیا) آپ کی خدمت میں میں اچانک آپہنچا تھا نہ پہلے اس کی کوئی درخواست پیش کی تھی اور نہ کوئی اور تحریر میرے ساتھ تھی بس یونہی حاضر ہو گیا تھا جب میں پکڑ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے پہلے یہ بات پہنچ چکی تھی کہ آپ فرمایا کرتے تھے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ (یہ اسی مشہور سخی کے لڑکے تھے) آنحضرت ان کے (اکرام) کے لئے کھڑے ہو گئے، اس اثنا میں ایک عورت اپنے ہمراہ ایک بچہ لئے ہوئے آگئی اور عرض کیا ہمیں آپ سے ایک ضروری بات کہنی ہے آپ ان کی بات سننے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور ان کی ضرورت کو پورا کر کے پھر میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے گھر تشریف لے آئے فوراً باندی نے ایک گدا بچھا دیا آپ اس پر بیٹھ گئے میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا پھر آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد مجھ سے فرمایا عدی؟ اسلام سے کیوں منکر ہو آخر لا الہ الا اللہ کا اقرار کیوں نہیں کرتے کیا تمہارے علم میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں تو پھر آپ نے تھوڑی دیر کچھ اور تلقین فرمائی اس کے بعد فرمایا کیا تم اس سے گریز کرتے ہو کہ اللہ اکبر کہو کیا تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی اور بزرگ و برتر ذات ہے میں نے عرض کیا نہیں تو اس کے بعد آپ نے فرمایا (موجودہ دنیا میں) یہود تو قہر الٰہی کے مورد بن چکے ہیں اب رہ گئے نصاریٰ تو وہ پہلے درجہ کے گمراہ ہو چکے ہیں میں نے عرض کیا میں تو دین حنیف کا تابعدار بنتا ہوں۔ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فَاُنْزِلْتُ عِنْدَ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ فَجَعَلْتُ اَغْشَاهُ اَبْتَكِرُ فِي النَّهَارِ (رواہ الترمذی)

(٢١٨) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاِسْلَامِ اَبِي ذَرٍّ قُلْنَا بَلٰى قَالَ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مِّنْ غِفَارٍ فَبَلَغَنَا اَنَّ رَجُلًا خَرَجَ بِمَكَّةَ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ فَقُلْتُ لِاَخِيْ اِنْطَلِقْ اِلٰى هٰذَا الرَّجُلِ وَكَلِّمْهُ وَاْتِنِيْ بِخَبَرِهٖ وفي رواية قَالَ لَمَّا بَلَغَ اَبَا ذَرٍّ مَبْعَثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَخِيْهِ ارْكَبْ اِلٰى هٰذَا الْوَادِيْ فَاعْلَمْ لِيْ عِلْمَ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِيْ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ يَاْتِيْهِ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ وَاسْمَعْ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ اْتِنِيْ فَانْطَلَقَ الْاَخُ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ وَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهٖ ثُمَّ رَجَعَ اِلٰى اَبِيْ ذَرٍّ فَقَالَ لَهٗ رَاَيْتُهٗ يَاْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَكَلَامًا مَا هُوَ بِالشِّعْرِ فَقَالَ مَا شَفَيْتَنِيْ مِمَّا اَرَدْتُ فَتَزَوَّدَ وَحَمَلَ شَنَّةً لَهٗ فِيْهَا مَاءٌ حَتّٰى قَدِمَ مَكَّةَ فَاَتَى الْمَسْجِدَ فَالْتَمَسَ

کا چہرۂ مبارک خوشی کے مارے کھل گیا میرے متعلق حکم ہوا کہ میں ایک انصاری کے یہاں مہمان ٹھیرا دیا جاؤں (میں ان کے یہاں مقیم ہوگیا) اور صبح و شام میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ (ترمذی شریف)

(٢١٨) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کیا میں تم کو ابوذرؓ کے اسلام کا قصہ نہ سناؤں ہم نے عرض کیا ضرور سنائیے۔ فرمایا کہ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں قبیلہ غفار کا آدمی تھا مجھے یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوا ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ نبی ہے میں نے اپنے بھائی سے کہا ذرا اس کے پاس جا کر بات چیت تو کرو اور اس کا کچھ بھید مجھے بتاؤ۔ دوسری روایت میں یہ واقعہ اس طور پر مذکور ہے کہ جب ابوذرؓ کو آنحضرتؐ کے دعوئ نبوت کی خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا اس وادی تہامہ کی طرف جا کر اس شخص کا کچھ بھید تو نکال کر لاؤ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اور اس کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں۔ اس کی ذرا گفتگو بھی سنو پھر میرے پاس آؤ۔ ان کے بھائی مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوگئے یہاں پہنچکر آپ کی گفتگو سنی اور ابوذرؓ کے پاس واپس آکر بیان کیا میں نے تو ان کو عمدہ اخلاق کی تعلیم دیتے سنا ہے اور ان سے ایک ایسا کلام سنا ہے جو از قسم شعر نہیں۔ انھوں نے کہا تم نے میرے مطلب کی بات نہیں بتائی۔ اس کے بعد کچھ توشہ سنبھالا اور ایک پرانی مشک لی جس میں تھوڑا سا پانی تھا اور خود مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مسجد حرام میں داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے (مشکل یہ تھی) کہ نہ تو یہ آپ کو پہچانتے تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کے متعلق کسی اور سے پوچھیں یہاں تک کہ کچھ اندھیرا ہوگیا یہ لیٹ رہے حضرت علیؓ نے انھیں دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ کوئی مسافر آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ جب انھوں نے دیکھا تو یہ ان کے پیچھے پیچھے ہولئے مگر اس دن کسی نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا جب صبح ہوگئی تو یہ اپنا توشہ اور مشک اٹھا کر پھر مسجد میں آگئے یہ دن بھی

Marfat.com

النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْرِفُهُ وَكَرِهَ أَنْ يَسْأَلَ عَنْهُ حَتَّى أَدْرَكَهُ بَعْضُ اللَّيْلِ فَاضْطَجَعَ
فَرَآهُ عَلِيٌّ فَعَرَفَ أَنَّهُ غَرِيبٌ فَلَمَّا رَآهُ تَبِعَهُ فَلَمْ يَسْأَلْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى
أَصْبَحَ ثُمَّ احْتَمَلَ زَادَهُ وَقِرْبَتَهُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَظَلَّ ذَالِكَ الْيَوْمَ وَلَا يَرَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتَّى أَمْسَى فَعَادَ إِلَى مَضْجَعِهِ فَمَرَّ بِهِ عَلِيٌّ فَقَالَ أَمَا نَالَ الرَّجُلُ أَنْ يَعْلَمَ مَنْزِلَهُ فَأَقَامَهُ فَذَهَبَ
بِهِ مَعَهُ وَلَا يَسْأَلُ وَاحِدٌ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا كَانَ الْيَوْمُ الثَّالِثُ فَعَلَ مِثْلَ ذَٰلِكَ
فَأَقَامَ عَلِيٌّ مَعَهُ فَقَالَ لَهُ أَلَا تُحَدِّثُنِي مَا الَّذِي أَقْدَمَكَ هَٰذَا الْبَلَدَ قَالَ إِنْ أَعْطَيْتَنِي عَهْدًا
وَمِيثَاقًا لَتُرْشِدَنِّي فَعَلْتُ فَفَعَلَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ إِنَّهُ حَقٌّ وَهُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَإِذَا أَصْبَحْتَ فَاتَّبِعْنِي فَإِنِّي إِنْ رَأَيْتُ شَيْئًا أَخَافُ عَلَيْكَ قُمْتُ كَأَنِّي أُرِيقُ الْمَاءَ فَإِنْ
مَضَيْتُ فَاتَّبِعْنِي حَتَّى تَدْخُلَ مَدْخَلِي فَفَعَلَ فَانْطَلَقَ يَقْفُوهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَدَخَلَ مَعَهُ فَسَمِعَ مِنْ قَوْلِهِ وَأَسْلَمَ مَكَانَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْجِعْ إِلَى
قَوْمِكَ فَأَخْبِرْهُمْ حَتَّى يَأْتِيَكَ أَمْرِي وَفِي رِوَايَةٍ اكْتُمْ هَٰذَا وَارْجِعْ إِلَى بَلَدِكَ فَإِذَا بَلَغَكَ
ظُهُورُنَا فَأَقْبِلْ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَصْرُخَنَّ بِهَا بَيْنَ ظَهْرَانَيْهِمْ فَخَرَجَ حَتَّى

گذر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں نظر نہ آئے یہاں تک کہ شام کا وقت آگیا پھر اپنی آرامگاہ پر آگئے (آج) پھر حضرت علی گذرے اور فرمایا کیا اب تک اس شخص کو اپنا ٹھکانا نہیں ملا اور اٹھا کر پھر انھیں اپنے ہمراہ لے گئے مگر آج بھی کسی نے ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا یہاں تک کہ تیسرا دن ہو گیا تو پھر ایسا ہی ہوا اور حضرت علیؓ ان کو ہمراہ لے گئے اور ان سے کہا مجھے بتاؤ تو آخر اس شہر میں کیسے آنا ہوا انھوں نے کہا اگر آپ مجھ سے اس بات کا پکا پکا عہد کریں کہ مجھے ٹھیک بات بتادیں گے تو میں ضرور اس راز کو کھول سکتا ہوں حضرت علیؓ نے عہد کیا اس کے بعد ابوذرؓ نے جو واقعہ تھا بیان کر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا بلاشبہ یہ شخص سچے اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اچھا تو جب صبح ہو تو تم میرے پیچھے پیچھے چلے آنا۔ جہاں مجھے تمہارے متعلق دشمنوں سے کوئی خطرہ نظر آئے گا وہیں میں ایسے ٹھہر جاؤں گا جیسے کوئی پیشاب کرنے کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اگر میں چلا آؤں تو تم بھی میرے ساتھ چلے آنا یہاں تک کہ جہاں میں داخل ہوں تم بھی داخل ہو جانا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے تاآنکہ حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپہنچے یہ بھی ان کے پیچھے پیچھے آگئے۔ آپ کا کلام سنا اور اسی جگہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا بالفعل تو تم اپنی قوم کے پاس واپس چلے جاؤ اور انھیں بھی اس کی اطلاع کر دو اور وہاں ہی رہو یہاں تک کہ

Marfat.com

اَتَى الْمَسْجِدَ فَنَادٰى بِاَعْلٰى صَوْتِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَثَارَ الْقَوْمُ فَضَرَبُوْهُ حَتّٰى اَضْجَعُوْهُ وَاَتَى الْعَبَّاسُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ وَقَالَ وَيْلَكُمْ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مِنْ غِفَارٍ وَّاَنَّ طَرِيْقَ تُجَّارِكُمْ اِلَى الشَّامِ عَلَيْهِمْ فَاَنْقَذَهٗ مِنْهُمْ ثُمَّ عَادَ مِنَ الْغَدِ لِمِثْلِهَا وَثَارُوْا اِلَيْهِ فَضَرَبُوْهُ فَاَكَبَّ عَلَيْهِ الْعَبَّاسُ فَاَنْقَذَهٗ (رواہ البخاری)

(۴۱۹) عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ بِمَقْدَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ اَرْضٍ يَّخْتَرِفُ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ سَائِلُكَ عَنْ ثَلَاثٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا نَبِيٌّ فَمَا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَمَا اَوَّلُ طَعَامِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَا يَنْزِعُ الْوَلَدُ اِلٰى اَبِيْهِ اَوْ اِلٰى اُمِّهٖ قَالَ اَخْبَرَنِيْ بِهِنَّ جِبْرِئِيْلُ اٰنِفًا اَمَّا اَوَّلُ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ فَنَارٌ تَحْشُرُ النَّاسَ مِنَ الْمَشْرِقِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَمَّا اَوَّلُ طَعَامٍ يَّاْكُلُهٗ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَزِيَادَةُ كَبِدِ حُوْتٍ

تم کو ہمارے عروج کی خبر ملے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ ابھی اپنا اسلام پوشیدہ رکھو اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے اس وقت پھر آجانا انہوں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ میں ان کے درمیان میں گھس کر اس کلمہ کو چیخ چیخ کر کہوں گا یہ کہکر باہر نکلے اور مسجد میں آکر با آواز بلند کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ یہ سنتے ہی لوگ جوش میں بھر گئے اور ان کو اتنا مارا کہ زمین پر لٹا دیا۔ حضرت عباسؓ آگئے اور ان کے اوپر اوندھے گر گئے اور فرمایا کمبختو! تم کو خبر نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور شام کی طرف تمہارے تاجروں کے جانے کا راستہ ان ہی کی طرف ہو کر جاتا ہے اور اس طرح ان کو بچا لیا۔ دوسرے دن پھر انہوں نے یہی حرکت کی اور پھر لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور ان کو خوب مارا اس دن پھر حضرت ابن عباسؓ ان کے اوپر الٹے لیٹ گئے اور ان کو بچا لیا۔ (بخاری شریف)

(۴۱۹) حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف آوری کی جب خبر سنی تو اس وقت یہ اپنے باغ کے پھل توڑ رہے تھے یہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی میں آپ سے تین باتیں دریافت کرتا ہوں جن کو نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ بتائیے کہ علامات قیامت میں سب سے پہلی علامت کیا ہے اور جنتیوں کا سب سے پہلا کھانا کیا ہوگا اور تیسری بات یہ کہ بچہ اپنے باپ یا ماں کے مشابہ کیوں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے ان کے جوابات مجھے ابھی بتلائے ہیں (سنو) قیامت کی سب سے پہلی علامت تو ایک آگ ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی سمت جمع کرکے لیجائے گی اور جنتیوں کی پہلی ضیافت تو مچھلی کے جگر کے ایک ٹکڑے سے ہوگی اب رہا بچہ کا مشابہ ہونا تو اگر

Marfat.com

وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الرَّجُلِ مَاءَ الْمَرْأَةِ نَزَعَ الْوَلَدَ وَإِذَا سَبَقَ مَاءُ الْمَرْأَةِ نَزَعَتْ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ. يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْيَهُودَ قَوْمٌ بُهُتٌ وَإِنَّهُمْ إِنْ يَعْلَمُوا بِإِسْلَامِي مِنْ قَبْلِ أَنْ تَسْأَلَهُمْ يَبْهَتُونِي فَجَاءَتِ الْيَهُودُ فَقَالَ أَيُّ رَجُلٍ عَبْدُ اللّٰهِ فِيكُمْ قَالُوا خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَسْلَمَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَلَامٍ قَالُوا أَعَاذَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ فَخَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فَقَالُوا شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا فَانْتَقَصُوهُ قَالَ هٰذَا الَّذِي كُنْتُ أَخَافُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ۔ (رواه البخاری)

(۴۲۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَا أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ قَالَ إِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ أَنِّي

مرد کی منی غالب ہو تو اس کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کی غالب ہو تو اس کے۔ یہ جوابات سن کر انھوں نے آپ کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ۔ (اس کے بعد فرمایا) یارسول اللہ یہود بڑی بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ اگر آپ میرے متعلق ان کی رائے معلوم کرنے سے قبل میرے اسلام کا حال ان سے ذکر کردیں گے تو فوراً مجھ پر کوئی نہ کوئی بہتان بنا دینگے (اسلئے پہلے آپ ان سے میرے متعلق دریافت فرمالیں) اس کے بعد جب یہود آئے تو آپ نے ان سے پوچھا تم میں عبداللہ بن سلام کیسے آدمی ہیں۔ انھوں نے کہا ہم سب میں بہتر اور ہمارے سب کے سردار۔ آپ نے فرمایا بتاؤ اگر وہ اسلام قبول کرلیں وہ بولے اللہ تعالیٰ ان کو ایسی بات سے محفوظ رکھے۔ اس کے بعد عبداللہ بن سلام باہر نکل آئے اور کلمہ شہادت پڑھ دیا (پھر کیا تھا) فوراً کہنے لگے یہ شخص ہم میں سب سے بدتر اور سب سے بدتروں کی اولاد ہے اس کے علاوہ اور قسم قسم کے عیب لگانے لگے۔ عبداللہ بن سلام نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے ان کے اسی افتراپردازی کا ڈر تھا۔ (بخاری شریف)

(۴۲۰) ابن عباسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا۔ میں کیسے پہچانوں کہ آپ نبی ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر میں کھجور کے اس خوشہ کو بلاؤں اور وہ آکر یہ گواہی دیدے کہ میں

---

(۴۲۰) بے علم طبیعتیں ہمیشہ اعجوبہ نمائیوں کی گرویدہ ہوتی ہیں۔ ان ہی کو معیار کمال تصور کرتی ہیں اور ان ہی کا اثر قبول کرتی ہیں اس لئے ہر ناصح فطرت نے اس کے سامنے اس کی فطرت کے مناسب ہی ایک جاذب اسلام نظارہ پیش کردیا تھا وہ سلام ہو کر جنت میں جا پہنچا اب آپ کو اختیار ہے کہ آپ اسی فلسفہ میں پھنسے رہئے کہ ایک غیر ذی روح کا متحرک ہو کر آہستہ آہستہ اترنا اور پھر واپس چلے جانا عقلاً ممکن بھی ہے یا نہیں۔ جی ہاں معجزات کے عالم میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰهِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ۔ (رواہ الترمذی وصححہ)

(۴۲۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَقْبَلَ أَعْرَابِيٌّ فَلَمَّا دَنَا قَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ قَالَ وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ قَالَ هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ فَأَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْأَرْضَ حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَشَهِدَتْ ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ إِلٰى مَنْبَتِهَا۔ (رواہ الدارمی)

(۴۲۲) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ أَدْعُوْ أُمِّيْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَهِيَ كَارِهَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَأَسْمَعَتْنِيْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَكْرَهُ فَأَتَيْتُ

خدا کا رسول ہوں (تو مانے گا) آپ نے اس کو آواز دی، فوراً وہ اترنے لگا اور اترتے اترتے آپ کے سامنے آپڑا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا واپس چلا جا، وہ چلا گیا۔ یہ دیکھ کر وہ دہقانی مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی)

(۴۲۱) ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھے ایک دہقانی سامنے سے آتا نظر آیا جب وہ مجلس میں آپہنچا تو آپ نے فرمایا اس کی گواہی دے گا؟ کہ اللہ کے سوا معبود کوئی نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور رسول ہیں وہ بولا آپ کی اس بات پر کوئی اور بھی گواہی دے گا۔ آپ نے فرمایا جی ہاں، یہ کیکر کا درخت۔ وہ درخت وادی کے کنارہ پر کھڑا تھا آپ نے اس کو پکارا وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی اس نے تینوں بار یہ گواہی دی کہ جیسا آپ نے فرمایا، بات اسی طرح ہے اس کے بعد وہ جہاں کھڑا تھا وہیں واپس ہو گیا۔ (دارمی)

(۴۲۲) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو دعوتِ اسلام دیتا اور وہ اس سے نفرت کرتی تھیں ایک دن کا قصہ ہے کہ میں نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے آپ کی شان میں مجھے ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار گذری۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ اب تو دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما دے

Marfat.com

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّھْدِیَ
اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا صِرْتُ اِلَی الْبَابِ فَاِذَا ھُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّیْ خَشْفَ
قَدَمَیَّ فَقَالَتْ مَکَانَکَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَۃَ الْمَاءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ
دِرْعَھَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِھَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ اَشْھَدُ اَنْ
لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَرَجَعْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْکِیْ مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَقَالَ خَیْرًا۔ (رواہ مسلم)

(۴۲۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ ضِمَادًا قَدِمَ مَکَّۃَ وَکَانَ مِنْ اَزْدِ شَنُوْءَۃَ
وَکَانَ یَرْقِیْ مِنْ ھٰذِہِ الرِّیْحِ فَسَمِعَ سُفَھَاءَ اَھْلِ مَکَّۃَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ مُحَمَّدًا مَّجْنُوْنٌ
فَقَالَ لَوْ اَنِّیْ رَاَیْتُ ھٰذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰہَ یَشْفِیْہِ عَلٰی یَدَیَّ قَالَ فَلَقِیَہٗ فَقَالَ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَرْقِیْ مِنْ ھٰذِہِ الرِّیْحِ فَھَلْ لَکَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ

آپ نے دعا فرمائی اے اللہ ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرمادے میں آپ کی اس دعا پر ان کے اسلام کی بشارت لئے ہوئے باہر نکلا جب اپنے گھر کے دروازہ کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بند ہے میری والدہ نے میرے پیروں کی آہٹ سنی اور کہا ابوہریرہ وہیں باہر رہنا۔ ادھر میں نے کچھ پانی گرنے کی آواز سنی میں ٹھیرا رہا، انھوں نے غسل فرمایا اپنا کرتا پہنا اور جلدی میں سر پر اوڑھنی ڈالنی رہ گئی اور فوراً دروازہ کھول کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہٗ (یا تو میں ابھی ابھی غم کے آنسو بہاتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا یا اب) خوشی کے آنسو بہاتا ہوا پھر آپ کی خدمت میں واپس پہنچا۔ آپ نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور ان کے حق میں کلمات خیر فرمائے (مسلم)

(۴۲۳) ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ضماد مکہ مکرمہ میں آئے یہ قبیلہ ازدشنوءۃ کے آدمی تھے اور جن وغیرہ کے اثرات کی جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے انھوں نے مکہ مکرمہ کے بیوقوفوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آسیب زدہ ہوگئے ہیں۔ یہ اپنے دل میں کہنے لگے کاش اگر میں بھی اس شخص کو دیکھ لیتا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ سے اس کو شفا دیدیتا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ آپ سے ملا اور کہا اے محمدؐ میں جنات کی جھاڑ پھونک کرتا ہوں آپ بھی چاہیں تو جھاڑ دوں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات فرمائے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور ہر معاملہ میں اسی

الحمد لله نحمده ونستعينه من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي
له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده و
رسوله اما بعد فقال اعد علي كلماتك هؤلاء فاعادهن عليه رسول الله
صلى الله عليه وسلم ثلث مرات فقال لقد سمعت قول الكهنة وقول السحرة
وقول الشعراء فما سمعت مثل كلماتك هؤلاء ولقد بلغن قاموس البحر هات
يدك أبايعك على الإسلام قال فبايعه۔ (رواه مسلم)

(۴۲۴) عن الحسن قال جاء راهبا نجران الى النبي صلى الله عليه وسلم
فقال لهما اسلما تسلما فقالا قد اسلمنا قبلك فقال النبي صلى الله عليه وسلم
كذبتما يمنعكما من الاسلام ثلاث سجودكما للصليب وقولكما اتخذ الله ولدا
وشربكما الخمر فقالا ما تقول في عيسى عليه السلام قال فسكت النبي صلى الله عليه وسلم
ونزل القرآن ذلك نتلوه عليك من الآيات والذكر الحكيم الى قوله ابناءنا
وابناءكم فدعاهما رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الملاعنة قال وجاء

مدد چاہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے اس کا گمراہ کرنے والا کوئی نہیں اور جسے گمراہ کر دے اس کو ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ معبود کوئی نہیں مگر صرف ایک اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اور اس بات کی بھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ اما بعد (اس خطبہ کے سننے کے بعد ابھی آپ کچھ اور فرمانے نہ پائے تھے) کہ ضماد نے کہا مجھے ان کلمات کو پھر سنائیے آپ نے پھر سنا دیے تین بار ایسا ہی ہوا وہ بولا میں نے کاہنوں کا قول سنا، جادوگروں کے منتر سنے اور شاعروں کے اشعار بھی سنے لیکن آپ کے ان کلمات کی طرح کسی کا کلام نہیں سنا۔ خدا کی قسم یہ تو بحر معرفت کی گہرائی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ لائیے اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے اسلام پر بیعت کرتا ہوں راوی کہتا ہے یہ کہہ کر آپ سے بیعت کر لی۔ (مسلم)

(۴۲۴) حسن روایت کرتے ہیں کہ نجران کے دو پادری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا اسلام قبول کرلو سلامت رہو گے۔ انھوں نے کہا ہم آپ کے ظہور سے قبل ہی مسلمان ہیں آپ نے فرمایا جھوٹ بولتے ہو تمہارے مسلمان ہونے میں تین باتیں مانع ہیں۔ ایک یہ کہ تم صلیب کو پوجتے ہو، دوم یہ کہ تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (عیسیٰ علیہ السلام کو) بیٹا

Marfat.com

الحسن والحسین و فاطمۃ واھلہ وولدہ فلما خرجا من عندہ قال احدھما لصاحبہ اقرر بالجزیۃ ولا تلاعنہ فرجعا فقالا لا نقر بالجزیۃ ولا نلاعنک قال فاقرا بالجزیۃ۔ (رواہ احمد)

تالیف قلب من یخاف علی ایمانہ والنصرۃ لہ

(۲۲۵) عن عمرو بن تغلب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتی بمال او بشیٔ نقسمہ فاعطی رجالا وترک رجالا فبلغہ ان الذین ترک عتبوا فحمد اللہ ثم اثنی علیہ ثم قال اما بعد فواللہ انی اعطی الرجل وادع الرجل والذی ادع احب الی من الذی اعطی ولکن اعطی اقواما لما اری فی قلوبھم من الجزع والھلع

بنالیا ہے اور سوم کھتے تم شراب پیتے ہو۔ انھوں نے کہا اچھا تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ خاموش ہو گئے (اور ان کے مناظرہ کے جواب میں قرآن کی حسب ذیل آیات نازل ہوگئیں) یہ جو کچھ ہم آپ کو پڑھ کر سنا رہے ہیں آیات الٰہی اور تحقیقی بیان ہے۔ ۔ ۔ ۔ (آپ کہہ دیجئے) آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تم اپنے بیٹے۔ (آیت مباہلہ کے تلاوت فرمانے کے بعد) آپ نے ان دونوں پادریوں کو مباہلہ کرنے کیلئے بلایا۔ راوی کہتا ہے کہ ادھر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور آپکے گھر کے لوگ آگئے۔ جب یہ آپ کی مجلس سے باہر آگئے تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ بھئی جزیہ دینا قبول کرلو اور آپ سے مباہلہ منظور نہ کرو (کیونکہ یہ نبی برحق ہیں جو ان سے مباہلہ کرے گا برباد ہو کر رہے گا) یہ مشورہ کرکے انھوں نے کہا ہم آپ کو جزیہ دینا قبول کرتے ہیں اور آپ سے مباہلہ نہیں کریں گے اور جزیہ دینا قبول کرلیا۔ (مسند احمد)

ضعیف الایمان شخص کی دلجوئی اور مدد کرنی چاہیئے

(۲۲۵) عمرو بن تغلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (کہیں سے) کچھ مال آیا آپ نے اس کو تقسیم کرنا شروع کردیا۔ بہت سے لوگوں کو دیا اور بہت سے لوگوں کو نہ دیا۔ اس پر آپ کو یہ اطلاع ملی کہ جن کو آپ نے کچھ نہ دیا تھا ان کو یہ تفریق ناگوار گزری ہے۔ آپ نے خدا کی حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا خدا کی قسم بیشک میں کسی شخص کو مال دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا اور واقعہ یہ ہے کہ جس کو نہیں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں بعض لوگوں کو صرف

Marfat.com

وَاَكِلُ اَقْوَامًا اِلٰى مَاجَعَلَ اللّٰهُ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مِنَ الْغِنٰى وَالْخَيْرِ فِيْهِمْ عَمْرُو بْنُ تَغْلِبَ وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنَّ لِىْ بِكَلِمَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمْرَ النَّعَمِ (رواہ البخاری)

(۴۲۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَمَعَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ اِنَّ قُرَيْشًا حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيْبَةٍ وَاِنِّىْ اَرَدْتُ اَنْ اُجِيْزَهُمْ وَاَتَاَلَّفَهُمْ اَمَا تَرْضَوْنَ اَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ قَالُوْا بَلٰى قَالَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِىَ الْاَنْصَارِ اَوْ شِعْبَ الْاَنْصَارِ۔ (رواہ البخاری)

(۴۲۷) عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاهُ غَنَمًا

اس لئے دیتا ہوں کہ ... ان کے دلوں میں مال کے لئے بے چینی اور اضطراب کا احساس کرتا ہوں اور بعض کو اس بے تابی اور نور ایمانی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈالدی ہے خدا تعالیٰ کے حوالہ کر دیتا ہوں .... ان میں سے ایک شخص عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ خدا کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک کلمہ کے مقابلہ میں مجھے یہ تمنا نہیں کہ میرے پاس بہت سے سرخ اونٹ ہوتے۔

(۴۲۶) انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا قریش ابھی تازہ تازہ مسلمان ہوئے ہیں اور فقر و فاقہ کی مصیبتیں جھیل چکے ہیں میں ان کی کچھ امداد کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ ان کی دلجوئی کروں اور ان کو اسلام کے ساتھ ذرا مانوس کروں۔ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اور لوگ تو اپنے گھروں کو دنیا کا مال لیجائیں اور تم خدا کے رسول کو لیجاؤ۔ انصار بولے بیشک ہم اس پر راضی ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا اگر لوگ ایک راستہ پر جائیں اور انصار دوسرے راستہ پر تو میں اسی راستہ کو اختیار کروں گا جس پر انصار جائیں گے۔ (بخاری)

(۴۲۷) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آپ نے

---

۱) صحیح بخاری میں موجود ہے کہ انصار کو آپ کا مہاجرین قریش کو مال دینا ناگوار نہ تھا بلکہ دراصل اس تقسیم نے ان میں جذبات رقابت ابھار دیئے تھے، اور انھیں کچھ یہ وہم گذرنے لگا تھا کہ آپ کی شفقت و محبت کا پلہ بھی شاید کچھ ان کی جانب ہی جھک گیا ہے۔ اسی لئے جب ان کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ اگرچہ آپ کی داد و دہش کا ہاتھ قریش کی طرف جھک رہا ہے مگر آپ کے جذبات محبت درحقیقت ان ہی کی طرف مائل ہیں تو انھیں سرخ اونٹ جو عرب کا محبوب ترین مال تھا آپ کے اس ایک فقرہ کے بالمقابل ہیچ نظر آنے لگے۔

Marfat.com

بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَاَتٰی قَوْمَہٗ فَقَالَ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وسلم لَیُعْطِیْ عَطَاءَ رَجُلٍ لَا یَخَافُ الْفَاقَۃَ وَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ یَجِیْءُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا یُرِیْدُ اِلَّا الدُّنْیَا فَمَا یُمْسِیْ حَتّٰی یَکُوْنَ دِیْنُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ وَاَعَزَّ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْہَا۔ (رواہ مسلم)

(۴۲۸) عَنْ سَعْدِ بْنِ وَقَّاصٍ قَالَ اَعْطٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَھْطًا وَاَنَا جَالِسٌ فَتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْھُمْ رَجُلًا ھُوَ اَعْجَبُھُمْ اِلَیَّ فَقُمْتُ فَقُلْتُ مَالَکَ عَنْ فُلَانٍ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاُرَاہُ مُؤْمِنًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

فوراً اس کو اتنی بکریاں بخشدیں جو ایک وادی کے درمیان بھری ہوئی تھیں وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا اور بولا اسلام قبول کرلو بخدا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس شخص کی طرح مال لٹاتے ہیں جسے احتیاج کا کبھی خطرہ نہیں گذرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ صبح کو آدمی آپ کی خدمت میں صرف طمع دنیا لیکر آتا اور شام نہ ہونے پاتی کہ آپ کا دین اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا ہوجاتا تھا یا زیادہ معزز ہوجاتا تھا۔ (راوی کو شک ہے) (مسلم)

(۴۲۸) سعد بن وقاص بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا ہوا تھا آپ نے چند لوگوں کو کچھ مال تقسیم کیا اور میرے نزدیک جو شخص ان سب میں زیادہ مستحق تھا اس کو کچھ نہ دیا، میں کھڑا ہوگیا اور میں نے پوچھا آپ نے فلاں آدمی کو بھلا کیوں نہیں دیا۔ خدا کی قسم میں تو اس کو

(۴۲۸) ابتداء اسلام میں نومسلم اور ضعیف الایمان افراد کی تالیف قلب کا بھی ایک دور گذر چکا ہے لیکن جو لوگ آپ کی پہلی ہی صحبت میں ایمان کا کیف حاصل کرچکے تھے یا بتدریج اس کی لذت سے آشنا ہوچکے تھے وہ اس قسم کی دلجوئیوں سے بہت بالاتر تھے ان کی استقامت و محبت کی آزمائش کے لئے یا تو دہکتے ہوئے پتھر تھے یا آبدار شمشیر۔ مال کی محبت درحقیقت آثار کفر کا ایک بقیہ ہے اور غنا و بے نیازی ایمان کے برکات کی ابتداء۔ ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے جبر و اکراہ کی پالیسی کبھی اختیار نہیں کی بلکہ اس کے برعکس تالیف قلب اور دلجوئی سے کام لیا ہے حتی کہ اگر کسی نومسلم نے آپ سے مال کی کوئی طمع ظاہر کی ہے تو آپ نے اس کی خواہش بھی پوری فرمادی ہے اور اس کی ان پست حوصلگی کی اصلاح بھی انداز بے نیازی میں نہیں فرمائی ہر شخص کا مزاج یکساں نہیں ہوا کرتا، عالی دماغ اور بلند طبیعتیں گو ہر حقیقت کی جویاں ہوتی ہیں اور پست فطرتیں حسن سلوک اور ظاہری ہمدردی کا اثر زیادہ قبول کرتی ہیں یہاں نباض فطرت ہر ایک کے ساتھ معاملہ اس کی فطرت کے مناسب کیا کرتا تھا ؎

بہار عالم حسنش جہاں را تازہ می دارد   برنگ اصحاب صورت را بو ارباب معنی را

بیچارے سعد کی رسائی ان دقیقہ سنجیوں تک نہ تھی اس لئے آپ نے ان کو سمجھا دیا کہ مال کی تقسیم کو میری محبت کی تقسیم کا معیار تصور کرنا غلط ہے یہاں آپ نے ان کی ایک اصابت کی بھی اصلاح فرمائی وہ یہ کہ انسان کو اپنے مقدار علم کے مطابق بات کہنی چاہئے۔ ایمان قلب کی ایک صفت ہے اور اسلام ظاہر کی کسی کے دل کا حال کسی کو کیا معلوم اس لئے ان کے لئے یہاں

Marfat.com

أَوْ مُسْلِمًا ذَكَرَ ذٰلِكَ سَعْدٌ ثَلَاثًا وَأَجَابَهُ بِمِثْلِ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ إِنِّي لَأُعْطِي الرَّجُلَ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةَ أَنْ يُكَبَّ فِي النَّارِ عَلَىٰ وَجْهِهِ۔ متفق علیہ وفی طریق عند مسلم فساررته فقلت یارسول اللہ ؟

الاعمال المرضیۃ التی للابدان تنشعب من الاسلام انشعاب الاغصان من الشجرۃ

منھا اماطۃ الاذی عن الطریق وھی ادناھا

(۴۲۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ

بلکہ مومن سمجھتا ہوں آپ نے فرمایا مومن کہتے ہو یا صرف مسلمان سعد نے تین بار لوٹا لوٹا کر یہی کہا اور ہر بار آپ نے ان کو یہی ایک جواب دیا اس کے بعد فرمایا میں ایک شخص کو مال اس لئے دیتا ہوں حالانکہ اس سے زیادہ پیارا مجھے دوسرا شخص ہوتا ہے کہ کہیں وہ اوندھے منہ دوزخ میں نہ ڈالدیا جائے (متفق علیہ)

وہ چیدہ چیدہ اعمال جن کا اسلام سے اس طرح پھوٹ پھوٹ کر نکلنا ضروری ہوتا ہے جس طرح سبز درخت سے شاخوں کا ان میں ایک عمل راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا بھی ہے اور یہی ان میں کا سب سے گھٹیا درجہ کا عمل ہے

(۴۲۹) ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے

مومن کے بجائے مسلم کا لفظ استعمال کرنا مناسب تھا یہ ایک نوع کی گستاخی ہے کہ صاحب وحی کے سامنے کسی کے متعلق ایسے احکام لگا دیئے جائیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی اطلاع کے بغیر خود اس کو بھی نہیں ہوتا۔

(۴۲۹) حدیثوں میں بعض اعمال کو ارکان اور بعض کو شعبہائے اسلامی کہا گیا ہے۔ تعبیر کے اس اختلاف سے یہ نتیجہ نکالنا بعید نہیں ہے کہ اس کی غرض شاید ان اعمال کے مراتب میں تفاوت کی طرف اشارہ کرنا ہو۔ جن کو ارکان قرار دیا گیا ہو ان کی حیثیت اسلام میں کچھ بلند ہو اور جن کو شعبہ کہا گیا ہے ان کی حیثیت صرف ایک شاخ کی سی رہے جس کے کٹنے سے اصل درخت کو چنداں نقصان نہیں پہنچتا۔ صرف اس کی ظاہری زیبائش ہی میں فرق پڑتا ہے لیکن جب اس طرف بھی نظر کی جاتی ہے کہ ان شعبوں میں ایسے ایسے اہم شعبے بھی شامل ہیں جن کو اسلام سے ارکان کا سا گہرا ربط ہے اور ان کا تعلق اسلام کے صرف ظاہر تک محدود نہیں بلکہ اس کی جڑ تک پہنچتا ہے تو پھر اس نکتہ طرازی میں کچھ شبہ گذرنے لگتا ہے۔

استاد قدس سرہ کی رائے یہ تھی کہ مذکورہ بالا لفظ کا مقصد نہ تو اسلام کی بساطت و ترکیب کے مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے اور نہ اعمال کے تفاوت مراتب کی طرف بلکہ ان دونوں سے ایک اور بلند حقیقت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور وہ انسان کے ایمان کے حیوۃ و موت کا معیار ہے یعنی صحیح ایمان صرف اس خشک تصدیق کا نام نہیں جس میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی نہ پھوٹے بلکہ وہ اس تر و تازہ ایقان و اذعان کا نام ہے جس میں اعمال صالحہ کی بیشمار شاخیں سدا پھوٹتی رہیں، اس پر رنگ رنگ

Marfat.com

أَرْبَعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ (متفق علیہ)

کچھ زیادہ شاخیں ہیں (راوی کو صحیح عدد یاد نہیں رہا) سب سے افضل زبان سے کلمہ لا الہ الا اللہ کہنا (یعنی توحید الٰہی کا اقرار ہے) اور سب سے معمولی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا اور شرم کرنا بھی اسلام میں ایک ضروری چیز ہے۔ (متفق علیہ)

کی عبادات کے پھول کھلیں اور ایسے ایسے نافع اعمال کی بہار آئے کہ رہ گذر سے ایک کانٹے کا ہٹا دینا ان میں ایک ادنیٰ ترین عمل شمار ہو گویا انسان باہم ہمدردی اور غمخواری کا ایک ایسا پیکر بن جائے کہ اگر کسی کے پیر میں کانٹا بھی چبھے تو اس کی چبھک یہ اپنے قلب میں محسوس کرے۔ ایسا ایمان زندہ ایمان ہے لیکن جس ایمان میں عمل صالح کی ایک شاخ بھی نہ پھوٹے خدا کی مخلوق کے درد کا اس میں کوئی احساس نہ ہو اور باہم انس و محبت کی اس میں کوئی لہر نہ دوڑے وہ زندہ ایمان نہیں مردہ ہے۔ قلبی تصدیق اور زبانی اقرار بلاشبہ ایمان کے سب سے بڑے رکن کہلاتے ہیں مگر یہ اسی وقت پر از حقیقت سمجھے جا سکتے ہیں جبکہ اعمال صالحہ کی شہادت ان کے ساتھ موجود ہو اور اسلام کا مقدس عہد بھی اسی وقت پورا کہا جا سکتا ہے جبکہ جوارح انسانی نیکی کے لیے مضطرب نظر آئیں اگر ایسا نہیں تو یہ اس امر کی دلیل ہوگی کہ قلبی تصدیق گو حاصل ہے مگر وہ کھوکھلی ہے اس میں حقیقت کی کوئی روح نہیں اور زبانی اقرار بھی گو موجود ہے مگر وہ بھی رسمی ہے اس میں بھی صداقت کی کوئی بو نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شعبہائے اسلامی اس امر کی دلیل ہوتے ہیں کہ ایک مومن کا ایمان زندہ ہے یا اس کی روح نکل چکی ہے اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہاں شعبے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اسی مضمون کو قرآن کریم نے ایک اور بلیغ انداز میں ادا کیا ہے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔ آیۂ مذکورہ میں کلمہ طیبہ کو ایک درخت سے تشبیہ دی گئی ہے مگر اس درخت کو نہیں جس پر پھول و پھل کی کوئی رونق نہ ہو یا اس پر بہار آئے تو سال میں صرف ایک ہی بار آئے بلکہ اس درخت سے جو سدا بہار ہو اور اس پر کبھی خزاں نہ آئے وہ دوسرے درختوں کی طرح سال میں ایک ہی بار پھل نہ لائے بلکہ موسم کی قید سے آزاد ہو کر پھولوں اور پھلوں سے ہمیشہ لدا رہے۔ اب محدثین کو اختیار ہے کہ وہ اس مجموعہ کو ایمان کہیں یا اصل ایمان تصدیق کو قرار دیں اور اعمال صالحہ کو اس کے ثمرات شمار کریں۔

اس حدیث کی روشنی میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ شب و روز اپنے ایمان کا جائزہ لیا کرے اور یہ اندازہ لگایا کرے کہ اس کا ایمان اعمال صالحہ کا کتنا تقاضا کر رہا ہے اس میں نیکی کی کتنی شاخیں پھوٹ چکی ہیں اور کونسی شاخ ایسی ہے جس کا پھوٹنا ابھی باقی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو اتنی اہمیت دی ہے کہ شعبہائے اسلامی کو جمع کرنے کے لیے مستقل مستقل تصنیفیں تالیف کی ہیں ان میں امام بیہقی، ابو حاتم، ابو عبد اللہ حلیمی، شیخ عبد الجلیل اور اسحاق بن القرطبی جیسے اجلۂ محدثین بھی شامل ہیں۔ امام ابو حفص عمر القزوینی نے بیہقی کی تصنیف شعب الایمان کی تلخیص بھی کی ہے اور اس کا نام مختصر شعب الایمان رکھا ہے اس کتاب کی تالیف کے وقت شعب الایمان ہمارے پاس موجود نہ تھی اس لیے اس کی احادیث ہم نے صاحب مشکوٰۃ سے نقل کی ہیں اور جن کو اسلامی شعبوں میں زیادہ اہم سمجھا ہے ان میں سے بقدر وسعت چند کو اس جگہ درج کر دیا ہے۔

Marfat.com

سلامۃ المسلمین من اللسان والید

(۴۳۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ مَا نَھَی اللّٰہُ عَنْہُ رواہ البخاری ومسلم وغیرھما وزاد

کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ دینا

(۴۳۰) عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پورا مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے تمام مسلمان محفوظ رہیں اور سچا مہاجر وہ ہے جو ان تمام باتوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (بخاری ومسلم وغیرہما) ترمذی ونسائی نے اس حدیث میں اتنا

(۴۳۰) عرب کی قوم جو قرنوں سے قتل وغارت اور جنگ وبدامنی کی عادی چلی آئی تھی وہ ابھی تازہ تازہ اسلام میں داخل ہوئی ہے پیغمبر اسلام ان کی سرشت کا سب سے زیادہ نباض تھا وہ ان کو یہ بتادینا چاہتا تھا کہ صرف ارکان اسلام ادا کرلینے اور چند مخصوص عقائد پر یقین کرلینے سے کوئی شخص مومن اور مسلم کے لقب کا مستحق نہیں ہوسکتا، اس کو یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اب پہلے کی طرح اس کی زندگی پیام موت نہیں رہی بلکہ سرتاسر مژدۂ سلامتی بن گئی ہے۔ امانت اور امن کی اس میں وہ روح پیدا ہوگئی ہے کہ قلوب میں اس کی طرف سے خوف وہراس نکل چکا ہے۔ خدا کی مخلوق کو ہر معاملہ میں کیا جان اور کیا مال اس پر پورا پورا اعتماد حاصل ہوگیا ہے۔ یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام مسلم اور مومن کا خطاب دیدیتا ہے اس اسلوب بیان میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جیسا ملکۂ شعر گوئی کے بغیر کوئی شخص شاعر اور علم کے بغیر عالم نہیں کہا جاسکتا ایسا ہی سلامتی وامن کا پیکر بنے بغیر کسی کو مسلم اور مومن نہیں کہا جاسکتا یہاں ہاتھ اور زبان کی تخصیص صرف اس لئے ہے کہ عام طور پر ایذا رسانی کے آلات یہی ہیں ورنہ اصل مقصد ترکِ ایذاء ہے خواہ وہ کسی ذریعہ سے بھی ہو۔ ان دو میں باہم فرق یہ ہے کہ ہاتھ کی ایذا کا تعلق صرف حاضر کے ساتھ ہوتا ہے اور زبانی ایذا کا حاضر وغائب دونوں کے ساتھ بلکہ اس میں زندہ اور مردہ کی بھی قید نہیں ہے۔ تیسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ ہجرت یعنی خدا کی راہ میں گھر در سب چھوڑ دینا اگرچہ ایک بے نظیر قربانی ہے مگر کامل مذہب ابھی کاملین کو اور مکمل بنانا چاہتا ہے وہ یہ سمجھاتا ہے کہ ہجرت کی روح صرف ترکِ وطن اور مال واولاد کے ترک سے بھی حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا اصل مقصد کسی کی مزاحمت کے بغیر آزادی کے ساتھ خدا تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اپنے نفس کو ان بری صحبتوں سے نکال لینا ہے جن کی مخالفت سے اقامت دین یا اس کی حدود کے تحفظ میں کبھی تہاون کا خطرہ پیدا ہوسکتا ہو پس اگر ایک شخص آبائی وطن ترک کرنے کے بعد اپنی مسافرت وغربت کے حال میں بھی وطن سے زیادہ ممنوعاتِ شرعیہ کا خوگر رہا ہے تو اسلام کے نزدیک ابھی وہ اس لائق نہیں کہ اس کو مہاجر جیسا معزز لقب دیدیا جائے۔ اس اسلوب بیان میں حقیقی مہاجرین کو یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ وہ صرف ترک وطن کرکے مطمئن نہ ہو بیٹھیں اس لقب کی تکمیل ابھی ایک ایسی طویل ہجرت پر موقوف ہے جس کا سلسلہ تا زندگی ختم ہونے والا نہیں اور وہ یہ ہے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ منع فرماچکا ہے اس کو ہمیشہ کے لئے ترک کردیا جائے۔ اب ہجرت کی یہ وہ وسیع مملکت ہوگی جس کے لئے کوئی

Marfat.com

الترمذی والنسائی والمؤمن من امنه الناس علی دمائهم واموالهم۔

(۴۳۱) عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی مسلما فقد اذی اللہ۔ اخرجه الطبرانی فی الاوسط۔ رمز السیوطی لحسنه وفیه موسی ابن خلف البصری العمی ضعفه بعضهم ووثقه بعضهم۔

(۴۳۲) عن ابی بکر الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من ضار مؤمنا او مکر به (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب۔

(۴۳۳) عن ابی برزة قال قلت یا رسول اللہ دلنی علی عمل انتفع به قال اعزل الاذی عن طریق المسلمین۔ (رواہ ابن ماجه)

اور اضافہ کیا ہے کہ کامل مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان ومال کے بارے میں امانت دار سمجھیں۔

(۴۳۱) انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو ستائے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا اس نے اللہ تعالیٰ کو ستانے کا ارادہ کیا۔ (طبرانی)

(۴۳۲) حضرت ابوبکر صدیق روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچائے یا اس کو فریب دے وہ ملعون ہے۔ (ترمذی)

(۴۳۳) ابوبرزہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے نفع دے آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دیا کرو۔ (ابن ماجہ)

نہایت نہیں خوش دلی یا تنگ دلی سے بیٹھنے کا موقعہ نہیں ہے کامل سمجھ لے کہ ان صحرائے دلانا وروادیہائے پرخار کے طے کئے بغیر اس کا مکمل ہونا ناممکن ہے اور مکمل ہوشیار ہوجائے کہ اسلام کی شاہراہ کمال ابھی اور بہت آگے ہے۔

ہر نقابے روئے جاناں را نقابے دیگراست ہر حجابے را کہ طے کردی حجابے دیگراست

(۴۳۲) یعنی ایک مسلمان کی ایذا رسانی صرف مخلوق کی ایذا رسانی نہیں سمجھی جاتی بلکہ وہ رسول کی ذات سے بھی گذر کر خدا تک جا پہنچتی ہے یہی حال اس کے ساتھ محبت کرنے کا بھی ہے۔ رسول کی ذات بھی کیسی بلند ہوئی ہے کہ اس کی ایذاء ومحبت خدا تعالیٰ کے ایذاء ومحبت سے پکاری جاتی ہے۔ مسلمان جب اپنے رسول کا پورا تبع ہوجاتا ہے تو یہی نسبت اس کے اور رسول کے مابین قائم ہوجاتی ہے۔

(۴۳۳) غالباً یہاں سائل کا مقصد کسی ایسے امر کا سوال کرنا تھا جس کا کرنا اس کی قدرت میں ہو کیونکہ یہی نیک عمل کے نفع اٹھانے کی صورت ہوسکتی ہے نیک عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو لیکن اگر اس پر عمل نہ ہوسکے تو وہ کس کام کا آپ نے اسکو ایسا آسان عمل بتادیا جو اس سے بھی بسہولت ادا ہوجائے اور تمام دنیا کے لئے بھی سہولت کا موجب ہو۔

Marfat.com

(۴۳۴) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یَّنْفَعَنِیْ بِہٖ قَالَ اُنْظُرْ مَا یُؤْذِی النَّاسَ فَنَحِّہٖ عَنِ الطَّرِیْقِ۔ اخرجہ ابن عساکر کما فی الجامع الکبیر۔

(۴۳۵) عَنْ اَبِی شَیْبَۃَ قَالَ کَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یَمْشِیْ وَرَجُلٌ مَعَہٗ فَرَفَعَ حَجَرًا عَنِ الطَّرِیْقِ فَقُلْتُ مَا ھٰذَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَفَعَ حَجَرًا عَنِ الطَّرِیْقِ کُتِبَ لَہٗ حَسَنَۃٌ وَمَنْ کَانَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر قال الھیثمی رجالہ ثقات۔

(۴۳۶) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ مُعَاوِیَۃُ کُنْتُ مَعَ مَعْقِلٍ فِیْ بَعْضِ الطُّرُقَاتِ فَمَرَّ بِاَذًی فَاَمَاطَہٗ فَرَأَیْتُ مِثْلَہٗ فَنَحَّیْتُہٗ فَقَالَ مَا حَمَلَکَ عَلٰی ذٰلِکَ قُلْتُ رَأَیْتُکَ صَنَعْتَ فَصَنَعْتُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ اَمَاطَ

---

(۴۳۴) ابوہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھے کچھ سکھا دیجئے، شائد اللہ تعالیٰ مجھے اس پر عمل کی توفیق بخشدے آپ نے فرمایا جو چیز لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو اس کا خیال رکھنا اور جہاں کہیں ایسی چیز دیکھنا اسے راستہ سے ایک طرف ڈال دینا۔ (جامع کبیر)

(۴۳۵) ابوشیبہ سے روایت ہے کہ معاذ بن جبل پیادہ پا جا رہے تھے ایک اور شخص بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا دراستہ پر انھوں نے ایک پتھر پڑا ہوا دیکھا) تو فوراً اسے راستے سے ہٹا دیا میں نے عرض کیا کیا؟ انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اگر راستہ سے کوئی شخص پتھر ہٹائے تو اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھدی جاتی ہے اور جس کے پاس ایک نیکی بھی ہوگی وہ بھی جنت میں جائیگا۔ (طبرانی)

(۴۳۶) معاویہ کہتے ہیں کہ میں معقل بن یسار کے ساتھ کسی راستہ پر جا رہا تھا ان کا کسی ایسے پتھر وغیرہ پر گذر ہوا جو گذرنے والوں کیلئے باعث تکلیف تھا انھوں نے اس کو اٹھا کر پھینکدیا آگے چل کر میں نے بھی اسی قسم کا ایک پتھر دیکھا تو میں نے بھی اس کو ایک طرف ڈالدیا، انھوں نے مجھ سے پوچھا تم ایسا کیوں کیا

---

(۴۳۶) اس روایت سے پہلی روایت کی شرح ہو گئی اور معلوم ہوگیا کہ مغفرت کے لئے صرف نیکی کرنا کافی نہیں اس کی قبولیت بھی شرط ہے اور کوئی شبہ نہیں کہ بعض مرتبہ معمولی سی نیکی ایسی بروقت ہوتی ہے کہ دریائے رحمت کو جوش میں لانے کیلئے وہی ایک چھوٹی سی نیکی کافی ہو جاتی ہے اور بحر عصیاں کے غرق کا بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

أذى عن طريق كتب له حسنة ومن تقبلت منه حسنة دخل الجنة۔ اخرجه البخاري في الادب المفرد وقال الهيثمي سنده حسن ورمز السيوطي لحسنه

(۴۳۷) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مر رجل بغصن شجرة على ظهر طريق فقال لأنحين هذا عن طريق المسلمين لا يؤذيهم فأدخل الجنة۔ (متفق عليه)

(۴۳۸) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد رأيت رجلا يتقلب في الجنة في شجرة قطعها من ظهر الطريق كانت تؤذي الناس۔ (رواه مسلم)

(۴۳۹) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل سلامى من الناس عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس يعدل بين الاثنين صدقة ويعين الرجل على دابته فيحمل عليها أو يرفع عليها متاعه صدقة والكلمة

میں نے کہا آپ کو دیکھا تھا کہ آپ نے یہی عمل کیا تھا لہذا میں نے بھی آپ کے دیکھا دیکھی وہی عمل کیا ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو کسی راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹا دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جس کی ایک نیکی بھی قبول ہو جائے وہ بھی آخر کار جنت میں چلا جائیگا

(۴۳۷) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص کا کسی ایسے راستہ سے گذر ہوا جس پر درخت کی ایک شاخ پڑی ہوئی تھی اس نے دل میں کہا کہ میں اس شاخ کو مسلمانوں کے راستہ سے ہٹا دوں تاکہ ان کو تکلیف دے بس اتنی سی نیت کی بدولت وہ جنت میں داخل کر دیا گیا (متفق علیہ)

(۴۳۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ جنت میں صرف ایک درخت کی بدولت ٹہلتا ہوا پھر رہا ہے جو راستہ پر لوگوں کی تکلیف کا باعث بن رہا تھا اور اس نے اس کو کاٹ دیا تھا۔ (مسلم)

(۴۳۹) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز جب آفتاب نکلتا ہے تو آدمی کے جسم میں جتنے جوڑ بند ہیں ان سب کی طرف سے اس پر ایک ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے (وہ اس طرح ادا ہوتا رہتا ہے) دو شخصوں کے درمیان کسی معاملہ میں فیصلہ کرا دیا یہ ایک صدقہ ہو گیا کسی سواری

---

(۴۳۹) سبحان اللہ اگر خدائے تعالیٰ نے اپنے ضعیف بندوں پر بہت سے صدقات واجب فرمائے تھے تو ان کی ادائیگی کی سبیل بھی کتنی آسان نکال دی ہے یعنی اس کی ہر ہر حرکت و سکون کو ایک ایک صدقہ بنا دیا ہے اس میں یہ تعلیم

Marfat.com

الطِّیِّبَۃُ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ خَطْوَۃٍ یَخْطُوْھَا اِلَی الصَّلٰوۃِ صَدَقَۃٌ وَّیُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَۃٌ۔ (متفق علیہ)

(۴۰۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَۃِ صَلٰوتِھَا وَصِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا غَیْرَ اَنَّھَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَھَا بِلِسَانِھَا قَالَ ھِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ قِلَّۃَ صِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا وَصَلٰوتِھَا وَاِنَّھَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِھَا جِیْرَانَھَا قَالَ ھِیَ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

شخص کی کوئی مدد کردی اس کو سوار کردیا یہ صدقہ ہوگیا اس کا کچھ سامان نیچے سے اٹھا کر اسے پکڑا دیا یہ صدقہ ہوگیا۔ کوئی بھلی بات زبان سے نکالی یہ صدقہ ہوگیا، ہر قدم جو نماز کے لئے اٹھایا وہ صدقہ ہوگیا اور اگر راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز پڑی دیکھی اور ہٹادی وہ صدقہ ہوگئی۔ (متفق علیہ)

(۴۰۴) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فلاں بی بی کی نماز روزے اور صدقہ وخیرات کرنے کی بڑی شہرت اڑرہی ہے مگر اس میں ایک عیب بھی ہے وہ یہ کہ اپنے ہمسایوں کو برا بھلا کہتی ہے فرمایا وہ دوزخ میں ہے پھر اس نے کہا یارسول اللہ اور فلانی عورت کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ روزے، نماز، اور صدقہ خیرات اس کثرت کے ساتھ تو ادا نہیں کرتی صرف پنیر کے چند ٹکرے راہ خدا میں دیدیتی ہے لیکن اس میں ایک بڑا ہنر یہ ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچاتی فرمایا وہ جنت میں ہے۔ (احمد۔ بیہقی)

بھی مضمر ہے کہ انسان کو ایسا کامل ہوجانا چاہئے کہ اس کی حرکات وسکنات بہائم کی طرح نہ رہیں بلکہ ان میں تقرب الی اللہ کی وہ روح پیدا ہوجائے کہ اگر وہ غنی نہ ہو تو بھی محض اپنے اعمال کی بدولت بے شمار صدقات کے ثواب کا مالک بن سکے۔ اس امت میں بزرگی کا معیار غنا روفقر نہیں انسان کے اعمال ہیں اور ان میں سب سے معمولی عمل یہ ہے کہ راہ پر کوئی تکلیف دہ چیز دیکھے تو اسے ہٹادے۔

مباش درپے آزار خلق ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعتِ ما غیر ازیں گناہے نیست

(۴۰۴) عام انسانوں کی نظروں میں جتنا اہتمام بدنی اور مالی عبادتوں کا ہوتا ہے اتنا معاملات اور حقوق العباد کا نہیں ہوتا، شریعت تنبیہ کرتی ہے کہ عبادت ایک بے نیاز کا حق ہے اور معاملات باہمی محتاج انسانوں کے حقوق اس لئے ان کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے۔ خدا کے فرائض کے بعد جو ان میں کوتاہی کرتا ہے اس کا معاملہ خطرہ میں ہے۔

(۴۴۱) وَعَنْهُ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ عَلٰی نَاسٍ جُلُوْسٍ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِخَیْرِکُمْ مِنْ شَرِّکُمْ قَالَ فَسَکَتُوْا فَقَالَ ذٰلِکَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ رَجُلٌ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنَا بِخَیْرِنَا مِنْ شَرِّنَا فَقَالَ خَیْرُکُمْ مَنْ یُّرْجٰی خَیْرُهٗ وَیُؤْمَنُ شَرُّهٗ وَشَرُّکُمْ مَنْ لَّا یُرْجٰی خَیْرُهٗ وَلَا یُؤْمَنُ شَرُّهٗ۔ (رواہ الترمذی والبیھقی فی شعب الایمان وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

(۴۴۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ کُلُّ اِنْسَانٍ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ عَلٰی سِتِّیْنَ وَثَلٰثِمِائَةِ مِفْصَلٍ فَمَنْ کَبَّرَ اللّٰهَ وَحَمِدَ اللّٰهَ وَهَلَّلَ اللّٰهَ وَسَبَّحَ اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ اللّٰهَ وَعَزَلَ حَجَرًا عَنْ طَرِیْقِ النَّاسِ اَوْ شَوْکَةً اَوْ عَظْمًا اَوْ اَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهٰی عَنْ مُّنْکَرٍ عَدَدَ تِلْکَ السِّتِّیْنَ وَالثَّلٰثِمِائَةِ فَاِنَّهٗ

(۴۴۱) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے آپ وہاں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا بولو کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ تم میں برا شخص کون ہے اور بھلا کون۔ راوی کہتا ہے صحابہؓ اس پر خاموش ہو گئے (اور کسی نے کچھ جواب نہ دیا) تین بار آپ نے یہی فرمایا اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتایئے کہ ہم میں بھلا کون ہے اور برا کون۔ آپ نے فرمایا بھلا شخص تو وہ ہے جس کی جانب سے بھلائی بھلائی کی امید کی جائے اور برائی کا کوئی خطرہ بھی نہ کیا جائے اور بدترین وہ ہے جس کی جانب سے بھلائی کی کوئی امید نہ ہو اور برائی کا ہر وقت خطرہ لگا رہے۔ (ترمذی، بیہقی)

(۴۴۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے انسان ہیں ان سب کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ بنائے گئے ہیں (ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے) تو جس نے اللہ اکبر کہا، یا الحمد للہ، یا لا الہ الا اللہ، یا سبحان اللہ، یا استغفر اللہ کہا یہ ایک ایک صدقہ شمار ہو جاتا ہے اسی طرح جس نے لوگوں کے راستے سے کوئی پتھر ہٹا دیا یا کانٹا یا کوئی ہڈی ہٹا دی یا نیک بات کہی یا بری بات سے روک دیا غرض اسی تین سو ساٹھ کے عدد کے مطابق یہ عمل کر دیئے تو وہ اس دن

(۴۴۱) اس روایت سے بھی انسانوں میں خیر اور شر کی تقسیم صرف نماز اور روزے جیسی عبادتوں پر نہیں کی بلکہ خلق کی ایذا رسانی اور ترک ایذا رسانی پر کی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ نفل عبادتیں بے اثر ہوتی ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ مخلوق کی ایذا رسانی کے ساتھ ان کا جوہر نہیں کھلتا اگر کاش ان کے ساتھ خلق اللہ کی خیر خواہی بھی شامل ہو جائے تو ان کا جوہر کھلے۔

Marfat.com

يمشي يومئذ وقد زحزح نفسه عن النار۔ (رواه مسلم)

(۳۴۳) عن أبي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تبسمك في وجه أخيك صدقة وأمرك بالمعروف صدقة ونهيك عن المنكر صدقة وإرشادك الرجل في أرض الضلال لك صدقة ونصرك الرجل الرديء البصر لك صدقة وإماطتك الحجر والشوك والعظم عن الطريق لك صدقة وإفراغك من دلوك في دلو أخيك لك صدقة (رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب)

(۳۴۴) عن أبي موسى الأشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم على كل مسلم صدقة قالوا فإن لم يجد قال فليعمل بيديه فينفع نفسه ويتصدق قالوا فإن لم يستطع أو لم يفعل قال فيعين ذا الحاجة الملهوف قالوا فإن لم يفعله قال فيأمر بالخير قالوا فإن لم يفعل قال فيمسك عن الشر فإنه له صدقة (متفق عليه)

زمین پر اس حال میں چلتا پھریگا کہ اپنی جان کو دوزخ کے عذاب سے دور کر چکا ہوگا (مسلم شریف)

(۳۴۳) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کی خوشی کی خاطر ذرا سا مسکرا دینا بھی صدقہ ہے، کوئی نیک بات کہدینی بھی صدقہ ہے، تمہارا کسی کو بری بات سے روکدینا بھی صدقہ ہے کسی بے نشان زمین میں کسی کو راستہ بتا دینا بھی تمہارے لئے صدقہ ہے جس شخص کی نظر کمزور ہو اس کی مدد کر دینا بھی صدقہ ہے، راستہ سے پتھر، کانٹا اور ہڈی کا ہٹا دینا بھی تمہارے لئے ایک صدقہ ہے اور اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈالدینا بھی ایک صدقہ ہے۔ (ترمذی شریف)

(۳۴۴) ابوموسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے لوگوں نے پوچھا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے اور اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور دوسروں کو بھی صدقہ دے لوگوں نے عرض کیا اگر یہ کرنے کی طاقت نہ رکھے یا استطاعت کے باوجود نہ کرے تو۔ فرمایا کسی غمزدہ محتاج کی مدد ہی کردے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو نیک بات ہی کہدے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے، فرمایا تو (کم ازکم) کسی نقصان رسانی سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے حق میں ایک قسم کا صدقہ شمار ہوگا۔

(متفق علیہ)

Marfat.com

افشاء السلام واطعام الطعام

(۴۴۵) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ (رواہ البخاری ومسلم وغیرہم)

واقفیت کی قید کے بغیر عام طور پر ایک دوسرے کو سلام کرنا اور محتاجوں کو کھانا کھلانا

(۴۴۵) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اسلام میں سب سے بہتر عمل کیا ہے فرمایا بھوکوں کو کھانا کھلانا اور آشنا ہو یا نا آشنا سب کو سلام کرنا۔ (متفق علیہ)

(۴۴۵) ایک گذشتہ حدیث میں آپ کو ہجرت کی ایک وسیع شاہراہ بتائی گئی تھی یہاں اسلام کے دو اور وسیع گوشے بتا دیئے گئے ہیں یعنی اطعام طعام (بھوکوں کو کھانا کھلانا) اور افشار سلام یعنی (باہم سلام کا رواج دینا) اطعام طعام میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں نہ کسی وقت کی کوئی قید ہے اور نہ مسلمان وکافر کی تفصیل یہاں تک کہ انسان و حیوان کی بھی کوئی تفصیل نہیں۔ اسی طرح افشار سلام میں بھی تعارف یا عدم تعارف کا کوئی لحاظ نہیں۔ یوں تو اسلام میں ان دو کے علاوہ اور بھی بہت سے اہم شعبے موجود ہیں لیکن عرب کے اس ماحول میں ان دو کی اہمیت زیادہ محسوس کی گئی تھی کیونکہ ان کی شب و روز قتل و غارت نے انسانوں کو ایسا خوف زدہ بنا دیا تھا کہ جب کوئی اجنبی شخص کسی سے ملتا تو وہ اس کو موت کا ایک فرشتہ نظر آتا اور جب تک اس کی جانب سے پورا اطمینان حاصل نہ ہو جاتا اس سے خوف زدہ ہی رہتا تھا اسلام نے آکر تعلیم دی کہ خوف و ہراس کا دور ختم ہوا اب سلامتی و امن کا زمانہ آگیا ہے اور اس کے اعلان کرنے کے لئے سب سے پہلے لفظ سلام مقرر کیا تا کہ پہلی ملاقات ہی میں یہ بات صاف ہو جائے کہ اب میں تمہارے لئے صدائے موت نہیں رہا پیغام سلامتی بن گیا ہوں اور اس لفظ کو چلتے پھرتے اس کثرت سے استعمال کرنے کا حکم دیا کہ خوف دنیا کے پردہ سے اٹھ جائے اور سلامتی کی برکتیں چاروں طرف سے گھیر لیں۔ ملاقات کے وقت ہر قوم کا ایک شعار ہوتا ہے اسلام نے پیغام سلامتی کو اپنا شعار مقرر کر لیا ہے۔ ابن عمرؓ اس حکم کی تعمیل میں اتنی شدت کرتے کہ صرف افشار سلام کی خاطر بازار در بازار کوچہ در کوچہ پھرتے اور لوگوں کو سلام کر کر کے اپنے گھر واپس آجاتے تھے جیسا کہ ابھی ان کی مفصل حدیث آپ کے مطالعہ سے گذر چکی۔ افشار سلام کی اہمیت کیلئے ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ترجمان السنہ جلد اول صفحہ پر بھی ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

رہی اطعام طعام کے ارشاد کی تعمیل تو وہ بھی اس گرمجوشی سے کی گئی کہ جو اپنے پاس اپنے بچوں کی صرف ایک وقت کی خوراک رکھتا تھا خود بھی بھوکا سو رہتا اور ان کی خوراک دوسروں کو کھلا دینا پسند کرلیا۔۔ آیۃ ویؤثرون علی انفسہم میں اسی قسم کے ایثار پیشہ جماعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن سلام جب اسلام کی تلاش میں مدینہ پہنچے ہیں تو سب سے پہلے جو کلمات نصیحت انہوں نے آپ کے دہن مبارک سے سنے۔ وہ بھی افشار سلام اور اطعام طعام کے کلمات تھے نیز آپ کے ایک بہت اہم خواب میں جن اعمال کو رفع درجات کا موجب بتایا گیا تھا ان میں سب سے درخشاں عمل یہی افشار سلام اور اطعام طعام کو قرار دیا گیا ہے

Marfat.com

(۴۴۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَةَ جِئْتُ فَلَمَّا تَبَیَّنْتُ وَجْهَهٗ عَرَفْتُ اَنَّهٗ لَیْسَ بِوَجْهِ کَذَّابٍ فَکَانَ اَوَّلُ مَا قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (رواہ الترمذی وابن ماجة والدارمی)

(۴۴۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُعْبُدُوا

---

(۴۴۶) عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس وقت میں نے آپ کا چہرۂ مبارک دیکھا اسی وقت پہچان گیا کہ یہ چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا ہو نہیں سکتا جو سب سے پہلی بات اس وقت آپ نے فرمائی وہ یہ تھی لوگو باہم خوب سلام کیا کرو۔ محتاجوں کو کھانے کھلایا کرو۔ رشتہ داری کے تعلقات میں حسن سلوک کی رعایت رکھا کرو اور جب لوگ سوتے پڑے ہوں تو تم راتوں کو نمازیں پڑھا کرو جنت میں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے (ترمذی وغیرہ)

(۴۴۷) عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمٰن کی عبادت کیا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) جیسا کہ وہ حدیث ترجمان السنہ ص۲۵ج۱ پر گذر چکی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مخلوق کی ہمدردی اور باہمی مساوات کا جذبہ صرف جبر و اکراہ کی راہ سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کیلئے دماغی تربیت اور عملی ٹریننگ کی بھی ضرورت ہے اس لئے اسلام نے لوگوں کو اپنی قوت بازو سے کمایا ہوا مال ان سے زبردستی چھین کر دوسروں کے حوالہ کر دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کا حل یہ پیش کیا ہے کہ ایک طرف تو کچھ حقوق فرض و واجب قرار دیئے ہیں اور ان کا ادا کرنا ہر شخص پر طوعاً و کرہاً لازم کر دیا ہے دوسری طرف اسی کے ہم جنس بہت سے اور حقوق رکھے ہیں جن کو ادا کرنا اس پر لازم قرار نہیں دیا بلکہ صرف ان کی ترغیب دیکر ان کو اس کی خوشی پر چھوڑ دیا ہے اس کا مقصد اصل آزمائش ہے کہ فرض و واجبات کی اس عملی ٹریننگ کے بعد اب اس کی فطرت میں انفاق و ایثار کی کتنی اسپرٹ پیدا ہو گئی ہے اور بغیر کسی کے جبر و اکراہ کے بغیر اب وہ اپنی خوشی سے دوسروں کی ہمدردی کا کتنا عادی بن چکا ہے۔

اسلام کے یہ دو مختصر شعبے اجتماعی حیات کے لئے دو اہم رکن ہیں اگر تنہا خوری اور ترک سلام کی مغرورانہ عادتیں آج بھی چھوڑ دی جائیں تو ہماری اجتماعی حیات کے چمن میں نفاق و شقاق کے بجائے پھر کہیں انس و محبت کھل سکتے ہیں۔

(۴۴۷) یہاں عبادت کے ساتھ رحمٰن کا اسم مبارک اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ چند حقیر اعمال کے ساتھ جنت جیسی بیش بہا متاع کا ہاتھ آجانا رحمت ہی کا کرشمہ ہو سکتا ہے ورنہ ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل ۔۔۔ نسیم صبا سب تری مہربانی

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکۃ اللہ اہل جنت کو سلام کرینگے اور اہل جنت باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے اور رب العزت بنفس نفیس اہل جنت کیلئے ان کو سلام فرمائیگا۔ جو لوگ اس روش کو دنیا میں قائم کرتے ہیں وہ یہاں بھی اہل جنت کی قوم ہیں اور فردائے قیامت میں خدائے تعالیٰ کی جنت میں داخل ہوں گے۔

Marfat.com

الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

(۴۴۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْاِیْمَانُ فَقَالَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَبَذْلُ السَّلَامِ۔ (رواہ الشیخان)

(۴۴۹) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ فَقِیْلَ مَا بِرُّ الْحَجِّ قَالَ اِطْعَامُ الطَّعَامِ وَطِیْبُ الْکَلَامِ (اخرجہ احمد)

(۴۵۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِذَا رَاَیْتُكَ طَابَتْ نَفْسِیْ وَقَرَّتْ عَیْنِیْ فَاَنْبِئْنِیْ عَنْ کُلِّ شَیْءٍ قَالَ کُلُّ شَیْءٍ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ قُلْتُ اَنْبِئْنِیْ بِشَیْءٍ اِذَا فَعَلْتُہٗ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ اُعْبُدُوا الرَّحْمٰنَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَاَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

(اخرجہ الامام احمد والترمذی عن ابی هریرة وفی روایة احمد بصیغة الافراد واخرجہ البخاری فی الادب والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیة وابن حبان فی صحیحہ عن عبداللہ بن عمرو ولفظہ تدخلوا الجنان۔

کرو اور محتاجوں کو کھانے کھلایا کرو اور کسی تعارف کے بغیر ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، جنت میں سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

(۴۴۸) ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایمان کی باتیں کیا کیا ہیں ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور کسی تعارف کے بغیر سلام کرنا (بخاری مسلم)

(۴۴۹) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں پھر آپ سے پوچھا گیا حج مبرور میں نیک کام کیا ہیں فرمایا کھانا کھلانا اور نرم گفتگو کرنا (مسند احمد)

(۴۵۰) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری حالت یہ ہے کہ جب آپ کو دیکھ لیتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ یہ تمام مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے فرمایا پانی سے پھر میں نے عرض کیا اچھا مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جسے میں کر لوں تو یقیناً جنت میں داخل ہو جاؤں فرمایا رحمٰن کی عبادت کر (لوگوں کو) خوب کھانے کھلایا کر، اور باہم ایک دوسرے کو کسی تعارف کے بغیر سلام کیا کر اور پھر جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد وغیرہ)

) اس قسم کی حدیثوں کی اصل روح یہ ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت تم سے کہیں بہت دور ہے، وہ تم سے صرف چند قدم کے فاصلہ پر ہے، قدم اٹھاؤ اور بڑے اطمینان کے ساتھ اس میں چلے جاؤ۔ مگر واضح رہے کہ یہ چند قدم بھی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے جامع ہیں۔ پہلا قدم حقوق اللہ سے متعلق ہے۔ (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۴۵۱) عَنْ مِيْنَاءَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ اَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلْعَنْ حِمْيَرَ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَاءَ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ فَاَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا اَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَاَيْدِيْهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ اَهْلُ اَمْنٍ وَاِيْمَانٍ (رواه احمد والترمذی)

(۴۵۲) عَنْ هَانِیٍٔ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ يُوْجِبُ الْجَنَّةَ قَالَ عَلَيْكَ بِحُسْنِ الْكَلَامِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ۔ اخرجه البخاری فی الادب المفرد والحاکم عن هانی ابی شریح قال الحاکم صحیح ولا علة له وعلته عندهما ان هانئا لیس له راو غیر ابنه لکن له نظائر عندهما اقره الذهبی وقال الحافظ العراقی فی امالیه حدیث حسن واخرج ابن ابی شیبة واحمد والطبرانی والخرائطی والبیهقی بلفظ ان من موجبات المغفرة بذل السلام وحسن الکلام قال العراقی اسناده جید وقال الهیثمی رجال احمد رجال الصحیح۔

(۴۵۱) مینار روایت کرتے ہیں کہ میں نے یہ بات ابوہریرہ کو فرماتے خود سنا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جہاں تک میرا گمان ہے وہ قبیلہ قیس کا آدمی معلوم ہوتا تھا، اس نے کہا یا رسول اللہ قبیلہ حمیر پر لعنت فرمائیے، آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا وہ دوسری طرف سے پھر آیا، آپ نے پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ وہ تیسری طرف سے پھر آیا آپ نے پھر منہ پھیر لیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قبیلۂ حمیر پر رحم فرمائے ان کے منہ پر السلام علیک کا لفظ رہتا ہے، ان کے ہاتھ غریبوں کو کھانا کھلانے میں مشغول رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو بڑے امن اور ایمان والے ہیں (مسند احمد و ترمذی)
(سبحان اللہ خاتم المرسلین کیسی رحمت مجسم بن کر آئے لوگ ان سے لعنتوں کی درخواست کرتے تھے وہ رحمتوں کی دعائیں کر دیتے تھے۔)

(۴۵۲) ہانی روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے جو جنت کا یقینی سبب ہو، فرمایا نرم گفتگو کرنا اور خدا کی راہ میں کھانے کھلانا۔ (مسند احمد وغیرہ)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اور آخر کے دو قدم حقوق العباد سے جس نے یہ دو قدم اٹھا لئے سمجھو کہ اس نے تمام حقوق ادا کر دیئے اور جس نے حقوق العباد اور حقوق اللہ ادا کر دیئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ معلوم یہ ہے کہ عمل کوئی بھی ایسا نہیں جس کے صلہ میں جنت جیسی متاع بے بہا کا ملنا ضروری ہو، البتہ رحمت خداوندی نے معمولی معمولی اعمال پر جنت کا وعدہ کر کے اپنی جنت کو ارزاں کر دیا ہے اور اسی وعدہ کے بھروسہ پر لوگوں نے اس قسم کے سوالات کی جرأت کی ہے۔

Marfat.com

(۴۵۳) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْإِسْلَامُ قَالَ طِيْبُ الْكَلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ فَقُلْتُ مَا الْإِيْمَانُ قَالَ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ قُلْتُ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ قُلْتُ أَيُّ الْإِيْمَانِ أَفْضَلُ قَالَ خُلُقٌ حَسَنٌ (رواہ احمد)

(۴۵۴) عَنْ أَبِيْ مَالِكٍ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا يُرٰى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَبَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا أَعَدَّ اللّٰهُ لِمَنْ أَلَانَ الْكَلَامَ وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ وَتَابَعَ الصِّيَامَ وَصَلّٰى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان وروی الترمذی عن علی نحوہ۔

(۴۵۵) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (فی قصۃ) قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيْمُ الْخَاصَّةِ وَفُشُوُّ التِّجَارَةِ حَتّٰى تُعِيْنَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التِّجَارَةِ

---

(۴۵۳) عمرو بن عبسہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کیا چیز ہے فرمایا نرم گفتگو کرنا، اور خدا تعالیٰ کی راہ میں کھانا کھلانا، میں نے عرض کیا اچھا ایمان کیا ہے فرمایا صبر کرنا اور سخاوت کرنا، پھر میں نے پوچھا کونسا اسلام افضل ہے فرمایا جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان تکلیف نہ اٹھائیں، میں نے پوچھا اور ایمان کونسا افضل ہے فرمایا اعلیٰ اخلاق۔ (مسند احمد)

(۴۵۴) ابومالک اشعری بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں بہت سے بالاخانے ایسے ہیں جو اتنے شفاف ہوں گے کہ ان کا بیرونی حصہ اندرونی حصہ سے اور ان کا اندرونی حصہ بیرونی حصہ سے نظر آئیگا ان کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو نرم گفتگو کے عادی ہوں، کھانے کھلائیں، پے در پے روزے رکھا کریں اور جب شب میں اور لوگ غفلت کی نیند سوتے رہیں تو یہ نمازیں پڑھا کریں۔ (شعب الایمان)

(۴۵۵) عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت سے قبل منجملہ اور علامات کے چند یہ علامات بھی ضروری ہیں۔ سلام کا رواج خاص خاص دائروں میں

---

(۴۵۳) حسن بصریؒ صبر و سماحت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صبر سے مراد ان باتوں پر صبر کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اور سماحت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرائض ذوق و شوق اور فراخ دلی کے ساتھ ادا کرنا۔

(۴۵۴) یوں تو ان علامات میں ایک ایک علامت اپنی اپنی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک معجزہ ہے ان میں شہادت کا حال جس درجہ اتر ہو چکا ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے باہم رشتہ و ناتے کے تعلقات ختم ہو ہی چکے ہیں تجارت کیلئے عورتیں صرف مددگاری کی حیثیت سے ہی نہیں نکل پڑیں بلکہ ساہوکاری کی حیثیت سے مستقل تاجر بنی ہوئی بھی نظر آ رہی ہیں تصنیف

Marfat.com

وَقَطْعُ الْاَرْحَامِ وَفُشُوُّ الْقَلَمِ وَظُهُوْرُ الشَّهَادَةِ بِالزُّوْرِ وَكِتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ۔
(رواہ البخاری فی الادب المفرد)

(۴۵۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّسَلِّمَ الرَّجُلُ عَلَی الرَّجُلِ لَا یُسَلِّمُ اِلَّا بِمَعْرِفَۃٍ۔ (رواہ احمد)

(۴۵۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ السَّلَامَ اِسْمٌ مِّنْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَضَعَہُ اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ فَاَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

(۴۵۸) عَنْ عَائِشَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَسَدَکُمُ الْیَھُوْدُ عَلٰی

محدود ہو جانا۔ تجارت کا اتنا عام طور پر رواج پاجانا کہ بی بی بھی اس میں اپنے شوہر کی مدد کرنے لگے۔ اہل دنیا اہل سب کا قلم چل پڑنا۔ جھوٹی شہادت ادا کرنے میں بہادر بن جانا اور سچی شہادت کا اخفا کرنا (الادب المفرد)

(۴۵۶) عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں علاماتِ قیامت میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو سلام صرف اپنے تعارف کی بنیاد پر کریگا (نہ کہ اسلامی اخوت کی بنا پر) (مسند احمد)

(۴۵۷) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں ایک اسم مبارک ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں نازل فرمایا ہے لہذا تم لفظ السلام کا باہم بکثرت استعمال کیا کرو۔ (الادب المفرد)

(۴۵۸) حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ یہود تم پر جتنا

کا تو یہ حال ہو چکا ہے کہ اس کے لئے علم کی بھی کوئی قید نہیں رہی بس جس نے چند ناول لکھ لئے وہ انشاء پردازوں کی فہرست میں داخل ہو گیا۔ اب قرآن و حدیث میں بھی اسی کا قلم مجتہدانہ ہے۔ لیکن ان سب میں اہم ہمارے موضوع کے مناسب آپ کی وہ پیشگوئی ہے جو سلام کے بارے میں پوری ہو رہی ہے یعنی اب سلام کی بنیاد رشتۂ اسلامی کی بجائے صرف سوسائٹی پر رہ گئی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ اپنی سوسائٹی کے سوا دوسری سوسائٹی کو سلام کرنا ختم ہو گیا ہو بلکہ ایک اخلاقی جرم شمار ہونے لگا ہے حتیٰ کہ ایسا سلام کرنے والا شخص جواب کا مستحق بھی نہیں سمجھا جاتا اور جس مختصر طبقہ میں سلام کی یہ سنت رہ بھی گئی ہے اس میں بھی سلام کا وہ طریقہ نہیں رہا جو اسلام نے تعلیم کیا تھا بلکہ اس کے کچھ اور نئے نئے طریقے رواج پا گئے الا ماشاء اللہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۴۵۷) سلام کے فضائل کچھ آپ سن چکے اور ابھی بہت کچھ آپ کو آداب کی بحث میں سننا باقی ہیں۔ رہ گیا کلمۂ آمین تو اس کی ایک مختصر فضیلت یہ ہے کہ نماز میں امام اور مقتدیوں کی آمین اگر بیک وقت ادا ہو جاتی ہے تو قدرت کو یہ اجتماعی ادا اتنی محبوب ہوتی ہے کہ اس کی رحمت کا دریا بے توقف جوش

Marfat.com

شَيْءٍ مَا حَسَدَكُمْ عَلَى السَّلَامِ وَالتَّأْمِيْنَ۔ (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

(۴۵۹) أَخْبَرَ الطُّفَيْلُ بْنُ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِيْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ رض فَيَغْدُوْا مَعَهُ إِلَى السُّوْقِ لَمْ يَمُرَّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى سَقَّاطٍ وَلَا صَاحِبِ بَيْعَةٍ وَلَا مِسْكِيْنٍ وَلَا أَحَدٍ إِلَّا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ قَالَ الطُّفَيْلُ فَجِئْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَوْمًا فَاسْتَتْبَعَنِيْ إِلَى السُّوْقِ فَقُلْتُ مَا تَصْنَعُ بِالسُّوْقِ وَأَنْتَ لَا تَقِفُ عَلَى الْبَيْعِ وَلَا تَسْأَلُ عَنِ السِّلَعِ وَلَا تَسُوْمُ بِهَا وَلَا تَجْلِسُ فِيْ مَجَالِسِ السُّوْقِ فَاجْلِسْ بِنَا هٰهُنَا نَتَحَدَّثُ فَقَالَ لِيْ عَبْدُ اللّٰهِ يَا أَبَا بَطْنٍ وَكَانَ الطُّفَيْلُ ذَا بَطْنٍ إِنَّمَا نَغْدُوْا مِنْ أَجْلِ السَّلَامِ عَلَى مَنْ لَقِيْنَا۔

(رواہ البخاری فی الادب المفرد)

حسد سلام اور آمین کے بارے میں کرتے ہیں اتنا کسی اور بات پر نہیں کرتے۔ (ادب المفرد)

(۴۵۹) طفیل بیان کرتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آیا کرتے وہ ان کو صبح اپنے ہمراہ بازار لیجاتے جس خردہ فروش یا تاجر یا مسکین یا اور کسی شخص پر بھی ان کا گذر ہوتا وہ اس کو ضرور سلام کر لیتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا وہ پھر حسب دستور مجھے بازار لیجانے لگے میں نے کہا آپ بازار جاکر کیا کریں گے نہ تو آپ کسی خرید و فروخت کے لئے کہیں کھڑے ہوتے ہیں اور نہ کسی چیز کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں نہ اس کا بھاؤ پوچھتے ہیں اور نہ بازار کی کسی اور مجلس ہی میں بیٹھتے ہیں۔ پھر آیئے یہاں بیٹھکر ہم کچھ باتیں ہی کریں۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اے ابوبطن (اس کنیت سے ان کو اس لئے خطاب فرمایا کیونکہ ان کا پیٹ ذرا بھاری تھا) ہم (صبح کو اس لئے بازار نہیں جاتے جس کے لئے تو نے سمجھا) ہم تو صرف اس لئے جاتے ہیں کہ جس سے ملاقات ہو جایا کرے اس کو سلام کر لیا کریں۔ (الادب المفرد)

میں آجاتا ہے اور سب کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ یہود امتِ محمدیہ کے لئے یہ فضائل دیکھ دیکھکر اپنی حاسدانہ خصلت کی بنا پر جلا ہی کرتے تھے اس کے سوا بھی ان کے جلنے کے کچھ اور اسباب بھی تھے بہر حال آپ نے متنبہ کیا کہ امت محمدیہ ان خصال کو ہلکا نہ سمجھے یہ خصائل دوسری امتوں کے لئے قابلِ حسد ہیں۔

Marfat.com

الحیاء

حیاء کی دو قسمیں ہیں ایک خلقی، دوم کسبی۔ پہلی قسم پیدائشی اخلاق میں شمار ہے اس میں انسان کے کسب واکتساب کو کچھ دخل نہیں ہوتا لیکن حیاء وشرم چونکہ ایسی صفت کا نام ہے جو بلند اخلاق کی محرک ہوتی ہے اور رذیل اخلاق سے روکتی ہے اس لحاظ سے اس فطری صفت کو بھی ایمان کا ایک جزء شمار کر لیا گیا ہے۔ عمران بن حصین کی حدیث "الحیاء لا یأتی الا بخیر" اسی فطری حیاء کا ذکر ہے۔ یعنی یہ صفت خلقۃً بھلی باتوں ہی کی محرک ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو بڑے ریاضات اور مجاہدات کے بعد پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی عظمت وجلال، اس کا بندوں سے قرب، اور ان کے احوال پر پورے علم کے استحضار کا ثمرہ ہوتی ہے۔ یہ ایمان بلکہ مرتبہ احسان کا بھی اعلیٰ درجہ ہے اس کی طرف حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں اشارہ ہے جو چند حدیثوں کے بعد آپ کے سامنے آرہی ہے۔ (جامع العلوم)

(۴۶۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ وَهُوَ يَعِظُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْهُ فَاِنَّ الْحَيَاءَ مِنَ الْاِيْمَانِ۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ لَا يَأْتِيْ اِلَّا بِخَيْرٍ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَلْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهٗ۔ (متفق علیہ)

شرم وحیاء کرنا

(۴۶۰) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گذرے وہ اس کو زیادہ شرم کرنے پر سمجھا رہا تھا (کہ زیادہ شرم نہ کرنی چاہیے) آپ نے فرمایا رہنے دے (اور اسے غلط نصیحت نہ کر) کیونکہ شرم کرنا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۶۱) عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرم کا نتیجہ بہتری بہتر نکلتا ہے اور ایک روایت میں ہے شرم وحیاء تو سب ہی بہتر ہوتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

Marfat.com

(۴۶۲) عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا اَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْاُوْلٰى اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ (رواه البخاری)

(۴۶۳) عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ اَلْحَيَاءُ ويروى والختان وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ (رواه الترمذی)

(۴۶۴) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِی الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ (رواه احمد والترمذی)

(۴۶۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ طَلْحَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ الْحَيَاءُ. (رواہ مالک مرسلا وابن ماجۃ والبیہقی فی شعب الایمان عن انس وابن عباس۔

(۴۶۲) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی نبوتوں کی جو صحیح اور غیر منسوخ باتیں لوگوں تک پہنچی ہیں ان میں ایک متفق علیہ بات یہ ہے کہ جب شرم وغیرت باقی نہ رہے تو پھر جو تمہارا جی چاہے کرتے رہو۔ بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔ (بخاری)

(۴۶۳) ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں رسولوں کے طریقے میں داخل ہیں شرم وحیاء (اور ایک روایت میں ختنہ کرنا ہے) خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔ (ترمذی)

(۴۶۴) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیاء وشرم ایمان سے پیدا ہوتی ہے اور ایمان کا نتیجہ جنت ہے اور بے حیائی وفحش کلامی درشتی فطرت سے ناشی ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ (احمد، ترمذی)

(۴۶۵) زید بن طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر دین کا ایک نہ ایک اخلاق ممتاز ہوتا ہے۔ ہمارے دین کا ممتاز اخلاق شرم کرنا ہے۔ (مالک)

(۴۶۲) یعنی جب انسان میں نہ حیاء مکتسب ہو نہ فطری حیاء تو اب اسے ذلیل حرکات اور برے کام کے کرنے کو کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

(۴۶۴) انسان جنت یا دوزخ تک یک بارگی نہیں پہنچتا بلکہ درمیان میں کچھ اعمال کا سلسلہ بھی ہوتا ہے اس میں ایک عمل دوسرے عمل کے ساتھ اسی طرح وابستہ ہوتا ہے جس طرح زنجیر کی کڑیاں۔ ایک سلسلہ کی ابتداء کچھ ہوتی ہے اور انتہا کچھ، شریعت اس سلسلہ کو بتا کر تنبیہ کرتی ہے کہ بہت سے اعمال دیکھنے میں تو معمولی ہوتے ہیں مگر وہ کسی ایسے سلسلہ کی کڑی ہوتے ہیں جس کا منتہیٰ جنت یا دوزخ ہوتا ہے اس لئے ان کو معمولی نہ سمجھنا چاہئے۔ حیاء وشرم بھی اسی قسم کی ایک کڑی ہے جو بظاہر معمولی ہے اور در اصل بہت اہم ہے۔

Marfat.com

(۴۶۶) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَیَاءَ وَالْاِیْمَانَ قُرِنَا جَمِیْعًا فَاِذَا رُفِعَ اَحَدُھُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ وفی روایۃ ابن عباس فَاِذَا سُلِبَ اَحَدُھُمَا تَبِعَہُ الْاٰخَرُ رواہ البیھقی فی شعب الایمان. والحاکم فی المستدرک ۲۲ج ۱ص وقال الذھبی علی شرطھا۔

(۴۶۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا کَانَ الْفُحْشُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ وَمَا کَانَ الْحَیَاءُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ (رواہ الترمذی)

(۴۶۸) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا اَرَادَ

---

(۴۶۶) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیاء اور ایمان دونوں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں جب ان میں ایک اٹھا لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھا لیا جاتا ہے اور ابن عباسؓ کی روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ جب ان میں ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔ (شعب الایمان)

(۴۶۷) انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فحش اور بے حیائی جس چیز میں بھی پیدا ہو جائے اسے عیب دار اور بدنما کر دیتی ہے اور شرم و حیاء جس چیز میں پیدا ہو جائے اسے خوشنما بنا دیتی ہے۔ (ترمذی)

(۴۶۸) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو پہلے

---

(۴۶۶) حمید بن زنجویہ نے کتاب الادب میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے الحیاء والایمان فی قرن فاذا نزع الحیاء تبعہ الاخر۔ (جامع ص ۱۴۴) حیاء وایمان دونوں کے ہونے کی صورت میں ایک کے اٹھ جانے سے دوسرے کا اٹھ جانا تو حدیثوں میں آتا ہے مگر دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں صرف ایک کے آجانے سے دوسرے کا آجانا اب تک کسی حدیث میں ہماری نظر سے نہیں گذرا بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل مقصد مومن کو شرم و حیاء کی ترغیب دینا ہے اور بے حیائی کی صورت میں اس امر سے ڈرانا ہے کہ کہیں اصل متاع ایمانی بھی اس کے ہاتھوں سے کھوئی نہ جائے اس کے لئے یہی تعبیر مناسب تھی صرف ایمان وحیاء کا وجوداً و عدماً فلسفہ بیان کرنا مقصود نہیں ہے تاکہ محض فلسفیانہ پہلو سے اس کا دوسرا رخ بھی زیر بحث لایا جاتا۔

(۴۶۷) حضرت شاہ ولی اللہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ رکنیت کی حیثیت صرف ان اعمال کو حاصل ہو سکتی ہے جن کا انضباط اور صحیح اندازہ ممکن ہو۔ حیاء اور دیگر اخلاقیات چونکہ پورے طور پر منضبط نہیں ہو سکتے، اس لئے ان کو رکن قرار نہیں دیا گیا باوجودیکہ ان کی اہمیت ظاہر ہے۔ (حجۃ اللہ ص ۹۲)

(۴۶۸) سبحان اللہ، حیاء بھی اسلام کا کتنا اہم شعبہ ہے جس کے نزع کا نتیجہ سلب اسلام بھی نکل سکتا ہے مگر یہ نتیجہ یکلخت نہیں نکلتا بلکہ اس کے درمیان میں بہت سی کڑیاں ہیں ہر بعد کی کڑی پہلی سے شدید تر ہے جو پہلی کڑی کو پکڑ لیتا ہے اس کے لئے دوسری کا پکڑنا بھی لازم ہو جاتا ہے اور اس تدریجی تنزل کی وجہ سے اس کو اپنے امروز و فردا کے

Marfat.com

أَنْ يُهْلِكَ عَبْدًا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ فَإِذَا نَزَعَ مِنْهُ الْحَيَاءَ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا مَقِيتًا مُمَقَّتًا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الْأَمَانَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا خَائِنًا مُخَوَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ فَإِذَا نُزِعَتْ مِنْهُ الرَّحْمَةُ لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا فَإِذَا لَمْ تَلْقَهُ إِلَّا رَجِيمًا مُلَعَّنًا نُزِعَتْ مِنْهُ رِبْقَةُ الْإِسْلَامِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(۴۶۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَكُنْتُ أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم لِمَكَانِ ابْنَتِهِ فَأَمَرْتُ الْمِقْدَادَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ يَغْسِلُ ذَكَرَهُ وَيَتَوَضَّأُ (متفق علیہ)

اس سے حیا و شرم چھین لیتا ہے جب اس میں شرم و غیرت نہیں رہتی تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر اور مبغوض بن جاتا ہے جب اس کی حالت اس نوبت کو پہنچ جاتی ہے تو پھر اس سے امانت کی صفت بھی چھین لی جاتی ہے جب اس میں امانت داری نہیں رہتی تو وہ خیانت در خیانت میں مبتلا ہونے لگتا ہے اس کے بعد اس سے صفت رحمت اٹھالی جاتی ہے پھر تو وہ پھٹکارا ہوا مارا مارا پھرنے لگتا ہے جب تم اس کو اس طرح مارا مارا پھرتا دیکھو تو وہ وقت قریب آجاتا ہے کہ اب اس سے رشتۂ اسلام ہی چھین لیا جائے (ابن ماجہ)

(۴۶۹) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک شخص تھا جس کے مذی بڑی کثرت سے خارج ہوتی تھی چونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس لئے آپ سے براہ راست مسئلہ پوچھنے سے تو مجھے حیاء دامنگیر ہوئی اس لئے میں نے مقداد سے کہا کہ تم اس کا مسئلہ دریافت کرلو انھوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا صرف عضو خاص کو دھو کر وضو کر لینا کافی ہے۔ (متفق علیہ)

تنزل کا احساس بھی نہیں ہوتا حتی کہ شدہ شدہ وہ اسلام کے خصوصی صفات سے خالی ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک دن وہ آجاتا ہے کہ اسلام کا عروہ وثقیٰ اس کے ہاتھوں سے چھوٹ جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اگر حدیث کے الفاظ پر نظر ڈالو تو ایمان سے قبل تم کو تین صفتوں کا ذکر ملے گا۔ حیاء، امانت، رحمت۔ ان کے بعد اسلام کا نمبر ہے۔ ان صفتوں میں حیاء و امانت کا اسلام سے بہت گہرا ربط ہے اس کا تذکرہ اور مختلف حدیثوں میں بھی آتا ہے، اب رہ گئی رحمت تو یہ وہ آخری صفت ہے کہ جو اس سے محروم ہو گیا سمجھ لو کہ اس کے پلے اب کچھ نہیں رہا۔

(۴۶۹) اتنی شرم جو اہل مروت میں کمال شمار ہو اور مسئلہ معلوم کرنے میں حائل بھی نہ ہو قابل مدح ہے اور وہ شرم جو اہل دنیا کی رسم میں داخل ہو اور شرعی حکم معلوم کرنے سے مانع ہو جائے قابل مذمت ہے۔ اسلام نے بیباکی اور گستاخی کی تعلیم بھی نہیں دی اور ادب و تعظیم میں اتنے غلو سے بھی روکا ہے جو انسان کو عبادت کے قریب کردے اور افراط و تفریط کی دونوں راہوں سے بچا کر اس کے لئے متوسط حدود مقرر کر دی ہیں جن سے اخلاقیات کی پوری تکمیل ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

(۴۷۰) عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتْ قَالَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ فَھَلْ عَلَی الْمَرْاَۃِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا احْتَلَمَتْ قَالَ نَعَمْ اِذَا رَاَتِ الْمَآءَ (متفق علیہ)

(۴۷۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَتْ اِمْرَاَۃٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعْرِضُ عَلَیْہِ نَفْسَھَا فَقَالَتْ ھَلْ لَکَ حَاجَۃٌ فِیَّ فَقَالَتْ اِبْنَتُہٗ مَا اَقَلَّ حَیَاءَھَا فَقَالَ ھِیَ خَیْرٌ مِنْکِ عَرَضَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَفْسَھَا (رواہ البخاری)

(۴۷۲) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْاَنْصَارِ لَمْ یَمْنَعْھُنَّ الْحَیَاءُ اَنْ یَّتَفَقَّھْنَ فِی الدِّیْنِ۔ (رواہ البخاری فی ترجمۃ الباب)

(۴۷۰) ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم نے پوچھا یا رسول اللہ دین کی بات بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ بھی شرم نہیں کرتا (فرمائیے) اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر بھی غسل فرض ہے آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ منی دیکھ لے۔ (متفق علیہ)

(۴۷۱) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں وہ اپنے آپ کو آپ کے نکاح کے لئے پیش کرنا چاہتی تھیں وہ بولیں کیا میرے معاملہ میں آپ کچھ غور فرما سکتے ہیں؟ یہ سن کر انسؓ کی صاحبزادی کہنے لگیں یہ عورت کیسی بے شرم ہے حضرت انسؓ نے فرمایا تجھ سے تو زیادہ سعادتمند ہے اپنے نفس کو خدا کے رسول کی خدمت ہی کے لئے تو پیش کر رہی ہے۔ (بخاری شریف)

(۴۷۲) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ انصار کی عورتیں بھی کیا خوب عورتیں ہوتی ہیں جن کو دین کے مسائل سیکھنے میں ذرا شرم دامنگیر نہیں ہوتی۔ (بخاری)

(۴۷۰) یہاں ام سلیم نے جس جملہ سے اپنے سوال کی ابتداء کی ہے وہ قرآن کریم کی ایک آیت بھی ہے اور ان کے آئندہ سوال کے ایک مناسب تمہید بھی یہ عرب کی فطری بلاغت تھی کہ اتنے مختصر جملے بھی اتنے زوردار کہ اس پر اعتراض کی کسی کو گنجائش بھی نہ ہو۔ جو حیاء حقوق اللہ یا حقوق العباد میں تقصیر کا موجب ہو وہ حیاء نہیں وہ ضعف اور بزدلی ہے وہ عجز اور احساس کمتری ہے۔

(۴۷۱) شرم و حیاء میں اپنے اپنے ملک کے رسم و رواج کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے پھر زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب بھی بدلتی رہتی ہے اور ان سب سے بڑھکر یہ کہ انسانوں کے مزاجوں میں بڑا تفاوت ہوتا ہے جہاں تک شرعی حدود نہ ٹوٹیں اس بارے میں شریعت نے پوری آزادی دی ہے یہاں کسی کو کسی پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اگر ایک عورت کسی عام شخص سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کر سکتی ہے تو اس عورت پر کسی کو اعتراض کا کیا حق تھا جس نے اپنے حق میں سب سے بڑی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

Marfat.com

(۴۷۳) حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ عَوْرَاتُنَا مَا نَأْتِي مِنْهَا وَمَا نَذَرُ قَالَ اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مِنْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذَا كَانَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ قَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا يَرَاهَا أَحَدٌ فَلَا تُرِيَنَّهَا قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ إِذَا كَانَ أَحَدُنَا خَالِيًا قَالَ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيٰى مِنَ النَّاسِ۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔)

(۴۷۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّي فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلٰى أَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوهُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ (رواہ الترمذی وقال حدیث غریب لا معرفۃ الا من ھذا الوجہ)

(۴۷۳) بہز بن حکیم اپنی سند سے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا نبی اللہ ہم اپنے ستر کا کونسا حصہ کھول سکتے ہیں اور کونسا نہیں کھول سکتے۔ آپ نے فرمایا اپنا ستر چھپاؤ بجز اپنی بی بی یا اپنی باندی کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمایئے اگر اس وقت لوگ موجود ہوں (اور ضرورت پیش آئے تو میں کیا کروں آپ نے فرمایا (مختصر بات یہ ہے) کہ اگر تم یہ کر سکتے ہو کہ کسی شخص کی نظر تمہارے ستر پر نہ پڑے تو نہ پڑنے دو، میں نے پوچھا اچھا تو یہ فرمایئے کہ جب ہم میں ایک شخص تنہا ہو وہاں کوئی اور نہ ہو (کیا وہ تنہائی میں ننگا ہو سکتا ہے) فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس سے شرم و لحاظ کرنا انسانوں سے زیادہ ضروری ہے۔ (ترمذی)

(۴۷۴) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار عریانی سے بچنا کیونکہ تمہارے ساتھ خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے بھی رہتے ہیں جو کسی وقت تم سے جدا نہیں ہوتے بجز دو وقتوں کے ایک پاخانہ جانے کے وقت دوسرے اس وقت جبکہ آدمی اپنی بی بی سے ہمبستر ہوتا ہے تو ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو۔ (ترمذی)

(۴۷۳، ۴۷۴) یہ دونوں حدیثیں حیاء اکتسابی سے متعلق ہیں پہلی حدیث میں اسلام کے مرتبہ احسان کی طرف اشارہ ہے اور اس میں یہ سمجھایا گیا ہے کہ مومن کے قلب و دماغ میں اپنے خالق کا تصور اس درجہ غالب اور قوی رہنا چاہیے کہ اپنی خلوتوں میں بھی جہاں عام لوگ خدا تعالیٰ کے تصور سے خالی الذہن ہوتے ہیں یا ایسا مغلوب ہو کہ جو کام دنیا مخلوق کے خوف سے جلوت میں نہ کر سکے وہ خدا تعالیٰ کے خوف سے خلوت میں بھی نہ کر سکے۔ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ستر و غیر ستر سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر بندہ کے اختیاری آداب میں تو فرق پڑتا ہے اس پر بس اتنا ہی لازم ہے کہ اپنی حدود آداب سے تجاوز نہ کرے ——— دوسری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہیں جن کا احترام کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے ان کے ساتھ اس آداب اور شائستگی کے ساتھ پیش آنے میں انسانی خلافت کی لاج بھی رہ جاتی ہے اور ہم پر ان کے وحشت و بد تہذیبی کے اعتراض کا جواب بھی ہو جاتا ہے اسی لئے جہاں کہیں ہمارا فرشتوں سے سابقہ پڑنے کا موقعہ آتا ہے شریعت وہیں ہم کو مؤدب اور مطیع رہنے کی ہدایت کر دیتی ہے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم اتنے ناشائستہ بھی نہیں اور نہ ایسے عاصی ہیں جتنی کہ ان کو ہماری نسبت بدظنی ہو گئی تھی۔

Marfat.com

(۴۷۵) عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا۔ (رواه الترمذی وابوداود والبیہقی فی الدعوات الکبیر)

(۴۷۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ إِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّا نَسْتَحْيِيْ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ قَالَ

(۴۷۵) سلمانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو شرم کی صفت بہت محبوب ہے، وہ بڑا کریم ہے اس کو اپنے بندہ سے شرم آتی ہے کہ جب وہ اس کے سامنے اپنی حاجت کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھادے تو وہ ان کو خالی واپس کردے۔ (ترمذی)

(۴۷۶) عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے ایسے شرماؤ جیسا اس سے شرمانا چاہیے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ خدائے تعالیٰ کا

(۴۷۵) خدائے قادر توانا جب اپنے بندہ کو خالی ہاتھ واپس کرنے سے شرماتا ہے تو بندۂ عاجز کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے سامنے بے حیائی کرنے سے شرمائے۔ خلاصہ یہ کہ حیا ان معالی اخلاق میں سے ہے جس کی نسبت قدوسیوں اور خود عالم قدس کی طرف بھی آگئی ہے اس لئے اس صفت کی جتنی نگہداشت کی جائے وہ انسان کیلئے اتنی ہی تقدیس کا موجب ہے اور جتنی اس میں غفلت برتی جائے وہ اتنی اس کے تنزل کا باعث ہے۔

(۴۷۶) ہم نے بار بار آپ کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام میں احسان کا مرتبہ سب سے اہم مقصد ہے اور یہی ہر عبادت کی روح ہے۔ تمام عبادات اسی کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے ہیں اگر عبادت سے یہ تصور پیدا نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ اس کی ادائیگی میں ضرور کوئی قصور رہ گیا ہے اس حدیث کا مقصد بھی نسبت احسان کی تربیت ہے۔ صحابہ نے آپ کے سوال کا جواب حیا کے عام مفہوم کے مطابق دیدیا تھا لیکن آپ نے سمجھایا کہ میرا مقصد یہاں احسان کا وہ مرتبہ نہیں جس پر پہنچکر اللہ تعالیٰ کے احکام کے انحراف سے شرم آنے لگتی ہے بلکہ اس سے بڑھ کر وہ دائمی استحضار اور پختہ تصور مراد ہے جس کے بعد انسان کے جسم کا ایک ایک حصہ اس کی فرمانبرداری کے لئے مضطر اور اس کی معصیت سے لرزاں و ترساں نظر آنے لگتا ہے۔ قلب و دماغ میں شریعت کے خلاف سوچنے کی ہمت نہیں رہتی کانوں میں ناجائز امور کے سننے، آنکھوں میں غیر محرموں کی طرف نظر کرنے اور زبان میں شریعت کے خلاف جنبش کرنے کی طاقت نہیں رہتی آخرت کا مقصد نظروں کے سامنے اتنا بلند ہوجاتا ہے کہ دنیا کی تمام عارضی زینت ایک لہو و لعب نظر آنے لگتی ہے، موت اور مابعد الموت کے مناظر اس طرح پیش نظر رہنے لگتے ہیں کہ متاع دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں رہتا۔ جب نسبت احسان کے اثرات کا دائرہ اتنا قوی اور وسیع ہوجائے تو اب سمجھو کہ جتنا تم کو اس سے شرمانا چاہیے تھا اب تم اتنا شرمانے لگے ہو لیں عام طور پر اس کی معصیت سے احتراز کرنا بھی گو اس کی دلیل ہے کہ کسی نہ کسی مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کی صفت تم میں پیدا ہوچکی ہے لیکن دنیوی راحتوں میں گرفتار رہنا اپنے جوارح پر پورا محاسبہ قائم نہ رکھنا اور موت اور مابعد الموت کے تصور سے گاہ گاہ غافل ہوجانا اس کی دلیل ہے کہ یہ صفت ہنوز پورے طور پر راسخ نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے شرمانے کا جو حق تھا وہ ابھی پورا

Marfat.com

لَيْسَ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَحْيٰى مِنَ اللّٰهِ حَقَّ الْحَيَاءِ فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوٰى وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعٰى وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلٰى وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ تَرَكَ زِيْنَةَ الدُّنْيَا فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ (رواه احمد فی مسند و رواه الترمذی مع بعض تغیر وصاحب المشکوٰۃ فی باب تمنی الموت)

الغيرة

(۴۷۷) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَغَارُ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ يَغَارُ وَغَيْرَةُ اللّٰهِ اَنْ لَّا يَاْتِیَ الْمُؤْمِنُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ (متفق علیہ)

شکر، کہ ہم اس سے شرماتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ اصل شرمانا نہیں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے دراصل شرماتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے دماغ کو، اپنے گوش وچشم کو، اپنی زبان ودہن کو اور اپنے شکم وفرج کو تمام ناجائز باتوں سے محفوظ رکھے موت اور اس کے بعد اپنے جسم کی خستگی کو پیش نظر رکھے جو آخرت کا ارادہ کرلے اسے لازم ہے کہ دنیا کی زینت چھوڑ بیٹھے جس نے یہ سب مراحل طے کرلئے اسے سمجھو کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے شرمانے کا حق ادا کیا۔ (احمد)

غیرت

(۴۷۷) ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور بندۂ مومن کو بھی غیرت آتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ اس کا مومن بندہ اس چیز کا ارتکاب کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ (متفق علیہ)

ادا نہیں ہوا یہ یاد رہے کہ اگر بالفرض کوئی خوش نصیب اس نعمت عظمیٰ سے فائز ہوجائے تو بھی اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ایک بے مایہ انسان کی صرف ایک بے قیمت جدوجہد ہے اور اس مغالطہ میں نہ پڑنا چاہیے کہ اپنی اس بے قیمت جدوجہد سے اس نے مالک علی الاطلاق کے حق کا کوئی حصہ ادا کر دیا ہے یہ اس کا کرم ہے کہ وہ ایک عاجز انسان کی صرف سعی ناتمام پر اپنے حقوق سے بے باقی کا اعلان کردیتے ہیں ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(۴۷۷) حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ انسان غیرت ضرور کرتا ہے مگر اس میں وہ راہ اعتدال پر قائم نہیں رہتا جیسا کہ حضرت سعد کے آئندہ قصہ سے واضح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی شان اعلیٰ وارفع ہے اس کی ہر شان کمال پر اس کی غیرت کا مصداق ہر حال قابل مدح رہتا ہے (الجواب الکافی ص ۴۳)

Marfat.com

(۴۷۸) عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلًا مَعَ امْرَأَتِي لَضَرَبْتُهُ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ وَمِنْ أَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا أَحَدَ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ۔ (متفق علیہ)

(۴۷۹) عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَقَالَتْ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُوْدَ ثُمَّ انْصَرَفَ وَقَدِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰيَتَانِ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيٰوتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللّٰهَ وَكَبِّرُوْا وَصَلُّوْا وَتَصَدَّقُوْا ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰهِ مَا مِنْ أَحَدٍ أَغْيَرُ

(۴۷۸) مغیرہ روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ نے فرمایا اگر کہیں میں اپنی بی بی کو کسی اجنبی مرد کے ساتھ مشتبہ حالت میں دیکھ پاؤں تو میں تو فوراً اس کے تلوار ماردوں وہ بھی چپٹی نہیں بلکہ دھار کی طرف سے۔ ان کی یہ بات آپ کو بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا تم کو سعد کی غیرت پر کیا تعجب ہے بخدا میں ان سے کہیں زیادہ باغیرت ہوں اور مجھ سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو غیرت کرنا پسند ہے یہی تو وجہ ہے کہ اس نے کھلے اور ڈھکے تمام بیحیائیوں سے منع فرمایا ہے اور خدا سے بڑھ کر کوئی ایسا نہیں جس کو عذر کرنا زیادہ پسند ہو یہی تو وجہ ہے کہ اس نے پہلے سے اپنی جانب سے خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے اور اس کے ثواب کی بشارت دینے والے رسول بھیجدیئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے بڑھکر کسی کو اپنی تعریف بھی پسند نہیں یہی تو وجہ ہے کہ اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

(۴۷۹) حضرت عائشہؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سورج گرہن نماز کا قصہ) حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے مطابق ذکر فرمایا۔ اس میں یہ بھی ذکر کیا کہ آپ نے اس نماز میں سجدہ کیا اور بڑا لمبا سجدہ کیا اس کے بعد جب آپ فارغ ہوگئے تو آفتاب صاف ہو چکا تھا آپ نے خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں نہ تو ان کو کسی کی موت پر گرہن لگتا ہے نہ پیدائش پر جب تم ان کو اس حالت میں دیکھو تو خدا کی یاد اور اسکی بزرگی بیان کرو، نماز پڑھو، اور صدقہ دو، اس کے بعد فرمایا اے امت محمد خدا تعالیٰ سے زیادہ غیرت کی صفت کسی کو محبوب نہیں اس کو بڑی غیرت آتی ہے کہ کوئی عورت یا مرد اس کی

Marfat.com

مِنَ اللّٰهِ اَنْ یَزْنِیَ عَبْدُہٗ اَوْ تَزْنِیَ اَمَتُهٗ یَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا۔ (متفق علیہ)

(۴۸۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ بَعْضِ نِسَائِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِحْدٰی اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِصَحْفَةٍ فِیْهَا طَعَامٌ فَضَرَبَتِ الَّتِیْ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَیْتِهَا یَدَ الْخَادِمِ فَسَقَطَتِ الصَّحْفَةُ فَانْفَلَقَتْ فَجَمَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِلَقَ الصَّحْفَةِ ثُمَّ جَعَلَ یَجْمَعُ فِیْهَا الطَّعَامَ الَّذِیْ کَانَ فِی الصَّحْفَةِ وَیَقُوْلُ غَارَتْ اُمُّکُمْ ثُمَّ حَبَسَ الْخَادِمَ حَتّٰی اُتِیَ بِصَحْفَةٍ مِنْ عِنْدِ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا فَدَفَعَ الصَّحْفَةَ الصَّحِیْحَةَ اِلَی الَّتِیْ کُسِرَتْ صَحْفَتُهَا وَاَمْسَکَ الْمَکْسُوْرَةَ الَّتِیْ کُسِرَتْ۔ (رواہ البخاری)

مخلوق ہو کر زنا کرے اے امت محمد جو جو پیش آمدنی خطرات میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لیتے تو ہنستے بہت کم اور روتے بہت۔ (متفق علیہ)

(۴۸۰) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی بی بی کے گھر تھے اس وقت امہات المومنین میں سے کسی نے آپ کی خدمت میں ایک پیالہ میں کچھ کھانا بھیجا جن بی بی صاحبہ کے گھر میں آپ رونق افروز تھے، انھوں نے خادم کے ہاتھ کو ذرا اشارہ دیدیا پیالہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے ٹکڑے جوڑنے لگے اس کے بعد جو کھانا اس پیالہ میں رکھا ہوا تھا اس کو جمع کیا اور فرمایا (کچھ نہیں) تمہاری ماں کو اس وقت سوتن کی فطری غیرت آگئی تھی اس کے بعد خادم کو ٹھیرا لیا اور جن کے گھر اس وقت آپ تشریف فرما تھے ان کے یہاں سے ایک اچھا پیالہ منگا کر جن کا پیالہ ٹوٹ گیا تھا ان کے لئے دیدیا اور ٹوٹا ہوا پیالہ ان کے گھر رکھ لیا جنھوں نے توڑا تھا۔ (بخاری شریف)

---

(۴۸۰) غیرت حیاء کے علاوہ ایک اور صفت ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسی ہی مطلوب ہے جیسی حیاء اور افراط وتفریط۔۔۔۔۔ اس میں بھی ایسی ہی ناپسندیدہ ہے جیسی حیاء میں اسلام نے خلقی اور طبعی صفتوں میں ترمیم نہیں کی بلکہ صرف ان کی حدود مقرر فرمادی ہیں۔ ان صفات کے عالم قدس کی طرف انتساب میں ان کی برتری اور پسندیدگی کا اظہار منظور ہے اور یہ سمجھانا ہے کہ جو صفت اس بے نیاز کی جناب میں ثابت ہو سکے ایک نیاز والی مخلوق کے لئے وہ کس درجہ موجب فخر ہونی چاہیے مگر اسی کے ساتھ یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ کمال یہ نہیں کہ اس میں اپنے نفس کی آزادی قائم رکھی جائے وہ اسی حد تک قابل تعریف ہے جہاں دوسرے کے حقوق اس کی زد میں نہ آجائیں اور جب اس میں دوسروں کے حقوق تلف ہونے لگیں تو اب وہی صفت قابل تعریف ہونے کی بجائے قابل مذمت ہو جائے گی۔ سوکن کی غیرت بیشک بڑی قابل تعریف تھی اگر شرعی حدود سے متجاوز نہ ہو جاتی اسی لئے آپ کا انداز بیان یہ ہاں وہ نہیں جو صریح منکرات پر ہونا چاہیے بلکہ اس میں

Marfat.com

النصیحۃ للہ ولرسولہ ولعامۃ المسلمین

(۴۸۱) عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ ثَلٰثًا

خدا تعالیٰ اس کے رسول اور عام مسلمانوں کے حق میں مجسم خیر خواہی بن جانا

(۴۸۱) تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا خیر خواہی کرنا دین کا

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مدح کا بھی ایک پہلو نکل رہا ہے اسی طرح آپ نے ایک بی بی صاحبہ کے ایسے فعل پر جو اگر اس محل کے سوا کسی اور محل پر ہوتا تو شاید زیادہ قابل نکیر ہوتا زیادہ سخت گیری نہیں فرمائی بلکہ ایک سوتن کے لئے صبر آزما منظر کا عذر پیش کر کے جو اضطراری طور پران سے دوسرے کی حق تلفی ہو گئی تھی اس کی مکافات فرما دی۔ انبیاء علیہم السلام دنیا میں خدائے تعالیٰ کی میزان ہوتے ہیں یہاں ایک ایک ذرہ عدل و انصاف کی ترازو میں برابر رہتا ہے۔ معقول عذر نامقبول نہیں ہوتا کیا نقصان گوارا نہیں ہوتا اور کسی کی مجبوری کو بالکل نظر انداز کر دینا بھی پسند نہیں ہوتا۔

(۴۸۱) لغت میں "نصحت العسل" اس وقت کہا جاتا ہے جب شہد کو موم سے صاف کر لیا جائے امام رازی فرماتے ہیں کہ نصح کے معنی کسی چیز کا کھوٹ نکال دینا ہے یہ معنی اسی محاورے سے ماخوذ ہیں۔ محکم میں ہے کہ نصح کھوٹ کی ضد ہے۔ ابن طریف لکھتے ہے کہ "نصح قلب الانسان" اس وقت بولتے ہیں جب دل میں کوئی کھوٹ باقی نہ رہے۔ اس بنا پر نصیحت للہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے اور خدا کے مابین کوئی کھوٹ کا معاملہ نہ رکھے اس کا سب سے بڑا کھوٹ یہ ہے کہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے، اس کی صفات جلال و جمال کا پوری تنزیہ کے ساتھ اعتراف نہ کرے اور اس کے اوامر و نواہی میں پوری مستعدی کا اظہار نہ کرے، علماء نے لکھا ہے کہ نصیحت للہ کا حاصل بالفاظ دیگر اپنے ہی نفس کی نصیحت اور اپنی ہی خیر خواہی کرنی ہے۔

کتاب اللہ کی نصیحت کے معنی یہ ہیں کہ پورے آداب کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے، بدل و جان اس کے معانی کی تصدیق کی جائے، اس کے علوم کی نشر و اشاعت کی جائے، اس کی پیروی کی تمام عالم کو دعوت دیجائے اور اس کے ہر ہر امر و نہی کے سامنے اعتراف و تسلیم کا سر خم کر دیا جائے۔

رسول کی نصیحت یہ ہے کہ اس کی رسالت کی تصدیق کی جائے جو دین وہ لیکر آیا ہے اس کا ایک ایک حرف مانا جائے ہر موقعہ پر اس کی نصرت کے لئے سربکف حاضر رہے اس کے اصحاب اور اس کے اہل بیت کی محبت اور ان کا ادب پورے طور پر ملحوظ رہے۔

ائمہ مسلمین کی نصیحت یہ ہے کہ ہر حق معاملے میں ان کی اعانت کی جائے، ان کے ساتھ جہاد میں شرکت کی جائے، ان کے پیچھے نمازیں ادا کی جائیں جو صدقات بیت المال کا حق ہیں وہ ان کو ایمانداری کے ساتھ با آسانی پہنچا دیئے جائیں اور ان کے ساتھ غداری نہ کی جائے۔

عام مسلمانوں کی نصیحت کے یہ معنی ہیں کہ دنیوی اور اخروی سب مصلحتیں ان کو بتا دیجائیں، ان کو ایذا نہ دی جائے، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے اور خیر خواہی میں ان کو اپنے نفس کے برابر سمجھا جائے۔

Marfat.com

قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (رواہ مسلم)

خلاصہ ہے ہم نے عرض کیا کس کی۔ فرمایا اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، ائمہ مسلمین کی، اور سب مسلمانوں کی۔ (مسلم شریف)

قرآن کریم میں نصح وخیرخواہی کرنا انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا جزء اہم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اعراف)

اس پر (حضرت) نوح (علیہ السلام) نے کہا بھائیو مجھ میں تو گمراہی کی کوئی بات ہے نہیں بلکہ میں تو پروردگار عالم کا بھیجا ہوا ہوں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہارے حق میں خیرخواہی کر رہا ہوں اور میں اللہ کے بتانے سے ایسی ایسی باتیں جانتا ہوں جن کو تم نہیں جانتے۔

حضرت ھود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ۔ (اعراف)

(حضرت) ہود (علیہ السلام) نے کہا بھائیو مجھ میں بیوقوفی کی تو کوئی بات ہے نہیں بلکہ میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا رسول ہوں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور میں بھروسے کے قابل تمہارا خیرخواہ ہوں۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ۔ (اعراف)

جب ثمود پر عذاب نازل ہو چکا تو حضرت صالح (علیہ السلام) ان کے پاس سے چلے گئے اور چلتے وقت ان سے مخاطب ہو کر فرمایا بھائیو میں نے تو اپنے پروردگار کے احکام تم کو پہنچا دیئے اور تمہاری جو خیرخواہی کرنی تھی کر دی تھی مگر تم پر کچھ ایسی شامت سوار تھی کہ تم کب اپنے خیرخواہوں کی قدر کرتے۔

حافظ ابن رجب فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں نصیحت وخیرخواہی کو دین فرمایا گیا ہے اور حدیث جبرئیل کے آخر میں اسلام و ایمان واحسان کے مجموعہ کو بھی دین فرمایا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کو ملاؤ تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلام وایمان واحسان سب نصیحت ہی کے اجزاء ہیں اور جس طرح کسان کا مجموعہ دین ہے اسی طرح خدا اور رسول کی خیرخواہی بھی دین ہے۔

محمد بن نصر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ نصح للہ کی دو قسمیں ہیں (۱) فرض (۲) نفل۔ فرض یہ ہے کہ اس کی حرام کردہ چیزوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کے احکام کی بجا آوری میں بدل وجان سعی کی جائے اگر کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو اس کا عزم رکھے کہ جب کبھی موقع ملے گا اس کی تلافی کرے گا۔ قرآن عزیز میں ارشاد ہے۔

(باقی حاشیہ برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۴۸۲) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ وَمَنْ لَمْ يُمْسِ وَيُصْبِحْ نَاصِحًا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِإِمَامِهِ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ مِنْهُمْ۔ (اخرجه الطبرانی)

(۴۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ أَحَبُّ مَا تَعَبَّدَنِي بِهِ عَبْدِي النُّصْحُ لِي۔ (اخرجه احمد)

---

(۴۸۲) حذیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے معاملات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اس کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں اور جس شخص نے صبح سے شام یا شام سے صبح تک خدائے تعالیٰ، اس کے رسول، اس کی کتاب اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی سے غفلت اختیار کی اس کا بھی مسلمانوں سے کوئی رشتہ نہیں۔ (طبرانی)

(۴۸۳) ابو امامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ سب سے زیادہ پیارا طریقہ جو میرا بندہ میری فرمانبرداری کے لئے اختیار کرتا ہے میری خیر خواہی کرنی ہے۔ (مسند احمد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ)

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (توبہ)

کمزوروں اور بیماروں پر کچھ گناہ نہیں اور نہ ان پر جن کو خرچ میسر نہیں بشرطیکہ جہاد سے پیچھے بیٹھ رہ کر بھی اللہ اور اس کے رسول کی خیر خواہی میں لگے رہیں، ان نیک کاروں پر کوئی الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

گویا جن لوگوں کے قلوب میں نصح للہ کا مضمون باقی رہا وہ جہاد میں شریک نہ ہو کر بھی محسنین کی فہرست سے خارج نہیں ہوئے۔ آیت بالا سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر اعمال جوارح اور فریضہ جہاد جیسا اہم فرض بھی ساقط ہو سکتا ہے مگر نصح للہ کا مطالبہ کسی وقت بھی قابل سقوط نہیں۔ ایک معذور شخص سے نماز جیسے اہم فرض کے ادائگی موخر ہو سکتی ہے مگر قلبی ندامت اور آئندہ ادائگی کا پورا پورا عزم .... اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہو سکتا بس نصح للہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کی رضا سے راضی اور نارضائی سے ناراض ہو جائے۔

(۲) نصیحت نافلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے نفس کی محبت پر اس درجہ غالب کر دے کہ جب کسی چیز میں اپنے نفس اور شریعت کا مقابلہ آپڑے تو شریعت ہی کی جانب کو ترجیح دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی تمام مرغوبات کو اللہ تعالیٰ کی محبت پر قربان کر ڈالے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۵۶)

Marfat.com

(۴۸۴) عَنْ حَکِیْمِ بْنِ اَبِیْ یَزِیْدَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اسْتَنْصَحَ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیَنْصَحْ لَهٗ. (اخرجه احمد)

(۴۸۵) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ خُطْبَتِهٖ بِالْخَیْفِ مِنْ مِنًی ثَلَاثٌ لَا یَغِلُّ عَلَیْهِنَّ قَلْبُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْاَمْرِ وَلُزُوْمُ جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِیْنَ. رواہ احمد وقد اخرجه الدارقطنی فی الافراد باسناد جید

(۴۸۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَرْضٰی لَکُمْ ثَلَاثًا یَرْضٰی لَکُمْ اَنْ تَعْبُدُوْهُ وَلَا تُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا وَاَنْ تَعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا وَاَنْ تَنَاصَحُوْا مَنْ وَلَّاهُ اللّٰهُ اَمْرَکُمْ. (رواہ مسلم)

(۴۸۷) عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَسْتَرْعِیْهِ اللّٰهُ رَعِیَّةً ثُمَّ لَمْ یَحُطْهَا بِنَصِیْحَةٍ اِلَّا لَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ. (متفق علیه)

---

(۴۸۴) ابو یزیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی شخص اپنے بھائی کی خیر خواہی کا مشورہ طلب کرے تو اسے لازم ہے کہ اس سے وہی بات کہے جو اس کی خیر خواہی کی ہو۔ (مسند احمد)

(۴۵۸) جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی مسجد خیف کے خطبہ میں فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جن پر مسلمان آدمی کا دل کبھی کینہ نہیں رکھ سکتا، خالص اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرنا، حکام کی خیر خواہی کرنا اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ شامل رہنا۔ (مسند احمد۔ دار قطنی)

(۴۸۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین باتیں پسند فرمائی ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ دوسرے یہ کہ سب مل کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوط پکڑے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور تیسرے یہ کہ جو تمہارا حاکم ہو اس کی خیر خواہی کرتے رہو۔ (مسلم)

(۴۸۷) معقل بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ ایسا نہیں جس کے ذمہ اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی نگرانی سپرد کی ہو پھر وہ اس میں پوری پوری خیر خواہی کا لحاظ نہ رکھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ (متفق علیہ)

---

(۴۸۷) ان احادیث میں کچھ حدیثیں عام مسلمانوں سے متعلق ہیں اور کچھ حکام سے، ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ سے لیکر رعایا تک فریضہ خیر خواہی میں سب مشترک ہیں اگر رعایا میں کوئی شخص اس میں غفلت اختیار کرتا ہے تو وہ قصوروار ہے اور اگر حاکم وقت اس میں غفلت کرتا ہے تو وہ قصوروار ہے جس مذہب میں باہم خیر خواہی کرنا اتنا اہم فرض ہو آج وہی قوم خیر خواہی سے اتنی خالی ہو جائے کہ کوئی کسی کا خیر خواہ ہی نظر نہ آئے۔ ع ایں چہ بوالعجبی است۔

Marfat.com

(۴۸۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا نَصَحَ لِسَيِّدِهٖ وَأَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ أَجْرُهٗ مَرَّتَيْنِ۔ (متفق علیہ)

محبۃ المرء لاخیہ ما یحب لنفسہ

(۴۸۹) عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔ (رواہ الخمسۃ الا ابوداؤد)

(۴۹۰) عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَأْخُذُ عَنِّيْ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فَيَعْمَلُ بِهِنَّ أَوْ يُعَلِّمُ مَنْ يَعْمَلُ بِهِنَّ قُلْتُ أَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَأَخَذَ بِيَدِيْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ أَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَكَ تَكُنْ أَغْنٰى

(۴۸۸) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیرخواہی کرتا ہے اور اپنے اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اچھی طرح کرتا ہے تو اس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔ (متفق علیہ)

خیرخواہی کرنے میں اپنے اور بیگانہ کا امتیاز اٹھا دینا

(۴۸۹) حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند کرنے لگے جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

(۴۹۰) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ہے ایسا شخص جو ان باتوں پر خود عمل کرے یا کم از کم ان لوگوں ہی کو بتادے جو ان پر عمل کریں میں بولا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پانچ باتیں شمار کرائیں فرمایا حرام باتوں سے دور رہنا بڑے عبادت گذار بندے شمار ہوگے

(۴۸۹) کہنے کو تو یہ مختصر سی بات ہے لیکن اس پر عمل کی توفیق اس وقت تک میسر نہیں آسکتی جب تک کہ انسان کا ایمان کامل نہ ہوجائے۔ یہ صفت انسانی کمالات کی ایک معراج ہے اور اس کی دلیل ہے کہ اب اس کا نفس پورے طور پر مدارج تہذیب طے کر چکا ہے اس میں خود غرضی اور طمع کا کوئی شائبہ باقی نہیں رہا۔ اسی کے لئے تمام ریاضات ومجاہدات کئے جاتے ہیں اور یہی شریعت کے اوامر ونواہی کا بلند مقصد ہے۔ غالباً صوفیا کرام اسی کو مرتبہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ یہ صفت بھی فنا کے اثرات میں ایک اثر ہے۔

Marfat.com

النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِكَ تَكُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ تَكُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُكْثِرِ الضَّحِكَ فَاِنَّ كَثْرَةَ الضَّحِكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ۔ (رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

(۴۹۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ سَاَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَفْضَلِ الْاِيْمَانِ قَالَ اَنْ تُحِبَّ لِلّٰهِ وَتُبْغِضَ لِلّٰهِ وَتُعْمِلَ لِسَانَكَ فِيْ ذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ وَمَاذَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهَ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ۔ (رواہ احمد)

(۴۹۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحَاسِنُهُمْ اَخْلَاقًا الْمُوَطَّئُوْنَ اَكْنَافًا لَمْ يَبْلُغْ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰی يُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ وَحَتّٰی يَاْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ۔ اخرجہ ابن عساکر وفیہ کوثر بن حکیم متروك لکن لہ شواھد بلغہ مرتبۃ الحسن۔

(۴۹۳) عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَسِيْدٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتُحِبُّ

اللہ تعالیٰ جو تمہاری تقدیر میں لکھ چکا ہے اس پر راضی رہنا بڑے بے نیاز بندوں میں ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرتے رہنا مومن بن جاؤ گے اور جو بات اپنے لئے چاہتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرنا کامل مسلمان بن جاؤ گے اور بہت قہقہے نہ لگانا کیونکہ یہ دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ (مسند احمد۔ ترمذی)

(۴۹۱) معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ایمان کے متعلق دریافت کیا جو سب سے بہتر ہو، آپ نے فرمایا اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھنا اور اپنی زبان کو ہمہ وقت یادِ الٰہی میں لگائے رکھنا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ اور کیا عمل بہتر ہے فرمایا جو اپنے لئے پسند کرنا وہی سب کے لئے پسند کرنا اور جو اپنے لئے برا سمجھنا وہی سب کے لئے برا سمجھنا۔ (مسند احمد)

(۴۹۲) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمام مومنوں میں ایمان کے لحاظ سے سب سے افضل مومن وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں یہ وہ لوگ ہیں جو ہر ایک کے سامنے متواضع اور جھکنے والے ہیں، کوئی شخص ایمان کی حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ سب کیلئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے مامون نہ ہو جائے۔ (ابن عساکر)

(۴۹۳) یزید بن اسید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا تم کو جنت پسند ہے

---

(۴۹۲) اپنے نفس اور عام مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھنا درحقیقت نصح اور خیر خواہی کا سب سے بڑا جزء ہے یہ صفت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ سینہ حسد، بغض، کینہ اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک و صاف ہو جائے گویا اس ایک ہی صفت کا ظہور

Marfat.com

الجنة قلت نعم قال احب لاخيك ما تحب لنفسك۔ (اخرجه البخاری فی التاریخ الکبیر واصحاب السنن الاربعة والطبرانی فی الکبیر والحاکم والبیھقی فی الشعب وھو فی المسند لاحمد ایضا کما فی الجامع)

(۴۹۴) عن ابی ذر قال دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر الحدیث بطولہ الی ان قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اوصیك بتقوی اللہ فانہ ازین لامرك کلہ قلت زدنی قال علیك بتلاوة القرآن وذکر اللہ عز وجل فانہ ذکر لك فی السماء ونور لك فی الارض قلت زدنی قال علیك بطول الصمت فانہ مطردة للشیطان وعون لك علی امر دینك قلت زدنی قال وایاك وکثرة الضحك فانہ یمیت القلب ویذھب بنور الوجہ قلت زدنی قال قل الحق وان کان مرا قلت زدنی قال لا تخف فی اللہ لومة لائم قلت زدنی قال لیحجزك عن الناس ما تعلم من نفسك۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اچھا تو جو بات اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کیا کرو۔ (مسند احمد، تاریخ کبیر، سنن اربعہ، طبرانی، حاکم، بیہقی)

(۴۹۴) ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا پھر اس کی پوری تفصیل بیان کی، اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذکر کی کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ بس اسی ایک بات سے تیرا سب دین مزین ہو جائیگا میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمایئے ارشاد فرمایا قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ کیا کرنا کیونکہ یہ عادت آسمان میں تمہارے ذکر کا موجب اور زمین میں نور کا سبب ہوگی میں نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے ارشاد فرمایا اکثر اوقات خاموشی کے ساتھ بسر کرنا کیونکہ یہ عادت شیطان کو پاس پھٹکنے نہیں دیتی اور تمہارے لئے دین کے ہر معاملہ میں معاون ہوگی۔ میں نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے ارشاد فرمایا زیادہ قہقہے نہ لگانا کیونکہ اس حرکت سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے میں نے عرض کیا اور نصیحت فرمایئے ارشاد فرمایا حق بات کہنا اگرچہ تلخ ہی کیوں نہ ہو میں نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے، ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کھانا میں نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے ارشاد ہوا اچھا جو عیب تم جانتے ہو کہ خود تم میں موجود ہیں اس پر نکتہ چینی سے لوگوں کو بھی معاف رکھنا (بیہقی)

ہیئے کمالات کے ثبوت اور بیت کو عیوب کے ازالہ کا محتاج ہے اسی لئے اس صفت کو ایمان کی حقیقت جنت کیلئے موقوف علیہ، کمال ایمانی کا معیار اور آپ کی وصیت میں جزء اہم قرار دیا گیا ہے۔ یہ مختلف الفاظ نہیں بلکہ متعدد حقیقتیں ہیں جو اسی ایک صفت میں پنہاں ہیں۔

Marfat.com

(۴۹۵) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ یُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِذَا لَقِیَہٗ وَیُجِیْبُہٗ اِذَا دَعَاہُ وَیُشَمِّتُہٗ اِذَا عَطَسَ وَیَعُوْدُہٗ اِذَا مَرِضَ وَیَتْبَعُ جَنَازَتَہٗ اِذَا مَاتَ وَیُحِبُّ لَہٗ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (رواہ الترمذی والدارمی)

(۴۹۶) عَنْ اَبِی الْوَلِیْدِ الْقُرَشِیِّ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ بِلَالِ بْنِ اَبِیْ بُرْدَۃَ فَجَاءَ رَجُلٌ مِنْ عَبْدِ الْقَیْسِ فَقَالَ اَصْلَحَ اللّٰہُ الْاَمِیْرَ اِنَّ اَھْلَ الطَّفِّ لَا یُؤَدُّوْنَ زَکَاتَھُمْ وَقَدْ عَلِمْتُ ذٰلِکَ فَاَخْبَرْتُ الْاَمِیْرَ قَالَ بِلَالٌ مِمَّنْ اَنْتَ قَالَ مِنْ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ مَا اسْمُکَ قَالَ فُلَانٌ فَکَتَبَ لِصَاحِبِ شُرْطَتِہٖ یَسْاَلُ عَنْہُ عَبْدَ الْقَیْسِ فَقَالَ وَجَدْنَاہُ یَعْمُرُ فِیْ حُبِّہٖ فَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ جَدِّیْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ (رواہ الطبرانی)

---

(۴۹۵) حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلامی آئین میں ایک مسلمان کے ذمہ دوسرے مسلمان کے چھ حقوق ہیں جب ملاقات ہو تو اس کو سلام کرنا، جب بلائے تو اس کے یہاں چلا جانا، جب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا، جب بیمار پڑے تو اس کی عیادت کرنا جب مرجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ جانا اور جو بات اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرنا۔ (ترمذی۔ دارمی۔)

(۴۹۶) ابوالولید قرشی بیان کرتے ہیں کہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص آیا اور اس نے کہا اللہ تعالیٰ امیرالمومنین کو ہمیشہ صحیح وسلامت رکھے، مجھے معلوم ہوا ہے کہ طف کے باشندے اپنی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اس لئے (ازراہ خیرخواہی) میں نے اس بات کی امیرالمومنین کو اطلاع کردی ہے۔ اس پر بلال بن ابی بردہ نے پوچھا تو کس قبیلہ کا آدمی ہے اس نے کہا قبیلہ عبدالقیس کا پھر پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا فلاں۔ اس کے بعد انھوں نے اپنے گورنر کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے متعلق عبدالقیس سے تحقیق کریں انھوں نے جواب دیا میں نے ان کو بہت نیک نیت پایا ہے۔ اس پر انھوں نے تعجب سے اللہ اکبر کہا اور ابوموسیٰ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(طبرانی)

Marfat.com

(۴۹۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنِ النَّارِ وَيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَلْتُدْرِكْهُ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْتِي إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ۔ (رواہ مسلم)

(۴۹۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنِّي أَرَاكَ ضَعِيفًا وَإِنِّي أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي لَا تَأَمَّرَنَّ عَلَى اثْنَيْنِ وَلَا تَوَلَّيَنَّ مَالَ يَتِيمٍ (مسلم)

(۴۹۹) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنِّي أُحِبُّ لَكَ

---

(۴۹۷) عبداللہ بن عمرو بن العاص روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ بات پسند کرتا ہے کہ اس کو دوزخ سے بہت دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو اس کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی موت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان کے ساتھ ہو اور لوگوں کے ساتھ اس کو وہی معاملہ کرنا چاہئے جو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کریں۔ (مسلم)

(۴۹۸) ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ابوذر! تم مجھے ایک سیدھے سادے انسان معلوم ہوتے ہو اور میں تمہاری ذات کے لئے وہی بات پسند کرتا ہوں جو اپنی ذات کے لئے دیکھو دو شخصوں کبھی بر گز امیر نہ بنا اور کسی یتیم کا مال اپنی ذمہ داری میں کبھی نہ لینا۔ (مسلم شریف)

(۴۹۹) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ دیکھو جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں وہی تمہارے لئے پسند کرتا ہوں اور جو اپنے حق میں ناپسند کرتا ہوں وہ تمہارے حق میں بھی

---

(۴۹۸) ابوذر فطرۃً ایک نہایت عابد وزاہد اور یکسو مزاج صحابی تھے کسی مال کی تولیت کی ذمہ داری کے لئے جن اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں پورے طور پر موجود نہ تھے اسی کو آپ نے ان کے ضعف سے ادا فرمایا ہے اور یہ ضعف جس میں بھی ہو گا اس کے لئے تولیت کا منصب مناسب نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کی تولیت کا بار اٹھانے کی استعداد عطا فرمائی تھی اس لئے آپ نے اس بار کو اٹھایا اور اس خوبی سے اٹھایا جو اس کا حق تھا۔ اگر ابوذر میں بھی آپ کسی مرتبہ کی تولیت سنبھال لینے کی استعداد دیکھ لیتے تو کوئی ذمہ داری ان کے بھی سپرد کر دی جاتی۔ پس آپ کی خیر خواہی کا اصل نقطہ تمام صحابہ میں مشترک تھا اگر کسی کو کوئی ولایت دی گئی تو وہ بھی اس کے نفس کی خیر خواہی پر مبنی تھی اور اگر نہیں دی گئی تو اس کو بھی یقین رکھنا چاہئے کہ اس میں بھی اسی کی خیر خواہی مضمر تھی

(۴۹۹) اسلامی مساوات صرف دوسری مخلوق کے دائرہ تک ہی محدود ہو کر نہیں رہ جاتی بلکہ اس کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ خود اپنی جان اور دوسری مخلوق کے درمیان بھی اس کا پورا لحاظ رکھتا ہے اسی لئے بڑی سی بڑی خصوصیت کے موقعہ پر بھی اسلام کی یہ عمومی سنت غیر اختیاری طور پر زبان سے نکلی چلی جاتی ہے گویا اہم سے اہم بات ذہن نشین کرنے کے لئے مؤثر سے مؤثر تعبیر صرف یہ ہے کہ مخاطب کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ متکلم اس کے اور اپنے نفس میں ایک ذرہ برابر دوئی نہیں سمجھتا

Marfat.com

مَا أُحِبُّ لِنَفْسِي وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِي لَا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (رواہ الترمذی)

حسن العہد

(۵۰۰) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجُوزٌ فَقَالَ مَنْ أَنْتِ قَالَتْ جَثَّامَةُ الْمُزَنِيَّةُ قَالَ بَلْ أَنْتِ حَسَّانَةُ الْمُزَنِيَّةُ كَيْفَ حَالُكُمْ كَيْفَ كُنْتُمْ بَعْدَنَا قَالَتْ بِخَيْرٍ فَلَمَّا خَرَجَتْ قُلْتُ تُقْبِلُ هٰذَا الْإِقْبَالَ عَلَى هٰذِهِ قَالَ إِنَّهَا كَانَتْ تَأْتِينَا أَيَّامَ خَدِيجَةَ وَإِنَّ حُسْنَ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيمَانِ۔
(اخرجہ الحاکم وقال علی شرطہما ولا علۃ له واقرہ الذہبی)

ناپسند کرتا ہوں۔ دونوں سجدوں کے درمیان اس طرح نہ بیٹھا کرو جیسا کتا اپنے سرین زمین پر رکھکر دونوں پیر کھڑے کرکے بیٹھتا ہے۔

محبت کا نباہ اور اس کا لحاظ پاس رکھنا

(۵۰۰) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بوڑھی عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے پوچھا تم کس قبیلہ کی ہو اس نے عرض کیا میں جثامہ مزنیہ ہوں آپ نے فرمایا بلکہ تم تو حسانہ مزنیہ ہو اچھا کہو ہمارے بعد تمہارے حالات کیسے گذرے اس نے عرض کیا سب خیریت رہی۔ جب وہ چلی گئیں تو میں نے عرض کیا ایک معمولی بڑھیا اور اس کی طرف آپ کی اتنی توجہ، آپ نے فرمایا کہ یہ (حضرت) خدیجہؓ کی زندگی میں ہمارے گھر آیا کرتی تھیں اور قدیم شناسائی کے حقوق کی رعایت کرنی بھی ایمان کی ایک بات ہے۔ (حاکم)

جب تک اغراض نفسانی کا کوئی شائبہ بھی باقی ہے اس مقام رفیع تک رسائی مشکل ہے۔

(۵۰۰) حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ ایمان کے شعبے کچھ عبادات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ ان سے گذر کر حسن معاملہ اور حسن معاشرت جیسی جزئیات تک بھی پھیلے ہیں۔ اس قسم کی حدیثوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایمان و اسلام کا احاطہ کتنا وسیع ہے۔

آئندہ حدیثوں سے بھی اس مضمون کی اور زیادہ تصدیق ہوگی۔

Marfat.com

البذاذة

(۵۰۱) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اِیَاسِ بْنِ ثَعْلَبَۃَ قَالَ ذَکَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمًا عِنْدَہُ الدُّنْیَا فَقَالَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ اِنَّ الْبَذَاذَۃَ مِنَ الْاِیْمَانِ۔ (اخرجہ احمد وابوداود وابن ماجہ والحاکم وقال العراقی حدیث حسن وقال الدیلمی ھو صحیح وکذلک قال الحافظ ابن حجر)۔

گاہ بگاہ ترکِ زینت

(۵۰۱) ابوامامہ کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں دنیا کا ذکر آگیا تو آپ نے فرمایا سن لو اور خوب غور سے سن لو کہ زینت نہ کرنا اور گاہ گاہ شکستہ حالت میں رہنا بھی ایمان کا اثر ہے۔ (ابن ماجہ۔ حاکم)

(۵۰۱) اسلام نے بناؤ سنگھار کرنا کسی وقت بھی پسند نہیں کیا اور ناز و نعمت اور عیش و طرب کی زندگی اگرچہ جائز حدود میں رہ کر ہو، اس کو بھی مکروہ سمجھا ہے اسی طرح اس کے مقابلہ میں رہبانیت اور بدحالی اور عام طور پر تقشف سے بھی روکا ہے۔ جمال کی ترغیب دی ہے اور اسی کے ساتھ گاہ گاہ ایسی زندگی گزارنے کی بھی ہدایت کی ہے جس کی وجہ سے جمال و زینت کے ساتھ تکبر و غرور کی صفت پیدا نہ ہونے پائے اسلام جہاں غرور و تکبر سے روکتا ہے اسی کے ساتھ ذلت و خواری کی زندگی سے بھی منع کرتا ہے وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عزت صرف مسلمان کے لئے ہے اس لئے نہ وہ ایسے عمل کو پسند کرتا ہے جو اپنے نفس میں غرور و تکبر کا اثر پیدا کرے اور نہ اس کو جو انسان کے لئے سوسائٹی میں موجب ذلت ہو۔ اس دعاء کو ملاحظہ فرمایئے اور اسلام کے اصلی مقصد کو پہنچ جایئے۔ اللھم اجعلنی فی عینی صغیرًا و فی اعین الناس کبیرًا۔ "اے اللہ تو مجھے اپنی نظروں میں تو پست کردے اور اپنی مخلوق کی نظروں میں معزز و بلند کردے"۔ پس تواضع کی نیت سے گاہ بگاہ زینت ترک کردینا یقیناً انسان کے ایمان ہی کا تقاضہ ہو سکتا ہے۔ اس باب میں دونوں قسم کی حدیثیں ملتی ہیں اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر زینت اختیار کرو تو اس میں تحدیث نعمت کی نیت ہونی چاہئے اور اگر اس کو ترک کرو تو اس میں تواضع اور اپنے نفس کی شکستگی کی نیت ہونی چاہئے تکبر کی نیت سے زینت اور احساس کمتری کی بناء پر بذاذت دونوں بلند اخلاق سے گری ہوئی باتیں ہیں۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھ لو کہ جب انسان کی عملی حالت میں گاہ گاہ بذاذت نظر آنے لگے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اس کے نفس میں اصلاح کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں اس کی یہ ترک زینت احساس کمتری کی بناء پر نہیں بلکہ اس کی نظروں میں دنیا کی حقارت کا اثر ہے اور اسی طرح اس کی زینت تکبر کی بناء پر نہیں۔ بلکہ ایک عبد کی اپنے مولیٰ کی نعمتوں کی شکرگذاری کے لئے ہے پس اپنے نفس کو ذلیل کرنا اور اس میں ذلیل خصائل و ملکات پیدا کرنا ہرگز اسلام کا مقصد نہیں۔ ان اللہ یحب معالی الھمم۔ اللہ تعالیٰ علو ہمت کو پسند کرتا ہے اور ایک مسلمان کے نفس میں بلند حوصلگی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

السمت الحسن والتؤدة والاقتصاد

(۵۰۲) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَةُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِنْ اَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ (رواه الترمذی)

(۵۰۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَ

اچھا طور وطریق، متانت اور میانہ روی

(۵۰۲) عبداللہ بن سرجس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اچھا طور وطریق متانت اور میانہ روی نبوۃ کا چوبیسواں جزء ہے۔ (ترمذی)

(۵۰۳) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا طریقہ اور سمت حسن

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تکبر و وقار اور تواضع و ذلت میں بڑا فرق ہے ان میں ایک دوسرے کے ساتھ التباس پڑ جاتا ہے۔ حالانکہ وقار ایک مطلوب صفت ہے اور تکبر انتہا درجہ مذموم اسی طرح تواضع انتہا درجہ مطلوب ہے اور ذلت اسی درجہ مکروہ حتی کہ ایک حدیث میں یہ لفظ ہیں ان المومن لا یذل نفسہ۔ مومن اپنے نفس کو ذلیل نہیں کرتا اور کیسے ذلیل کر سکتا ہے جبکہ تو رب العزت نے اس کو عزیز بنایا ہے۔ مومن کے متعلق ذلت کا تخیل نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ جب رئیس المنافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے متعلق یہ کلمہ زبان سے نکالا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔ تو ان کے بیٹے جو اس وقت حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے فوراً تلوار کھینچ کر سامنے آگئے اور فرمایا خدا کی قسم جب تک تو یہ اقرار نہ کرلے کہ ذلیل تو ہے اور عزت والے صرف آپ کے صحابہ ہیں اس وقت تک تیری خیر نہیں۔ آخر اس سے یہ اقرار لیکر چھوڑا پس تواضع اور ذلت میں بڑا فرق ہے۔

(۵۰۲) انسان کی معاشی اور معاشرتی زندگی ان ہی اجزاء کے اختیار کرنے سے سنور جاتی ہے اور ان کے ترک کرنے کی بگڑ جاتی ہے۔ اس حدیث کا ایک ایک لفظ انسان کی معاش اور معاشرت کا مستقل ایک ایک باب ہے۔

(۵۰۳) ان دونوں روایتوں میں صرف ایک جزء کا اختلاف ہے، یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہے دوسری احادیث میں سچے خوابوں کو نبوۃ کا چھیالیسواں جزء قرار دیا گیا ہے۔ ختم نبوت کے باب میں اس قسم کی حدیثوں کی مفصل شرح گذر چکی ہے اس جگہ ملاحظہ کر لینی چاہیے۔

سمت حسن انسان کی قوت عاملہ کی تکمیل کا نتیجہ ہے حضرت شاہ ولی اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

وہمچنیں در قوت عاملہ وسعتے پیدا کرد بسبب آں	حق تعالیٰ جس طرح نبی کی قوت عاقلہ میں زیادتی عطا فرماتا ہے
سمت صالح نصیب او گردد در رعایات آداب و عادات	اسی طرح اس کی قوت عاملہ میں بھی زیادتی مرحمت فرماتا ہے
و تدبیر منزل و سیاست مدینہ بطورے کہ از آں خوبتر نشود	اور اسی وجہ سے سمت صالح اس کے نصیب میں آجاتی ہے

Marfat.com

اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاءَةُ

(۵۰۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاَشَجِّ عَبْدِ الْقَيْسِ اِنَّ فِيْكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللّٰهُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔ (رواہ مسلم)

(۵۰۵) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاَنَاةُ

اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزء ہے۔ (ابوداؤد)

حلم وبردباری

(۵۰۴) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔۔۔۔ اشج عبدالقیس سے فرمایا تجھ میں دو عادتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں بردباری اور متانت۔ (مسلم)

(۵۰۵) سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا متانت اور بردباری

اہتمام فرماید وخلق وشجاعت وسیاستِ عدالتِ کفایت وشناختن مصلحت ہر وقتے اداعطا میکند وبسوئے ایں جزءاشارت واقع شدہ در حدیث السمت الصالح جزء من خمسة وعشرين جزء من اجزاء النبوة۔

(قرۃ العینین ص۱۸۴)

پھر وہ سیاست مدنیہ، تدبیر منزل اور جملہ آداب وعادات کی رعایت اس طور پر کرنے لگتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کسی کے خیال میں نہیں آسکتی اسکو اخلاق، بہادری اور سیاست وعدالت اور ہر وقت ومحل کے مناسب نامناسب مصلحتوں کی معرفت بھی بخشدیتا ہے اسی جزء کی طرف حدیث السمت الصالح میں اشارہ کیا گیا ہے۔

شاہ صاحبؒ کے اس بیان سے سمت حسن کی تفسیر معلوم ہوگئی اور اسی سے اس کے اجزاء نبوت ہونے کے معنی بھی واضح ہوگئے۔ شاہ صاحب موصوف نے کتاب مذکور کے ص۱۸۴ پر اس کی مزید تشریح فرمائی ہے ملاحظہ کی جائے۔

یہ بات قابلِ یادداشت ہے کہ شعب اسلامیہ میں جن اعمال کو اجزاء نبوت یا سنتِ نبوت کہا گیا ہے اس پر عمل پیرا ہونا سہل ممتنع کے قریب ہے ان اعمال کا خاصہ قرب ولایت نہیں قرب نبوت ہے ارباب حقائق نے اعمال صالحہ سے جو قرب نصیب ہوتا ہے اس کی بھی دو قسمیں کی ہیں اس لئے جن سعید اور بلند طبائع میں قرب نبوت سے مناسبت ہو انھیں ان اعمال کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور ان حدیثوں کو محض ایک اسلوب تاکید خیال کرکے معمولی نہ سمجھنا چاہیئے۔

(۵۰۵) روایت میں موجود ہے کہ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ خصلتیں مجھ میں فطری ہیں یا کسبی آپ نے فرمایا فطری اس سے معلوم ہوا کہ جو اخلاق حسنہ انسان کی فطرت میں ہوں اگرچہ وہ اس کے اختیاری نہیں ہوتے تاہم وہ بھی اس کیلئے قابل مدح اور اس کی سعادت کی علامت ہیں۔

Marfat.com

مِنَ اللهِ وَالْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ - رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب وقد تکلم بعض اهل الحدیث فی عبد المهیمن بن عباس الراوی من قبل حفظه

علامات الایمان والاسلام

(۵۰۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْاِسْلَامِ صُوًی وَمَنَارًا کَمَنَارِ الطَّرِیْقِ۔ (المستدرک)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیب ہوتی ہے اور جلد بازی شیطان کی حرکت ہے۔ (ترمذی)

ایمان اور اسلام کی چند نشانیاں

(۵۰۶) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایمان کی بھی ایک چمک اور روشنی ہوتی ہے اور راستوں کے نشانات کی طرح اس کی بھی کچھ نمایاں علامتیں ہیں (مستدرک)

(۵۰۵) تعجیل کارے شیاطین بود۔ تقریباً اسی حدیث کا ترجمہ ہے۔ یہاں عجلت سے مراد متانت کی ضد ہے تساہل بالکل علیحدہ چیز ہے عبادات میں تساہل عیب اور اس کے خلاف عجلت پسندیدہ ہے۔ مگر یہ وہ عجلت نہیں جس میں متانت ہاتھوں سے جاتی رہے۔

(۵۰۶) عرب کی سرزمین ایک چٹیل میدان تھی اس میں کسی علامت کے بغیر راستہ چلنا مشکل تھا اس لئے ان کا دستور تھا کہ راستوں کی شناخت کے لئے وہ جا بجا پتھر نصب کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق حدیث نے اسلام کو ایک میدان اور مومن کو اس کے مسافر سے تشبیہ دی ہے اور یہ سمجھایا ہے کہ اس میدان میں بھی صحیح راستہ پر گامزن رہنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ اس کے نشانات قائم ہوں اگر خدانخواستہ یہ نشانات مٹ جائیں تو پھر صحیح راستہ کا پتہ ملنا ہی مشکل ہے اس تعبیر میں یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح تم دنیا کے عام راستوں کے نشانات کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح تم کو ایمان و اسلام کے ان احکام کی حفاظت کرنی بھی ضروری ہے جو علامات اور نشانات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ حدیثوں میں جن اعمال کو ارکان اور جن کو شعبے کہا گیا ہے یہ صرف عبارت کا تفنن نہیں ہے اسی طرح یہاں جن اعمال کو منار اور علامت قرار دیا گیا ہے یہ بھی صرف مجاز و شاعریت نہیں بلکہ ان کی اپنی اپنی خاص خاص حقیقتوں پر مبنی ہے مثلاً جن اعمال کو ارکان قرار دیا گیا ہے ان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دین کے لئے ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں ان کا قائم رہنا دین کا قائم رہنا اور ان کا گر جانا دین کے سقوط اور گر جانے کے مرادف ہے اسی طرح جن کو فروع اور شعب کہا گیا ہے ان کی حقیقت میں دین اسلام سے پھوٹ کر نکلنے کی خصوصیت نمایاں ہے پس نماز اور حیا میں شریعت کے نزدیک فرق یہ ہے کہ حیا ایک ایسی چیز ہے جس کا شجرۂ اسلامی سے پھوٹ کر نکلنا ضروری ہے۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

اليقين بان الله تعالىٰ معه حيث ما كان

(۵۰۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْعَامِرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ الْإِيْمَانِ مَنْ عَبَدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ بِأَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ

اس بات کا یقین ہو جانا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے

(۵۰۷) عبداللہ بن معاویہ عامری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تین کام کر لئے اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔ اس تصور کے ساتھ خدا کی عبادت کی کہ اس کے سوا معبود

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) مگر نماز صرف اتنی حیثیت نہیں رکھتی۔ وہ ایک اوپر کے درجہ کا رکن ہے جس پر دین کی بنیاد قائم ہے۔ اگر وہ متزلزل ہو تو دین کی ساری عمارت متزلزل ہو جاتی ہے اسی طرح جن اعمال کو منار اور علامت قرار دیا گیا ہو ان میں انسان کی تصدیق باطن یا انقیاد ظاہر پر علامت ہونے کی خصوصیت نمایاں ہونی چاہئے جس کی بنا پر وہ اس کے صداقت کی دلیل بن سکیں۔ اگر آپ ارکان و شعب اور علامات کی ان جدا جدا خصوصیات کو پورے طور پر سمجھ جائیں اور اجزاء دین میں صحیح صحیح ان کا ادراک بھی کر لیں تو یہ ایک بہت بڑا علم ہوگا مگر نہ ہم مختصر الفاظ میں اس کو مفصل طور پر سمجھانے پر قادر ہیں اور نہ ان مختصر اوراق میں اس کو پھیلانے کی ہمارے پاس گنجائش ہے اس لئے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے کہ ہر ذی فہم اپنی اپنی مقدار فہم کے مطابق اس غور و خوض میں حصہ لے اور حدیث کے عمیق سمندروں میں سے ان بے بہا حقیقتوں کو نکال نکال کر اپنے خزانۂ دل میں جمع کرتا رہے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

واضح رہے کہ احادیث میں ایمان کا عام استعمال قلبی تصدیق میں اور اسلام کا اعمال ظاہرہ میں کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے علامات کی بھی دو قسمیں ہو گئی ہیں بعض قسمیں وہ ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اور انسان کے خود اپنے ہی فیصلہ کرنے کی باتیں ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق جوارح کے ساتھ ہے ان میں دوسروں کی شہادت کا بھی دخل ہے اور بہر صورت علامت کا مرتبہ صرف اتنا ہی ہے کہ اسے دیکھ کر یہ ظن پیدا ہونے لگتا ہے کہ جس چیز کے لئے اس کو علامت مقرر کیا گیا ہے وہ بھی یہاں موجود ہے اگرچہ اس کا ہونا قطعی اور ضروری نہیں ہو سکتا ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے اس علامت کی موجودگی کے باوجود اس شئے کا وجود نہ ہو۔ بادل آتے ہیں اور بارش ہوتی ہے مگر کبھی بادلوں کے باوجود بارش نہیں ہوتی اس کے بھی کچھ قریب یا بعید اسباب ہوتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود بادلوں کے بارش کی علامت ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوتا۔ پس زیر عنوان احادیث کا منشا یہ نہیں کہ ان امور کے بعد ایمان و اسلام کا وجود کسی شک و شبہ کے بغیر ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ صرف اس کی علامات ہیں کو ان ان احادیث کا منشا یہ ہے کہ ایک مسلمان اور ایک مومن کیلئے یہ جائے شرم ہے کہ وہ ایمان و اسلام کا دعویٰ تو کرے مگر اس میں ایمان و اسلام کی ایک علامت بھی نہ پائی جائے۔ آپ ان علامات کو اپنے قلب و قالب میں پیدا تو کیجئے پھر تجربہ کیجئے کہ آپ کا ظاہر و باطن ایمان و اسلام کی حقیقت سے بھی رنگین ہو جاتا ہے یا نہیں۔

Marfat.com

وَاَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهٖ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهٗ فِيْ كُلِّ عَامٍ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَفِيْ اٰخِرِهٖ فَمَا تَزْكِيَةُ الْمَرْءِ نَفْسَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ يَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَهٗ حَيْثُمَا كَانَ (رواه البزار فی مسنده)

(۵۰۸) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَفْضَلَ الْاِيْمَانِ اَنْ تَعْلَمَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ حَيْثُمَا كُنْتَ۔ (رواه الطبرانی)

(۵۰۹) عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَجْهَرُوْنَ بِالتَّكْبِيْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ

اور کوئی نہیں۔ اور اپنے مال کی زکوٰۃ نہایت فراخ دلی اور خوشی کے ساتھ سال بہ سال ادا کی اس کے بعد انھوں نے آپ کی پوری حدیث ذکر کی اور اس کے آخر میں یہ بات بیان کی کہ میں نے پوچھا یا رسولؐ اللہ یہ تو مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ تھا فرمایئے نفس کی زکوٰۃ دینے کا طریقہ کیا ہے فرمایا یہ کہ اس بات کا یقین حاصل ہو جائے کہ انسان جس جگہ بھی ہو اللہ کی ذات پاک اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ (بزار)

(۵۰۸) عبادہ بن صامتؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سب سے افضل ایمان یہ ہے کہ تو اس کا یقین رکھے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تیرے ساتھ ہے جہاں بھی تو ہو (طبرانی)

(۵۰۹) ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے لوگ چیخ چیخ کر تکبیریں کہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی جانوں پر رحم کھاؤ تم اس کو تو

---

(۵۰۹) علماء کو قول فی النفس اور قرأت فی النفس کے معنی سمجھنے کے لیے اس حدیث کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے بعض لوگ اس کے معنی صرف قلبی تصور سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک لغت کے لحاظ سے یہ مشکل ہے جو ترجمہ ہم نے اوپر کیا ہے ہمارے نزدیک وہی مختار ہے۔ یہ حقیقت بار بار آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہے کہ اسلام صرف زبانی اقرار کا نام نہیں، صرف تصدیق کا نام بھی نہیں بلکہ ان سے گذر کر مرتبہ احسان تک رسائی حاصل کرنے کا نام ہے۔ مرتبہ احسان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے اس استحضار کو کہتے ہیں جس میں غیبت و شہادت کا فرق باقی نہ رہے۔ اس کا تصور اس درجہ غالب آجائے کہ ہمہ وقت یہ محسوس ہونے لگے گویا وہ تمہارے ساتھ ہے اس کا قرب اس درجہ مستولی ہو جائے کہ شتر سوار کو جو چیز سب سے زیادہ نزدیک نظر آرہی ہو وہ اس کو اس سے بھی زیادہ نزدیک نظر آنے لگے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کا پاک تصور جس طرح مادیت کی ہر ظلمت سے منزہ و مبرا ہے اسی طرح اتنا مجرد بھی نہیں ہے کہ اس کے متعلق سمع و بصر کا تصور اس کے تجرد کے منافی ہو یہاں داعی اسلام نے یہ ہدایت فرمائی کہ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جو تصورات بتائے گئے ہیں وہ فرضی نہیں بلکہ حقیقت رکھتے ہیں اگر اس پر سمیع و بصیر کا اطلاق کیا گیا ہے تو اس کی حقیقت بھی ہمیشہ تمہارے زیر نظر رہنی چاہئے۔ تمہاری یہ چیخ و پکار پتہ دیتی ہے کہ تم نے اپنے خدا کو شاید اصم اور غائب سمجھ رکھا ہے اس لئے تم اس ادب و متانت کے ساتھ اس کو یاد کیا کرو کہ صرف تمہارے ذہن میں یہی کہ اس کے سمیع و بصیر ہونے کا تصور نہ رہے بلکہ ہر دیکھنے والا بھی یہی سمجھے کہ تم ایسے خدا کو یاد کر رہے ہو جس میں یہ دونوں صفتیں

Marfat.com

اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا وَهُوَ مَعَكُمْ وَالَّذِيْ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِكُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ قَالَ اَبُوْمُوْسٰی وَاَنَا خَلْفَهٗ اَقُوْلُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فِیْ نَفْسِیْ فَقَالَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰی كَنْزٍ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (متفق علیہ)

نہیں پکار رہے ہو جو سنتا نہ ہو یا یہاں موجود نہ ہو تم تو اس کو پکار رہے ہو جو شنوا اور بینا ہے اور جو تمہارے ساتھ ہے جس کو تم پکار رہے ہو وہ تو تم سے تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ ابو موسیٰؓ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا اور آہستہ آہستہ یہ کلمات کہہ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللّٰہ بن قیس (ابو موسیٰ کا نام ہے) کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کی اطلاع نہ دوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور۔ آپ نے فرمایا وہ کلمہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے۔ (متفق علیہ)

عبدہ تم موجود ہیا تمہاری لسانی حرکت کا منشا صرف اس مصنفہ لمحی کو وظائف بندگی میں مشغول کرنا اور اس کی یاد میں تر رکھنا ہے اور بس۔ جب تم اس درجہ پر پہنچ جاؤگے تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اب تم میں مرتبۂ احسان کے اثرات پیدا ہوگئے ہیں اور اسلام کی بلند چوٹیوں پر تمہاری رسائی ہونے والی ہے۔ مومن کامل میں جب یہ نسبتِ احسان راسخ ہو جاتی ہے تو پھر نوبت یہ آجاتی ہے کہ اگر تمام جہاں بھی زیروزبر ہو جائے جب بھی اس کے اس استحضار میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا اس لئے اس مومن کی شان یہ ہو جاتی ہے "لا یحزنھم الفزع الاکبر" یعنی ہنگامۂ قیامت بھی ان کے لئے غم کا موجب نہیں ہوگا اور اس عظیم ہنگامہ میں بھی پورے مطمئن نظر آئیں گے۔ خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غار ثور میں تشریف لائے اور دشمن سر پر کھڑا تھا اس خطرناک موقعہ پر آپ کے لئے موجب اطمینان یہی تسلی بخش تصور تھا لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ یعنی اے رفیق غار تم غم نہ کھاؤ کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی دریائے نیل کو اسی طاقت سے عبور کر رہے تھے۔ ان معی ربی سیھدین۔

Marfat.com

صَیرُورَۃُ الاَعمَالِ کُلِّھَا لِلّٰہِ سُبحَانَہٗ

(۵۱۰) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی وزاد احمد وانکح للّٰہ)

(۵۱۱) عَنْ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوْحِ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَحِقُّ الْعَبْدُ صَرِیْحَ الْاِیْمَانِ حَتّٰی یُحِبَّ لِلّٰہِ وَیُبْغِضَ لِلّٰہِ فَاِذَا اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَحَقَّ الْوَلَایَۃَ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی (رواہ احمد)

تمام اعمال کا رخ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف پلٹ جانا

(۵۱۰) ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی کی خاطر دشمنی رکھے۔ کسی کو دے تو اسی کے نام پر، نہ دے تو اسی کی وجہ سے تو اس شخص نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔ امام احمدؒ کی روایت میں اتنی زیادتی اور ہے کہ نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے (یعنی عفت فرج مقصود ہو)۔ (ابوداؤد ترمذی)

(۵۱۱) عمرو بن جموح روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ بندہ کا ایمان اس وقت تک خالص اور کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خدائے تعالیٰ ہی کے نام پر دوستی اور اسی کے نام پر دشمنی کرنے کا عادی نہ ہوجائے پھر جب وہ اس کا عادی بن جاتا ہے تو اب اس کا مستحق ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ولایت سے نواز دے۔ (احمد)

(۵۱۱) ان دونوں حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب دواعی قلب اور حرکات جوارح سب رضاء الٰہی کے تابع بن جائیں تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اب ایمان اس کے ظاہر و باطن میں رچ چکا ہے قلب و زبان میں پوری یک رنگی پوری صداقت پیدا ہوچکی ہے اور اس میں نفاق کے کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ عمرو بن جموح کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس انسانی جب ترقی کی اس معراج پر جا پہنچتا ہے تو وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ فضل ایزدی اس کو اپنی ولایت خاصہ کا خلعت پہنا دے شاید صوفیاء کرام اسی کو فناء و بقاء کے نام سے یاد کرتے ہیں اور یہی نسبت احسان کا خلاصہ ہے ؎

گفت قدوسی فقیری در فناء و در بقا

نفاق کے باب کے تفصیلی نوٹ میں اس پر سیر حاصل بحث موجود ہے ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

الجهاد باليد واللسان والقلب

(۵۱۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ اُمَّةٍ قَبْلِيْ اِلَّا كَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِيُّوْنَ وَاَصْحَابٌ يَاْخُذُوْنَ

امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنا

(۵۱۲) عبداللہ بن مسعودؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی امت میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر اس کی امت میں ایسے لوگ ضرور گذرے ہیں جو اس کے

(۵۱۲) امام مسلمؒ نے اس حدیث کو طارق بن شہاب کے واسطہ سے بھی روایت کیا ہے اس میں ان مراتب ثلاثہ کو وقتی استطاعت و قدرت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

"تم میں جو شخص کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اس کی اصلاح کر دے۔ اگر اتنی قدرت نہ ہو تو زبان سے اس کی مخالفت کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اس سے کیا کم کہ اپنے دل میں اس کی ناگواری برابر محسوس کرتا رہے اور یہ درجہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔"

اس حدیث میں ایمان کے تین درجے قائم کئے گئے ہیں قوی، درمیانہ، اور ضعیف ان میں ہر ایک درجہ کا اقتضاء جدا جدا اور ہر ایک کی علامت علیحدہ علیحدہ ہے۔ سب سے ضعیف درجہ کی علامت یہ ہے کہ خلاف شرع امور سے قلب میں ہمہ وقت نفرت و کراہت محسوس ہو یعنی جب کہیں کوئی منکر نظر آئے تو فوراً قلب میں اس پر ناگواری محسوس ہو۔ قرآن کریم میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے "وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان" (اللہ تعالیٰ نے (صرف اپنی مہربانی سے) تمہارے دلوں میں کفر، فسق، اور اپنی نافرمانی سے کراہت ڈالدی ہے) اس کراہت کے بھی ضعف و قوت کے لحاظ سے تین مراتب نکل سکتے ہیں سب سے اعلیٰ تو یہ ہے کہ خدا کی زمین سے کفر و فسق کو اپنی قوت بازو سے مٹا ڈالے اور اس سے تو کیا کم کہ دل میں اس کی ناگواری محسوس کرتا رہے اگر اتنا احساس بھی نہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ اب اس میں ایمان کی کوئی نشانی بھی نہیں۔

اس حدیث کی شرح میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے ہمارے نزدیک سب سے اچھی شرح حافظ ابن تیمیہ کی ہے لیکن وہ محدثین کی اس تحقیق پر مبنی ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام نہیں بلکہ تصدیق و اعمال کے مجموعہ کا نام ہے اسی مجموعہ پر اجر دلوانے کا وعدہ کیا گیا ہے اس بنا پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ اس مجموعہ میں جن باتوں پر ثواب کا وعدہ ہے وہ امر بالمعروف کے سلسلہ میں صرف یہی تین باتیں ہیں۔ تغییر بالید ان میں سب سے اعلیٰ ہے اور انکار قلبی سب سے ادنیٰ۔ بس اگر کسی کا ہاتھ ازالۂ منکر کے لئے حرکت نہیں کرتا، اس کی زبان روکنے کے لئے نہیں ہلتی اور اس کا قلب اندرونی طور پر بھی انکار کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تو اس کے بعد اب اعمال ایمانی میں ایسا کوئی عمل نہیں ہے جس کی ادائیگی پر اس کو کسی ادنیٰ ثواب کا بھی استحقاق ہو۔ محدثین کے نزدیک چونکہ اعمال ایمان کے اجزاء شمار ہوتے ہیں اس لئے اس حدیث میں اجزاء ایمان کی نفی سے اعمال ہی کی نفی مراد ہے۔ ولیس وراء ذلک من الایمان حبة خردل کی ٹھیک شرح یہ ہے یعنی انکار قلبی کے بعد رائی کے

Marfat.com

بِسُنَّتِهٖ وَيَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ

معین و مددگار، اس کے طریقہ کار کے متبع و پیروکار اور اس کے ہر حکم کے مقتدی و فرمانبردار ہوا کرتے تھے پھر ان کے بعد ان کے جانشین کچھ ایسے بداطوار لوگ ہوئے (جن کے قول و عمل میں بڑا فرق تھا) وہ جو بات اپنی زبانوں سے کہتے اس پر عمل نہ کرتے اور وہ حرکتیں کرتے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جو شخص

دانہ کے برابر بھی ایمان کا کوئی جزء ایسا نہیں رہا جس پر کوئی اجر مرتب ہو سکے اس کے معنی نہیں ہیں کہ اس کے بعد وہ شخص مومن ہی باقی نہیں رہے گا۔ (دیکھو کتاب الایمان ص۱۳۱ و ص۱۳۲)

اصل حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان باللہ کے ساتھ بہت گہرا ربط ہے حسب ذیل آیت پر غور کیجئے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ یعنی اس امت کی خیریت جن امور کے ساتھ وابستہ کی گئی ہے، ان میں سب سے ممتاز ایمان باللہ کی صفت ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسی کے لوازم میں ہیں اس سے پہلی امتیں اگر ایمان باللہ میں ہم سے پیچھے رہیں تو امر بالمعروف میں بھی ان کا قدم ہم سے پیچھے ہی تھا اور یہ امت اگر ایمان باللہ میں سب سے فائق رہی تو امر بالمعروف میں بھی اس کا قدم سب سے آگے ہے۔ بہرحال ایمان باللہ کے ساتھ کسی نہ کسی مرتبہ میں امر بالمعروف ہونا بھی ضروری ہے جس کا سب سے ضعیف درجہ انکار قلبی ہے اگر یہ بھی نہیں ہے تو پھر یہ غور کرنا ہوگا کہ اب اس میں ایمان باللہ کی کتنی روح اور اس کی کیا علامت باقی ہے —— اسلام میں ایمان کی علامت صرف پیشانی پر نماز کا نشان ہونٹوں پر سعدوں کی خشکی اور بروقت زکوٰۃ کی ادائیگی قرار نہیں دی گئی بلکہ اس کی ایک بڑی علامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی قرار دی گئی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان باللہ اور امر بالمعروف میں بڑا گہرا ربط ہے۔ ایمان صرف ان اعمال کے ادا کرنے سے کامل نہیں ہوتا جن سے کہ ایک انسان کے نفس کی صرف ذاتی تکمیل ہو جاتی ہے بلکہ اس کا معیار وہ اعمال ہیں جن سے تمام مخلوق کے نفوس کی تکمیل ہوتی ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اس امت کی خلقت کا اصل منشاء صرف اپنے کمالات علمیہ و عملیہ کی تکمیل نہیں بلکہ خدا کے تمام مخلوقات کے تکمیل کی ذمہ داری بھی اسی کے سر ہے اور یہی اس کا طغرۂ امتیاز ہے اور اسی بنا پر اس کو تمام امتوں پر فضیلت دی گئی ہے۔

یہ بات بہت زیادہ قابل غور ہے کہ جب ایک انسان کی ذاتی تکمیل کے لئے بھی قوت ایمانی کی ضرورت ہے تو اس امت کے لئے جس کو یہ دعوت دی گئی ہو کہ وہ تمام دنیا کی طاقتوں کو چیلنج دیکر ان کی نفسیاتی اور اخلاقی تکمیل کر دے، کتنے عزم، کتنی قوت ایمانی اور کتنے وثوق باللہ کی ضرورت ہوگی، ایمان باللہ کے بغیر امر بالمعروف ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہ صفت جتنی کامل ہوگی انسان اتنا ہی امر بالمعروف کے لئے مضطر ہوگا اور اگر بدنصیبی سے وہ اس اضطراب سے خالی ہو چکا ہے تو جب تک اس میں نور ایمانی کا کوئی ذرہ موجود ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دل احساس ناگواری سے تو خالی نہ رہے اگر اس میں یہ احساس ناگواری بھی نہیں تو پھر سمجھنا چاہئے کہ اس میں غیرت ایمانی کا کوئی شائبہ بھی نہیں۔ یہ تھی اس حدیث کی مختصر شرح اب امر بالمعروف کے متعلق چند اور اہم کلمات سنئے۔

حدیث کے لفظ (اذا رأی منکرا) "جب کوئی برائی دیکھے" میں رویت سے مراد برائی کا ثبوت اور یقین ہے

Marfat.com

بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ۔ (رواہ الخمسہ غیر البخاری)

بھی ایسے لوگوں کا اپنے ہاتھ سے مقابلہ کرے وہ مومن اور جو زبان سے ان کی تردید کرے وہ مومن اور جو صرف قلبی ناگواری پر کفایت کرلے وہ بھی ایک درجہ کا مومن ہے اس کے بعد ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان کا کوئی جزء نہیں۔ (مسلم وغیرہ)

اس کا آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ہے تاہم صاحب بحر الرائق نے پانچویں جلد میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو کسی معصیت میں مبتلا دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بھی ازالہ کا حق حاصل ہے اور اگر وہ اس معصیت سے فارغ ہو چکا ہے تو اب اس کو صرف یہ حق ہوگا کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہنچا دے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عملی طور تعزیر صرف قاضی کا وظیفہ ہے اور دفعات تعزیر کا اجراء عوام کا حق نہیں ہاں امر بالمعروف ہر شخص کا فرض ہے اس میں کسی کی تخصیص نہیں ہے۔

یہ بات قابل فراموشی نہیں ہے کہ شریعت میں جتنا امر بالمعروف کی ترغیب ہے اتنا ہی تجسس احوال کی ممانعت بھی ہے قاضی اس کا مامور نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے حالات کا زبردستی تجسس کیا کرے اس کا فرض صرف یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کوئی معاملہ آجائے تو وہ اس کی تحقیق کر کے مناسب فیصلہ صادر کردے۔ یہاں کتاب الاحکام السلطانیہ میں قاضی ابو یعلی نے بہت خوب تفصیل کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ اگر واقعہ ایسا ہے جس کا تجسس نہ کرنے سے کسی کی جان، آبرو یا مال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے جیسا زنا، چوری اور قتل تو ان معاملات کا تجسس کرنا امام کا فرض ہے اور اگر ایسا معاملہ نہ ہو تو پھر عام حالات میں تجسس کرنا مناسب نہیں ہے — دوم یہ کہ جن منکرات کا ازالہ کرنا واجب ہے وہ ایسے منکرات ہیں جو بالاتفاق منکر ہوں۔ مختلف فیہ مسائل میں ایک دوسرے پر انکار کرنا قلت علم اور تنگ نظری ہے قاضی ابو یعلی اس کی اور تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہاں اس اختلاف کا استثناء کرنا ضروری ہے جو جمہور کے بالمقابل ہو یا کسی متفق علیہ حرام کا ذریعہ بن جائے۔ جیسے سود کہ جمہور کے نزدیک نقد ہو یا ادھار دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ اس مسئلہ میں اگرچہ بعض سلف کا کچھ خلاف منقول ہے لیکن چونکہ یہ جمہور کے خلاف ہے اس لئے اس پر بھی انکار کرنا ضروری ہوگا۔ امام احمدؒ نے یہاں ایک اور دلچسپ تفصیل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے مسئلہ پر عمل کرنے والے کو سزا تو دیجائے مگر بعض سلف کے خلاف کی وجہ سے اس کو فاسق نہ کہا جائے۔ نکاح متعہ بھی اسی قسم میں داخل ہے یہ بھی جمہور کے خلاف ہے اور اگر اس کی اجازت دیدی جائے تو یہ صریح زنا کا ذریعہ بن سکتا ہے جو متفق علیہ حرام ہے اس لئے اس کی بھی ممانعت کی جائے اور اس کے مرتکب کو سزا بھی دیجائے۔ اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ سلف میں کوئی اس کا قائل نہ تھا تو اس کو فاسق بھی کہا جائے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲۵۲)

اسلام میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جتنی اہمیت ہے اس سے زیادہ اہمیت مواقع انکار جاننے کی ہے بسا اوقات بے محل انکار خود ایک منکر کی صورت بن جاتا ہے۔ حافظ ابن قیم نے اس کی چار صورتیں تحریر فرمائی ہیں (۱) منکر اور برائی کو روکنے سے اصلاح کی توقع ہو اور اس کی بجائے نیکی پیدا ہونے کی امید ہو۔ (۲) اگر اس کے ازالہ کی توقع نہ ہو تو کم از کم اس میں خفت کی امید ہو۔ (۳) یا اس کے ہموزن دوسری برائی پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔ (۴) یا اس سے بدتر برائی کا خطرہ ہو۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

الاجتناب عن الشبهات

(۵۱۳) عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ

جن باتوں کا ٹھیک حکم معلوم نہ ہو ان کو ترک کر دینا

(۵۱۳) نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ (دین میں) حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے ہاں ان دونوں کے درمیان کچھ باتیں مشتبہ ہیں

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) صرف پہلی دو صورتوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے۔ تیسری صورت خود انسان کے احساس و تمیز پر موقوف ہے اور چوتھی صورت حرام ہے۔ اس تفصیل کے مطابق اگر ایک جماعت شطرنج کھیل رہی ہے اور امید یہ ہے کہ اگر اس کو روکا گیا تو وہ کسی اور بہتر مشغلہ میں لگ جائے گی تو اس کو منع کرنا ضروری ہوگا ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص ناول دیکھتا ہے اور خطرہ یہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ اور بددین اور فاسد العقائد مصنفین کی کتابوں کے دیکھنے میں مشغول ہو جائے گا تو اس کو ناول دیکھنے سے منع نہ کرنا ضروری ہوگا۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص شراب نوشی اور قمار بازی میں مشغول ہو اور اس کی فاسد فطرت سے یہ اندیشہ ہے کہ اس کو روکا گیا تو وہ قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا تو ایسے شخص کو ان مشاغل میں رہنے دینا مناسب ہے۔ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۲)

عالم وہ ہے جو ان مراتب کو پہچانے ادیان کی صحیح رعایت بھی رکھے — نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔

(۵۱۳) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کا بڑا حصہ کھلا ہوا حلال یا کھلا ہوا حرام ہے۔ اس پر عمل کرنا تو کوئی بڑے کمال کی بات نہیں یہ تو ہر شخص کا فرض ہے البتہ اس کا ایک حصہ وہ ہے جس کے متعلق اکثر لوگ کھلے طور پر نہیں جانتے کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ مخصوص اور بڑے درجہ کے علماء اگرچہ اس کا بھی حکم جانتے ہیں لیکن متوسط طبقہ کے نزدیک اس کا حکم مشتبہ ہوتا ہے یہی حصہ انسان کی کمزور فطرت کی آزمائش گاہ ہے جس شخص نے اس اشتباہ سے ناجائز فائدہ اٹھایا اس نے دیندار طبقہ کی نظروں میں اپنی دینی عظمت و محبت کا معاملہ مشتبہ کر دیا اور ایک حد تک انھیں نکتہ چینی کرنے کا حق دیدیا لیکن جس شخص نے یہاں استقامت دکھلائی اس نے اپنی دینی شخصیت صاف کر دی اور یہ ثابت کر دیا کہ اس کے قلب میں دین کا درحقیقت بہت بڑا احترام ہے۔ تیسری قسم وہ ہے جس کو شبہات کا اصل حکم معلوم ہے وہ اس جگہ زیر بحث ہی نہیں وہ ان سب میں کامل تر انسان ہے وہ علمی ذوق پیدا کر کے اشتباہ کی ظلمت سے نکل چکا ہے اس لئے اس کے حق میں کمال یہی ہے کہ جو اس کی تحقیق ہو اسی پر عمل کرے . . . . کیونکہ جب اس کے حق میں یہاں کوئی اشتباہ ہی نہیں تو اس کے لئے اتقاء عن الشبہات کا حکم بھی نہیں۔ چونکہ ورع اور احتیاط کی اس منزل تک رسائی آسان امر نہیں یہاں صرف ظاہری اعضاء کی سلامتی سے کام نہیں چلتا بلکہ قلب انسانی کی سلامتی کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اگر تم اس وادی کو عبور کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنے قلب کی سلامتی پیدا کرو۔ قلب کی سلامتی یہ ہے کہ اس میں ایک ذات پاک وحدہ لاشریک لہ کی محبت کے سوا کسی

Marfat.com

لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ۔ كَالرَّاعِيْ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ

جن کا صحیح حکم اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان باتوں سے بچتا رہے اس نے تو اپنے دین اور آبرو کی طرف سے صفائی پیش کر دی اور جو ان میں مبتلا ہو گیا وہ یقیناً حرام میں بھی مبتلا ہو کر رہے گا۔ اس کی مثال اُس چرواہے کی سی ہے جو اپنے جانوروں کو کسی (مخصوص) جنگل کے ارد گرد چراتا رہے۔ قریب ہے کہ اس کے

غیر کی محبت کی سمائی نہ رہے اور ان اعمال کے سوا جن میں اس کی رضامندی ہو کسی اور عمل کا جذبہ نہ رہے جب اس میں یہ صفت پیدا ہو جائے گی تو ظاہری اعضاء خود بخود اطلِ شرعیہ کی بجا آوری کے لئے مضطرب ہو جائیں گے اور منہیات شرعیہ تو در کنار امور مشتبہ سے بھی طبعاً متنفر ہو جائیں گے اور یہ کٹھن منزل ذوق و شوق کے ساتھ طے ہونا شروع ہو جائے گی۔ لیکن اگر قلب میں اس طرح صفت سلامتی پیدا نہیں ہوئی اور وہ بدستور خواہشاتِ نفسانی کا گرفتار رہا تو اس کا اثر انسان کے ظاہری اعضاء میں بھی نمودار ہوئے بغیر نہیں رہے گا کیونکہ انسانی اعضاء میں قلب کی مثال ایسی ہے جیسی فوج میں ایک بادشاہ کی جس طرح فوج کی صلاح و فساد کا مدار بادشاہ کے صلاح و فساد پر ہوتا ہے اسی طرح اعضاء ظاہری کی صلاح و فساد کا مدار قلب کی صلاح و فساد پر ہوتا ہے۔ پس اصل اہتمام کے قابل نکتہ اصلاح قلب ہے اسی لئے مسند امام احمد میں حضرت انسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں "لا يستقيم ايمان عبد حتى يستقيم قلبه" کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا قلب درست نہ ہو جائے۔ یہاں استقامتِ ایمان میں اعمال کی استقامت بھی داخل ہے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔ اللهم انى اسالك قلبا سليما اے اللہ میں تجھ سے ایسا قلب مانگتا ہوں جو سلیم ہو۔ آیت ذیل میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے یوم لا ينفع مال ولا بنون الا من اتى الله بقلب سليم۔

یہ صفت انبیاء علیہم السلام کو کسب و مجاہدہ کے بغیر ہنگامۂ طفولیت ہی میں اس کمال کے ساتھ عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ شرک و کفر کی خوفناک سے خوفناک وادیوں سے بھی اس طرح پاک و صاف گذر جاتے کہ ان کے دامنِ اعتقاد میں شک و شبہات کا ایک کانٹا بھی نہیں چبھتا۔

عالم کے موحد اعظم یعنی حضرت خلیل نے جب دنیا میں قدم رکھا تو اپنے چاروں طرف بت پرستی اور کواکب پرستی کا ماحول دیکھا مگر قدرت نے ان کو ایسا سلیم قلب مرحمت فرمایا تھا کہ پہلی ہی نظر میں ان کو ستاروں کی چمک دمک اور بتوں کی رعنائی ایک منظر کاذب نظر آئی اور ان تمام معبودانِ باطل سے انھوں نے بیک آواز اپنے ان الفاظ میں بیزاری کا اعلان کر دیا۔ انى وجهت وجهى للذى فطر السموات والارض حنيفا وما انا من المشركين۔ ان کی اسی فطری سلامتی قلب کو حسب ذیل آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اذ جاء ربه بقلب سليم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اعمال ظاہری کی سلامتی کا راز قلب کی سلامتی میں مضمر ہے۔ اگر قلب ما سوا اللہ کی گرفتاری سے نجات حاصل کر چکا ہے تو یقیناً وہ مشتبہات کی طرف قدم اٹھانے سے بھی انبیاء درجہ کا رہ ہو جائیگا۔ جوارح انسانی ممنوعات شرعیہ کے ارتکاب میں بےحس و حرکت بن جائیں گے ورنہ مشتبہات کیا مرتکب ممنوعات کے ارتکاب سے بھی کوئی امر مانع نہ ہوگا۔

Marfat.com

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (رواہ البخاری ومسلم)

جانور اس کے اندر بھی جا پڑیں۔ خوب سن لو کہ ہر بادشاہ کا ایک نہ ایک جنگل ریزرو اور مخصوص ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ریزرو کردہ جنگل اس کے محرمات ہیں۔ خوب سن لو کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے کہ اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے وہ گوشت کا لوتھڑا انسان کا دل ہے۔ (متفق علیہ)

اس ذیل میں چند اور امور بھی قابل تنبیہ ہیں۔

(۱) تحقیق بالا کی روشنی میں شبہات کے بارے میں دو قسم کے انسان ہو جاتے ہیں۔ ایک ان کا حکم جاننے والے دوسرے نہ جاننے والے۔ حکم نہ جاننے والوں کی دو صورتیں ہیں یا تو ان کو دو طرفہ کوئی حکم معلوم نہیں یا اگر کسی جانب کوئی حکم معلوم ہے تو وہ خلاف واقع ہے ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر وہ بھی نہ جاننے والوں ہی کے برابر ہیں۔

(۲) قرآن و حدیث نے اگرچہ دین کی تمام حلال یا حرام اشیاء کو صاف صاف بیان کر دیا ہے لیکن پھر بھی بیان و توضیح کے لحاظ سے ان میں مراتب کا تفاوت ضروری ہے مثلاً بعض حلال و حرام تو ایسے ہیں جو خواص و عوام تک بذریعہ تواتر پہنچ چکے ہیں ان میں نہ کوئی اشتباہ ہو سکتا ہے نہ کچھ اختلاف اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اس شہرت کے ساتھ پہنچ نہیں سکے اس حصہ میں علماء کے اختلاف یا دلائل کے تعارض سے کہیں کہیں شبہ پیدا ہو سکتا ہے مثلاً گھوڑے کا گوشت کھانا یا وہ نبیذ پینا جس کا زیادہ حصہ نشہ آور ہو جائے یہاں قطعیت کے ساتھ کسی جانب بھی حکم نہیں لگایا جا سکتا یہ تو اس صورت کی مثال تھی جہاں صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ علم حاصل ہونے کے باوجود پھر اشتباہ ہو جاتا ہے مثلاً جہاں اباحت اور ظاہر کی شہادت میں تعارض واقع ہو جائے مثلاً غیر محتاط کافر کے برتن اگر یہ دیکھا جائے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے تو اس کے برتن پاک ہونے چاہئیں اور ان کے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہونا چاہیے اور اگر اس کے غیر محتاط ہونے کی طرف نظر کی جائے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ ناپاک ہونے چاہئیں اور پاک کئے بغیر ان کو استعمال نہ کرنا چاہیے اس قسم کے مقامات پر حدیث مذکور یہی واحد حل پیش کرتی ہے کہ یہ سب محل شبہات ہیں ان سے اجتناب کرنا ہی دینی پختگی کی علامت ہے۔

(۳) ہر چند کہ میدان شبہات کے ترک کرنے کا حکم اسی کے حق میں ہے جس کے حق میں اشتباہ موجود ہو لیکن وہ شخص جس کے حق میں کوئی اشتباہ نہ ہو اگر اپنی دینی آبرو کے تحفظ کی خاطر محل شبہ ترک کر دے تو یہ بھی ایک خوبی کی صفت ہے اور مطلوب ہے۔

ایک مرتبہ آپ اعتکاف میں تھے آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت صفیہؓ آپ کی زیارت کیلئے تشریف لائیں واپسی میں ان کے رخصت کرنے کے لئے آپ بھی چند قدم ان کے ہمراہ تشریف لائے۔ اتفاقاً بعض صحابہ ادھر سے گزرے تو آپ نے ان کو ٹھہرا لیا اور فرمایا یہ میری زوجہ صفیہؓ ہیں۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا آپ کے متعلق بھی کوئی بدگمانی ہو سکتی ہے

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

اطمینان النفس بالبر وتردد ھا بالاثم

(۵۱۴) عَنِ النواس بْنِ سِمْعَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ۔ (رواہ مسلم)

نیک بات پر دل کا مطمئن ہوجانا اور گناہ میں خلش کا باقی رہنا

(۵۱۴) نواس بن سمعان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نیکی صرف اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ کی علامت یہ ہے کہ وہ بات تمہارے دل میں کھٹکتی رہے اور تمہیں یہ پسند نہ ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو۔ (مسلم)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) آپ نے فرمایا درست ہے مگر شیطان انسان کی رگ و پے میں اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جس طرح خون رگوں میں۔ میں نے اس کی وسوسہ اندازی کے خطرہ سے یہ صفائی پیش کی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس واقعہ میں اشتباہ کا کوئی محل ہی نہ تھا لیکن جو بات کسی غلط فہمی کے بنا پر بھی شبہ کا موجب بن سکتی تھی اس کو بھی آپ نے صاف کر دیا۔ نبی کا یہ بھی ایک بڑا کمال ہوتا ہے کہ عصمت کے بلند سے بلند مقام پر کھڑے ہونے کے باوجود وہ اپنے نفس کو شرعی احکام میں عوام کی صف میں برابر رکھتا ہے۔

شریعت میں مقامات تہمت سے بچنا تو ایک عام بات ہے لیکن نبی کا معاملہ اس بارے میں اور زیادہ نازک ہوتا ہے اگر اس کی طرف سے کسی کے قلب میں کوئی وسوسہ گذر جائے تو اس شخص کے ایمان ہی کی خیر نہیں رہتی اس لیے نبی کی یہ بہت کوشش رہتی ہے کہ اس کی طرف سے کسی کے قلب میں کوئی وسوسہ نہ گذرنے پائے۔

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ جمعہ کی نماز کے لئے تشریف لے گئے دیکھا تو لوگ نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو چکے تھے اس لئے انھوں نے ایک گوشہ میں نظریں بچا کر چپکے سے اپنی نماز ادا فرمائی اور کہا جو شخص خدا تعالیٰ سے شرم نہیں کرتا وہ اس کی مخلوق سے بھی شرم نہیں کرتا۔ (جامع العلوم) اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ فرائض و واجبات میں کسی اتفاقی کوتاہی کو منظر عام پر لانا کمال کی بات نہیں شرم کی بات ہے۔

بہر حال ان دونوں واقعات میں اگرچہ دراصل شبہ کا کوئی محل نہ تھا اس کے باوجود صرف عوام کی غلط فہمی اور اس پر ان کے طعن و تشنیع کے خطرہ سے بچنے کی خاطر احتیاط کی گئی۔ معلوم ہوا کہ کسی غلط فہمی کے ازالہ کی رعایت سے شبہات کو ترک کر دینا بھی مستحسن امر ہے۔

Marfat.com

(۵۱۵) عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍؓ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ اَلْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ اِلَیْہِ النَّفْسُ

(۵۱۵) وابصہ بن معبد بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کیا گناہ اور نیکی کی تعریف پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا تو اپنے دل کی

(۵۱۵) اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فطرت اسلام پر پیدا کیا ہے ان میں حق و ناحق کا احساس اور اس کا امتیاز اسی طرح ودیعت فرمایا ہے جس طرح حواس خمسہ میں اشیاء ظاہری کا احساس جب تک انسان اپنی اصل فطرت پر قائم رہتا ہے اس کا حاسۂ فطری بھی ظاہری حواس کی طرح صحیح صحیح کام کیا کرتا ہے جس طرح کان ایک اچھے نغمے کی طرف بلا ارادہ لگ جاتے ہیں اور بُرے نغمے سے غیر اختیاری طور پر ہٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا حاسۂ فطرت بھی اوامر الٰہیہ سے طبعًا مانوس اور منہیات شرعیہ سے فطرۃً متنفر ہو جاتا ہے اسی بنا پر اوامر شرعیہ کو معروف اور منہیات کو منکرات سے تعبیر کیا جاتا ہے حسب ذیل آیات میں انسان کی اسی سلامتی فطرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) انما المؤمنون اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا۔	سچے مسلمان تو بس وہی ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب آیاتِ الٰہی ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں۔
(۲) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔	سن لو کہ خدا کی یاد سے دلوں کو تسلی ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث بھی قلب کی اسی فطری سلامتی پر مبنی ہے۔

لیکن جب فطرتِ انسانی کچھ خارجی اسباب کی بنا پر آفت زدہ ہو جاتی ہے تو اس میں وہ احساس بھی باقی نہیں رہتا اور جس طرح بیمار حواس صحیح صحیح کام نہیں کرتے اس کی فطرت بھی پورے طور پر کام نہیں کرتی اور شدہ شدہ ایسے اسٹیج پر پہنچ جاتی ہے جہاں اسے حق و ناحق کا کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہتا، انسان اس نابینا کی طرح ہو جاتا ہے جو سرخ و سفید کا صرف نام تو سنتا ہے مگر ان میں طبعی طور پر ادراک نہیں کرتا اسی طرح وہ انسان جس کی فطرت آفت رسیدہ ہو جاتی ہے، حق و باطل کا فرق صرف دلائل کی قوت سے ہی سنتا یا سمجھتا ہے مگر بدیہی طور پر اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ اس کو اسلام سے رغبت اور کفر سے نفرت طبعی نہیں ہوتی صرف استدلالی ہوتی ہے۔ یہ انسان صحیح فطرت سے ہٹا ہوا انسان ہے۔ یہ تندرست نہیں بیمار ہے اس لئے اس کے احساس کا بھی کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ حضرت شیخ مجدد صاحبؒ نے اپنے مکتوب ۲۲۱ جلد اول میں اس کی خوب تحقیق فرمائی ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں کہ حدیث کا دوسرا جملہ "وکرھت ان یطلع علیہ الناس" اور تجھے یہ ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو "کسی امر کے گناہ ہونے کی سب سے کھلی ہوئی علامت ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات ایسی ہے کہ اس کی برائی تمام لوگوں پر اتنی عیاں ہے کہ اگر ان کو اطلاع ہو جائے تو وہ اس پر بے توقف اعتراض کریں۔ پس کسی مشتبہ امر کے گناہ ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ وہ عوام و خواص سب کے نزدیک موجب اعتراض ہو، اب اگر کسی حیلہ سے تم اسے جائز بنانا چاہتے ہو تو یہ تمہارے نفس کی خیانت ہوگی۔ اسی لئے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ جن باتوں کے متعلق

Marfat.com

وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ۔ (رواہ احمد والدارمی فی مسندیھما باسناد حسن)

فتویٰ لے لیا کرو جس بات پر دل ٹھک جائے وہ تو نیکی کی بات سمجھو اور جس میں کھٹک اور تردد باقی رہے وہ گناہ کی بات سمجھو اگرچہ لوگ تجھے کتنے ہی فتوے دیتے رہیں۔ (مسند احمد و دارمی)

کوئی حدیث نہ ملے ان کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کو بہ نگاہِ استحسان دیکھیں تو اسے اچھی بات سمجھو اور اگر بہ نظرِ کراہت دیکھیں تو بری سمجھو۔ اس تحقیق سے حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کا مصداق بھی معلوم ہو گیا پھر حافظ مذکور فرماتے ہیں کہ کسی امر کے گناہ ہونے کی دوم نمبر کی علامت یہ ہے کہ مفتی اگرچہ اس کے متعلق یہ فتویٰ دیکتا ہو کہ وہ گناہ نہیں مگر دل پھر بھی اس پر مطمئن نہ ہو اور برابر اس میں گناہ ہونے کی خلش محسوس کرتا رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنا کھلا ہوا گناہ نہیں ہے کہ عام طور پر اس کو گناہ کی بات سمجھا جائے۔ (جامع العلوم ص۱۸۳)

خلاصہ یہ کہ نیک انسان کو نیکی کے ساتھ ایک فطری تناسب ہوتا ہے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ لوہے کو مقناطیس سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی امر کا نیکی ہونا شرعاً معلوم ہو جائے تو ایک انسان کے فطرت کی سلامتی کی علامت یہ ہے کہ اس کی طرف وہ اپنی قلبی کشش محسوس کرے اسی طرح اگر کسی شخص کا شرعاً نیک ہونا ثابت ہو جائے تو کسی مشتبہ امر کے نیک و بد ہونے کی علامت اس کی فطرت ہے اگر اس کی جانب اس کے دل میں کشش موجود ہے تو سمجھنا چاہئے کہ وہ نیکی کا عمل ہے ورنہ نہیں۔ قرآن و حدیث کے تصریح کردہ احکام میں بھی اسی معیار کو بدرجہ اولیٰ سمجھنا چاہئے۔ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔

مذکورہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ مفتی کے فتوے کے مقابلہ میں قلبی فتوے کی ترجیح کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) مستفتی کا قلب نورِ ایمان سے منور ہو۔ (۲) مفتی کا فتویٰ محض اس کے ظن یا خواہشِ نفسانی پر مبنی ہو۔ پس اگر مستفتی کا قلب سلیم ہے تو بلاشبہ اس کا فتوی ان مفتیوں کے فتووں سے ہزاروں درجہ وزنی ہوگا جو صرف اپنی رائے سے فتوے دیتے ہیں وہ خود بھی بیمار ہیں اور ان کے فتوے بھی بیمار ——— لیکن اگر مفتی کے پاس دلیلِ شرعی موجود ہے تو پھر ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اگر اس کا دل بخوشی اس پر راضی نہیں ہوتا تو بہ جبر اسی پر اس کو راضی کرے بعض مسائل میں صرف جذبۂ اتباع کی بنا پر بعض صحابہ کرامؓ نے آپ کی تعمیل ارشاد میں تامل کیا تھا تو آپ کو سخت ناگوار گذرا اس وقت ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ آپ کا حکم محض شفقت یا سہولت کی رعایت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ درحقیقت آپ ان سے وہ عمل کرانا ہی چاہتے تھے پس جب دلیل شرعی سامنے آجائے تو انشراحِ صدر اور قلبی فتوے سب غیر معتبر ہو جاتے ہیں۔ اس منفی کا فتوے اور فطری نور اسی جگہ کارآمد ہوتا ہے جہاں حدیث و قرآن کا نور موجود نظر نہ آئے۔ جہاں یہ نور موجود ہو وہاں کسی اور نور کی ضرورت نہیں ہے۔

آب آمد تیمم برخاست

حضرت شیخ مجددِ الف ثانی سرہندی شیخ اکبر کی تصنیف فتوحاتِ مکیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "فتوحاتِ مدینہ ما از فتوحاتِ مکیہ بے نیاز کردہ"۔ سبحان اللہ اہل ایمان اور قلب کی صحیح شہادت صرف یہی ہے۔

Marfat.com

الترك لما فيه ريب والاختيار لما لاريب فيه

(۵۱۶) عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سِبْطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَرَیْحَانَتِہٖ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ (رواہ النسائی والترمذی وقال حسن صحیح قال ابن رجب وقد روی ھذا الکلام موقوفا علی جماعۃ من الصحابۃ منھم عمر وابن عمر وابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنھم)

ترك ما لا بأس به حذرا لما به باس

(۵۱۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یَزِیْدَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ

جس جانب میں تردد ہو اسے چھوڑ دینا اور جس میں تردد نہ ہو اسے اختیار کر لینا

(۵۱۶) حضرت حسنؓ روایت فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی یہ بات خوب یاد ہے کہ آپ نے فرمایا جو بات تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ بات اختیار کرو جس میں تمہیں کوئی کھٹکا نہ ہو (ترمذی نسائی)

حرام میں مبتلا ہو جانیکے خوف سے بعض حلال کو بھی ترک کر دینا

(۵۱۷) عبداللہ بن یزید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی بندہ متقین کے بلند مقام کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ناجائز میں مبتلا ہونے کے

---

(۵۱۷) ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ پورا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ بعض حلال چیزوں کو بھی ترک کر دے اس خوف سے کہ کہیں وہ حرام نہ ہو تاکہ حرام اور حلال کے درمیان ایک پردہ باقی رہ جائے۔

ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں پسند کرتا ہوں کہ اپنے اور حرام کے درمیان ایک حجاب قائم رکھوں اور اسے چاک نہ کروں۔

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ آدمی صرف حلال پر اس وقت تک رک نہیں سکتا جب تک کہ حلال کے ایک حصہ کو اپنے اور حرام کے درمیان حائل نہ بنائے رہے۔ سفیان بن عیینہ کا مقولہ بھی اسی کے قریب ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے یہاں ایک نہایت اہم دقیقہ کی طرف توجہ دلائی ہے ہم ان کی اصل عبارت مع ترجمہ کے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

وھاھنا امر ینبغی التفطن لہ وھو ان التدقیق فی التوقف عن الشبھات	یہاں ایک بات سمجھ لینی ضروری ہے اور وہ یہ کہ شبہات کے بارے میں زیادہ باریکیاں نکالنی اسی شخص کیلئے مناسب ہے

Marfat.com

أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهٖ حَذَرًا لِّمَا بِهٖ بَأْسٌ (رواه الترمذی و ابن ماجہ)

المسرة بالحسنات والمساءة على السيئات

(۵۱۸) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَا الْإِيْمَانُ فَقَالَ

خطرہ سے بہت سی جائز باتوں کو بھی چھوڑ نہ دے۔ (ترمذی)

نیکی سے خوش ہونا اور بدی سے غمگین ہونا

(۵۱۸) ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا ایمان کی کیا علامت ہے

انما یصلح لمن استقامت احوالہ کلھا وتشابھت اعمالہ فی التقوی والورع فاما من یقدم فی اتمام المحرمات الظاھرۃ ثم یرید ان یتورع عن شیٔ من دقائق الشبھۃ فانہ لا یحتمل لہ ذلک بل ینکر علیہ کما قال ابن عمر لمن سالہ عن دم البعوض من اھل العراق یسألوننی عن دم البعوض وقد قتلوا الحسین۔ وسمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ھما ریحانتای من الدنیا وسأل رجل بشر بن الحارث عن رجل لہ زوجۃ و امہ تامرہ بطلاقھا فقال ان کان برامہ فی کل شیٔ ولم یبق من برھا الا طلاق زوجتہ فلیفعل۔

(جامع العلوم ص)

جس کے اور حالات بھی بلند ہوں اس کے ورع و تقوی کا میار بھی اونچا ہو لیکن جو شخص کھلم کھلا محرمات کا ارتکاب کرے اس کے بعد باریکیاں نکال نکال کر متقی بننے کا شوق رکھے تو اس کیلئے یہ صرف ناموزوں ہی نہیں بلکہ قابل مذمت ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ سے ایک عراقی شخص نے پوچھا کہ اگر حالت احرام میں مچھر مار دے تو اس کی کیا جزا دینی چاہئے۔ آپ نے فرمایا حضرت حسینؓ کو تو شہید کر ڈالا اب مجھ سے مچھر کے خون کا فتوی پوچھنے چلے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ دنیا میں وہ میرے دو پھول ہیں۔ اسی طرح بشر بن الحارث سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص کی والدہ یہ کہتی ہے کہ تو اپنی بی بی کو طلاق دیدے اب اسے کیا کرنا چاہئے فرمایا اگر وہ شخص اپنی والدہ کے تمام حقوق ادا کر چکا ہے اور اس کی فرمانبرداری میں اس معاملہ کے سوا کوئی بات باقی نہیں رہی تو اسے طلاق دیدینی چاہئے اور اگر ابھی کچھ اور مراحل بھی باقی ہیں تو طلاق نہ دینی چاہئے۔

(۵۱۸) یہ حدیث بھی انسان کے حاسۂ فطرت کی سلامتی پر مبنی ہے جس طرح صحت کی ایک نشانی یہی ہے کہ زبان کا ذائقہ درست ہو میٹھی چیز میٹھی معلوم ہو اور کڑوی چیز کڑوی۔ اسی طرح حاسۂ فطرت کے صحت کی علامت یہ ہے کہ قلب کا ذائقہ درست ہو اور اس میں حسنہ اور سیئہ کا صحیح صحیح امتیاز باقی ہو۔ اگر یہ امتیاز باقی نہ رہے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب کسی مرض نے اس کو گھیر لیا ہے۔ افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا۔ کیا وہ شخص جس کے برے عمل اس کے

Marfat.com

مَنْ سَرَّتْہُ حَسَنَتُہٗ وَسَاءَتْہُ سَیِّئَتُہٗ فَھُوَ مُؤْمِنٌ (الحاکم فی المستدرک)

(۵۱۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَاْتُ قَالَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَاْتَ فَقَدْ اَسَاْتَ ۔ اخرجہ احمد وابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر قال العراقی اسنادہ جید واخرجہ ابن ماجۃ ایضا عن کلثوم الخزاعی قال المناوی فی الکبیر رجال ابن ماجہ رجال الصحیح الا شیخہ محمد بن یحیی فلم یخرج لہ مسلم ورواہ ایضا البزار قال الھیثمی ورجالہ رجال الصحیح)

آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کو اپنی نیکی بھلی لگے اور برائی بری معلوم ہو بس یہ اس کی علامت ہے کہ وہ مؤمن ہے۔ (مستدرک)

(۵۱۹) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا میں کیسے سمجھوں کہ میں نے یہ کام اچھا کیا ہے اور یہ برا۔ انھوں نے جواب دیا کہ جب تو اپنے ہمسایوں کی زبان سے یہ سنے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے تو (سمجھ لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام اچھا ہی کیا ہے اور جب یہ سنے کہ وہ کہتے ہیں کہ تو نے برا کام کیا ہے تو (جان لینا کہ) یقیناً تو نے وہ کام برا ہی کیا ہے۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ طبرانی)

سامنے بھلے بنا دیے گئے ہوں اور اس نے وہ ان کو بھلا دیکھنے لگا ہو) اس کی برابر ہو سکتا ہے جس کا حاسۂ فطرت تندرست ہو اور وہ برائی اور بھلائی کی حقیقت کا صحیح صحیح ادراک کرتا ہو) اس آیت میں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ جس کا حاسہ فطرت مریض ہو جاتا ہے خود اس کو اپنے ذائقہ کی غلطی کا احساس نہیں ہوتا وہ غلبہ مرض کی وجہ سے یہی سمجھتا رہتا ہے کہ جو احساس وہ کر رہا ہے درحقیقت وہی امر واقعہ ہے حالانکہ یہ تزئین شیطان کا اثر ہوتا ہے۔ پس اب مابہ الفرق صرف یہ ہے کہ سب سے پیشتر یہ دیکھنا چاہیئے کہ سیئہ اور حسنہ کے بیان کی جو اصل قرار دی ہے یعنی شریعت اس نے کس امر کے متعلق کیا حکم لگایا ہے اس کے بعد اگر اپنا ذوق بھی اس کی موافقت کرتا ہے تو یہ اس کے صحت کی علامت سمجھنی چاہیئے اور اگر اس کے خلاف ہے تو یہ مرض کی علامت سمجھنی چاہیئے ورنہ تو ہر فاسق کو اپنا فسق اچھا ہی لگتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ احادیث صرف ایک تمثیل نہیں بلکہ جس طرح عوام الناس کا قلب عداوت و محبت اور فرحت و غم کی کیفیات حقیقۃً محسوس کرتا ہے اسی طرح ایک مومن کا قلب نیکی سے مسرت اور برائی سے انقباض کی کیفیات حقیقۃً محسوس کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ کیونکہ عالم مادیت میں اگر احساس ہے تو بواسطہ اپنی روحانیۃ کے ہے پس جب بالواسطہ کیفیات کا احساس یہ ہو تو جو کیفیات بلا واسطہ اس کی روحانیت پر وارد ہوں ان کا احساس کس درجہ قوی ہونا چاہیئے۔

(۵۱۹) اس حدیث میں صرف حسن جوار کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ انسانی معاشرت کا یہ ایک بہت اہم باب ہے۔ حق جوار کی ترغیب دینے کے لئے یہ صرف ایک پیرایہ بیان ہے جو اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے عین واقعہ کے مطابق تھا۔ تغیر حالات اور اختلاط دین کے دور میں اگرچہ احسان اور اسارت کا مدار صرف ہمسایہ کی شہادت پر قائم نہیں کیا جا سکتا۔

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۵۲۰) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامِيْ فِيْكُمْ فَقَالَ اِسْتَوْصُوْا بِاَصْحَابِيْ خَيْرًا ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَفْشُو الْكَذِبُ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ يَبْدَاُ بِالشَّهَادَةِ قَبْلَ اَنْ يُسْاَلَهَا وَبِالْيَمِيْنِ قَبْلَ اَنْ يُسْاَلَهَا فَمَنْ اَرَادَ مِنْكُمْ بُحْبُوْحَةَ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ وَلَا يَخْلُوَنَّ اَحَدُكُمْ بِامْرَاَةٍ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ ثَالِثُهُمَا وَمَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ (اخرجه الطحاوی فی مشکل الآثار وعند النسائی نحوه)

(۵۲۰) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مقام جابیہ میں ایک تقریر کے دوران میں فرمایا کہ جس طرح اس وقت میں تمہارے سامنے تقریر کے لئے کھڑا ہوا ہوں، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے سامنے تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا میرے صحابہ کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرنا اور ان لوگوں کے ساتھ جو ان کے متصل آئیں گے یعنی طبقہ تابعین پھر جو لوگ ان کے متصل آئیں گے یعنی طبقہ تبع تابعین اس کے بعد ایسا زمانہ آئے گا کہ کھلم کھلا جھوٹ رائج ہو جائیگا اور نوبت یہاں تک آجائے گی کہ طلب کرنے سے پہلے آدمی شہادت دینے کے لئے تیار ہوگا اور قسم کی درخواست سے پہلے قسم کھانے کے لئے آمادہ ہوگا۔ پس تم میں جو شخص بھی جنت کا درمیانی اور بہتر سے بہتر طبقہ حاصل کرنا چاہے اُسے امیر کی جماعت کے ساتھ لگا رہنا چاہیئے کیونکہ شیطان ہمیشہ اکیلے ہی شخص کا ساتھی ہوتا ہے اور جہاں دو ہوئے وہ ان سے دور ہوا۔ تم میں کسی شخص کو کسی غیر محرم عورت کے ساتھ تنہا نہ ملنا چاہیئے کیونکہ شیطان (آکر) ان میں تیسرا بن جاتا ہے (اور دلوں میں برائی کے وسوسے ڈالتا ہے) اور جس شخص کو اپنی بھلائی بھلی لگے اور برائی بری لگے وہ شخص بلاشبہ پکا مومن ہے۔ (مشکل الآثار)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مگر حسن جوار کی تعلیم جو اس حدیث کی اصل روح ہے وہ اب بھی اپنی جگہ بدستور موجود ہے۔ حدیثوں کا طرزِ خطاب اپنے ماحول کے لحاظ سے ہوتا ہے اور اس کی اصل تعلیم عام ہوتی ہے۔ لوگ اس طرزِ خطاب کو بھی آخر دورِ فساد میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب نہیں سمجھ سکتے تو بے ضرورت کی تاویل کرتے ہیں اور بالآخر حدیث کی اصل روح سے بھی دستبردار ہو بیٹھتے ہیں۔

Marfat.com

(۵۲۱) عَنْ اَبِیْ رَزِیْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ لِیْ بِاَنْ اَعْلَمَ اَنِّیْ مُؤْمِنٌ قَالَ مَا مِنْ اُمَّتِیْ عَبْدٌ یَعْمَلُ حَسَنَةً فَیَعْلَمُ اَنَّهَا حَسَنَةٌ وَاَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ جَازِیْهِ فِیْهَا خَیْرًا وَلَا یَعْمَلُ سَیِّئَةً فَیَعْلَمُ اَنَّهَا سَیِّئَةٌ وَیَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مِنْهَا وَیَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اِلَّا وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ (اخرجہ احمد والطبرانی فی الاوسط)

(۵۲۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا اَسَاؤُا اسْتَغْفَرُوْا۔ (رواہ ابن ماجہ والبیھقی فی الدعوات الکبیر)

---

(۵۲۱) ابورزین عقیلی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یارسولؐ اللہ میں یہ کیسے سمجھوں کہ اب میں مؤمن ہوگیا۔ آپ نے فرمایا میری امت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ جب وہ کوئی نیک کام کرے اور یہ محسوس کرے کہ یہ کام نیک ہے اور یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دے گا اور جب برائی کرے تو یہ محسوس کرے کہ یہ کام برا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اس کا یقین رکھے کہ گناہوں کی معاف کرنے والی صرف اسی کی ایک ذات ہے تو وہ شخص ضرور سچا مومن ہے۔ (احمد۔ طبرانی)

(۵۲۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شمار کرلے جو نیک کام کریں تو خوش ہوں اور جب برا کام کریں تو استغفار کریں۔ (ابن ماجہ۔ دعوات کبیر)

---

(۵۲۱) اس حدیث میں احساس حسنہ اور احساس سیئہ کے ساتھ ایمان و ایقان کے چند گوشے اور بھی مذکور ہیں جن حدیثوں میں ان کا ذکر نہیں ہے ان میں بھی آپ ان کو ملحوظ رکھئے تو آپ کو یہ سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ ان صفات کے بعد ایمان کا حکم لگا دینا کتنا مناسب ہے۔

(۵۲۲) دراصل انبیاء علیہم السلام کی دعائیں ان کی صفت عبدیت کا تقاضہ ہوتی ہیں اور ان کی امت کے لئے ان میں بڑا سبق ہوتا ہے ان کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ صفت ان میں موجود نہیں ہوتی اور دعائیں کرکے وہ اس صفت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں البتہ وہ اس کی دلیل ہوتی ہیں کہ بارگاہ ایزدی میں وہ صفت اتنی محبوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی اس کے لئے دست بدعا رہتے ہیں یہاں حسنہ سے استبشار اور سیئہ سے استغفار بھی اسی قسم کی ایک صفت ہے۔

Marfat.com

شرح الصدر

(۵۲۳) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَةُ اِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ۔ (شعب الایمان)

(۵۲۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَاَبِیْ خَلَّادٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا

احکام اسلامیہ کے لئے قلب میں کشادگی پیدا ہو جانا

(۵۲۳) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی من یرد اللہ الخ یعنی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے پھر اس کی یہ تفسیر فرمائی کہ نور ایمانی جب مسلمان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ پھیلنا شروع ہوتا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے یہ بات معلوم ہو سکے۔ فرمایا۔ ہے۔ دنیا سے (جو دھوکے کی شئی ہے) بیزاری۔ آخرت کی طرف (جو دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے) توجہ۔ اور موت کے لئے اس کی آمد سے قبل تیاری۔ (شعب الایمان)

(۵۲۴) ابوہریرہؓ اور ابو خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ

(۵۲۳) دنیا اور آخرت دو متضاد مقصد ہیں حدیث میں ان دو کو دو سوکنوں سے تشبیہ دی گئی ہے "ان رضیت احدٰھما سخطت الاخریٰ" کہ اگر ان میں ایک خوش ہو تو دوسری اس سے ناراض ہو جاتی ہے۔ اس لئے ایک کی طرف میلان کے لئے دوسری سے کشیدگی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے دار غرور سے بیزاری اور انابۃ الی اللہ در حقیقت ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں اور اس کے لئے موت کی تیاری کرنا لازم ہے۔ یہ تینوں عنوانات عقائد اور علوم نہیں کیفیات قلبی ہیں جیسا نور ایمانی کہ وہ بھی کیفیت کا نام ہے علوم کے میدان جب طے ہو جاتے ہیں تو کیفیات کے میدان شروع ہو جاتے ہیں۔ ارباب حقائق کی نظروں میں یہ انسانی ترقیات کی علامات ہیں اور یہیں سے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی صحیح تفسیر کا انکشاف ہونا شروع ہو جاتا ہے ؎

واہم ترا ز گنج مقصود نشاں — گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

(۵۲۴) علماء نے حکمت کی تفسیر میں مختلف اقوال لکھ لکھ کر ڈھیر لگا دیا ہے۔ آپ اس حدیث کے ساتھ آیۃ قرآنی ولقد اٰتینا لقمان الحکمۃ کو پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حکمت وہ سچی سچی اور پکی پکی باتیں ہیں جو دحی کے طفیل میں

Marfat.com

وَرَأَيْتُمُ الْعَبْدَ يُعْطٰى زُهْدًا فِى الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوْا مِنْهُ فَإِنَّهٗ يُلَقَّى الْحِكْمَةَ۔ (شعب الایمان)

تعاھد المسجد

(۵۲۵) عَنْ أَبِىْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ يَتَعَاهَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْإِيْمَانِ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ ۚ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ (الاٰیۃ رواہ الترمذی بسند حسن)

کسی بندہ کے دل میں دنیا سے بے رغبتی اور اس میں کم سخنی کی صفت پیدا کردی گئی ہے تو (اس کی مجالست اختیار کرو اور) اس کے قریب آکر بیٹھو کیونکہ (وقت آگیا ہی کہ اب اس کو علم لدنی اور سماوی طور پر حکمت سکھادی جائے۔ (شعب الایمان)

نمازوں کیلئے مسجد کی پابندی

(۵۲۵) ابو سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ ہمہ وقت نماز کے لئے مسجد کا خیال رکھنے لگا ہے تو اس کے متعلق اب ایمان کی گواہی دے سکتے ہو (باوجودیکہ ایمان ایک قلبی چیز ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ حقیقت میں خدا کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں نماز پڑھتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

اللہ تعالیٰ اپنے علماء صالحین کے قلوب میں اپنی جانب سے القا فرماتا ہے پھر وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب حکمت ہی حکمت ہوتا ہے جس طرح ان کا باطن آثار و برکات ایمانی سے منور ہوتا ہے اسی طرح ان کی زبان کلمات حکمت سے مزین ہوجاتی ہے اور اب اس کے برکات صفت لازم نہیں رہتے بلکہ متعدی ہونے لگتے ہیں جو ان کے پاس آبیٹھا ان کو برکات ایمانی اسی طرح لگ جاتی ہیں جیسا ڈاکٹروں کی نظروں میں متعدی امراض۔

(۵۲۵) جو آیت آپ نے تلاوت فرمائی اس کا پہلا حصہ یہ ہے ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ ثم خرکو کا کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے جیسے کافروں سے اللہ تعالیٰ کی مسجدیں آباد رکھیں یہ حق صرف ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں۔ واضح رہے کہ ایمان کو نماز کے ساتھ بڑا علاقہ ہے اور نماز کو مسجد کے ساتھ بڑی خصوصیت ہے اس لئے مسجد سے تعلق نماز سے تعلق کی علامت ہے اور نماز سے تعلق ایمان سے تعلق کی نشانی ہے۔ جیسا حج کہ اس کا تعلق بیت اللہ سے ہے اور بیت اللہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کی طرف ہے پس جو شخص قدرت واستطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا ہے اس کی بیت اللہ کے ساتھ بے تعلقی کی کھلی نشانی ہے اور جو شخص بیت اللہ سے اپنی بے تعلقی کے اظہار میں نہیں شرماتا وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ اس کی بے تعلقی کی علامت ہے اسی ربط کی وجہ سے قرآن کریم میں نماز کو ایمان اور حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان ضائع کردے ۳۴

۳۴ (یعنی وہ نمازیں جو بیت المقدس کی طرف پڑھی تھیں) وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ لوگوں کے ذمہ خدا کے لئے بیت اللہ کا حج کرنا ہے (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اب اگر کوئی کفر کرے (یعنی حج نہ کرے) تو یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تمام جہان سے بے نیاز ہے۔

Marfat.com

(۵۲۶) عَنْ سَلْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ غَدَا اِلَی الصَّلٰوۃِ الصُّبْحِ غَدَا بِرَایَۃِ الْاِیْمَانِ وَمَنْ غَدَا اِلَی السُّوْقِ غَدَا بِرَایَۃِ اِبْلِیْسَ ۔ رواہ ابن ماجہ

المحافظۃ علی الطہارۃ

(۵۲۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَقِیْمُوْا وَلَنْ تُحْصُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَیْرَ اَعْمَالِکُمُ الصَّلٰوۃُ وَلَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ (رواہ مالک واحمد وابن ماجہ والدارمی)۔

(۵۲۶) سلمان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے آپ فرماتے تھے جو شخص صبح صبح فجر کی نماز کو گیا وہ (گویا) ایمان کا جھنڈا لے کر گیا اور جو (نماز کی بجائے) بازار گیا، وہ (گویا) ابلیس کا جھنڈا لیکر گیا۔ (ابن ماجہ)

طہارت کی نگہداشت

(۵۲۷) ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح راستہ پر جمے رہو مگر اس کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اور خوب سمجھ لو کہ تمہارے دین میں سب سے افضل عمل نماز ہے اور وضو کی نگرانی بجز مومن کامل کے اور کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ (مالک۔ احمد۔ ابن ماجہ۔ دارمی)

(۵۲۶) عرب میں جھنڈا حکومت کا آدمی ہونے کی خاص علامت سمجھی جاتی تھی اب جس شخص نے صبح ہوتے ہی خدا کی فرض نماز ادا کرلی تو اس کے ہاتھ میں ایمان کی سب سے بڑی علامت آگئی اور اس نے اس کا بین ثبوت پیش کر دیا کہ وہ ایمان کی حکومت میں رہنے والا شخص ہے اس کے برخلاف جس نے نماز نہ ادا کی اس نے اس کا ثبوت دیدیا کہ وہ شیطان کے لشکر کا آدمی ہے ہر صبح جب آفتاب نکلتا ہے تو خدا کی مخلوق میں یہ عبرتناک تفریق دیکھتا ہوا نکلتا ہے ۔؎

نقاب چہرہ سے خورشید جب اٹھاتا ہے ۔۔۔ کوئی حرم کو کوئی بتکدہ کو جاتا ہے
جو دل سے پوچھتا ہوں تو کدھر کو جاتا ہے ۔۔۔ تو بھر کے آنکھوں میں آنسو یہ کہہ سناتا ہے
علی الصباح چو مردم بکار و بار روند ۔۔۔ بلاکشان محبت بکوئے یار روند

(۵۲۷) نماز مسلمان کے اسلام کی سب سے بڑی علامت ہے اور منافق کے نفاق کی سب سے سچی پہچان۔ اسی لئے نفاق کا سب سے کھلا ہوا معیار نماز ہی کو قرار دیا گیا ہے جیسا کہ نفاق کے باب میں آئندہ آئیگا اسی مناسبت سے یہاں مومن کی ایک علامت اس کا وضو بھی قرار دی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ جتنا جو شخص نماز میں پختہ ہوگا اتنا ہی وہ وضو کی نگہداشت میں چست ہوگا۔ استقامت کا حکم تمام شریعت پر حاوی ہے ان میں جب نماز سب سے بہتر عمل ٹھہرا تو اس کے ارکان و آداب کی رعایت میں استقامت بھی سب سے اہم ہوگی۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

الفرار من الفتن

(۵۲۸) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرُ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الْجِبَالِ وَمَوَاقِعَ الْقَطْرِ يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الْفِتَنِ۔ (متفق علیہ)

(۵۲۹) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ إِنَّ السَّعِيدَ لَمَنْ جُنِّبَ الْفِتَنَ وَلَمَنِ ابْتُلِيَ فَصَبَرَ فَوَاهًا۔ (رواہ ابوداؤد)

دین کی حفاظت کی خاطر فتنوں سے بچتے پھرنا

(۵۲۸) ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ زمانہ قریب ہے جبکہ مسلمان کے لئے سب سے بہتر مال چند بکریاں ہوں گی جنھیں لے کر وہ اپنے دین کو فتنوں سے بچانے کے لئے پہاڑوں کی چوٹیوں اور جنگلوں میں بھاگ جائے گا۔ (متفق علیہ)

(۵۲۹) مقداد بن اسود روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو فتنوں سے محفوظ رہا وہ بڑا خوش نصیب ہے (تین بار فرمایا) اور جو شخص ان میں پھنس گیا پھر اس نے ان پر صبر کیا اس کے تو کیا ہی کہنے۔ (ابوداؤد)

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) اور نماز کی استقامت میں جتنی وضو کی محافظت معین ہو سکتی ہے ظاہر ہے اس لئے یہ کام تو کسی کامل ہی مومن کا ہو سکتا ہے یاد رہے کہ وضو کی نگہداشت کا حکم صرف نماز کے وقت پر منحصر نہیں بلکہ عام حالات میں بھی باوضو رہنا مطلوب اور ایمان کی علامت ہے۔ رہا خاص نماز کے وقت کا وضو وہ تو نماز کی شرط ہی ہے آپ کسی غلط فہمی کی بنا پر اس عام حکم کو کہیں صرف نمازوں کے اوقات میں منحصر نہ سمجھ لیں۔

(۵۲۹) فتنوں کی ذات میں خود بڑی کشش ہوتی ہے۔ بے دین نا سمجھی سے یا ان کو دین سمجھ کر ان کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں اور جو دیندار ہیں وہ ان میں شرکت کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں ان کی مثال ان متعدی امراض کی سی ہوتی ہے جو فضاء عالم میں دفعۃً پھیل جائیں ایسی فضاء میں جا جا کر گھسنا صحت کی قوت کی علامت نہیں بلکہ اس سے لاپرواہی کی بات ہے۔ عافیت اسی میں ہوتی ہے کہ اس فضاء ہی سے نکل بھاگے۔ اس حقیقت پر امام بخاریؒ نے ایک مستقل باب قائم کر کے متنبہ کیا ہے اس کے بعد اگر گذشتہ فتنوں کی تاریخ پر نظر ڈالو گے تو تم کو سلف صالح کا یہی طرز عمل نظر آئے گا، جب کبھی ان کے دور میں فتنوں نے منہ نکالا اگر وہ ان کو کچل نہیں سکے تو ان میں کودنے کی بجائے ہمیشہ ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ اگر امت اسی ایک حدیث کو سمجھ لیتی تو کبھی فتنے زور نہ پکڑتے اور اگر بے دین اس میں مبتلا ہو بھی جاتے تو کم از کم دینداروں کا دین تو ان کی مضرتوں سے محفوظ رہ جاتا۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

صفات المومن

الحزم والاحتیاط

(۵۳۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ۔ اخرجہ احمد والشیخان وابوداؤد وابن ماجۃ)

مومن کی صفات

احتیاط اور ہوشیاری

(۵۳۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی ایک سوراخ سے دوبار ڈسا نہیں جاتا۔ (احمد۔ بخاری ومسلم وغیرہما۔)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مگر جب اس حدیث کی رعایت نہ رہی تو بے دینوں نے فتنوں کو ہوا دی اور دیندار وں نے اصلاح کی خاطر ان میں شرکت کی پھر ان کی اصلاح کرنے کی بجائے خود اپنا دین بھی کھو بیٹھے۔ واللہ المستعان۔ امت میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے اس کے بارے میں یہ خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ کوئی شخص اس کو دیکھنے کے لئے نہ جائے کہ اس کے چہرہ کی نحوست بھی مومن کے ایمان پر اثر انداز ہوگی۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاد باللسان اور بالسنان دونوں اس امت کے فرائض میں سے ہیں مگر یہاں وہ زمانہ مراد ہے جبکہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے، حق وباطل کی تمیز باقی نہ رہے اور اصلاح کا قدم اٹھانا الٹا فساد کا باعث بن جائے چنانچہ جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے صحابہ کے اندرونی مشاجرات میں جنگ کی شرکت کے لئے کہا گیا اور ان کے سامنے آیت پڑھی گئی کہ قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ۔ کافروں سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کہ فتنہ نہ رہے۔ تو انہوں نے فرمایا فتنوں کے فرو کرنے کے لئے جو جنگ تھی وہ تو ہم کر چکے اب تم اس جنگ کا آغاز کر رہے ہو جس سے اور فتنے پیدا ہوں گے۔ اپنی مادی اور روحانی طاقت کا اندازہ کئے بغیر فتنوں سے زور آزمائی کرنا صرف ایک جذبہ ہے اور فتنوں کو کچلنے کے لئے پہلے سامان مہیا کر لینا عقل اور شریعت کا حکم ہے۔ جذبات جب انجام بینی سے یکسر خالی ہوں تو دائمی ناکامی کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب عقل جذبات سے کوری ہو جاتی ہے تو وہ بھی صرف دماغی فلسفہ میں مبتلا ہو کر رہ جاتی ہے کامیابی کا راز جوش کے ساتھ ہوش میں پنہاں ہے۔

(۵۳۰) امام احمد نقل فرماتے ہیں کہ ابوعزہ جمحی شاعر جب جنگ بدر میں قید ہو کر آیا تو آپ کے سامنے اپنی تنگدستی اور اپنے بچوں کا رونا رونے لگا آپ نے ترس کھا کر فدیہ لئے بغیر اس کو رہا فرما دیا لیکن جب یہ کم ظرف وہاں چلا گیا تو پھر آپ کی ہجو کرنے لگا۔ تقدیر الٰہی کہ جنگ احد میں پھر یہ قید ہو کر آگیا اور آپ کے سامنے پھر رحم کی درخواست پیش کرنے لگا۔ اس مرتبہ آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور فرمایا کہ تو واپس جا کر یہ کہے گا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذاق بنا رکھا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

الغرارة والكرم

(۵۳۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ كَرِيْمٌ

سادگی و شرافت

(۵۳۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایماندار آدمی بھولا سیدھا

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گذشتہ) مومن کی شان سے یہ بعید ہے کہ جب وہ ایک بار کسی سوراخ سے ڈس لیا جائے تو تجربہ کے لئے اس میں دوبارہ انگلی ڈالے اور پھر دھوکا کھائے اور اس کے قتل کا حکم دیدیا۔ ابن ہشام نے تہذیب سیرت میں لکھا ہے کہ یہ فقرہ سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے نکلا تھا اس سے قبل عرب میں کسی سے نہیں سنا گیا اس کے بعد پھر اس قسم کے مواقع میں ضرب المثل بن گیا ہے۔ امام طحاوی نے ابن وہب سے اس کی یہی شرح نقل کی ہے وسئل ابن وھب عن تفسیرہ فقال الرجل یقع فی الشئ یکرھہ فلا یعود فیہ المعتصر ص۲۰۵۔

(۵۳۱) ملا علی قاری فرماتے ہیں ومعنی غر کریم ای لیس بذی مکر ہو ینخدع لانقیادہ ولینہ موضوعات ص۹۶ مومن مکار نہیں ہوتا ہاں اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے دیدہ دانستہ دھوکا کھا لیتا ہے۔

بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے جنت وجہنم کے ایک طویل مکالمہ کے ذیل میں نقل کیا ہے کہ جنت کہے گی فمالی لا یدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطہم وغرتہم۔ مجھ میں کیا کمی ہے کہ میرے اندر صرف وہی لوگ آئیں گے جو سب سے کمزور گرے پڑے اور بھولے بھالے ہوں گے۔ اس حدیث میں غرارۃ مومن کی اسی صفت کی طرف اشارہ ہے۔

صاحب مجمع البحار اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں ای من طبعہ الغرارۃ وقلۃ الفطنۃ للشر وترک البحث عنہ ولیس ذا منہ جہل بل کرم وحسن خلق۔ یعنی مومن طبعاً اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کی عیب جوئی میں لگا رہے۔ یہ نہیں کہ وہ بیوقوف اور جاہل ہوتا ہے اس کا بھولا پن اور سادگی اس کی طبیعت کی شرافت کا تقاضہ ہوتی ہے وہ اس کو ناپسند کرتا ہے کہ لوگوں کے عیوب نکال نکال کر ان کے منہ پر مارتا رہے اسی کے قریب ایک اور حدیث ہے جو بایں الفاظ مروی ہے " اکثر اھل الجنۃ البلہ" اکثر اہل جنت بھولے اور سادہ لوگ ہیں حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں اس کے جملہ طرق نقل کرکے سب کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں وھو للبزار مضعفاً والقرطبی مصححاً (المصنوع)

حسب الانصاف اگرچہ حدیث مذکور بالفاظ ضعیف ہی لیکن بڑے بڑے علماء ومحدثین کا اس کی شرح کے درپے رہنا اس کی دلیل ہے کہ محض بے اصل بھی نہیں۔

حافظ سخاوی تستری سے نقل کرتے ہیں۔ ھم الذین ولھت قلوبھم وشغلت باللہ عز وجل۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب ذکر اللہ میں فنا ہو کر ما سوا سے غافل ہو چکے ہیں۔

۱۔ ابوعثمان فرماتے ہیں ھو الابلہ فی دنیاہ الفقیہ فی دینہ۔ یہ وہ شخص ہے جو دنیا کے معاملہ میں ناسمجھ اور آخرت کے معاملہ میں سمجھدار ہے۔

۲۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں۔ ھو الاعمی عن الشر البصیر بالخیر (البیہقی فی الشعب) یہ وہ شخص ہے جو بری

Marfat.com

وَالْمُنَافِقُ خَبٌّ لَئِيْمٌ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک واحمد وابوداؤد والترمذی قال المناوی اسنادہ جید. وفی الموضوعات الکبیر للقاری قال الصغانی موضوع من احادیث المصابیح ولم یصب فقد رواہ احمد عن ابی ھریرۃ بہ مرفوعا ولفظہ الفاجر بدل المنافق۔

اور شریف الطبع ہوتا ہے اور منافق دھوکے باز اور ذلیل الطبع ہوتا ہے۔ (مستدرک)

باتوں کے لئے نابینا اور بھلی باتوں کے لئے بینا ہے (المقاصد الحسنہ)

۳۔ امام ابن قتیبہ لکھتے ہیں۔ وجاء فی الحدیث، اکثر اھل الجنۃ البلہ" یراد الذی سلمت صدورھم للناس وغلبت علیھم الغفلۃ..... وقال معاذ بن جبل عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یحب الاخفیاء الاتقیاء الابریاء الذین اذا غابوا لم یفتقدوا واذا حضروا لم یعرفوا۔ (تاویل مختلف الحدیث ص۳۸۱) یعنی ابلہ سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کے سینے لوگوں کی طرف سے صاف ہوں اور مخلوق کی عیب جوئی کی عادت سے وہ اتنے دور ہوں گویا غافل نظر آئیں..... ان ہی لوگوں کی شان میں معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پسند کرتا ہے جو گمنام، پرہیزگار اور لوگوں کے حقوق سے بری ہوں اگر مجلس میں نظر نہ آئیں تو ان کی تلاش نہ ہو اور اگر موجود ہوں تو انہیں کوئی شناخت نہ کرے کہ یہ کون صاحب ہیں۔

اسی مضمون کو صاحب مجمع البحار نے اور واضح الفاظ میں ادا کیا ہے۔

۴۔ امام طحاوی نقل فرماتے ہیں۔ وقیل المراد بالبلہ عن محارم اللہ ھو الذی لا یخطر المحارم علی قلبہ لاشتغالھم بعبادۃ اللہ وقد روی عن رجل من اھل العلم انہ قال ھذا علی التشاغل باللذات وھو تأویل حسن (المعتصر ص۲۳۳) یہ وہ شخص ہے جس کے قلب میں عبادت الٰہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے محارم کا خطرہ بھی نہیں گذرتا

۵۔ صاحب مجمع البحار فرماتے ہیں۔ ھو الغافل عن الشر المطبوع علی الخیر وقیل من غلبت علیھم سلامۃ الصدور وحسن الظن بالناس لانھم اغفلوا امر دنیاھم فجھلوا حذق التصرف فیھا واقبلوا علی آخرتھم فاما الابلہ وھو من لا عقل لہ فغیر مراد (مجمع البحار ۱ ص ۱۱۶) یہاں ابلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو صاف سینہ ہوتے ہیں اور لوگوں کی طرف ہمیشہ نیک ہی گمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنے کی وجہ سے وہ دنیا کے اونچ نیچ سے ناواقف ہو جاتے ہیں۔ نہ یہ کہ صاحب فہم نہیں ہوتے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے المؤمن لین تخالہ من اللین احمق۔ (کنوز الحقائق للمناوی)

ایماندار آدمی نرم خو ہوتا ہے مگر تم اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے اس کو احمق تصور کر لیتے ہو۔

صاحب مقاصد حضرت انسؓ سے مرفوعاً نقل فرماتے ہیں۔ المؤمن کیّس، فطن، حذر، وقاف لا یعجل (الدیلمی والقضاعی) ایماندار آدمی ہشیار، سمجھدار، انجام بین اور سوچ سمجھ کر کام کرنے والا ہوتا ہے جلد بازی نہیں کیا کرتا۔

خلاصہ یہ احادیث اگرچہ بلحاظ اسانید ضعیف ہوں مگر حضرت ابوہریرہ کے مذکورہ بالا حدیث کی شرح کرنے کے لئے کافی ہیں۔

Marfat.com

الفراسة

(۵۳۲) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوْا

دانائی اور مردم شناسی

(۵۳۲) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کی فراست

(۵۳۲) حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراست مومن میں نبی کی قوت عاقلہ کا ایک فیض ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں۔

اما تشبہ کہ در جزء علمی نفس ناطقہ دہند بایں وجہ تواند بود کہ کسے را از امت محدث وملہم کنند وایں معنی بدو طریق تواند بود . . . . دوم آنکہ فراست صادقہ او را نصیب کنند وعقل او را از حظیرة القدس تائید دہند کہ غالبا اصابہ کند در مجتہدات خود واز لوازم ایں معنی است کہ وحی برحسب رائے او نازل شود۔

یعنی امتی کے اپنے نبی کے ساتھ اس کے علمی جزء میں تشبہ کے معنی یہ ہیں کہ اس کی امت میں سے کسی کو محدث وملہم کا منصب عنایت فرمادیں اس کے دو طریقے ہیں . . . . دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سچی فراست اس کو مرحمت فرمادیں اور حظیرة القدس سے اس کی اس طرح تائید فرمائیں کہ اپنے اجتہادیات میں اس کی رائے اکثر صحیح ہوا کرے اور اسی صفت کے لوازم میں سے یہ ہے کہ وحی اس کی رائے کے موافق نازل ہو۔ (قرۃ العینین ص ۴۴)

شاہ صاحب کی اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مومن کی فراست کو کیا اہمیت ہے اور یہ کہ وحی کی حضرت عمرؓ کی موافقت کرنا بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال تھا اگر آپ کی قوتِ عاقلہ اتنی بلند نہ ہوتی تو آپ کے ہم جلیسوں میں یہ کمال فراست بھی نمایاں نہ ہوتا۔ حضرت شاہ اسمٰعیلؒ نے فراست کی حسب ذیل تشریح فرمائی ہے۔

"اما فراست پس عبارت است از مردم شناسی کہ از قرائن حالیہ ومقالیہ واز رفتار وگفتار صادق را از منافق ممتاز نہد وخیر خواہ وطماع را از بدخواہ ومخلص وخائن را از امین وپست ہمت وتنگ حوصلہ را از بلند ہمت وفراخ حوصلہ وعقل وکیاست ہر کس را بمیزان فراست خود بسنجد کہ کدام کس لائق کدام خدمت است وکدام کس لائق کدام منصب۔" (منصب امامت ص ۴۷ و ۴۸) زیر تقسیم سیاست ایمانی وسیاست ملی۔

یعنی فراست ایسی مردم شناسی کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے آدمی حالیہ اور مقالیہ قرائن کی مدد سے سچے اور منافق میں تمیز کرلیتا ہے اور بدخواہ لالچی اور مخلص وخائن اور پست ہمت وبلند ہمت کا امتیاز کرلیتا ہے اور اپنی اسی فراست کی وجہ سے ہر شخص کی عقل وفہم کا اندازہ بھی لگالیتا ہے کہ کون شخص کس خدمت اور کس منصب کے لائق ہے۔

غرض ان تمام حدیثوں سے مومن کی سادگی اور اسی کے ساتھ اس کے فہیم ہونے کی حقیقت واضح ہوگئی لہذا کسی صالح مومن کو اس کی سادہ لوحی کی بناپر بیوقوف سمجھنا خود سب سے بڑی بیوقوفی ہوگی۔ درحقیقت سب سے بڑا فہیم شخص وہی ہے جس نے دنیا کی متاع کاسد کو آخرت کی بے بہا دولت پر قربان کردیا۔ دنیا کی طرف رغبت اور آخرت سے بے توجہی بھی ایک عام سے عام انسان کی ذہنیت ہوتی ہے اس کو بھلا معیار فہم کیا بنایا جائے۔ البتہ جو لوگ اس علمی ذہنیت سے

Marfat.com

فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ثُمَّ قَرَأَ اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ (رواہ الترمذی فی تفسیر سورۃ الحجر) وقال ھذا حدیث غریب وقال الحافظ السخاوی روی من طرق کلھا ضعیفۃ وفی بعضھا ما ھو متماسک لا یلیق مع وجودہ الحکم علی الحدیث بالوضع لا سیما وللبزار والطبرانی وغیرھما کابی نعیم فی الطب بسند حسن عن انس رفعہ ان اللہ عبادا یعرفون الناس بالتوسم۔ ونحوہ قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعمران بن حصین وقد اخذ بطرف عمامتہ من ورائہ واعلموا ان اللہ یحب الناظر الناقد عند مجئ الشبہات۔ (المقاصد الحسنہ)

اور مردم شناسی سے ڈرتے رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ان فی ذالک الخ اس میں بہت بڑی نشانی ہے شناخت والوں کے لئے۔ (ترمذی شریف)

بکل کر اس سے ایک اور بالاتر ذہنیت پیدا کر چکے ہیں ان کی ذہنیت کو معیار فہم بنایا جا سکتا ہے۔ منافقوں نے اپنی ذاتی ذہنیت اور اپنے ہی احساسات کو معیار فہم سمجھ کر اپنے آپ کو دانشمند اور مسلمانوں کو سفیہ کا لقب دیدیا تھا۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے ہیں
قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاءُ	تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں
اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلٰكِنْ	جس طرح اور احمق ایمان لے آئے ہیں۔ سن لو یہی لوگ احمق ہیں
لَا يَعْلَمُوْنَ۔	لیکن جانتے نہیں۔

لیکن قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ سب سے بڑے بیوقوف وہی ہیں جنھوں نے دنیا کے ان سب سے بڑھ کر دانشمندوں کو بیوقوف سمجھا۔ منافقین کی فہم تھی کیا یہی کہ وہ اپنی دورخی پالیسی سے دوطرفہ نفع حاصل کرنے کی طمع میں رہا کرتے اور حق و ناحق کی تلاش سے آنکھیں بند کر لیتے اور مسلمانوں کی فہم یہ تھی کہ وہ تلاش حق کے لئے سرگرداں پھرتے اور جب حق کا دامن ان کے ہاتھ میں آجاتا تو اس کے پیچھے آنکھ بند کر کے اپنی جان کی بازی لگا دیتے۔ منافقوں کی فہم تو یہ تھی کہ وہ خدا و رسول کے احکام کے سامنے بے چون و چرا اعتراف و تسلیم کا سر جھکا دینا سب سے بڑی بے وقوفی سمجھتے اور مسلمانوں کی فہم یہ تھی کہ وہ ان کے احکام کی تعمیل میں ادنیٰ توقف کرنا بھی سب سے بڑا جرم تصور کرتے۔ قرآن کریم نے جہاں پہلی قسم کے ان دانشمندوں کو سفہاء قرار دیا ہے وہاں احکام اسلامیہ کے سامنے ان چون و چرا کرنے والوں کو بھی بیوقوف قرار دیا ہے۔

سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ	جن لوگوں کی عقل ماری گئی ہے وہ تو کہیں گے ہی کہ مسلمان جس قبلہ پر تھے
عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا۔	پہلے تھے یعنی بیت المقدس اس سے انکے دوسری طرف کو مڑ جانے کی وجہ

خلاصہ یہ کہ ابلہ اور سفیہ کا لقب کچھ ابتدا ہی سے صالح مسلمانوں کے حصہ میں آرہا ہے اور تعجب کیا ہے جبکہ رسولوں کے حصہ میں مجنون و ساحر کا لقب رہا ہو۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ پہلے ہم کو یہ لقب منافقوں کی زبان سے ملا کرتا تھا اور اب خود مسلمانوں ہی کی زبان سے ملتا ہے اور ٹھیک اسی فرزانگی کی بدولت ملتا ہے جس کی بنا پر منافقوں نے تجویز کیا تھا۔ خدارا اگر آپ اس فرزانگی میں ہمارے حصہ دار نہیں بنتے تو کم از کم منافقوں کی دیوانگی میں تو حصہ دار نہ بنئے۔

Marfat.com

(۵۳۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رَاٰی عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ رَجُلًا یَسْرِقُ فَقَالَ لَهٗ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ سَرَقْتَ قَالَ کَلَّا وَالَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَقَالَ عِیْسٰی اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَکَذَّبْتُ نَفْسِیْ ۔ (رواہ مسلم)

(۵۳۳) ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو چوری کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس سے فرمایا ارے تو نے چوری کی ہے۔ بولا اس ذات کی قسم جس کے سوا معبود کوئی نہیں میں نے ہرگز چوری نہیں کی۔ (اس کی اس دیدہ دلیری کے بعد) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا بھئی میں اللہ پر ایمان لایا اور اپنی آنکھ کی تکذیب کرتا ہوں۔ (مسلم شریف)

(۵۳۳) معلوم نہیں کہ خدا کے اس اولوالعزم رسول کے قلب میں عظمت الٰہی کا عالم کیا ہوگا جس کے سامنے اس کا باعظمت نام آجانے کے بعد کسی انسان کے متعلق یہ تصور ہی نہیں آسکتا کہ وہ اس کا واسطہ دیکر بھی جھوٹ بول سکتا ہے اس لئے وہ متحیر ہوکر اپنی آنکھوں کے بدیہی مشاہدہ کی تکذیب پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب تمہارا غلام سزا کے وقت اللہ کے نام کا واسطہ دے تو فوراً اپنا ہاتھ روک لو، بہرحال خداتعالیٰ کے نام پاک کی عظمت اس کو مقتضی ہے کہ جب کہیں اس کا واسطہ آجائے تو فوراً اپنے حق سے دست بردار ہوجانا چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اتنی بھاری قسم سن کر اس چور کے ساتھ الجھنے کے بجائے یہ اچھا سمجھا کہ اس کو اپنا یہ نقشۂ عظمت دکھا کر یہ سمجھا دیں کہ اس ذات کا نام لے کر جھوٹ بولنا انسان کا کام نہیں۔ وقتی حالات اور انتظامی معاملات میں فرق کرنا چاہیے۔ ایک وقت یہ اغماض قابلِ تعریف ہوتا ہے اور بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مخاطب کی قسم میں کھود کرید بھی کرنی پڑجاتی ہے یہ باب اللہ کی بارگاہ میں بھی ہے کبھی ننانوے انسانوں کا قاتل بخشدیا جاتا ہے اور کبھی ایک بلی کو بھوکا رکھنے والا دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے۔ ہمارا یہاں مقصد یہ ہے کہ خدائی عظمت کے استحضار کی وجہ سے کسی مسلمان میں کسی کے پیچھے نہ پڑنے کی جو ایک صفت ہوتی ہے وہ انبیاء کے اخلاق فاضلہ کا ایک اثر ہے دراصل یہ صفت ان کی ہوتی ہے۔ بوراست میں ان کی اتباع کے ثمرہ میں بقدر نصیب منتقل ہوجاتی ہے، ناواقف دین کی ہر بات کو اپنے اندازہ فکر کے مطابق سمجھتا ہے پھر اس کا مذاق اڑانے لگتا ہے۔ مثل مشہور ہے الناس اعداء ما جھلوا۔ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اس کے دشمن بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

المؤمن لا ينجس

(۵۳۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ لَقِیَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جُنُبٌ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَمَشَیْتُ مَعَہٗ حَتّٰی قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَاَتَیْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَھُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ اَیْنَ کُنْتَ یَا اَبَا ھُرَیْرَۃَ فَقُلْتُ لَہٗ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجُسُ (رواہ البخاری)

(۵۳۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنَجِّسُوْا مَوْتَاکُمْ فَاِنَّ الْمُسْلِمَ لَیْسَ بِنَجِسٍ حَیًّا وَّلَا مَیِّتًا۔ (رواہ الدار قطنی)

مومن نجس نہیں ہوتا مشرک نجس ہوتا ہے

(۵۳۴) ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ (راستہ میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوگئی اس وقت میں جنابت کی حالت میں تھا آپ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا یہاں تک کہ جب آپ آکر بیٹھ گئے تو میں اس وقت (وہاں سے) کھسک گیا اپنے گھر آیا اور غسل کیا پھر غسل کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا، آپ اس وقت تک بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے پوچھا ابوہریرہ کہاں گئے تھے میں نے اصل ماجرا عرض کردیا آپ نے ازراہِ تعجب سبحان اللہ کہا اور فرمایا مومن ایسا ناپاک ہوتا ہے۔ (بخاری)

(۵۳۵) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مردوں کو ناپاک مت سمجھو کیونکہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ نہ زندگی میں ناپاک سمجھا جاتا ہے اور نہ مرنے کے بعد۔ (دارقطنی)

(۵۳۴) ابوہریرہؓ نے اپنی حسن فطرت سے جتنی بات سمجھی وہ قابل داد تھی یعنی بحالت جنابت آپ کی مقدس محفل میں حاضری نامناسب ہے مگر خاتم الانبیاء علیہم السلام کو آداب سے بڑھ کر عقائد کی رعایت مقدم تھی۔ قرآن میں مشرک کو نجس فرمایا گیا تھا جس کے معنی یہ تھے کہ مومن اس قسم کا نجس نہیں اس کی ناپاکی عارضی ہوتی ہے اور مشرک کی ناپاکی نجاست کی طرح ذاتی ہوتی ہے اس لئے آپ نے مومن کی اس خصوصی شان کو واضح فرمادیا گویا قرآنی نظر میں مومن مشرک میں ایسا فرق ہے جیسا نجاست وغیر نجاست میں۔ نجاست سے جتنا دور رہنا ممکن ہو بہتر ہے مومن ناپاک ہوکر بھی نشست و برخاست کے قابل رہتا ہے اور مشرک پاک وصاف ہوکر بھی اس قابل نہیں ہوتا اگر آپ ان کے حسن ادب پر خاموشی اختیار فرماتے تو یہ اہم نکتہ مخفی رہ جاتا۔

(۵۳۵) اس حدیث میں بھی مردِ مومن کی اسی خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے شہید کو شریعت نے طہارت کا ایک اور بلند مقام دیدیا ہے وہ یہ کہ اس کا خون بھی ناپاک نہیں ہوتا اس لئے اس کو غسل بھی نہیں دیا جاتا۔

Marfat.com

الهون واللين والتألف

(۵۳۶) عن مكحول قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمنون هينون لينون كالجمل الأنف إن قيد انقاد وإن أنيخ على صخرة استناخ (رواه الترمذى مرسلا)

(۵۳۷) عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا أخبركم بمن يحرم على النار وبمن تحرم النار عليه على كل هين لين قريب سهل. (رواه احمد والترمذى وقال هذا حديث حسن غريب-

(۵۳۸) عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال إن المؤمن مألف ولا خير فيمن لا يألف ولا يؤلف- (رواه احمد البيهقى فى شعب الايمان الحاكم فى المستدرك وقال على شرطهما ولا اعرف لعلة وقال الذهبى فيه انقطاع ونصل فى المقاصد بان اباحازم هو المدنى لا الاشجعى وصلم يلق اباهريرة ولا لقيه وذكره السيوطى فى الجامع الصغير وجانبه علامة الصحة-

نرم مزاجی اور ہر دلعزیزی

(۵۳۶) مکحول روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ایمان والے ہیں وہ بہت کہنا ماننے والے اور نہایت نرم خو ہوتے ہیں جیسے نکیل پڑا اونٹ جدھر اس کو گھسیٹا جائے چلا جائے اور اگر اس کو کسی پتھر پر بٹھا دیا جائے تو وہیں بیٹھ جائے۔ (ترمذی شریف)

(۵۳۷) عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کیا میں تمہیں وہ لوگ نہ بتا دوں جو آتش دوزخ پر حرام ہیں اور آتشِ دوزخ ان پر حرام ہے یہ وہ لوگ ہیں جو نہایت فرمانبردار، نرم خو، ہر دلعزیز اور با اخلاق ہوں۔ (احمد ترمذی)

(۵۳۸) ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی تو وہ ہے جو مجسم پیکر محبت ہو جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ اس سے کوئی الفت رکھے اس میں تو بھلائی کی بو بھی نہیں۔ (احمد۔ حاکم۔ بیہقی)

(۵۳۶) امام احمدؒ نے حضرت ابوذرؓ سے روایت کیا ہے الاسلام ذلول لا یرکب الا ذلولا۔ اسلام کا مزاج خود نرم ہے اور وہ اسی کے قلب میں اچھی طرح سرایت کرتا ہے جو نرم خو ہوتا ہے۔ اس کی اسناد میں ایک راوی ابن خلف ہے اس کو متروک کہا گیا ہے۔ قرآن میں اسی مخصوص صفت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ وعباد الرحمن الذين يمشون على الارض هونا واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما۔ اور خدائے رحمن کے خاص بندے تو وہی ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (بے ہودہ) بات کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اس کے قریب المعنی الفاظ حضرت ابو امامہ سے بھی روایت کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس کے راوی وہی ہیں جو صحیحین کے راوی ہیں۔

Marfat.com

(۵۳۹) عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ۔ (متفق علیہ)

(۵۴۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعِسَ عَبْدُ الدِّيْنَارِ وَعَبْدُ الدِّرْهَمِ وَعَبْدُ الْخَمِيْصَةِ اِنْ اُعْطِيَ رَضِيَ وَاِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ تَعِسَ وَانْتَكَسَ وَاِذَا شِيْكَ فَلَا انْتُقِشَ طُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهٖ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَشْعَثَ رَأْسُهٗ مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ اِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ وَاِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ

(۵۳۹) حارثہ بن وہبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتادوں کہ جنتی لوگ کون ہیں۔ ہر وہ شخص جو اپنی نظر میں اور لوگوں کی نظروں میں کمزور اور بے سہارا ہو۔ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو ضرور پورا کرے گا۔ (اس کے بعد فرمایا) سنو، کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ دوزخی کون ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سرکش منہ پھٹ اور مغرور ہوں۔ (متفق علیہ)

(۵۴۰) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہلاک ہو جو دینار کا بندہ، درہم کا بندہ اور کملی کا بندہ ہو (اس کی دون ہمتی کا یہ حال ہو) کہ اگر اس کو کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو جائے اور اگر نہ دیا جائے تو روٹھ جائے ایسا کم ہمت خدا کرے ہلاک اور ذلیل ہو اور اگر اس کے کوئی کانٹا چبھے تو نہ نکلے۔ وہ بندہ مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے گھوڑے کی باگیں سنبھالے ہر وقت (خدمت دین کے لئے) تیار ہے۔ اس کے سر کے بال پراگندہ اور پیر غبار آلودہ ہیں (اس کی نرم خوئی اور للہیت کا یہ عالم ہے) کہ اگر اسے اگلے دستہ میں محافظ کی حیثیت سے جگہ دی جائے تو

(۵۳۹) ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ مسلمان کی نرم مزاجی سے مراد کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کی شدت طبع کو ان سے کوئی تعارض نہیں رہتا وہ حدید الطبع ہو کر بھی اتنے نرم تھے کہ ایک عام کو عام شخص بھی بر سر منبر ان کو ٹوک دیتا اور وہ خوشی سے اس کو جواب دیدیتے۔ بہر حال مؤمن کا وجود صفحۂ عالم پر قدرت کی صناعی کا وہ عجیب تر مجموعہ ہوتا ہے جس میں بیک وقت خدمت ولین، سادگی و فہم، زینت و بذاذت اور فصاحت و کم سخنی کی تمام متضاد صفتیں جمع نظر آتی ہیں۔ اس تضاد کے جمع کی صورت گزشتہ احادیث کے ضمن میں اپنی اپنی جگہ ملاحظہ سے گذر چکی ہے۔

Marfat.com

كَانَ فِي السَّاقَةِ إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ ۔ (رواہ البخاری)

(۵۴۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَقْوَامٌ أَفْئِدَتُهُمْ مِثْلُ أَفْئِدَةِ الطَّيْرِ (رواہ مسلم)

(۵۴۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُولُوا الْكَرْمَ فَإِنَّ الْكَرْمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (رواہ مسلم وفی روایۃ ولکن قولوا العنب والحبلۃ)

حفاظت کی خدمت انجام دے اور اگر اس کو پچھلے حصہ میں ڈال دیا جائے تو پیچھے رہ کر بھی بخوشی اپنی ڈیوٹی کو پورا کرے (غرض نہایت مطیع مزاج ہو اور صرف دین کی خدمت اس کا مطمح نظر ہو) بخاری شریف)

(۵۴۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے لوگ جائیں گے جن کے دلوں کی کیفیت پرندوں کے دلوں سے بہت مشابہ ہوگی۔ (مسلم)

(۵۴۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگور کو کرم نہ کہا کرو کیونکہ کرم تو مومن کے قلب کا نام ہے (انگور میں کرم کہاں اس سے تو شراب بنتی ہے جو بے حیائیوں کا سرچشمہ ہے) (مسلم)

---

(۵۴۱) علماء نے یہاں وجہ تشبیہ رقت ولین تحریر فرمائی ہے یعنی پرندوں میں چوپایوں کی نسبت یہ صفت عام طور پر زیادہ پائی جاتی ہے وہ ہر اثر کو نسبتہً جلد قبول کر لیتے ہیں کینہ پرور نہیں ہوتے۔ چند تنکوں کا آشیانہ بنا کر عمر گذار دیتے ہیں، روزی جمع کرنے کی فکر نہیں کرتے صبح کو تلاش رزق میں نکلے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آگئے ان کو دیکھو تو نہایت بھولے بھالے نظر آتے ہیں یہ تمام صفتیں ایک مسلمان کی بھی ہوتی ہیں۔

(۵۴۲) نہایہ میں لکھا ہے کہ چونکہ انگور سے شراب بنائی جاتی ہے اور عرب کے مذاق کے مطابق شراب سخاوت وکرم کی محرک ہوتی ہے اس لئے وہ انگور کو کرم کہدیتے تھے۔ آپ نے اس غلط اشتقاق کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ اس خوبصورت اور معنی خیز نام کا زیادہ مستحق مومن کا قلب ہے شراب کا مادہ یعنی انگور نہیں۔

یہاں قلب کو کریم کہنے کی بجائے مبالغہ کے طور پر عین کرم کہدیا گیا ہے۔ جیسے زید کو مبالغہ میں عین انصاف کہدیا جائے۔ زمخشری اس کی شرح میں یوں رقمطراز ہیں کہ یہاں دراصل انگور کا نام رکھنے سے ممانعت کرنا مقصود ہی نہ تھا بلکہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ جب قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے کہ

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

تو اس کا حق ہونا چاہیے کہ اب اس مقدس نام میں متقی مسلمان کے سوا کسی اور چیز کو شریک نہ کیا جائے تاکہ ذہنوں میں یہ بات نقش کالحجر ہو جائے کہ کریم درحقیقت صرف متقی ہوتا ہے۔ اس کے سوا کہیں اور کرم کا نام ونشان نہیں ہوتا غیر متقی کا کرم صرف نمائشی ہوتا ہے اس میں صورت ہوتی ہے معنی کچھ نہیں ہوتے۔

Marfat.com

سلامۃ الصدر

(۵۴۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ کُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُہٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ ھُوَ التَّقِیُّ النَّقِیُّ لَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ (رواہ ابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان)

(۵۴۴) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُبَلِّغُنِیْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِیْ عَنْ اَحَدٍ شَیْئًا فَاِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَیْکُمْ سَلِیْمَ الصَّدْرِ۔ (رواہ ابوداؤد)

صاف سینہ ہونا

(۵۴۳) عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں کون شخص سب سے بہتر ہے آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو مخموم القلب اور زبان کا سچا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا، صدوق اللسان (زبان کا سچا شخص تو ہم سمجھ گئے مخموم القلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا اس کی تشریح آپ فرماویں۔ فرمایا یہ وہ دل کا صاف اور خدا ترس انسان ہے جس پر نہ گناہوں کا بوجھ ہو۔ ظلم تعدی کا بار نہ اس کے دل میں کسی کا کینہ ہو اور نہ حسد۔ (ابن ماجہ۔ شعب الایمان)

(۵۴۴) ابن مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی کہ میرے صحابہ میں سے مجھ سے کوئی شخص کسی کی کوئی بات نہ پہنچایا کرے کیونکہ میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا دل تم سب کی طرف سے صاف ہو۔ (ابوداؤد)

(۵۴۴) نبی اپنی سلامتی صدر اپنے ہی فائدہ کے لئے نہیں چاہتا بلکہ اپنی امت کے فائدہ کے لئے بھی چاہتا ہے کیونکہ اس کے قلب مبارک میں اگر کسی امتی کی طرف سے کوئی ادنیٰ خلش بھی پڑ جائے تو وہ بھی اس امتی کے لئے ایمانی ضعف کا موجب ہو سکتی ہے اعوذ من غضب اللہ وغضب رسولہ وغضب اولیاءہ۔ حدیث میں ارشاد ہے من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کا قلب مبارک ساری نزاہتوں اور پورے تقدس کے باوجود غلط خبروں سے متاثر بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے لئے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اس کو ہمہ وقت ہر ہر چیز کا علم حاصل ہو وہ روزمرہ کے معاملات سے بھی بے خبر رہ سکتا ہے اور اگر وہ غلط طور پر اس کے پاس پہنچ جائیں تو ان کا اثر بھی لے سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سلامتی صدر کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ غیر ضروری باتیں کسی کے متعلق نہ سنی جائیں۔ باقی جو باتیں نظم امور کے متعلق ہیں ان کا باب ہی علیحدہ ہے۔

Marfat.com

تألم المؤمن لاهل الایمان

(۵۴۵) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔ (متفق علیہ)

(۵۴۶) وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُونَ كَرَجُلٍ وَاحِدٍ إِنِ اشْتَكَى عَيْنُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ وَإِنِ اشْتَكَى رَأْسُهُ اشْتَكَى كُلُّهُ۔ (رواہ مسلم)

(۵۴۷) عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ (متفق علیہ)

(۵۴۸) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

مسلمانوں کی تکلیف کا اپنی تکلیف کی برابر احساس کرنا

(۵۴۵) نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندروں کو باہم رحمدل، باہم محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسا ایک قالب ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا اور بیداری کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۴۶) نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مومن شخصِ واحد کی طرح ہیں اگر اس کی آنکھ دکھتی ہے تو اس کا تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے اگر اس کا سر دکھتا ہے تو بھی اس کا تمام جسم بیمار پڑ جاتا ہے۔ (مسلم)

(۵۴۷) ابوموسیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک عمارت کی طرح ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے اس طرح مضبوطی اور قوت کا باعث ہونا چاہئے جیسا مکان کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کے لئے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال دیں۔ (اور اس کا نقشہ دکھلانے کے لئے فرمایا کہ اس طرح)۔ (متفق علیہ)

(۵۴۸) سہل بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مومنوں کی جماعت میں ایماندار آدمی کی مثال ایسی ہونی چاہئے جیسی سارے جسم میں سر کی۔ جیسا درد سر کی وجہ سے تمام جسم تکلیف میں

Marfat.com

اَلْمُؤْمِنُ فِیْ اَھْلِ الْاِیْمَانِ بِمَنْزِلَةِ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ یَأْلَمُ الْمُؤْمِنُ لِاَھْلِ الْاِیْمَانِ کَمَا یَأْلَمُ الْجَسَدُ لِمَا فِی الرَّأْسِ۔ (رواہ احمد)

(۲۴۹) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ

مبتلا ہو جاتا ہے اسی طرح ایماندار آدمی کو بھی اور مومنوں کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے۔ (احمد)

(۲۴۹) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے وہ بھی کیا

---

(۲۴۹) بے حسی اور بے دردی کا سب سے بڑا اور سب سے برا مظاہرہ یہ ہے کہ ایک انسان خود تو اپنا پیٹ بھرتا رہے اور اس کے پاس ہی اس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ اسلام اس حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے کہ اگر یہ اپنے بھائی کا پیٹ نہیں بھر سکتا تو اس کو چاہیے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر اس کی بھوک میں اس کا حصہ دار بن جائے۔ دیوار کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کی اینٹیں باہم بھی ایک دوسرے کے لئے باعث استحکام ہوتی ہیں اور چھت کا بوجھ بٹانے میں بھی برابر کی شریک رہتی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ باہمی اور قومی بار کو اسی طرح باہم تقسیم کر لیا کریں اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کا منتشر شیرازہ دنیا کے سامنے ایک مضبوط دیوار کی طرح بن جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان وحدت و اجتماع کی دعوت دیتا ہے اور کفر تحزب و تشتت کی۔ اسی لئے قرآن کریم نے جب صحابہ کے دور کفر کا نقشہ کھینچا تو اس کا جو پہلو سب سے نمایاں فرمایا وہ ان کی باہمی عداوت و تحزب تھا۔ پھر اسلام کے بعد جس نعمت کا سب سے زیادہ احسان جتایا وہ ان کی باہمی وحدت اور محبت و اخوت تھی ایسی وحدت و اخوت کہ اگر چہ ان کے قالبوں کے مابین مشرق و مغرب کا فاصلہ بھی ہوتا مگر پھر بھی وہ ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس میں اتنے قریب ہوتے کہ مشرق کے ایک مسلمان کے پیر کے کانٹے کی چبھن مغرب کا رہنے والا مسلمان اپنے دل میں محسوس کرتا ان کا یہ رشتۂ محبت و اخوت صرف مبالغہ اور محض ایک رنگ آمیزی نہیں بلکہ ان کے احساسات کی صحیح ترجمانی ہے۔

وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔	یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایسی محبت پیدا کر دی کہ محض اس کی مہربانی کی بدولت تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے۔

دوسری جگہ کفار کے ظاہری اتحاد و اتفاق کی حقیقت اس طرح واشگاف فرما دی۔

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى۔	آپ تو ان کو متحد خیال کرتے ہیں مگر ان کے دل سب پراگندہ ہیں۔

اس کے اسباب آپ ہی غور کیجئے کہ اگر درحقیقت ہمارے قلوب میں وہی اخوتِ ایمانی موجود ہے تو اس میں وہ محبت و وحدت کیوں نہیں بلکہ اس کے برعکس کفار کے تفرق و تشتت کا نقشہ کیوں ہے۔ اللھم الف بین قلوبنا واصلح ذات بیننا۔ یاد رکھئے کہ آپ کا ایمان جتنا کامل اور مستحکم ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی آپ کا اتحاد اور قومی تعمیر بھی مستحکم ہوتی چلی جائیگی اور جتنا اس میں نقصان پیدا ہوتا رہے گا اسی قدر آپ کے اتحاد اور قومی تعمیر میں بھی ضعف پیدا ہوتا رہے گا۔ آپ نقصان ایمانی کے ساتھ اپنے اتحاد پر مغرور نہ ہوں وہ صرف آپ کے قالب کا اتحاد ہو گا قلب کا نہیں اور اگر آپ کے قلوب رشتۂ ایمانی کی بدولت وحدت کا رنگ اختیار کر چکے ہیں تو قالب کے انتشار سے مغموم نہ ہوں کہ وہ صرف آپ کے جسموں کا

Marfat.com

بِالَّذِیْ یَشْبَعُ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

الخوف من المعاصی

(۵۵۰) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرَیٰ ذُنُوْبَہٗ کَاَنَّہٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ یَخَافُ اَنْ یَقَعَ عَلَیْہِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ یَرٰی ذُنُوْبَہٗ کَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰی اَنْفِہٖ فَقَالَ بِہٖ ھٰکَذَا۔ ای بیدہ فذبّہٗ عنہ رواہ البخاری وذکر معا الحدیث الاٰخر المرفوع ایضا۔

حفاظۃ عزۃ النفس

(۵۵۱) عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ

مومن ہے جو اپنا تو پیٹ بھرلے اور اس کے قریب اس کا پڑوسی بھوکا پڑا رہے۔ (شعب الایمان)

گناہوں سے ڈرنا

(۵۵۰) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں مومن اپنے گناہوں سے اس طرح ڈرتا ہے جیسا وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہوا ہے ڈرتا ہے کہ وہ اب اس پر گرا اور فاجر آدمی ان کو اس طرح حقیر سمجھتا ہے جیسا مکھی اس کے ناک کے پاس سے گزری اور اس نے اپنے ہاتھ کی حرکت سے اس طرح اڑادی۔ (بخاری شریف)

اپنی عزتِ نفس کی حفاظت کرنا

(۵۵۱) حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے یہ مناسب نہیں

انتشار ہے۔ قلوب کا انتشار نہیں تعجب ہے کہ وحدت و افتراق کے جو بنیادی اسباب ہیں کم از کم مسلمان اس سے کیوں کر غافل ہیں۔ وہ جس مجمع میں اتحاد و اخوت کی دعوت دیتے ہیں اسی میں اصل رشتۂ ایمانی پر ضرب بھی لگاتے جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ نعمت اخوت صرف عطاء ربانی ہے ان کی تقریروں اور تحریروں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ۔	اے پیغمبر اگر آپ ساری زمین کا مال بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دلوں میں ایسی الفت و محبت پیدا نہ کرسکتے یہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے ان میں باہم یہ الفت ڈال دی ہے۔

(۵۵۱) صحابہ کی فہم میں اپنے نفس کے ذلیل کرنے کی کوئی صورت ہی نہ آسکی وہ فطرۃً ذلت سے نفور تھے اور اسلام نے

Marfat.com

الحمد والشكر لله عزّ وجل في الاحوال كلها

(۵۵۶) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَهٗ خَيْرٌ حَمِدَ اللهَ وَشَكَرَ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ حَمِدَ اللهَ وَصَبَرَ فَالْمُؤْمِنُ يُؤْجَرُ فِيْ كُلِّ اَمْرِهٖ حَتّٰى فِي اللُّقْمَةِ يَرْفَعُهَا اِلٰى فِيْ اِمْرَاَتِهٖ۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

(۵۵۷) عَنْ صُهَيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهٗ كُلَّهٗ لَهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ۔ (رواه مسلم)

ہر حالت میں خدا تعالیٰ کا شکر گذار رہنا

(۵۵۶) سعد بن ابی وقاصؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا حال بھی قابل تعجب ہے اگر اس کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے اور اگر اس کو مصیبت پیش آجاتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا اور اس پر صبر کرتا ہے خلاصہ یہ کہ مومن کو ہر حال میں ثواب ملتا ہے حتی کہ اس لقمہ میں بھی جو وہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔ (شعب الایمان)

(۵۵۷) صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا ہر معاملہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔ مسرت کی بات ہو یا غم کی اس کے حق میں سب بہتر ہی بہتر ہوتی ہے، یہ مومن کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں۔ اگر اس کو کوئی خوشی کی بات پیش آجائے تو وہ شکر کرتا ہے، یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتی ہے اور اگر کوئی تکلیف پیش آجائے تو صبر کر لیتا ہے یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہوتی ہے۔ (مسلم شریف)

(۵۵۶) فراخی و تنگی اور صحت و مرض کے ہر حال میں اسی مدح سرائی کی بدولت اس امت کا لقب حمادون مشہور ہو گیا ہے۔ کیوں نہ ہو جس امت کا رسول احمد و محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی) اس کی امت کا لقب حمادون ہونا چاہیے۔ وہ افراد کتنے بدنصیب ہیں جو اپنی اس شہرت کے ساتھ نعمت میں حمد کرنا یاد رکھیں اور مصیبت میں حمد و شکر بھلا جائیں۔

Marfat.com

يُذِلَّ نَفْسَهُ قَالُوْا وَكَيْفَ يُذِلُّ نَفْسَهُ قَالَ يَتَعَرَّضُ مِنَ الْبَلَاءِ لِمَا لَا يُطِيْقُ (رواه الترمذی وابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان۔)

لزوم التوبۃ

(۵۵۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفَتَّنَ التَّوَّابَ۔ (رواہ احمد)

کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے صحابہ نے عرض کیا بھلا اپنے نفس کو کوئی کیسے ذلیل کرسکتا ہے فرمایا ایسا بار اٹھالینا جس کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ ہو (یہ ذلیل ہی کرنا ہے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ شعب الایمان)

ہمیشہ توبہ کرتے رہنا

(۵۵۲) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے اس مومن بندے سے محبت رکھتا ہے جو فتنوں میں مبتلا ہوتا رہے اور ہمیشہ توبہ کرتا رہے۔ (احمد)

آ کر ان کو احساس کمتری سے اور بھی دور کر دیا تھا آپ نے ان کو بتایا کہ کبھی عزت کے کام میں بھی ذلت کا خمیازہ بھگتنا پڑ جاتا ہے براہ راست ذلت کے کاموں سے بچنا سب جانتے تھے لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک قدم اور آگے بڑھا کر سمجھایا کہ ایسے عزت کے کاموں میں پھنسنا جن کا انجام ذلت ہو یہ بھی مومن کا کام نہیں پھر معلوم نہیں ذلت کا جو تعلق یہود کے ساتھ تھا وہ مسلمانوں نے اپنے ساتھ کیسے سمجھ رکھا ہے شاید تکبر اور عزت کے مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تکبر و غرور سے ہم کو بچائے اور اپنی صحیح عزت نفس محفوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

(۵۵۲) جب گناہ بندہ کی فطرت ہو تو پھر توبہ ضرور اس کی صفت ہونی چاہئے پس اگر وہ اپنی فطرت کی بناء پر طرح طرح کے فتنوں میں گرفتار ہوتا رہتا ہے مگر ہر بار اپنی صفت توبہ و استغفار کو فراموش نہیں کرتا تو وہ ارحم الراحمین کی نظروں میں کیوں نہ پیارا ہو یہاں محبت اس کے تکرار جرم پر نہیں بلکہ ہر بار اس کی صفت توبہ و استغفار پر ہے۔ یہ اسلوب بیان اس لئے اختیار نہیں کیا گیا کہ گنہگار اپنے گناہوں پر اصرار کریں بلکہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ جو نادم و شرمسار رہیں وہ زیادہ دل شکستہ نہ ہوں اور اپنی اس ندامت کی بدولت عصیاں کے بعد بھی خدا تعالیٰ کی محبت کی خوشخبری سن لیں ندامت پر خدا تعالیٰ کی محبت کی خوشخبری بندہ میں گناہ کی جرأت پیدا نہیں کرتی بلکہ اس کی فطرت سے معصیت کا تخم جڑ سے نکال پھینکتی ہے۔

Marfat.com

رقۃ القلب

(۵۵۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ اَهْلُ الْیَمَنِ هُمْ اَرَقُّ اَفْئِدَةً اَلْاِیْمَانُ یَمَانٍ وَالْفِقْهُ یَمَانٍ وَالْحِکْمَةُ یَمَانِیَةٌ (رواہ مسلم)

نرم دلی

(۵۵۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لو اہلِ یمن آگئے یہ لوگ نہایت رقیق القلب ہوتے ہیں، ایمان اور دین کی سمجھ اور حکمت تو یمن ہی کا حصہ ہے۔ (مسلم شریف)

(۵۵۸) صحیح بخاری میں اس حدیث کو ذرا زیادہ تفصیل کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قبیلہ بنو تمیم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے بنو تمیم تم کو بشارت ہو۔ ان بدقسمتوں نے اس کو مال کی بشارت سمجھا اور کہا اچھا تو دلوائیے کیا دلواتے ہیں آپ کو ان کی یہ پست فطرتی پسند نہ ہوئی۔ اتنی دیر میں یمن کی ایک جماعت آگئی آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بنو تمیم نے تو بشارت قبول نہ کی تو تم اسے قبول کر لو۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم نے بسر و چشم قبول کی۔ اس کے بعد عرض کیا "جئنا لنتفقہ فی الدین" ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے دین کے کچھ مسائل سیکھیں۔ الخ
اس واقعہ سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے قلب میں دین اور احکام دین کے قبول کرنے کی کتنی صلاحیت تھی جو بشارت انہیں سنائی گئی وہ کسی بحث اور کسی تفصیل کے بغیر انھوں نے قبول کر لی اور اپنے آنے کا جو دینی مقصد آپ کے سامنے رکھا وہ صرف ایک تفقہ فی الدین یعنی دین کی طلب تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اس طرح بے چون و چرا بشارت نبوی کو لبیک کہنے سے بہت محظوظ ہوئے اور ان کی اس صلاحیت اور علو استعداد کو دیکھکر فرمایا کہ ایمان اور فقہ اور حکمت تو درحقیقت ان لوگوں کا حصہ ہے اور اسی کو یہاں رقتِ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے بالمقابل قلبی قساوۃ ہے وہ یہ کہ نصیحت کے نفوذ کرنے کی اس میں کوئی صلاحیت نہ ہو بلکہ وہ اس خشک پتھر کی طرح ہو جس سے پانی کی ایک بوند بھی نہیں ٹپکتی۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ۔

پھر اس کے بعد تمہارے دل ایسے سخت ہوگئے کہ گویا وہ پتھر ہیں یا ان سے بھی سخت تر اور پتھروں میں تو بعضے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں نکلتی ہیں اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی جھرتا ہے اور بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔

آیت بالا میں قلوب کی قساوۃ اور اس کے مختلف مدارج کو ایک بلیغ تشبیہ دیکر سمجھایا گیا ہے کہ قلب کی قساوت یہ ہے کہ اس میں اثر پذیری اور تاثر کی کوئی صلاحیت نہ رہے، دین کی ... کے لئے اس میں کوئی حرکت نہ ہو اور خشیۃ الٰہی سے وہ یکسر خالی ہو جائے۔ یہی بے فیض قلوب جن سے ہدایت کے چشمے تو کیا بہتے اس کا کوئی قطرہ بھی ان سے نہیں ٹپکتا قلوب قاسیہ ہیں جو سختی میں پتھروں سے بھی بڑھ کر ہیں کہ پتھروں میں کچھ نہ کچھ آثار تاثر کچھ نہ کچھ حرکت تو نظر آتی ہے۔

(باقی بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

تقیید بشرائع الاسلام مثل تقید الفرس باخیتہ

(۵۵۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَمَثَلِ الْفَرَسِ عَلٰی اٰخِیَّتِہٖ یَجُوْلُ ثُمَّ یَرْجِعُ عَلٰی اٰخِیَّتِہٖ وَاِنَّ الْمُؤْمِنَ یَسْھُوْ ثُمَّ یَرْجِعُ اِلَی الْاِیْمَانِ۔ (رواہ احمد وسندہ جید اخرجہ ایضاء الضیاء المقدسی فی المختارۃ وحسنہ الحافظ السیوطی)

کونہ نصحا خالصا ونفعا محضا

(۵۵۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَکَمَثَلِ الْقِطْعَۃِ مِنَ الذَّھَبِ نَفَخَ عَلَیْھَا صَاحِبُھَا

احکام اسلامی کا اس طرح پابند رہنا جیسا گھوڑا اپنے کھونٹے کا

(۵۵۳) ابو سعید خدری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو اپنے کھونٹے سے بندھا ہوا ہو وہ ادھر ادھر پھر کر آخر اپنے کھونٹے کے پاس ہی آجاتا ہے اسی طرح مومن سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے آخر کار وہ پھر کر ادھر ہی آجاتا ہے جو ایمان کی بات ہوتی ہے۔ (احمد)

از سر تا قدم خیر خواہی اور نفع محض بن جانا

(۵۵۴) عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ مومن کی مثال سونے کی

(۵۵۳) یعنی مومن دین اسلام کا ایسا پابند ہوتا ہے جیسا گھوڑا کھونٹے کا نہ یہ اپنے کھونٹے سے علیحدہ جا سکتا ہے نہ وہ شعب ایمان سے کہیں علیحدہ ہو سکتا ہے۔ سہو ونسیان کی بات دوسری ہے اگر غلطی ہو جائے تو پھر لوٹ کر اسے آنا ادھر ہی پڑتا ہے۔ حریت کیسی اور آزادی کہاں ؎

عاشقی چیست ؟ بگو بندۂ جاناں بودن ۔۔۔ دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

(۵۵۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مومن کی چند صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس کی پہلی صفت یہ ہے کہ اس میں کھوٹ بالکل نہیں نکلتا جتنا اس کو آزماؤ اتنا ہی رہ اور کھرا نکلتا ہے وہ اس نقلی سونے کی طرح نہیں ہوتا جس کا تپانے سے رنگ بدل جائے یا اس کا وزن گھٹ جائے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح صاف ستھری غذا کے سوا کوئی مشتبہ کھانا نہیں کھاتا۔ اس کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شہد کی مکھی کی طرح جہاں بیٹھتا ہے کسی کو ضرر نہیں پہنچاتا۔

Marfat.com

نزاھۃ اللسان

(۵۵۹) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا بِاللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ۔ (رواہ الترمذی والبیھقی فی شعب الایمان وفی اخری لہ ولا الفاحش البذی وقال الترمذی ھذا حدیث غریب وفی روایۃ لا ینبغی للمومن ان یکون لعانا۔

(۵۶۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَنْبَغِیْ لِصِدِّیْقٍ اَنْ یَکُوْنَ لَعَّانًا۔ (رواہ مسلم)

(۵۶۱) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَبِیْ بَکْرٍ وَھُوَ یَلْعَنُ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ فَالْتَفَتَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ فَاَعْتَقَ اَبُوْبَکْرٍ یَوْمَئِذٍ بَعْضَ رَقِیْقِہٖ ثُمَّ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا اَعُوْدُ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)۔

پاکیزہ زبان ہونا

(۵۵۹) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے نہ یہ مناسب ہے کہ وہ ہر وقت لعن طعن کرتا رہے اور نہ یہ کہ فحش کلامی اور بدزبانی کرتا رہے۔ (ترمذی۔ بیہقی)

(۵۶۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صدیق ہو کر یہ بات اس کی شایانِ شان نہیں کہ ہر وقت لعنت برسایا کرے۔ (مسلم)

(۵۶۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کے پاس سے گذرے وہ اتفاقاً اپنے کسی غلام کے متعلق لعنت کا لفظ استعمال فرما رہے تھے آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ربِ کعبہ کی قسم یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جو لوگ لعنتیں برسائیں وہ صدیق بھی شمار ہوں۔ اس واقعہ کے بعد ابوبکرؓ نے اس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب آئندہ ایسا قصور نہیں ہوگا۔ (بیہقی)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس کے برخلاف مومن کے قلب میں رقت ولین کی صفت ہوتی ہے یہ صفت صرف اس کے قلب تک محدود نہیں رہتی بلکہ اس کے اعضاء وجوارح تک بھی سرایت کر جاتی ہے۔ وہ نرم خو، نرم مزاج، خیر پسند طبیعت، صاحب محبت ومروت اور ہر کس وناکس کی بات سننے اور ماننے والا ہوتا ہے حتی کہ مسلمانوں کے لئے ہمہ تن رحمت اور کفار کے مقابلہ میں مجسم شدت بن جاتا ہے۔ اسی صفت کو اشداء علی الکفار رحماء بینھم میں ذکر کیا گیا ہے اور ذیل کی حدیث میں بھی اس کے اسی رقت ولین کے اثرات کا ذکر ہے۔

Marfat.com

فَلَمْ تَغَيَّرْ وَلَمْ تَنْقُصْ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّ مَثَلَ الْمُؤْمِنِ لَكَمَثَلِ النَّحْلَةِ أَكَلَتْ طَيِّبًا وَوَضَعَتْ طَيِّبًا وَوَقَعَتْ فَلَمْ تَكْسِرْ وَلَمْ تَفْسُدْ۔ (رواہ احمد ذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر وقال المناوی اسنادا احمد صحیح)

(۵۵۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ۔ (متفق علیہ)

اس ڈلی کی سی ہے جس کے مالک نے اس کو تپایا پھر نہ تو اس کا رنگ بدلا اور نہ وزن گھٹا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے مومن کی مثال ٹھیک اس شہد کی مکھی کی سی ہے جس نے عمدہ پھول چوسے، اچھا شہد بنایا۔ اور جس شاخ پر وہ بیٹھی نہ تو اپنے وزن سے اس کو توڑا نہ خراب کیا۔ (احمد)

(۵۵۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور وہی درخت ہے جو مومن کی مثال ہے۔ اچھا بتاؤ وہ کونسا درخت ہے لوگوں کا خیال تو جنگل کے اور اور درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں مگر میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہوگا۔ لیکن مجھے (اپنے سے بزرگ ہستیوں کے سامنے بولتے) شرم آئی، اس کے بعد لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہی ارشاد فرمائیں (وہ درخت کونسا ہے) فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ (متفق علیہ)

---

(۵۵۵) عرب کی سرزمین میں کھجور کے درخت سے بڑھ کر کوئی اور درخت پُر از منافع نہیں ہوتا۔ یہ اپنی پوری دورِ زندگی میں مجسم نفع ہی نفع ہوتا ہے اس کا کوئی جزء ایسا نہیں ہوتا جو نفع سے خالی ہو۔ حتی کہ اس کی گٹھلیاں بھی بیکار نہیں ہوتیں وہ بھی اونٹوں کے چارے کے کام آتی ہیں، یہ ہمیشہ سرسبز اور سایہ دار رہتا ہے اور جب تک خشک نہیں ہوجاتا ہمیشہ پھل دیتا رہتا ہے خشک ہونے کے بعد بھی اس کا تنا چھتوں کی کڑیوں کے کام آتا ہے اور اس کے پتوں کی رسیاں بنتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہی صفت ایک مسلمان کی ہے جو سر سے لے کر قدم تک دورِ طفولیت سے لیکر پیری تک سرتاسر نفع ہی نفع ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۵۶۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُھَدَاءَ وَلَا شُفَعَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (رواہ مسلم)

(۵۶۲) ابوالدرداء روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہر وقت لعنت برسانے والوں کو نہ شہادت کا حق دیا جائے گا نہ شفاعت کا۔ (مسلم)

(۵۶۲) لعنت لغت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ جو شخص دنیا میں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنے کا عادی ہو قیامت میں اسے شفاعت اور شہادت کا بھلا کیا حق ہو سکتا ہے۔ شفاعت لعنت کے برعکس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب کا نام ہے۔ دنیا میں قانونِ شہادت یہ ہے کہ مقدمہ میں گواہ وہ ہو سکتا ہے جو اس کا دشمن نہ ہو۔ پھر دنیا میں جو شخص خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور کرکے اپنی دشمنی کا ثبوت دے چکا ہے وہ آخرت میں کب کسی کا گواہ بن سکتا ہے۔

نبی کے بعد صدیق کی شفاعت کا درجہ ہے اور اس کے بعد شہداء وصالحین کی شفاعت کا۔ صاحبِ نبوت نے سمجھایا کہ آخرت میں جس امت کو شفاعت اور شہادت دونوں کا منصب عطا ہوا ہو جب اس کے لئے بالعموم لعنت کا استعمال کرنا ناموزوں ہے تو پھر ان میں جو صدیق کہلائیں ان کے لئے تو کتنا کچھ ناموزوں ہوگا۔ صدیق اکبرؓ نے اس نکتہ کو خوب سمجھ لیا اور اسی لئے اس غلطی کی ہر ممکن طریقہ پر تلافی کرنے کی کوشش بھی کی۔ اس ضمن میں آپ کو باہم اسباب افتراق شانے کا بھی ایک بڑا سبق دیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ دنیا ان ظاہری مضرتوں کو اہمیت دیتی ہے اور شریعت آخرت کی مضرتوں کو۔ اس لئے شریعت اپنی نظر حقیقت بین کے مطابق ان اسباب واثرات کا ذکر کرتی رہتی ہے اور ظاہر بین ان آثار ظاہری کے درپے رہتا ہے اور اسی کو فلسفہ سے تعبیر کرتا رہتا ہے۔ پس ایک ظاہر پرست کے نزدیک تو تراہت لسان کا فلسفہ صرف دعوت اتحاد اور باہمی اسباب منافرت کا ترک کرنا ہے۔ اور حدیث کی نظر میں یہ سب ضمنی اور سطحی نفع نقصان ہیں۔ ان کو سمجھنے سمجھانے کے لئے انسان کی عقل خود بھی کافی ہے جو اصل اور دائمی نقصان ہے اور ہماری ادراکِ عقل سے بالاتر ہے۔ وہ امت کی امتیازی خصوصیت یعنی شفاعت سے محرومی ہے۔ حدیث اس کا انکار نہیں کرتی تم اس کا انکار مت کرو بلکہ اس حقیقت کو حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے پا جانے کے بعد تمہارا بنایا ہوا فلسفہ ـــــ بلا تعب ومشقت خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

Marfat.com

الصدق ووفاء العهد واداء الامانة

(۵۶۳) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلَی الْخِلَالِ کُلِّھَا اِلَّا الْخِیَانَۃَ وَالْکِذْبَ۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان عن سعد بن ابی وقاص)

(۵۶۴) عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَیْمٍ اَنَّہٗ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا قَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِیْلًا قَالَ نَعَمْ فَقِیْلَ لَہٗ اَیَکُوْنُ الْمُؤْمِنُ کَذَّابًا قَالَ لَا۔ (رواہ مالک والبیہقی فی شعب الایمان مرسلاً)

راست گو، امانت دار اور وفا شعار رہونا

(۵۶۳) ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی فطرت میں تمام عادتیں ہو سکتی ہیں مگر خیانت اور جھوٹ کی عادت نہیں ہو سکتی۔ (احمد۔ بیہقی)

(۵۶۴) صفوان بن سلیم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا، کیا بخیل ہو سکتا ہے فرمایا جی ہاں۔ پھر پوچھا گیا اچھا کیا اول نمبر کا جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ فرمایا جی نہیں۔ (مالک۔ شعب الایمان)

(۵۶۳) واضح رہے کہ اتفاقیہ خیانت اور اتفاقیہ جھوٹ مومن سے بھی سرزد ہو سکتا ہے لیکن وہ اس کا عادی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس میں یہ عادت بد پیدا ہو گئی ہے تو اس کو یقین کر لینا چاہئے کہ اب اس میں نفاق کے جراثیم داخل ہونے لگے ہیں اور اس کا ایمان زخمی ہو چکا ہے۔ رہی خیانت تو وہ تو امانت و ایمان کی ضد ہے یہ صفات ذمیمہ بھی اس میں پیدائشی نہیں ہو سکتیں۔ عارضی اثرات سے سب کچھ ممکن ہے۔ یہاں حدیث خلقت کی نفی کر رہی ہے۔

(۵۶۴) حدیث کی مراد یہ ہے کہ بزدلی اور شجاعت فطرت کی ایک تقسیم ہے جیسا سخاوت و بخل اس لئے بزدلی اور بخل اگرچہ مذموم صفات ہیں مگر یہ غیر اختیاری۔ اس لئے اگر ایک مومن میں بہادری نہ ہو یا حقوق اسلام ادا کرنے کے بعد اس میں سخاوت کا مضمون نہ ہو تو وہ مواخذہ سے بری ہو سکتا ہے لیکن خیانت اور جھوٹ کی عادتیں غیر اختیاری صفات نہیں۔ ایمان امانت سے مشتق ہے جو خیانت کی ضد ہے اس لئے ایمان اور خیانت جمع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح دروغگوئی کی عادت نفاق کا شعبہ ہے ایمان یک رُخی کا طالب ہے اس لئے دورخا پن اسلام و ایمان کے ساتھ نبھ نہیں سکتا۔ اس لئے مومن نہ خیانت کا عادی ہو سکتا ہے نہ دروغ گوئی کا۔

Marfat.com

(۵۶۵) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَالَ لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

(۵۶۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَرَادٍ قَالَ قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ يَكْذِبُ الْمُؤْمِنُ قَالَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ مَنْ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ۔ (الجامع الکبیر)

(۵۶۷) عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِيْ أَنَّهٗ قِيْلَ لِلُقْمَانَ الْحَكِيْمِ مَا بَلَغَ بِكَ مَا نَرٰى يَعْنِي الْفَضْلَ قَالَ صِدْقُ الْحَدِيْثِ وَأَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ۔ (رواہ فی الموطا)

(۵۶۸) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيْدُ حِفْظَهٗ فَنَهَتْنِيْ قُرَيْشٌ وَقَالُوْا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

(۵۶۵) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خطبہ ایسا کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس شخص میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں وفاءِ عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔ (شعب الایمان)

(۵۶۶) عبداللہ بن جراد روایت کرتے ہیں کہ ابوالدرداءؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا مومن جھوٹ بولتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا جس شخص کی عادت یہ ہو کہ جب بات کرے تو جھوٹ ہی بولے وہ نہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ آخرت کے دن پر۔ (جامع کبیر)

(۵۶۷) امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا فرمائیے کہ یہ رتبہ بلند آپ کو کیسے نصیب ہوا انھوں نے جواب دیا، راست گوئی، ادائے امانت۔ اور بیکار باتوں سے کنارہ کشی کی بدولت۔ (موطا)

(۵۶۸) عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ جو کچھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن پاتا وہ سب کچھ لکھ لیا کرتا تھا اس سے میرا مقصد آپ کے کلمات کی حفاظت کرنی تھی۔ قریش نے مجھے اس بات سے

---

(۵۶۶) اس حدیث میں اس امر کی وضاحت ہوگئی کہ اوپر کی حدیثوں میں کذب سے مراد اتفاقاً جھوٹ بولنا نہیں بلکہ اس کا عادی ہونا مراد ہے اسی لئے صحیح حدیثوں میں جھوٹ کی عادت نفاق کی ایک خصلت قرار دی گئی ہے۔

(۵۶۷) لایعنی اور بیکار باتوں کی شرح حدیث من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ کے ضمن میں مفصل گذرچکی ہے۔ ترجمان السنہ جلد اول میں ملاحظہ کرلی جائے۔

(۵۶۸) انبیاء علیہم السلام کا کلام صرف سماعی نہیں ہوتا بلکہ وہ جو کچھ بولتے ہیں وہ حق ہی ہوتا ہے سبحان اللہ وہ دہن مبارک بھی کتنا مقدس دہن ہوگا جس میں مذاق اور غصہ کے بشری حالات میں بھی ملکی نطق کی صفات موجود تھیں

Marfat.com

بَشَرٌ یَتَکَلَّمُ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَاَمْسَکْتُ عَنِ الْکِتَابِ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَوْمَأَ بِاِصْبَعِہٖ اِلٰی فِیْہِ فَقَالَ اُکْتُبْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا یَخْرُجُ مِنْہُ اِلَّا حَقٌّ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۵۶۹) عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا۔ (رواہ الترمذی)

(۵۷۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا عَمَلُ الْجَنَّۃِ قَالَ الصِّدْقُ وَاِذَا صَدَقَ الْعَبْدُ بَرَّ وَاٰمَنَ فَاِذَا اٰمَنَ دَخَلَ

روکا اور کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بات بھی سنتے ہو وہ سب قلمبند کرلیتے ہو حالانکہ آپ ایک بشر ہی تو ہیں کبھی کوئی بات غصہ کی حالت میں بھی فرمادیتے ہیں۔ (ہوسکتا ہے کہ اس حالت میں وہ مقام نبوت کے معیار اعتدال سے اتری ہوئی بات ہو) اس کے بعد میں نے لکھنا بند کردیا اور اس قصہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا (بے خوف وخطر) سب کچھ لکھو۔ اس خدائے توانا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے بجز حق کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ (ابوداؤد)

(۵۶۹) ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعجب کے طور پر سوال کیا۔ آپ بھی ہم سے خوش طبعی فرماتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا مگر میں کوئی کلمہ حق کے سوا زبان سے نہیں نکالتا۔ (ترمذی شریف)

(۵۷۰) عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے پوچھا یارسول اللہ جنت کا عمل کیا ہے؟ فرمایا سچ بولنا۔ جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیک بن جاتا ہے اور ایماندار

جب تک خدائے برحق کی عصمت کسی کی اس طرح نگرانی نہ رکھے اس وقت تک کسی بشر کے لئے مقام صدق وصفا کی اس منزل تک رسائی ناممکن ہے۔ متکلم کی نیت کے لحاظ سے اس کو صادق تو کہہ سکتے ہیں مگر جب تک اس کا کلام حقیقت کے مطابق نہ ہو اس کو حق نہیں کہہ سکتے۔

(۵۶۹) آپ نے اس مختصر جواب میں یہ مسئلہ حل کردیا کہ نبی فرشتہ نہیں ہوتا وہ بشر کے تمام خواص اپنے اندر رکھتا ہے مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ اس کی تربیت نظر ربوبیت کے تحت ہوئی ہوا اس لئے وہ رضاء وغضب اور جد ومزاح کے تمام حالات میں کہیں لغزش نہیں کرتا حتی کہ اگر اس پر نسیان بھی طاری ہوتا ہے تو وہ بھی کسی حکمت الٰہیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ خوش طبعی اگر لایعنی اور خلاف واقع یا خفیف حرکات پر مشتمل ہو تو بیشک وہ نقصان کا موجب ہے لیکن اگر کوئی اس غفلت کی حالت میں بھی وقار ومتانت اور صدق وحقانیت سے سر مو اور ادھر نہیں ہوتا تو یہی انسان کامل کا زیور بھی ہے۔ اب تم میرے اور اپنے مزاح کا موازنہ کرکے دیکھو تمہارا تعجب جاتا رہے گا۔

Marfat.com

الجنۃ۔ قال یا رسول اللہ ما عمل النار قال الکذب اذا کذب العبد فجر و اذا فجر کفر و اذا کفر دخل یعنی النار۔ (رواہ احمد)

(۵۷۱) عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر و ان البر یھدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند اللہ صدیقا و ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور و ان الفجور یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند اللہ کذابا۔ (متفق علیہ)

ہوجاتا ہے اور جب ایماندار بن جاتا ہے تو جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا اچھا دوزخ کا عمل کیا ہے فرمایا جھوٹ بولنا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو حدودِ شریعت سے تجاوز کرنے لگتا ہے اور جب تجاوز کرنے لگتا ہے تو کفر میں گرفتار ہوجاتا ہے اور جب کفر میں گرفتار ہوجاتا ہے تو دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے۔ (احمد)

(۵۷۱) عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راست گوئی کی عادت اختیار کرو کیونکہ راست گوئی سے نیکی کرنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور نیکی انسان کو جنت تک پہنچا دیتی ہے۔ آدمی سچ بولتا رہتا ہے اور تلاش کرکر کے سچ بولتا رہتا ہے نتیجہ یہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب صدیق پڑجاتا ہے اور دیکھو جھوٹ سے بچنا کیونکہ جھوٹ فسق میں مبتلا کردیتا ہے اور فسق دوزخ میں پہنچا کر چھوڑتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے اور ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا لقب کذاب پڑجاتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۷۱) ٭ تنبیہ کی جاچکی ہے کہ خیر و شر کے علیحدہ علیحدہ دو سلسلے ہیں اور ان دونوں میں ایک کڑی اپنی دوسری کڑی سے متصل ہے۔ پھر سلسلۂ خیر کے منتہی پر جنت ہے اور سلسلۂ شر کے آخر میں دوزخ پس کوئی انسان بھی دفعۃً جنت یا دوزخ میں نہیں چلا جاتا اول اس کے ہاتھ میں خیر و شر کی کوئی معمولی سی کڑی آجاتی ہے پھر اس کی وجہ سے اس میں اسی سلسلہ کی دوسری کڑی کی استعداد پیدا ہوجاتی ہے اور اس طرح سے وہ بتدریج جنت یا دوزخ میں جا پہنچتا ہے پس نہ کسی خیر کو معمولی سمجھنا چاہیے نہ کسی شر کو معمولی ترمذی میں سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ تکبر کرتے کرتے ایک دن ایسا آجاتا ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جبارین کی فہرست میں درج ہوجاتا ہے آخر اس پر بھی وہ عذاب آجاتا ہے جو ان پر آیا تھا۔ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ صدیقین اور کاذبین کی ایک فہرست ہے یہ حدیث بتاتی ہے کہ انسان کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ اس کا نام صدیقین کی فہرست میں آجائے یا ایھا الذین آمنوا کونوا مع الصادقین۔ اور اس سے ڈرنا چاہیے کہ اس کا نام کہیں کاذبین کی فہرست میں درج نہ ہوجائے۔ ان لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اور یہ اس لئے کہ صدق و کذب صرف معمولی خیر و شر نہیں بلکہ ان کا ثمرہ جنت اور دوزخ بھی ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

(۵۷۲) عَنْ اُمِّ کُلْثُوْمٍ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ الْکَذَّابُ الَّذِیْ یُصْلِحُ بَیْنَ النَّاسِ وَیَقُوْلُ خَیْرًا اَوْ یَنْمِیْ خَیْرًا۔ (متفق علیہ)

(زاد مسلم قَالَتْ وَلَمْ اَسْمَعْہُ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُرَخِّصُ فِیْ شَیْءٍ مِّمَّا یَقُوْلُ النَّاسُ اَنَّہٗ کَذِبٌ اِلَّا فِیْ ثَلَاثٍ اَلْحَرْبُ۔ وَالْاِصْلَاحُ بَیْنَ النَّاسِ وَحَدِیْثُ الرَّجُلِ امْرَأَتَہٗ وَحَدِیْثُ الْمَرْأَۃِ زَوْجَھَا (وروی احمد والترمذی عن اسماء بنت یزید مثلہ)

(۵۷۲) حضرت ام کلثومؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کذاب وہ نہیں جو لوگوں میں صلح جوئی کے ارادہ سے کوئی کلمۂ خیر زبان سے کہدے اور کسی کو کسی دوسرے شخص کی طرف سے کوئی بھلی بات پہنچادے۔ (متفق علیہ)

مسلم میں اتنا مضمون اور ہے کہ حضرت ام کلثومؓ فرماتی ہیں جو باتیں لوگوں کے درمیان جھوٹ شمار ہوتی ہیں ان میں سے صرف تین موقعہ پر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت سنی ہے۔ جنگ میں۔ لوگوں کے درمیان صلح جوئی کے لئے۔ اور تیسرے شوہر کا اپنی بی بی اور بی بی کا اپنے شوہر کی رضامندی کے لئے۔ (مسند احمد)

(۵۷۲) صریح جھوٹ بولنے کی اجازت تو مشکل ہے کہ کہیں ثابت ہو البتہ کسی اہم مصلحت کے لئے ایسی ذومعنیین بات کہدینے کی اجازت ہے جس پر بظاہر جھوٹ کا گمان ہوسکے مگر اصلی مراد کے لحاظ سے وہ سچ ہو اس کا نام توریہ ہے۔ پس توریہ کذب نہیں وہ صدق ہی کی ایک کذب نما صورت ہے مسلم کی روایت میں "مما یقول الناس انہ کذب" کے لفظ میں غالبا اسی طرف اشارہ ہے۔ ایسے کلمات کے استعمال کی اجازت بھی عام طور پر نہیں بلکہ اس میں بھی صرف تین مقامات کا استثناء کیا گیا ہے۔ جنگ کی حالت میں (اس کی تفصیل جنگ کے بیان میں آئے گی) اور دوسرے دو مقام ایسے ہیں جن میں صاف گوئی موجب فتنہ ہو۔ اسی لئے مشہور ہے:۔

دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز

شافعیہ کے نزدیک یہاں کچھ زیادہ وسعت ہے۔ شیخ محی الدین نوویؒ نے امام غزالیؒ سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی اچھے مقصد کے لئے صدق و کذب کے دونوں راستے ہوں تو ظاہر ہے کہ اب کذب بلاحاجت ہوگا اس لئے یہاں جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن اگر اس کے حصول کی جھوٹ کے سوا کوئی صورت نہیں تو دیکھنا چاہیے کہ وہ مقصد مباح ہے یا واجب۔ اگر مباح ہے تو یہ جھوٹ بھی مباح رہے گا ورنہ واجب ہوجائے گا مثلاً ایک مسلمان کسی ظالم سے بچ کر کہیں چھپا ہوا ہے تو واجب ہے کہ اس کو اس ظالم سے بچانے کے لئے جھوٹ بولدیا جائے یہ اس وقت ہے جبکہ توریۃ سے کام نہ چلے ورنہ احتیاط اسی میں ہے کہ توریہ کرلے۔ مختصر کتاب الاذکار ص ۱۳۷) ابن قتیبہ نے کتاب مختلف الحدیث میں اس کی خوب تفصیل کی ہے۔ دیکھو ص ۴۳)

Marfat.com

(۵۷۳) عَنْ سُفْیَانَ بْنِ اَسِیدِ الْحَضْرَمِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ بِہٖ کَاذِبٌ۔ (رواہ ابوداؤد وسکت علیہ قال النووی وفی اسنادہ ضعف)۔

ان فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب

(۵۷۴) عَنْ سُوَیْدِ بْنِ حَنْظَلَۃَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِیْدُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَاَخَذَہٗ عَدُوٌّ لَّہٗ فَتَحَرَّجَ الْقَوْمُ اَنْ یَّحْلِفُوْا وَحَلَفْتُ اَنَّہٗ اَخِیْ فَخَلّٰی سَبِیْلَہٗ

(۵۷۳) سفیان بن اسید بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ یہ بھی ایک بڑی خیانت کی بات ہے کہ تم اپنے بھائی سے اس طرح کی ذومعنیین باتیں بناؤ کہ وہ تو تم کو سچا سمجھ رہا ہو اور تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ (ابوداؤد)

مجبوری میں توریہ کرلینا جھوٹ سے بچنے کا ایک صحیح طریقہ ہے

(۵۷۴) سوید بن حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکلے ہمارے ہمراہ وائل بن حجر بھی تھے (راستہ میں) ان کو ان کے کسی دشمن نے پکڑ لیا اور لوگوں نے تو قسم کھانے کو

(۵۷۳) نووی فرماتے ہیں کہ توریہ یہ ہے کہ تم ایسا لفظ بولو جو ایک معنی میں ظاہر ہو مگر تم اس کے دوسرے ایسے معنے مراد لو جو اگرچہ اس لفظ سے مفہوم تو ہوں مگر اس کے ظاہر معنی کے خلاف ہوں چونکہ یہ بھی ایک قسم کا دھوکا ہے اس لئے حاجت کے بغیر یہ بھی ممنوع ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ اگر توریہ کا مقصد کسی کا حق تلف کرنا ہو جب تو یہ حرام ہوگا ورنہ پھر بھی بے جا بات ہے اس لئے مکروہ رہے گا اور اگر کسی صحیح مقصد کے لئے ہو تو جائز ہوگا۔ (کتاب الاذکار ص ۱۲۷)

ابن قتیبہ نے توریہ کی چند مثالیں سلف کے درمیان بھی پیش کی ہیں قابل مراجعت ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ بھی اسی فہرست میں شمار کیا ہے۔ (دیکھو از ص ۴۴ تا ۴۶)۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مبالغہ اگرچہ فی نفسہ کذب میں شمار نہیں مگر جب بے محل اور اپنی حد سے تجاوز کرجائے تو وہ بھی کذب کی تعریف میں آسکتا ہے مثلاً آپ نے کسی شخص کو صرف ایک بار بلایا ہو اور آپ اس سے یہ کہیں کہ ہم نے تجھے سینکڑوں بار بلایا۔ مگر تو نہیں آیا اب یہاں سینکڑوں بار کا لفظ اگرچہ بطریق مبالغہ ہی استعمال کیا گیا ہے مگر اس موقعہ پر یہ کذب شمار ہوگا۔ اس کو مبالغہ نہیں سمجھتے۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کذب میں عام ابتلا ہے لہٰذا اس سے بھی احتراز لازم ہے (دیکھو کتاب الاذکار ص ۲۲۵)

(باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

فَاَتَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرْتُهٗ اَنَّ الْقَوْمَ تَحَرَّجُوْا اَنْ يَّحْلِفُوْا وَحَلَفْتُ اَنَّهٗ اَخِيْ فَقَالَ صَدَقْتَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يَخْذُلُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ - (رواہ ابوداؤد واخرجہ احمد والشیخان وعن ابن عمر)۔

(۵۷۵) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اشْتَكٰى ابْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ قَالَ فَمَاتَ وَاَبُوْ طَلْحَةَ خَارِجٌ فَلَمَّا رَاَتْ اِمْرَاَتُهٗ اَنَّهٗ قَدْ مَاتَ هَيَّأَتْ شَيْئًا وَنَحَّتْهُ فِیْ جَانِبِ الْبَيْتِ فَلَمَّا جَاءَ اَبُوْ طَلْحَةَ

کچھ تامل سا کیا مگر میں نے قسم کھا کر کہدیا کہ یہ میرا بھائی ہے اس نے میری وجہ سے ان کو چھوڑ دیا جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان لوگوں نے تو قسم کھانے میں گناہ محسوس کیا مگر میں نے تو قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں آپ نے فرمایا تم نے سچ تو کہا ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہی ہوتا ہے وہ نہ اس کی حق تلفی کرتا ہے، نہ بروقت اس کی مدد کرنے سے پیچھے ہٹتا ہے اور نہ اس کو کسی مصیبت میں گرفتار کرسکتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۷۵) انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ کا ایک بچہ بیمار ہوا اور اس کا انتقال ہوگیا اس وقت یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ ان کی بی بی نے جب دیکھا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے تو اس کو نہلا دھلا کر مکان

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کذب بھی ایک قسم کی خیانت ہے۔ خیانت صرف ہاتھ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ انسانی تمام اعضا کی صفت ہوسکتی ہے۔ ہاتھ کی خیانت ناجائز مال حاصل کرنا۔ زبان کی خیانت واقع کے خلاف بات زبان سے نکالنا اور آنکھ کی خیانت خلاف شرع نظر اٹھانا ہے آیہ یعلم خائنۃ الاعین میں آنکھ کی اسی خیانت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایمان جب قلب میں سرایت کرجاتا ہے تو پھر رگ رگ میں امانت سماجاتی ہے اور عضو عضو سے خیانت نکل جاتی ہے۔ جب تک مومن کی رگ و پے میں اس طرح امانت سرایت نہیں کرتی وہ پورا مومن نہیں کہلاتا اسی لئے حدیث میں ہے۔ لا ایمان لمن لا امانۃ لہٗ۔

(۵۷۴) ایک موقعہ پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زبان مبارک سے بھی حضرت سارہ کے حق میں انہا اختی کا کلمۂ حق نکلا تھا وہ بھی ایک ظالم بادشاہ سے اپنی تحفظ ناموس و آبرو کی خاطر تھا اور بلاشبہ سچا تھا لیکن جب کسی کو اس قسم کے نازک مواقع پر کوئی صحیح نیت نہ آتی ہو تو وہ بیچارہ اپنے دامن تقدس کو سنبھالنے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا تھا انصاف کیجئے کہ مذکورہ بالا واقعہ میں اگر اخوت اسلامی کی بنا پر یہ قسم کھانے والا شخص نہ نکل آتا تو کیا ایک صحابی کا خون ناحق نہ بہا دیا گیا ہوتا، اسی لئے مفسدہ اور مصلحت کا علم نہایت اہم اور نازک ہے یہ بنا بر تو منکے پلے پڑ جائے تو نہ معلوم وہ کتنے ناحق خون کرا ڈالے اور بے دین سمجھدار کے ہاتھ آجائے تو مصلحت کے پردوں میں نہ معلوم وہ کتنے احکام اسلامیہ کی بساط الٹ دے۔

یہاں امام بخاریؒ نے بھی باب فی المعاریض لمندوحۃ عن الکذب رکھ کر اسی تحقیق کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے تحت میں حسب ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث میں اس کی بہت سی امثلہ ذکر فرمائی ہیں دیکھو (ص ۲۷ تا ۴۷)

(۵۷۵) صحیح مسلم میں اس واقعہ کی اتنی تفصیل اور مذکور ہے کہ جب صبح ہوئی تو ان کی بی بی نے پوچھا ابوطلحہ بتاؤ

Marfat.com

قال كيف الغلام قال هُدأت نفسه وأرجو أن يكون قد استراح وظن ابو طلحة أنها
صادقة قال فبات فلما أصبح اغتسل فلما أراد أن يخرج أعلمته أنه قد مات فصلى
مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم أخبر النبي صلى الله عليه وسلم بما كان منهما فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم لعل الله أن يبارك لكما في ليلتكما قال سفيان فقال رجل
من الانصار فرأيت تسعة أولاد كلهم قد قرؤا القرآن۔ (رواه البخاري)

(۵۷۶) عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكذب إبراهيم إلا
ثلاث كذبات ثنتين منهن في ذات الله قوله إني سقيم وقوله بل فعله كبيرهم هذا۔ وقال

ایک گوشہ میں رکھدیا۔ (شب میں) جب ابوطلحہ آئے تو انھوں نے پوچھا بچہ کی طبیعت کیسی ہے؟ یہ بولیں وہ خاموش ہوگیا ہے اور میرا خیال ہے کہ اب اسے بالکل آرام ہوگا۔ ابوطلحہ نے اپنی فہم کے مطابق یہ خیال کیا کہ بچہ صحتیاب ہوگیا ہوگا۔ (حالانکہ ان کا مقصد کچھ اور تھا) اور مطمئن ہو کر اپنی بی بی کے ساتھ ہمبستری کی جب صبح ہوئی تو غسل فرمایا جب باہر جانے لگے تو بی بی نے صاف بات کہدی کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی اس کے بعد ان کی بی بی کے واقعہ کی آپ کو اطلاع ہوئی آپ نے فرمایا کہ (اس کی حسن نیت) کی بدولت اس شب میں جو حمل اس کے استقرار پا گیا ہے امید ہے کہ اس میں بڑی برکت ہو۔ سفیان راوی حدیث کہتا ہے کہ ایک انصاری شخص نے بیان کیا کہ میں نے ان کی نو اولاد دیکھی ہیں سب کی سب حافظ تھیں۔ (بخاری شریف)

(۵۷۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی تمام عمر میں صرف تین مقامات پر توریہ سے کام لیا ہے جن میں دو تو خدا تعالیٰ ہی کی راہ میں ہیں۔ ایک ان کا

اگر کسی نے کسی کے پاس اپنی کوئی چیز بطور عاریۃ رکھی ہو پھر وہ اسے مانگ لے تو کیا اس شخص کو اس کے روکنے کا کوئی حق ہے انھوں نے کہا نہیں وہ بولیں تو پھر اپنے بچہ پر صبر کرو (وہ بھی خدا کی امانت تھی اس نے لے لی ہے) اس پر انھیں غصہ آیا اور فرمایا مجھے یہ پہلے کیوں نہ بتایا تھا کہ اس غم کے عالم میں ہمبستری نہ کرتا۔ اس حدیث سے عرب کے سلیقہ کا پتہ چلتا ہے کہ اس مہذب عورت نے شب میں دفعۃً ایسے اضطراب انگیز حادثہ کی خبر دینا بھی نامناسب سمجھی اور جھوٹ بولنا بھی گوارا نہ کیا اس لئے ایک ایسا ذومعنی فقرہ کہدیا جو اپنی جگہ درست بھی تھا اور اس کے شوہر کے لئے اس میں کسی اور معنے سمجھنے کی گنجائش بھی دی تھی۔

(۵۷۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں کواکب پرستی کا زور تھا ایک دن ان کی قوم نے عید منانے کے لئے باہر جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ ان کو بھی اپنے ہمراہ لیتے جائیں انھوں نے پہلے سے اپنے دل میں بتوں کے خلاف ایک اسکیم تیار کر رکھی تھی جب چلتے وقت انھوں نے اصرار کیا تو انھوں نے ان کے دستور کے مطابق پہلے تو فضا آسمان

Marfat.com

بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةُ إِذْ أَتَى عَلَى جَبَّارٍ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ هٰهُنَا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ مِنْ
أَحْسَنِ النَّاسِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةَ فَقَالَ لَهَا إِنَّ هٰذَا
الْجَبَّارَ إِنْ يَعْلَمْ أَنَّكِ امْرَأَتِي يَغْلِبْنِي عَلَيْكِ فَإِنْ سَأَلَكِ فَأَخْبِرِيهِ أَنَّكِ أُخْتِي
فِي الْإِسْلَامِ لَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَأُتِيَ بِهَا قَامَ إِبْرَاهِيمُ
يُصَلِّي فَلَمَّا دَخَلَتْ عَلَيْهِ ذَهَبَ يَتَنَاوَلُهَا بِيَدِهِ فَأُخِذَ وَيُرْوَى فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ
فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ ثُمَّ تَنَاوَلَهَا الثَّانِيَةَ فَأُخِذَ مِثْلَهَا
أَوْ أَشَدَّ فَقَالَ ادْعِي اللّٰهَ لِي وَلَا أَضُرُّكِ فَدَعَتِ اللّٰهَ فَأُطْلِقَ فَدَعَا بَعْضَ حَجَبَتِهِ فَقَالَ

قول انی سقیم (میں بیمار پڑنے والا ہوں) دوسرا بل فعلہ کبیرھم (یہ کام اس نے کیا ہے جو ان میں بڑا ہے) اور تیسرا اس وقت جبکہ وہ ایک دن سفر کر رہے تھے اور ان کی بی بی سارۃ ان کے ہمراہ تھیں راستہ میں ان کا ایک ظالم بادشاہ کے ملک سے گذر ہوا اس بادشاہ سے کسی نے ذکر کیا کہ آپ کی قلمرو میں ایک شخص آیا ہوا ہے اس کے ساتھ اس کی بی بی ہے اور وہ بڑی حسینہ ہے۔ یہ سن کر اس نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس اپنا آدمی بھیجا اس نے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون ہیں انھوں نے فرمایا میری بہن۔ اس کے بعد حضرت سارۃ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر یہاں کے بادشاہ کو یہ علم ہو گیا کہ تم میری بی بی ہو تو وہ تم کو مجھ سے زبردستی چھین لے گا لہذا اگر وہ تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ تم میری (اسلامی) بہن ہو کیونکہ اس خطہ زمین پر میرے اور تمہارے سوا اس وقت کوئی اور مومن نہیں ہے بادشاہ نے حضرت سارۃ کو بلا بھیجا وہ حاضر کر دی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز کے لئے کھڑے ہو گئے جب وہ اس کے سامنے پیش کی گئیں تو اس بدبخت نے بدنیتی سے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا فوراً اس کا گلا پکڑا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ گھٹ گیا یہانتک کہ وہ اپنے پیر پٹخنے لگا اور کہنے لگا میرے واسطے دعا کریں میں تجھے کچھ نہ ستاؤں گا۔ حضرت سارۃ نے دعا فرمائی فوراً وہ درست ہو گیا

کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا گویا انھیں بھی علم نجوم میں بڑا دخل تھا پھر ادھر ادھر دیکھ کر فرمایا کہ "انی سقیم" میں تو بیمار پڑنے والا ہوں۔ اب بھلا ایسا انسان کون سا ہے جو کبھی بیمار نہ پڑے۔ بات تو بالکل صاف اور سچی تھی لیکن وہ یہ سمجھے کہ انھوں نے یہ بات ستاروں کو دیکھ کر کہی ہے جب وہ چلے گئے تو ان کے پیچھے انھوں نے بتوں کو توڑ تاڑ برابر کیا واپس آ کر جب انھوں نے یہ ماجرا دیکھا تو اس وقت ان کے سوا ان اور کوئی نہ تھا اس لئے ان ہی سے اس کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے بڑی سادگی سے فرمایا کہ یہ کام تو اس کا معلوم ہوتا ہے جو ان سب میں بڑا ہے۔ یہ بات بھی بالکل صاف تھی کہ میں بڑا ہوں اور ظاہر ہے کہ انسان کو پتھر پر بھی قدرتی بندگی حاصل ہے مگر ایسا لفظ استعمال فرمایا جس کے یہ معنی بھی ہو سکتے تھے کہ سب سے بڑے بت کا کام ہے اس سے پوچھ دیکھو اس طریقہ سے ان کو قائل کرنا منظور تھا کہ جو بت

Marfat.com

إِنَّكَ لَمْ تَأْتِنِي بِإِنْسَانٍ إِنَّمَا أَتَيْتَنِي بِشَيْطَانٍ فَأَخْدَمَهَا هَاجَرَ فَأَتَتْهُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ مَهْيَمْ قَالَتْ رَدَّ اللّٰهُ كَيْدَ الْكَافِرِ فِي نَحْرِهِ وَأَخْدَمَ هَاجَرَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ تِلْكَ أُمُّكُمْ يَا بَنِي مَاءِ السَّمَاءِ۔ (متفق علیہ)

بدبخت نے پھر ہاتھ بڑھایا اور پہلے کی طرح پھر اس کا گلا گھٹنے لگا بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ وہ پھر چیخا میرے لئے دعا کریں تجھے کچھ نہ کہوں گا۔ حضرت سارہ نے دعا فرمائی فوراً وہ درست ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے ایک دربان کو بلا کر کہا تو میرے پاس کوئی انسان نہیں لایا کسی بلا کو لے آیا ہے اور رخصت کے وقت حضرت سارہؑ کی خدمت میں حضرت ہاجرہ کو پیش کیا۔ جب سارہ آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مشغول تھے اشارہ سے پوچھا کہو کیا حال رہا انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بدنیتی کا نتیجہ اس کو دکھا دیا اور اس نے ہاجرہ کو بطور نذر پیش کیا ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اے (پانی پر بسر کرنے والے) عرب یہ تمہیں تمہاری ماں۔ (متفق علیہ)

نہ اپنے آپ کو بچا سکیں اور نہ دوسرے کی مدد کو پہنچ سکیں اور نہ ایک حرف بول سکیں ان کی عبادت کتنی کتنی نامعقول بات ہے یہ دو واقعہ تو وہ تھے جو خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ تیسرا واقعہ بھی خالص دینی ہی معاملہ تھا عصمت ایک شرعی حق ہے اور اس کا بچانا بھی شرعی فرض ہے لیکن اس کا ایک گونہ تعلق خود ان کے ساتھ بھی تھا۔ یہ تینوں واقعات دینی اور دنیوی نظریہ سے جتنے اہم تھے اس کے لحاظ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے جو توریہ کے الفاظ استعمال فرمائے وہ شاہی شان کے قابل تھے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام کی بلند نظر میں یہ توریہ بھی ایک جھوٹ نظر آرہا تھا اور وہ ماں کے بھی اتنے نادم رہیں کہ مارے شرم کے محشر میں نظر بھی اونچی نہ کر سکیں اور جب اہل محشر ان کی خدمت میں شفاعت کے لئے حاضر ہوں تو وہ یہ عذر کردیں کہ مجھ سے دنیا میں تین جھوٹ سرزد ہو چکے ہیں آج بھلا میں اس قابل کہاں۔ بہرحال جب اس پیکر حق و صداقت کی نظروں میں اس توریہ کو کذب سمجھا گیا تو ان کے سب سے لائق فرزند رسول جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہوا کہ وہ دنیا میں تشریف لاکر اپنے والد بزرگوار کی اس عظمت کو ظاہر کردیں کہ جن کو وہ روز محشر کذب تعبیر فرمائیں گے اول تو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھے پھر ان کی حقیقت بھی اتنی تھی اس لئے حدیث میں اس توریہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظوں میں کذب ہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض علماء کو یہ شکل پیش آگئی ہے کہ جب ان کی حقیقت صرف توریہ تھی تو پھر حدیث میں ان پر کذب کا اطلاق کیوں ہوا۔ اور ذرا سے اس عقلی شبہ کی بنا پر انہوں نے ایک متفق علیہ حدیث کا انکار کردیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنے شان کے نامناسب سمجھ کر اپنے حق میں ان کو کذب شمار کیا تھا تو حدیث میں بھی اس نقطہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے تاکہ صفائی جرم سے قبل فرد جرم معلوم ہو جائے اس کے بعد یہ واضح کردیا جائے کہ جن واقعات کی حقیقت صرف ایک مستحسن توریہ ہو وہ بھی بانی ملت حنفیہ کی نظر میں کتنی اہمیت اختیار کر گئے تھے حتیٰ کہ محشر میں بھی ان کی نظریں نیچی تھیں ان کے علاوہ انبیاء علیہم السلام میں سے جس جس نے بجائے اپنی تقصیرات کا ذکر کرکے شفاعت کا انکار کیا ہے وہ سب اسی درجہ کی تقصیرات تھیں کہ اگر ان حضرات کے سوا کسی اور بشر سے سرزد ہوتیں تو وہاں کو نیکی کے درجہ میں ایک درخشندہ حسنہ شمار کیا تھا اس سے زیادہ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ والعاقل تکفیہ الاشارہ۔

Marfat.com

(۵۷۷) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ قُرَادٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُهٗ يَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِهٖ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَحْمِلُكُمْ عَلٰى هٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يُّحِبَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَوْ يُحِبَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَلْيَصْدُقْ حَدِيْثَهٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ اَمَانَتَهٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْيُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهٗ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۵۷۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔ (رواہ مسلم)

(۵۷۹) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَتَمَثَّلُ فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ فَيَأْتِي الْقَوْمَ

(۵۷۷) عبدالرحمٰن بن قراد بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو صحابہ کرام آپ کے وضو کا پانی لے لیکر اپنے جسموں پر ملنے لگے، آپ نے پوچھا تم یہ حرکت کیوں کر رہے ہو؟ انھوں نے عرض کیا صرف خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کے جذبہ میں اس پر آپ نے فرمایا۔ اچھا تو جس کو یہ بات اچھی معلوم ہو کہ وہ ٹھیک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خود اس سے محبت کرنے لگیں تو اسے چاہیے کہ جب بات کیا کرے تو سچی بات کیا کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو پورا پورا ادا کیا کرے اور جو شخص بھی اس کا پڑوس اختیار کرے یہ اس کے ساتھ اچھا ہی معاملہ کیا کرے۔ (شعب الایمان)

(۵۷۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے جھوٹ بولنے کے لئے اتنی سی بات کافی ہے کہ وہ جو سن پائے اسی کو (قبل تحقیق) دوسروں سے نقل کردے۔ (مسلم)

(۵۷۹) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (بعض مرتبہ) شیطان لوگوں کے

(۵۷۷) حدیث بالا میں محبوب رب العالمین نے خود دین راہ محبت کو سالک بننے کی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارا یہ جذبہ محبت بیشک بہت مبارک ہے مگر راہ محبت صرف جذبہ سے طے نہیں ہوگی۔ اس کے لئے سلوک بھی درکار ہے وہ چند ذہنی صفات اختیار کرنے سے ہوگی جن میں سب سے پہلی صفت صدق اور راست گوئی ہے۔ دوسری صفت امانتداری اور تیسری خدا تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ ہمدردی ہے اس صفت میں سب سے زیادہ نمایاں یہ ہے کہ جو شخص بھی تمہاری دیوار کے سایہ کے نیچے آجائے وہ کسی تفریق کے بغیر تمہاری ہمدردی کا مرکز بن جائے۔ ان تین صفتوں کے بالمقابل جو صفتیں ہیں وہ مومن کی نہیں منافق کی صفتیں ہیں جیسا کہ نفاق کے باب میں آئندہ آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

(۵۷۹) حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ عام گفتگو بات میں اور خاص کر حدیث رسول سننے میں بڑی احتیاط لازم ہے۔ جو شخص

Marfat.com

فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيْثِ مِنَ الْكِذْبِ فَيَتَفَرَّقُوْنَ فَيَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْهَهٗ وَلَا اَدْرِيْ مَا اسْمُهٗ يُحَدِّثُ۔ (رواہ مسلم)

(۵۸۰) عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ لِاَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ اَوْ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ لِاَبِیْ مَسْعُوْدٍ مَا سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِيْ زَعَمُوْا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ۔ (رواہ ابوداؤد وقال ان ابا عبد اللہ حذیفۃ)

الكف عن الفتك

(۵۸۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ قَيْدُ الْفَتْكِ

سامنے ایک آدمی کی شکل بنا کر آتا ہے اور ان سے ایک جھوٹی بات کہدیتا ہے جب وہ اس مجلس سے اِدہر اُدھر جاتے ہیں تو ان میں کا کوئی شخص کہتا ہے کہ (آج) میں نے ایک آدمی کو یہ بات کہتے خود سنا تھا جس کو میں شناخت تو کر سکتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا کیا تھا۔ (مسلم)

(۵۸۰) ابو مسعودؓ اور حذیفہؓ نے باہم ایک گفتگو میں یہ سوال کیا۔ (راوی کو شک ہے کہ یہ سوال کس نے کیا، ابو مسعودؓ نے حذیفہؓ سے یا حذیفہؓ نے ابو مسعودؓ سے) کہ آپ نے کلمہ زعموا (لوگوں کا گمان ہے) کے متعلق رسول اللہ سے کیا سنا ہے انھوں نے جواب دیا کہ یہ کلمہ بے تحقیق باتوں کے چلتا کرنے کا بہت بُرا ذریعہ ہے۔ (ابو داؤد)

اچانک قتل کرنے سے بچنا

(۵۸۱) ابو ہریرۃؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان بے تحقیق اور اچانک قتل کرنے کا

حدیث بیان کرنے سے پہلے اس کے متعلق پوری تحقیق کر لینی چاہیے وہ کون ہے سچا ہے یا جھوٹا ہے بے تحقیق بات کو چلتا کر دینا بے وجہ اشاعت کذب کا موجب ہوتا ہے۔ اب رہا شیطان کا تمثل تو جو لوگ عالم ارواح کی کیفیات کا کچھ علم رکھتے ہیں ان کے نزدیک یہ بدیہیات میں سے ہے اور جو اس کے اب تک منکر ہیں ان سے یہاں خطاب لا حاصل ہے۔

(۵۸۰) ابن قتیبہ نے مختلف الحدیث میں اور امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس روایت پر طویل کلام کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک کسی بات کا خود یقین نہ ہو جائے اس وقت تک صرف اپنی گردن کو دروغگوئی سے رہا کرنے کے لئے اس کو لوگوں کی طرف نسبت کر کے بیان کر دینا کافی نہیں۔ شریعت کی نظر میں یہ بھی قابلِ مواخذہ ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کذب اور اشاعت کذب کی شرعاً کتنی اہمیت ہے۔

(۵۸۱) قتل کرنا کوئی کار ثواب نہیں اور اچانک قتل کر ڈالنا جس میں گناہ وبے گناہ کی کوئی تحقیق نہ ہو اور ایمان و کفر

Marfat.com

لَا يَفْتِكُ مُؤْمِنٌ (رواہ ابوداؤد)

لا یفرک مؤمن مؤمنۃ

(۵۸۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَفْرَکُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَۃً اِنْ کَرِہَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا اٰخَرَ۔ (رواہ مسلم)

مومن کے ہاتھوں کی ہتھکڑی بن جاتا ہے۔ مومن کبھی اچانک قتل کر سکتا ہی نہیں۔ (ابوداؤد)

مومن مرد کا مومنہ بی بی سے بغض نہ رکھنا

(۵۸۲) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد مومن کی یہ شان نہیں کہ وہ اپنی مومنہ بی بی سے بغض رکھے اگر اس کی ایک عادت اسے ناپسند ہوگی تو دوسری پسندیدہ بھی ہوگی۔ (مسلم)

کی کوئی تیز نہ ہو تو انتہائی درندگی اور بدترین قسم کی معصیت ہے۔ مومن قتل کے معاملہ میں کبھی جری نہیں ہوتا بعض مرتبہ حالت جنگ میں اس کا دل بے اختیار چاہتا ہے کہ وہ اپنے کافر دشمن کا سر اڑا دے اگرچہ وہ اظہار بار بھی کلمۂ اسلام پڑھتا رہے لیکن اس کا ایمان آکر اس کے ہاتھوں کی قید بن جاتا ہے۔ وہ قتل کرنا چاہے بھی تو وہ ان کو چلنے نہیں دیتا۔ جب حالت جنگ میں اس کی تلوار اتنی مقید ہے تو عام حالات میں بھلا وہ کہاں بیباک ہو سکتی ہے صحابہ کرام کے جنگی کارنامے پڑھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ جہادوں میں جو تلواریں نیام سے نکلنے کے بعد نیام میں جانتے نہیں تھی تھیں جب مسلمانوں میں باہمی جنگ شروع ہوگئی تو وہی تلواریں نکالنے سے بھی باہر نہ نکلتی تھیں اگر کافر مسلمان اس ایک حدیث کو سمجھ لیتے تو اسلام کی طرف جوابدہی کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہو جاتی۔

(۵۸۲) حسن معاشرت شریعت میں ایک بہت بڑا باب ہے اور اس میں میاں بی بی کی معاشرت کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہے حتی کہ اس کی تحسین و تکمیل کو شریعت نے انسان کے ایمانی کمال کا معیار قرار دیدیا ہے گویا اس سے تغافل برتنا مومن کی شان ہی نہیں ہو سکتی اور اس کی تسلی کے لئے یہ موثر اور مختصر اصول بتا دیا ہے کہ ایک انسان میں اگر کچھ خوبیاں بھی ہوں تو اس کی برائیاں قابل چشم پوشی ہونی چاہئیں یہی مقتضائے انصاف ہے۔ ایسا کون ہوگا جس میں کوئی بھلائی نہ ہو۔ پس ایک شوہر کے لئے یہ امر قابل تسلی ہونا چاہئے کہ اس کی بی بی میں کچھ خوبیاں بھی تو ہیں مگر یہ واضح رہے کہ یہ حسن معاشرت اسی حد تک ہے جب تک بی بی مومنہ کا مصداق ہے اگر وہ اس لقب سے نکل کر فاسقہ یا فاجرہ بن چکی ہے تو اس کے احکام اب دوسرے ہیں۔

Marfat.com

لا يروع مسلما لاعبا وجادا

(۵۸۳) عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن رجال من الصحابۃ ان الصحابۃ کانوا یسیرون مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنام رجل منھم فانطلق بعضھم الی حبل معہ فاخذہ ففزع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یروع مسلما۔ (اخرجہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی قال الذین العراقی حدیث حسن ورمز السیوطی لصحتہ)

(۵۸۴) عن الواقدی قال اول مشھد شھدہ زید بن ثابت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخندق وھو ابن خمس عشرۃ سنۃ وکان ممن ینقل التراب یومئذ مع المسلمین وغلبتہ عیناہ یومئذ فرقد فجاء عمارۃ بن حزم فاخذ سلاحہ وھو لا یشعر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لہ علم بسلاح ھذا الغلام فقال عمارۃ بن حزم یا رسول اللہ انا اخذتہ فردہ فنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یروع المؤمن او ان یؤخذ متاعہ لاعبا ولا جادا۔ (اخرجہ ابن عساکر)

کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان نہ کرنا

(۵۸۳) عبدالرحمٰن بن ابی لیلی متعدد صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ کے صحابہ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ شب کے وقت سفر کر رہے تھے (جب کسی مقام پر قافلہ ٹھہرا) تو ان میں ایک شخص اٹھا اور دوسرے شخص کی رسی جو وہ اپنے ساتھ لیکر (سو رہا) تھا اٹھالی اور اس طرح (مذاق میں) اس کو پریشان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو (ہنسی مذاق میں بھی) پریشان کرے۔ (احمد، ابوداؤد)

(۵۸۴) واقدی بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلا غزوہ جس میں زید بن ثابت شریک ہوئے، غزوہ خندق تھا اس وقت ان کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ عام مسلمانوں کے ساتھ یہ بھی (خندق کھودنے اور) مٹی ڈھونے کی خدمت انجام دے رہے تھے اتفاقاً انھیں نیند آگئی اور یہ سو رہے۔ کہیں عمارہ بن حزم (ادھر) آنکلے اور ان کی بے خبری میں (چپکے سے) ان کے ہتھیار لے لئے۔ (جب وہ بیدار ہوئے تو آپ کی خدمت میں آکر ماجرا بیان کیا) آپ نے پوچھا اس نوجوان کے ہتھیاروں کی کسی کو خبر ہے؟ اس پر عمارہ بن حزم بولے یا رسول اللہ جی ہاں، میں نے لے لیے ہیں اور فوراً ان کو واپس کر دیئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمادی کہ (آئندہ) کسی مومن کو ڈرایا جائے اور ہنسی میں یا واقعی طور پر کسی کا کوئی سامان لیا جائے۔ (ابن عساکر)

Marfat.com

حقوق المسلم

(۵۸۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَیْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِیَّاهُ۔ (متفق علیہ)

(۵۸۶) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَدَكُمْ مِرْاٰةُ اَخِیْهِ فَاِنْ رَاٰی بِهٖ اَذًی فَلْیُمِطْ عَنْهُ رواہ الترمذی وضعفہ وفی روایتہ ولابی داؤد اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ یَكُفُّ عَنْهُ ضَیْعَتَهٗ وَیَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ۔

مسلمانوں کے حقوق

(۵۸۵) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مسلمان بھائی کی ہر حال میں مدد کیا کرو۔ خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ مظلوم ہونے کی حالت میں تو میں اس کی مدد کرتا ہوں، ظالم ہونے کی صورت میں اس کی کیسے مدد کروں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہ اس کو ظلم کرنے سے روکو، کیونکہ ظالم کو ظلم کرنے سے روک دینا بس یہی اس کی مدد کرنی ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۸۶) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں ہر شخص اپنے بھائی مسلمان کے لئے آئینہ کی مثل ہونا چاہئے پس اگر وہ اس میں کوئی عیب کی بات دیکھے تو اس کو چاہئے کہ اس کا ازالہ کرے (ترمذی) ابوداؤد میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور مومن مومن کا بھائی ہوتا ہی جو لت اس کے نقصان کی ہو وہ اس کو روکتا ہے اور اس کی غیبت میں اس کی نگرانی کیا کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

(۵۸۶) بعض علماء نے اسی حدیث کا مضمون حسب ذیل اشعار میں بصورت نظم یوں ادا کیا ہے۔

صدیقی مرٰاۃ امیط بہا الاذی ۔۔۔ وعضب حسام ان منعت حقوقی

میرے لئے میرا دوست آئینہ کی طرح ہے جسے دیکھ کر میں اپنی بدنمائی کی اصلاح کر لیتا ہوں اور ایک تیز تلوار کی طرح ہے جبکہ کوئی شخص میرے حقوق ادا کرنے سے انکار کرے۔

وان ضاق امرٌ اوالمّت ملمّۃٌ ۔۔۔ لجأت الیہ دون کل شقیق

اگر کوئی ایسا وقت آجائے یا مصیبت پیش آجائے تو میں اپنے حقیقی بھائی کو چھوڑ کر اس کی پناہ لیتا ہوں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح آئینہ انسان کے عیوب دکھا کر اس کی اصلاح کا موجب ہوتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کے لئے ہونا چاہئے۔

Marfat.com

(۵۸۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ)

(۵۸۸) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلٰثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ فَقَدِ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِنْ لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَاءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسَلِّمُ مِنَ الْهِجْرَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۵۸۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَيُجِيْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ اِذَا لَقِيَهٗ وَيُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ۔ (ذکرہ صاحب المشکوۃ بروایۃ النسائی)

(۵۸۷) ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے نہ اس کو کسی مصیبت میں ڈال سکتا ہے۔ جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے اور جو کسی مسلمان کی کوئی مشکل آسان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں اس کی مشکل آسان کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی آخرت کے دن اس کی پردہ پوشی فرما لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

(۵۸۸) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو یہ اجازت نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مومن بھائی سے بات چیت کرنا بند کر دے اگر اس درمیان میں اس کو ملاقات کی نوبت نہ آئے تو اسے چاہیے کہ قصداً اس سے ملاقات کرے اور اس کو سلام کرے اب اگر وہ اس کے سلام کا جواب دیدے تو دونوں ثواب میں شریک ہو گئے ورنہ تو گناہ اسی کے سر رہے گا اور سلام کرنے والا گناہ سے بری الذمہ ہو جائے گا۔ (ابوداؤد)

(۵۸۹) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں، بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے، اگر بلائے تو اس کے یہاں چلا جائے، ملاقات ہو تو اس کو سلام کرے، چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے اور حاضر و غائب یکساں اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔ (نسائی)

(۵۸۷) حدیث میں جزاء من جنس العمل کا ایک بہت بڑا وسیع باب ہے یہ حدیث بھی اسی باب کی ایک جزئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عمل اور اس کی جزاء میں صورۃً بھی تناسب کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ جیسا انسان عمل کرتا ہے اس کی جزاء بھی اسی عمل کے مناسب اس کو دی جاتی ہے۔

Marfat.com

توقیر المسلم

(۵۹۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَیَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

(۵۹۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَکْرَمَ شَابٌّ شَیْخًا مِنْ اَجْلِ سِنِّہٖ اِلَّا قَیَّضَ اللّٰہُ لَہٗ عِنْدَ سِنِّہٖ مَنْ یُکْرِمُہٗ۔ (رواہ الترمذی)

(۵۹۲) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلِ الْقُرْاٰنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ

مسلمانوں کا اکرام

(۵۹۰) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے، بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے وہ ہمارے مشرب کا انسان نہیں۔ (ترمذی)

(۵۹۱) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نوجوان کسی بوڑھے شخص کی صرف اس کے بڑھاپے کی خاطر تعظیم نہیں کرتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے بھی ایسا شخص مقدر فرما دیتا ہے جو اس کی ضعیفی میں اس کی تعظیم کرتا ہے۔ (ترمذی)

(۵۹۲) ابوموسیٰؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی تعظیم کرنا اور ایسے حافظ قرآن کی جو اس میں افراط و تفریط سے کام نہ لے۔ یہ در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تعظیم کرنے میں شامل ہے

(۵۹۰) اسلام میں چھوٹے کا حق شفقت اور بڑے کا تعظیم مقرر کیا گیا ہے رہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو یہ ایک عام اسلامی حق ہے اس میں چھوٹے بڑے کی قید نہیں صرف اسلامی شرکت کافی ہے۔

(۵۹۲) وہ حافظ جو قرآن شریف کے بارے میں اور وہ بادشاہ جو عدل و انصاف میں راہ اعتدال پر قائم ہو خدا تعالیٰ کی صفت کلام اور اس کی صفت عدل کے خاص مظہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان جو خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری میں بوڑھا ہو گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص مورد ہوتا ہے۔ اس لئے ان تینوں کا اکرام حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام کرنے میں شامل ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ بندہ براہ راست خدا تعالیٰ کا اکرام کرنے میں تو فطرۃً پس و پیش نہیں کرتا شیطان کو بھی حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے کوئی انحراف نہ تھا ہاں اس کو کچھ تامل ہوتا ہے تو اپنے ہم جنس کے اکرام میں ہوتا ہے۔ اس لیے اس اسلوب بیان میں اس کی فطرت کو اپنے ہم جنس کے اکرام کرنے پر اس طرح ابھارا گیا ہے کہ اس اکرام کو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اکرام میں شمار کرے کیونکہ حافظ کے اکرام میں خدا کے کلام کا اکرام اور منصف بادشاہ کے اکرام میں خدا تعالیٰ

Marfat.com

السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۳) عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ شَرِیْكٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاجًّا فَکَانَ النَّاسُ یَأْتُوْنَہٗ فَمِنْ قَائِلٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سَعَیْتُ قَبْلَ اَنْ اَطُوْفَ اَوْ اَخَّرْتُ شَیْئًا اَوْ قَدَّمْتُ شَیْئًا فَکَانَ یَقُوْلُ لَا حَرَجَ اِلَّا عَلٰی رَجُلٍ اِقْتَرَضَ عِرْضَ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ وَّھُوَ ظَالِمٌ فَذٰلِكَ الَّذِیْ حَرِجَ وَھَلَكَ۔ (رواہ ابوداود)

(۵۹۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یَحْقِرُہٗ۔ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا وَیُشِیْرُ اِلٰی صَدْرِہٖ ثَلٰثَ مِرَارٍ بِحَسْبِ امْرِءٍ

اسی طرح اس بادشاہ کی تعظیم کرنا بھی جو منصف ہو۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

(۵۹۳) اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لئے آیا تھا (میں نے کیا دیکھا) کہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں پھر کوئی تو یہ پوچھ رہا ہے کہ میں نے طواف سے پہلے سعی کر لی ہے یا فلاں کام پہلے کر لیا فلاں بعد میں کر لیا ہے (تو اب مجھے کیا کرنا چاہئے) آپ نے سب کے جواب میں یہی فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اس میں بھی کچھ حرج نہیں۔ حرج تو بس اس میں ہے کہ ظلم کی راہ سے اپنے ایک مسلمان بھائی کی آبرو ریزی کرے۔ یہ ہے وہ شخص جو حرج میں پڑ گیا اور ہلاک ہو گیا۔ (بخاری شریف)

(۵۹۴) ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان مسلمان سب بھائی بھائی ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر نہ ظلم کر سکتا ہے نہ بروقت اس کی امداد سے دست کش ہو سکتا ہے اور نہ اس کی تحقیر کر سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے سینہ کی طرف تین بار اشارہ کر کے فرمایا (کہ تقویٰ صرف ظاہری افعال میں منحصر نہیں) اصل تقویٰ یہاں ہے (اس لئے دل کا حال بھی دیکھنا چاہئے) برائی کے لئے بس اتنی ہی

خلیفہ عدل کا اکرام ہے ــــ رہا بوڑھا مسلمان تو اس میں ایک خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور نیت کی گنجائش ہی نہیں اس تعلیم میں ایک بڑی گہری حکمت یہ ہے جس قوم کے عادل بادشاہ امراء اس کے دین کے حاملین اور اس کے کمزور کرم و معزز رہ کر زندگی بسر کریں گے۔ وہ قوم کبھی دنیا میں ذلت کی زندگی بسر نہیں کر سکتی۔ ذلت کی ابتداء ان ہی تین گوشوں سے ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کچھ نہیں رہتا اس لیے جو حرکت بھی کرتا ہے اسی کے لئے کرتا ہے اسی کا نام مرتبہ احسان ہے

(۵۹۴) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں عزت و احترام صرف ایک اللہ اور اس کے رسول یا ہر مسلمان کا حق ہے اس کی جان ہی کا نہیں بلکہ اس کی آبرو اور اس کے مال کا بھی جو شخص اس کے خلاف ایک قدم بھی اٹھاتا ہے وہ معمولی مجرم نہیں بلکہ ایک طرح نصب العین کا مخالف ہے حتیٰ کہ ترمذی اور نسائی کی ایک حدیث میں ہے

Marfat.com

مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهٗ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ (رواہ مسلم)

(۵۹۵) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ قَاعِدًا فَتَزَحْزَحَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فِی الْمَکَانِ سَعَةً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلْمُسْلِمِ لَحَقًّا اِذَا رَاٰهُ اَخُوْهُ اَنْ یَّتَزَحْزَحَ لَهٗ۔ ر

بات بہت کافی ہے کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو ذلیل اور حقیر سمجھو یاد رکھو کہ ہر مسلمان پورا کا پورا قابل احترام ہوتا ہے اس کی جان بھی، اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔ (مسلم)

(۵۹۵) واثلہ بن الخطاب روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے آپ نے اس کے احترام میں اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی وہ بولا یا رسول اللہ (آپ تکلیف نہ فرمائیے) صف میں کافی گنجائش ہے۔ آپ نے فرمایا (میرا حرکت کرنا جگہ کی تنگی کی وجہ سے نہیں) بلکہ مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان بھائی اس کے پاس آئے تو اس کے احترام میں وہ تھوڑی سی حرکت کر جائے۔ (بیہقی)

کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا کا فنا ہو جانا بھی معمولی بات ہے۔ ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ ایک احمقانہ خیال ہے کہ اسلام پستی و ذلت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہاں نرمی و تواضع اور تکبر و ذلت کے مابین فرق نہیں کیا گیا۔ اب اگر کسی فرقہ کے طرز عمل سے تم کو یہ شبہ ہو گیا ہے تو اس کی ذمہ داری اسلام پر نہیں اس پر ہے اور اگر عزت کے مفہوم سمجھنے میں تم ہی نے غلطی کھائی ہے تو پھر اس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ عزت وہ نہیں جو دنیا کی کسی برآوردہ قوم کی نظروں میں عزت شمار ہو جائے بلکہ دراصل عزت وہ صحیح اخلاق و ملکات ہیں جو انسان کی علمی و عملی قوت کے ثمرات ہو سکتے ہیں ان ہی سے انسان کے ظاہر و باطن کو عزت حاصل ہو سکتی ہے اور یہی اسلام کی نظر میں بھی عزت کا موجب ہیں صرف کسی متغلب قوم کے آداب و معاشرت اختیار کر لینے کا نام عزت نہیں ہے۔ سوچو کہ قومی سربلندی کے لئے اس سے بڑھ کر سبق اور کیا ہو سکتا ہے کہ تحقیر مسلم کو مذہب کی سب سے سخت وعید قرار دے دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم میں باہم ایک دوسرے کی عزت کرنے کی عادت نہیں ہوتی وہ دوسروں کی نظروں میں بھی معزز نہیں ہو سکتی اس لئے اسلام یہ تاکید کرتا ہے کہ تم باہم ایک دوسرے کی عزت کرنا اپنا اولین فرض سمجھو تاکہ خود بخود دنیا کی نظروں میں معزز بن جاؤ۔ رہبانیت کا دور ختم ہوا یہ دین محمدی کا دور ہے اب تم میں حاکمیت اور عزت کے جذبات پیدا ہو جانے چاہئیں۔ خود باعزت بنو اور دنیا کو عزت کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دو تاکہ دنیا کی خلقت کا مقصد پورا ہو اور خدا کی دی ہوئی عزت سے تمام جہان معزز بن جائے۔

(۵۹۵) انبیاء علیہم السلام کا طریق تعلیم سب عملی ہوتا ہے صرف زبانی نہیں ہوتا۔ سلام سے ہر کہ کرام مسلم اسلام کی سب سے اہم تعلیم ہے اب خواہ وہ باپ دادا، والد، دوست، بھائی بھائی ہو یا اجنبی سب کے ساتھ اکرام کے طور طریق کیا ہیں اس کے لئے مفصل ابواب کو دیکھنا چاہئے۔

Marfat.com

(۵۹۶) عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من اربی الربوا الاستطالۃ فی عرض المسلم بغیر حق۔ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

(۵۹۷) عن خالد بن معدان عن معاذ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ یعنی من ذنب قد تاب منہ (رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب ولیس اسنادہ بمتصل لان خالدا لم یدرک معاذ بن جبل)

(۵۹۸) عن معاذ بن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حمی مؤمنا من منافق بعث اللہ ملکا یحمی لحمہ یوم القیامۃ من نار جہنم ومن رمی مسلما

---

(۵۹۶) سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایک سود تو تم جانتے ہی ہو لیکن) سب سے بدتر سود مسلمان کی عزت برباد کرنے میں ناحق زبان چلانا ہے۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

(۵۹۷) خالد بن معدان معاذ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے مسلمان بھائی کو کسی بری حرکت پر عار دلائی تو وہ اس وقت تک ہرگز نہیں مرے گا جب تک کہ اسی حرکت کو خود بھی نہ کرے۔ راوی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہاں اُس حرکت پر عار دلانا مراد ہے جسے وہ غلطی سے کرگزرا تھا اور اس پر اظہار ندامت اور توبہ بھی کرچکا تھا (توبہ کے بعد اب پھر عار دلانا اخوت اسلامی کے خلاف ہے)۔ (ترمذی)

(۵۹۸) معاذ بن انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مؤمن کو کسی منافق کی نکتہ چینی سے بچایا اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا کہ وہ قیامت میں اس کے

---

(۵۹۶) اس اسلوب بیان میں ایک طرف مسلمان کے آبرو کی حفاظت کی ترغیب دینا تو ظاہر ہی ہے مضمون ہے دوسری طرف اس کی آبروریزی کو سود سے تشبیہ دے کر سود کی حرمت کو پورے طور پر ذہن نشین کرنا بھی ایک اہم مقصد ہے۔ گویا دین میں یہ ایسی قابل نفرت چیز ہے کہ جب کسی بات سے روکنا منظور ہو تو اس سے ممانعت کے لئے سب سے قابل نفرت مثال ہو سکتی ہے وہ سود کی ہے۔

(۵۹۷) حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں پر جب ندامت کے آثار ظاہر ہونے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پیش قدمی کر کے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لنا ولکم۔ خدا مجھے اور تمہیں معاف کرے اب میں تمہیں ملامت کرنا نہیں چاہتا۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب غلام پر حد جاری کردی جائے تو اس کے بعد (ولا یثرب) اب اس کو ملامت نہ کرو۔ اس حدیث کی شرح اور طرح بھی کی گئی ہے۔

(باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

يَشِيْنُ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۵۹۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَعِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَنَادٰى بِصَوْتٍ رَفِيْعٍ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ مَنْ اَسْلَمَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ يُفْضِ الْاِيْمَانُ اِلٰى قَلْبِهٖ لَا تُؤْذُوا الْمُسْلِمِيْنَ وَلَا تُعَيِّرُوْهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّبِعْ عَوْرَةَ اَخِيْهِ الْمُسْلِمِ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ وَمَنْ يَّتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ يَفْضَحْهُ وَلَوْ فِيْ جَوْفِ رَحْلِهٖ۔ (رواہ الترمذی)

گوشت کو آتشِ دوزخ سے بچائے گا اور جس نے کسی مسلمان پر عیب لگانے کیلئے کوئی تہمت رکھی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جانے نہیں دیگا اور پل صراط پر روکے رکھے گا جب تک کہ وہ اس کی سزا نہ بھگت لے۔ (ابوداؤد)

(۵۹۹) ابن عمر روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا اے وہ جماعت جن کا اسلام صرف زبانوں پر ہے اور ابھی دلوں میں نہیں اترا (دیکھو) مسلمانوں کو تکلیف نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ، اور ان کے عیب جوئی کے درپے نہ ہو کیونکہ جو شخص اپنے بھائی کی عیب جوئی کے درپے ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے درپے ہوجائے گا اور (یہ ظاہر ہے) کہ جس کی عیب جوئی کے خدا درپے ہوگا پھر (وہ کہاں چھپ سکتا ہے) وہ اس کو رسوا کر کے چھوڑیگا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر کیوں نہ بیٹھ رہے۔ (ترمذی)

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) خلاصہ یہ کہ توبہ کے بعد اس گناہ پر عار دلانے کا تمہیں کیا حق ہے جبکہ صاحب حق ہی اس سے درگذر کر چکا پھر نفسیاتی لحاظ سے اس کا اثر ایک مجرم کی نظر میں اس کے جرم کی اہمیت کو کم کرنا ہے اور اپنے حق میں بدخلقی کا ثبوت ہے شریعت چاہتی ہے کہ تم بار بار عار دلا کر اس کو بے غیرت نہ بناؤ اور جب مقصد حاصل ہوچکا تو اب اس فضول تذکرہ سے اپنی بداخلاقی کا ثبوت بھی نہ دو۔

(۵۹۸) احادیث سے ثابت ہے کہ پل صراط سے گذر کر جنت سے قبل ایک مختصر پل اور ہے اس پر کچھ لوگوں کو روک لیا جائے گا اور جو سزا اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے لئے مقدر ہے یہاں اس کو بھگتا کر جنت میں داخلہ کی اجازت دیجائیگی اہل جنت کو بھی باہم قلوب کی رنجشیں یہاں صاف کرلینی ہوں گی اسی لئے دنیا میں صاف سینہ رہنا بہت مفید ہے۔ باہمی عداوت کے نتیجہ میں جنت سے نکلنا ہوا تھا اسی عیب کو پھر ساتھ لیکر جانا کیسے ہوسکتا ہے۔ قلنا اھبطوا منھا جمیعا بعضکم لبعض عدو۔

(۵۹۹) انسان کمزوریوں کا مجموعہ ہے ایسا کون شخص ہے جس کے احوال کا تفقد کیا جائے تو اس میں کوئی نہ کوئی عیب اخفائی نہ نکل آئے اس لئے شریعت نے اس عادت ہی کو مذموم قرار دیدیا ہے پس اگر کسی شریف الطبع انسان سے کوئی لغزش ہوجائے تو اس سے چشم پوشی کرلینی چاہئے لیکن اگر کوئی بدطینت ان دیدہ دانستہ بیحیائی کا عادی ہوچکا ہے تو اس کے لئے سنت ستر نہیں ہے اس کے جرم سے چشم پوشی کرنا خود جرم ہے اس کا معاملہ حکومت تک پہنچا دینا چاہئے تاکہ وہ اس کی مناسب پاداش کو پہنچ جائے۔ حدیث کے لفظ "اتباع عورت" اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قابل مذمت بات یہ ہے کہ کسی کو رسوا کرنے کیلئے اس کے عیوب کے پیچھے لگ جانا۔ کھلے ہوئے جرم کا معاملہ بالکل جداگانہ ہے مجرم کسی رحم کا مستحق نہیں۔

Marfat.com

(۶۰۰) عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اِمْرَءٍ مُسْلِمٍ یَخْذُلُ اِمْرَأً مُسْلِمًا فِی مَوْضِعٍ یُنْتَھَکُ فِیْہِ حُرْمَتُہٗ وَیُنْتَقَصُ فِیْہِ مِنْ عِرْضِہٖ اِلَّا خَذَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَوْطِنٍ یُحِبُّ فِیْہِ نُصْرَتَہٗ وَمَا مِنْ اِمْرَءٍ مُسْلِمٍ یَنْصُرُ مُسْلِمًا فِی مَوْضِعٍ یُنْتَقَصُ مِنْ عِرْضِہٖ وَیُنْتَھَکُ فِیْہِ مِنْ حُرْمَتِہٖ اِلَّا نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی مَوْطِنٍ یُحِبُّ فِیْہِ نُصْرَتَہٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۶۰۱) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یَرُدُّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْہِ اِلَّا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَرُدَّ عَنْہُ نَارَ جَھَنَّمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (رواہ فی شرح السنہ)

(۶۰۰) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد کرنے سے ایسے موقعہ پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جاری ہوں اور اس کی آبروریزی کی جاری ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے (نازک) مقام پر اس کی اعانت اور نصرت ترک کر دیتا ہے جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی شخص اس کی طرف سے جواب کے لئے کھڑا ہو جاتا۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی مدد کرنے کے لئے ایسی جگہ کھڑا ہو جاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جاری ہو اور اس کی مٹی خراب کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی نصرت و مدد فرماتا ہے۔ جہاں یہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی نصرت و مدد کر دیتا۔ (ابوداؤد)

(۶۰۱) ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کے لئے جوابدہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن وہ آتش دوزخ سے اس کی حفاظت کرے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ کہ مومنین کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے۔ (شرح السنہ)

(۶۰۱) ان جملہ حدیثوں سے ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب سے بڑا حق یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاضر و غائب اس کی آبرو و عزت کا نگران بنا رہے جس دن سے مسلمانوں نے اس سبق کو فراموش کیا ہے ان کی حالت دن بدن زبوں ہوتی چلی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو تعلیمات اسلامی پر صحیح صحیح عمل پیرا ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

Marfat.com

الاشراك باللہ تعالیٰ واقسامہ

شرک کی حقیقت اور اس کی اقسام

دین اسلام کے بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ایمان ہے اور ان بدیہی مسلمات میں کسی ایک بات کے انکار کا نام کفر ہے پس ایمان کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ دین کے تمام بدیہی مسلمات قلب وزبان سے مان لئے جائیں۔ اور کفر کی صورتیں بہت ہیں۔ لیکن دین کی بدیہیات میں سے اگر کسی ایک بات کا بھی انکار کر دیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود رہے تو بھی کفر عائد ہو جاتا ہے اس کی مثال ترازو کے دو پلوں کی سی ہے کہ ان کے اعتدال کی صرف ایک ہی صورت ہوتی ہے اور اختلاف کی بہت۔ عجب نہیں کہ عالم میں مومنوں کی قلت اور کافروں کی کثرت کا ایک راز یہ بھی ہو، ورنہ لبظا ہر عالم میں مومنوں کی تعداد کافروں سے زیادہ ہونی مناسب تھی۔ پھر علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بعض افعال بھی موجب کفر ہو سکتے ہیں۔ جو خاص خاص افعال انسان کے قلبی کفر کے صریح ترجمان سمجھے گئے ہیں ان کے صدور کے بعد زبانی انکار کی ضرورت نہیں بلکہ ان کا صدور ہی کفر کی مستقل دلیل ہے۔ اسی لئے ہمارے فقہاء ایسے افعال کے صدور سے بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جو قلبی کفر کی گو صریح دلیل تو نہیں ہوتے مگر وہ صریح کافروں کے افعال سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے افعال پر فقیہ تو کفر کا حکم نہیں لگاتا مگر حدیث ان پر بھی کفر کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام احادیث کا اسلوب بیان صرف وہ نہیں جو ایک آئینی کتاب کا ہوتا ہے بلکہ ان میں اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام گفتگو کا مجموعہ بھی ہیں اس لئے ان کا اسلوب بیان بھی وہی ہے جو عام گفتگو کا ہوا کرتا ہے۔ اس میں ترغیب وترہیب کے موقعہ پر تمام شروط وقیود کا استیعاب نہیں ہوتا بلکہ ایسی تعبیرات اختیار کی جاتی ہیں جو متکلم کے مقصد پر عمل پیرا ہونے کے لئے زیادہ سے زیادہ محرک ہوں حضرت شاہ اسمٰعیل ؒ نے انبیاء علیہم السلام کے اظہار دعوت کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ بہت زیادہ قابل قدر تحقیق ہے۔ اس میں نبی کی طرز دعوت کی بڑی تفصیل کی ہے اور خوب سمجھایا ہے کہ ان کے کلام کا اسلوب بیان کیا ہوتا ہے اور اسی طرح اس کے سمجھنے کا اسلوب کیا ہونا چاہئے۔ (دیکھو منصب امامت ص ۳۰)

حدیث وقرآن میں کفر کا اطلاق کچھ لغت کے قریب قریب ہے۔ کفر لغت میں حق ناشناسی کو کہتے ہیں اس لئے جہاں جہاں حق شناسی کی زیادہ ضرورت ہے اگر وہاں اس فریضہ کی ادائگی میں کوتاہی ہو جائے تو

Marfat.com

حدیث ایسی حق ناشناسی کو کفر کہہ دیتی ہے۔ مثلاً ایک بی بی اگر اپنے شوہر کے احسانات کا حق نہیں پہچانتی تو وہ بھی بے شبہ بڑی حق ناشناسی کی مرتکب ہے اس لئے اس کو بھی حدیث میں کفر کہا گیا ہے اسی طرح ایک غلام اگر اپنے آقا سے منہ موڑ کر بھاگ جاتا ہے تو اس کی حق ناشناسی بھی کفر سے تعبیر کی گئی ہے اور سب سے بڑی حق ناشناسی یہ ہے کہ بندہ اپنے مولیٰ حقیقی سے منہ پھیر کر بھاگ جائے۔ بارش وہ برسائے یہ ستاروں کا شکر گذار ہو، تمام بزرگیوں اور عظمتوں کا مرکز تو اس کی ذات ہو اور یہ دوسروں کی جبہ سائی میں مستغرق ہو ان کی ناموں کی قسمیں اٹھائے اور ان کے ناموں کے جانور ذبح کرے۔ تمام نفع و نقصان کا مالک تو وہ ہو اور یہ مصیبتوں میں اس کی بنائی ہوئی مخلوق کو پکارے ان ہی سے مرادیں مانگے اور اپنی رغبت و رہبت کا اصل رشتہ ان ہی کے ساتھ قائم رکھے۔ اس قسم کی تمام باتیں حدیث و قرآن میں کفر کے ذیل میں آجاتی ہیں خواہ ان میں نیت کچھ رہے اس تحقیق کی بنا پر کفر کی بہت سی اقسام اسلام و ایمان کے ساتھ بھی جمع ہو سکتی ہیں۔ لیکن ہمارے فقہاء صرف اسی قسم کے کفر سے بحث کرتے ہیں جس سے ایک انسان ملتِ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے ان کے نزدیک اسلام و کفر کی کوئی قسم قابلِ اجتماع نہیں۔

اس کے علاوہ حدیثوں میں ایسے افعال جو کافروں میں بہ نیت شرک و کفر کئے جاتے تھے مطلقاً کفر ہی کے افعال سمجھے گئے ہیں خواہ ان میں اس درجہ کی فاسد نیت نہ ہو۔ جن افعال کا قالب اتنا خطرناک ہو کہ ان میں صریح کفر کی اتنی قریب استعداد موجود ہو کہ ذرا غفلت کرنے سے وہ کھلا کفر و شرک بن جائیں۔ شریعت ان میں منطقی تحلیل کرنی پسند نہیں کرتی بلکہ ان کو بھی کفر ہی کے ذیل میں شمار کر لیتی ہے۔ اس اختلاف نظر اور اختلاف اسلوب کی وجہ سے فقیہ مزاج اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں تاویل کرتا نظر آتا ہے۔ ناواقف یہ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ شاید یہاں درحقیقت مسئلہ کا کوئی اختلاف ہوگا، حالانکہ یہاں مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں ہوتا اپنے اپنے موضوع فن کے لحاظ سے صرف اختلاف نظر اور طریقۂ تعبیر کا اختلاف ہوتا ہے۔ مثلاً وہ محدث جو ایک ناشکر بی بی کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کر دیتا ہے اگر آپ اس سے پوچھیں کہ کیا یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہو گئی تو اس کے جواب میں وہ آپ کو ٹھیک ایک فقیہ کے ہم آہنگ نظر آئے گا اور جواب نفی ہی میں دے گا۔ اسی طرح محدث کے نزدیک ایک مسلمان میں کفر کی باتیں پائی جا سکتی ہیں مگر اس کے باوجود اس کو کافر نہ کہا جائے گا بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس مسلمان میں یہ خصلت کفر کی ہے اسی طرح ایک کافر میں اسلام کے شعبے پائے جا سکتے ہیں مگر صرف ان شعبوں کی وجہ سے اس کو مسلمان نہ کہا جائے گا۔ ہاں یہ کہا جائے گا کہ اس کافر کے بہت سے کام اسلام کے ہیں۔ محدث کے نزدیک اسلام اور کفر علیحدہ علیحدہ عقائد اور اعمال کا ایک ایک مجموعہ ہیں۔ اس مجموعہ میں بہت سے اجزاء ہیں اور یہ اجزاء بیش و کم ہوتے رہتے ہیں بلکہ کبھی اسلام کے

Marfat.com

اجزار کافر میں اور کفر کے مسلمان میں بھی پائے جاتے ہیں مگر نہ صرف ان اجزار کے ہونے سے ایک کافر مسلمان بنتا ہے اور نہ کوئی مسلمان کافر۔ ہاں ان کی یہ دو زندگیاں ضرور کافر یا مسلمان کی زندگیوں کے مشابہ بن جاتی ہیں۔ البتہ جب ان اجزار میں اشتراک ہوتے ہوتے عقائد میں بھی اشتراک کی نوبت آجاتی ہے۔ تو اس مرحلہ پر پہنچکر اسلام و کفر کی سرحدیں پھٹ جاتی ہیں اب یا کافر ٹھیٹ مسلمان کہلانے لگتا ہے اور یا مسلمان پر صاف ارتداد کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔ فقیہ کے زیر بحث کفر و اسلام کا صرف وہی ایک نقطہ ہوتا ہے جس میں کفر و اسلام کے مابین اشتراک کا کوئی احتمال نہیں ہوتا کیونکہ جس جزر کے لحاظ سے احکام دنیا میں فرق پیدا ہوتا ہے وہ یہی ایک نقطہ ہوتا ہے۔ بقیہ اجزار اگر مسلمان یا کافر میں کم و بیش ہوتے رہیں تو ان کا احکام دنیا میں کوئی تفاوت نہیں پڑتا یعنی مسلمان پر اسلام کے اور کافر پر کفر ہی کے احکام چلتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں محدث کی نظر میں صرف دنیوی احکام نہیں ہوتے وہ بارگاہِ خداوندی کی پسندیدگی، ناپسندیدگی اور جنت کے مراتب پر بھی حاوی ہوتی ہے۔ اس لئے جن اجزار سے اس بارے کوئی تفاوت پیدا ہو سکتا ہے وہ بھی دنیوی احکام کی طرح اس کے زاویۂ نظر میں داخل رہتے ہیں۔

اس کی نظر میں مسلمان و کافر کی دو زندگیاں بالکل جداگانہ ہیں۔ عبادات ہی میں نہیں بلکہ باہم معاشرت کے ایک ایک جزر میں بھی۔ اس لئے وہ کبھی ایک مسلمان میں کافر کی زندگی کے مشابہت دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا خواہ دنیوی احکام کے لحاظ سے اس کا حکم کچھ بھی رہے۔ اگر فقیہ بھی ان حدیثوں کو محدثانہ نقطۂ نظر سے دیکھے تو وہ بھی ان میں کبھی تاویل نہیں کرے گا اور اگر یہاں ایک محدث فقیہ کی جگہ آجائے تو وہ بھی وہی رنگ اختیار کرے گا جو یہاں ایک فقیہ اختیار کرتا پس ان دونوں فرقوں مابین مسئلہ کا کوئی اختلاف نہیں، ان میں باختلاف صرف تعبیرات اور اپنے اپنے موضوع فن کا ہے۔

اس تحقیق کے بعد اب یہ غلط فہمی نہ رہنی چاہئے کہ فلاں کافر سے جبکہ بہت سے نیک کام سرزد ہوتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ ایسے اچھے اچھے کام صادر ہوتے ہیں جو مسلمانوں سے بھی صادر نہیں ہوتے تو پھر ایسے انسان کو کافر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنے اچھے کام ہیں بلاشبہ وہ اچھے ہی کام ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض مرتبہ وہ اسلام کے شعبے بھی ہوں مگر سوال یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی عقائد کے بغیر کیا صرف ان شعبوں کے وجود سے کسی پر اسلام کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس بعض مسلمانوں میں کافروں سے بدتر زشت کاریاں نظر آتی ہیں مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا وہ مرحلہ بھی آگیا ہے جس کے بعد ایک شخص حریم اسلام سے حتمی طور پر باہر ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان تمام زشت کاریوں کے باوصف اس کو مسلمان ہی کہا جائے گا۔ اگرچہ اس کا یہ اسلام کتنا ہی ناقص ہو مگر اس کو ہرگز کافر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ اختلاف نظر

تو وہ تھا جو علمی دائرہ میں داخل تھا۔ اس سے آگے چل کر اختلاف جذبات و مذاق کا نمبر آتا ہے۔ ایک دور وہ تھا جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا بلند تھا کہ حنظلہؓ جیسے صحابی کو اپنے نفس کے متعلق نفاق کا شبہ ہونے لگتا تھا اور ان کو اتنا مضطرب بنا دیتا تھا کہ اس کی شکایت دربارِ نبوت تک میں پیش کرنے کی نوبت آجاتی تھی اور ایک دورِ انحطاط یہ ہے جبکہ ہمارا اسلامی مذاق اتنا گر چکا ہے کہ اس میں عقائد کی کوئی بحث ہی باقی نہیں رہی ایک شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خواہ کتنا ہی گندا ہو، اس کی ذات و صفات سے وہ کتنا ہی جاہل ہو، رسول کے مقامِ رفیع سے وہ کتنا ہی ناواقف ہو، عالمِ غیب اور اس کے ایک ایک جزء کا وہ کتنا ہی منکر ہو، اور اعمالِ شرعیہ کی ادائیگی میں وہ کتنا ہی مقصر ہو، نماز کے قریب نہ جاتا ہو، ساغرِ مے منہ سے جدا نہ کرتا ہو، مگر منصف ہو، ہمدرد ہو، متواضع ہو، ایثار پیشہ ہو اور نوعِ انسانی کا خادم کہلاتا ہو وہ ایک پکا مسلمان کہلا سکتا ہے بلکہ اس کا یہ اسلام ایک پکے مسلمان سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ سمجھا جا سکتا ہے۔ حضرت حذیفہؓ کی ایک صحیح حدیث میں اس دور کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔

ویقال للرجل ما اعقله وما اظرفه وما اجلده وما فی قلبه حبة خردل من ایمان۔

یعنی ایک زمانہ آئے گا جبکہ آدمی کی تعریف صرف اس پر ہوا کرے گی کہ وہ کتنا بڑا عاقل، کیسا خوش مزاج اور کتنا قوی و بہادر ہے لیکن اس کے دل میں ایک ماش کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا پتہ نہ ہوگا۔

یہ اسی دورِ انحطاط۔۔۔ کی طرف اشارہ ہے اس لئے جو حدیثیں صحابہ کے ارفع و اعلیٰ مذاق پر آئی ہیں وہ بھی ہمارے دور میں قابلِ تاویل نظر آنے لگی ہیں ان کی تاویل کرنی بھی غلط ہے۔ اگر آج ہمارا مذاق پھر اتنا ہی بلند ہو جائے تو ہم بھی وہی تعبیرات اختیار کر لیں گے جو صحابہ نے کیں تھیں۔ خلاصہ یہ کہ محدثین و فقہا کے اختلافِ نظر یا ہمارے اور سلف کے اختلافِ مذاق کی وجہ سے جو حدیثیں زیرِ بحث آگئی ہیں ان میں اصل مقصد کا اختلاف نہیں ہے وہ سب ایک ہی اصول کے ماتحت ہیں۔ ان میں کسی قسم کا اختلاف سمجھنا خلافِ واقع ہے۔

یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے لئے سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادت اور اس کی حدودِ عظمت میں کسی اور کو شریک بنا لینا قرآن و حدیث اس کا اعلان کرتے ہیں کہ قدرت نے ہر انسان کی فطرت شرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک و صاف بنائی ہے اس کو اس قسم کی نجاستوں سے ملوث کرنے کا مجرم یا تو وہ خود ہے یا اس کے والدین ہیں۔ پروردگارِ عالم نے تخلیقِ عالم سے پہلے یہ طے کر دیا ہے کہ اس کی بارگاہ میں ہر کوتاہی و لغزش

Marfat.com

قابلِ معافی ہو سکتی ہے مگر کفر و شرک کا جرم ہرگز قابلِ معافی نہیں ہوگا۔ اس کی سزا اس کو ضرور بھگتنی ہوگی اور خدا تعالیٰ کی پاک جنت میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔	بلا شبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشیگا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہیگا بخش دیگا۔
(۲) اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ۔ (المائدہ)	بیشک جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھیرایا سو اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ رہے گا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے حق میں شفاعت کی اجازت بھی نہ ہوگی۔

قرآن کریم کہتا ہے کہ شرک خدا تعالیٰ پر سب سے بڑا افتراء، سب سے بڑھ کر بے دلیل بات اور نفسِ انسانی کے لئے ایک ابدی موت ہے جو روح قالبِ انسانی جیسے اشرف قالب میں بھی شرک کرنے سے نہیں شرماتی وہ اس قابل نہیں ہے کہ قفسِ عنصری سے آزادی کے بعد اس کو کوئی عروج میسر ہو۔ اب وہ ذلتوں کی تاریک گہرائیوں میں ہمیشہ ہمیشہ گرتی ہی چلی جائے گی۔ اسی لئے قرآن عزیز میں مشرک کی مثال ان الفاظ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ۔	اور جس کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے تو اس کا حال ایسا ہے جیسا وہ آسمان سے گرا پھر یا تو اس کو پرندے اچک لیجائیں یا ہوا اس کو کسی دور جگہ لیجا کر ڈالدے۔

شرک انسانی فطرت سے سعادت کا تخم جڑ سے فنا کر دیتا ہے اور اس کی روحانی ترقی کی تمام استعدادیں باطل کر دیتا ہے شدہ شدہ اس کی فطرت کا یہ استعدادی فقدان اس کے حواسِ ظاہرہ کو بھی اتنا متاثر کر دیتا ہے کہ وہ پوری صحت و سلامتی کے باوجود اپنے فطری احساس سے بھی یکسر معری اور معطل ہو کر رہ جاتے ہیں اسی کو قرآن کریم نے یوں ادا فرمایا ہے۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔	ان کے دل ہیں مگر وہ ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں۔ یہی لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے۔

چونکہ ان کے حواسِ ظاہرہ کا یہ تعطل ان کے قلبی استعداد کے فقدان سے شروع ہوتا ہے اسی لئے آیتِ بالا

Marfat.com

میں سب سے پہلے ان کی قلبی موت اور قلبی بے حسی کو ذکر کیا گیا ہے۔ جب کسی کے ظاہری اور باطنی حواس اس طور پر معطل ہو جاتے ہیں تو اب اس سے عالم قدس کی طرف طیران کی کوئی توقع باقی نہیں رہتی اسی کو ختم اور قلبی مہر سے تعبیر کیا گیا ہے اسی حقیقت کو ذیل کی آیت میں ادا فرمایا گیا ہے۔

صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ — وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اور اندھے ہیں، سو وہ ہدایت کی طرف لوٹ نہیں سکتے۔

حضرت شاہ عبدالقادرؒ تحریر فرماتے ہیں اگر راہ گیر کے کان ہوں تو وہ کسی کے بتانے سے راستہ پر آسکتا ہے اگر منہ میں زبان ہو تو وہ از خود پوچھ سکتا ہے۔ اور اگر اس کی آنکھیں ہوں تو خود راستہ دیکھ بھی سکتا ہے لیکن جس کے یہ تمام حواس بیکار ہو چکے ہوں اس کے لئے راہ یاب ہونے کی کیا صورت ہے اس کے لئے تو یہی ایک صورت ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے اسفل السافلین میں جا پڑے اور ان حیوانات سے بھی نیچے کے طبقے میں چلا جائے جن کے حواس اپنے آقا کی شناخت میں اس درجہ تو معطل نہیں ہوتے۔

حافظ ابن قیمؒ نے شرک پر ایک بسیط مقالہ سپرد قلم کیا ہے مختصر لفظوں میں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک کی اصل حقیقت، کسی مخلوق کو خالق کے مشابہ بنا دینا یا اپنے نفس کو خالق کے مشابہ سمجھ لینا ہے۔ یہ مشابہت ان صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو خدائے قدوس کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نفع و نقصان اور عطاء و منع کا مالک وہی ہے۔ اس خصوصیت کو قرآن کریم میں جگہ جگہ نمایاں کیا گیا ہے اور مشرکین کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب تمہارے معبود اس خصوصیت کے حامل نہیں تو تم نے کیوں کر ان کو خدا کا شریک تسلیم کر لیا ہے۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ (مائدہ) — آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے برے کا مالک ہو نہ نفع کا۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل) — آپ کہہ دیجئے جن کو تم اللہ کی ذات پاک کے سوا معبود سمجھتے ہو ان کو پکارو تو سہی وہ نہ تو تمہاری کوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بدلنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ۔ (یونس) — اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہ پکارو جو تم کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ (الانعام) — آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو اس سے اور ہر سختی کے بچاتا ہے اس پر بھی تم شرک کرتے ہو۔

Marfat.com

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ مصیبتوں میں اسی کو پکارا جائے، خوف و رجا کا تعلق اسی کی ذات کے ساتھ رکھا جائے اور اسی کی ایک ذات وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ کیا جائے۔

خدا تعالیٰ کی ایک اور خصوصی صفت اس کے سامنے اظہار بندگی بھی ہے۔ عبودیت اور بندگی کی حقیقت دو چیزیں ہیں انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز۔ اس صفت کا تقاضا یہ ہے کہ اسی کو سجدہ کیا جائے، اسی کے نام کی قسم کھائی جائے اور اسی کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وہ ہے جو ہر پہلو سے کامل ہی کامل ہو اور اس میں عیب و نقصان کا کوئی شائبہ نہ ہو اس لئے انتہائی محبت اور انتہائی عجز و نیاز بھی اسی کا حق ہو سکتا ہے اسی کا نام عبادت ہے۔ نہ اس کمال میں اس کا کوئی شریک ہے نہ عبادت میں اس کا کوئی اور شریک ہونا چاہئے۔ اب اگر کوئی شخص مذکورہ بالا امور میں کسی مخلوق کو اس کا شریک ٹھہراتا ہے تو اس کے معنی یہی ہوں گے کہ وہ اس میں اس کی الوہیت کی صفت بھی تسلیم کرتا ہے۔ شرک کی یہ صورت تو مخلوق کو خالق کے ساتھ مشابہ بنانے کی تھی۔ اب خود خالق کے مشابہ بننے کی صورت یہ ہے کہ غرور و تکبر کی وجہ سے لوگوں سے اپنی مدح سرائی کا طلبگار ہے، اس کا خواہشمند ہو کہ وہ اس سے خوف کھائیں، اس سے امیدیں وابستہ رکھیں، اور اسی کو مشکلات میں اپنا مرجع و ماویٰ سمجھیں۔ یہ تو خاص الوہیت کی خصوصیات میں تشبیہ یا تشبہ کی صورتیں تھیں۔ خدائے قدوس کی بارگاہ بلند میں تو رسمی تشبہ کی بھی اجازت نہیں ہے۔ اسی بنا پر حدیثوں میں ملک الاملاک (شاہان شاہ) نام رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ (الجواب الکافی ص ۱۰۲ تا ۱۴۴)

شرک کی انواع و اقسام اور عالم کے مختلف فرقوں پر اگر تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ہمارا مضمون بہت طویل ہو جائے گا اس لئے ہم یہاں صرف اس مختصر بیان پر کفایت کرتے ہیں جو حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر فتح العزیز میں تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین عالم کے مشہور فرقے یہ ہیں۔

ثنویہ۔ یہ دو خالق مانتا تھا ایک خیر کا خالق دوسرا شر کا۔ اس کے سوا کوئی فرقہ خدا تعالیٰ کی ذات میں شرکت کا قائل نہ تھا۔ البتہ شرک کی اور بہت سی مختلف صورتوں میں گرفتار تھا۔

صابئیہ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی خاص صفات جیسے صفت وجوب، قدرت اور علم و حکمت میں اگرچہ اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں مگر چونکہ اسی نے عالم کا نظم و نسق ارواح کواکب کے حوالہ کر دیا ہے اس لئے تعظیم و تکریم اور عبودیت و نیاز کے جتنے آداب ہیں وہ سب ان ہی کے سامنے ادا کرنے چاہئیں۔ اس فرقے کی مفصل تحقیق ابوبکر رازیؒ نے جن کو جصاص بھی کہا جاتا ہے احکام القرآن میں بیان فرمائی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

Marfat.com

حافظ ابن تیمیہؒ نے صابئین اور اہل اسلام کی عبادت میں ایک اہم فرق پر تنبیہ کی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ گروہ کواکب اور ملائکہ کی عبادت میں مبتلا تھا اور ان کا نام عقول اور نفوس رکھا کرتا تھا اور خالق و مخلوق کے مابین ان کو ایک واسطہ تصور کرتا تھا ان کے مقابلہ میں ملت حنیفیہ تھی۔ جب ملت حنیفیہ نے ان کو خدا تعالیٰ کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کا حکم دیا تو انہوں نے الزام کے طور پر کہا کہ خدا اور مخلوق کے درمیان واسطہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو۔ فرق یہ ہے کہ تم بشر کا واسطہ مانتے ہو یعنی رسول کا اور ہم روحانیات کا۔ اس لئے ہم تم سے افضل رہے۔ شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں ان کے جواب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ روحانیات کی نسبت سے بشری کو واسطہ بنانا افضل ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ان کے اس معارضہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شہرستانی کو بھی دینِ حنیف کی پوری حقیقت منکشف نہیں ہوئی حقیقت یہ ہے کہ دینِ حنیف میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں واسطہ کسی کو بھی نہیں بنایا جاتا نہ کسی ملک کو نہ کسی بشر کو اور نہ کسی کی روحانیت کو۔ یہاں اگر رسولوں کا واسطہ ہوتا ہے تو صرف خدا تعالیٰ کے امر و نہی پہنچانے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ اس کی عبادت کے لئے۔ رسول کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے نماز کے امام کی یا حاجی کے ساتھ مسئلہ بتانے والے معلم کی جیسا معلم حاجی کو صرف احکام حج بتاتا چلتا ہے ایسا ہی رسول بھی صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کے طریقوں کی تعلیم کرتا ہے۔ حاجی کا معلم ہو یا نماز کا امام دونوں خدا تعالیٰ کی عبادت میں قطعاً واسطہ نہیں ہوتے بلکہ وہ خود بھی اور لوگوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ عبادت کرنے میں شریک ہوتے ہیں اس کے برعکس صابئین عبادت ہی میں روحانیات کا واسطہ تعلیم کرتے ہیں۔ کتاب الرد علی البکری ص۲۰۳

حافظ ابن تیمیہؒ کی یہ تحقیق نہایت قابلِ قدر ہے اور اس سے اسلام کی توحید کی پاکیزگی اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ آج مسلمانوں میں بھی بعض جاہل فرقے صابئین کی طرح انبیاء اور اولیاء کو خدا تعالیٰ کی عبادت میں شریک کرتے ہیں اور اسی کو اپنی عبادت کی قبولیت کا معیار سمجھتے ہیں بلکہ ان کا شرک صابئین سے بھی زیادہ عبرتناک ہے ان کا حال ان مشرکین سے بہت ہی مشابہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔ — ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں ذرا قریب کر دیں۔

ہنود۔ ان میں جو فرقہ ذرا ترقی یافتہ تھا اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مدبر عالم در حقیقت حسین و جمیل روحانیات ہیں چونکہ وہ ہمیں آنکھوں سے نظر تو آتی نہیں اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کے نام کے سونے اور چاندی کے خوبصورت خوبصورت بت تراش کر ان کے سامنے آداب عبودیت بجا لائیں تاکہ ان کا تقرب حاصل ہو اور وہ ہم سے خوش ہو کر ہمارے کاموں میں ہماری مدد کیا کریں۔

Marfat.com

دوسرا فرقہ جو ان میں ذرا جاہل ہے اس کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک خود تو اپنی برتری و تجرد کی وجہ سے ہماری عبادت سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ اب اس کی عبادت کی یہی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کو ہم اپنا قبلہ توجہ بنالیں لہٰذا حیوانات، نباتات اور جمادات میں جو بھی انھیں آثار عجیبہ اور خواص غریبہ کا حامل نظر آیا اسی کو انھوں نے اپنی عبادت کا قبلہ توجہ مقرر کر لیا جیسے دریا، گنگا، یا تلسی کا درخت یا طاؤس وغیرہ

ایک فرقہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقدس و بزرگ بندے ریاضات و مجاہدات کے بعد جب منازلِ قرب طے کر لیتے ہیں تو وفات کے بعد ان کی روحوں کو ایسی وسعت اور قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر بن جاتے ہیں اور عالم میں پورے پورے تصرف کے مالک ہو جاتے ہیں اس لئے وفات کے بعد ان کی خوشنودی کے لئے ان کی تعظیم و تکریم کرنی چاہئے اور ان کو سجدہ کرنا چاہئے تاکہ وہ ہم سے خوش رہیں اور دین و دنیا میں ہماری امداد کریں۔ ان سب فرقوں کا شرک یہ نہیں تھا کہ وہ خدا کی ذات میں تعدد کے قائل تھے بلکہ توحید کے قائل ہو کر خدائی تصرفات اور خدا کی صفات میں دوسروں کو شریک کیا کرتے تھے چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔	اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے زمین اور آسمانوں کو بنایا اور کس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔
وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ (العنکبوت)	اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے آسمان سے بارش نازل کی پھر اسی سے زمین کو زندہ کیا تو یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

اس مضمون کی آیات قرآن کریم میں متعدد جگہ موجود ہیں ان میں کفار کو یہی الزام دیا گیا ہے کہ جب خالق کی اصل صفات تمہارے نزدیک بھی ایک ہی ذات میں منحصر ہیں تو پھر تم الوہیت اور خالقیت کے حقوق میں دوسروں کو کیسے شریک کرتے ہو۔

قرآن کریم میں جو بات بہت صاف صاف اور بار بار دہرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت اور کسی میں نہیں اس کی مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک ہے یہ طاقت نہ کسی دوسرے میں بالذات موجود ہے اور نہ اپنی جانب سے خدا تعالیٰ نے کسی اور مخلوق کے حوالہ کی ہے حتیٰ کہ دنیا میں سب سے بزرگ ہستیاں انبیاء علیہم السلام کی ہوتی ہیں پھر ان میں سب سے بزرگ تر

Marfat.com

ی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہ طاقت وقدرت آپ کو اپنے جان ومال کے بارے میں بھی عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ اس بارے میں اپنے عجز کا دنیا کے سامنے صاف صاف اعلان دیں تاکہ عجائب پرست دنیا نہ تو آپ سے اس قسم کے تصرفات کی فرمائش کرکے آپ کو تنگ کرے اور نہ آپ کی زندگی میں حوادثات کا مشاہدہ کرکے آپ کی رسالت میں شکوک وشبہات نکالے۔ شاید انبیاء علیہم السلام کی شکست میں ایک بڑی حکمت ان کے اسی عجز کا اظہار بھی ہو۔ اسی لئے فتح وظفر کے عظیم الشان مظاہرے اور ہزیمت وشکست کے حوصلہ شکن مواقع پر ہمیشہ یہی ایک بات دہرائی جاتی تھی کہ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اترانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں اگر کامیابی ہو تو یہ مت سمجھو کہ تمہاری طاقت کے بل بوتے پر ہوئی ہے اور اگر ناکامی ہو تو بھی یہ گمان مت کرو کہ فتح کے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی۔ فتح وشکست کا تمام معاملہ صرف اسی کی ذات پر منحصر ہے وہ چاہے تو تیرتے کو ڈبا دے اور چاہے تو ڈوبتے کو ابھار دے۔ اور یہ خوب سمجھ لو کہ جو تھوڑی بہت قدرت تم کو عطا ہوئی ہے وہ صرف تمہارے کام چلانے کے لئے عطا ہوئی ہے وہ اتنی نہیں کہ تم دنیا کے تمام فائدوں کو حاصل کرسکو یا اس کے نقصانات سے اپنی کمزور جان کو بچا سکو۔

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ (الاعراف) — آپ کہدیجئے کہ میں تو اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی مالک نہیں ہوں مگر جتنا اللہ تعالیٰ چاہے صرف اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔

اسی کے ساتھ دوسری جگہ یہ بھی واشگاف کر دیا گیا کہ جن کے متعلق تمہارا یہ خیال خام ہو وہ بھی اس کے مالک نہیں بلکہ خود اسی خوف وہراس کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا۔ (بنی اسرائیل) — کہدو (ان کو) پکارو جن کو تم نے اس کے سوا (خدا) سمجھ رکھا ہے وہ اس کا اختیار نہیں رکھتے کہ تم سے تکلیف کو دور کردیں اور نہ اس کا کہ اس کو بدل کر کسی دوسرے پر ڈالدیں یا اس کو ہلکا ہی کردیں جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے پروردگار تک وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے اور اس کی مہربانی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جنات کی عبادت کرتے تھے وہ جن تو مسلمان ہوگئے اور یہ اپنی قدیم جہالت پر قائم رہے اس پر یہ آیت اتری یا یوں کہا جائے کہ جن، فرشتے اور حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ سب

اس میں شامل ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جن کو تم خدا کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے ہو وہ نہ مستقل کوئی اختیار رکھتے ہیں اور نہ تمہارے نفع و نقصان پہنچانے کی ان میں قدرت ہے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کے تقرب کی تلاش میں لیل و نہار سرگرداں ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے تقرب کا ذریعہ اور وسیلہ بنائیں جو خود اپنی فکروں میں ہیں وہ تمہارے تفکرات بھلا کیا دور کر سکتے ہیں وہ تو خود ہی رجاء و بیم کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی غیب در غیب ذات کی طرف اگر کوئی میلان و انجذاب پیدا ہوتا ہے تو وہ صرف اسی لئے کہ اس کے نزدیک اس کے نفع و نقصان کا رشتہ اسی کی قادر و توانا ذات کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر اس کے اس اعتقاد میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا یہ میلان بھی ختم ہو جاتا ہے اور وہ بندۂ خدا ہونے کے بجائے بندۂ اسباب بن جاتا ہے۔ اس کی زبان پر اگر ذکر ہوتا ہے تو اسباب کا، اس کے قلب میں اگر محبت ہوتی ہے تو ان ہی کی خوف ہوتا ہے تو ان ہی سے۔ حتیٰ کہ اس کے جملہ عواطف و میلانات کا مرکز یہی اسباب بن جاتے ہیں اور شدہ شدہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفع و نقصان کے اصلی مالک کی اس کو ایسا ذہول ہو جاتا ہے کہ اس کے تذکرہ سے بھی اسے کوئی لگاؤ نہیں رہتا بلکہ اور انقباض ہونے لگتا ہے جو کیف اور جو ذوق و شوق اس کو یا رسول اللہ اور یا غوث کے نعروں میں میسر آتا ہے وہ نعرۂ یا اللہ میں نصیب نہیں ہوتا جس محبت سے وہ بزرگوں کی نذر و نیاز کرتا ہے اس کے عشر عشیر سے خدا کی واجب کردہ قربانی ادا نہیں کرتا، یہ توحید کا حق نہیں بلکہ مبادی کفر و شرک ہیں۔ ذیل کی آیات میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔

انسانوں میں کچھ افراد ایسے بھی ہیں جو بتوں سے اتنی محبت کرتے ہیں جتنی خدا تعالیٰ کی ذات سے مگر جو لوگ ایمان لا چکے ہیں ان کو سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (الزمر)

اور جب نام لیا جاتا ہے ایک اللہ کا تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل رک جاتے ہیں اور جب اس کے سوا اوروں کا نام لیا جائے تو خوش ہونے لگتے ہیں۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى

اور وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مویشیوں میں اس کے نام کا ایک حصہ رکھتے ہیں پھر اپنے خیال کے مطابق وہ کہتے ہیں کہ یہ حصہ دنیا، تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا سو جو حصہ دنیا، ان کے شریکوں کا ہوتا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہ پہنچا

شُرَكَائِهِمْ ۚ وَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۔ (الانعام)	اور جو اللہ تعالیٰ کا ہوتا وہ ان کے شریکوں کی طرف پہنچ جاتا کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں۔

اسفل السافلین اسی وادی شرک کا نام ہے جو ضلالت کی اس گہرائی میں جا پڑا۔ سمجھ لو کہ وہ مخلوقات کے سب سے نیچے طبقے میں جا پہنچا اب وہ اشرف المخلوقات نہیں رہا بلکہ سب سے رذیل تر مخلوق بن گیا ہے۔ سورۂ والتین میں انسان کے اس سوء انجام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ عالم میں ایسے نادان فرقے بہت ہی شاذ و نادر گذرے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات میں شرکت کے قائل ہوں۔ اکثر فرقے عبادت ہی میں شرک کیا کرتے تھے اور اس ضلالت میں یہاں تک تجاوز کر گئے تھے کہ ان کے نزدیک معبود حقیقی کا نمبر باطل معبودوں سے بھی نیچے گر گیا تھا۔ اس تمام گمراہی کی بنیاد صرف یہی تھی کہ ان کے عقیدے میں ان کے نفع و نقصان کا رشتہ غیر اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا تھا اسی لئے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا اصل مرکز بھی شرک فی العبادۃ کی تردید ٹھہر گیا تھا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ۔	یعنی اس جہان میں جو رسول بھی آیا وہ یہی ایک سبق لیکر آیا کہ جب اللہ ایک ہی ہے اور اس کا شریک کوئی نہیں تو پھر تم صرف اسی ایک ہی کی عبادت کیوں نہیں کرتے اور اس میں دوسروں کو کیوں اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔

آیت بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ توحید الوہیۃ کا اصل منشا توحید فی العبادۃ ہی کی تعلیم تھی۔ الوہیت کی توحید مسلم ہونے کی وجہ سے اس وقت ایک تمہیدی چیز سمجھی گئی تھی۔ مشرکین عرب اگرچہ بہت سے خدا تسلیم کرتے تھے مگر صاحب تصرف ایک ہی کو مانتے تھے بقیہ سب کو اس کا ماتحت سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین سے پوچھا بتاؤ کفر کے زمانہ میں تم کتنے خداؤں کی پوجا کیا کرتے تھے انہوں نے عرض کیا سات خداؤں کی چھ زمین میں اور ایک آسمان میں آپ نے فرمایا اچھا تو امید و بیم کے مواقع پر کس کو یاد کیا کرتے تھے انہوں نے عرض کیا اس کو جو آسمان میں ہے۔

وَاِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ	جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو بڑے خلوص سے خدا ہی کو پکارتے ہیں پھر جب وہ ان کو نجات دیکر خشکی پر لے آتا ہے تو نجات پاتے ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب کبھی کفار کسی نرغے میں پھنس جاتے تو اس وقت سب کو بھول کر اللہ ہی کی ذات پاک کو یاد کرتے۔

Marfat.com

ہمارا منشا یہ نہیں کہ قرآن کریم یا انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں شرک فی الذات کی تردید شامل ہی نہ تھی بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے کلام میں جس امر پر زیادہ زور دیا گیا تھا وہ شرک فی العبادت کی تردید تھی۔ اسلام کے جملہ ابواب میں اور ہر باب کے جملہ فصول میں جس نکتہ کی ہر ہر جگہ رعایت ملحوظ رہی ہے وہ بھی شرک فی العبادۃ ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ مخلوق کی پیدائش سے اصل مقصد توحید فی العبادۃ ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف عبادت کے لئے بنایا ہے۔

اس لئے شیطانی طاقتیں ہمیشہ اسی مقصد میں خلل اندازی کی فکر میں رہتی ہیں اور اسی لیے انبیاء علیہم السلام بھی کو بھی ہمیشہ اسی کے مقابلہ کے لئے آنے چاہئیں اور ان کی بساط شریعت بھی اتنی صاف ہونی چاہئے کہ اس میں شرک فی العبادۃ کی کوئی ادنیٰ شکن بھی پیدا ہونے کا امکان نہ رہے۔ اسی لئے شرائع سماویہ میں سب سے کامل شریعت وہی ہونی چاہئے جس کے حدود توحید سب سے زیادہ مستحکم ہوں۔ اسی نکتہ کے پیش نظر اسلام نے ہر اس رگ کو جڑ سے کاٹ دیا ہے جس میں کفر و شرک کی ادنیٰ رمق بھی پیدا ہونے کا احتمال تھا۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں حد سے تجاوز کرنے کی بدولت شرک میں مبتلا ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اپنی ذات کے متعلق اطراء اور مبالغہ آمیز کلمات سے ہی نہیں روک دیا بلکہ عام توقیر و تعظیم کی بھی ایسی حد بندی فرمادی کہ پھر اس راستہ سے کفر و شرک کا کوئی احتمال ہی نہ رہا۔ اسلام میں الوہیت کا تخیل صرف مجرد ہی مجرد نہ تھا اس میں خوف و طمع کے دونوں جذبات بھی شامل تھے۔ اس لئے یہاں بھی ایسے مضبوط بند لگا دیئے کہ اب نفع و نقصان اور خوف و طمع کے لئے ایک مسلم کی نظر میں کوئی دوسری چوکھٹ ہی باقی نہ رہی بگر اس کو یہ نہیں سکھایا کہ وہ کسی سے محبت نہ کرے کسی کا خوف نہ رکھے بلکہ یہ سکھایا کہ محبت کرے تو خدا کی خاطر اور ڈرے تو اسی ایک خدا کی خاطر۔ اس سے غیر اللہ سے نفع و نقصان کے تمام رشتے توڑ ڈالے اور صرف مالک حقیقی سے بیم و رجاء کا ایک رشتہ اس کے قلب میں راسخ فرما دیا اس کے دماغ کو صرف صریح شرک و کفر کی نجاستوں ہی سے پاک و صاف نہیں کیا بلکہ اس کو ایسا نازک بنا دیا کہ اگر اس کے گرد و پیش میں کہیں کفر و شرک کا احتمال بھی ہو تو مارے تعفن کے اس کا دماغ پھٹنے لگتا۔ وہ اپنا نام غلام غوث اور عبد النبی رکھنے میں وہی ناگواری محسوس کرنے لگا جو عبد المطلب یا عبد شمس یا عبد مناف یا عبد العزیٰ جیسے نام رکھنے میں محسوس کرتا۔ اس کی نظر میں سب سے پیارا نام وہ بن گیا جس میں اس کی نسبت عبدیۃ اسی ذات کی طرف ہو، جس کا وہ درحقیقت عبد تھا یعنی عبد اللہ اور عبد الرحمن اسے جان آفریں کے سوا کسی اور کے نام پر جان قربان کرنے میں غیرت آنے لگی۔ وہ خدا کے گھر کی طرح اپنے گھروں کو لباس پہنانے سے شرمانے لگا بتوں کی طرح اینٹوں اور پتھروں پر غلاف چڑھانے سے نفرت کرنے لگا جب اس کے کان میں ہوا الباری

Marfat.com

المصور کی آواز آئی تو مصور حقیقی کی نقالی کرنے سے اس کی آنکھیں نیچی ہو گئیں اس کے ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہو گیا اور اس کا قلم تصویر ہاتھوں سے چھوٹ گیا۔

اسلامی توحید کی ان نزاکتوں کا اندازہ آپ کو ذیل کی احادیث سے ہو گا۔ نسائی شریف میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن کسی شخص نے آپ کے سامنے یہ لفظ کہدیا ما شاء اللہ وشئت (جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں) آپ نے فوراً اس کو منع کیا اور ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ''جعلتنی للہ ندا؟'' تو نے تو مجھے اللہ تعالیٰ کا ایک شریک ٹھہرا دیا'' قل ما شاء اللہ وحدہ'' (بس یوں کہہ جو صرف ایک اللہ چاہے۔)

امام احمد، ابو داؤد، اور نسائی وغیرہ نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان قولوا ما شاء اللہ ثم شاء فلان۔ یعنی اگر سبب حقیقی کے ساتھ تم کسی وقت سبب ظاہری کا بھی ذکر کرنا چاہو تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے بالکل برابر اس شخص کا نام ذکر کرو جو ظاہر میں اس کا سبب بنا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا ادب یہ ہے کہ پہلے تم صرف اللہ تعالیٰ کا نام لو اس کے بعد پھر دوسرے نمبر میں اس شخص کا نام بھی لے سکتے ہو۔ حدیث شریف میں تین آدمیوں کے امتحان کا ایک طویل قصہ مذکور ہے ان میں ایک مبروص تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا۔ ان کا امتحان یوں مقدر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بصورت آدمی ہر ایک کے پاس علیحدہ علیحدہ آیا اور ان سے اپنی حاجت ان الفاظ میں ظاہر کی فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک۔ آج کے دن میری حاجت روائی کے لئے پہلے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا پھر اس کے بعد ظاہری اسباب میں آپ کی ذات نظر آتی ہے۔ پس جب اسلامی توحید کی نزاکت اتنا بھی برداشت نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ کسی مخلوق کے نام کی صرف عبارتی اور لفظی مساوات بھی گوارا کی جائے تو اس کے حقوق میں کسی کی مساوات کب برداشت کر سکتی ہے۔ اسلام نے توحید صرف علمی دائرہ میں نہیں سکھلائی بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کی بھی تاکید کی ہے اور قدم قدم پر اس کا لحاظ رکھا ہے کہ کس طرح اس کا نقش انسان کے قلب و دماغ پر جم سکتا ہے اس لیے اس نے عام گفتگو میں بھی کسی کو یہ آزادی نہیں دی کہ وہ خدا تعالیٰ کے اسم مبارک کو دوسرے ناموں کی طرح جس طرح جی چاہے زبان پر لے آئے بلکہ یہ تنبیہ کی ہے کہ اس کی ہستی کا نقش عظمت اس کے قلب میں اتنا گہرا ہونا چاہئے کہ جب کبھی بات کرتے کرتے وہ اس کے باعظمت نام پر جا پہنچے تو یہاں پہنچکر اس کی زبان لکنت کر جائے اور وہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے نام کے ساتھ اس کی تعبیری مساوات بھی گوارا نہ کر سکے یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان کے ایک ایک عمل سے توحید اس طرح نہ ٹپکنے لگے اس وقت تک

Marfat.com

اس کی توحید بھی صرف ایک دماغی فلسفہ کہلائے گی، عملی دائرہ میں اس کو شرک سے کیا امتیاز ہوگا۔
ایک سطحی نظر کا شخص تو حدیث مذکور کو صرف ایک تعبیری اصلاح سمجھے گا مگر ایک علم النفس کا ماہر اس کا پورا ادراک کرے گا کہ فطری طور پر کسی حقیقت کے ذہن نشین کرنے کی اس سے زیادہ مؤثر کوئی اور صورت نہیں نکل سکتی۔ اگر آپ کو کتاب الایمان میں احسان کی بحث فراموش نہیں ہوئی تو آتنا اور سمجھ لیجئے کہ آپ کو اس مقام پر احسان کا ایک اور سبق دیا گیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ ایک مومن کے قلب و دماغ پر حق تعالیٰ کی ذات قدسی صفات کی محبت کا اس درجہ استحضار اور غلبہ ہو جانا چاہیے کہ کچھ عبادات ہی میں نہیں بلکہ عام بات چیت میں بھی اس کی غیرت - اس کی عظمت و توحید کے خلاف کوئی ادنیٰ ٹھیس برداشت نہ کرسکے۔ بقول شخصے ؎

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

؎ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم
گوش را نیز حدیثے تو شنیدن ندہم

جب تک ایک مومن کا قلب خدا تعالیٰ کے شریک ٹھیرانے پر اسی درجہ غیور نہ ہو جائے وہ مقام محبت سے آشنا نہیں ہوتا اور جب تک وہ اس وادی سے آشنا نہیں ہوتا اس وقت تک ذوق احسان سے بھی آشنا نہیں ہوتا جب اس تصور کے ساتھ آپ اپنی زبان سے ماشاء اللہ وشاء فلاں کا فقرہ ادا کریں گے تو اس وقت اس معمولی سے کلمہ کی تلخی آپ کی زبان محسوس کرے گی اور اسی وقت حدیث کی اس تعبیری گرفت کی حکمت بھی آپ پر روشن ہوسکے گی۔ اسی قسم کے ضمنی مقامات سے ایک فہیم شخص کو یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ اس نبی عظیم الشان کی معرفت کا عالم کیا ہوگا جس کی شریعت میں توحید ربانی کا ایک عام ادب یہ ہو کہ سرسری بول چال میں بھی خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ شرکت و مساوات قائم کرنا حقیقی شرک کی برابر مکروہ سمجھا جاتا ہو۔ اسلام کی توحید سمجھنے کے لئے آپ کھلی کھلی آیات اور واضح احادیث کی طرف مت جائیے یہ تو اس کے ابتدائی اسباق ہیں بلکہ ان عملی گوشوں کو بڑے غور سے ملاحظہ کیجیے جن کی سطح میں بظاہر توحید کا کوئی سبق نظر نہیں آتا مگر جب ذرا غور کیجئے تو اس کے عمق میں اصل مقصد وہی ایک درس توحید ثابت ہوتا ہے۔ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مسلسل ایک نوع کا عمل نہیں کرسکتا اس کی طبیعت اکتا جاتی ہے اس لئے شریعت نے اس کے لئے مختلف لذتوں کی مختلف عبادتیں مقرر فرمادی ہیں لیکن ان سب کا اصل مقصد وہی ایک نشۂ توحید پیدا کرنا ہے اب آپ ذرا جنازہ کی نماز ہی کو ملاحظہ کیجئے وہ بھی ایک قسم کی نماز ہی تو ہے اور اسی ذات پاک کے لئے ہوتی ہے جس کے لئے اور فرض نمازیں پھر کیا بات ہے کہ رکوع اور سجود جو نماز کی اصل روح تھے وہ یہاں سے غائب ہیں۔ اگر آپ غور سے کام لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا

Marfat.com

کہ اس میں ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ایک جسد میت کو سامنے رکھ کر اس کی طرف رکوع و سجود کرنا شاید اسلام کی توحید برداشت نہیں کرتی۔ خیر یہ تو ایک انسان تھا جس کو جاہل تو میں کبھی سجدہ کر بھی لیتی ہیں مگر ایک معمولی خشک لکڑی جس کی کوئی عبادت نہیں کرتا اگر سترہ کے لئے سامنے گاڑ دی جائے تو اس کے متعلق بھی مقدس اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ وہ بھی ٹھیک سامنے نہ ہونی چاہئے بلکہ ذرا دائیں بائیں سمت مائل ہونی چاہئے تاکہ اس قوم کے سامنے جس کو پتھروں کو سجدہ کرنے کی عادت تھی کوئی عمل بھی ایسا نہ آنے پائے جو ان کی قدیم خصلت کی یاد دہانی میں ذرا بھی مدد و معاون ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو دریائے نیل کے پار لیکر اتر آئے تو یہاں ان کی قوم نے دیکھا کہ کچھ لوگ بت پرستی میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر ان کے منہ میں پانی بھر آیا اور بڑے حسرت کے انداز میں وہ یہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے۔

قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۔	وہ کہنے لگے اے موسیٰ ہماری عبادت کیلئے بھی ایسا ہی ایک بت بنا دیجئے جیسے بت ان کے ہیں انھوں نے فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔
(اعراف ۱۶)	

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر صحبت تربیت یافتہ صحابہ اتنے تو نہیں گرے لیکن ایک موقعہ پر جب انھوں نے دیکھا کہ مشرکین نے ایک درخت مقرر کر رکھا ہے جس پر وہ اپنے ہتھیار لٹکا دیا کرتے ہیں اور اسی مناسبت سے اس کو ذات انواط کہا کرتے ہیں تو وہ بھی بے ساختہ یہ درخواست کرنے پر مجبور ہو گئے کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی درخت مقرر فرما دیجئے ہم بھی اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کریں گے ذرا سوچئے اس میں شرک کی کیا بات تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی سی بات کو بھی نہایت اہمیت دی اور بہت تشدید آمیز لہجہ میں اس طرح تنبیہ کی کہ تمہاری یہ فرمائش ٹھیک ایسی ہی ہے جیسی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی وہ فرمائش تھی اجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ یہی راز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب معاملات میں جہاں آپ کی کوئی خاص شریعت نازل نہ ہوتی مشرکین عرب کی نسبت اہل کتاب کی موافقت کرنی زیادہ پسند فرماتے۔ پس اسلام نے ہر ہر موقعہ پر جہاں کسی دور کے علاقہ سے بھی شرک کی رگ متحرک ہو سکتی تھی اس کو بھی جڑ سے کاٹ دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمارے فقہاء اس حقیقت کو خوب سمجھے تھے اور اسی لئے انھوں نے فرمایا کہ جو حیوان کبھی کسی قوم کا معبود رہ چکا ہو یا کوئی اور ایسی چیز جو کبھی معبود لغیر اللہ بن چکی ہو اس کو بھی سترہ نہ بنانا چاہئے اور اس کی طرف بھی نماز نہ ادا کرنی چاہئے۔ اسی طرح طلوع و غروب میں نماز سے ممانعت کی حکمت بھی یہی ہے کہ یہ اوقات بھی مشرکین کی عبادت کے اوقات ہیں ہماری عبادت جہاں ان سے مقصد

نیت اور اپنی ترتیب وصورت میں ممتاز ہے اسی طرح وقت میں بھی ممتاز رہنی چاہیے یہ کوئی تنگ نظری نہیں بلکہ شرک فی العبادۃ کے بعید سے بعید رشتوں کے قطع کرنے کی سب سے بہتر صورت ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے لا تأتوا الصلوٰۃ وانتم تسعون وأتوھا وعلیکم السکینۃ نماز کے لئے دوڑتے بھاگتے نہ آیا کرو بلکہ اس طور پر وقار کے ساتھ آیا کرو گویا تم سرتاپا سکون ووقار ہو۔

شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اس مخصوص ادب میں جو بڑی حقیقت پنہاں ہے وہ یہ ہے کہ نماز کے لئے جب ایک مخصوص مکان مقرر کر دیا گیا، اس کے لئے ایک اعلان بھی کیا گیا اور اس کے بعد یہ نظر آنے لگا کہ مختلف سمتوں سے مختلف جماعتیں کسی ایک مقصد کے لئے کسی ایک جگہ جمع ہونے جارہی ہیں اگر وہ بہت زیادہ بھاگ بھاگ کر جائیں گی تو دیکھنے والوں کے دماغ میں یہ نقشہ آسکتا ہے کہ جس طرح اور مذاہب کو ان کے معبود کسی ایک جگہ رکھے ہوئے مل جاتے ہیں شاید ان کو بھی اپنا معبود کسی مسجد وغیرہ میں رکھا ہوا مل گیا ہے جس کی طرف یہ ایسے والہانہ انداز میں بھاگے جارہے ہیں اس لئے فرمایا کہ تم بھاگا مت کرو بلکہ اس طرح جایا کرو کہ ہر دیکھنے والا سمجھ جائے کہ جہاں تم جارہے ہو وہاں کچھ بھی نہیں ہے تم کسی ایسے معبود کی تلاش میں ہو جو اس مکان میں بھی ہے اور اس سے باہر بھی، ہر حال میں وہ تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہاری رگ جان سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔ شیخ اکبرؒ کے اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے ایک مرتبہ صحابہ کرام شدت شوق میں کسی سفر میں چیخ چیخ کر نعرہائے تسبیح وتہلیل لگا رہے تھے آپ نے ان کو اتنے چیخنے سے منع فرمایا اور کہا کہ تمہاری اس حرکت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا رب شاید تمہارے پاس نہیں کہیں غائب ہے یا اگر موجود ہے تو سنتا نہیں ہے اس کو آہستہ پکارو کیونکہ وہ تمہارے اونٹ کی گردن سے بھی تمہارے قریب ہے اونٹ پر سواری کے وقت جو چیز سوار کو سب سے قریب نظر آتی ہے وہ اس کی گردن ہی ہوتی ہے اس لئے نفسیاتی طور پر اس کے قرب کا نقشہ جمانے کے لئے یہی سب سے عمدہ مثال تھی فرمایا انکم لا تدعون اصم ولا غائبا۔ تم تو اس کو پکارتے ہو جو ہمہ وقت سنتا ہے اور جواب دیتا ہے پس اسلامی توحید تو اس کو بھی برداشت نہیں کرتی کہ تمہارے کسی عمل سے خدائیتعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کے متعلق کوئی ایسا موہوم سے موہوم نقش بھی پیدا ہو سکے جو اس کی شان تقدس وتنزیہ کے خلاف ہو۔ چہ جائیکہ اس میں شرک کے آثار صاف صاف نمایاں ہو رہے ہوں۔ کیا ایسا مقدس مذہب جو نماز جنازہ میں رکوع وسجود سے منع کرے قبور کو سجدہ کرنا برداشت کر سکتا ہے حالانکہ وہ قابل تعظیم جسد اب زمین میں مدفون ہو چکا ہے۔

یہی حقیقت مشرکین کے لباس، وضع وقطع اور معاشی ومعاشرتی مخالفت میں بھی پنہاں ہے اس کا مقصد

Marfat.com

بھی یہ ہے کہ توحید و شرک کا امتیاز صرف علمی مرتبہ میں نہ رہے بلکہ ایک موحد و مسلم کی رگ رگ سے بھی ٹپکنے لگے۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ جو حق تعالیٰ کا مقرر کردہ طریقہ عبادت ہو اگر مشرکین بھی اسے اختیار کرلیں تو ہمیں اس کو چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ ہمارا خود کوئی اصل مرکز اور مقام ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس راہ مستقیم کے ہم مالک ہیں اگر اس میں دوسرے لوگ ہماری اتباع کرتے ہیں تو یہ ان کے شرک میں اسلامی تعلیم کا ایک عکس ہوگا اگر اس میں کچھ ناگواری کی بات ہو تو ان کے لئے ہونی چاہیے نہ یہ کہ ہمیں اپنا مقام چھوڑ کر اس سے ہٹ جانا چاہیے۔ اسی لئے مشرکین کی مخالفت میں اسلام نے ملتِ حنیفیہ کی اتباع ترک نہیں کی بلکہ الٹا ان کو یہ الزام دیا ہے کہ یہ تو ہمارا حق ہے اس میں تم ہمارے متبع ہو اگر تم اس کی اتباع کرتے ہو تو اس وجہ سے ہم اپنے اصل حق سے دست بردار نہیں ہوں گے۔

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ	ابراہیم کے ساتھ خصوصیت کے بڑے حقدار تو وہ لوگ
اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ	تھے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ پیغمبر (آخر الزماں)
اٰمَنُوْا۔ (آل عمران)	اور مسلمان (جو ایمان لائے)

یہ فرق اس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ تم ملت حنیفیہ کا دعوی تو کرتے ہو مگر اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہو اور ہم بھی دعوی کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ شرک سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں آؤ دیکھیں ملت حنیفیہ کی صحیح اتباع کیا ہے۔

قَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا	کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ تو تم راہ یاب ہو گے
قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ	آپ کہہ دیجیے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے حضرت ابراہیم کی راہ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (بقرہ)	اختیار کی جو ایک ہی طرف کے تھے اور وہ مشرک نہ تھے۔

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ تم تو صرف مدعی ہو مگر ان کے متبع ہم ہیں بلکہ ان کی اتباع کا بڑا حق ہمارا ہے اس لئے ہم کسی حالت میں اپنے حق سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ جو نعرۂ مستانہ حضرت خلیلؑ اپنی ذریت میں بطور یادگار چھوڑ گئے وہ تو یہ ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ	آپ کہہ دیجیے کہ میری نماز میری عبادت، میرا جینا اور میرا
وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ	مرنا سب اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے
لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ	کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھ کو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے اور
الْمُسْلِمِيْنَ۔	میں اس کے فرمانبرداروں میں پہلا فرمانبردار ہوں۔
مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا	(حضرت) ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی لیکن حنیف تھے
وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ	یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم کے بڑے فرمانبردار

Marfat.com

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور شرک نہ تھے۔

ان عمیق اور حقیقت سے لبریز کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی توحید کا پورا پورا نقشہ صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھ لینے سے عیاں نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ انسانی زندگی کے ہر ہر چھوٹے بڑے گوشے سے بھی ظاہر نہ ہونے لگے اور اس کا ہر ہر عمل اسی ایک ذات پاک کے لئے اس طرح خالص ہو کر نہ رہ جائے کہ اس میں للہ اور لا شریک لہ کے مثبت اور منفی ہر دو پہلو جدا جدا ممتاز نظر نہ آنے لگیں یعنی اس کا للہ ہونا بھی نمایاں ہو جائے اور شرک کے خلاف ہونا بھی اسی درجہ پر نمایاں ہو جائے۔ توحید کے دعوے کے ساتھ جہاں پہنچکر مداہنت کی ادنیٰ سی ادنیٰ گنجائش بھی ختم ہو جاتی ہے وہ اس کا یہی منفی پہلو ہے اور اسی پہلو کے نمایاں ہو جانے سے اسلام و کفر میں کھلا ہوا امتیاز ہو جاتا ہے۔ شرک کی عام فضاؤں میں جب کبھی خدا کے برگزیدہ نبی آئے تو ان کا مقصد صرف توحید کا پرچم لہرا دینے سے پورا نہیں ہوا جب تک کہ انھوں نے علم کفر کو سرنگوں بھی نہیں کر دیا۔ اس لئے ان کے دعووں میں کبھی کوئی ایسا تخلخل نہیں ہوا جس کے بعد کفر کو ان سے اپنے ساتھ سازگاری کی کوئی ادنیٰ سی طمع بھی باقی رہ گئی ہو۔ وہ ہمیشہ ایک ٹھوس اور علیحدہ جماعت بنانے کا پروگرام لے کر دنیا میں آئے اور جب تک ان کا یہ مقصد پورا نہ ہو لیا روز و شب اسی کے لئے سرگرم عمل رہے ان کی اس پالیسی سے اگر کسی فرد یا جماعت نے اتفاق نہ کیا اور دونوں طرف لگے رہنے کا ارادہ کیا تو انھوں نے ان کو منافق کا لقب دیکر اپنی جماعت سے ہمیشہ ایک علیحدہ جماعت سمجھا۔ خلاصہ یہ کہ توحید کے مرحلے پر جتنا اس کا مثبت پہلو اہم ہوتا ہے اتنا ہی اہم اس کا منفی پہلو ہو جاتا ہے اگر آپ اتنی بات سمجھ گئے ہیں تو اب سورۂ قل یا ایہا الکافرون میں ایک ہی مضمون کو دو دو پہلوؤں سے ادا کرنے کا راز بھی سمجھ گئے ہوں گے یعنی کفر و اسلام کے دو راستوں کی واضح علیحدگی کے لئے یہی ایک تعبیر تھی جس کے بعد ان کے مابین سازگاری کی کوئی توقع باقی نہیں رہ سکتی۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام و کفر کے درمیان کوئی نقطۂ مشترک نہیں نکلتا جس جگہ کفر ہو وہاں اسلام نہیں اور جہاں اسلام ہے وہاں کفر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام کے ساتھ ساتھ کفر کی کسی ایک ادا کو بھی نبھایا نہیں جا سکتا اسی لئے قرآن کریم نے ایمان پر امن مرتب ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ اس میں شرک کا کوئی میل نہ ہونا چاہیے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۔ (انعام)

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان میں شرک کی آمیزش نہیں کی بس یہی لوگ امن کے مستحق ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

Marfat.com

ایک نصرانی شخص صرف کلمۂ توحید پڑھ کر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا بھی صاف و صریح اقرار نہ کر لے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک بندہ ہی تھے یہ اسی حقیقت پر مبنی ہے کہ توحید الٰہی کے ساتھ لاشریک لہٗ کا مظاہرہ ہونا بھی ضروری ہے۔ جب تک جملہ شرکاء پر لا کی شمشیر نہیں چلائی جاتی اس وقت تک صحیح طور پر نعرۂ توحید بلند نہیں ہوتا۔

اسلام نے جہاں ظاہری افعالِ شرک سے منع کیا ہے اسی طرح ان باریک باریک فروگذاشتوں سے بھی روکا ہے جن سے ایک موحد کا اچھا خاصا عمل مشرک کے عمل کے مشابہ بن جاتا ہے مثلاً ریار و شہرت پسندی جو عمل خواہ وہ اپنی شکل و صورت میں کتنا ہی توحید کا عمل سمجھا جائے لیکن اگر وہ ریار و شہرت پسندی سے آلودہ ہو جائے تو اسلامی نظر میں وہ بھی ایک قسم کا شرکیہ عمل سمجھا جاتا ہے اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے عمل کے صالح ہونے کے لئے یہ شرط لگا دی ہے کہ وہ شرک کی اس قسم سے بھی پاک و صاف ہونا چاہئے اور ایسے ہی عمل کا نتیجہ لقاء رب ہو سکتا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ	تو جس کو اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو
عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ	تو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے
رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔ (کہف)	پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے۔

یہاں "لا یشرک" کی تفسیر لا یرائی سے کی گئی ہے یعنی جس شخص کے پیش نظر لقاء رب جیسا اہم مقصد ہو اس کے لئے لازم ہے کہ نیک عمل کیا کرے اور اپنی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ بنایا کرے۔ اس آیت میں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ جس امر پر یہاں زیادہ زور دیا گیا ہے وہ وہی خدا تعالیٰ کی عبادت میں شرکت کی ممانعت ہے۔ ذاتی شرکت کا مسئلہ بھی گو کم اہمیت نہیں رکھتا وہ بھی ایک بدترین کفر ہے لیکن شرک کی جس خطرناک جھاڑی میں ایک مدعی توحید بھی الجھ سکتا ہے وہ صرف شرک فی العبادۃ ہے اور اس کی ایک نہایت دقیق اور باریک قسم ریار و شہرت پسندی ہے قرآن کریم نے شرک میں عام ابتلار کا شکوہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا	اور اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان بھی
وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۔ (یوسف)	رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی شرک بھی کرتے رہتے ہیں۔

یعنی ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو ایمان کے زبانی دعوے کے ساتھ شرک جلی اور شرک خفی کے ہر ہر شعبے سے احتراز رکھتے ہوں۔ غرض قرآن عزیز یہ اعلان کرتا ہے کہ محبوب حقیقی کے متلاشی کہاں مارے مارے پھرتے ہیں ان کے لئے اس کی ملاقات کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ نیک عمل کریں یہ تو اس کا مثبت پہلو ہوا اور

Marfat.com

اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اس کی عبادت میں شرک کے کسی نوع کی آلودگی بھی پیدا نہ ہونے دیں یہ منفی پہلو اس لئے ضروری ہے کہ بسا اوقات نیک عمل میں بھی شرک خفی کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں ایسا عمل گو نیک نظر آئے مگر درحقیقت نیک نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح خدا تعالیٰ کی توحید بھی اس وقت تک خالص توحید نہیں کہلاتی جب تک کہ اس کے ساتھ لا شریك لهٗ اور ما انا من المشرکین کا اعلان بھی صاف صاف نہیں کر دیا جاتا۔ آج بھی اگر آپ اپنے ایمانوں کا جائزہ لیں تو اس میں بھی آپ کو توحید کا مثبت پہلو جتنا صاف اور واضح نظر آئے گا اتنا واضح اس کا دوسرا منفی پہلو نظر نہیں آئے گا خوب یاد رکھئے جب تک کہ اس کا یہ پہلو بھی اتنا ہی واضح نہ ہو جائے اس وقت تک آپ کی توحید کا نقشہ بھی نامکمل رہے گا۔ مشکل دعویٰ توحید نہیں اس میں تو اکثر قومیں آپ کی ہم آہنگ ہیں جو مرحلہ مشکل ہے وہ تمام شرکا اور باریک سے باریک شرکیوں سے بیزاری ہے اور اس سے بڑھ کر اس بیزاری کا اعلان ہے اسی لئے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ میں مثبت پہلو کی بنیاد منفی پہلو پر قائم کی گئی ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد غالباً اب آپ خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ اسلامی توحید کو اور مذاہب کی توحید سے کتنا امتیاز ہے ان کی توحید تو ابنیت اور تثلیث کے عقیدہ کے باوجود قائم رہ سکتی ہے مگر اسلام کی توحید ریا و شہرت پسندی کے بار کی بھی متحمل نہیں ہو سکتی پس جس شرک سے ایک مسلمان کو بچنا ہے وہ صرف خدا کی ذات میں شرک نہیں اس کی عبادت میں شرک ہی نہیں بلکہ شرک کی وہ نوع بھی ہے جو اس کے خالص سے خالص عمل میں بھی خفیہ طور پر پیدا ہو جاتی ہے اور ایک مسلم کو بھی اس سے رستگاری نصیب نہیں ہوتی ؎

برا ہمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے ہوس چھپ چھپ کے سینہ میں بنا لیتی ہے تصویریں

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرک فی الذات، شرک فی الصفات (یعنی خدا تعالیٰ کی مخصوص صفات میں کسی کو اس کے برابر سمجھنا) اور شرک فی العبادت تو حقیقی شرک کے اقسام تھے۔ شرک فی التسمیہ، شرک خفی (یعنی ریا و شہرت پسندی) اور عقیدۂ توحید کے ساتھ بعض اور نازیبا طریقے جو اگرچہ شرک نہ ہوں مگر عملاً شرک حقیقی کے مشابہ ہوں یہ سب شرک اور قابل ترک ہی سمجھنے چاہئیں۔ کیونکہ ان کی سرحدیں حقیقی شرک کے ساتھ اتنی ملی جلی ہوتی ہیں کہ ان میں ذرا سی لغزش سے حقیقی شرک میں جا پڑنے کا ہر وقت احتمال ہوتا ہے اس لئے مذہب کی صحیح اتباع یہ نہیں کہ ایسے افعال کو تاویل کر کے کیا جائے اور خوب اصرار کے ساتھ کیا جائے صحیح اتباع یہ ہے کہ جن افعال سے کفر کی بو بھی آئے ان کو بھی کفر کی طرح ترک کر دیا جائے تاکہ وما انا من المشرکین کا پہلو اپنی پوری حقیقت کے ساتھ نمایاں ہو جائے اور کرّہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان کا پورا پورا نقشہ سامنے آجائے۔ اس کے بعد یہاں شرک کی ایک قسم اور بھی ہے جس کی طرف عام نظریں نہیں پہنچیں اس پر مطلق امت

Marfat.com

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے خاص طور پر تنبیہ فرمائی ہے۔

شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ شرک کی ایک قسم شرک فی الطاعت بھی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کی اطاعت کرنی ایسی اطاعت کہ اس میں خدا تعالیٰ کے رسول اور اس کے مبلغ ہونے کی حیثیت بھی ملحوظ نہ ہو حتیٰ کہ اگر اس کا حکم خداوندی حکم کے خلاف بھی ہو جب بھی اسی کی اطاعت کی جائے اس کا نام مستقل اطاعت ہے یہ صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا حق ہے اس لئے اس میں بھی کسی کو شریک بنانا ایک قسم کا شرک ہی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اہل کتاب کی اس نوع کی اطاعت کو شرک ہی سے تعبیر کیا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ - (۱۰ توبہ نصف) — ان لوگوں نے (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے) عالموں اور درویشوں کو خدا بنا رکھا ہے۔

آیتِ بالا کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اہل کتاب نے تو اپنے احبار و علماء کو کبھی ارباب نہیں بنایا تھا اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کیوں نہیں، کیا انھوں نے اپنے احبار کو مستقل مطاع کی حیثیت نہیں دی کہ جس کو انھوں نے حلال کہدیا انھوں نے اس کو حلال نہیں سمجھ لیا اور جس کو حرام بنادیا اس کو حرام نہیں سمجھ لیا۔ اطاعت کا یہ منصب صرف ایک رب العزت کے لئے زیبا تھا جب انھوں نے یہ منصب اٹھا کر اپنے احبار کے سپرد کر دیا تو یہی اتخاذ ارباب اور شرک ہے۔ اس مضمون سے حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ استنباط فرمایا کہ قرآنی نظر میں اس درجہ کی اطاعت بھی شرک کی ایک قسم ہے جس کو مستقل اطاعت کہا جاتا ہے۔ اسی قسم کی اطاعت کو قرآن کریم نے شرک سے تعبیر فرمایا ہے۔

وان اطعتموھم انکم لمشرکون۔ — اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تم مشرک ہو گے۔

رہی غیر مستقل اطاعت جس میں مطاع کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی بلکہ یہ اطاعت رب العزت کے حکم کے ماتحت ہوتی ہے جیسے رسول، مجتہدین امت، سلاطین و امراء، شوہر، والدین اور غلام کی اپنے مالک کی اطاعت اس لئے یہ شرک بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ فرض اور واجب بھی ہوتی ہے۔ عبادت اور اطاعت میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کی حقیقت غایت تذلل اور انتہائی خشوع و خضوع کا اظہار ہے۔ یہ اسی کے لئے مناسب ہے جس میں غایت درجہ عظمت موجود ہو، ایسی عظمت کہ اس سے برتر وہم و گمان میں نہ آسکے۔ اس درجہ کی عظمت صرف ایک ذات میں منحصر ہے اس لئے اس میں غیر مستقل طور پر بھی کسی کی شرکت کے لئے گنجائش نہیں اس میں ہر قسم کی شرکت شرک ہے۔ اور اطاعت کے لئے صرف حکمرانی کی لیاقت درکار ہے یہ بطریق نیابت مخلوق میں بھی پیدا ہو سکتی ہے اس لئے نیابۃً غیر اللہ کی اطاعت

Marfat.com

شرک نہیں۔ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے امت کے چند فرقے افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے ہیں ایک تو تاویل کر کے غیر اللہ کی عبادت جائز سمجھنے لگا۔ اور دوسرا اطاعتِ مجتہدین کو شرک سمجھنے لگا اور کوئی اطاعتِ رسول کو بھی شرک کا ایک شعبہ قرار دے بیٹھا۔ یہ تمام راہیں حقیقت سے ناآشنا ہونے کی دلیل ہیں۔ قرآن کریم نے اس مسئلہ کو علمی اور عملی ہر دو پہلوؤں سے پورے طور پر صاف کر دیا ہے۔ علمی لحاظ سے تو اس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے علیحدہ اطاعت نہیں ہوتی اس کو مستقل اطاعت سمجھنا ہی غلط ہے اس لئے وہ شرک کیسے ہو سکتی ہے۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ — جس نے رسول کا کہا مانا اس نے خدا ہی کا حکم مانا۔

اور عبادت کے متعلق اس قسم کا کہیں ایک حرف بھی نہیں فرمایا جس سے یہ خطرہ بھی گذر سکے کہ غیر اللہ کی عبادت کسی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی جا سکتی ہے اور عملی دائرہ میں رسول کی اطاعت اور اولوالامر کی اطاعت کو خود قرآن ہی نے فرض و واجب قرار دیدیا پھر اس کو شرک کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس عبادت میں کسی کی شرکت کو کسی نہج سے بھی گوارا نہیں کیا بلکہ ایک ادنی سی ریار کی نیت کو بھی شرک سے تعبیر فرمادیا اور فوز و فلاح کے لئے اس سے بھی احتراز کرنا شرط اول قرار دیدیا پس جتنی بات قرآن کریم سے کسی تاویل کے بغیر صاف اور صریح طور پر سمجھی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے حکم کے ماتحت کچھ اشخاص یا جماعتوں کی اطاعت تو جائز ہے اور عبادت میں اس کا حکم ہی یہ ہے کہ اس میں کسی کو شریک بھی نہ کیا جائے۔

أَمَرَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ — اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیدیا ہے کہ عبادت بجز اس کے اور کسی کی نہ کی جائے۔

پس مسئلہ تو اتنا صاف اور واضح ہے جتنا کہ ہو سکتا ہے لیکن تاویل کا دروازہ کب بند ہوا اس کو عبادت لغیر اللہ کے مشتاق اور اطاعت رسول سے بیزار دونوں جماعتیں کھڑی کھٹکھٹا رہی ہیں اللہ تعالیٰ دونوں کو صحیح فہم مرحمت فرمائے اطاعت رسول کے متعلق ہم حجیت حدیث کے ذیل میں زیادہ بسط کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

الاشراك باللہ تعالیٰ مما لم یفطر علیہ الانسان

(٦٠٢) عن عیاض بن حمار المجاشعی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات
یوم فی خطبتہ الا ان ربی امرنی ان اعلمکم ما جہلتم مما علمنی یومی ھذا کل
مال نحلتہ عبدا حلال وانی خلقت عبادی حنفاء کلھم وانھم اتتھم
الشیاطین فاجتالتھم عن دینھم وحرمت علیھم ما احللت لھم وامرتھم
ان یشرکوا بی ما لم انزل بہ سلطانا وان اللہ نظر الی اھل الارض فمقتھم
عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب وقال انما بعثتک لابتلیک وابتلی
بک وانزلت علیک کتابا لا یغسلہ الماء تقرأہ نائما ویقظان وان اللہ امرنی ان

شرک انسان کی فطرت نہیں

(٦٠٢) عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا سن لو میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کچھ آج اس نے مجھے بتایا ہے اس میں کوئی حصہ میں تم کو بھی بتا دوں (اس نے فرمایا ہے) کہ جو مال میں نے کسی بندہ کو دیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور فرمایا کہ میں نے اپنے تمام بندوں کو دین فطرت پر پیدا کیا ہے پھر ان کے پاس شیطان آئے اور ان کو اپنے دین سے ہٹا کر جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال بنائی تھیں حرام کر دیں اور اس پر ابھارا کہ میرا شریک ٹھیرائیں جس کی میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین پر نظر ڈالی تو عرب وعجم سب کو قابل نفرت سمجھا بجز ان چند لوگوں کے جو اہل کتاب میں سے باقی رہ گئے تھے اور فرمایا کہ میں نے تم کو رسول بنا کر اس لئے بھیجا ہے تاکہ تمہاری بھی آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سے دوسروں کی بھی آزمائش کروں اور تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی دھو نہیں سکتا، تم سوتے جاگتے ہر وقت اس کو پڑھ سکتے ہو۔ (قرآن حافظ کے سینہ میں ہوتا ہے نہ پانی اسے دھو سکتا ہے نہ اس کے پڑھنے کے لئے آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا بھی حکم دیا کہ

(٦٠٢) عرب بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ بتوں کے نام کے بہت سے جانور اپنے اوپر حرام کر لیا کرتے تھے حدیث کہتی ہے کہ جو جانور اللہ تعالیٰ نے حلال کئے ہیں ان کو حرام کرنے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت شرک وکفر سے پاک پیدا فرمائی ہے اس لئے شرک کرنے میں کسی کا کوئی عذر مسموع نہیں۔ یہ

Marfat.com

أُحَرِّقَ قُرَيْشًا فَقُلْتُ رَبِّ إِذًا يَثْلَغُوا رَأْسِي فَيَدَعُوهُ خُبْزَةً قَالَ اسْتَخْرِجْهُمْ كَمَا أَخْرَجُوكَ وَاغْزُهُمْ نُغْزِكَ وَأَنْفِقْ فَسَنُنْفِقُ عَلَيْكَ وَابْعَثْ جَيْشًا نَبْعَثْ خَمْسَةً مِثْلَهُ وَقَاتِلْ بِمَنْ أَطَاعَكَ مَنْ عَصَاكَ۔ (رواہ مسلم)

(۶۰۳) عَنْ زَيْدِ بْنِ سَلَّامٍ أَنَّ أَبَا سَلَّامٍ حَدَّثَهُ أَنَّ الْحَارِثَ الْأَشْعَرِيَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ أَمَرَ يَحْيَى بْنَ زَكَرِيَّا بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ يَعْمَلَ بِهَا وَيَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا وَإِنَّهُ كَادَ أَنْ يُبْطِئَ بِهَا قَالَ عِيسَى

میں قریش کو جلا کر تباہ کر ڈالوں اس پر میں نے عرض کیا وہ تو میرے سر کو کچل ڈالیں گے اور اس کو ایک روٹی کی طرح بنا کر رکھ دیں گے فرمایا تم ان کو نکال باہر کرو جیسا انھوں نے تم کو وطن سے نکالا اور ان سے جنگ کرو ہم تمہاری مدد کریں گے اور خوب لشکر پر خرچ کرو ہم تمہیں خرچ دیں گے اور ان پر فوج کشی کرو ہم اُن کی پانچ گُنی اپنی جانب سے اور بھیجیں گے اور اپنے تابعداروں کو ساتھ لیکر ان سے جنگ کرو جو تمہاری نافرمانی کرے۔ (مسلم شریف)

(۶۰۳) زید بن سلام سے روایت ہے کہ ان سے ابو سلام نے کہا کہ حارث اشعری نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ باتوں کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ ان پر وہ خود بھی عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل سے کہدیں کہ وہ بھی ان پر عمل کریں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل سے کہنے میں کچھ تاخیر ہونے لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

آپ پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ کسی کے کہنے پر حلال کو حرام سمجھ لینا بھی خدا کے شریک ٹھہرانے کے ہی مرادف ہے اسی کو شرک فی الطاعۃ کہا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ شرک فی الذات ہو یا فی العبادت یا فی الطاعت یہ سب انواع انسانی فطرت کے خلاف ہیں ان کا بانی صرف شیطان ہے اور جو اس کی تقلید کرتا ہے وہ عبدالرحمٰن نہیں اسی کا بندہ ہے۔ جب خارجی اثرات یا والدین کی تعلیم سے فطرت مسخ ہو جاتی ہے تو پھر عقائد شرکیہ فطرت کا تقاضہ معلوم ہونے لگتے ہیں۔

(۶۰۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ان پانچ باتوں کا امر فرمایا ہے جن کے بغیر پہلی باتوں پر بھی پورا عمل نہیں ہو سکتا۔ نماز، روزہ اور بالخصوص زکوٰۃ وصدقات یہ مسلمانوں کی صرف انفرادی عبادتیں نہیں بلکہ ان کی اجتماعی عبادتیں بھی ہیں اور اجتماعی عبادتوں کا نظم ونسق بلا جماعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور کوئی جماعت بلا کسی امام وامیر کے زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے آپ نے ان اجزاء پر زیادہ زور دیا ہے جن کے بغیر اللہ تعالیٰ کی خالص عبادتیں پوری طاقت اور آزادی کے ساتھ ادا نہیں کی جاسکتیں۔ آخری شریعت درحقیقت پہلی شریعتوں کے لئے مکمل ہے۔

Marfat.com

إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَكَ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ لِتَعْمَلَ بِهَا وَتَأْمُرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنْ يَعْمَلُوا بِهَا فَإِمَّا أَنْ
تَأْمُرَهُمْ وَإِمَّا أَنْ آمُرَهُمْ فَقَالَ يَحْيَى أَخْشَى إِنْ سَبَقْتَنِي بِهَا أَنْ يُخْسَفَ بِي أَوْ أُعَذَّبَ
فَجَمَعَ النَّاسَ فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَامْتَلَأَ وَقَعَدُوا عَلَى الشُّرَفِ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَنِي
بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ أَنْ أَعْمَلَ بِهِنَّ وَآمُرَكُمْ أَنْ تَعْمَلُوا بِهِنَّ أَوَّلُهُنَّ أَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا
تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَإِنَّ مَثَلَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللّٰهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اشْتَرَى عَبْدًا مِنْ خَالِصِ
مَالِهِ بِذَهَبٍ أَوْ وَرِقٍ فَقَالَ هٰذِهِ دَارِي وَهٰذَا عَمَلِي فَاعْمَلْ وَأَدِّ إِلَيَّ فَكَانَ يَعْمَلُ
وَيُؤَدِّي إِلَى غَيْرِ سَيِّدِهِ فَأَيُّكُمْ يَرْضَى أَنْ يَكُونَ عَبْدُهُ كَذٰلِكَ وَأَنَّ اللّٰهَ أَمَرَكُمْ بِالصَّلٰوةِ
فَإِذَا صَلَّيْتُمْ فَلَا تَلْتَفِتُوا فَإِنَّ اللّٰهَ يَنْصِبُ وَجْهَهُ لِوَجْهِ عَبْدِهِ فِي صَلٰوتِهِ مَا لَمْ
يَلْتَفِتْ وَأَمَرَكُمْ بِالصِّيَامِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ فِي عِصَابَةٍ مَعَهُ صُرَّةٌ فِيهَا
مِسْكٌ وَكُلُّهُمْ يَعْجَبُ أَوْ يُعْجِبُهُ رِيحُهَا وَإِنَّ رِيحَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ باتوں کے متعلق یہ حکم دیا تھا کہ آپ خود بھی ان پر عمل کیا کریں اور بنی اسرائیل سے بھی عمل کرنے کے لئے کہدیں تو یا تو آپ ہی ان سے کہدیجئے یا پھر میں ان سے کہدوں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ (چونکہ حکم مجھے ہوا ہے اس لئے) مجھے خطرہ ہے اگر اس بارے میں آپ نے سبقت کی تو کہیں میں زمین میں دھنسا نہ دیا جاؤں یا کسی اور عذاب میں گرفتار نہ ہوجاؤں اس کے بعد انہوں نے فوراً لوگوں کو بیتِ مقدس میں جمع کیا جب وہ خوب بھر گیا اور لوگ گیلریوں تک میں بیٹھ گئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں پر خود عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کا کہ میں تم کو بھی ان پر عمل کرنے کی تاکید کردوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ کیونکہ جو شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنائے اس کی مثال ایسی ہے جیسی اس غلام کی جس کو ایک شخص صرف اپنے سونے چاندی کے مال سے بلا شرکت غیرے خریدے اور اس کو یہ بتائے کہ دیکھ یہ تو میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے تو مزدوری کرنا اور اس کی اجرت مجھے دیدیا کرنا۔ یہ غلام مزدوری تو کرے مگر اس کی اجرت اپنے آقا کی بجائے کسی اور شخص کو دیدیا کرے بھلا تم میں کون شخص یہ پسند کرسکتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نماز کا حکم دیا ہے لہٰذا جب تک نماز میں رہو ادھر ادھر دیکھا نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی طرف پورا پورا متوجہ رہتا ہے جب تک وہ ادھر ادھر نہیں دیکھتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو روزہ کا حکم دیا ہے

Marfat.com

رِيحِ الْمِسْكِ وَآمُرُكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَسَرَهُ الْعَدُوُّ فَأَوْثَقُوا يَدَهُ إِلٰى عُنُقِهِ وَقَدَّمُوهُ لِيَضْرِبُوا عُنُقَهُ فَقَالَ أَنَا أَفْدِيهِ مِنْكُمْ بِالْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَفَدَا نَفْسَهُ مِنْهُمْ وَآمُرُكُمْ أَنْ تَذْكُرُوا اللّٰهَ فَإِنَّ مَثَلَ ذٰلِكَ كَمَثَلِ رَجُلٍ خَرَجَ الْعَدُوُّ فِي أَثَرِهِ سِرَاعًا حَتّٰى إِذَا أَتٰى عَلٰى حِصْنٍ حَصِينٍ فَأَحْرَزَ نَفْسَهُ مِنْهُمْ كَذٰلِكَ الْعَبْدُ لَا يُحْرِزُ نَفْسَهُ مِنَ الشَّيْطَانِ إِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ اللّٰهُ أَمَرَنِي بِهِنَّ. السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ وَالْجِهَادُ وَالْهِجْرَةُ وَالْجَمَاعَةُ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ إِلَّا أَنْ يُرَاجِعَ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّهُ مِنْ جُثٰى جَهَنَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَقَالَ وَإِنْ صَلّٰى وَصَامَ فَادْعُوا بِدَعْوَى اللّٰهِ الَّذِي سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ الْمُؤْمِنِينَ عِبَادَ اللّٰهِ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح غریب)

روزہ کی مثال ایسی ہے جیسی کسی جماعت میں اس شخص کی جس کے پاس ایک تھیلی ہو اس تھیلی میں مشک ہو تو ہر شخص کو اس کی خوشبو اچھی معلوم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بھی زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو صدقہ کا حکم دیا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسی اس شخص کی جس کو دشمن نے قید کر لیا ہو اور اس کے ہاتھ اس کی گردن سے باندھ دیئے ہوں اور اس کی گردن مارنے کے لئے اس کو لئے جا رہے ہوں۔ یہ شخص کہے کہ میں اپنی جان کے عوض میں تھوڑا بہت مال (جو کچھ مال میرے پاس ہے) سب دیتا ہوں اور اس طرح فدیہ دے کر اپنی جان کو ان سے چھوڑا لے اور پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ذکر اللہ کا حکم دیا ہے کیونکہ ذکر کی مثال ایسی ہے جیسی اس شخص کی جس کے تعاقب میں دشمن تیزی کے ساتھ آ رہا ہو اور یہ دوڑتے دوڑتے کسی مضبوط قلعہ کے اندر آ جائے اور اس میں آ کر اپنی جان کو دشمن سے بچا لے اسی طرح بندہ بجز ذکر اللہ کے اور کسی طرح اپنے آپ کو شیطان سے بچا نہیں سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں تم کو ان پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کا حکم خدا تعالیٰ نے مجھ کو دیا ہے۔ اپنے حاکم کا حکم بغور سننا اور بخوشی ماننا جہاد کرنا، ہجرت اور مسلمانوں کی جماعت جو اپنے امام کے ساتھ رہے اسی کے ساتھ تم بھی لگے رہنا کیونکہ جو امام وقت کی جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ رہا اس نے گویا اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار پھینکا مگر یہ کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آ جائے اور پھر اس کی اطاعت کرنے لگے اور پانچویں بات یہ کہ جس نے اسلام میں پھر زمانہ جاہلیت کی آوازیں لگانی شروع کیں وہ شخص دوزخ کے خس و خاشاک میں داخل ہوا۔ گیا ایک شخص بولا یا رسول اللہ اگرچہ وہ نماز پڑھے اور روزے رکھے فرمایا اگرچہ نماز پڑھے اور روزے رکھے اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔ اس لئے اللہ کے بندو! اسی اللہ کی طرف بلاؤ جس نے پہلے سے تمہارا نام مسلم اور مومن رکھ دیا ہے۔ (ترمذی شریف)

Marfat.com

الاشراك بالله اقبح الاشياء عند الله

(۶۰۴) عن عمرو بن شرحبیل عن عبد اللہ قال قلت یا رسول اللہ ای الذنب اعظم قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک ثم قال ای قال ان تقتل ولدک خشیۃ ان یاکل معک ثم قال ای قال ان تزانی حلیلۃ جارک فانزل تصدیق قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر۔ (بخاری شریف)

(۶۰۵) عن عبد اللہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الذنب اعظم عند اللہ قال ان تجعل للہ ندا وھو خلقک قال قلت لہ ان ذلک لعظیم قال قلت ثم ای قال ثم ان تقتل ولدک مخافۃ ان یطعم معک قال قلت ثم ای قال ثم ان تزانی حلیلۃ جارک۔ رواہ مسلم وفی طریق اخر فانزل اللہ عزوجل تصدیقھا والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما)

شرک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر جرم ہے

(۶۰۴) عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اس خدا کا شریک ٹھیرائے جس نے تجھ کو تنہا بلا شرکت پیدا کیا ہے پوچھا اس کے بعد، فرمایا یہ کہ تو اپنے جگر گوشہ کو اس خوف سے مار ڈالے کہ کہیں وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک نہ ہو جائے، اس نے کہا پھر اس کے بعد، فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے. آپ کے اس کلام کی تصدیق میں آیت ذیل بھی نازل ہوگئی۔ والذین لا یدعون الخ

(۶۰۵) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اس کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تجھ کو پیدا اسی نے کیا ہے میں نے کہا بیشک یہ تو بہت بڑا جرم ہے. میں نے عرض کیا اس کے بعد فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خطرہ سے مار ڈالے کہ وہ (بڑا ہو کر) کھانے میں تیرا شریک ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر، فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بی بی سے زنا کرے۔ صحیح مسلم کے دوسرے طریقے میں ہے کہ آپ کے اس ارشاد کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں نازل فرمائی۔ والذین لا یدعون مع اللہ الخ

Marfat.com

(۶۰۶) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُكْ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُّتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّهَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(۶۰۷) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَّعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا یُشْرِكُ بِهٖ شَیْئًا وَّیُقِیْمُ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتِی الزَّكٰوةَ وَیَجْتَنِبُ الْكَبَائِرَ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ فَسَاَلُوْهُ مَا الْكَبَائِرُ قَالَ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَالْفِرَارُ مِنَ الزَّحْفِ وَقَتْلُ النَّفْسِ۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

(۶۰۸) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَغْفِرُ لِعَبْدِهٖ مَالَمْ یَقَعِ الْحِجَابُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْحِجَابُ قَالَ اَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ وَّهِیَ مُشْرِكَةٌ۔ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

(۶۰۹) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّقِیَ اللّٰهَ لَا یَعْدِلُ بِهٖ شَیْئًا فِی الدُّنْیَا ثُمَّ كَانَ عَلَیْهِ مِثْلُ جِبَالٍ ذُنُوْبٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ۔ (" ")

(۶۰۶) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ میرے سب سے بزرگ محبوب نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہاری بوٹی بوٹی کردی جائے اور تم کو جلا کر خاک ہی کر دیا جائے اور دیکھو جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص جان کر نماز چھوڑ بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ اس سے تمام برائیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۶۰۷) ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، نماز اچھی طرح پڑھے زکوٰۃ ادا کرے، کبائر سے بچتا رہے مگر وہ ضرور بالضرور جنت میں جائے گا۔ لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہ کبائر کی تفصیل کیا ہے فرمایا خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنا جہاد سے بھاگ جانا اور کسی کو ناحق قتل کرنا یہ سب کبیرہ ہیں۔ (مستدرک)

(۶۰۸) ابوذرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے گناہ برابر بخشتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بندہ کے درمیان پردہ نہیں پڑتا صحابہؓ نے پوچھا وہ پردہ کیا چیز ہے فرمایا وہ پردہ یہ ہے کہ شرک کے عقیدہ پر کسی کی موت آجائے (کتاب البعث والنشور)

(۶۰۹) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھے بغیر مرجائے اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیگا اگرچہ اس کے سر پر پہاڑوں کے برابر بھی گناہ ہوں۔ (")

Marfat.com

(۶۱۰) عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ مَاتَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ (رواہ احمد والشیخان)

(۶۱۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلٰی مَغْفِرَۃِ الذُّنُوْبِ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ مَالَمْ یُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا (رواہ فی شرح السنۃ)

(۶۱۲) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الدَّوَاوِیْنُ ثَلَاثَۃٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُ اللّٰهُ الْاِشْرَاکُ بِاللّٰهِ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ۔ وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُهُ اللّٰهُ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَهُمْ وَبَیْنَ اللّٰهِ فَذَاکَ اِلَی اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَ اِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۶۱۳) عَنْ مُعَاذٍ قَالَ اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ

---

(۶۱۰) ابوایوب انصاری روایت فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے خود سنا ہے جو شخص شرک سے پاک و صاف مرجائے گا وہ ضرور جنتی ہوگا۔ (احمد و شیخین)

(۶۱۱) ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص یہ یقین رکھے کہ میں تمام گناہوں کی بخشش پر قدرت رکھتا ہوں میں اس کو بخشدوں گا بشرطیکہ اس نے کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرایا ہو اور میں بڑا بے نیاز ہوں۔ (شرح السنہ)

(۶۱۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کے دفاتر تین قسم کے ہیں ایک شرک کا دفتر اس کی بخشش کا تو کوئی امکان ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما چکا ہے خدا تعالیٰ اس بات کی ہرگز مغفرت نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ دوسرا دفتر وہ ہے جس کا انتقام لئے بغیر اللہ تعالیٰ نہیں چھوڑے گا یہ بندوں کے باہم ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ تیسرا دفتر ان حقوق کا ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان ہیں۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو ان پر گرفت فرمائے اور چاہے درگذر فرمادے۔ (شعب الایمان)

(۶۱۳) معاذؓ سے روایت ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ہے آپ نے فرمایا ہے۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا جائے اور جلا کر خاک بھی کردیا جائے۔ (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ بیوی اور مال چھوڑ دینے کا

Marfat.com

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَإِذَا أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ وَأَنْتَ فِيهِمْ فَاثْبُتْ وَأَنْفِقْ عَلٰى عِيَالِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ۔ (رواہ احمد)

(۶۱۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ۔ (رواہ البخاری)

بھی حکم دیں۔ (۳) کوئی فرض نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جو شخص قصداً نماز چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ (۴) شراب نہ پینا کیونکہ یہ تمام بے حیائیوں کا سرچشمہ ہے۔ (۵) خدا کی نافرمانی سے دور رہنا کیونکہ نافرمانی کرنے سے خدا کا غصہ اتر آتا ہے۔ (۶) جہاد میں ہرگز نہ بھاگنا اگرچہ اور لوگ بھاگ جائیں۔ (۷) جب لوگوں میں وبا پھیلے اور تم ان میں موجود ہو تو ثابت قدم رہنا اور بھاگنا مت) (۸) اپنی اولاد پر اپنی وسعت کے موافق خرچ کرتے رہنا۔ (۹) بنظر ادب اپنا ڈنڈا اُن سے نہ ہٹانا (۱۰) اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انھیں ڈراتے بھی رہنا۔ (احمد)

(۶۱۴) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکا عذاب ابوطالب کو ہوگا وہ صرف آگ کے دو چپل پہنے ہوئے ہوں گے اس کی وجہ سے ان کا دماغ کھولتا رہے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ) (بخاری شریف)

---

(۶۱۴) اگر شرک کے متعلق حتمی وعید میں قدرت کوئی استثنار گوارا کرتی تو شاید ان سے بڑھ کر اس کا کوئی اور محل نہ ہوتا مگر یہاں بھی صحیح حدیثوں میں خدا کی وعید میں کوئی استثنار ثابت نہیں ہوتا۔ بعض روایات میں جو تفصیلات مذکور ہیں وہ حد ثبوت کو نہیں پہنچتیں۔ یہ حدیث بالفاظ مختلفہ وارد ہوئی ہے ہم نے اس کے مختلف الفاظ سے مختلف فوائد اخذ کئے ہیں اس لئے اس کو کئی جگہ ذکر کیا ہے مگر ہر جگہ لکھتے ہیں۔

Marfat.com

(۶۱۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ (رواہ ابن ماجۃ ورواہ احمد عن عبداللہ بن عمرو بن العاص فی روایۃ الا اثنین مشاحن وقاتل نفس.

(۶۱۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَیَوْمَ الْخَمِیْسِ فَیُغْفَرُ لِکُلِّ عَبْدٍ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا اِلَّا رَجُلٌ کَانَتْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اَخِیْہِ شَحْنَاءُ فَیُقَالُ دَعُوْا ھٰذَیْنِ حَتّٰی یَصْطَلِحَا. (رواہ مسلم)

لا ینفع الایمان مع الاشراک باللہ

(۶۱۷) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ

---

(۶۱۵) ابوموسیٰ اشعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب میں اپنے بندوں کی طرف خاص طور پر توجہ فرماتا ہے اور سب کی مغفرت کردیتا ہے بجز مشرک اور کینہ ور کے. (ابن ماجہ ۔ احمد)

(۶۱۶) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کے دن کھولے جاتے ہیں اور ان میں تمام ان بندوں کی بخشش کردی جاتی ہے جو کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہراتے بجز ان کے جن کے دل میں اپنے بھائی کا کینہ ہو. ایسے دو شخصوں کے متعلق یہ کہدیا جاتا ہے کہ ان کا معاملہ ملتوی رکھو تاآنکہ وہ دونوں صلح کرلیں ۔ (مسلم)

شرک وکفر کی ملاوٹ کے ساتھ ایمان بھی سودمند نہیں

(۶۱۷) ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب آیت الذین آمنوا الخ (جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے

---

(۶۱۶) آسمانوں میں دروازے ہیں وہ کھولے بھی جاتے ہیں اور بند بھی کئے جاتے ہیں یہ سب عالم غیب کے حقائق ہیں ان میں جگہ جگہ نہ الجھئے اگر کلی طور پر آپ کو عالم غیب کا وجود مسلم ہوچکا ہے تو یہ سب اسی کی معمولی جزئیات ہیں اور اگر ابھی اس کے وجود ہی میں کچھ تردد ہے تو پہلے اسی کو طے کرلیجئے ـــــــ یہاں مقصد یہ ہے کہ ارحم الراحمین کی مہربانیوں کی ایسی ایسی ساعات میں بھی شرک کرنے والا محروم ہی رہتا ہے اپنے ایک مسلمان بھائی سے بغض رکھنے والا شخص بھی کتنا بدنصیب ہے جو محرومی میں ایک مشرک کا شریک بن رہا ہے.

(۶۱۷) ایمان میں شرک ملانے کی مختلف صورتیں ہیں. سب سے خطرناک یہ ہے کہ زبان پر تو خدا کی توحید کا دعویٰ ہو

Marfat.com

شَقَّ ذَالِكَ عَلٰى اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّنَا لَمْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ ذَاكَ اِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ اَلَمْ تَسْمَعُوْا قَوْلَ لُقْمَانَ لِابْنِهٖ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّوْنَ اِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهٖ۔ (متفق علیہ)

(۶۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ امْرَاَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَا اَعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّيْ اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً۔ (رواہ البخاری)

اپنے ایمان میں کسی قسم کا ظلم شامل نہیں کیا الخ) نازل ہوئی تو آپ کے صحابہؓ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھلا ہم میں ایسا کون شخص ہوگا جس نے کوئی بھی ظلم (گناہ) نہ کیا ہو۔ آپ نے فرمایا یہاں ظلم سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ (سب سے بڑا ظلم) شرک مراد ہے۔ کیا تم نے لقمان کا وہ قول نہیں سنا جو انھوں نے بطور وصیت اپنے لڑکے سے فرمایا تھا اے ولد عزیز دیکھو شرک نہ کرنا کیونکہ یہ بڑا ظلم ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۱۸) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی زوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ثابت بن قیس اپنے شوہر کی عادت یا ان کے دین پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن مجھے اسلام میں کفر کرنا گوارا نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ان کا وہ باغ جو انھوں نے تم کو مہر میں دیا تھا واپس کرسکتی ہو؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ثابت بن قیس سے فرمایا میرا مشورہ یہ ہے کہ تم وہ باغ لے لو اور ان کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری شریف)

اور عملاً اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک بھی بنایا جائے۔ قرآن کریم نے حسب ذیل الفاظ میں ایسے ہی ایمان کا شکوہ فرمایا ہے۔ وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون۔ ان میں اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے مگر وہ اس کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ جس کے ایمان میں کسی قسم کا بھی شرک شامل ہوگا وہ نہ تو ہدایت یافتہ ہے اور نہ آخرت میں اس کو امن واطمینان نصیب ہوگا۔ ایمان اسی وقت نجات بخش ہوتا ہے جبکہ اس میں شرک کا کوئی شائبہ نہ ہو حتی کہ جس عمل میں شرک خفی یعنی ریاء کی بھی بو ہو وہ بھی آخرت میں کالعدم ہو جائے گا۔

(۶۱۸) ثابت بن قیس پست قد تھے ان کی بی بی کا دل ان سے ملتا نہ تھا جب دل نہیں ملتا تو معاشرتی زندگی میں بے سبب اختلافات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

لاتقبل الشفاعة فی المشرك

(٦١٩) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَانِيْ اٰتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيَّرَنِيْ بَيْنَ اَنْ يَدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا۔ (رواه الترمذی وابن ماجه)

(٦٢٠) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَلْقَى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ اٰزَرَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ

مشرک کے حق میں شفاعت قبول نہیں

(٦١٩) عوف بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے پروردگار کی طرف سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے مجھے اختیار دیا کہ اگر میں چاہوں تو میری نصف امت جنت میں داخل ہوجائے اور چاہوں تو امت کیلئے شفاعت اختیار کرلوں۔ میں نے شفاعت کو پسند کرلیا ہے اور یہ ہر اس شخص کیلئے ہوکر رہے گی جو اس حالت پر مرجائے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائے۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

(٦٢٠) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ محشر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد آزر سے جب اس حالت میں ملاقات ہوگی کہ ان کے چہرہ پر تاریکی چھائی ہوگی اور وہ غبار آلود

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) یہ بی بی کتنی سچی، کتنی دانا اور کتنی دیانتدار تھیں کہ اپنی مقصد براری کیلئے اپنے شوہر کے سر کوئی جھوٹا مقدمہ بنا کر کھڑا نہیں کرتیں نہ ان پر کوئی تہمت لگاتی ہیں بلکہ بڑی صفائی سے اپنے قلبی اختلاف کا اظہار کردیتی ہیں کتنی دینیدار ہیں کہ جدائی کی درخواست اس لئے پیش نہیں کرتیں کہ کوئی دنیوی نفع ان کے پیش نظر ہے بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے اسلام میں کفر کی ادنیٰ آمیزش بھی برداشت نہیں کرسکتیں۔ جس انس و محبت کو ان کا اسلام تقاضا کرتا ہے وہ بصورت موجودہ اس کو نباہ نہیں سکتیں ایک محسن کے ساتھ قلبی کراہت بھی ایک قسم کا کفر ہے جو اسلام خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر سے روکتا ہے وہی اپنے شوہر کے ساتھ بھی کفر سے روکتا ہے اسلام کے ساتھ کفر کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا شعبہ بھی ہو تو وہ انسان کے اسلام کو بدنما کردیتا ہے۔ مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے اسلام سے کفر نما افعال کی جڑ بنیاد نکال پھینکے۔ اسی وقت اس کا اسلام سچا اور پکا اسلام کہلانے کا مستحق ہے۔

(٦١٩) یعنی آپ کی شفاعت کیلئے اور کسی تفصیل کی ضرورت نہیں صرف اتنی بات کافی ہے کہ شرک سے کلیتہً اجتناب رہے کیونکہ شرک آپ کی شفاعت کیلئے بھی حجاب ہوگا۔

(٦٢٠) یہ والد بزرگوار کے لئے سفارش نہیں تھی اس کی ممانعت تو پہلے ہوچکی تھی بلکہ یہ اس وعدہ کی یاددہانی پر

Marfat.com

أَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ إِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِيْ أَنْ لَا تُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ إِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِإِبْرَاهِيْمَ مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَإِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ (رواه البخاری)

(٦٢١) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا يَسْتَغْفِرُ لِأَبَوَيْهِ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقُلْتُ لَا تَسْتَغْفِرْ لِأَبَوَيْكَ وَهُمَا مُشْرِكَانِ فَقَالَ أَلَيْسَ قَدِ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيْمُ لِأَبِيْهِ وَهُوَ مُشْرِكٌ فَذَكَرْتُهٗ

ہوگا تو وہ فرمائیں گے کیا میں نے آپ سے دنیا میں نہیں کہدیا تھا کہ میری نافرمانی نہ کیجئے وہ جواب دیں گے اچھا اب نہیں کروں گا اسوقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام (جوشِ محبت میں) دعا فرمائیں گے پروردگار تونے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ محشر میں مجھے رسوا نہ کرے گا۔ آج میرے اس رحمت سے دور افتادہ والد کی حالت سے بڑھ کر میری رسوائی اور کیا ہوگی۔ ارشاد ہوگا میں تو جنت کو کافرین پر حرام کرچکا ہوں۔ اس کے بعد ان سے کہا جائے گا اچھا ذرا اپنے پیروں کے پاس تو دیکھو کیا چیز ہے وہ دیکھیں گے تو ایک کیچڑ میں لتھڑی ہوئی ہنڈار کی مسخ شدہ صورت ان کو نظر آئے گی (یہ مکروہ صورت دیکھ کر تکوینی طور پر ان کے قلب سے شفقت پدری نکل جائے گی) پھر آزر کے پیروں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈالدیا جائے گا۔ (بخاری شریف)

(٦٢١) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے سنا تو میں نے کہا کہ تو ان کیلئے استغفار نہ کر کیونکہ وہ مشرک تھے اس نے کہا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

جوان کی رسوائی سے حفاظت کے متعلق کیا جاچکا تھا۔ قدرت نے اس کا یوں ایفاء کردیا کہ آزر کی شکل ہی کو مسخ کردیا تاکہ پہشناخت ہی نہ ہوسکے کہ یہ کون ہیں اگرچہ اس یاددہانی میں دوسرے پیرایہ سے سفارش کی بو بھی آرہی تھی مگر یہ ایسا ہی تھا جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حق میں شفاعت سے بچ کر فرمایا اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی ہیں آج بحق نبوت تو کچھ بول نہیں سکتا مگر تیری خدائی اور ان کے رشتۂ بندگی کو یاد دلاتا ہوں اب تو چاہے تو اپنے بندے سمجھ کر ان کو عذاب دیدے اور چاہے تو بخشدے اسی طرح یہاں ابراہیم علیہ السلام براہ راست تو کافر باپ کی سفارش نہیں کرتے مگر یوں فرماتے ہیں کہ پروردگار ان کی اس حالت کا اثر آج کچھ تیرے خلیل پر بھی پڑتا ہے ان کو رسوائی سے بچانا یہ تیری مرضی مگر اپنے خلیل کو تو بچالے اس کے متعلق تو تیرا وعدہ ہے قدرت نے اپنے دونوں وعدے پورے کردیئے۔ کافر کو بخشا نہیں اور خلیل کو رسوا نہیں کیا۔ وللہ الحمد فی الاولیٰ والآخرہ

(٦٢١) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کافر کے لئے دعاء مغفرت بھی نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس کے حق میں عدم مغفرت کا اعلان کردیا گیا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کرنی قرآن کریم کو گویا معارضہ ہے۔ ابوطالب کے حق میں آپ کی سفارش صرف عذاب کے تخفیف کیلئے ہوگی اسکو بھی علماء نے آپ کی خصوصیت پر محمول کیا ہے بہرحال مغفرت کا دروازہ کافر کیلئے بند ہے۔

Marfat.com

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ (رواه الحاكم فى التفسير وصححه الذهبى ايضا والحديث يروى فى الصحاح)

(۶۲۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَكٰى وَاَبْكٰى مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّيْ فِيْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِيْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاَذِنَ لِيْ

اپنے باپ کیلئے مغفرت طلب کی تھی حالانکہ وہ بھی تو مشرک تھے۔ یہ بات میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی اور مومنین کے لئے یہ شایان شان نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بالخصوص جبکہ ان پر یہ واضح ہو چکا ہو کہ مشرکین سب دوزخی ہیں۔ رہا ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کیلئے استغفار کا معاملہ تو وہ صرف ایک وعدہ کی بنا پر تھا جو انھوں نے پہلے سے کر رکھا تھا لیکن جب ان کو یہ واضح ہو گیا کہ ان کا والد خدا تعالیٰ کا دشمن تھا تو وہ بھی ان سے الگ ہو گئے (اور سفارش ترک کر دی) ابراہیم مزاج کے نہایت نرم اور بڑے گریہ وزاری کرنیوالے نبی تھے۔ (حاکم)

(۶۲۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کر لوں، تو مجھکو دیدی اور میں نے اس کی اجازت مانگی کہ ان کی

(۶۲۲) اس قسم کی احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ شرک کا جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا ہے کہ اس پر کے باشدہ سب یکساں ماخوذ ہوں گے اب اگر فرض کر لیجئے کہ کسی کی خاطر رحمت کوئی کرشمہ قدرت دکھادے اور کسی کو اسی عالم میں دوبارہ زندہ کر کے ایمان کی توفیق بخشدے تاکہ مشرک کے حق میں اس کا آئین بھی محفوظ رہے اور رعایت کرنے کا ایک سبب بھی پیدا ہو جائے تو یہ اس کی مرضی کی بات ہے اس میں کون مداخلت کر سکتا ہے لیکن اس قسم کا مضمون صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا صحیح حدیثوں سے جتنا ثابت ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید کے معاملہ میں کسی کے ساتھ بھی نرمی نہیں کی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کی اہم خصوصیت پر حسب ذیل الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے۔

واصل ضلال المشركين انهم ظنوا ان الشفاعة	یعنی مشرکین اور نصاریٰ کی گمراہی کی اصل حقیقت یہی تھی
عند الله كالشفاعة عند غيره وهذا اصل	کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش کا معاملہ
ضلال النصارى الخ . . . . فمن ظن ان	بھی مخلوق کی سفارش پر قیاس کر رکھا تھا جیسے یہاں ایک
الشفاعة المعهودة من الخلق للخلق تنفع	انسان اپنی سفارش کیلئے ایسے شخص کا انتخاب کرتا ہے
عند الله مثل ان يشفع الانسان عند من	جس کے متعلق وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کی سفارش کا اثر پڑیگا

Marfat.com

فزوروا القبور فانها تذکر الموت۔ (رواہ مسلم)

(۶۲۳) عن ابن المسیب عن ابیه ان ابا طالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مغفرت کیلئے درخواست پیش کروں تو مجھ کو اس کی اجازت نہ دی۔ تم قبروں کی زیارت کرو کیونکہ یہ موت کو یاد دلاتی ہیں (مسلم)

(۶۲۳) ابن المسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوطالب کی وفات کا وقت آیا تو

یرجوہ المشفوع الیہ او یخافہ کما یشفع عند الملك ابنہ او اخوہ او اعوانہ او نظراءہ الذین یخافہما و یرجوہم فیجیب سؤالہم۔ لاجل رجائہ و خوفہ منہم۔ فمن یشفعون فیہ عندہ وان کان الملك او الامیر او غیرہما یکرہ الشفاعۃ فیمن شفعوا فیہ فیشفعہم فیہ علی کراہۃ منہ ویشفعون عندہ ایضا بغیر اذنہ فاللہ تعالیٰ ہو رب کل شئ وملیکہ وخالقہ فلا یشفع احد عندہ الا باذنہ ولا یشفع احد فی احد الا لمن اذن اللہ للشفیع ان یشفع فیہ فاذا اذن للشفیع شفع وان لم یسأل الشفیع۔ ولو سأل الشفیع الشفاعۃ ولم یأذن اللہ لہ لم تنفع شفاعتہ کما لم تنفع شفاعۃ نوح فی ابنہ ولا ابراہیم فی ابیہ ولا ما جعلہ لوط فی قومہ ولا صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنافقین واستغفارہ لہم (الرد علی البکری ص۹۵)

یا تو اس لئے کہ اس کا اس سے کوئی تعلق ہے یا وہ اس سے ڈرتا ہے مثلاً بادشاہ کے سامنے اس کے بیٹے یا بھائی یا کسی اس کے مشیر کی سفارش لیجاتا ہے یا پھر اس کے کسی ایسے ہمسر کی سفارش لیجاتا ہے جس سے بادشاہ کو کوئی خوف ہوتا ہے تو یہ سفارشیں بادشاہ کو بعض اوقات اپنی طبیعت کے خلاف بھی ماننی پڑتی ہیں لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سفارش بھی اسی نوع کی سمجھی اس نے سخت غلطی کی کیونکہ اللہ تعالیٰ سب کا پروردگار سب کا مالک اور خالق ہے اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرنے کی کسی کو تاب و طاقت نہیں وہاں اجازت ملنے پر شفاعت ہو سکتی ہے خواہ شفیع نے اپنی جانب سے درخواست بھی نہ کی ہو اور اگر اجازت نہ ملے تو اگر شفیع شتربے مہار بھی سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہیں ہوتی جیسی حضرت نوح علیہ السلام کی سفارش اپنے بیٹے کیلئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کیلئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی اپنی قوم کے حق میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی منافقین

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہِ بلند میں سفارش کا معاملہ بھی ان ہی کی مرضی پر موقوف ہے انبیاء علیہم السلام کی بھی یہ تاب و طاقت نہیں کہ وہ کسی کے معاملہ میں قدرت کو مجبور کر سکیں جب تک اس طرف سے ممانعت کے آثار نہیں پاتے پیہم اپنے عجز و نیاز کے ہاتھ پھیلائے رہتے ہیں اور جب ذرا آثارِ ممانعت نظر آنے لگتے ہیں تو پھر وہ بھی اپنی بیزاری کا اعلان کر دیتے ہیں خواہ وہ اپنا والد ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں ارشاد ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ۔

Marfat.com

وَعِنْدَہٗ اَبُوْ جَهْلٍ فَقَالَ اَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِبٍ اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَالَا يُكَلِّمَانِهٖ حَتّٰى قَالَ اٰخِرَ شَيْءٍ كَلَّمَهُمْ بِهٖ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ ـــ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ـ وَنَزَلَتْ ـ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ ـ (رواہ البخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت ان کے پاس ابو جہل بھی موجود تھا، آپ نے ان سے کہا چچا جان لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تاکہ اس کلمہ کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کے لئے کچھ گفت و شنید کا موقعہ مل جائے اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ فوراً بولے ابوطالب! کیا تم عبد المطلب کا آبائی دین چھوڑ دو گے اور اس سلسلہ میں وہ ابوطالب کو اتنا ورغلاتے رہے یہاں تک کہ انھوں نے جو سب سے آخری بات اپنی زبان سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبد المطلب ہی کی ملت پر ہوں آپ نے فرمایا اس کے باوجود میں آپ کے حق میں استغفار کرتا رہوں گا تاآنکہ مجھے اس سے صاف طور پر روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت اتری۔ نبی اور مؤمنوں کے لئے یہ نامناسب ہے کہ وہ مشرکوں کیلئے استغفار کریں خواہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہو کہ مشرک دوزخی جماعت ہیں نیز یہ آیت بھی نازل ہوئی جسے آپ چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ (بخاری شریف)

Marfat.com

الکافر یجازی بحسناتہ فی الحیوۃ الدنیا

کافروں کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دیدیا جاتا ہے

قرآن کریم نے اس حقیقت کا بار بار اعلان کر دیا ہے کہ کافر کے اعمال آخرت میں سب اکارت ہو جائیں گے کیونکہ عمل صالح کی ہستی صرف ان کو عملی جامہ پہنا دینے سے قائم نہیں ہوتی بلکہ روحِ ایمانی سے قائم ہوتی ہے۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ روحِ ایمانی کے بغیر وہ صرف ایک بے جان قالب اور عمل صالح کا ایک خول رہتا ہے جس میں نہ تو کچھ حقیقت ہوتی ہے نہ وزن، اسی کو قرآن میں حبط سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کافر کے وہ اعمال جو دنیا میں بظاہر حسنات نظر آتے تھے قیامت میں روشن ہو جائے گا کہ وہ اس کی شامت کفر کی وجہ سے حسنات کا صرف ایک ڈھانچا تھے ان میں حقیقت کی کوئی روح نہ تھی اسی لئے ان اعمال پر وہ کسی ثواب کے مستحق بھی نہ ہوں گے اور اسی لئے ان کو میزانِ آخرت میں تولا بھی نہیں جائے گا کیونکہ وزن ہمیشہ اسی چیز کا ہوا کرتا ہے جو ذی مقدار ہو۔ جو ذی مقدار نہیں اس کا وزن کرنا بھی ممکن نہیں، ہاں ان کے اعمال چونکہ حسنات کی صورت ضرور رکھتے ہیں اس لئے آئینِ رحمت کے ماتحت ان کا بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو جائے گا، اب وہ خواہ دنیوی وسعت کی شکل میں ہو یا عذابِ اخروی کی تخفیف کی صورت میں بہر حال نجاتِ ابدی جس کو قرآن کریم میں فوز عظیم کہا گیا ہے، کافر کے اعمال پر کبھی مرتب نہیں ہو سکتی ہاں تخفیف عذاب ہو سکتی ہے اور یہ بھی ان کے اعمال کے صلہ میں نہیں بلکہ محض فضلِ ایزدی کے صدقہ میں اور وہ بھی ہر کس و ناکس کیلئے نہیں بلکہ اسی کے لئے جس کے حق میں مولائے کریم فضل کرنا چاہے۔ کافر و مومن کے درمیان اس تفریق کی وجہ بھی خود قرآنِ کریم نے وضاحت سے بیان کر دی ہے۔ پہلے آپ ان آیات کو ملاحظہ کیجئے جن میں اعمالِ کفار کی حیثیت اور ان کے حبط ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے اس کے بعد وہ آیات ذکر کی جائیں گی جن میں اس تفریق کی وجہ بیان کی گئی ہے۔

(۱) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ ۲۱۷)	اور جو تم میں اپنے دین سے برگشتہ ہوگا اور کفر ہی کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے لوگوں کا کیا کرایا دنیا اور (کیا) آخرت دونوں میں اکارت ہوا اور یہی ہیں دوزخی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔

(٢) إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ۔ (آل عمران - ٢)

جو لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے اور نیز ان لوگوں کو قتل کرتے جو انہیں انصاف کرنے کو کہتے ہیں تو (اے پیغمبر) ایسے لوگوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ یہی ہیں جن کا سارا کیا دھرا دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت ہوا اور خدا تعالیٰ کے مقابلے میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(٣) وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (المائدہ - ١)

اور جو ایمان کی (ان باتوں کو) نہ مانے تو اس کا کیا دھرا اکارت ہوا اور آخرت میں بھی وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

(٤) وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ إِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَأَصْبَحُوا خَاسِرِينَ۔ (المائدہ - ٧)

اور مسلمان (کفار کے حال پر افسوس کرکے) کہیں گے کیا یہی لوگ ہیں جو ظاہر میں بڑے زور سے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے اور ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں (اور اندر اندر یہود کی تائید میں کوششیں کرتے تھے) تو ان کا سارا کیا دھرا اکارت ہوا اور وہ سراسر نقصان میں آ گئے۔

(٥) ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (الانعام - ٩)

یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس طرح کی ہدایت دے اور اگر یہ پیغمبر شرک کرتے تو ان کا سارا کیا دھرا ضائع ہو جاتا۔

(٦) وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ (الاعراف - ١٦)

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی پیشی کو جھٹلایا ان کا کیا دھرا سب اکارت ہوا ایسے مزا ان کو ان ہی اعمال بد کی دی جائے گی جو دنیا میں وہ کرتے تھے۔

(٧) مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ۔ (التوبہ - ٢)

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد رکھیں اور شرک کے افعال (و اقوال) سے اپنے اوپر کفر کی شہادت بھی دیئے جائیں یہی لوگ ہیں جن کا کیا دھرا سب اکارت ہوا اور یہی لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

(٨) وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَ

منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے حق

Marfat.com

الكفار نار جهنم خالدين فيها هي حسبهم ولعنهم الله ولهم عذاب مقيم ...... اولئك حبطت اعمالهم في الدنيا والآخرة واولئك هم الخاسرون۔

(التوبہ - ۷)

میں خدا نے دوزخ کے آگ کی قرارداد کر لی ہے کہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور وہی ان کو بس کرتی ہے اور خدا نے ان کو پھٹکار دیا ہے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے ...... یہی وہ لوگ تھے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کا کیا دھرا سب اکارت ہوا اور وہی نقصان میں بھی رہے۔

(۹) من كان يريد الحيوة الدنيا وزينتها نوف اليهم اعمالهم فيها وهم فيها لا يبخسون اولئك الذين ليس لهم في الآخرة الا النار وحبط ما صنعوا فيها وباطل ما كانوا يعملون۔

(ہود - ۱)

جن کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی رونق ہوتی ہے ہم ان کے عملوں کا بدلہ یہیں دنیا میں ان کو پورا پورا بھر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہتے لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں دوزخ کے سوا اور کچھ نہیں اور چونکہ عمل انہوں نے دنیا میں کئے وہ آخرت میں سب گئے گذرے ہوئے اور وہاں کا جو کیا دھرا تھا سب لغو تھا۔

(۱۰) اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيمة وزنا۔

(الکہف - ۱۱)

جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو اور قیامت کے دن اس کے حضور میں حاضری کو نہ مانا تو ان کے عمل اکارت ہو گئے اور ہم قیامت کے دن ان کے نیک اعمال کیلئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔

(۱۱) اولئك لم يؤمنوا فاحبط الله اعمالهم۔ (احزاب - ۱)

یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل (جو کچھ بھی کئے تھے) اکارت کر دیئے۔

(۱۲) ولقد اوحي اليك والى الذين من قبلك۔ لئن اشركت ليحبطن عملك ولتكونن من الخاسرين۔

(الزمر - ۱۱)

اے پیغمبر! خبر تمہاری طرف اور ان پیغمبروں کی طرف جو تم سے پہلے ہو گذرے وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے عمل حبط ہو جائیں گے اور ضرور تم گھاٹے میں آجاؤ گے۔

(۱۳) والذين كفروا اعمالهم كسراب بقيعة يحسبه الظمان ماء حتى اذا جاءه لم يجده شيئا ووجد الله عنده

اور جو لوگ منکر اسلام ہیں ان کے اعمال ترے دیکھے کی سی ہیں جیسے چٹیل میدان میں چلکتا ہوا ریت کہ پیاسا اس کو دور سے پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے

تُوَفّٰهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ (النور - ۴)

پس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا اور (پیاسا تڑپ تڑپ کر مر گیا) اور دیکھا تو خدا تعالیٰ نے اس کے اعمال کا حساب پورا پورا چکا دیا۔

(۱۴) کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ۔ (الحدید - ۲)

دنیا کی زندگی کی مثال بارش کی مثال ہے کہ اس سے کھیتی لہلہانے لگتی ہے اور کاشتکار کھیتی کو دیکھ کر خوشیاں منانے لگتا ہے پھر یک کر خشک ہو جاتی ہے تو اے مخاطب تو دیکھو کہ وہ پیلی پڑ گئی ہے پھر وہ آخر کار روندی میں آجاتی ہے ہر نخ

ان آیات میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ کافروں کی سب نیکیاں آخرت میں اکارت ہو جائیں گی اور ان کیلئے ہرگز نجات بخش نہ ہوں گی ان کی امیدیں سب غلط ہیں۔ ان کو نقصان ہی نقصان اور خسارہ ہی خسارہ رہے گا۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قابلِ قبول اعمال کو بے وجہ یونہی رد کردے گا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے مارکیٹ میں اس بے قدر متاع کو لانے میں خود انھوں نے غلطی کی ہے۔ سورۂ محمد کی آیتوں میں کافروں کے اعمال کے نامقبول ہونے کی ذمہ داری خود ان ہی کے سر ڈالی گئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جب کافروں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو نفرت سے دیکھا تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو رغبت کی نظر سے کیسے دیکھتا انھوں نے خدا کے احکام سے نفرت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال سے نفرت اختیار کی۔ جب انھوں نے اس کی نارضائی کو پسند کیا اور اس کی رضا جوئی کو مکروہ سمجھا تو اس نے بھی ان کے اعمال کو مکروہ سمجھا اور ان کا اجر حبط کر دیا۔

ان کے اس معاندانہ رویہ کی سزا تو یہ تھی کہ انھیں اور الٹا عذاب دیا جاتا مگر شانِ رحمت نے ان بے روح اعمال پر بھی علی الحساب دنیوی انعامات دے کر ان کا منہ بند کر دیا ہے تاکہ آخرت میں ان کو ثواب کے مطالبہ کا کوئی حق ہی باقی نہ رہے۔ اب حسب ذیل آیات پڑھئے اس کے بعد اس باب کی حدیثوں کو مطالعہ فرمائیے۔

(۱۵) اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ (محمد)

جن لوگوں نے دینِ حق کو نہ مانا اور اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکا، خدا نے ان کے کئے کرائے اعمال اکارت کر دیئے۔

(۱۶) ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ (محمد)

مومن کے اعمال کی قبولیت اور کفار کے اعمال کی نامقبولیت اس وجہ سے ہے کہ جن لوگوں نے دینِ حق سے انکار کیا وہ غلط راستے پر چلے اور جو ایمان لائے وہ اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے ٹھیک راستے پر چلے۔

Marfat.com

(۱۷) وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔ (محمد)

اور جو لوگ دینِ حق سے منکر ہیں ان کیلئے ہلاکت اور ان کا سارا کیا دھرا خدا تعالیٰ برباد کردیگا اور یہ اس سبب سے کہ خدا نے جو دین اتارا اس کو انھوں نے پسند نہ کیا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے ان کے عمل اکارت کر دیئے۔

(۱۸) ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔ (محمد)

یہ نوبت اس لئے آئی کہ جو بات خدا کی ناراضگی کی تھی یہ لوگ اسی کے پیچھے چلے اور اس کی رضامندی کو ناپسند کیا تو خدا نے بھی ان کے اعمال ملیامیٹ کر دیئے۔

(۱۹) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَن سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ..... وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ۔ (الاحقاف - ۱)

یہ مسلمان لوگ ہیں کہ جنتیوں کے ساتھ ہم ان کے نیک عملوں کو قبول فرمائیں گے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کریں گے۔ اس سچے وعدہ کے مطابق جو ان سے دنیا میں کیا گیا تھا..... اس دن جبکہ کافر دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے تو ان سے کہا جائیگا کہ تم دنیا کی زندگی میں اپنے اعمال کے مزے لوٹ چکے اور ان کا خاطر خواہ فائدہ حاصل کر چکے (اب ان کے بدلہ میں تمہارے لئے کیا رکھا ہے) تو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائیگی اس لئے کہ تم ناحق زمین میں اکڑا کرتے تھے اور اس لئے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

(۶۲۴) عَنْ عُمَرَ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ مُضْطَجِعٌ عَلَى رِمَالِ حَصِيرٍ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ فِرَاشٌ قَدْ أَثَّرَ الرِّمَالُ بِجَنْبِهِ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهَا لِيفٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ فَلْيُوَسِّعْ عَلَى أُمَّتِكَ فَإِنَّ

(۶۲۴) حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے جس میں کھجور کا جال بھرا ہوا تھا اور ایک کھرّے بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے آپ کے جسمِ مبارک اور بوریئے کے درمیان کوئی کپڑا تک نہ تھا اسلئے بوریئے کے بناوٹ کے نقش جسمِ نازک پر اُبھر آئے تھے۔ یہ سماں دیکھکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ آپ کی امت پر بھی کچھ

Marfat.com

فَارِسَ وَالرُّوْمَ قَدْ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ وَهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ فَقَالَ أَوَفِي هٰذَا أَنْتَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أُولٰئِكَ قَوْمٌ عُجِّلَتْ لَهُمْ طَيِّبَاتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي رِوَايَةٍ أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ۔ (متفق علیہ)

(۶۲۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ اسْتَسْقٰى يَوْمًا عُمَرُ فَجِيْءَ بِمَاءٍ قَدْ شِيْبَ بِعَسَلٍ فَقَالَ إِنَّهُ طَيِّبٌ لٰكِنِّيْ أَسْمَعُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ نَعٰى عَلٰى قَوْمٍ شَهَوَاتِهِمْ فَقَالَ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا فَأَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا فَلَمْ يَشْرَبْهُ۔ (رواہ رزین)

(۶۲۶) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطٰى بِهَا فِي الدُّنْيَا وَيُجْزٰى بِهَا فِي الْآخِرَةِ وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتّٰى إِذَا أَفْضٰى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزٰى بِهَا۔ (رواہ مسلم)

وسعت فرما دے۔ دیکھئے تو یہی آخر یہ فارس و روم بھی تو ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہیں کرتے وہ کس طرح پھل پھول رہے ہیں، آپ نے فرمایا ابن الخطاب! اچھا کیا ابھی تک تم اسی پیچیدگی میں پھنس رہے ہو، ارے بھئی یہ تو وہ قوم ہے جن کی نیکیوں کا بدلہ پیشگی طور پر دنیا ہی میں دیدیا گیا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کیا تم اس تقسیم پر خوش نہیں کہ ان کے حصہ میں دنیا رہے اور ہمارے حصہ میں آخرت۔ (بخاری و مسلم)

(۶۲۵) زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کے سامنے شہد کا شربت پیش کیا گیا۔ فرمایا شربت تو بڑا مزے دار ہے لیکن کیا کروں کہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنتا ہوں کہ اس نے کافروں کی من مانی خواہشات ملنے پر ان کی مذمت فرمائی ہے اور کہا ہے کہ تم تو اپنی نیکیوں کے مزے دنیا ہی میں اڑا چکے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ بھی کہیں جلدی جلدی دنیا ہی میں نہ دیا جا رہا ہو۔ یہ کہہ کر شربت ہرگز نہ پیا۔ (رزین)

(۶۲۶) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی مومن پر اس کی کسی نیکی کے بارے میں ظلم نہیں کرتا۔ اس کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی دیا جاتا ہے۔ رہا کافر تو جو نیکیاں اس نے اپنی دانست میں خدا تعالیٰ کے واسطے کی تھیں ان کا پورا بدلہ دنیا ہی میں نمٹا دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچتا ہے تو اس کی کوئی نیکی ایسی باقی نہیں ہوتی جس کا ثواب اس کو وہاں دیا جائے۔

(مسلم شریف)

Marfat.com

(۶۲۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أُتِيَ بِطَعَامٍ وَكَانَ صَائِمًا فَقَالَ قُتِلَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي كُفِّنَ فِي بُرْدَةٍ إِنْ غُطِّيَ رَأْسُهُ بَدَتْ رِجْلَاهُ وَإِنْ غُطِّيَ رِجْلَاهُ بَدَا رَأْسُهُ وَأُرَاهُ قَالَ وَقُتِلَ حَمْزَةُ وَهُوَ خَيْرٌ مِنِّي ثُمَّ بُسِطَ لَنَا مِنَ الدُّنْيَا مَا بُسِطَ أَوْ قَالَ أُعْطِينَا مِنَ الدُّنْيَا مَا أُعْطِينَا وَلَقَدْ خَشِينَا أَنْ تَكُونَ حَسَنَاتُنَا عُجِّلَتْ لَنَا ثُمَّ جَعَلَ يَبْكِي حَتَّى تَرَكَ الطَّعَامَ۔ (رواہ البخاری)

(۶۲۸) عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحْسَنَ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَا كَافِرٍ إِلَّا أَثَابَهُ اللّٰهُ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا إِثَابَةُ الْكَافِرِ قَالَ إِنْ كَانَ قَدْ وَصَلَ رَحِمًا أَوْ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ أَوْ عَمِلَ حَسَنَةً أَثَابَهُ اللّٰهُ الْمَالَ وَالْوَلَدَ وَالصِّحَّةَ وَأَشْبَاهَ ذٰلِكَ قَالَ فَقُلْنَا مَا إِثَابَتُهُ فِي الْآخِرَةِ فَقَالَ عَذَابًا دُونَ الْعَذَابِ قَالَ وَقَرَأَ

(۶۲۷) سعد بن ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا روزہ تھا جب افطار کے وقت ان کے سامنے نہایت نفیس کھانا رکھا گیا تو فرمانے لگے کہ مصعب بن عمیر شہید ہوئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے مگر ان کو کفن کیلئے صرف ایک چادر نصیب ہوئی وہ بھی اتنی تھی کہ جب ان کا سر ڈھکا جاتا تو دونوں پیر کھل جاتے اور جب پیر ڈھکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا (راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں حضرت حمزہ کا بھی ذکر فرمایا) کہ وہ بھی شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بدرجہا افضل تھے اس عسرت و تنگی کے دور کے بعد پھر ہمارے لئے دنیا کی جو کچھ فراوانی ہوئی وہ ہوئی۔ ہمیں خطرہ ہے کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں نہ نمٹایا جا رہا ہو، یہ کہہ کر اتنا روئے کہ کھانا (اسی طرح) چھوڑ دیا۔ (بخاری)

(۶۲۸) حضرت ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان ہو یا کافر نیک عمل جو بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بدلہ ضرور دیتا ہے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ کافر کے عمل کا بدلہ کیا ہے فرمایا جو کافر اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتا ہے، یا صدقہ دیتا ہے یا اور کوئی بھلا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ مال، اولاد، تندرستی اور اسی قسم کی دنیوی نعمتوں کی شکل میں دیدیتا ہے ہم نے عرض کیا

(۶۲۸) بظاہر آیت سے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ جب اس آیت سے فرعونیوں کا سخت ترین عذاب میں گرفتار ہونا ثابت ہوا تو دوسروں کے حق میں ان کی نسبت سے عذاب کی تخفیف بھی مفہوم ہوئی لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض کفار کو بعض کی نسبت عذاب میں تخفیف ہوگی اس تخفیف کا باعث کچھ ان کی نیکیاں بھی ہو سکتی ہیں۔

Marfat.com

رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔ (اخرجہ الحاکم فی التفسیر ص۴۵۶ ج۲ وقال الذھبی فیہ عتبۃ بقظان واہ۔

حسنات الکافر اذا اسلم

(۶۲۹) عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اُمُوْرًا کُنْتُ اَتَحَنَّثُ بِھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ مِنْ صَدَقَۃٍ اَوْ عَتَاقَۃٍ اَوْ صِلَۃِ رَحِمٍ اَفِیْھَا اَجْرٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْلَمْتَ عَلٰی مَا اَسْلَفْتَ مِنْ خَیْرٍ۔ (رواہ البخاری ومسلم والحاکم فی مستدرکہ فی مناقب حکیم)

یہ تو دنیا میں بدلا ہوا آخرت میں ان کا بدلا کیا ہوگا۔ فرمایا عذاب کی تخفیف، اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی ادخلوا اٰل فرعون الخ فرعونیوں کو سخت عذاب میں جھونک دو۔ (مستدرک)

اسلام قبول کرنے کے بعد کیا زمانۂ کفر کی نیکیاں بھی قبول ہوسکتی ہیں

(۶۲۹) حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ فرمائیے میرے وہ نیک کام جو میں زمانۂ جاہلیت میں کیا کرتا تھا جیسے صدقہ، غلام آزاد کرنا، اور عزیزوں کے ساتھ سلوک کرنا کیا ان کا بھی مجھکو ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا تم جتنی نیکیاں پہلے کرچکے ہو، ان سب کے ساتھ ہی مسلمان ہوئے ہو۔ (یعنی ان کا بھی ثواب ملے گا) (بخاری۔ مسلم۔ مستدرک)

---

(۶۲۹) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کافر کے نیک عمل اسلام کے بعد معتبر ہوسکتے ہیں لیکن بحث طلب یہ ہے کہ اگر وہ مسلمان نہ ہو جب بھی ان کا کوئی نفع ظاہر ہوگا یا نہیں۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث کو زکوۃ، عتق اور صلہ رحمی کے مختلف ابواب میں روایت کیا ہے اور ہر جگہ اس پر صدقہ مشرک اور عتق مشرک کا عنوان قائم کرکے "ثم اسلم" (یعنی پھر اسلام قبول کرلے) کی قید لگا دی ہے۔ یعنی اگر مشرک صدقہ یا غلام آزاد کرکے مسلمان ہوجائے تو کیا اس کے یہ اعمال موجب ثواب ہوں گے؟ حافظ ابن حجر نے غالباً اسی لئے یہ تفصیل اختیار فرمائی ہے کہ کافر اگر اسلام قبول کرلے جب تو اس کے زمانۂ کفر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے ورنہ نہیں۔ ہمارے نزدیک امام بخاری نے ان تراجم میں اس مسئلہ کے فیصلہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں فرمایا بلکہ اس کے پیچیدہ اور مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے کسی ایک جانب جزم کرنا خلاف احتیاط سمجھا ہے اور اسی لئے الفاظ حدیث ہی کو عنوان باب بنادیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کافر کے طاعات معتبر ہونے کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ اس کے عذاب میں کچھ تخفیف ہوجائے یہی اس کے حق میں بہت بڑی بات ہے اس کے سوا اس کے حق میں نجات ابدی کا تو کوئی تصور ہی نہیں ہوسکتا پوری بحث عنقریب آنے والی ہے۔

Marfat.com

حسنات الکافر اذا لم یسلم

(۶۳۰) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ البخاری فی قصۃ ابی طالب)

(۶۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ أَبُو طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِي ضَحْضَاحٍ

اگر کافر اسلام نہ لائے تو کیا اسکی نیکیاں سودمند ہیں

(۶۳۰) عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا وہ آپ کی بڑی حمایت کرتے تھے اور آپ کی خاطر دوسروں سے ناراض ہوجایا کرتے تھے۔ فرمایا دوزخ میں ان کو ٹخنوں تک عذاب ہوگا۔ اگر کہیں میری سفارش نہ ہوتی تو سب سے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ (بخاری)

(۶۳۱) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آپ کے چچا ابوطالب کا ذکر آیا تو انھوں نے ان کے متعلق آپ کو یہ فرماتے سنا، قیامت کے دن میری سفارش شاید ان کو کچھ نفع دیدے

(۶۳۱) ان احادیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کافر کی نیکیاں اصولی طور پر بھی تخفیف عذاب کا موجب ہوسکتی ہیں بلکہ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ خاص موقعہ پر کسی سفارش کی وجہ سے اس کے حق میں تخفیفِ عذاب ہوسکتی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میری سفارش نہ ہوتی تو ان کے عذاب میں تخفیف بھی نہ کی جاتی۔ مسلم شریف میں اس حدیث پر یہ باب ہے "شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب والتخفیف عنہ بسببہ" اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ ابوطالب کے حق میں جو تخفیف ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کی بدولت ہی ہوئی۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ کی سفارش میں ان کی اس جاں نثاری کا دخل بھی ضرور تھا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے رسول کی ذات سے متمتع ہونے کی دو صورتیں تحریر فرمائی ہیں۔ الداعی انما ینتفع من وجہین اما بدعاء الرسول واما بایمان الداعی بہ وطاعتہ ومحبتہ فاذا کان الرسول لم یدع لہ وھو لم یؤمن بہ لم ینتفع بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم فابوطالب مع کفرہ لما کان یحوط الرسول وینعہ شفع فیہ حتی خفف عنہ العذاب۔ (کتاب الرد علی البکری ص۱۲)

کسی دعا کرنیوالے کو رسول کی ذات سے صرف دو طرح نفع پہنچ سکتا ہے یا تو اس کے حق میں خود رسول دعا و سفارش کرے، یا یہ شخص خود اس رسول پر ایمان رکھتا ہو، اس کی اطاعت اور اس سے محبت کرتا ہو پس اگر نہ تو رسول اس کے حق میں دعا کرے اور نہ یہ اس پر ایمان رکھے تو اب رسول کی ذات سے اس کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔

Marfat.com

مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهِ۔ (رواه البخاری)

(۶۳۲) عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ الطَّائِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أَبِي كَانَ يَصِلُ الرَّحِمَ وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ فَهَلْ لَهُ فِي ذٰلِكَ يَعْنِي مِنْ أَجْرٍ قَالَ إِنَّ أَبَاكَ طَلَبَ أَمْرًا فَأَصَابَهُ۔ (رواہ احمد قال الهيثمي ورجاله ثقات والطبرانی فی الکبیر)

(۶۳۳) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ جُدْعَانَ كَانَ يَقْرِي الضَّيْفَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَفْعَلُ وَيَفْعَلُ أَيَنْفَعُهُ ذٰلِكَ قَالَ لَا إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا قَطُّ رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ۔ (رواہ مسلم وابن جریر والحاکم وصححہ)

اور اس کی وجہ سے وہ تپتی آگ میں رکھے جائیں جو صرف ان کے ٹخنوں تک رہے لیکن اس عذاب سے بھی ان کا دماغ تک کھولتا رہے گا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۲) عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میرے والد صلہ رحمی کرتے اور بھی بہت اچھے اچھے کام کیا کرتے تھے انھیں کچھ ملے گا؟ راوی کہتا ہے کہ کچھ ان کا ثواب ملے گا آپ نے جواب دیا کہ تمہارے والد کی جو نیت تھی وہ انھیں حاصل ہوگئی۔ (یعنی شہرت مقصود تھی وہ اتنی ہوگئی کہ دنیا میں ان کی سخاوت ضرب المثل ہوگئی یہ کمال بلاغت تھی کہ بیٹے کے منہ پر باپ کی عدم مغفرت بیان کرنے سے اعراض فرمایا) (احمد الطبرانی)

(۶۳۳) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ ابن جدعان بڑی مہمان نوازی بڑی صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور بھی بہت اچھے اچھے کام کیا کرتا تھا، کیا یہ کام اس کیلئے کچھ سودمند ہوں گے فرمایا نہیں اس نے کسی دن (بھولے سے) بھی یہ نہیں کہا میرے پروردگار قیامت میں میری خطاؤں سے درگذر کرنا۔ (ابن جریر و حاکم و مسلم)

ابوطالب باوجودیکہ کافر تھے لیکن چونکہ وہ آپ کی حمایت کیا کرتے تھے (اور آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تھی) اس لئے ان کے حق میں آپ کی سفارش کارگر ہوئی اور ان کے عذاب میں تخفیف کردی گئی۔

یہاں ایک شبہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ احادیث بالا سے کافر کے حق میں بھی شفاعت کا نافع ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے برخلاف قرآن کی تصریح یہ ہے کہ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ۔ کافروں کو شفاعت کرنیوالوں کی شفاعت سودمند نہ ہوگی۔ ہمارے نزدیک اس کا سب سے بہتر اور بے تکلف جواب امام قرطبی کا ہے وہ فرماتے ہیں۔

المراد بها فی الآیۃ الاخراج من النار وفی الحدیث المنفعۃ بالتخفیف۔	آیت کی مراد یہ ہے کہ شفاعت کی وجہ سے کسی کافر کو عذاب دوزخ سے نجات نہیں مل سکتی اور حدیث میں شفاعت کا جو نفع مذکور ہے اس سے مراد صرف عذاب کی تخفیف ہے نجات نہیں۔

(فتح الباری)

Marfat.com

(۶۳۴) عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فِيْ قِصَّةٍ اَنَّ ثُوَيْبَةَ مَوْلَاةٌ لِاَبِيْ لَهَبٍ وَكَانَ اَبُوْلَهَبٍ اَعْتَقَهَا فَاَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْلَهَبٍ اُرِيَهُ بَعْضُ اَهْلِهِ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيْتَ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ لَمْ اَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ اَنِّيْ سُقِيْتُ فِيْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ (رواہ البخاری) وفی الفتح ذکر السھیلی ان العباس قال لما مات ابولھب رأیتہ فی منامی بعد حول فی شر حال فقال مالقیت بعدکم راحۃ الا ان العذاب یخفف علی فی کل یوم اثنین قال وذلک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین وکانت ثویبۃ بشرت ابالھب بمولدہ فاعتقھا)

(۶۳۵) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ الْعَاصَ بْنَ وَائِلٍ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ فَاَعْتَقَ اِبْنُهٗ هِشَامٌ خَمْسِيْنَ رَقَبَةً فَاَرَادَ اِبْنُهٗ عَمْرٌو اَنْ يُّعْتِقَ عَنْهُ الْخَمْسِيْنَ الْبَاقِيَةَ فَقَالَ حَتّٰى اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَبِيْ اَوْصٰى اَنْ يُّعْتَقَ عَنْهُ مِائَةُ رَقَبَةٍ وَاِنَّ هِشَامًا اَعْتَقَ عَنْهُ خَمْسِيْنَ

---

(۶۳۴) زہری سے روایت ہے کہ عروۃ فرماتے تھے ثویبہ ابولہب کی باندی تھی جسے ابولہب نے آپ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔ اس آزاد شدہ باندی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا جب ابولہب مرگیا تو اس کے گھر کے کسی آدمی نے اس کو بہت برے حال میں دیکھا اس سے پوچھا تم کو کیا گذری ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر مجھے کوئی راحت نہیں مل سکی بجز اس کے کہ ثویبہ کو چونکہ میں نے آزاد کیا تھا اس لئے اس کے بدلہ میں مجھ کو تھوڑا سا پانی پلا دیا جاتا ہے۔ فتح الباری میں سہیلی سے منقول ہے کہ عباسؓ کہتے ہیں جب ابولہب مرگیا تو میں نے اسے ایک سال بعد بہت خراب حال سے خواب میں دیکھا اس نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے راحت کا ذائقہ تک نہیں چکھا۔ صرف پیر کے دن میرے عذاب میں ذرا سی تخفیف کر دی جاتی ہے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر ہی کے دن ہوئی تھی جب ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے خوشی میں آکر اس کو آزاد کر دیا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۳۵) عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے سو غلام آزاد کر دیئے جائیں ان کے ایک فرزند ہشام نے تو پچاس غلام آزاد کر دیئے تھے دوسرے فرزند عمروؓ نے بقیہ پچاس ادا کرنے کا ارادہ کیا تو دل میں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر مجھے یہ اقدام کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے

Marfat.com

وَبَقِيَتْ عَلَيْهِ خَمْسُوْنَ رَقَبَةً فَاُعْتِقُ عَنْهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَوْكَانَ مُسْلِمًا فَاَعْتَقْتُمْ عَنْهُ اَوْ تَصَدَّقْتُمْ عَنْهُ اَوْ حَجَجْتُمْ عَنْهُ بَلَغَهٗ ذَالِكَ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۶۳۶) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ يَزِيْدَ الْجُعْفِيِّ قَالَ انْطَلَقْتُ اَنَا وَاَخِيْ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّنَا مُلَيْكَةَ كَانَتْ تَصِلُ الرَّحِمَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتَفْعَلُ وَتَفْعَلُ هَلَكَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهَلْ ذَالِكَ نَافِعُهَا شَيْئًا قَالَ لَا قَالَ قُلْنَا فَاِنَّهَا كَانَتْ وَاَدَتْ اُخْتًا لَنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَهَلْ ذَالِكَ نَافِعُهَا شَيْئًا قَالَ الْوَائِدَةُ وَالْمَوْؤُدَةُ فِي النَّارِ اِلَّا اَنْ تُدْرِكَ الْوَائِدَةُ الْاِسْلَامَ فَيَعْفُوَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ (رواہ احمد والطبرانی قال الهیثمی رجال احمد رجال الصحیح۔ وفی مشکل الآثار عن سلمة بن زید بدل یزید کما فی اسباب الورود ۳۹۲ وفیہ فهل ینفعها عمل ان عملناه عنها الخ

اور بولے یا رسول اللہ میرے والد ماجد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت فرمائی تھی پچاس تو میرے بھائی ہشام نے آزاد کر دیئے ہیں اور پچاس ابھی باقی ہیں اجازت ہو تو ان کی طرف سے وہ میں آزاد کر دوں۔ آپ نے فرمایا اگر تمہارے والد مسلمان ہوتے پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا کچھ صدقہ دیتے یا حج کرتے تو ان اعمال کا ثواب بیشک ان کو پہنچتا۔ (ابوداؤد)

(۶۳۶) سلمہ بن یزید سے روایت ہے کہ میں اور میرا بھائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے (حاضر ہوکر) پوچھا یا رسول اللہ ہماری والدہ ملیکہ بڑی (نیک اور پارسا بی بی تھیں) صلہ رحمی کرتیں، مہمان نوازی کرتیں اور بھی اچھے اچھے کام کیا کرتی تھیں۔ کفر ہی کے زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا ہے کیا ان کے یہ اعمال انہیں کچھ سود مند ہوں گے آپ نے فرمایا کچھ نہیں پھر ہم نے پوچھا کہ انھوں نے ہماری ایک بہن کو زندہ درگور کر دیا تھا کیا اس معصوم کو (گناہ کی تمیز سے پہلے مر جانے سے) کوئی فائدہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ یہ رسم بر پا کرنے والی اور وہ لڑکی دونوں دوزخ میں ہیں ہاں اگر اس جرم کا ارتکاب کرنے والی اسلام قبول کر لیتی اور اللہ تعالیٰ اس کا یہ جرم بخش دیتا تو پھر نجات کی صورت ہو سکتی تھی۔ (احمد و طبرانی)

(۶۳۶) یہ حدیث مشکوۃ میں بھی موجود ہے مگر اس میں صرف اتنا قصہ مذکور ہے "الوائدة والموؤدة فی النار" اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ کلیہ ہے اور اس وجہ کہ اطفال مشرکین کے مسئلہ میں اشکال پیدا ہو جاتا ہے۔ یہاں یہ واضح ہو گیا کہ اس کا شان نزول ایک خاص واقعہ ہے لہٰذا موؤدہ سے یہی خاص موؤدہ مراد ہوگی۔ ابوداؤد میں حسنا اپنے چچا سے روایت کرتی ہیں اس میں اس کے خلاف ہے "والموؤدة فی الجنة" (مشکوۃ ۲۳۲) مسئلہ کی تفصیل کتاب الجنائز میں کی جائیگی۔ آخرت میں اصل نفع چونکہ عذاب دوزخ سے نجات ہے اسلئے سائلین کے سوال پر آپ مجملاً نفع کی نفی فرماتے رہے نیز کافروں کے اعمال کے معمولی سے نفع کی بے وجہ تشریح کرنا صاحب نبوۃ کیلئے ذرا موزوں بھی نہ تھا۔ آپ دنیا کو شرک سے نفرت دلانے کیلئے آئے تھے خدا کی رحمت اور اس کی رحمتوں کے کرشموں کے بیان کرنے کا محل اور ہے۔

Marfat.com

(۶۳۷) عَنْ اَبِیْ نُعَیْمٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اَوْ شَیْخٌ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ فَنَزَلَ عَلٰی مَسْرُوْقٍ

(۶۳۷) ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ اہل مدینہ میں سے ایک شخص یا ایک بوڑھا شخص (راوی کو شک ہے)

(۶۳۷) یہ امر تو تقریباً طے شدہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اس کے اسلام کے بعد معتبر ہو سکتی ہیں یعنی رحمت ان پر بھی اس کو ثواب دے سکتی ہے بحث طلب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کافر مسلمان نہ ہو تو کیا پھر بھی اس کی نیکیوں کا کوئی ثمرہ آخرت میں ظاہر ہو سکے گا یا نہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ ان کی نیکیاں کس درجہ میں قابل اعتبار ہوں کیا یہ حکم ان کی عبادتوں کو بھی شامل ہے یا عبادتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں علماء کا اختلاف ہے۔

پہلے مسئلے کے بارے میں محققین کے مختلف اقوال کا خلاصہ یہ ہے:۔

وذھب ابن بطال وغیرہ من المحققین الی ان الکافر اذا اسلم ومات علی الاسلام یثاب علی ما فعلہ من الخیر فی حال الکفر واستدلوا بحدیث ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اسلم الکافر فحسن اسلامہ کتب اللہ لہ کل حسنۃ زلفہا الخ ذکرہ الدارقطنی فی غریب حدیث مالک ورواہ عنہ من تسع طرق وثبت فیہا کلہا ان الکافر اذا حسن اسلامہ یکتب لہ فی الاسلام کل حسنۃ عملہا فی الشرک۔ (النووی ج ۱ ص ۷۷)

ابن بطال اور دوسرے محققین کا مختار ہے کہ کافر اگر مسلمان ہو جائے اور اسی حالت پر اس کا انتقال ہو جائے تو جو نیک کام وہ کفر کے زمانہ میں کر چکا ہے ان کا ثواب بھی اس کو ملتا ہے اس کی دلیل ابو سعید خدریؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کافر مسلمان ہو جائے اور خوب اچھی طرح مسلمان ہو جائے تو جو نیکیاں پہلے وہ کر چکا تھا اللہ تعالیٰ وہ سب نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ دارقطنی نے اس حدیث کو مالک کی غریب حدیثوں میں ذکر کیا ہے اور نو طریقوں سے صحیح طور پر یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جب کافر سچے طور پر مسلمان ہو جاتا ہے تو تمام وہ نیکیاں جو شرک کے زمانہ میں وہ کر چکا تھا اسلام کے بعد لکھ دی جاتی ہیں۔ (نووی)

قال الحافظ والحق انہ لا یلزم من کتابۃ الثواب للمسلم فی حال اسلامہ تفضلاً من اللہ و احساناً ان یکون ذلک لکون عملہ الصادر فی الکفر مقبولاً والحدیث انما تضمن کتابۃ الثواب ولم یتعرض للقبول ویحتمل ان یکون القبول یصیر معلقاً علی اسلامہ فیقبل ویثاب ان اسلم والا فلا وھذا اقوی

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں کافر کے متعلق اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کی نیکی کا ثواب لکھے جانے کا ذکر ہے اس سے زمانہ کفر کے عمل کا مقبول ہونا لازم نہیں آتا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسلام کے بعد یہ کتابت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس پر ایک انعام و احسان کی طور پر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی قبولیت کی بنا پر مگر یہ قبولیت اس کے اسلام لانے پر موقوف ہے اگر مسلمان ہو گیا تو قبول ہو جائے ورنہ قبول نہ ہو اور یہی جواب زیادہ قوی ہے۔

قال ابن المنیر المخالف للقواعد دعوی ان یکتب لہ ذلک فی حال کفرہ واما ان اللہ یضیف الی حسناتہ فی الاسلام ثواب

ابن منیر کہتے ہیں کہ جو بات قواعد شریعت کے خلاف ہے وہ صرف یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں کفر ہی کے زمانہ میں لکھی جائیں رہی یہ بات کہ مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں

Marfat.com

فَقَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَمْرٍو یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَقِیَ لَا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ شَیْئًا لَمْ تَضُرَّہُ مَعَہٗ خَطِیْئَۃٌ وَمَنْ مَاتَ وَھُوَ یُشْرِکُ بِہٖ لَمْ تَنْفَعْہُ

آیا اور مسروق کے یہاں مہمان ہوا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کو یہ کہتے خود سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس حالت پر مر جائے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہو تو کوئی گناہ اس کو جنت میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتا اور جو شخص شرک کی حالت پر مرے تو کوئی

ماکان صدر منہا انما کان یظنہ خیرا فلا مانع منہ کما لو تفضل علیہا ابتداء من غیر عمل وکما یتفضل علی العاجز بثواب ماکان یعمل وھو قادر فاذا جاز لہ ان یکتب لہ ثواب مالم یعمل البتۃ جاز لہ ان یکتب لہ ثواب ماعملہ غیر موفی الشرط۔

(فتح الباری)

میں ان نیکیوں کے ثواب کا بھی اضافہ فرما دے جن کو وہ عہدِ کفر میں اچھے عمل سمجھ کر چکا ہے تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے جبکہ اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ کسی کو عمل کئے بغیر یونہی ابتداءً ثواب دیدے یا عجز و مرض کے زمانہ میں اس کی صحت و قدرت کے اعمال کے برابر ثواب بخشدے تو اس کے اسلام کے بعد زمانہ کفر کے کئے ہوئے اعمال پر ثواب دینے کی قدرت کیوں نہیں اگرچہ ان کی قبولیت کی شرط اسوقت موجود نہ تھی۔ (جلد ۱۔ ۷۸ص) (فتح الباری)

اس کا حاصل یہ ہے کہ کافر کی نیکیاں اسلام کے بعد تو معتبر ہو سکتی ہیں لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو پھر ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

دوسرے مسئلہ میں امام نووی کی رائے یہ ہے کہ کافر کی عبادات طاعات اور قربات ہر قسم کی نیکیاں معتبر ہو سکتی ہیں۔ اس پہلو کو یہاں تک اصرار ہے کہ وہ فقہاء کے قول میں بھی تاویل کیلئے تیار ہو گئے ہیں۔ فقہاء فرماتے ہیں

لا تصح عبادۃ الکافر ولو اسلم لم یعتد بھا۔

کافر کی عبادت صحیح نہیں ہوتی حتی کہ اگر وہ مسلمان بھی ہو جائے جب بھی اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

شیخ اس کی یہ تاویل فرماتے ہیں۔

مرادھم انہ لا یعتد لہ بھا فی احکام الدنیا ولیس تعرض لثواب الآخرۃ

فقہاء کی مراد یہ ہے کہ احکام دنیا میں ان کا اعتبار نہ ہوگا آخرت کے ثواب کے متعلق ان کے قول میں کوئی حکم مذکور نہیں ہے۔ (گویا اسلام کے بعد کافر کی گذشتہ عبادات کا ثواب آخرت میں مل سکتا ہے)

یہاں حضرت استاد مرحوم کا فیصلہ یہ ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں نفع بخش ہو سکتے ہیں مگر اس کی صورت صرف تخفیفِ عذاب ہو۔ آخر ایک منصف اور ظالم کافر کے عذاب میں فرق بدیہی ہے۔ اس فرق کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ منصف کافر کا انصاف ہی اس کے حق میں تخفیفِ عذاب کا موجب ہو ورنہ اصل کفر میں تو دونوں

---

[1] شیخ محی الدین نووی امام بیہقی سے نقل فرماتے ہیں۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

معہٗ حسنۃ۔ قال الھیثمی رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح ما خلا التابعی فانہ لم یسم ورواہ الطبرانی فجعلہ من روایۃ مسروق ورواہ عن عبد اللہ بن عمر ایضًا کما فی رحمۃ المھداۃ۔

نیکی اس کو سود مند نہیں ہو سکتی۔ (یعنی اس کی مغفرت نہیں ہوگی)۔ (احمد طبرانی)

برابر ہیں۔ پس حافظ ابن حجرؒ کا حدیثوں کی تاویل کرنا اور یہ فرمانا کہ کافر کے اعمال کا نفع ہو تو سکتا ہے مگر یہ نفع اسی وقت ظاہر ہوگا جبکہ وہ مسلمان ہو جائے ظاہر کے خلاف ہے۔ ہاں شیخ محی الدین نووی کی اتنی تعمیم کر دینی کہ ان کی سب نیکیاں معتبر ہیں یہاں تک کہ عبادتیں بھی یہ بھی دلپذیر نہیں۔ متوسط فیصلہ یہ ہے کہ کافر کی عام نیکیاں تو معتبر ہو سکتی ہیں مگر اس کی عبادت کوئی معتبر نہیں ہو سکتی عبادات اور دوسرے اچھے کاموں میں فرق یہ ہے کہ عبادت خاص اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ عبادت میں نیت اور صاحب حق کی معرفت بھی درکار ہے۔ کافر کو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت کا ایک ذرہ بھی نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی عبادت خدا تعالیٰ کی عبادت ہی نہیں ہوتی وہ صرف اپنے ایک خیالی معبود کی عبادت ہوتی ہے۔ اور نیک کاموں سے مراد وہ کام ہیں جن کو انسان اپنی فطرت سے مذہب کی قید و بند کے بغیر بھی اچھا سمجھتا ہے ان میں نیت کرنا شرط نہیں۔ احادیث بالا میں اسی قسم کے اعمال کا ذکر ہے جیسے بنی نوع انسان کی ہمدردی، عدل و انصاف، صدقہ و خیرات، صلہ رحمی، مہمان نوازی، غلام آزاد کرنا، اور اسی قسم کے اور اعمال۔ لہ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) قال البیھقی وقد یجوز ان یکون حدیث ابن جدعان وما ورد بہ الایات والاخبار فی بطلان خیرات الکافر اذا مات علی الکفر ورد فی انہ لایکون لھا موقع التخلص من النار وادخال الجنۃ ولکن یخفف عنہ من عذابہ الذی یستوجبہ علی جنایات ارتکبھا سوی الکفر بما فعل من الخیرات اھ (جہانی ص۲۶۶) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن جدعان کی حدیث اور سب آیتیں اور حدیثیں جن میں کہ کافر کے بحالت کفر مر جانے کے بعد اس کی نیکیوں کے برباد ہو جانے کا ذکر آیا ہے وہ اس پر محمول ہوں کہ ان نیکیوں کا نتیجہ اس کے حق میں عذاب دوزخ سے نجات اور جنت نہ ہو سکے گا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اس کی نیکیوں کی وجہ سے کفر کے علاوہ اس کے اور برے افعال کی سزا میں ایک گونہ تخفیف کر دی جائے۔

امام بیہقیؒ کی اس عبارت میں یہ اور وضاحت ہو گئی کہ تخفیف عذاب سے مراد بھی اس کے گناہوں کے عذاب میں تخفیف ہے۔ کفر کے عذاب میں نہیں۔ گویا نیکیوں کا اثر کفر کے معاملہ میں کچھ نہیں ہوگا۔

حاشیہ صفحہ ہذا۔

لہ شیخ محی الدین نووی ایک حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ وصرح فی ھذا الحدیث بان یطعم فی الدنیا بما عملہ من الحسنات اما بما فعلہ متقربا بہ الی اللہ تعالیٰ مما لا یفتقر الی النیۃ کصلۃ الرحم والصدقۃ والعتق والضیافۃ وتسھیل الخیرات ونحوھا۔ (ص۲۴۲ ج۲)

یعنی جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ کافر کی نیکیوں کا بدلہ اسکو دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے اس میں اسی قسم کی نیکیوں کا ذکر ہے جن کو انسان ثواب کے لئے کیا کرتا ہے مگر ان میں نیت شرط نہیں ہوتی جیسے عزیزوں کے ساتھ سلوک۔ صدقہ۔ غلام آزاد کرنا اور مہمانی وغیرہ۔

Marfat.com

العبادة لغير الله شرك وان اعتقد ان النفع والضر بيد الله سبحانه

(۶۳۸) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي حُصَيْنٍ كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلٰهًا قَالَ أَبِي سَبْعَةً سِتًّا فِي الْأَرْضِ وَوَاحِدًا فِي السَّمَاءِ قَالَ فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ قَالَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ قَالَ يَا حُصَيْنُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ

غیر اللہ کی عبادت کرنی شرک ہے اگرچہ عقیدہ میں نفع و نقصان کا مالک خدا تعالیٰ کی ذات ہی کو تصور کرتا ہو۔

(۶۳۸) عمران روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد حصین سے پوچھا تم موجودہ حالت میں کتنے خداؤں کی پوجا کرتے ہو میرے والد نے جواب دیا سات خداؤں کی جن میں چھ تو زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔ آپ نے پوچھا اچھا تو ان میں اپنی محبت اور خوف کے لئے تم نے کس کو بنا رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا آسمان والے کو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا حصین اگر تم اسلام قبول کر لیتے تو

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ظاہر ہے کہ یہ کام ایک کافر کے بھی اسی طرح اچھے کہلاتے ہیں جیسا کہ ایک مسلمان کے پس اس قسم کے کام تو کافر کے بھی معتبر ہو سکتے ہیں خواہ وہ اسلام لائے یا نہ لائے۔ ہاں عذاب دوزخ سے ابدی نجات صرف اسلام پر موقوف ہوگی۔ اسی طرح تمام عبادتوں کی قبولیت بھی بغیر اسلام کے نصیب نہیں ہو سکتی۔

اس لئے ممکن ہے کہ کافر کے نیک کام آخرت میں عذاب کی تخفیف کا فائدہ دیں لیکن مگر یہ بھی مشیۃ الٰہیہ کے تابع ہے جس کا ضابطہ نہیں۔ اب رہ گئیں وہ آیات جن میں کفار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی نفی مذکور ہے تو ان سے مراد یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کی رعایت کر کے جو عذاب ان کے لئے مقرر کر دیا جائے گا پھر اس میں کوئی تخفیف نہ کی جائے گی اور جو تخفیف ہم نے یہاں ذکر کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کافر کے پاس حسنات نہ ہوں تو جتنا عذاب اس کو اس وقت ہوتا ان حسنات کے ہوتے ہوئے اتنا عذاب نہیں ہوگا۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ عذاب مقدر شروع ہو جانے کے بعد پھر اس میں کسی قسم کی تخفیف کی جائیگی۔ اس لئے جو تخفیف ہم نے ذکر کی ہے وہ صرف ایک ذہنی امر ہے خارج میں اس کا کوئی ثمرہ نہیں۔ خلاصہ یہ کہ شرک پر جس شدت کے ساتھ مغفرت کے دروازے بند ہیں شاید تخفیف عذاب کے دروازے اس شدت کے ساتھ بند نہیں۔ کسی کی سفارش یا کرشمۂ رحمت کے صدقہ میں عذاب آخرت کے تخفیف کی گنجائش نکل سکتی ہے البتہ دنیوی نفرادانی کو اس کے حق میں بھی ضابطہ کہا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر مختصر سی بحث ترجمان السنہ جلد اول ص۳۱۹ پر بھی گذر چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۶۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مختصر اور سادہ سوال و جواب نے حصین کی سلیم فطرت کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ جب محبت اور خوف کا علاقہ اس کے نزدیک بھی صرف ایک ہی ذات کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر سنت میں بقیہ چند خداؤں کے آستانہ پر جبہ سائی کا فائدہ؟ یہ صرف ہدایت کا ایک معمولی قالب تھا اس میں اصلی روح آپکی چند لمحوں کی وہ کیمیا اثر صحبت تھی جو بجلی کی طرح سعادتمند قلوب میں دوڑ جایا کرتی تھی اور آن کی آن میں ان کے

كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ قَالَ فَلَمَّا أَسْلَمَ حُصَيْنٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلِّمْنِي الْكَلِمَتَيْنِ اللَّتَيْنِ وَعَدْتَنِي فَقَالَ قُلِ اللّٰهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي۔ (رواہ الترمذی)

ان الله لا مكره له ولا يتعاظم عنده شئ

۶۳۹) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ ارْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهُ إِنَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَلَا مُكْرِهَ لَهُ (رواہ البخاری)

میں تم کو دو کلمے ایسے تعلیم کرتا جو تم کو بڑے سود مند ہوتے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جب حصین حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بات یاد دلائی اور عرض کیا یا رسول اللہ جن دو کلموں کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اب وہ مجھے بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ پڑھ لیا کرو اللھم الھمنی الخ خدایا میرے مقدر کی ہدایت میرے دل میں ڈال دے (کہ میں اس پر عمل پیرا ہو جاؤں) اور میرے نفس کے فریب سے مجھے بچا لے۔ (ترمذی)

اللہ تعالیٰ کی ذات پر جبر کرنیوالا کوئی نہیں اور نہ کوئی بڑے سے بڑا کام اس کے نزدیک بڑا ہے

(۶۳۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دعا مانگو تو یوں مت کہا کرو اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اور تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما دے اور تو چاہے تو مجھے روزی دیدے بلکہ خوب اصرار کے ساتھ کسی شرط و تردد کے بغیر دعا مانگا کرو کیونکہ اس پر زبردستی کرنے والا کوئی نہیں وہ خود مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (بخاری شریف)

باطن کی کایا پلٹ دیتی تھی اسی نے یہاں حصین کے باطن میں بھی انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اس حدیث سے مشرکین عرب کے شرک کی کچھ تفصیل بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ توحید کی اصل روح توحید فی العبادت ہے جب تک رشتۂ عبادت غیر اللہ کے ساتھ وابستہ رہے توحید نصیب نہیں ہوتی اور اس کا شمار مشرکوں ہی میں رہتا ہے اگرچہ اپنے زعم میں نفع نقصان کا مالک ایک ہی ذات کو تصور کرتا ہو اسی لئے اسلام کی توحید کا نمایاں پہلو توحید فی العبادت ہے۔ آج بھی بہت سے مسلمان ہیں جو کلمۂ لا الہ الا اللہ زبان سے پڑھ کر غیر اللہ کی عبادت میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ درحقیقت یہ اسلام کی توحید نہیں۔ اگر اسلامی توحید کا صحیح مفہوم دماغ میں آ جائے تو پھر ان افعال کے قریب پھٹکنا بھی ممکن نہیں ہوگا جن میں عبادت لغیر اللہ کی ذرا بھی بو آ سکے۔

Marfat.com

(۶۴۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ اِنْ شِئْتَ وَلٰکِنْ لِیَعْزِمْ وَلْیُعَظِّمِ الرَّغْبَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَتَعَاظَمُہٗ شَیْءٌ اَعْطَاہُ۔ (رواہ مسلم)

(۶۴۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ اَخَذَ بِیَدِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاُحِبُّکَ یَا مُعَاذُ فَقُلْتُ وَاَنَا اُحِبُّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ فَلَا تَدَعْ اَنْ تَقُوْلَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ۔ (رواہ احمد وابوداؤد والنسائی الا ان اباداؤد لم یذکر قال معاذ وانا احبک۔

(۶۴۲) عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

(۶۴۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دعا مانگا کرو تو یوں مت کہا کرو اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخشدے بلکہ بلا شرط دعا مانگا کرو اور اپنی ہمت بلند رکھا کرو، کیونکہ اللہ کو بڑی سے بڑی چیز دینی بھی کچھ بھاری نہیں ہوتی۔ (مسلم)

(۶۴۱) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑ کر فرمایا اے معاذ میں تم سے بہت محبت رکھتا ہوں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بھی آپ سے بڑی محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پھر نمازوں کے بعد یہ کلمات پڑھنا نہ چھوڑنا۔ اے اللہ اپنے ذکر و شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے لئے میری مدد فرما۔ (نسائی۔ ابوداؤد)

(۶۴۲) ربیعہ بن کعب روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سویا تھا

---

(۶۴۰) حدیث بالا میں کلمات دعا کے اندر اس شرط لگانے کے (اگر تو چاہے) دو ہی مفہوم نکل سکتے ہیں، یا تو متکلم اپنی شان بے نیازی کا اظہار چاہتا ہے اس لئے وہ انداز استغنا میں سوال کرتا ہے اور لازمی طور پر اپنی درخواست کی منظوری کی حاجت ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا یا مخاطب کی سہولت کی غرض سے ان الفاظ کا اضافہ کرتا ہے گویا اس درخواست کی اجابت مخاطب کی سہولت پر چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں یہ دونوں باتیں بے محل اور لغو ہیں اس کے سامنے نہ تو اظہار بے نیازی کا موقعہ ہے اور نہ اس کے لئے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ مقصد کے بخشنے میں کوئی دشواری ہے بہرحال دعا کے الفاظ میں یہ کلمات شرط بے معنی اور سراسر گستاخی ہی ہوئے۔

(۶۴۲) مطلب یہ تھا کہ بلند مقاصد صرف تمناؤں سے حاصل نہیں ہوا کرتے ان کے لئے مشقت اور مجاہدوں کی چکیوں میں پسنا پڑتا ہے مشہور ہے العطایا علی متن البلایا یعنی انعامات سخت ترین آزمائشوں میں گذر کر ہی نصیب ہوتے ہیں۔ کامل دین یہ نہیں سکھاتا کہ فوز و فلاح کا راستہ بے عملی کے ساتھ صرف دعاؤں سے طے ہو جائے گا وہ عمل اور صرف عمل سے طے ہوگا۔ نسبی شرافتوں اور بزرگوں کے توسل کے بھروسہ پر عمل سے تغافل برتنا اسلامی تعلیم نہیں۔ کمال و تکمیل

Marfat.com

فَأَتَيْتُهُ بِوَضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ أَوْ غَيْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذَاكَ قَالَ فَأَعِنِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُودِ - (رواہ مسلم)

(۶۴۳) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ دَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنْقِذُوا

جب آپ کے وضو کے لئے پانی اور دیگر ضرورت کی اشیاء لیکر حاضر ہوا تو آپ نے (مسرور ہو کر) مجھ سے فرمایا مانگو کیا مانگتے ہو۔ میں نے عرض کیا جنت میں آپ کے قرب میں رہنے کا سوال رکھتا ہوں۔ فرمایا یہ کیا مانگتے ہو کچھ اور مانگو میں نے عرض کیا میرا سوال تو یہی ہے۔ فرمایا تو اس اہم مقصد کے لئے اپنے نفس کے دشمن بن جاؤ اور رضائے تعالیٰ کے لئے نمازوں میں سجدے کر کر کے میری بھی کچھ مدد کرو۔ (مسلم)

(۶۴۳) ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ جب آیۃ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا وہ جمع ہوگئے آپ نے ان کے عام اور خاص سب قبائل کو پکار پکار کر کہا اے کعب بن لؤی کی اولاد دوزخ کی آگ سے اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اے کعب

کی اس اصل روح کے ساتھ بیان آپ نے کس خوبی سے اپنی عبدیت و عجز کا اظہار بھی فرما دیا یعنی تمام مراتب قرب کے باوجود بارگاہ بے نیاز میں خلاف آئین سفارش کرنے میں اور سب درماندہ ہیں۔ اگر عمل کا قدم اٹھا کر تم میری مدد کرنیکا وعدہ کرتے ہو تو سفارش کا قدم اٹھانے کا وعدہ میں کرتا ہوں۔ حسن خدمات کے ساتھ اگر اچھی سفارش ملجائے تو فوز و فلاح کی امید رکھنا۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ "واسجد واقترب" سجدے کرکے آپ ہمارا قرب تلاش کیجئے۔ اس آیت میں قرب خداوندی کا جو آئین آپ کو بتایا گیا تھا وہی آئین آپ نے یہاں قرب رسول کے اس متلاشی کو بتا دیا اور اس ضمن میں یہ اشارہ بھی فرما دیا کہ جنت میں تمہارے رسول کا مقام تجلیات الہیہ کی سب سے قریب ترین منزل ہے جہاں پہنچنے کے لئے قدوسیوں کے پر جلتے اور مقربین کے ہوش اڑتے ہیں۔ اس کے قرب کی تمنا کرنا بہت بڑا سوال ہے۔ اب اگر اس سوال کی ہمت رکھتے ہو تو عمل کی ہمت بھی پیدا کرو یہی وہ حقیقت تھی جس کا اعلان آپ نے بطون عرب کو خطاب کرنے کے بعد اپنی سب سے محبوب ترین صاحبزادی کے سامنے کر دیا تھا۔ خلاصہ یہ کہ اسلام کی توحید یہ ہے کہ کامیابی و ناکامی کا معاملہ صرف دست قدرت میں سمجھنا چاہیے۔ عمل کا قدم اٹھائے جاؤ اور رسول کی شفاعت کے بعد اپنے ان ہیچ مدان اعمال کے قبولیت کی امید رکھو۔ خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول کی شریعت کا خلاف کرکے یہ امید رکھنا کہ رسول خدائے تعالیٰ کے ارادہ کے خلاف ہم کو زبردستی بخشوالیں گے۔ رسول کی محبت نہیں اس کی صریح مخالفت ہے۔ اسی سفاہت پر ابوہریرۃؓ کی حدیث میں متنبہ کیا گیا ہے۔

Marfat.com

أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةُ أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا۔ (رواہ مسلم وھو فی المتفق علیہ مع بعض تغییر)

(۶۴۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَذَكَرَ الْغُلُولَ فَعَظَّمَهُ وَعَظَّمَ أَمْرَهُ ثُمَّ قَالَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ بَعِيرٌ لَهُ رُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ فَرَسٌ لَهُ حَمْحَمَةٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ شَاةٌ لَهَا ثُغَاءٌ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ

ابن مرہ کی اولاد اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدِ شمس کی اولاد اپنی جانوں کو عذابِ دوزخ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کی اولاد اپنی جانوں کو عذابِ دوزخ سے بچاؤ (یہ تو عام قبائل کو دعوت تھی اس کے بعد پھر اپنے خاص قبیلہ کو دعوت دی) اے فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اپنی جان کو آتشِ دوزخ سے بچا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ ہاں میرے تمہارے مابین جو رشتہ کا تعلق ہے میں اس کے حقوق ضرور ادا کرتا رہوں گا۔ (مسلم شریف)

(۶۴۴) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اس میں آپ نے خیانت کے معاملہ پر خاص طور پر زور دیکر فرمایا دیکھو میں ایسا نہ دیکھوں کہ قیامت کے دن تم میں کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر اونٹ لدا ہوا بڑ بڑا رہا ہو اور وہ شخص مجھے آواز دے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں اس کے جواب میں کہدوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر گھوڑا لدا ہوا ہو اور وہ ہنہنا رہا ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں اس سے کہدوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں تو تجھے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف

(۶۴۴) اس حدیث میں ذی روح اور غیر ذی روح دو قسم کے مالوں کا ذکر ہے ذی روح کے بولنے اور غیر ذی روح کی حرکت کے تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اس دن کسی قسم کی خیانت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اول تو کاندھے پر لدا ہوا مال ہی کب پوشیدہ رہ سکتا ہے پھر اگر جانور خاموش رہے تو بھی ممکن ہے کہ اس طرف کسی کا دھیان نہ جائے لیکن جب جانور بولتا بھی رہے تو خواہ مخواہ کے لئے بھی ہر شخص کی نظر ادھر اٹھتی ہے یہی حال کپڑے کی حرکت کا ہے۔ بہرحال اس حدیث میں اس پر

Marfat.com

أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ نَفْسٌ لَهَا صِيَاحٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ رِقَاعٌ تَخْفِقُ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ لَا أُلْفِيَنَّ أَحَدَكُمْ يَجِيءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى رَقَبَتِهِ صَامِتٌ فَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ أَغِثْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ۔ (متفق علیہ وهذا لفظ مسلم وهو اتم)

(۶۴۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ

کہہ چکا تھا دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی قیامت کے دن اس طرح آئے کہ اس کی گردن پر بکری لدی ہوئی ہو اور وہ بول رہی ہو اور وہ شخص پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی شخص قیامت کے دن آئے اور اس پر کوئی انسان بیٹھا چیخ رہا ہو اور یہ شخص پکار رہا ہو... یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں آج بھلا میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو تجھے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر کپڑا لدا ہوا ہو اس میں اڑ رہا ہو اور یہ شخص پکارے یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے تو میں کہہ دوں بھلا آج میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں، میں تو تجھ سے دنیا ہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا، دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم میں ایک شخص قیامت کے دن آئے اور اس کے اوپر سونا چاندی لدا ہوا اور وہ پکار رہا ہو یا رسول اللہ میری مدد فرمائیے، تو میں کہہ دوں میں آج بھلا تیری کیا مدد کر سکتا ہوں میں تو دنیا ہی میں تجھ سے سب کچھ صاف صاف کہہ چکا تھا۔

(۶۴۵) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کسی کو بھی صرف

زور دیا گیا ہے کہ کسی کو محض رشتے ناتے کے بھروسہ پر نہ رہنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی قاہر بارگاہ میں اس کے اذن کے بغیر لب کشائی کی ہمت کسی میں بھی نہیں۔ عمل کیے جاؤ اس کے بعد بھی بخشش کا بھروسہ صرف اس کی رحمت پر رکھو، گردنیا ہے کہ وہ عمل صالح اور خدا کی رحمت کو تو فراموش کر چکی ہے اور اب محض بزرگانہ نسبتوں پر بھروسہ کئے بیٹھی ہے یہ اسلامی تعلیم نہیں نہ فوز و فلاح کا یہ راستہ ہے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی ‏ ‏ ‏ کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

(۶۴۵) رسول بارگاہِ ایزدی میں مقرب سے مقرب ہو کر بھی سرتاپا آداب عبودیت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں وہ عین عالم استغراق میں بھی ایک حرف اپنی زبان پر ایسا نہیں لاتے جو ان کی شانِ عبدیت سے ذرا بھی اترا ہوا ہو۔ دیکھو

Marfat.com

عَمَلُهٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَاغْدُوْا وَرُوْحُوْا وَشَيْءٌ مِّنَ الدُّلْجَةِ وَالْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا (متفق علیہ) وروی البیہقی نحوہ عن عائشۃ فی الدعوات الکبیر کما فی باب قیام شہر رمضان من المشکوۃ۔

لیسأل العبد من ربہ جمیع حاجاتہ

(۶۴۶) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْأَلْ اَحَدُكُمْ رَبَّهٗ حَاجَتَهٗ كُلَّهَا حَتّٰى يَسْأَلَ شِسْعَ نَعْلِهٖ اِذَا انْقَطَعَ (زاد فی روایۃ عن ثابت البنانی مرسلا حَتّٰى يَسْأَلَهُ الْمِلْحَ وَحَتّٰى يَسْأَلَهٗ شِسْعَهٗ اِذَا انْقَطَعَ رواہ الترمذی)

(۶۴۷) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّكْفُلُ لِيْ اَنْ لَّا يَسْأَلَ

اس کا عمل آخرت میں نجات نہیں دیگا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی فرمایا ہاں مجھکو بھی بجز اس صورت کے کہ اللہ تعالیٰ مجھکو اپنی رحمت میں گھیرلے لہذا میانہ روی کے ساتھ عمل کرتے رہو اور زیادہ بلند پروازیاں نہ کرو۔ بس کچھ صبح و شام کچھ شب کی تاریکی میں میانہ رفتار کے ساتھ چلتے رہو منزل مقصود کو جا پہنچو گے۔ (متفق علیہ)

بندہ کو چاہئے کہ وہ اپنی سب مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگے

(۶۴۶) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم کو چاہئے کہ اپنی سب حاجتیں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا کرو۔ یہانتک کہ اگر چپل کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی خدا تعالیٰ سے مانگو۔ اور ایک روایت میں ثابت بنانی سے مرسل طور پر اتنا اور اضافہ منقول ہے کہ نمک بھی اسی سے مانگو (ترمذی)

(۶۴۷) ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بات کا کون ضامن ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص سے کچھ سوال نہ کیا کرے گا تو میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ ثوبان نے

یہاں رحمۃ للعالمین کے سامنے جب بارگاہ رب العالمین کا ذکر آجاتا ہے تو وہ اس کی رحمت کی طرف احتیاج میں اپنی ذات کا بھی کوئی استثناء نہیں فرماتے اور بڑے مضطربانہ انداز میں فرماتے ہیں کہ ارحم الراحمین کی رحمت کا تو وہ بھی محتاج ہے جس کو اس نے رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔ پس یہاں رحمت کے بغیر عملی سرگرمی سے کچھ کام بنتا ہے اور نہ صرف رحمت کا بھروسہ کچھ کارآمد ہو سکتا ہے۔ مسافر آخرت پر لازم ہے کہ رحمت کی طرف نظر اٹھائے ہوئے میانہ روی کے ساتھ قدم بڑھائے چلے وہ اپنی منزل مقصود پر ضرور جا پہنچے گا۔

Marfat.com

النَّاسَ شَيْئًا فَأَتَكَفَّلُ لَهُ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ أَنَا فَكَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(۶۴۸) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَعَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَشْتَرِطُ عَلَيَّ أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَهُ (رواہ احمد)

(۶۴۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَاعَ أَوِ احْتَاجَ فَكَتَمَهُ النَّاسَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَرْزُقَهُ رِزْقَ سَنَةٍ مِنْ حَلَالٍ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

عرض کیا میں۔ اس کے بعد وہ کسی سے کوئی چیز بھی مانگا نہیں کرتے تھے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

(۶۴۸) ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور مجھ سے یہ شرط کی کہ دیکھنا کسی سے کچھ سوال نہ کرنا میں نے کہا قبول ہے آپ نے فرمایا اگر تمہارے ہاتھ سے کوڑا گر پڑے تو اپنا کوڑا بھی نہ مانگنا یہاں تک کہ اترنا اور اس کو خود اٹھا لینا۔ (احمد)

(۶۴۹) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو بھوک کی تکلیف ہو یا اس کو کوئی اور حاجت پیش آجائے پھر وہ اس کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے تو اللہ تعالیٰ پر یہ ایک حق ہوگا کہ اس کو ایک سال کی حلال روزی دیدے۔ (شعب الایمان)

---

(۶۴۸) یہ تمام مقامات وہ ہیں جہاں اگر کسی انسان سے سوال کر لیا جائے تو اس سے حدودِ اسلامی پر کوئی ضرب نہیں لگتی صرف ادبِ اسلامی میں فرق آتا ہے لیکن جہاں پہنچکر حدودِ اسلامی پر ضرب لگتی ہے وہ مُردوں سے یا غائب کو حاضر جان کر سوال کرنا ہے یہ صفت ایک خدائے قدوس کی ہے کہ اس کیلئے شہود و غیبوبۃ کا کوئی فرق نہیں وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو ذات مکان و زمان میں مقید ہے قرب و بعد اور غیبوبۃ و شہود کا فرق بھی اسی کے لئے ہے اور جو مادیۃ کی قیود سے منزہ و مبرا ہو وہ ان فروق سے بھی منزہ و مبرا ہے۔ اسی طرح اس کی ذات پاک نیند اور موت کے آثار سے بھی بالاتر ہے پس جو شخص مُردوں کو زندوں کی طرح اور بعید کو قریب کی طرح اور غائب کو حاضر کی طرح پکارتا ہے وہ گویا ایک مخلوق میں خالق کی صفات تسلیم کرتا ہے اسی حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ۔

اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اس کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو نہ پہنچے اور ان کی پکار سے بھی غافل ہو (الاحقاف)

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (الاعراف)

جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تم جیسے بندے ہی ہیں بھلا انہیں پکار دیکھو تو چاہیے کہ وہ تمہارے پکارنے کو قبول کریں۔

(۶۴۹) یہ ایک وعدہ ہے اور جیسے دوسرے وعدہ و وعید کے لئے قیدیں اور شرطیں ہوتی ہیں اس کے لئے بھی ہیں۔ یہاں متردد کبھی کامیاب نہیں ہوتا اور یقین رکھنے والا کبھی گھاٹے میں نہیں رہتا۔

Marfat.com

(۶۵۰) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا یُسْأَلُ بِوَجْہِ اللّٰہِ اِلَّا الْجَنَّۃُ (رواہ ابوداؤد)

اسناد الامور کلھا الی اللہ سبحانہ رأس التوحید

(۶۵۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اُعْطِیْکُمْ وَلَا اَمْنَعُکُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ (رواہ البخاری)

(۶۵۰) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے روئے انور کے طفیل میں صرف ایک جنت ہی ایسی متاع ہے جو طلب کی جا سکتی ہے۔ (ابوداؤد)

مسلمان کے قلب پر ایک اللہ تعالیٰ کی فاعلیت کا نقش ہو جانا توحید کا سب سے بلند مقام ہے

(۶۵۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ تو میں تم کو اپنی طرف سے کچھ مال دیتا ہوں اور نہ منع کرتا ہوں میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والا ہوں جہاں مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے وہاں اٹھا کر بس اس کو رکھ دیتا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۶۵۰) جنت بھی اللہ تعالیٰ کے اسم کے طفیل میں اس لئے مانگی جا سکتی ہے کیونکہ وہ اس کے دیدار کا محل ہے ورنہ مخلوقات میں ایسی چیز جس کو خالق کے روئے انور کے طفیل میں طلب کیا جا سکے کوئی بھی نہیں ؎

قیمتِ خود ہر دو عالم گفتہ ای   نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ان احادیث میں ایک موحد کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ تا امکان وہ کسی انسان سے سوال کرنے کا خیال بھی اپنے دل سے نکال ڈالے، حتی کہ اگر کوئی ابوذرؓ جیسا زاہد مزاج نظر پڑ گیا تو اس سے یہ ایک شرط ٹھہرا لی گئی۔ سوچئے کہ جس شریعت میں ادنیٰ ادنیٰ چیز مانگنے کیلئے بھی ایک رب العزت ہی کا دروازہ بتایا گیا ہو اس میں غیر اللہ سے ایسی ایسی مرادیں مانگنا جن کے پورا کرنے کی ان میں طاقت بھی نہ ہو کب گوارا ہو سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مال تقسیم کرتے پھر خود فرماتے انما انا قاسم واللہ یعطی۔ دیکھو میں تو صرف ایک تقسیم کرنے والے کی حیثیت رکھتا ہوں درحقیقت دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۶۵۱) یعنی جیسی رسول کی خود اپنی ہستی بندہ اور اس کے خدا تعالیٰ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہوتی ہے ایسے ہی وہ مال کی تقسیم میں بھی صرف ایک واسطہ ہی رہتی ہے وہ خدا کے دیئے ہوئے مال کو اس کے حکم کے مطابق صرف ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتی ہے۔ سبحان اللہ جس جگہ اعطاء و منع کا فعل حقیقۃً بھی آپ کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے اس جگہ بھی آپ مسلمان کی نظر کو اور بلند کر کے ایک ایسی عمیق حقیقت کی طرف لیجانا چاہتے ہیں جہاں حقیقت بھی مجاز بن کر رہ جاتی ہے۔ اسلام کی توحید کا یہ وہ بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر قادر مطلق کی فاعلیت و اختیار منکشف ہوتا ہے۔ بقیہ صرف آلات و وسائل کی شکل میں نظر آنے لگتے ہیں۔

Marfat.com

(۶۵۲) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ۔ (متفق علیہ)

(۶۵۳) عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَهْطٍ مِنَ الْاَشْعَرِيِّيْنَ اَسْتَحْمِلُهٗ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ قَالَ ثُمَّ لَبِثْنَا مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ نَلْبَثَ ثُمَّ اُتِيَ بِثَلٰثِ ذَوْدٍ غُرِّ الذُّرٰى فَحَمَلَنَا عَلَيْهَا فَلَمَّا انْطَلَقْنَا قُلْنَا اَوْ قَالَ بَعْضُنَا وَاللّٰهِ لَا يُبَارَكُ لَنَا اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحْمِلُهٗ فَحَلَفَ اَنْ لَا يَحْمِلَنَا ثُمَّ حَمَلَنَا فَارْجِعُوْا بِنَا

(۶۵۲) حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے متعلق بہتری کا ارادہ فرماتے ہیں اس کو دین کی فہم عطا فرماتے ہیں اور میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا تو وہی ہے۔ (متفق علیہ)

(۶۵۳) ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں اشعریوں کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سواری مانگنے کیلئے حاضر ہوا آپ نے قسم کھا کر فرمایا میں تم کو سواری نہیں دیسکتا اور نہ اس وقت میرے پاس تم کو دینے کے لئے سواری موجود ہے۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد پھر جتنا وقفہ اس حال پر گذرنا مقدر تھا گذر گیا پھر کہیں سے سفید کوہان والے تین اونٹ آپ کی خدمت میں آگئے آپ نے وہ ہم کو دیدیئے۔ جب ہم ان کو لیکر چلے تو ہم نے کہا یا ہم میں سے کسی نے کہا (راوی کو اس بارے میں شک ہے) خدا کی قسم ان میں کبھی ہمارے لئے برکت نہ ہوگی کیونکہ ہم آپ سے سواری مانگنے کے لئے آئے تھے اور

(۶۵۲) مال کی تقسیم سے زیادہ نازک مسئلہ فہم کی تقسیم کا ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ یہ بھی اسی ایک ذات پاک کے ہاتھ میں ہے۔ رسول وحی الٰہی کی تبلیغ میں اپنی جانب سے کسی کی کوئی تخصیص نہیں کرسکتا وہ تو اس کو اپنے سب امتیوں کو برابر سنادیتا ہے اب اگر مراتب فہم کے اختلاف سے ان کے علم و فضل کے مراتب میں کوئی تفاضل پیدا ہو جائے تو یہ رسول کے اختیار کی بات نہیں خدا کے دین کی بات ہے کسی کو زیادہ فہم دیدی کسی کو کم اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں جسے چاہے افضل اور جسے چاہے مفضول بنادے۔ وربك يخلق ما يشاء ويختار۔ یعنی صفت خلق پھر اس میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا یہ دونوں صفتیں خدا تعالیٰ ہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ رسول کی ذات کو نہ مال کی تقسیم میں متہم سمجھنا چاہئے اور نہ وحی کی تقسیم میں اور یہ سب کچھ اس بنا پر کہ اصل متصرف صرف خدا تعالیٰ کی توانا اور مقتدر مطلق ذات ہے۔ رسول درمیان میں صرف ایک سبب و واسطہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

(۶۵۳) خطابی فرماتے ہیں کہ آپ کا جملہ "ما انا حملتكم" (یہ اونٹ میں نے تم کو نہیں دیئے) ایک اخلاقی جملہ تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس میں میرا تم پر کوئی احسان نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کے حکم سے میں نے تم کو یہ اونٹ دیئے ہیں اور یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ میرے حلف کا مطلب مطلقاً دینے سے انکار نہیں تھا بلکہ خاص اسوقت دینے سے

Marfat.com

إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَأَتَيْنَاهُ فَقَالَ مَا أَنَا حَمَلْتُكُمْ بَلِ اللّٰهُ حَمَلَكُمْ وَإِنِّي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا أَحْلِفُ عَلَى يَمِينٍ فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا إِلَّا كَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي وَأَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَكَفَّرْتُ عَنْ يَمِينِي۔ (رواہ البخاری)

(٦٥٤) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ مَكْتُوبَةٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (متفق علیہ)

آپ نے نہ دینے کی قسم کھائی تھی پھر غالباً بھولے سے آپ نے ہم کو یہ اونٹ دیدیئے ہیں چلو پھر لوٹ چلیں تاکہ آپ کو آپ کی قسم کی یاددہانی کرادیں۔ یہ کہہ کر ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ہماری گفتگو سن کر فرمایا میں نے تو تم کو یہ اونٹ نہیں دیئے یہ تو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں اور اگر بالفرض میں کسی ایسی بات پر قسم کھالوں پھر اس کے خلاف میں بہتری دیکھوں تو میں یقیناً اپنی قسم کا کفارہ دیدوں گا اور جس بات میں بہتری ہوگی وہ کرلوں گا یا پہلے وہ کام کرلوں گا اس کے بعد اپنی قسم کا کفارہ ادا کروں گا۔ (راوی کو ان دو باتوں کے درمیان صحیح ترتیب یاد نہیں رہی) (بخاری شریف)

(٦٥٤) مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ معبود کوئی نہیں مگر صرف ایک اللہ اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور تمام تعریفیں بھی اسی کے لئے ہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اے اللہ جو تو دیدے اس سے روکنے والا کوئی نہیں اور جو نہ دے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور تیرے سامنے کسی صاحبِ ثروت کی دولت بھی اس کیلئے کچھ سودمند نہیں۔

انکار تھا جب یہ اونٹ میرے پاس آگئے تو میں نے تم کو دیدیئے یہ ہمارے لئے ایک انعامِ ایزدی ہے۔

(٦٥٤) سبحان اللہ اسلام کی توحید بھی کتنی بلند ہے جس میں منع و اعطاء کی دو صفتوں میں بھی شرکت کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ ایک مسلمان موحد اس کا مامور ہے کہ وہ نفی و اثبات کی صورت میں خدا کی ان صفات کو پنج وقتہ دہرایا کرے یعنی جس طرح لا الٰہ الا اللہ کی صورت میں وہ معبودانِ باطل کی شرکت کی نفی کرتا ہے اسی طرح لا مانع لما اعطیت کی شکل سے وہ اس کی ان دو صفتوں میں بھی شرکت کی نفی کیا کرے، کیونکہ جب ملک اس کا ہے تو حکم بھی اسی کا چلنا چاہیئے، وہی دینے والا ہے اور وہی چھیننے والا۔ پھر اس کی بارگاہ دنیوی بادشاہوں کی طرح نہیں جہاں قرب کا مدار دولت پر ہو وہاں تو صرف اخلاص و عمل کارآمد ہوگا کسی کی ثروت دولت کچھ کارآمد نہ ہوگی۔

Marfat.com

الاعتقاد بأن لغير الله اثراً فوق ما اراد منه كفر

(۶۵۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ اَنَّهُ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلٰى اِثْرِ السَّمَاءِ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِيْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِيْ مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ۔ (رواہ البخاری)

(۶۵۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ

کسی مخلوق کے متعلق ظاہری سببیت سے بڑھکر حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھنا کفر ہے

(۶۵۵) زید بن خالد جہنی کہتے ہیں کہ شب کو پانی برس چکا تھا اس کی صبح کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہو چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کچھ جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ سب نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے کہا یہ فرمایا ہے کہ آج صبح میرے بندے (دو فریق ہو گئے) ایک مومن ہو گیا اور ایک کافر ہو گیا۔ جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے پانی برسا وہ ہم پر ایمان لایا اور ستاروں کا منکر ہوا، اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے پانی برسا وہ ہمارا منکر ہو گیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ (بخاری شریف)

(۶۵۶) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جو برکت بھی آسمان سے

(۶۵۶) یہاں قدرت کے فیاض ہاتھوں کو ناشکر انسان سے یہ شکوہ ہے کہ وہ اس کی فیاضی کا کتنا بڑا ناقدر شناس ہے کہ بارش تو وہ بھیجے لیکن یہ اس کو اس کی مخلوق کی طرف نسبت کر دے جس کو اس میں کوئی بھی دخل نہ ہو۔

واضح رہے کہ جہاں کوئی جماعت کسی مخلوق میں حقیقی یا خلاف واقع تاثیر کا اعتقاد رکھتی ہے وہاں شریعت اپنا لب ولہجہ سیاق تردید میں خدا سخت کر دیتی ہے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ستاروں کے متعلق عرب کا اعتقاد تھا وہ محض اپنے اوہام کی بنا پر ان کو عالم کے بہت سے حوادث میں اسی طرح موثر سمجھتے تھے جیسا کہ آج بہت سے ضعیف الاعتقاد مسلمان بزرگوں کو سمجھ لیتے ہیں اور تاثیر بھی ایسی جو محض ان کے دماغوں کی تراشیدہ اور صرف وہمی ہوتی۔ شریعت نے عالم اسباب میں اشیاء کے اسباب خود مقرر فرمائے ہیں مگر اس سے روکا ہے کہ غیر سبب کو سبب یا سبب کو بڑھا کر موثر حقیقی کے برابر بنا دیا جائے اس نے عالم میں ایک غیر مرتبط سلسلہ کو ایک دوسرے کے ساتھ الجھا رہا ہے اور محض اپنی

Marfat.com

بَرَكَتِهِ إِلَّا أَصْبَحَ فَرِيقٌ مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُنَزِّلُ اللّٰهُ الْغَيْثَ فَيَقُولُونَ بِكَوْكَبِ كَذَا وَكَذَا۔ (رواه مسلم)

(۶۵۷) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نازل فرماتا ہے لوگوں میں ایک نہ ایک فرقہ اس کا منکر ہو کر رہتا ہے (کتنا ظلم ہے کہ) بارش تو خدا بھیجے اور لوگ یہ کہیں کہ فلاں فلاں ستارہ کی رفتار کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (مسلم شریف)

(۶۵۷) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے جو قبیلۂ انصا

قدرتِ کاملہ سے ایک کا وجود دوسرے کے ساتھ وابستہ کرکے اسی کا نام عالمِ اسباب رکھدیا ہے اور بندہ کو یہ نمائش کردی ہے کہ وہ اصل کارفرما اسی کی قدرت کو سمجھتا رہے۔ اسلام کی توحید اس تخلخل کو برداشت نہیں کرتی کہ کوئی شخص عالم میں ایک ذرہ کی جنبش میں بھی بیدِ قدرت کے سوا کسی اور کو حقیقۃً شریک سمجھے اس کا ایک ایک ذرہ اسی کی مخلوق ہے اور اسی کی قدرت سے حرکت کرتا ہے۔

عرب میں انسانی زندگی کے لئے سب سے ضروری چیز بارش تھی اگر اس میں بھی اس کے نزدیک تاثیر ستاروں کی رہے تو پھر اس کے قلب میں اپنے حقیقی خالق کی طرف کیا کشش باقی رہ سکتی ہے۔ دراصل شوق وخوف کے دو بازو ہی ایسے ہیں جو مخلوق کو طوعاً وکرہاً اپنے خالق کی عبادت کی طرف اٹھائے لئے جاتے ہیں۔ اگر ان دونوں میں ایک بھی کمزور ہو جاتا ہے تو انسان کی وہی جانب مخلوق کی طرف جھکنے لگتی ہے پھر وہ خوف یا طمع سے اس کو خالق کے ساتھ شریک کرنے پر فطرۃً مجبور ہو جاتا ہے اس لئے شریعت نے جا بجا یہ تنبیہ کی ہے کہ حوادثِ عالم میں صرف اسی کی ذات موثر ہے اور اسی کو موثر سمجھنا چاہئے اور اس حقیقت کو اتنا ذہن نشین کیا ہے کہ جس سے بعض اوقات کسی کوتاہ اندیش کو یہ شبہ گذرنے لگتا ہے کہ شاید وہ سلسلۂ اسباب ہی کی منکر ہے جی ہاں جن مقامات پر صرف وہم پرستی ہو وہاں ایسا ہی ہونا چاہئے اگر شریعت یہاں تعبیرات میں اتنی شدت اختیار نہ کرتی تو جو قوم مخلوقات ہی کی تاثیر میں الجھکر رہ گئی تھی وہ موثرِ حقیقی تک کیسے پہنچتی۔

شیخ نووی فرماتے ہیں کہ اگر بارش کی نسبت ستاروں کی طرف اسی اعتقاد کے ساتھ کی ہے جب تو صریح کفر ہے اور اگر صرف ایک علامت ہونے کی بنا پر ہے جب بھی ایسے لفظ کے استعمال کی ضرورت کیا ہے جو کفر اور غیر کفر دونوں کا محتمل ہو (کتاب الاذکار ص۱۵۷) جو لوگ ذوقِ ایمانی نہیں رکھتے وہ ان نزاکتوں کو بھی نہیں سمجھتے اور ان مشہود اسباب پر کلی اعتماد کا نام روشن خیالی اور علم اور دستِ قدرت کی اصلی طاقت پر بھروسہ کرنے کا نام جمود اور جہل رکھ لیتے ہیں یہ بڑا قصورِ نظر ہے۔ خدا تعالےٰ انصاف عطا فرمائے۔

(۶۵۷) آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کے متعلق غلط اعتقادات ہی نے عرب کے قلوب میں ان کی بیجا عظمت پیدا کردی تھی اور کسی کے متعلق اس کی حد سے زیادہ اعتقادِ عظمت ہی درحقیقت اس کی عبادت کا پیش خیمہ ہو جاتا ہے اسی لئے قرآن وحدیث نے جگہ جگہ سلسلۂ سببیت کو اتنا بے وقعت بنایا ہے کہ بعض کوتاہ فہموں کو تو یہ شبہ پڑنے لگتا ہے کہ شاید شریعت سرے سے اس سلسلہ ہی کا انکار کرتی ہے۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ کی

Marfat.com

مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُمْ بَيْنَمَا هُمْ جُلُوْسٌ لَيْلَةً مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُمِيَ بِنَجْمٍ وَاسْتَنَارَ
فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ اِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ
هٰذَا قَالُوْا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ كُنَّا نَقُوْلُ وُلِدَ اللَّيْلَةَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ وَمَاتَ رَجُلٌ عَظِيْمٌ
فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهَا لَا يُرْمٰى بِهَا لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنْ
رَبُّنَا تَبَارَكَ اسْمُهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ سَبَّحَ اَهْلُ السَّمَآءِ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ
حَتّٰى يَبْلُغَ التَّسْبِيْحُ اَهْلَ هٰذِهِ السَّمَآءِ الدُّنْيَا ثُمَّ قَالَ الَّذِيْنَ يَلُوْنَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ
الْعَرْشِ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ فَيُخْبِرُوْنَهُمْ مَا قَالَ فَيَسْتَخْبِرُ بَعْضُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ بَعْضًا حَتّٰى
يَبْلُغَ هٰذِهِ السَّمَآءَ الدُّنْيَا فَتَخْطِفُ الْجِنُّ السَّمْعَ فَيَقْذِفُوْنَ اِلٰى اَوْلِيَآئِهِمْ وَيُرْمَوْنَ فَمَا جَاءُوْا

میں کا تھا۔ مجھ سے بیان کیا کہ وہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور روشن ہو گیا۔ آپ نے ان سے پوچھا جب زمانۂ جاہلیت میں اس طرح کوئی ستارہ ٹوٹا کرتا تھا تو تم لوگ اس کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ پہلے تو انھوں نے (ادباً) کہا کہ خدا اور اس کا رسول زیادہ عالم ہیں اس کے بعد کہا کہ ہمارا عقیدہ تھا کہ اس شب میں یا تو کوئی بڑا شخص پیدا ہوا ہے یا اس کی وفات ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا ستارہ نہ تو کسی کی پیدائش کی وجہ سے ٹوٹتا ہے نہ کسی کی موت کی وجہ سے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کوئی حکم صادر فرماتے ہیں تو (بارگاہِ الوہیت کے ادب کے موافق) پہلے عرش کے فرشتے تسبیح پڑھنا شروع کر دیتے ہیں پھر ان کی تسبیح سن کر ان کے متصل آسمان کے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کا یہ سلسلہ اس دنیا کے آسمان تک متصل اور مسلسل ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جو فرشتے عرش والے فرشتوں کے متصل ہیں ان سے دریافت کرتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا حکم صادر فرمایا وہ جو کچھ ارشاد ہوا تھا ان کو بتا دیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک آسمان والے دوسرے آسمان والوں سے اسی طرح پوچھتے چلے آتے ہیں۔ یہاں تک کہ نوبت اس آسمان والوں تک آجاتی ہے (یہاں شیاطین ان خبروں کو سننے کے لئے چھپ کر کھڑے رہتے ہیں) اور ان میں کوئی کوئی بات سن کر اچک بھی لے جاتے ہیں پھر

توحید کا اعتقاد صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ ایک ہے بلکہ یہ ہے کہ عالم میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ درحقیقت اسی ایک کا تصرف ہے۔ حدیث کا مضمون از اول تا آخر بار بار پڑھیے تو آپ کا قلب تمام مخلوق کی عظمت سے خالی ہو کر ایک فرد علی الاطلاق ہستی کی عظمت سے معمور ہو جائے گا۔

یہی بات کہ شیاطین کا آسمانوں پر جانا اور غیب کی سرسری خبریں لے بھاگنا زہرہ لرگ شیاطین کے تسخیر کے اعمال:

Marfat.com

عَلٰی وَجْهِهٖ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُوْنَ فِيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ۔ (رواہ مسلم)

(۶۵۸) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمًا مُسْتَعْجِلًا اِلَى الْمَسْجِدِ وَقَدِ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَصَلّٰى حَتَّى انْجَلَتْ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اَهْلَ الْجَاهِلِيَّةِ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ اِلَّا لِمَوْتِ عَظِيْمٍ مِّنْ عُظَمَاءِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَاِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيٰوتِهٖ وَلٰكِنَّهُمَا خَلِيْقَتَانِ مِنْ خَلْقِهٖ يُحْدِثُ

وہی بات اپنے عاملوں کے پاس لے آتے ہیں اس اشارہ میں ان کو ماربھگایا جاتا ہے. اب جو کلمہ وہ پورا پورا لے آتے ہیں وہ تو درست نکلتا ہے لیکن وہ (اپنی طرف سے) اس میں بہت کمی بیشی کردیتے ہیں اس لئے ان کی بہت باتیں غلط نکلتی ہیں) (مسلم)

(۶۵۸) نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی مسجد میں تشریف لائے اس وقت آفتاب کو گہن لگ چکا تھا آپ نے اتنی دیر تک نماز پڑھی کہ آفتاب صاف ہوگیا اس کے بعد فرمایا کہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ چاند اور سورج جب گہن ہوتے ہیں تو کسی ایسے شخص کی موت پر گہن ہوتے ہیں جو اس وقت زمین میں سب سے بڑی ہستی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ نہ ان کو کسی کی موت کی وجہ سے گہن لگتا ہے نہ پیدائش کی وجہ سے، وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی تبدیلی اپنی مخلوق میں پیدا کردیتا ہے۔ لہٰذا جب کسی کو گہن لگا کرے تو

کرتے ہیں ان سے آج بھی اس کی تصدیق ہوسکتی ہے. آپ کا علم تو بس یہ ہے کہ جس چیز کا آپ کو علم نہیں درحقیقت وہ چیز ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جس چیز کا دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کو علم ہے وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے گو اس کا آپ کو کوئی ادنیٰ سا علم بھی نہ ہو. آپ کے اقرار و انکار کے یہ دونوں پہلو آپ کی انتہائی ناانصافی پر مبنی ہیں۔

(۶۵۸) یہ سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے. صحیح مسلم میں ہے کہ اسی دن حضرت ابراہیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ کا انتقال ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اس قسم کے موقعہ پر جو آپ کی شریعت تھی وہ ادا فرمائی اس کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ خطبہ دیا، مبادا کوئی شخص زمانۂ جاہلیت کے خیال کے مطابق یہ سمجھ بیٹھے کہ آج بھی گرہن آپ کے صاحبزادہ کے انتقال کی وجہ سے ہوا ہے اس لئے آپ نے اس خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ بالکل خلاف واقع بات ہے. کسی مخلوق پر کسی مخلوق کی موت وحیوٰۃ سے کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ یہ خدائی تصرفات ہیں وہ اپنی قدرت کے کرشمے طرح طرح سے دکھایا کرتا ہے لہٰذا یہ خیال مخلوق کی تعظیم میں افراط اور خدا تعالیٰ کے تصرفات کی عظمت میں تفریط پر مبنی ہے۔ خدائی تصرفات کو کسی مخلوق کا اثر قرار دینا بھی ایک قسم کا شرک و کفر ہے. مخلوق اور اس کے محدود اختیارات بالکل محدود ہیں اور خدا کی قدرت کے تصرفات لامحدود ان دونوں میں خلط کرنا بڑی جہالت ہے. یہ معلوم رہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اسباب و مسببات کے سلسلہ میں داخل ہے. حدیث نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ گرہن کا کوئی سبب نہیں ہوتا بلکہ یہ سمجھایا ہے کہ گرہن

Marfat.com

اللّٰهُ فِیْ خَلْقِهِمَا شَاءَ فَاِنَّهُمَا اِنْخَسَفَ فَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ اَوْ یُحْدِثَ اللّٰهُ اَمْرًا۔ (رواہ النسائی)

(۶۵۹) عَنْ قَتَادَةَ قَالَ خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذِهِ النُّجُوْمَ لِثَلَاثٍ جَعَلَهَا زِیْنَةً لِلسَّمَاءِ وَرُجُوْمًا لِلشَّیَاطِیْنِ وَعَلَامَاتٍ یُهْتَدٰی بِهَا فَمَنْ تَاَوَّلَ فِیْهَا بِغَیْرِ ذٰلِكَ اَخْطَاَ وَاَضَاعَ نَصِیْبَهٗ وَتَكَلَّفَ مَا لَا یَعْلَمُ۔ (رواہ البخاری تعلیقا)

(۶۶۰) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَبَسَ بَابًا

نمازیں پڑھا کرو تا آنکہ یا تو گہن چھوٹ جائے یا اللہ تعالیٰ کوئی دوسرا کرشمہ دکھلائے (یعنی قیامت آجائے) (نسائی)

(۶۵۹) قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین فائدوں کے لئے بنایا ہے۔ آسمان کی خوشنمائی اور زینت کے لئے، غیب کی خبریں سننے والے شیطانوں کو مار بھگانے کیلئے، اور (شب میں مسافروں کے لئے) راستہ پانے کی علامتیں۔ اب جس شخص نے بھی ان تین فائدوں کے سوا اس میں اور فائدے تلاش کئے اس نے غلطی کھائی، اپنا وقت ضائع کیا اور خواہ مخواہ ایسی بات کے درپے ہوا جس کا اس کو علم نہیں۔ (تعلیقاً بخاری)

(۶۶۰) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نجوم میں ان

خواہ کسی اسباب کی بناء پر ہو لیکن قابل عبرت امر یہ ہے کہ بہرحال وہ اسباب بھی اسی کی حکومت کے نیچے ہیں جس کے نیچے یہ شمس و قمر خود ہیں۔ قرآن کریم نے لیل ونہار کی گردش کو بھی قدرت کا بہت بڑا نشان قرار دیا ہے کیا اس کے اسباب نہیں بس یہاں اسباب سے انکار نہیں بلکہ اس کا انکار ہے کہ جہاں سببیت بھی نہ ہو وہاں حقیقی تاثیر کا اعتقاد رکھا جائے۔ یہ یاد رہے کہ آپ کی حیات میں قیامت کا اگرچہ کوئی امکان نہ تھا لیکن ایک فاعلِ مختار کی قدرت کا تماشہ دیکھنے والے کی نظروں میں آئین وضوابط کا استحضار نہیں رہا کرتا اس لئے اس کا خوف غیر اختیاری اور اس کا اضطراب فطری ہوتا ہے۔

(۶۶۰) عرب میں عام طور پر غیب دانی کے یہی تین اسباب تھے یا سحر جس میں عموماً ارواحِ خبیثہ اور شیاطین سے استعانت ہوتی تھی یا نجوم یا کہانت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور وطریق چونکہ ان تینوں سے جدا تھے اس لئے وہ مبہوت ہو ہو کر کبھی تو آپ کو کاہن کبھی ساحر اور کبھی مجنون کہا کرتے تھے نبوت سے ان کو آشنائی نہ تھی کہ یہ احتمال بھی ان کے دماغوں میں آتا۔ قرآن کریم نے ان میں سے ایک ایک کی بڑے دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔

یہ معلوم رہنا چاہیے کہ غیب دانی کبھی فطری بھی ہوتی ہے قدرت نے انسان کے باطن میں کچھ قوتیں ایسی ودیعت فرمائی ہیں جن کی بنا پر اس کو عالمِ بالا سے ایک قسم کا اتصال میسر آجاتا ہے اور اس کی استعداد کے بقدر کچھ مادی غیوب بھی اس کے آئینۂ فطرت میں منعکس ہونے لگتے ہیں۔ محقق ابن خلدون نے اس پر مفصل بحث کی ہے۔

اسلام ان بیکار مشغلوں میں ڈالنا پسند نہیں کرتا کیونکہ اول تو یہ طریقے بے بنیاد اور کلمات کفر پر مبنی ہوتے ہیں دوم انسان کی روحانی ترقیات کے لئے انتہا درجہ مضرت رساں بھی ہیں۔ یہ مشغلے اس میں عالمِ قدس کی طرف طیران

Marfat.com

مِنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَيْرِ مَا ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ الْمُنَجِّمُ كَاهِنٌ وَالْكَاهِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ كَافِرٌ (رواہ رزین)

الاهلال بحیوان لغیر اللّٰہ کفر

(۶۶۱) عَنْ اَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ سُئِلَ عَلِيٌّ هَلْ خَصَّكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِشَيْءٍ فَقَالَ مَا خَصَّنَا بِشَيْءٍ لَمْ يَعُمَّ بِهِ النَّاسَ اِلَّا مَا فِيْ قِرَابِ سَيْفِيْ هٰذَا فَاَخْرَجَ صَحِيْفَةً فِيْهَا. لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَرَقَ مَنَارَ الْاَرْضِ وَفِيْ رِوَايَةٍ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْاَرْضِ

فائدوں کے سوا جن کا ذکر قرآن کریم نے کیا ہے کوئی اور نیا فائدہ حاصل کیا تو (بشبہ اس نے) سحر کا ایک شعبہ (کسب) کیا استعمال نجومی کاہن کی طرح غیب کی خبریں بتاتا ہے اور کاہن ایک قسم کا جادوگر ہوتا ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (رزین)

غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح کرنا کفر ہے

(۶۶۱) ابو الطفیل روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے دریافت کیا گیا کہئے کیا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت سے علیحدہ کچھ خاص خاص تعلیمات بھی دی ہیں انھوں نے فرمایا (اس بارے میں آپ نے کوئی فرق نہیں کیا) ہمیں کوئی بات ایسی نہیں بتائی جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو بجز ان چند امور کے جو میری اس تلوار کی میان میں لکھے ہوئے رکھے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے ایک تحریر نکالی جن میں یہ احکام درج تھے۔ خدا تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے جانور ذبح کرے۔ خدا تعالیٰ لعنت کرے اس پر جو کسی راستہ کے نشانات چرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان کو ادھر ادھر کردے۔ خدا تعالیٰ

کی استعداد باطل کر دیتا ہے۔ جتنا غیب انسانی ترقیات کے لئے درکار تھا اتنا انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اس کو بتا دیا گیا ہے اور جو نہیں بتایا گیا وہ نہ تو اس کی حاجت کا تھا اور نہ اس کے دریافت کرنے کا کوئی صحیح راستہ ہے بجز اس میں پڑنا غلطی اور اضاعت وقت سوا اور کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے نجوم میں کچھ اور تفصیلات بھی لکھی ہیں یہ سب ظنیات اطبائی اپنی علمی کاوشوں کے ثمرات ہیں جتنی بات پر عقیدہ رکھا جا سکتا ہے اور اس کی دعوت دی جا سکتی ہے وہ صرف وہی امور ہیں جن کی طرف احادیث بالا میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

(۶۶۱) غیر اللہ کے نام کی قربانی کرنی اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑنے کی رسم بہت قدیم سے چلی آرہی تھی۔ اسلام نے اگر دونوں کو ختم کر دیا اور سمجھایا کہ جان صرف جان آفریں کیلئے قربان کی جا سکتی ہے یہ خاص اسی کا حق ہے نہ کسی کے لئے جان آفرینی میں شرکت ہے اور نہ اس کی قربانی میں شرکت ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم نے ایسے جانوروں کو سورہ کے

Marfat.com

وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَهٗ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا۔ (رواہ مسلم)

(۶۶۲) عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ يَرْفَعُهٗ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِيْ ذُبَابٍ وَدَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ فِيْ ذُبَابٍ قَالُوْا وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يُجَوِّزُهٗ اَحَدٌ حَتّٰى يُقَرِّبَ لَهٗ شَيْئًا فَقَالُوْا لِاَحَدِهِمَا قَرِّبْ فَقَالَ لَيْسَ عِنْدِيْ شَيْءٌ قَالُوْا قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَابًا فَقَرَّبَ ذُبَابًا فَخَلَّوْا سَبِيْلَهٗ فَدَخَلَ النَّارَ وَقَالُوْا لِلْاٰخَرِ قَرِّبْ فَقَالَ مَا كُنْتُ لِاُقَرِّبَ شَيْئًا دُوْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَضَرَبُوْا عُنُقَهٗ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ (رواہ احمد کما فی الجواب الکافی لابن القیم ص ۴۳)

لعنت کرے اس پر جو اپنے والد پر لعنت کرے، اور خدا تعالیٰ لعنت کرے اس پر جو کسی مجرم کو پناہ دے۔ (مسلم)

(۶۶۲) طارق بن شہاب مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ صرف ایک مکھی کی بدولت ایک شخص تو جنت میں داخل ہو گیا اور دوسرا دوزخ میں، لوگوں نے تعجب سے پوچھا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ فرمایا کسی قوم کا ایک بت تھا ان کا دستور یہ تھا کہ کوئی شخص اس پر بھینٹ چڑھائے بغیر ادھر سے گذر نہیں سکتا تھا اتفاق سے یہ دو شخص ادھر سے گذرے انھوں نے اپنے دستور کے مطابق ان میں سے ایک شخص سے کہا نیاز چڑھاؤ وہ بولا اس کیلئے میرے پاس تو کچھ نہیں وہ بولے کچھ نہ کچھ تو ضرور چڑھا دے خواہ ایک مکھی ہی ہی۔ اس نے ایک مکھی چڑھا دی اور اس وجہ سے وہ تو دوزخ میں گیا انھوں نے اس کو تو چھوڑ دیا اب دوسرے سے کہا کہ تو بھی کچھ چڑھاؤ وہ بولا اللہ کی ذات کے سوا میں تو کسی اور کے نام کی نیاز نہیں دے سکتا، یہ سن کر انھوں نے اس کی گردن اڑا دی اس لئے یہ جنت میں داخل ہو گیا (احمد)

گوشت اور سور کی صف میں شمار کیا ہے گویا اس بے محل نام زدگی کی وجہ سے اب وہ خنزیر کی طرح بن گیا ہے جس پر ایک ہزار بار بھی بسم اللہ پڑھو تو بھی حلال نہیں ہو سکتا ——— جانوروں کے معاملہ میں تین غلط طریقے رائج تھے ان کو بت یا اور کسی غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دینا جیسا آج کل ہندوستان میں سانڈ وغیرہ چھوڑے جاتے ہیں یا غیر اللہ کے نام پر بھینٹ چڑھانا یا ان کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینا اسلام نے ان ہر سہ طریقوں کو قابل نفرت سمجھا ہے ——— رہا اپنے والد پر لعنت کرنا تو اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ شخص دوسرے کے والد پر لعنت کرے اس کے جواب میں وہ اس کے والد پر لعنت کرے۔ حدیث یہ کہتی ہے کہ چونکہ یہ شخص اپنی بداخلاقی کی وجہ سے اپنے والد پر لعنت کا سبب بنا ہے اس لئے یہ بھی اس جرم کا مرتکب شمار ہو گا اور اب اس حد تک جا کر بلاواسطہ والد پر لعنت کرنے میں بھی کچھ تعجب نہیں رہا ——— اسی طرح کسی مجرم کو پناہ دینی خواہ اس کا جرم قتل و غارت ہو یا بددینی و بدعت۔ یہ بھی لعنت کا موجب ہے ——— نسائی میں سائل کے جواب میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ کو اس پر اتنا غصہ آیا کہ چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ یہ تو مجھی نہیں سناکہ آپ پوشیدہ طور پر کوئی بات علیحدہ تعلیم فرماتے۔ ہاں صرف اتنا ہوا ہے کہ جس وقت یہ چار باتیں آپ نے فرمائی تھیں اس وقت اتفاق سے میں اور آپ ہی گھر میں موجود تھے غرض ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کے سلسلہ میں جو جو افسانے تراشے گئے ہیں یہ سب بعد کی من گھڑت ہیں۔ تعلیم و تعلم میں منصب نبوت ہرگز کسی تفریق کو برداشت نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

(۶۶۳) عَنْ نُبَيْشَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُنَّا نَعْتِرُ عَتِيرَةً فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَا تَأْمُرُنَا قَالَ اذْبَحُوا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَيِّ شَهْرٍ كَانَ وَبَرُّوا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَطْعِمُوا۔ (رواه النسائی)

(۶۶۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ زَيْدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلْدَحٍ قَبْلَ أَنْ يُنْزَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَحْيُ فَقُدِّمَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُفْرَةٌ فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ زَيْدٌ إِنِّي لَسْتُ آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ وَلَا آكُلُ إِلَّا مَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّ زَيْدَ بْنَ عَمْرٍو كَانَ يَعِيبُ عَلَى قُرَيْشٍ ذَبَائِحَهُمْ وَيَقُولُ الشَّاةُ خَلَقَهَا اللّٰهُ وَأَنْزَلَ لَهَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً وَأَنْبَتَ لَهَا مِنَ

---

(۶۶۳) نبیشہ ہذلی روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کفر کے زمانہ میں ماہِ رجب میں بتوں کے نام کی قربانی کیا کرتے تھے اب اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے۔ فرمایا بس (رجب جانور ذبح کرو) تو ایک خدا کے واسطے ذبح کیا کرو خواہ وہ کسی مہینہ میں ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری کیا کرو اور اسی کے نام پر کھانا کھلایا کرو۔ (نسائی)

(۶۶۴) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مقام بلدح کی تحتانی سمت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زید بن عمرو بن نفیل سے ملاقات ہوئی اس وقت تک آپ پر وحی کا نزول شروع نہیں ہوا تھا آپ کے سامنے کھانے کا دسترخوان پیش کیا گیا آپ نے اس کو کھانے سے انکار فرما دیا۔ اس کے بعد زید بولے جو جانور تم لوگ اپنے بتوں کے سامنے ذبح کرتے ہو میں ان کا گوشت نہیں کھاتا میں تو صرف اس جانور کا گوشت کھاتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ زید قریش کے ذبیحوں پر نکتہ چینی فرمایا کرتے اور کہا کرتے تھے عجیب بات ہے کہ بکری کو پیدا تو اللہ تعالیٰ کرے، وہی اس کے لئے آسمان سے بارش بھیجے

---

(۶۶۳) یعنی یہ سب مصارفِ خیر ہیں بشرطیکہ ان میں نیت اللہ تعالیٰ کی ہو۔ اگر نیت بدل جائے تو پھر یہ اچھے اچھے کام بھی نیکی نہیں رہتے۔ غیر اللہ کے نام پر قربانی کرنی کفر کی ایک قدیم رسم تھی اور اس کی مختلف صورتیں تھیں شریعت نے یہاں ایک قاعدہ کلیہ بتا کر ان سب کو رد کیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے نام کا جانور ذبح نہ کرنا چاہیئے۔

(۶۶۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو نزولِ وحی سے قبل بھی مراسمِ شرک سے ہمیشہ علیحدہ رہا کرتے تھے لیکن آپ کے علاوہ خال خال ایسے لوگ بھی موجود تھے جو ملتِ ابراہیمی کے آثار سے افعالِ شرکیہ سے محترز رہا کرتے تھے ان ہی میں سے ایک یہ زید بن عمرو بھی تھے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کے نام کا جانور ذبح نہ کرنا بھی ملتِ ابراہیمی کا ایک حکم تھا۔ (دیکھو ترجمان السنہ ج ۱ ص ۴۷۹)

Marfat.com

الارض ثم ترتد تحوتها على غیر اسم اللہ انکارا لذالک و اعظاما لہ ۔ (رواہ البخاری)

(۶۶۵) عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی النار فرأیت فیہا امرأۃ من بنی اسرائیل تعذب فی ہرۃ لہا ربطتہا فلم تطعمہا ولم تدعہا تاکل من خشاش الارض حتی ماتت جوعا ورأیت عمرو بن عامر الخزاعی یجر قصبہ فی النار وکان اول من سیب السوائب۔ (رواہ مسلم)

الحلف بغیر اللہ کفر من الشرک

(۶۶۶) عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الا من کان حالفا فلا یحلف

اور وہی اس کے لئے سبزہ اگائے پھر یہ کس قدر ظلم ہے کہ تم اس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرو اس تقریر سے زید کا مقصد ان کے اس فعل پر انکار کرنا تھا۔ (بخاری شریف)

(۶۶۵) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی تو میں نے دیکھا کہ اس میں ایک عورت کو عذاب ہو رہا ہے اس بنا پر کہ اس نے اپنی بلی کو باندھ رکھا تھا اور نہ تو وہ اس کو خود کچھ کھانے کو دیتی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ خود چل پھر کر زمین کے کیڑے مکوڑے کھا لیتی یہاں تک کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی اور میں نے اس میں عمرو بن عامر خزاعی کو بھی دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں کھینچے پھر رہا ہے یہ پہلا وہ شخص تھا جس نے بتوں کے نام پر جانور چھوڑنا ایجاد کئے۔ (مسلم شریف)

غیر اللہ کے نام کی قسم کھانی ایک قسم کا شرک ہے

(۶۶۶) ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا سن لو جس کو قسم کھانا ہی ہو صرف ایک اللہ تعالیٰ کے نام ہی کی قسم کھائے۔ قریش کی عادت تھی کہ وہ اپنے باپ

---

(۶۶۶) اس روایت سے معلوم ہوا کہ قسمیں کھانے کی عادت شریعت میں پسندیدہ نہیں ہے پس چاہیے کہ بلا ضرورت قسمیں نہ کھائی جائیں اور اگر کسی مجبوری سے کھانا ہی ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی قسم کھائی جائے باپ دادے یا کسی اور کی قسم نہ کھائی جائے۔ امام بخاریؒ نے (مناقب مہاجرین کے باب سے قبل) ابراہیم نخعی سے نقل کیا ہے۔ کانوا یضربونا علی الشہادۃ والعہد ونحن صغار (رفتح ج ۷) یہیں اس بات پر تنبیہ کی جاتی تھی کہ ہم باہمی گفتگو میں شہادت یا عہد وغیرہ کے الفاظ بے محابا استعمال نہ کریں تاکہ ان کی اہمیت ہمارے ذہنوں سے نہ نکل جائے۔ (ج ۷ ص ۱۵۵)

Marfat.com

فلا یحلف الا باللہ فکانت قریش تحلف بآبائہا فقال لا تحلفوا بآبائکم (رواہ البخاری وغیرہ)

(۶۶۷) عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حلف بغیر اللہ فقد اشرک (رواہ الترمذی)

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

(۶۶۸) عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (رواہ البخاری وغیرہ)

(۶۶۹) عن ابن عمر انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا ترجعوا بعدی

دادوں کی قسمیں کھایا کرتے تھے آپ نے منع فرمادیا کہ ان کے نام کی قسمیں مت کھایا کرو۔ (بخاری)

(۶۶۷) ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

مسلمان کو سخت وسست کہنا فسق کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنی کفر کی حرکت ہے

(۶۶۸) عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق کی بات ہے اور اس سے لڑنا تو کفر کی بات ہے۔ (بخاری)

(۶۶۹) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ میرے بعد

---

(۶۶۷) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں حلف بغیر اللہ کو ایسا ہی شرک کہا گیا ہے جیسا دوسری حدیث میں ریا کو شرک کہا گیا ہے۔ دونوں حدیثوں کا مطلب شرک کا حقیقۃً حکم لگا دینا نہیں ہے بلکہ ان افعال کی اہمیت ذہن نشین کرنا ہے اس لئے ان کو تغلیظاً شرک کہدیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی جاتی ہے اس کی غیر معمولی عظمت قلب میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ اس کے قلب میں غیر اللہ کی عظمت اللہ تعالیٰ کے برابر ہے یہی شرک ہے۔

(۶۶۸) گویا سب وشتم کی بدنمائی تو کسی حد تک قابل برداشت ہو سکتی ہے لیکن مسلمان سے قتل وقتال کرنا قابل برداشت نہیں ہو سکتا یہ کفر کی حرکت ہے اور بڑی حد تک رشتۂ اسلامی کو قطع کر دیتی ہے۔

(۶۶۹) ہم بتا چکے ہیں کہ جس طرح اسلام دراصل صرف شہادتین کا نام ہے مگر اس کے کچھ مخصوص افعال بھی ہیں جو اس کی اس شہادتِ باطنی کے گواہ کہلاتے ہیں۔ ان افعال کو شہادتین کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہے کہ گویا یہ افعال ان کا ایک قالب ہیں اس لئے ان کا اختیار کر لینا اسلام اور ان کا ترک کرنا کفر سے موسوم ہوتا ہے اسی طرح کفر اگرچہ

Marfat.com

كفارًا يضرب بعضكم رقاب بعض. (رواه البخاري عن ابن عباس وابي بكرة ايضاً والحديث متفق عليه)

صنع صور الحيوان تشبه بخالقية الله تعالى

(٦٧٠) عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اشد الناس عذابا يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله. (متفق عليه)

(٦٧١) عن ابي هريرة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول قال الله تعالى ومن اظلم ممن ذهب يخلق كخلقي فليخلقوا ذرة او ليخلقوا حبة او شعيرة (متفق عليه)

(٦٧٢) عن ابن عباس قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كل مصور

پھر کافروں کی سی حرکتیں نہ کرنے لگنا کہ آپس ہی میں ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

تصویر کشی اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کی نقالی ہے

(٦٧٠) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی نقلیں اتارنا چاہتے ہیں (یعنی مصور) (متفق علیہ)

(٦٧١) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، بھلا اس سے بڑھکر ظالم آدمی کون ہوگا جو (مخلوق ہوکر) میری طرح خالق بننے کا ارادہ رکھتا ہو اچھا تو ایک چیونٹی ہی بنا کر دکھا دے (یہ نہیں) ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھا دے۔ (متفق علیہ)

(٦٧٢) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے خود سنا ہے کہ جتنے

اسلامی عقائد کے برخلاف عقائد کا نام ہے لیکن کفر کی زندگی کے بھی کچھ لوازم ہیں جو بعض اوقات خود تو کفر نہیں ہوتے مگر انسان کے کافر ہونے کا بین ثبوت شمار ہوتے ہیں۔ حدیث میں اس قسم کے اعمال کو بھی کفر کے اعمال کہا گیا ہے اور مومن کے لئے یہ پسند نہیں کیا گیا کہ اس کی زندگی میں یہ اعمال کفر نظر آئیں۔ اسلام کے بعد اس قسم کے اعمال سے کافر تو نہیں کہا جا سکتا مگر اس کفر نما اسلام کا اسلام کہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ جس طرح وہ شرک و کفر سے بچتا ہے اسی طرح ایسے اعمال سے بھی بچتا رہے جن کو کفر کی زندگی کے اعمال سے بہت ہی قریبی علاقہ ہو۔

(٦٧٢) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صنعت اور اس کی قدرت کا ملہ کا سب سے بڑا مظہر انسان ہے اسی لئے قرآن کریم نے جا بجا انسان کی پیدائش پر غور و تفکر کی دعوت دی ہے اور اس کو اپنی ہستی کا یقین دلانے کا سب سے آسان راستہ یہی بتایا ہے صورت پرستی کی ابتداء تصویروں سے ہی شروع ہوئی۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ پتھروں سے تراشیدہ

Marfat.com

فِي النَّارِ يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُوْرَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسًا فَيُعَذِّبُهُ فِي جَهَنَّمَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَإِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَاصْنَعِ الشَّجَرَ وَمَا لَا رُوْحَ لَهُ فِيْهِ. (متفق علیہ)

(۶۷۳) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ انْطَلَقْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي اجْلِسْ وَصَعِدَ عَلَى مَنْكِبَيَّ فَذَهَبْتُ لِأَنْتَهِضَ بِهٖ فَرَأَى مِنِّيْ ضُعْفًا فَنَزَلَ وَجَلَسَ لِي

مصور ہوں گے ان کی ہر تصویر کے مقابلہ میں جو انھوں نے دنیا میں بنائی ہوگی ایک ایک شخص مقرر کیا جائے گا جو ان کو دوزخ میں عذاب دیا کرے گا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد بھی اگر تہیں تصویر بنانا ہی ہو تو درخت کی بنا لو اور ایسی چیزوں کی بنا لو جو جاندار نہ ہوں۔ (متفق علیہ)

(۶۷۳) حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے، آپ نے (بیت اللہ کے اندر جاکر) مجھ سے فرمایا بیٹھ جاؤ، اور آپ میرے کاندھوں پر چڑھ گئے میں آپ کو لے کر کھڑا ہونے لگا تو آپ نے

ہوتے ہیں۔ اور تصویر قلم کی کشیدہ نیز اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں اس کا ایک اسم مبارک "المصوّر" بھی ہے قدرت کو اپنی اس صفت پر بڑا ناز ہے اس نے اپنی مصوری کے کارنامے جا بجا پیش کئے ہیں اور اس کا سب سے بڑا شاہکار انسان کی صورت ہی کو قرار دیا ہے جو قدرت کے اس شاہکار کی نقل اتارنا چاہتا ہے قدرت اس کو معاف نہیں کرتی۔ نیز خالقیت اس کی ایسی صفت ہے جس میں ایک موٹے دماغ کے انسان کے نزدیک بھی شرکت کا احتمال نہیں اسی لئے قرآن کریم نے توحید فی العبادت کو معقول بنانے کے لئے جگہ جگہ اپنی خالقیت کو ہی سامنے رکھا اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ جب کسی چھوٹی بڑی مخلوق کی پیدائش میں ہمارا کوئی شریک نہیں تو پھر ہمارے خاص حق عبادت میں کوئی شریک کیوں ہو۔ لہذا تصویر کشی میں انسانی استطاعت کی حد تک خدا کی خالقیت کا ایک قسم کا مقابلہ بھی نظر آتا ہے اور اس میں خدا تعالیٰ کے سب سے بڑے حق عبادت پر زد بھی پڑتی ہے اس لئے چاہئے تو یہ تھا کہ ہر قسم کی تصویر کشی ممنوع ہو جاتی۔ غالباً اسی لئے حضرت ابن عباسؓ نے درخت وغیرہ کی تصویر بنانے کی اجازت تو دیدی مگر با دل ناخواستہ دی لیکن اسلام کی یہ فراخ حوصلگی ہے کہ اس نے کسی جگہ بھی سہولت کے دروازے بند نہیں کئے اور ہر باب میں انسانی دماغ کی ترقی اور منافع دنیا سے تمتع کی بڑی حد تک اجازت دیدی ہے دیکھئے ریشم کو صرف مردوں کے حق میں حرام فرمایا پھر ان کے لئے بھی ایک خاص مقدار تک اجازت دیدی۔ اسی طرح کھانے اور پینے کی بہت چیزیں حرام کیں لیکن ان سے زیادہ حلال فرمائیں۔ سونے چاندی کے ظروف ممنوع قرار دیئے مگر عورتوں کے حق میں ان کے زیورات پھر جائز کر دیئے اور مردوں کے کھیل تماشہ کے لئے بھی چاندی کی ایک مخصوص مقدار کی اجازت دیدی۔ تعظیم و تکریم میں اگر ایک سجدہ کی ممانعت کی تو اس نے سینکڑوں اور طریقے جائز رکھے اسی طرح مصوری میں اگر ایک ذی روح کی تصویر سے روکا تو اس کے علاوہ فن تصویر کی ترقی کیلئے بہت سی صورتیں مباح کر دیں مگر انسان حریص ہی نہیں بلکہ ایک بدترین قسم کا باغی ہے کہ ان مباحات کی ہزاروں راستوں سے بھی اس کی نیت نہیں بھرتی آخر وہ ٹھیک حرام میں قدم رکھ کر ہی دم لیتا ہے۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ۔ یہاں مسئلہ تصویر پر بحث کرنا مقصود نہیں صرف ان اعمال کو بتانا مقصود ہے جن سے اسلام کی مقدس اور نازک توحید کو کہیں دور کے علاقہ سے بھی صدمہ پہنچ سکتا ہے۔

(۶۷۳) نبوت کے اس جبل عظیم الشان کا بار اسد اللہ بھی جتنا سنبھال سکے تعجب خیز تھا آخر اس کی تاب نہ لا سکے

نَبِیُّ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لِیْ اِصْعَدْ عَلٰی مَنْکِبِیْ فَصَعِدْتُ عَلٰی مَنْکِبَیْہِ قَالَ فَنَهَضَ بِیْ فَاِنَّہٗ یُخَیَّلُ اِلَیَّ اَنِّیْ لَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ اُفُقَ السَّمَاءِ حَتّٰی صَعِدْتُ عَلَی الْبَیْتِ وَعَلَیْہِ تِمْثَالُ صُفْرٍ اَوْ نُحَاسٍ اُنَاوِلُہٗ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَبَیْنَ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ حَتّٰی اِسْتَمْکَنْتُ مِنْہُ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْذِفْ بِہٖ فَانْکَسَرَ کَمَا یَنْکَسِرُ الْقَوَارِیْرُ ثُمَّ نَزَلْتُ فَانْطَلَقْتُ اَنَا وَرَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَسْتَبِقُ حَتّٰی تَوَارَیْنَا بِالْبُیُوْتِ خَشْیَۃَ اَنْ یَلْقَانَا اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ۔ (رواہ احمد)

محسوس کیا کہ مجھے اٹھنے میں کچھ دشواری ہو رہی ہے یہ دیکھ کر آپ اتر پڑے اور میرے سامنے خود بیٹھ گئے اور فرمایا اچھا تو تم میرے کاندھوں پر چڑھ جاؤ۔ میں آپ کے کاندھوں پر چڑھ گیا۔ یہ فرماتے ہیں۔ آپ مجھ کو لے کر کھڑے ہوئے تو مجھے اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا سکتا ہوں۔ اتنا اونچا ہوا کہ بیت اللہ پر پہنچ گیا۔ اس وقت بیت اللہ میں پیتل یا تانبے کے بت رکھے ہوئے تھے میں ان کو اپنے دائیں، بائیں، سامنے اور پیچھے سے اٹھانے لگا یہاں تک کہ میں نے سب اٹھا لئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ان کو پھینک دو (میں نے ان کو پھینک دیا) اور وہ گر کر شیشے کی طرح چور چور ہو گئے پھر میں اتر آیا اور میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی گھروں کی دیواروں میں چھپتے ہوئے واپس آ گئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کفار ہمیں دیکھ پائیں۔ (احمد)

اور بیٹھ گئے پھر جب آپ کے کاندھوں پر جگہ مل گئی جن کی رفعت کے سامنے عرش بریں بھی نیچا تھا (آسمانوں کی بلندیوں کو ہاتھ لگانا ایک تماشہ نظر آنے لگا اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا معلوم رہے کہ یہ خاص خاص مناظر ہیں جو خاص خاص مواقع پر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بیت اللہ کی دیواروں سے بتوں کے مجسمے اتارنے کے وقت ایسے ہی نظارہ کی ضرورت تھی چنانچہ قدرت نے یہی نظارہ حضرت علیؓ کے سامنے کر دیا تھا۔ اس سے قبل جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام خانہ کعبہ کی بناء فرما رہے تھے تو جس پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی بنا ہو رہی تھی وہ بھی جتنی ضرورت ہوتی اونچا ہو جاتا تھا۔ یہاں جو نظارہ نظر آیا اس کا ساکھ اور ہی تھا۔ اس جگہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کی فروتنی بھی قابل دید تھی کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کس طرح اپنے چھوٹوں کے سامنے اپنے نفس کو پیش کر دیا تھا۔

Marfat.com

الضرب بكتاب الله بعضه ببعض كفر

(۶۷۴) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا يَتَدَارَءُوْنَ فِي الْقُرْآنِ فَقَالَ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِهٰذَا ضَرَبُوْا كِتَابَ اللهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ وَإِنَّمَا نَزَلَ كِتَابُ اللهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا فَلَا تُكَذِّبُوْا بَعْضَهُ بِبَعْضٍ فَمَا عَلِمْتُمْ مِنْهُ فَقُوْلُوْا وَمَا جَهِلْتُمْ فَكِلُوْهُ إِلٰى عَالِمِهِ (رواہ احمد۔ وابن ماجہ)

قرآن کی آیتوں میں باہم اختلاف پیدا کرنا کفر کی بات ہے

(۶۷۴) عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ کچھ لوگ قرآن کریم میں اس طرح بحث کر رہے ہیں کہ ایک شخص ایک آیت پڑھتا ہے دوسرا شخص اس کے مقابلہ میں دوسری آیت پڑھتا ہے جو اس کے خیال میں اس کے مخالف مضمون پر مشتمل ہوتی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اسی حرکت کی بدولت تم سے پہلی قومیں گمراہ ہوئی اور ہلاک ہوئی ہیں وہ بھی یہی کیا کرتی تھیں کہ خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے سے ٹکرایا کرتیں حالانکہ اللہ کی تمام کتاب باہم ایک دوسرے کیلئے مصدق ہو کر اتری ہے اس لئے تم اس میں اختلاف پیدا کر کے اس کی تکذیب نہ کرو، اس کا جو حصہ سمجھ لو وہ تو بیان کرو اور جو تم نہ سمجھو اسے اس کے حوالہ کر دو جو اس کا جاننے والا ہے۔ (احمد۔ ابن ماجہ)

(۶۷۴) دارمی کی ایک طویل حدیث میں ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جو چیزیں اسلام کو فنا کر دینے والی ہیں ان میں ایک بات منافق کا قرآن میں جھگڑا ڈالنا بھی ہے۔ امام احمد اور ابو داؤد اور حاکم ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ المراء فی القرآن کفر۔ (قرآن میں جھگڑنا کفر ہے) ان احادیث میں جدال اور مراء کا مصداق بھی یہی تدارء اور قرآنی آیات میں اختلاف پیدا کرنا ہے۔ سبع قراءت جو بظاہر مختلف ہیں ان کے متعلق زہری ارشاد فرماتے ہیں انما ھی فی الامر تکون واحدا لا تختلف فی حلال ولا حرام (بخاری ومسلم) یہ تمام قراءتیں صرف الفاظ میں مختلف ہیں ان میں حکم ایک ہی رہتا ہے۔ حلال وحرام کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا پس حدیث کی ہدایت یہ ہے کہ قرآن حکیم دوسری معمولی کتابوں کی طرح معرکہ بحث نہ بنانا چاہیئے۔ خدا کی کتاب کا معاملہ نازک ہوتا ہے یہاں جو بات طے شدہ اور سب سے پہلے مسلم ہونی چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف وتناقض ممکن نہیں اس کے بعد اگر کہیں بظاہر اختلاف معلوم ہو تو اسے اپنا ہی قصور علم سمجھنا چاہیئے اور اسلوب بحث وہ اختیار کرنا چاہیئے جس میں ان آیات کے درمیان توافق پیدا ہو۔ علمی نوع خرچ کر کے خواہ مخواہ آیتوں میں اختلاف پیدا کرنا اپنے لئے کفر اور دوسروں کے دلوں میں تذبذب پیدا کرنے والی بات ہے اسی لئے اس کو ہادم اسلام قرار دیا ہے۔

Marfat.com

الرِّيَاءُ شِرْكٌ خَفِيٌّ

(۶۷۵) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ وَفِي رِوَايَةٍ فَأَنَا مِنْهُ بَرِيءٌ هُوَ لِلَّذِي عَمِلَهُ (رواہ مسلم)

(۶۷۶) عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ أَبِي فَضَالَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ نَادَى مُنَادٍ مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ۔ (رواہ احمد)

(۶۷۷) عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِي فَقَدْ أَشْرَكَ (رواہ احمد)

ریاکاری بھی ایک قسم کا خفی شرک ہے

(۶۷۵) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز میں ہوں جو شخص کوئی عمل کرتا ہے اور اس میں میرے ساتھ کسی غیر کو بھی شریک کر لیتا ہے تو میں اس کو اس شریک ہی کے لئے چھوڑ کر علیحدہ ہو جاتا ہوں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں بس وہ اسی کے لئے رہے جس کے لئے اس نے کیا ہے۔ (مسلم شریف)

(۶۷۶) ابوسعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ قیامت میں سب لوگوں کو جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی یہ اعلان کریگا جس جس نے کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے لئے کیا ہو پھر اس میں کسی اور کی بھی نیت کی ہو تو اسے چاہئے کہ (آج) اس کا ثواب اسی غیر سے جا کر مانگے کیونکہ تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز اللہ کی ذات پاک ہے۔ (احمد)

(۶۷۷) شداد بن اوس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جس شخص نے نمائش کے لئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے نمائش کے لئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے نمائش کے لئے صدقہ دیا اس نے بھی شرک کیا۔ (احمد)

Marfat.com

(۶۷۸) وَعَنْهُ اَنَّهُ بَکٰی فَقِیْلَ لَهٗ مَا یُبْکِیْكَ قَالَ شَیْءٌ سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فَذَکَرْتُهٗ فَاَبْکَانِیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْخَوْفُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْكُ وَالشَّهْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُشْرِكُ اُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ قَالَ اَمَا اِنَّهُمْ لَا یَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّلَا قَمَرًا وَّلَا حَجَرًا وَّلَا وَثَنًا وَّلٰکِنْ یُّرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ وَالشَّهْوَۃُ الْخَفِیَّۃُ اَنْ یُّصْبِحَ اَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتَعْرِضُ لَهٗ شَهْوَۃٌ مِّنْ شَهَوَاتِهٖ فَیَتْرُكُ صَوْمَهٗ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

(۶۷۹) عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ رواہ احمد و زاد البیہقی فی شعب الایمان یَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ یَوْمَ یُجَازِی الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا اِلَی الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِی الدُّنْیَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً وَّخَیْرًا۔

(۶۷۸) شداد کے متعلق بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ ان پر گریہ طاری ہو گیا لوگوں نے سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے ایک بات یاد آگئی جس کو میں نے آپ کو فرماتے خود سنا تھا اس نے مجھے رونے پر مجبور کر دیا۔ میں نے آپ کو فرماتے سنا تھا کہ مجھے اپنی امت کے متعلق شرکِ خفی اور شہوتِ خفی کا بڑا ڈر ہے وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے بعد آپ کی امت بھی شرک میں مبتلا ہو جائیگی آپ نے فرمایا سن لو نہ تو وہ آفتاب و ماہتاب کی عبادت کریگی اور نہ کسی پتھر اور بت کی لیکن اپنے اعمال میں ریاکاری کا شکار ہو جائے گی (یہ تو شرک خفی ہوا) اور شہوتِ خفیہ یہ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے صبح کے وقت روزہ دار ہو پھر اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے جو اس کی مرغوبِ خاطر ہو اور صرف اتنی سی بات پر وہ اپنا روزہ توڑ ڈالے۔ (احمد، شعب الایمان)

(۶۷۹) محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب یاد رکھو مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ ڈر ہے تو شرک اصغر کا ہے لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ شرک اصغر کیا چیز ہے فرمایا ریاء اور نمائش۔ (مسند امام احمد) بیہقی نے اس میں اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیگا اس دن ریاکاروں سے کہے گا جاؤ ان کے پاس جاؤ جن کی خاطر تم دنیا میں ریاکاری کیا کرتے تھے اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہیں اس عمل کا بدلہ اور کچھ ثواب ملتا ہے؟

Marfat.com

(۶۸۰) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَحْنُ نَتَذَاکَرُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَا ھُوَ اَخْوَفُ عَلَیْکُمْ عِنْدِیْ مِنَ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ فَقُلْنَا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الشِّرْکُ الْخَفِیُّ اَنْ یَّقُوْمَ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ فَیُزَیِّنُ صَلٰوتَہٗ لِمَا یَرٰی مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ (رواہ ابن ماجۃ)

النہی عن السجود لغیر اللہ عزوجل

(۶۸۱) عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّیْ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ

(۶۸۰) ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ شئے نہ بتاؤں جس کا مجھے تمہارے متعلق دجال سے بھی زیادہ خوف ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور بتائیے فرمایا وہ شرکِ خفی ہے اور شرکِ خفی یہ ہے کہ مثلاً ایک آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو اس لئے اور لمبا کر دے کہ کوئی دوسرا شخص اس کو دیکھ رہا ہے۔ (ابن ماجہ)

غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت

(۶۸۱) قیس بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا میں مقام حیرہ

(۶۸۰) مسیح دجال بلاشبہ بہت بڑا فتنہ ہوگا لیکن اس کا تعلق بہت محدود زمانہ اور محدود افراد کے ساتھ ہوگا۔ بالخصوص صحابۂ کرام کو تو اس فتنہ سے کوئی تعلق ہی نہیں اور شرک خفی کا فتنہ ہر زمانہ اور ہر فرد کیلئے ہے اس لئے جن کی زبانوں پر ایک مستقبل فتنہ کا ذکر بڑی شان کے ساتھ آ رہا تھا ان کو آپ نے تنبیہ فرما کر ایک ایسے فتنہ کی طرف متوجہ کیا جس کا اندیشہ ہر زمانہ میں ہو سکتا ہے اور ان کو بھی ہو سکتا ہے۔ وقتی طور پر متاثر قلب کو کسی اور اہم معاملہ سے متاثر کر دینے کا یہ بھی ایک فطری انداز ہے کہ جو تاثر ان میں پہلے سے موجود ہے اس کا رخ بدل کر اس کو کسی دوسرے معاملہ کے ساتھ قائم کر دیا جائے۔

(۶۸۱) اسلام سے قبل اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدۂ تعظیمی بجا لانے کا عام رواج تھا قیصر روم اور ابوسفیان کے طویل واقعہ کے آخر میں اس کی قوم کا سجدہ کرنا اسی رسم کے ماتحت تھا۔ اسلام نے اس رسم کا تو

Marfat.com

لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ

گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں. آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے. آپ نے مجھ سے فرمایا بتاؤ اگر تم میری قبر پر گذرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے؟ میں نے کہا نہیں فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں

استعمال کیا ہی تھا لیکن اسی کے ساتھ اس نے اس کی بھی ممانعت کردی کہ ایک انسان دوسرے انسان کے سامنے دست بستہ کھڑا رہے یا اپنا سر جھکائے. ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی نظروں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص بھی محبوب و محترم نہ تھا جب بھی وہ آپ کو دیکھتے تو بے اختیار اپنی چشم و ابرو کے بل کھڑا ہونا چاہتے مگر وہ اس کے باوجود کھڑے نہ ہوتے کیونکہ جانتے تھے کہ ان کا قیام آپ کو ناپسند ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ کیا ہم باہم ملاقات کے وقت ایک دوسرے کے سامنے تواضعاً جھک سکتے ہیں، آپ نے اس سے بھی منع فرمادیا. پس جہاں قیام اور عام ملاقاتوں میں جھکنا جھکانا بھی پسند نہ کیا گیا ہو وہاں تعظیمی سجدوں کی بھلا کیا اجازت مل سکتی ہے۔

اسلام کا بڑا کمال یہ ہے کہ اس نے ہر امر میں اعتدال ملحوظ رکھا ہے عبادات تو در کنار مسرت و غم، عداوت و محبت اور تعظیم و تکریم کی معمولی سی عادتوں میں بھی. سجدہ انسان کی اختیاری تعظیم کی آخری حد ہے اس لئے اسلام نے اس کو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص کر دیا ہے وہ توحید کا سب سے بڑا علمبردار ہے اس لئے ہر ہر نقطہ پر اس نے عبد و معبود کے حقوق ممتاز کر دیئے ہیں، خالق کے حقوق مخلوق کے حقوق سے اور مخلوق کے حقوق خالق کے حقوق سے. ان حقوق میں عملی لحاظ سے خالق کا ایک واضح حق سجدہ بھی ہے اسی لئے قرآن حکیم نے اس حقیقت کا بار بار اعلان کیا ہے کہ سجدہ کرنا صرف ایک اپنے خالق کو ہی زیبا ہے. لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ نہ تو آفتاب کو سجدہ کرو اور نہ ماہتاب کو بلکہ اس کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے. پس سجدہ خالق اور صرف خالق کا حق ہے اس میں مخلوق کے لئے شرکت کی کوئی گنجائش نہیں. وہ وسعتیں جو شاید ایک کامل شریعت کے نزول سے پہلے قابل اغماض ہوں گی. اب سب ختم ہو گئیں اب دین ان تمام حقیقتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو چکا ہے جو خالق کی نظر میں پسندیدہ ٹھہر چکی ہیں اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کی سنت قائم کی ہو. بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے ان یہود و نصاریٰ پر لعنت ثابت ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو مسجدیں بنا ڈالا تھا. مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو صحابی صرف دوسروں کی نقالی میں آپ کو سجدہ کرنے کے لئے مضطرب تھا آپ کی قبر کو سجدہ کرنا اس کے بھی وہم و گمان میں نہ تھا۔ — یہاں آپ کے جواب سے ایک لطیف اشارہ حیوۃ النبی کے مسئلہ کی طرف بھی نکل سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ اگر انبیاء علیہم السلام کی موت انسانوں کی موت کی طرح ہوتی تو آپ کا اس سے یہ سوال کرنا کہ اگر تو میری قبر پر گذرتا تو کیا

Marfat.com

لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ رواہ ابوداؤد ورواہ احمد عن معاذ بن جبل)

(۶۸۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّهٗ اَتَى الشَّامَ فَرَاَى النَّصَارٰى تَسْجُدُ لِبَطَارِقَتِهَا وَاَسَاقِفَتِهَا قَالَ فَقُلْتُ لِاَيِّ شَيْءٍ تَصْنَعُوْنَ قَالُوْا هٰذَا كَانَ تَحِيَّةً لِلْاَنْبِيَاءِ قَبْلَنَا فَقُلْتُ نَحْنُ اَحَقُّ

کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو کیا کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیبیوں پر بڑا حق ہے۔ (ابو داؤد۔ احمد)

(۶۸۲) معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ وہ شام تشریف لے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ نصاریٰ اپنے بزرگوں کو سجدے کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا تم لوگ یہ سجدے کیوں کرتے ہو انھوں نے کہا کہ ہم سے پیشتر نبیوں کے سلام کرنے کا طریقہ یہی تھا۔ میں نے کہا تو پھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سلام کرنے کے ان سے زیادہ حقدار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں نے اپنے نبیوں کے سر یہ جھوٹ اسی طرح لگا دیا ہے جس طرح اپنی آسمانی کتابوں میں

اس کو سجدہ کرنا، چنداں موزوں نہ ہوتا کیونکہ وہ اس پر یہ عذر کر سکتا تھا کہ قبر میں تو آپ زندہ نہ ہوں گے اور اب تو زندہ موجود ہیں اس لئے اگر قبر پر سجدہ نہ کروں تو اب سجدہ کرنے سے کیا امر مانع ہے لیکن آپ کے سوال سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حیات و وفات کے تغیر سے ان کی حدودِ تعظیم و تکریم میں شاید کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا وہ وفات کے بعد بھی زمانۂ حیات ہی کی طرح قائم رہتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کے دور میں جب کوئی شخص مسجد نبوی میں ذرا آواز بلند کرتا تو اس کو تنبیہ کی جاتی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ سجدۂ تعظیمی آپ نے اپنی حیات میں کبھی جائز قرار نہیں دیا۔ رہا وفات کے بعد سجدہ کرنا تو یہ تو کسی کے نزدیک قابل تصور چیز ہی نہ تھی۔ اس ممانعت کو آپ نے اس پیرایہ سے ذہن نشین کیا کہ سجدۂ تعظیمی جو قدیم سے کیا جا رہا ہے وہ درحقیقت حکومت کے درباروں کی ایک رسم ہے اگر اسلام اس رسم کو برداشت کرتا تو سب سے پہلے زن و شوہر کے مابین برداشت کرتا کیونکہ انسانی تعلقات میں جہاں حاکیت و محکومیت کا رنگ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ یہی رشتہ ہے۔ والدین اگرچہ بہت بڑا حق رکھتے ہیں مگر حاکیت اور محکومیت کا جو رنگ زن و شوہر کے درمیان ہوتا ہے وہ یہاں نہیں ہوتا۔ اسی لئے سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو شاہِ مصر سمجھ کر سجدہ کرنا مذکور ہے۔ بارگاہِ نبوت اپنی ساری عظمتوں کے باوجود بارگاہِ حکومت نہیں ہوتی بلکہ عبدیت کاملہ کا مظہر اتم ہوتی ہے۔ اس کا سب سے بڑا فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ عبد و معبود کے حقوق اور ان کے صحیح صحیح امتیازات اس طرح واضح کردے کہ خدا کی ساری عظمتیں معبودِ حقیقی کے لئے مخصوص ہو جائیں اور انسانی تعظیم و تکریم کے آداب بندوں کے لئے باقی رہ جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان کی تعلیم کردہ توحید کا نقشہ بھی صرف خیالی رہ جاتے۔ عملاً اس کو شرک سے کوئی امتیاز باقی نہ رہے پس جو تعظیم سیرت اسلام میں نہیں اسے تو اسلام کے سر مت چپکاؤ اور جہاں تک تعظیم کی اس نے اجازت دیدی ہے اس کا انکار بھی نہ کرو۔ یہ ہے راہِ اعتدال۔

Marfat.com

أَنْ نَصْنَعَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُمْ كَذَبُوا عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ كَمَا حَرَّفُوا كِتَابَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ أَبْدَلَنَا خَيْرًا مِنْ ذٰلِكَ السَّلَامُ تَحِيَّةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ (رواہ احمد)

(۶۸۳) عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى عَصًا فَقُمْنَا لَهُ فَقَالَ لَا تَقُومُوا كَمَا تَقُومُ الْأَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۶۸۴) عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ (رواہ الترمذی وقال هذا حديث حسن صحيح)

تحریف کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر ہم کو سلام کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے اور وہ لفظ السلام علیکم ہے، یہ طریقہ اہل جنت کے باہم سلام کرنے کا ہے۔ (احمد)

(۶۸۳) ابوامامہؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کا سہارا لئے ہوئے باہر تشریف لائے ہم آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے فرمایا اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جس طرح عجم کے لوگ کھڑے ہو کر بعض بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۶۸۴) انسؓ کہتے ہیں صحابہؓ کی نظروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی شخص محبوب و محترم نہ تھا، اس کے باوجود جب وہ آپ کو دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ بات آپ کو ناپسند ہوتی ہے۔ (ترمذی)

---

(۶۸۳) عرب کی محبت بے تکلف اور مخلصانہ ہوتی ہے اس سے اسلام کے اخلاص میں فرق نہیں پڑتا۔ عجم کی محبت پُرتکلف ہوتی ہے اس میں اسلامی حدود کے اِدھر اُدھر ہٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے آپ نے ان کو تعظیم کی اسی منزل پر روک دیا جہاں تک محبت بے لوث رہتی ہے اور عبادت کے ہم رنگ ہونے نہیں پاتی کسی کے سامنے دست بستہ کھڑا رہنا کھڑے رہنے والوں کی بھی ایک نفسی تعبیر ہے اور جس کے لئے تعظیم کی جائے اس کے حدود تعظیم سے بھی زیادہ بات ہے۔

(۶۸۴) سبحان اللہ! صحیح محبت اسی کا نام ہے ؎ ارید وصالہ ویرید ہجری ✤ فاترک ما ارید لما یرید
شاعر کہتا ہے کہ میں تو اپنے دل میں اس کے وصل کی تڑپ رکھتا ہوں مگر وہ میرے فراق پر تلا ہوا ہے اب میری محبت کا فیصلہ یہ ہے کہ میں اس کی آرزو کے سامنے اپنی آرزو خاک میں ملا دوں اور شربتِ وصل کے بجائے تلخیٔ فراق پر راضی ہو جاؤں۔ قیام فی نفسہ جائز ہے مگر جہاں جہاں جذباتِ محبت میں حدود سے تجاوز کرنے کا خطرہ پیدا ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے اپنے جاں نثاروں کو ان کے جائز حسرت و ارمان نکال لینے کی اجازت بھی نہیں دی۔ اور ان کو یہ تلخ گھونٹ اس لئے پلا دیئے کہ آئندہ کہیں امت کے نادیدہ محبین اپنی فرطِ محبت میں تعظیم کی حدود سے نکل کر عبادت کی سرحد میں نہ کود پڑیں۔

Marfat.com

(۶۸۵) عَنْ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ اَنَّہٗ یَرٰی فِیْمَا یَرَی النَّائِمُ اَنَّہٗ سَجَدَ عَلٰی جَبْهَۃِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرَہٗ فَاضْطَجَعَ لَہٗ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ فَسَجَدَ عَلٰی جَبْهَتِہٖ رواہ فی شرح السنہ کما فی المشکوٰۃ

(۶۸۶) عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَاءَ بَعِیْرٌ فَسَجَدَ لَہٗ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تَسْجُدُ لَکَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ اُعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَاَکْرِمُوْا اَخَاکُمْ وَلَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ اَمَرَهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ

(۶۸۵) ابوخزیمہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر سجدہ کر رہے ہیں یہ خواب آپ سے بھی ذکر کیا آپ لیٹ گئے اور فرمایا لو اپنا خواب پورا کرلو، اس نے آپ کی پیشانی مبارک کے اوپر سجدہ کرلیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۶۸۶) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا یہ دیکھکر آپ کے صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ آپ کو جب جانور اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں تو ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، آپ نے فرمایا اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو، اگر میں کسی کو یہ اجازت دیتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرے تو عورت کو اجازت دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرلے اگر اس کا شوہر اسے یہ حکم دے کہ وہ زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ کی جگہ اور سیاہ کو زردی کی جگہ اٹھا کر رکھدے

(۶۸۵) کسی کے دل کی حسرت اگر اس طرح پوری ہوتی ہے تو بھلا اس فیاض بارگاہ میں اس سے کیا بخل ہوسکتا تھا، کتنی فروتنی فرمائی کہ کھڑے سے لیٹ گئے اور اپنے جسم کو بھی اسی خاک پر لٹا دیا جس پر وہ اپنے خدا کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ پھر اس سے کہا کہ اپنے خدا کو سجدہ کر خواہ اس زمین پر ہو یا اس جسم پر گویا سجدہ کا رخ بدلنے نہ پائے بمکان سجدہ خواہ کچھ رہے سبحان اللہ وہ کیسا خوش نصیب ہوگا جسے آج اپنے بزرگ و برتر خدا کے سجدہ کے لئے وہ مکان ہاتھ آگیا جو عرش و کرسی سے بھی افضل تھا۔ جواب میں اس طرف اشارہ ہورہا ہے کہ یہ صورت بھی صرف رؤیا مومن کی تصدیق کی خاطر گوارا کی گئی ہے ورنہ بنفس سجدہ کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں۔ قربان جایئے ان صحابہ پر جنھوں نے یہ سارا ماجرا دیکھا اور پھر کسی نے یہ درخواست نہ کی۔ دراصل وہ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے کہ یہ صرف ایک امتی کی دلداری ہے شریعت نہیں۔

(۶۸۶) اس حدیث میں آپ نے بڑے ایجاز و بلاغت کے ساتھ یہ بتادیا کہ اخوت کا حق صرف تعظیم و تکریم ہے عبادت نہیں۔ یہ صرف ایک ہی کا حق ہے اور اسی کے لئے بلاشرکت ادا کرنا چاہئے۔ ایک غیر مکلف جانور کے سجدہ کی ایک مکلف انسان کو نقل اتارنا غلط ہے یہ اس کا سجدہ تھا جس سے شریعت کا کوئی خطاب نہیں

Marfat.com

إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ وَمِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَهُ۔ (رواہ احمد وروی الترمذی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت امر احدا الخ عن ابی ہریرۃ)

(۶۸۷) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الرَّجُلُ مِنَّا يَلْقَى أَخَاهُ أَوْ صَدِيقَهُ أَيَنْحَنِي لَهُ قَالَ لَا قَالَ أَفَيَلْتَزِمُهُ وَيُقَبِّلُهُ قَالَ لَا قَالَ أَفَيَأْخُذُهُ بِيَدِهِ وَيُصَافِحُهُ قَالَ نَعَمْ (رواہ الترمذی)

النہی عن اتخاذ قبور الصالحین مساجد و ایقاد السرج علیہا

(۶۸۸) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي

تو اس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اس کام کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ (مسند امام احمد)

(۶۸۷) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اگر ہم میں ایک شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کی تعظیم کے لئے جھک سکتا ہے فرمایا نہیں۔ انھوں نے کہا اچھا تو کیا اس کو چمٹ کر بوسہ دے سکتا ہے فرمایا اس کی بھی کیا ضرورت ہے پھر انھوں نے پوچھا کیا اس سے ہاتھ ملا کر مصافحہ کر سکتا ہے فرمایا اس میں مضائقہ نہیں (ترمذی)

بزرگوں کی قبروں کو سجدے کرنے اور ان پر چراغ جلانے کی ممانعت

(۶۸۸) عطا بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگتے تھے خدایا میری قبر کو

اور یہاں بحث ایسی کی ہے جس کی ایک ایک جنبش کراماً کاتبین کے قلم کے نیچے ہے۔ اسوۂ صحابہ چھوڑ کر اسوۂ حیوان اختیار کرنا انسانی عقل کا کام نہیں۔

(۶۸۷) اسلام نے مسرت و غم اور تعظیم و تکریم سب کی حدود مقرر فرمائی ہیں بندگی ان کی پابندی ہی میں ہے جو ان حدود سے جتنا باہر گیا یقین کر لو کہ اس نے اتنے ہی اپنے حدود بندگی توڑ ڈالے۔ اگر وہ اس پر خوش ہے تو یہ اس کی نادانی ہے۔

(۶۸۸) غضب الٰہی کا مشہور مورد فرقہ یہود ہے حتّٰی کہ مغضوب علیہم ان کا ایک لقب بن گیا ہے پھر نصاریٰ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چل پڑے اور چونکہ انبیاء یہود ان کے نزدیک بھی قابلِ احترام تھے اس لئے انھوں نے بھی اس بدعملی میں ان کی نقل اتاری اور جب کبھی ان کے کسی بھلے آدمی کا انتقال ہوا تو انھوں نے بھی ان کی قبر کو مسجد بنالینے کا وہی دستور جاری رکھا اسی لئے حدیث میں جب خاص نصاریٰ کی گمراہی کا ذکر آتا ہے تو رجل صالح کا لفظ آتا ہے اور جب خاص یہود کا ذکر آتا ہے تو صرف انبیاء کا تذکرہ آتا ہے اور جب ان کی مشترکہ گمراہی کا حال مذکور ہوتا ہے تو انبیاء اور صالحین دونوں کا ذکر ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ ذیل سے ظاہر ہے اس کے علاوہ راوی کے توسعات ہیں۔

Marfat.com

وَثَنًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ (رواہ مالک مرسلا)
(۶۸۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ بَعْضُ نِسَائِهِ كَنِيْسَةً يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ وَكَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَاُمُّ حَبِيْبَةَ اَتَتَا اَرْضَ الْحَبْشَةِ فَذَكَرَتَا مِنْ حُسْنِهَا وَتَصَاوِيْرِهَا فَرَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ اُولٰئِكَ اِذَا مَاتَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ اُولٰئِكَ شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ۔ (متفق علیہ)
(۶۹۰) عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ

ایک بت نہ بنا دینا کہ اس کی عبادت کی جائے۔ خدا تعالیٰ کا غصہ ان لوگوں پر بھڑک اٹھا جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔ (مالک)

(۶۸۹) حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیل ہوئے تو آپ کی بعض بیبیوں نے اس گرجے کا قصہ ذکر کیا جس کا نام ماریہ تھا۔ یہ گرجا حبشہ میں تھا اور حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہ پہلے وہاں جا چکی تھیں جب انھوں نے اس کے حسن وخوبی اور تصویروں کا حال بیان کیا تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور فرمایا یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان میں کسی نیک آدمی کا انتقال ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے اور اس میں ان کی تصویر بنا دیتے تھے یہی لوگ خدا کی مخلوق میں سب سے بدتر مخلوق ہیں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۰) جندب بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے

---

(۶۸۹) حضرت ام حبیبہؓ وحضرت ام سلمہؓ اپنے اپنے پہلے شوہروں کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھیں۔ حضرت ام حبیبہؓ کے شوہر کا تو وہیں انتقال ہو گیا تھا پھر شاہ حبشہ نے ان کا عقد آپ کے ساتھ کر دیا تھا اور ان کا مہر بھی اپنی جانب سے ادا کر کے ان کو آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ کے شوہر کا انتقال وہاں سے واپس آ کر ہوا ہے اس کے بعد وہ آپ کے نکاح میں آ گئیں تھیں اس تقریب سے ان دونوں نے کنیسہ ماریہ دیکھا تھا۔ مریض کی خاطر داری میں عام طور پر متفرق باتوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے اسی طرح آپ کی محفل میں اس کا ذکر بھی آ گیا تھا مگر خدا کے مقدس رسول کو جس بات سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی وہ خدائے تعالیٰ کے بندوں کو شرک سے نجات دلانا تھا اس لئے آپ کی زبان اپنی حیات کے آخری لمحات تک جس امر کے لئے بے اختیار متحرک رہی وہ یہی خدا کی توحید تھی۔
(۶۹۰) ابتدا میں ان بزرگوں کی تصاویر گرجوں میں محض تبرکاً رکھی جاتی تھیں پھر رفتہ رفتہ جاہلوں نے ان کی عبادت بھی شروع کر دی اور ان کی قبروں پر اس طرح مسجدیں بنائیں کہ جب سجدہ کرتے تو سجدہ ان کی طرف ہوتا تھا پہلی امتوں کے یہ زشت کارنامے دیکھ کر آپ نے اپنی امت کو اپنی حیات کے آخری سانس تک مذکورہ بالا الفاظ میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔ پھر بعد میں یہ اہتمام کیا گیا کہ آپ کی قبر مبارک کو کھلا ہوا نہیں رکھا گیا۔

Marfat.com

قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ۔ (رواہ مسلم)

(۶۹۱) عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی)

النهی عن کسوۃ الحجارۃ والطین

(۶۹۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِيْ غَزَاةٍ فَاَخَذْتُ نَمَطًا فَسَتَرْتُهُ عَلَى الْبَابِ فَلَمَّا قَدِمَ فَرَاَى النَّمَطَ فَجَذَبَهُ حَتّٰى هَتَكَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَمْ

بغور سن لو کہ تم سے پیشتر امتیں اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا کرتے تھے۔ دیکھو تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا میں تم کو اس حرکت کی سختی سے ممانعت کیے جاتا ہوں۔ (مسلم)

(۶۹۱) ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبروں پر جاتی ہیں اور جا جا کر ان کو سجدے کرتی اور چراغ جلاتی ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

گارے اور پتھروں کی تعمیر پر چادریں ڈالنے کی ممانعت

(۶۹۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ میں نے (آپ کے پیچھے) ایک نقشین چادر لیکر دروازہ کے اوپر ڈال دی جب آپ تشریف لائے

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر جاہلوں کی مبالغہ آمیزی کا خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر مبارک کھول دی جاتی۔ پھر جب مسجد مبارک اور وسیع کی گئی تو یہ احتیاط مزید کی گئی کہ اس کے ارد گرد معہ ازواج مطہرات کے حجروں کے ایک چاردیواری بھی کھنچوادی گئی تاکہ ان کی جانب سجدہ کی کوئی صورت ہی نہ رہے۔ سلف نے تو اتنی احتیاطیں برتیں مگر افسوس کہ امت کے ناخلف افراد نے یہ کمال دکھایا کہ جب تک زیارت کے وقت اس عمارت ہی کی طرف سجدہ نہیں کر لیتے اپنی حاضری بیکار سمجھتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کل اس رسول عربی کو وہ کیا جواب دیں گے جس نے جیتے جی اپنے لئے کسی کا کھڑا ہونا بھی پسند نہیں فرمایا اور دنیا سے چلتے چلتے یہ ہدایت کر دی کہ دیکھنا پہلی امتوں کی طرح تم میری قبر کو سجدہ نہ کرنا۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(۶۹۲) سوچو کہ اگر اپنی حیات میں آپ کو اپنے گھر کی در و دیوار کی یہ زینت پسند نہ آئی تو کیا یہ زینت وفات کے بعد اپنی قبر کی پسند آسکتی ہے پھر آپ نے اس کو پھاڑ ڈالنے پر ہی کفایت نہیں فرمائی بلکہ اس کی لغویت کو اس طرح

Marfat.com

يَأْمُرْنَا أَنْ نَكْسُوَا الْحِجَارَةَ وَالطِّيْنَ۔ (متفق علیہ)

(۶۹۳) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ أَبِيْ طَالِبٍ قَالَ إِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ

اور آپ نے وہ چادر پڑی ہوئی دیکھی تو اس کو کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ ہم پتھر اور گارے کو لباس پہنایا کریں۔ (متفق علیہ)

(۶۹۳) محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث اس شخص نے ذکر کی ہے جس نے خود حضرت علیؓ کو سنا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر آنکلے اس وقت ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کا پیوند لگ رہا تھا

واضح بھی فرمادیا کہ جو نعمتِ لباس ہمارے باپ آدمؑ کو زری آہ وزاری کے بعد میسر آئی تھی کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کو سب سے ذلیل مخلوق کی نذر کر دیا جائے یعنی اینٹوں اور پتھروں کے۔ بالخصوص جبکہ اس میں اس قوم کے ساتھ پوری پوری مشابہت بھی پیدا ہوتی ہو جو اسی طرح بتوں کو بغرضِ تعظیم مزین کیا کرتی تھی جہاں عمل شرک کا ہو وہاں شریعت نیتوں کا فرق نہیں کرتی۔ ظاہر ہے کہ یہاں حضرت عائشہؓ کی نیت نہ تو پتھروں کی تعظیم تھی اور نہ ان کی زینت، بلکہ آپ ہی کی تعظیم اور آپ ہی کی خوشنودی مطلوب تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ کے رسول ایسی تعظیم سے کبھی خوش نہیں ہوتے جو بے معنی ہونے کے ساتھ ان کی حدودِ تعظیم سے متجاوز اور اعمالِ شرک سے مشتبہ ہوں۔ اس کے بعد اب یہ انصاف تم ہی پر ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ نبی اپنے گھر کی دیواروں پر چادریں لٹکانا پسند نہیں فرمائیں تو کیا اس کی امت کے برگزیدہ افراد اپنی قبر پر بیش قیمت دوشالے پڑے ہوئے دیکھنا پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بیجا عقیدت نہ رکھیں جو ان کے لئے موجب تکلیف و ندامت ہو۔

صحیح حدیث میں موجود ہے کہ قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سفارش کرنے کیلئے عرض کیا جائیگا تو وہ ان الفاظ میں معذرت فرمائیں گے "انی عبدت من دون اللہ" مجھے تو ایک قوم کی قوم خدا کے سوا معبود بنائے بیٹھی ہے اس میں غلطی اگرچہ سراسر اسی کی ہے مگر چونکہ وہ ہے میری امت اس لئے ان کی غلطی سے آنکھیں میری نیچی ہیں۔ عیسائی اس فریب میں مبتلا ہیں کہ وہ عیسیٰ پرستی سے اپنی محبت کا حق اور ان کا تقرب حاصل کر رہے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ وہ سراسر خدا کی حق تلفی اور عیسیٰ علیہ السلام کی ایذاء رسانی کے جرم کے مرتکب ہیں۔ افسوس اس امت پر جو آخر میں اس لئے آئی تھی کہ پہلی امتوں کی گمراہیاں سن سنکر ان سے احتراز کرے مگر وہ چھانٹ چھانٹ کر ان میں ایک ایک کو اختیار کر رہی ہے۔ صدق اللہ ورسولہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع۔

(۶۹۳) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی پوشش کا دستور آپ کے زمانہ میں بھی تھا اور یہ اسی کی خصوصیت سمجھی جاتی تھی جس طرح خدا تعالیٰ کی ذات پاک کی تعظیم، بندوں کی تعظیم سے ممتاز تھی اسی طرح اس کے گھر کی تعظیم بھی بندوں کے گھروں کی تعظیم سے علیحدہ تھی۔ قبروں کے اوپر چادریں چڑھانے کا تو وہاں کوئی تخیل ہی نہ تھا آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبوب ترین ہستیاں سپرد خاک کیں حتیٰ کہ حضرت حمزہؓ کے متعلق تو یہ فرمایا کہ اگر مجھے ان کی ہمشیرہ کا خیال

Marfat.com

مَا عَلَيْهِ إِلَّا بُرْدَةٌ لَهُ مَرْقُوعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكَى لِلَّذِي كَانَ فِيهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِي هُوَ فِيهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ إِذَا غَدَا أَحَدُكُمْ فِي حُلَّةٍ وَرَاحَ فِي حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ أُخْرَى وَسَتَرْتُمْ بُيُوتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا أَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ۔ (رواہ الترمذی)

(۶۹۴) عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُونُ إِبِلٌ لِلشَّيَاطِينِ وَبُيُوتٌ لِلشَّيَاطِينِ فَأَمَّا إِبِلُ الشَّيَاطِينِ فَقَدْ رَأَيْتُهَا يَخْرُجُ أَحَدُكُمْ بِنُجَيْبَاتٍ مَعَهُ قَدْ أَسْمَنَهَا فَلَا يَعْلُو بَعِيرًا مِنْهَا وَيَمُرُّ بِأَخِيهِ قَدِ انْقَطَعَ بِهِ فَلَا يَحْمِلُهُ وَأَمَّا

آپ نے جب ان کو دیکھا تو آپ کو بے اختیار رونا آ گیا ان کے اس حالت ناز و نعمت کو یاد کر کے جو کفر کے زمانہ میں ان کی تھی اور اس خستہ حالت کو دیکھ کر جو اسلام کے بعد بن گئی تھی پھر فرمایا بتاؤ اس زمانہ میں تمہاری دینی رفتار کیسی ہوگی جبکہ تم پر فارغ البالی کا یہ عالم ہوگا کہ صبح کو ایک لباس پہنا کرو گے اور شام کو دوسرا اور کھانے پر ایک پیالہ تمہارے سامنے سے اٹھایا جائے گا اور پھر دوسرا رکھا جائے گا۔ اور رہائش میں رفاہیت کا یہ حال ہوگا کہ اپنے گھروں کو لباس سے اس طرح آراستہ کیا کرو گے جیسا خانۂ کعبہ کیا جاتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج کی نسبت ایسے زمانہ میں تو ہمارا حال بہت ہی بہتر ہوگا۔ معاش کے لئے محنت، مشقت کی حاجت نہ ہوگی بس عبادت کے لئے فرصت ہی فرصت مل جائے گی۔ فرمایا نہیں اس دن کی نسبت تم اس عسرت ہی کے زمانہ میں بہتر ہو۔ (ترمذی شریف)

(۶۹۴) سعید بن ابی ہند ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آئندہ شیاطین کے اونٹ اور شیاطین کے مکانات ہوں گے۔ شیاطین کے اونٹ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ شیاطین کے اونٹ تو یہی ہیں کہ تم میں ایک شخص عمدہ عمدہ اونٹیاں لیکر نکلتا ہے

نہ ہوتا تو میں ان کی نعش کو یوں ہی پڑا ہوا چھوڑ دیتا تاکہ ان کا حشر درندوں کے پیٹوں سے ہوتا۔ کاش یکسی یہاں پر تو خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور متوجہ ہوتیں اور ان کے دشمنوں پر نگاہ خشم اور سخت ہو جاتی مگر کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ کسی کے لئے بھی آپ نے ایک چادر کے ٹکڑے کی بھی تمنا کی ہو جو اس کی قبر پر ڈالی جائے بلکہ کفن میں بھی یہی تاکید فرمائی کہ زیادہ قیمتی نہ ہو پھر جب براہ راست میت کے لباس کا قیمتی ہونا پسند نہ ہوا تو اس کی قبر پر بیش بہا چادروں کا خود ہی اندازہ کر لو۔

(۶۹۴) معلوم نہیں کہ جب سعید بن ابی ہند کی نظر میں ان اقفاص (کجاووں) کا نام بیوت شیطان تھا تو وہ ان قبور کو کیا کہتے جو ان اقفاص سے کہیں بیش بہا ریشمی چادروں سے مزین ہوتی ہیں پھر یہاں تو بے جا زینت اور اسراف کے سوا

Marfat.com

بُيُوتُ الشَّيَاطِيْنِ فَلَمْ اَرَهَا كَانَ سَعِيْدٌ يَقُوْلُ لَا اَرَاهَا اِلَّا هٰذِهِ الْاَقْفَاصَ الَّتِيْ يَسْتُرُ النَّاسُ بِالدِّيْبَاجِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۶۹۵) عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ لِيْ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ (رواہ مسلم)

(۶۹۶) عَنْ اَبِيْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَيْهَا۔ (رواہ مسلم)

جن کو اس نے خوب فربہ کر رکھا ہے اور ان میں سے کسی ایک پر بھی سوار ہونے کی نوبت نہیں آتی اور اپنے ایک ایسے خستہ حال بھائی کے پاس سے گذرتا ہے جس کی سواری ہلاک ہو چکی ہے اور اس غریب کو سواری کیلئے نہیں دیتا۔ رہ گئے شیاطین کے مکانات وہ میں نے نہیں دیکھے۔ سعید (راوی حدیث) کہتے تھے میرے خیال میں یہی نہ ہوں وہ یہی پنجرے سے کجاوہ ہیں جن کو لوگ ریشم ڈال کر مزین کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

(۶۹۵) ابوالہیاج اسدی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علیؓ نے فرمایا کیا میں تم کو بھی اسی خدمت پر مامور کر دوں جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا تھا وہ یہ تھی کہ جس تصویر کو دیکھو اسے مٹا ڈالنا اور جس قبر کو اونچا دیکھو اسے نیچا کر دینا۔ (مسلم)

(۶۹۶) ابو مرثد غنوی روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دیکھو) قبروں پر نہ تو بیٹھا کرو اور نہ ان کو سامنے کر کے نماز پڑھا کرو۔ (مسلم)

اور کوئی جرم بھی نہیں ہے مگر وہاں رسوم شرک سے بہت کچھ مشابہت پیدا ہو رہی ہے۔ خوب سن لو اس کی جوابدہی ہرگز ان بزرگوں کے ذمہ نہیں ہو سکتی جنہوں نے اپنی ساری زندگی ایک پھٹی کملی میں گذار دی ہو اس کا جواب ان کو دینا ہے جنہوں نے ان کی وفات کے بعد وہ شریعت کو توڑا ہے۔

(۶۹۶) قبروں کے معاملہ میں متوسط تعلیم یہ ہے جو مُردوں کی توہین اور ان کی حد سے متجاوز تعظیم دونوں سے خالی ہے انسان ایک ظرف ذرہ ہے توحید کا تقاضا نہ تو یہ ہے کہ اس کی قبر کی بلاوجہ توہین کی جائے اور نہ اس میں اتنا تحمل قابل تحمل ہے کہ بتوں کی طرح اس کو سامنے رکھ کر اس کی طرف نمازیں ادا کی جائیں۔ افسوس کہ دنیا اس متوسط تعلیم کو بھی قائم نہ رکھ سکی یا تو اس نے قبروں کو کھود کر پھینک ڈالنا اقتضاء توحید سمجھا یا پھر اس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنا بھی خلاف توحید نہ جانا بلکہ قبروں کو سجدہ کرنا اور ان پر جا جا کر چراغ جلانا فرض و واجب کے درجہ پر سمجھ لیا۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ جس کی قبر میں عمل کی روشنی نہ ہو اس کی قبر پر چراغ کی روشنی کر دینے سے کیا حاصل ہو۔ رہا پہلی حدیث میں قبروں کے نیچا کرنے کا مطلب۔ تو اگر ان کو مسمار کر دینا دین کی سنت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو صحابہ کبھی زمین سے ایک بالشت اونچا کیوں رکھتا۔ ابوداؤد کی روایت میں قاسم بن محمد اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بچشم خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو جا کر دیکھا تو وہ بالکل زمین کے برابر نہ تھی۔ افراط و تفریط کے دونوں راستے غلط ہیں۔ نیز قبروں کے متعلق جو احکام بیان کئے گئے ہیں ان کی ادائیگی کی صورت کیا رہتی۔

Marfat.com

الصلوٰة حین یعبد الکفار تشبہ بمن یعبد غیر اللہ

(۶۹۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الصُّنَابِحِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَمَعَھَا قَرْنُ الشَّیْطَانِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَھَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَھَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَھَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَھَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَھَا وَنَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم

کفار کی عبادتوں کے اوقات میں نماز پڑھنی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے

(۶۹۷) عبداللہ صنابحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب نکلتا ہے تو اس وقت اس کے ساتھ شیطان ہوجاتا ہے پھر جب آفتاب بلند ہوجاتا ہے تو وہ اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ جب آفتاب ٹھیک درمیان میں آجاتا ہے تو پھر وہ اس کے ساتھ ہوجاتا ہے اور جب ڈھل جاتا ہے تو پھر اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ جب غروب ہونے لگتا ہے تو پھر وہ آجاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہوجاتا ہے

(۶۹۷) لغت میں قرن کے متعدد معانی مذکور ہیں۔ امام ابن قتیبہؒ اپنی کتاب تاویل مختلف الحدیث میں لکھتے ہیں کہ یہاں اس کے معنی جانبین راس کے ہیں اسی محاورہ کے مطابق وہ حدیث ہے جو مشرق کی مذمت کے بارے میں آئی ہے "من ھھنا یطلع قرن الشیطان" یعنی اس سمت سے شیطان کا سر ظاہر ہوگا۔ (یعنی اس کے فتنہ کا آغاز ہوگا) یہاں بھی قرن کے معنی سینگ کے نہیں بلکہ جانب راس ہی کے ہیں اور اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت نے ہم کو اس حقیقت کی اطلاع دی ہے کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت چونکہ کفار اس کو سجدہ کرتے ہیں اس لئے شیطان اس کے ساتھ اس طرح رہتا ہے کہ آفتاب اس کے سر کے اوپر سے گذرتا ہے اس لئے شریعت ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں کیونکہ ان اوقات میں کفار آفتاب اور شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ تمام حقیقت ایک غیبی حقیقت ہے اگر عقل کے نزدیک اس میں کوئی امر قابل انکار ہوتا تو ہم اس کی تاویل کرلیتے۔ لیکن جب عقلاً ممکن ہے اور شریعت ہمیں اس کی اطلاع دیتی ہے تو جہاں اس کے اعتماد پر اور غیبی حقائق تسلیم کی گئی ہیں یہ حقیقت بھی تسلیم کرلینی چاہیے۔ (ص ۱۵۵ و ۱۵۶)

جس گرجا میں تصویریں ہوں اس میں نمازیں پڑھنے کی ممانعت کے ذیل میں حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں، "فالمصلی فیھا مشابہ لمن یعبد غیر اللہ وان کانت نیتہ الصلوٰۃ کما ان المصلی عند طلوع الشمس وعند غروبھا لما شابہ من یعبد غیر اللہ نھی عن ذلک سدا للذریعۃ۔ (کتاب الرد علی البکری ص ۳۰۰) جو شخص باتصویر گرجا میں نماز پڑھتا ہے وہ اس شخص کے مشابہ ہوجاتا ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اگرچہ اس کی نیت نماز ہی کی کیوں نہ ہو اسی طرح وہ شخص بھی جو آفتاب کے طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھتا ہے وہ بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے مشابہ بن جاتا ہے اس لئے سد ذریعہ کے لئے ان اوقات میں بھی شریعت نے نماز ادا کرنے کی ممانعت فرمادی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ جو قوم بھی کسی غیر اللہ کی عبادت کرتی ہے درحقیقت وہ شیطان ہی کی عبادت کرتی ہے چنانچہ مشرکین میں ایک جماعت فرشتوں کی عبادت کی قائل تھی وہ بزعم خود یہی سمجھی تھی کہ وہ فرشتوں کی عبادت کررہی ہے مگر درحقیقت

Marfat.com

عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ تِلْكَ السَّاعَاتِ۔ (رواہ مالک واحمد والنسائی)

(۶۹۸) عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبَسَۃَ قَالَ قَدِمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمَدِیْنَۃَ فَدَخَلْتُ عَلَیْہِ فَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَقَالَ صَلِّ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ عَنِ الصَّلٰوۃِ حِیْنَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ حَتّٰی تَرْتَفِعَ فَاِنَّھَا تَطْلُعُ حِیْنَ تَطْلُعُ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ وَحِیْنَئِذٍ یَسْجُدُ لَھَا الْکُفَّارُ ثُمَّ صَلِّ فَاِنَّ الصَّلٰوۃَ مَشْھُوْدَۃٌ مَحْضُوْرَۃٌ حَتّٰی یَسْتَقِلَّ الظِّلُّ بِالرُّمْحِ ثُمَّ اَقْصِرْ

تو پھر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز سے روک دیا ہے۔ (مالک۔ احمد۔ نسائی)

(۶۹۸) عمرو بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا مجھے نماز کے اوقات تعلیم فرمائیے آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ لو جب اس سے فارغ ہو جاؤ تو جب تک آفتاب طلوع ہو رہا ہو کوئی نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ اونچا نہ ہو جائے کیونکہ جب وہ نکلتا ہے تو شیطان کی سر کی دو جانبوں کے درمیان نکلتا ہے اور اسی وقت کافر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ سکتے ہو اس وقت تک کہ نیزہ کا سایہ نیزہ سے آ لگے کیونکہ اس

ان کی عبادت شیطان کے لئے بن جاتی تھی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ یَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اَھٰٓؤُلَآءِ اِیَّاکُمْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِھِمْ بَلْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَکْثَرُھُمْ بِھِمْ مُّؤْمِنُوْنَ حق تعالیٰ جس دن ان سب کو جمع کرے گا تو فرشتوں کو کہے گا کہ یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے وہ جواب دیں گے تیری ذات پاک ہے تو ہمارا ولی ہے۔ یہ نہیں بلکہ یہ لوگ حقیقت میں شیطانوں کی پرستش کرتے تھے اور ان میں اکثر ان ہی کے معتقد تھے۔

کواکب پرست بھی اسی فریب میں مبتلا ہیں کہ وہ ان کواکب کی روحانیت کی عبادت کر رہے ہیں اور ان کے عجز و نیاز کا شاید ان ہی سامنے جھک رہا ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ یہاں بھی ان کا معبود درحقیقت شیطان ہی ہوتا ہے اسی لئے جب ان کی عبادت کا وقت آتا ہے تو شیطان آفتاب کے ساتھ ہو لیتا ہے تاکہ وہ آفتاب کو خدا سمجھ کر سجدہ کریں اور وہ حقیقتاً ان کا سجدہ اس کے لئے ہو جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا جو کوئی بھی دوسرا معبود بنایا گیا ہے درحقیقت وہ شیطان ہی ہوا ہے۔ اسی لئے فرمایا اَلَمْ اَعْھَدْ اِلَیْکُمْ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اے اولاد آدم کیا ہم نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شرک کے جملہ انواع و اصناف میں چونکہ خدا تعالیٰ کا شریک اس کو ٹھیرایا جاتا ہے جو اس کی مخلوق میں سب سے ارذل اور سب سے بدتر ہے اس لئے شرک کا گناہ بھی سب سے بدتر گناہ ہے۔ (الجواب الکافی ص ۱۹۲)

(۶۹۸) یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہاں کفار کی عبادت اور قرن شیطانی کے مجموعہ نے ایک حقیقت شرکیہ پیدا کر دی ہے اس لئے ان حدیثوں میں اسی حقیقت کے پیش نظر ہم کو عبادت سے روکا گیا ہے اور اسی لئے ان اوقات کے سوا جن میں کفار اس کی عبادت نہیں کرتے شیطان بھی ہمارے قبلہ کی جانب آ کر کھڑا نہیں ہوتا۔ اس کا مطلب ہے کہ جس طرح خاص خاص اوقات باری تعالیٰ کی رحمت کے لئے مقرر ہیں اور ان میں اس کی رحمت سارے دنیا پر ظاہر ہوتی ہے

Marfat.com

عن الصلوة فان حينئذ تسجر جهنم فاذا اقبل الفیٔ فصل فان الصلوة مشهودة
محضورة حتی تصلی العصر ثم اقصر عن الصلوة حتی تغرب الشمس فانها تغرب
بین قرنی الشیطان وحینئذ یسجد لها الکفار قلت یا نبی الله فالوضوء حدثنی
عنه قال ما منکم رجل یقرب وضوءه ویستنشق فیستنثر الا خرت خطایا وجهه
وفیه وخیاشیمه ثم اذا غسل وجهه کما امره الله الا خرت خطایا وجهه من
اطراف لحیته مع الماء ثم یغسل یدیه الی المرفقین الا خرت خطایا یدیه من انامله مع
الماء ثم یمسح رأسه الا خرت خطایا رأسه من اطراف شعره مع الماء ثم یغسل
قدمیه الی الکعبین الا خرت خطایا رجلیه من انامله مع الماء فان هو

نماز میں خدائے تعالیٰ کے فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں اس کے بعد نماز نہ پڑھو کیونکہ اس وقت دوزخ دہکائی جاتی ہے جب سایہ ڈھل جائے تو پھر نماز پڑھ سکتے ہو یہاں تک کہ عصر کی نماز سے فارغ ہو جاؤ کیونکہ اس نماز میں فرشتے آتے اور شریک ہوتے ہیں پھر جب تک آفتاب غروب نہ ہو جائے نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ آفتاب غروب نہ ہولے کیونکہ جب وہ غروب ہوتا ہے تو شیطان کے سر کی دو جانبوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور اسی وقت کافر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر میں نے عرض کیا یا نبی اللہ اچھا وضوء کے ثواب کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔ فرمایا تم میں جو شخص بھی اپنے وضوء کے لئے پانی لے کر وضوء کرتا اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کرتا ہے تو اس کے منہ اور اس کے نتھنوں کی ساری کوتاہیاں نکل کر گر جاتی ہیں پھر جب اس کے بعد شریعت کے حکم کے موافق منہ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ ساتھ اس کے چہرہ کی کوتاہیاں بھی اس کی ڈاڑھی کے کناروں سے ٹپک جاتی ہیں اس کے بعد جب کہنیوں تک اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کی انگلیوں کے پوروں سے اس کے ہاتھوں کی کوتاہیاں بھی نکل جاتی ہیں پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کی کوتاہیاں بھی پانی کے ساتھ اس کے بالوں کے کناروں سے نکل جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے دونوں پیر ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پیروں کی

دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ بندوں کے اعمال اے آسمانوں پر اٹھائے جاتے ہیں اور فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اسی طرح طاغوتی مظاہر ورکے بھی کچھ مخصوص اوقات مقرر ہیں شریعت نے اوقات رحمت کی اطلاع دیکر ان میں عبادت کی ترغیب دی ہے اور اوقات شیطان میں نمازوں سے روک دیا ہے اس کے برخلاف مشرکہ مذاہب میں ٹھیک ان ہی اوقات کی ترغیب دی گئی ہے جن میں شیطانی طاقتوں کا ہجوم ہوتا ہے اس روحانی اعانت و مدد کی وجہ سے دونوں جگہ ہر دو قسم کے عبادت گذار اپنی اپنی عبادتوں میں خوب لطف حاصل ہوتا رہتا ہے اور اپنے اپنے مذاق کے موافق جدا جدا دونوں اسے آثار قبولیت سمجھے رہتے ہیں،

Marfat.com

قَامَ فَصَلّٰى فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَمَجَّدَهٗ بِالَّذِيْ هُوَ لَهٗ اَهْلٌ وَفَرَّغَ قَلْبَهٗ لِلّٰهِ اِلَّا انْصَرَفَ مِنْ خَطِيْئَاتِهٖ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (رواه مسلم)

النهی عن الصلوٰة الی السترة

(٦٩٩) عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ قَالَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلٰى عُوْدٍ اَوْ عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰى حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ وَلَا يَصْمُدُ لَهٗ صَمْدًا۔ (رواه ابوداؤد)

کوتاہیاں اس کے پیر کی انگلیوں کے پوروں سے نکل جاتی ہیں اب اگر کہیں وہ کھڑا ہو گیا اور نماز بھی پڑھ لی اور سبحانک اللھم پڑھ کر خدا کی حمد وثنا کی، ایسی حمد وثنا جس کا وہ مستحق ہے اور اپنا دل اللہ کے واسطے خالی کر لیا تو جب وہ نماز سے فارغ ہوگا تو گناہوں سے ایسا پاک، صاف ہوگا جیسا اپنی ماں سے پیدائش کے دن پاک صاف تھا۔ (مسلم)

نماز کی حالت میں سترہ ٹھیک سامنے رکھنے کی ممانعت

(٦٩٩) مقداد بن اسودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو ہمیشہ یہی دیکھا کہ آپ اس کو اپنے دائیں یا بائیں جانب کر لیا کرتے تھے اور اس کو ٹھیک اپنے سامنے نہ رکھتے۔ (ابوداؤد)

بت کا پجاری گھنٹی بجا بجا کر اس کی آواز میں مست ہے اور ایک معبودِ حقیقی کا عبادت گزار، مؤذن کی صدائے اللہ اکبر میں سرشار ہے۔ انبیاء علیہم السلام تشریف لا کر اس التباس کو دور کر دیتے ہیں اور توحیدِ حقیقی کا ایسا نشہ پلا دیتے ہیں کہ پھر سوائے احد احد کے ان کے دل میں کسی کی سمائی رہتی ہے نہ زبان پر کسی کی گنجائش۔ اکثر مقامات پر شریعت نے صرف امر و نہی پر کفایت کی ہے لیکن انسانی معرفت اور اس کی علمی ترقی کے لئے جہاں کسی باطنی علت پر [illegible] ئی ہے وہاں ہی نادان انسان اور الجھ گیا ہے۔ اب سوچو کہ اگر تمہارے خیال کے موافق شریعت ہر جگہ اسباب و علل کو واضح کر جاتی تو تمہاری ضدی طبیعت اعتقاد و تسلیم کے بجائے جنگ و جدل کے کتنے راستے تلاش کر لیتی۔

(٦٩٩) کسی چیز کو ستون بنا کر سامنے رکھ لینا بھی شرعی مصلحت کی بنا پر ضروری تھا مگر اس سے پہلے یہ ضروری تھا کہ غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنے کی عادی قوم اسلام میں پھر اس نقشہ کو کہیں دیکھنے نہ پائے اس لئے اس مصلحت کے قائم رکھنے اور اس مفسدہ سے بچنے کے لئے یہ صورت تجویز کی گئی کہ ستون رہے مگر اس کو دائیں بائیں کر لیا جائے تاکہ جس جگہ معبودِ حقیقی کے لئے سجدہ ادا کیا جا رہا ہے وہاں اسی کا تصور ہو اور کوئی نہ ہو۔

Marfat.com

النهي عن عتق بعض العبد لئلا يكون فيه شريكا لله عز وجل

(۷۰۰) عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ شِقْصًا مِنْ غُلَامٍ فَذَكَرَ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَيْسَ لِلّٰهِ شَرِيكٌ فَأَجَازَ عِتْقَهُ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترك الصلوة من غير عذر كفر

(۷۰۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (رواہ مسلم)

ناتمام غلام آزاد کرنے کی ممانعت کیونکہ اس میں غلام کی مالکیت میں اللہ تعالٰی کیساتھ شرکت کا شبہ پڑتا ہے

(۷۰۰) ابوالملیح اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے غلام کا ایک حصہ آزاد کیا اور اس کا تذکرہ آپ کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا اللہ کا شریک کوئی نہیں یہ کہہ کر اس کے پورے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا۔ (ابوداؤد)

کسی عذر کے بغیر نماز قضا کر دینا کفر ہے

(۷۰۱) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اور کفر کے درمیان واسطہ صرف نماز چھوڑ بیٹھنا ہے۔ (یعنی ادھر نماز چھوڑی، ادھر کفر کی سرحد میں داخل ہوا) (مسلم)

(۷۰۰) توحید کی منزل جتنی قطع ہوتی جاتی ہے۔ شامۂ مسلم کفر و شرک کی بدبو سونگھنے میں اتنا ہی زیادہ نازک ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی طبعی نفرت کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ کسی امر سے نفرت پھیلانے کے لئے اس کے سامنے شرک کا نام آجانا ہی کافی ہوتا ہے اس مرحلہ پر پہنچکر اس کے حق میں کسی امر کی نفرت یا رغبت دلانے کا سب سے زیادہ مؤثر طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بتا دیا جائے کہ فلاں بات میں شرک کی بو ہے اور فلاں میں نہیں۔ دیکھئے یہاں حدیث مذکور میں بھلا شرک کی کیا بات تھی لیکن شریعت کو منظور یہ تھا کہ اس کے ہاتھوں سے اس کا بقیہ مملوک غلام بھی آزاد کرا دیا جائے مگر اس طرح آزاد کرایا جائے کہ اس کی طبیعت پر ذرا میل نہ آنے پائے بلکہ وہ خود ہی اس کے آزاد کرنے کیلئے مضطر ہو جائے اس لئے جو تعبیر اس کے سامنے اختیار کی گئی وہ یہ تھی کہ تیرے اس عمل خیر میں بڑا عیب یہ ہے کہ اب اس کی ملکیت میں تو اور خدا دونوں شریک بن گئے۔ آدھا تیرا اور آدھا اس کا۔ کیا تیری غیرت توحید اپنے لئے یہ شرکت برداشت کر لیگی کہ اس تعبیر کا لطف آپ اس وقت تک ہرگز نہیں اٹھا سکتے جب تک آپ کی نظر میں منظوراتِ شرعیہ مکروہاتِ طبعیہ کی جگہ نہ آجائیں۔

ذوق ایں بادہ نہ دانی بخدا تا نہ چشی

Marfat.com

(۷۰۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَنْ لَا تُشْرِکَ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِنْ قُطِّعْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَتْرُکْ صَلٰوۃً مَکْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَکَھَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ فَاِنَّھَا مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ۔ (رواہ ابن ماجۃ)

(۷۰۳) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَرَوْنَ شَیْئًا مِنَ الْاَعْمَالِ تَرْکُہٗ کُفْرٌ غَیْرَ الصَّلٰوۃِ۔ (رواہ الترمذی)

(۷۰۴) عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعَھْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمُ الصَّلٰوۃُ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ کَفَرَ۔ (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ)

---

(۷۰۲) ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہستی نے مجھے یہ وصیت فرمائی ہے کہ دیکھ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تیری بوٹی بوٹی اڑا دی جائے یا تجھے جلا کر خاک بھی کر دیا جائے اور کوئی فرض نماز جان بوجھ کر ترک نہ کرنا کیونکہ جو قصداً نماز قضا کرے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور (ایک بات یہ نہ بھولنا) کہ شراب ہرگز نہ پینا کیونکہ وہ تمام گناہوں کی کنجی ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷۰۳) عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بجز نماز کے کسی اور چیز کو ایسا نہیں سمجھتے تھے جس کا چھوڑ دینا کفر ہو۔ (ترمذی)

(۷۰۴) بریدہؓ کہتے ہیں کہ ہمارے اور ان کے درمیان جس چیز کی بنا پر عہد ہے وہ نماز ہے تو جس نے نماز چھوڑ دی اب (اس سے عہد باقی نہیں رہا) وہ کافر ہو گیا۔ (نسائی)

---

(۷۰۲) اس حدیث میں شرب خمر اور ترک صلوٰۃ کو ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا ہے شراب تمام برائیوں کی کنجی ہے اور نماز تمام برائیوں پر قفل ہے۔ جس نے نماز پابندی کے ساتھ شروع کر دی اس نے گویا برائیوں کے دروازوں پر قفل ڈال دیا۔ آیت ذیل میں نماز کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر۔ اس کے برخلاف شراب کی خاصیت ہے۔ اس بیان سے ان دونوں کے درمیان مناسبت بھی ظاہر ہو گئی۔

(۷۰۴) بعض علماء کا خیال ہے کہ یہاں ضمیر کا مرجع منافقین ہیں چونکہ یہ جماعت در اصل کافر تھی مگر مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شریک بھی رہتی تھی اس لئے اس روش عمل کے بعد ان کو کھلا کافر کہنا آئین اسلام کے تحت ناممکن تھا، جب ان سے یہ عمل چھوٹ جائے تو اب ان کے کافر کہنے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔ عقیدہ کے لحاظ سے تو وہ پہلے بھی کافر تھے اب عمل کے لحاظ سے بھی کافر ہو گئے لہٰذا اب ان کے جان و مال کے احترام کا جو عہد تھا وہ ختم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جو ایک کافر کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کا جو نقشہ ہے اس کے مطابق تو ان حدیثوں میں کوئی اشکال ہی نہیں اس عہد میں دو ہی قسم کی جماعتیں نظر آتی ہیں یا تو مومن یا کافر۔ کافر کو تو نماز سے تعلق ہی کیا ہو سکتا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

النھی عن اطراء النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا طراء النصاری ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام

(۷۰۵) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی اِبْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ (متفق علیہ)

(۷۰۶) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الشِّخِّیْرِ قَالَ انْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا اَنْتَ سَیِّدُنَا فَقَالَ السَّیِّدُ اللّٰہُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلًا وَاَعْظَمُنَا طَوْلًا فَقَالَ قُوْلُوْا قَوْلَکُمْ اَوْ بَعْضَ قَوْلِکُمْ وَلَا یَسْتَجْرِیَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ۔ (رواہ احمد و ابوداؤد)

(۷۰۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃِ

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسی مبالغہ آمیز باتیں کرنے کی ممانعت جیسی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی شان میں کیں

(۷۰۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اتنی زیادہ مبالغہ آمیز تعریفیں نہ کیا کرو جتنی نصاریٰ نے ابن مریمؑ کی شان میں کیں، میں تو صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا ایک رسول ہوں لہٰذا مجھ کو عبداللہ اور رسول اللہ کہا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۰۶) مطرف بن عبداللہ بن شخیر روایت کرتے ہیں کہ میں وفد بنی عامر کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے سید و آقا ہیں آپ نے فرمایا در اصل سید و آقا تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ہم نے عرض کیا اچھا تو سب میں افضل اور سب سے برتر ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہاں یہ کلمہ کہہ سکتے ہو یا اس سے بھی کچھ اور مختصر اور دیکھو کہیں شیطان تمہیں زیادہ جری اور بہادر نہ بنا دے۔ (مسند احمد۔ ابوداؤد)

(۷۰۷) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

(بقیہ حاشیہ از صفحہ گزشتہ) اس نقشے کے مطابق کافر کی سب سے کھلی ہوئی علامت ترک صلوۃ ہی تھی دور انقلاب و انحطاط نے اب درمیان میں ایک طبقہ ایسا پیدا کر دیا ہے جو مومن ہونے کے ساتھ تارک صلوۃ بھی ہے اس نے ان حدیثوں میں اشکال پیدا کر دیا اور اتنا اشکال پیدا کر دیا کہ بعض علماء کے نزدیک صلوۃ اسلام کا ایک ایسا لازمی جزء بن گیا ہے کہ اس کے ترک سے کفر کا اطلاق کسی تاویل کے بغیر بھی جائز سمجھا گیا ہے اگرچہ اکثر کا رجحان اس کی تاویل ہی کی طرف ہے۔ بہر حال نماز کو شریعت میں اتنی اہمیت حاصل ہے جتنی کسی دوسرے عمل کو نہیں کفر کی تاویل و عدم تاویل کی بحث سے علیحدہ ہو کر مومن کا یہ تو بہر حال فرض ہونا چاہئے۔ کہ وہ ایسے عمل سے دور ہی رہے جس پر حدیثوں میں کفر کا اطلاق آچکا ہو۔

Marfat.com

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاکَ اِبْرَاھِیْمُ۔ (رواہ مسلم)

(۷۰۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ تَلَقّٰی عِیْسٰی حُجَّتَہٗ وَلَقَّاہُ اللّٰہُ فِیْ قَوْلِہٖ یَا عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ قَالَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَقَّاہُ سُبْحَانَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ الآیہ۔ (رواہ الترمذی)

اس نے آپ کو یوں خطاب کیا، اے مخلوق میں سب سے بہتر ہستی آپ نے (از راہِ کسر نفسی) فرمایا یہ ہے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہی کے شایانِ شان ہے۔ (مسلم)

(۷۰۸) ابوہریرۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب محشر میں سوال ہوگا کہ انت قلت الخ کیا لوگوں سے تم نے کہا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھے اور میری ماں کو معبود ٹھہرالو۔ تو اس کا جواب ان کو حق تعالیٰ ہی کی جانب سے یہ تعلیم ہوگا کہ تیری ذات پاک ہے میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی بات زبان سے نکال سکتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ (ترمذی شریف)

---

(۷۰۸) دیکھیے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان عقیدتمندوں نے بات کہاں سے کہاں پہنچا دی آخر یوم حساب میں جب ان جاہلوں نے ادعاءِ الوہیت کی تہمت اس معصوم رسول کے سر رکھ ہی دی تو انصافِ الٰہی کا تقاضا تھا کہ مدعی علیہ سے کم از کم اس کی صفائی تو طلب کر ہی لی جائے پھر جواب دہی کا معاملہ دنیوی عدالتوں میں بھی کیسا کٹھن ہو جاتا ہے یہ تو احکم الحاکمین کی بارگاہ تھی کس کے منہ میں زبان تھی کہ جواب دیتا۔ آخر جس نے حضرت آدم علیہ السلام کو کلماتِ توبہ کی تلقین فرمائی اور حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے شکم میں تسبیح کی تلقین فرمائی تھی۔ اسی نے آج حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی راہنمائی فرمائی اور انھوں نے بڑے ادب و نیاز کے ساتھ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ کی تمام عیوب سے پاکی بیان فرما کر عرض کیا کہ ایسی بات میں بھلا کب منہ سے نکال سکتا تھا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہیں پہنچتا۔ اس کے بعد اپنے جواب میں بڑی تفصیل فرمائی جو قرآن کریم میں مذکور ہے۔ اور اس میں اس عجیب انداز میں اپنی براءت کے ساتھ اپنی اس نااہل امت کی سفارش کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ یہ کلمات خاتم الانبیاء علیہم السلام کو ایسے پیارے معلوم ہوئے کہ ایک مرتبہ آپ نے ساری شب ان ہی کلمات کے تکرار میں گذار دی اور اتنا مبالغہ فرمایا کہ رکوع میں جاتے تو وہی کلمات زبان پر ہوتے اور جب سجدے میں جاتے تو بھی وہی زبان پر ہوتے۔

یہ معلوم رہے کہ محشر میں حق تعالیٰ نے اپنے علمِ ازلی پر فیصلے صادر فرمانے کا وعدہ نہیں فرمایا بلکہ اس دن کے لئے ثبوت اور جوابدہی کا آئین مقرر فرمایا ہے اور اپنا لقب احکم الحاکمین رکھا ہے۔ اس لئے اس دن رسولوں کو بھی جوابدہی کرنی ہوگی خواہ دنیا ان کو خدا کے برابر یا اس کی ابنیت کا کوئی لقب بھی دیا کرے (العیاذ باللہ)

Marfat.com

(۷۰۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کُلُّ بَنِیْ اٰدَمَ یَطْعَنُ الشَّیْطَانُ فِیْ جَنْبَیْهِ بِاِصْبَعِهٖ حِیْنَ یُوْلَدُ غَیْرَ عِیْسَی بْنِ مَرْیَمَ ذَهَبَ یَطْعَنُ فَطَعَنَ فِی الْحِجَابِ (متفق علیہ)

(۷۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اسْتَبَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَرَجُلٌ مِّنَ الْیَهُوْدِ فَقَالَ الْمُسْلِمُ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُحَمَّدًا عَلَی الْعَالَمِیْنَ فَقَالَ الْیَهُوْدِیُّ وَالَّذِی اصْطَفٰی مُوْسٰی

(۷۰۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جتنی اولاد ہے پیدائش کے ساتھ ہر ایک کے پہلوؤں میں شیطان اپنی انگلیاں مارتا ہے بجز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ اس نے یہاں بھی اس کا ارادہ کیا تھا تو اس کے اور ان کے درمیان قدرت نے ایک حجاب ڈال دیا جس کی وجہ سے اس کی انگلیاں اس حجاب میں رہ گئیں اور ان کا اثر ان کی ذات تک نہ پہنچ سکا۔ (متفق علیہ)

(۷۱۰) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں باہم کچھ تیز تیز باتیں ہو گئیں مسلمان نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی اور یہودی بولا اس ذات کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساری مخلوق پر فضیلت بخشی۔ یہ سننا تھا کہ مسلمان نے

(۷۰۹) عام انسانوں کی پیدائش کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خصوصیت کا اس لئے خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان کے حق میں حسب ذیل دعا پوری ہو گئی اور اس طرح پوری ہوئی۔

اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ — میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان دھتکارے ہوئے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ تو کمال یہ ہے کہ سرے سے ان کی خصوصی امتیازات ہی کا انکار کر دیا جائے اور نہ یہ کہ جو کمال ان کی ذات کے لئے کوئی کمال نہ ہو اس کو محض اپنی خوش عقیدگی کی راہ سے زبردستی ان کے سر تھوپ دیا جائے۔ دیکھئے جن حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کا اقرار ایمان کی شرط اول قرار دیا گیا ہے ان ہی میں ان کے اس خاص کمال کا بھی برملا اظہار کیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کی شانوں میں ذرا سا مبالغہ اور ذرا سی گستاخی دونوں بڑی خطرناک غلطیاں ہیں یہ وہ پل صراط ہے جس کی دونوں ہی طرف آتش دوزخ ہے۔

(۷۱۰) انبیاء علیہم السلام کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس ساری جماعت میں اول سے لیکر آخر تک ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کی تعلیم میں اصولاً کوئی ادنیٰ اختلاف ہو اور نہ ان میں کوئی ایسا ملتا ہے جو ایک دوسرے کا احترام کے خلاف ادنیٰ کلمہ بھی برداشت کر سکتا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب ایک ہی صداقت کی کڑیاں ہیں ورنہ

Marfat.com

عَلَى الْعَالَمِيْنَ قَالَ فَرَفَعَ الْمُسْلِمُ يَدَهٗ عِنْدَ ذٰلِكَ فَلَطَمَ وَجْهَ الْيَهُوْدِيِّ فَذَهَبَ الْيَهُوْدِيُّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِهٖ وَأَمْرِ الْمُسْلِمِ فَدَعَا النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُسْلِمَ فَسَأَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَهٗ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى فَإِنَّ النَّاسَ يُصْعَقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَصْعَقُ مَعَهُمْ فَأَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ يُفِيْقُ فَإِذَا مُوْسٰى بَاطِشٌ بِجَانِبِ الْعَرْشِ فَلَا أَدْرِيْ كَانَ فِيْمَنْ صَعِقَ فَأَفَاقَ قَبْلِيْ أَوْ كَانَ فِيْمَنِ اسْتَثْنَى اللّٰهُ (متفق علیہ)

فوراً ایک تھپڑ اٹھا کر اس کے منہ پر رسید کر دیا یہودی چلا اور اس نے آکر اپنا اور اس کا سارا قصہ آپ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور اس معاملہ کی تحقیق کی، اس نے جو بات تھی صاف کہدی۔ آپ نے سن کر فرمایا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تم مجھے اس طرح فضیلت مت دو کیونکہ قیامت میں ایک وقت آئے گا کہ تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے میں بھی ان میں ہونگا پھر سب سے پہلے ہوش مجھے آئے گا کیا دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کا پایہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اب میں نہیں جانتا کہ وہ بیہوش ہوئے تھے یا مجھ سے پہلے ہوشیار ہو چکے تھے، یا ان میں داخل تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس بیہوشی سے مستثنیٰ قرار دیدیا تھا۔ (متفق علیہ)

جن کے مابین ہزار ہا سال کی مدت حائل ہو، کیسے ممکن ہے کہ ان کے اصول میں سر مو بھی کوئی اختلاف نہ ہو سکے یا ان میں کا افضل سے افضل تعصب سے اتنا خالی ہو کہ اپنے کسی فرد کے متعلق کوئی ادنیٰ کلمہ سننا بھی برداشت نہ کر سکے۔ ان کے علاوہ آپ جس جماعت کو دیکھیں گے ان میں آپ کو یہ یک رنگی نظر نہ آئیگی حتیٰ کہ صوفیاء کرام کی جماعت جن کی پوری زندگی مجاہدہ وایثار کا مجسم مرقعہ ہوتی ہے ان کی تعلیمات میں بھی بڑا اختلاف نظر آتا ہے بلکہ تعلیم سے آگے چل کر ان کے مابین خود ان کی شخصیات کی مقبولیت اور نامقبولیت کے بارے میں بھی بڑا اختلاف ظاہر ہوتا ہے۔ ان جماعتوں سے علیحدہ ہو کر یہی حال ان فلاسفروں کا ہے جو دنیوی علوم کی ریسرچ میں عمریں کھپا گئے ہیں۔ یہ ایک اور صرف ایک ہی جماعت ہے جس کا پہلا انسان اور آخری انسان نہ اپنی تعلیم میں کوئی اختلاف رکھتا ہے اور نہ اپنی جماعت میں کسی کے احترام کے خلاف کوئی ادنیٰ کلمہ برداشت کر سکتا ہے۔ دیکھئے خاتم الانبیاء علیہم السلام کو اس کلی فضیلت کے باوجود جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرحمت فرمائی تھی یہ برداشت نہ ہو سکا کہ آپ کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اس درجہ پامال کی جائے کہ ان کی شان میں کوئی مبالغہ کرنے والا استحقاق مار کھانے کا مستحق سمجھا جائے۔

بلاشبہ یہاں آپ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک بڑی فضیلت بیان فرمائی مگر فضیلت کلیہ تو اسی کیلئے لکھی جا چکی ہے جو عرش بریں پر رحمان میں جلوہ افروز ہوگا۔ یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان سارے فضائل کے ہوتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس واقعہ میں آپ کو اپنی لاعلمی کے اظہار کرنے میں ذرا تامل نہیں ہوا۔ کیونکہ آپ خوب جانتے تھے کہ جن علوم کا احاطہ خالق کے لئے کمال ہو۔ اگر وہ کسی افضل سے افضل مخلوق کے دامن میں نہ ہوں تو یہ اس کے لئے کسی ادنیٰ نقصان کا بھی موجب نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

(۷۱۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ جَاءَنِيْ مَلَكٌ وَاِنَّ حُجْزَتَهُ لَتُسَاوِي الْكَعْبَةَ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ اِنْ شِئْتَ نَبِيًّا عَبْدًا وَاِنْ شِئْتَ نَبِيًّا مَلِكًا فَنَظَرْتُ اِلٰى جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاَشَارَ اِلَيَّ اَنْ ضَعْ نَفْسَكَ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جِبْرِيْلَ كَالْمُسْتَشِيْرِ لَهُ فَاَشَارَ جِبْرِيْلُ بِيَدِهٖ اَنْ تَوَاضَعْ فَقُلْتُ نَبِيًّا عَبْدًا قَالَتْ فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ لَا يَاْكُلُ مُتَّكِئًا يَقُوْلُ اٰكُلُ كَمَا يَاْكُلُ الْعَبْدُ وَاَجْلِسُ كَمَا يَجْلِسُ الْعَبْدُ (رواه فی شرح السنہ)

(۷۱۲) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَنْبَغِيْ لِعَبْدٍ

(۷۱۱) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ ساتھ چلا کرتے میرے پاس ایک فرشتہ آیا تھا اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ کعبہ کی برابر بلند تھی، اس نے کہا آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے اور کہتا ہے کیا پسند کرتے ہو نبوت کے ساتھ بندگی یا نبوت کے ساتھ بادشاہی (جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام) میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انھوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ ابن عباسؓ کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف اس طرح دیکھا جیسا کوئی مشورہ لینے والا دیکھا کرتا ہے انھوں نے اپنے ہاتھ کا اشارہ کرکے فرمایا کہ تواضع اختیار کیجئے۔ میں نے جواب میں عرض کردیا کہ مجھے نبوت کے ساتھ بندگی چاہتا ہوں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا بھی سہارا لگا کر نہ کھاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اسی طرح کھاتا ہوں جیسے ایک بندہ کھایا کرتا ہے اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جس طرح ایک بندہ بیٹھا کرتا ہے (شرح السنہ)

(۷۱۲) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندہ کے لئے یہ مناسب

(۷۱۲) حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بشری ضعف اور اس پر عتاب الٰہی کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے لیکن یہ بارگاہ نبوت کی شان کے مناسب خالق السموات والارضین کے مؤاخذہ کی باتیں ہیں۔ افضل الرسل نے اپنی امت کو یہ ادب سکھلایا کہ ان مواخذوں کو دیکھ کر کسی امتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے ذہن میں ان کے متعلق کمتری کا کوئی ادنیٰ تصور بھی لاسکے۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں اس کے والہانہ جذبات اس کو کسی تعصب کی طرف لے جائیں یہ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کی جتنی جماعت بھی ہے اس میں افضل و مفضول تو ضرور ہیں مگر کمتر کوئی نہیں اور ان میں باہم تعصب پیدا کرنے والے کے لئے بھی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سب ایک ہی صداقت کے مختلف مرئی ہیں۔ جن میں بڑا چھوٹا تو ضرور ہے مگر گھٹیا کوئی بھی نہیں۔ پس اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے اجماعی عقیدے سے کوئی تعارض نہیں ہے۔ اس

Marfat.com

اَنْ يَّقُوْلَ اِنِّيْ خَيْرٌ مِّنْ يُّوْنُسَ بْنِ مَتّٰى۔ (متفق علیہ)

(۷۱۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَكْرَمُ قَالَ اَكْرَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَاَكْرَمُ النَّاسِ يُوْسُفُ نَبِيُّ اللّٰهِ ابْنُ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ نَبِيِّ اللّٰهِ ابْنِ خَلِيْلِ اللّٰهِ قَالُوْا لَيْسَ عَنْ هٰذَا نَسْاَلُكَ قَالَ فَعَنْ مَعَادِنِ الْعَرَبِ تَسْاَلُوْنِيْ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَخِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (متفق علیہ)

نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔ (متفق علیہ)

(۷۱۳) ابوہریرہؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا لوگوں میں بزرگ تر ہستی کس کی ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بزرگ تر وہ ہے جو سب میں زیادہ متقی ہو۔ انھوں نے عرض کیا اس سوال سے ہمارا یہ منشا نہیں آپ نے فرمایا تو پھر بزرگ ترین ہستی حضرت یوسف علیہ السلام کی ہے جو خود نبی اور ان کی چار پشتیں نبی اور ان کی چوتھی پشت خلیل اللہ ہیں۔ انھوں نے عرض کیا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے آپ نے فرمایا اچھا تو قبائل عرب کے متعلق پوچھتے ہو، انھوں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا جو تم میں کفر کے زمانہ میں بہتر تھا وہی اسلام میں بہتر ہے بشرطیکہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔ (متفق علیہ)

قسم کی جتنی حدیثیں ہیں ان سب کا تعلق ایسی افضلیت اور تخییر سے ہے جس سے دوسری جانب میں کسی نقصان کا شبہ گذرنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصے کے سیاق سے آپ کو اس خیال کی مزید تصدیق ہو گئی ہوگی۔ بہرحال نبی کا ذہن ہمیشہ افراط و تفریط سے خالی رہتا ہے وہ نہ کسی نبی کے متعلق اطراء کا کوئی کلمہ سن سکتا ہے اور نہ اپنے نفس کے متعلق کوئی ادنیٰ مبالغہ آمیزی برداشت کر سکتا ہے اتنی احتیاطوں کے باوجود انصاف سے دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ امت کے بہت سے افراد ہیں جنھوں نے رسول کے صحیح مقام کو نہیں پہچانا یا ان کو خالق کی جانب میں اتنا بلند کیا کہ پھر دوئی کا تصور بھی ان کے نزدیک کلمۂ کفر بن گیا اور یا عوام بشر میں ان کو اتنا ملایا کہ مقام رسالت بھی معنی سے خالی ہو کر رہ گیا۔ واللہ یہدی الحق وہو یہدی السبیل۔

(۷۱۳) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ نبی کا ذہن خاص اپنے ماحول سے بھی اتنا لاعلم ہوتا ہے کہ اس کو اپنے مخاطب سے اس کے سوال کی بھی تشخیص کرانی پڑتی ہے۔ جیسا کہ ہر جزئی کا علم حاصل ہونا تو علیحدہ بات ہے یہاں یہ بات بھی خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ انسانی شرف کے متعلق نبی کا تخیل کتنا بلند ہوتا ہے کہ وہ صرف شخصی شرف کو شرف ہی نہیں گنتا اس کے نزدیک کسی انسان کی شرافت کا معیار اس کے کمالات اور اس کی ذاتی صفات ہوتی ہیں اور ان ہی کی بناء پر اس کی نظر میں انسانوں کی تقسیم ہوتی ہے۔ جب یہاں مخاطبین نے آپ پر اور تردید کی تب بھی ان کے جواب میں آپ نے اپنے نفس نفیس کو پیش نہیں کیا جو بلحاظ جملہ کمالات سب سے زیادہ جامع تھا بلکہ خدائے تعالیٰ کے ایک اور رسول کا ذکر فرمادیا جن میں انسان کے اور ظاہری کمالات کے سوا یہ خصوصیت بھی تھی (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۷۱۴) عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج من عندها ليلا قالت فغرت عليه فجاء فرأى ما أصنع فقال مالك يا عائشة أغرت فقلت ومالي لا يغار مثلي على مثلك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لقد جاءك شيطانك قالت يا رسول الله أمعي شيطان قال نعم قلت ومعك يا رسول الله قال نعم ولكن أعانني الله عليه

(۷۱۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے کہیں تشریف لے گئے مجھے آپ پر غیرت آئی (اور اس خیال میں پڑ گئی کہ آپ کہیں کسی دوسری بی بی کے یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں) اتنے میں آپ تشریف لے آئے اور آپ نے میری پریشانی کا حال دیکھا تو فرمایا اے عائشہ! ایسی پریشان کیوں ہو کیا تم کو مجھ پر غیرت آ گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ جیسی بی بی آپ جیسے شوہر پر بھلا غیرت کیسے نہ کرتی آپ نے فرمایا تمہارے دل میں یہ وسوسہ شیطان نے ڈالدیا ہے جو تمہارے (اور ہر انسان کے ساتھ ایک ایک) رہتا ہے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میرے ساتھ کوئی شیطان ہے آپ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا میرے ساتھ بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ

کہ اس کی چار پشتوں میں خدا کے مقدس رسول گذرے تھے اس پر بھی جب مخاطبین کا سوال حل نہ ہوا تو پھر آپ نے قبائل عرب کے متعلق جواب دیا مگر یہاں بھی اسی معیار کو سامنے رکھا جو انبیاء علیہم السلام کا معیار ہونا چاہئے یعنی وہی فقہ فی الدین اور تقویٰ اس کے بعد آپ نے ان کے فطری جذبات کو بھی پامال نہیں فرمایا اور انھیں مطلع کیا کہ تمہارا قدیم شرف بھی ضرور ملحوظ ہے مگر وہ اسی شرط کے ساتھ ہے جبکہ شرافتوں کا اصلی مرکز باقی رہے۔ انصاف کیجئے کہ سارے انسانی کمالات و فضائل کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس کتنا مقدس ہوگا جس کو تین مرتبہ میں اپنی بزرگی بیان کرنے کا ایک بار بھی خیال نہ آیا۔ ہاں خدائے تعالیٰ کی اس بخشی ہوئی نعمت کو تحدیث بالنعمۃ کے طریق پر ضرور ذکر فرمایا ہے مگر وہ بھی صرف بیان واقعہ کی حد تک اپنی مدح سرائی کی غرض سے نہیں۔ کیا اس مقدس رسول کی بزرگی اور صداقت جانچنے کے لئے اس کی یہی ایک صفت کافی نہیں ہے۔

(۷۱۴) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اور انسانوں کی پیدائش کے ساتھ ساتھ خیر و شر کا جذبہ ابھارنے والی دو خارجی قوتیں پیدا کی جاتی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام عام انسانوں سے اپنی خلقت میں جدا نہیں ہوتے البتہ عصمت میں جدا ہوتے ہیں۔ خدائی مدد اس طرح ان کے شامل حال ہوتی ہے کہ گمراہی کی قوتیں ان پر کبھی غالب نہیں آسکتیں۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام میں سب سے مقدس ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے مگر یہاں بھی بار بار شق صدر کا ثبوت ملتا ہے اور اس طرح شر کی طرف رجحان سے بعید سے بعید رکھنے اور خیر کی طرف میلان کی قریب سے قریب استعداد پیدا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی ذات ہمیشہ سے ربانی تربیت کے تحت رہی ہے۔ پس ان کا کمال یہ نہیں کہ وہ انسان نہیں ہوتے

Marfat.com

حَتّٰى أَسْلَمَ۔ (رواہ مسلم)

(۷۱۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسِيْرٍ فَلَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَذَهَبَ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا فَعَلَ الْأَسِيْرُ قَالَ لَهَوْتُ عَنْهُ مَعَ النِّسْوَةِ فَخَرَجَ فَقَالَ مَالَكِ قَطَعَ اللّٰهُ يَدَكِ أَوْ يَدَيْكِ فَخَرَجَ فَآذَنَ بِهِ النَّاسَ فَطَلَبُوْهُ فَجِيْئَ بِهِ قَالَتْ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَأَنَا أُقَلِّبُ يَدَيَّ فَقَالَ أَجُنِنْتِ قُلْتُ دَعَوْتَ وَأَنَا أُقَلِّبُ يَدَيَّ أَنْظُرُ أَيُّهُمَا تُقْطَعَانِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ بَشَرٌ أَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ أَوْ مُؤْمِنَةٍ

اس کے مقابلہ میں ہمیشہ میری مدد فرماتا ہے تو میں اس کے مکر و فریب سے ہمیشہ محفوظ رہتا ہوں (مسلم شریف)

(۷۱۵) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قیدی لے کر میرے گھر تشریف لائے۔ میں عورتوں کے ساتھ بات چیت میں اس قیدی کی طرف سے ذرا غافل ہو گئی تو وہ چل دیا۔ آپ تشریف لائے تو آپ نے پوچھا وہ قیدی کدھر گیا۔ میں نے صاف عرض کر دیا کہ عورتوں کے ساتھ بات چیت میں مجھ سے غفلت ہو گئی اور وہ نکل بھاگا آپ نے فرمایا تم نے یہ غفلت کیوں کی، اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کو قطع کرے۔ یہ کہہ کر آپ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں کو اطلاع دی وہ تلاش کر کے اس کو پکڑ لائے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ اندر تشریف لائے تو میں اپنے ہاتھوں کو لوٹ پلٹ رہی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا بے عقلی کی حرکت کر رہی ہو۔ میں نے عرض کیا جب سے کہ آپ کی

یہ اگر کمال ہوتا تو خدا کے وہ فرشتے جو خلیفہ کے وجود سے پہلے موجود تھے اس کمال کے لئے کافی تھے وہ شر سے اتنے بعید تھے کہ ان کے خمیر ہی میں شر کی کوئی استعداد موجود نہیں۔ لا یعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون۔

لیکن اگر وہ شر کی استعداد نہ رکھتے ہوئے شر کی طرف کوئی رجحان نہیں رکھتے تو یہ کمال کیا ہے وہ اگر خدائے تعالیٰ کی معصیت کرنی بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے بلکہ چاہ بھی نہیں سکتے۔ کمال اس ضعیف انسان کا ہے جو ساری استعدادوں کا مالک ہو کر شر کی طرف اقدام سے اپنے نفس کو روکتا ہے پھر ان کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ ایسے نفوس بھی پیدا فرما دیتا ہے جو انسانوں کی طرح مخلوق ہو کر خدائی تزکیہ کے ماتحت اس طرح تربیت پاتے ہیں کہ ملائکۃ اللہ بھی ان کی صحبت سے تقدیس کے منازل طے کرنے لگتے ہیں۔ پس نبیوں کی انسانیت اور بشریت کا انکار در حقیقت آنکھوں سے نظر آنے والی حقیقت کا انکار ہی نہیں بلکہ ان کے اصل کمال کا بھی انکار ہے۔

(۷۱۵) دیکھئے فخر المرسلین اپنے ان دعائیہ کلمات کی معذرت میں خدائے تعالیٰ کے سامنے اپنی بشریت کا تذکرہ فرماتے ہوئے صرف نادانستہ طور پر حضرت عائشہؓ کے حق ہی میں دعا نہیں فرماتے بلکہ فرط محبت میں اپنی ساری امت کو یاد فرما لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اگر ان مقبول ہونٹوں سے کسی اور کے حق میں بھی کوئی کلمہ نکل گیا ہو تو آج جس برکت میں

Marfat.com

دَعَوْتُ عَلَيْهِ فَاجْعَلْهُ لَهُ زَكوٰةً وَطَهُوْرًا ۔ (رواہ احمد)

لاعبرۃ لمشیۃ العبد بجنب مشیۃ اللہ تعالیٰ

(۷۱۶) عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ فُلَانٌ قُوْلُوْا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ (رواہ احمد ۳۸۴/۵ و ۳۹۴/۵ و ۳۹۸/۵) (فی شرح السنۃ منقطعا کمافی المشکوٰۃ فی باب الاسامی لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء محمد وقولوا ما شاء اللہ وحدہٗ)

زبان سے بددعا کے کلمات نکلے ہیں میں اپنے ہاتھوں کو اسی طرح کرری ہوں دیکھتی ہوں کہ ان دونوں میں کونسا قطع ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے پھیلا دیئے اور فرمایا اے اللہ میں ایک آدمی ہی ہوں اور جس طرح آدمی کو غصہ آتا ہے مجھے بھی غصہ آجاتا ہے تو جس کسی مومن مرد یا عورت کے متعلق میری زبان سے بددعا کے کلمات نکل گئے ہوں اس کے حق میں ان کو پاکی اور صفائی کا موجب بنادے (احمد)

اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سامنے بندہ کی مشیت کچھ نہیں

(۷۱۶) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوں مت کہا کرو کہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور فلاں نے (یعنی مثلاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم) چاہا بلکہ یوں کہو کہ پہلے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اس کے بعد جو فلاں نے چاہا (یعنی ادب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے برابر کسی کا ذکر بھی نہ آئے۔ پہلے ہر چیز کی نسبت اس کے نام کی طرف ہو پھر کسی اور کی طرف ہو) (مسند احمد)

آپ کی یا اہل بیت شریک ہوں وہ بھی شریک ہو جائے یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ دعا میں استجابت دعائیہ کلمات کے تابع رہتی ہے خواہ ان میں نیت کچھ ہے ظاہر ہے کہ یہاں قطع اشر ہرگز نہ آپ کا منشا مبارک یہ تو ہو نہیں سکتا کہ درحقیقت حضرت عائشہ کو کوئی گزند پہنچ جائے مگر رسول کی مقبول زبان سے جو کلمات نکل گئے تھے وہ اپنا اثر دکھلائے بغیر یہاں بھی نہیں رہے پس اس بارے میں بڑی احتیاط لازم ہے کہ کبھی کسی کے حق میں خراب کلمات منہ سے نہ نکالے جائیں ممکن ہو کہ اگر کوئی زبان زیادہ مقدس نہ ہو تو وہ وقت استجابت دعا کا آگیا ہو اور ان کا اثر ظاہر ہو جائے اسی بنا پر قدیم دستور تھا کہ بچوں کو غصہ میں بھی کوسا نہیں جاتا تھا اب بھی اس طریق کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(۷۱۶) یعنی ایک مومن کی زبان کو شرک کے موہم کلمات سے بھی احتراز کرنا چاہئے اور اس کے قلب و زبان پر صرف ایک اللہ کی فاعلیت کا نقش ہونا چاہئے۔ خطابی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلامی آداب سے متعلق ہے عقائد سے نہیں چونکہ واو عربی زبان میں جمع اور شرکت کیلئے آتا ہے اور ثم ترتیب کیلئے۔ اس لئے آپ نے بتایا کہ اللہ کی مشیت کے ساتھ کسی اور کی مشیت کو حرف واو کے ساتھ جمع نہ کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت جیسا کہ تمام مشیتوں پر مقدم ہے اسی طرح اس کی تقدیم ثم حرف ترتیب کے ساتھ ظاہر بھی کرنا چاہئے۔ (کتاب الاذکار ص۳۵۱) حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کا ایک محمل اور بھی بیان کیا ہے۔ دیکھو کتاب الرد علی البکری ص۱۹۹۔ یہاں ترجمان السنہ ص۳۰۱ کا نوٹ بھی ملاحظہ کیا جائے۔

Marfat.com

(۷۱۷) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ مَدَحْتُ اللّٰهَ بِمِدْحَةٍ وَمَدَحْتُكَ بِاُخْرٰى فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاتِ وَابْدَأْ بِمِدْحَةِ اللّٰهِ تعالىٰ (رواه احمد كما فى الرحمة المهداة)

(۷۱۸) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ سَرِيْعٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُتِىَ بِاَسِيْرٍ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ

(۷۱۷) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ایک مدحیہ قصیدہ تو اللہ تعالیٰ کی شان میں لکھا ہے اور دوسرا آپ کی شان میں۔ آپ نے فرمایا اچھا لاؤ (سناؤ) لیکن پہلے وہ قصیدہ شروع کرو جو اللہ تعالیٰ کی شان میں ہے۔ (مسند احمد)

(۷۱۸) اسود بن سریع روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قیدی

(۷۱۷) اگرچہ رسول کی تعریف میں بھی اصل تعریف خدا تعالیٰ ہی کی ذات کی نکلتی ہے مگر جہاں دونوں تعریفیں جمع ہو جائیں وہاں آپ نے خدا تعالیٰ کی بلا واسطہ تعریف کو مقدم کرنا طریقۂ ادب سمجھا۔ اب بھی دعا کا ادب یہ ہے کہ پہلے خدا تعالیٰ کی ثنا کی جائے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجی جائے اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کیجئے۔

(۷۱۸) حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ توبہ۔ حلف و نذر و سجود و طواف بیت کی طرح خاص اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے اس میں کسی غیر اللہ کے شرکت کی گنجائش نہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے اس توحید بھرے کلمہ کی داد دی۔ (دیکھو الجواب الکافی ص۱۸۱)

حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اسی کے قریب قریب وہ کلمات ہیں جو حضرت عائشہؓ کی زبان مبارک سے قصہ افک میں نکلے تھے جبکہ قرآن کریم میں ان کی براءت نازل ہوئی اور ان کی والدہ ماجدہ نے فرط مسرت میں آ کر فرمایا قومی الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ عائشہ! اٹھ اس خوشی میں کھڑی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرو تو انہوں نے ناگواری و ناز کے مابین عالم میں یہ جواب دیا واللہ لا اقوم الیہ ولا احمدہ ولا اباکم لقد سمعتم فلا انکرتم ولا غیرتم ولا احمد الا اللہ الذی انزل براءتی۔ میں آپ کی یا اپنے والدین کی اس معاملہ میں کیا تعریف کروں آپ لوگوں نے تو جو سنا اس پر نہ تو کچھ انکار کیا نہ اس کے ازالہ کی کوئی فکر کی۔ میں تو اپنے اس خدا عز وجل کی تعریف کروں گی جس نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔ (بخاری شریف)

امام بیہقیؒ نے حضرت عائشہؓ کے ان کلمات ناز کے متعلق جو جواب حضرت عبد اللہ بن المبارک سے باسناد نقل کیا ہے وہ ٹھیک یہی ہے جو اس وقت آپ کے سامنے لسان نبوت سے موجود ہے یعنی تعریف در اصل ایک حق سبحانہ تعالیٰ کا ہی حق ہے اس پر دن از قیاس و گمان انعام پر حضرت عائشہؓ کی زبان سے تعریف کا کلمہ بیساختہ اسی ذات کے لئے نکلا جو درحقیقت تعریف کی مستحق تھی اور اس وقت انہیں اس میں کسی کیلئے شرکت کی گنجائش نظر نہ آئی۔ (کتاب الرد علی البکری)

اس سلسلہ میں حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک بلیغ تحقیق ذکر فرمائی ہے اس کا ملحوظ خاطر رکھنا ایمان و کفر میں امتیاز کا ایک اہم ترین نکتہ ہے۔ رسول کی تعظیم اور خدا کی توحید دونوں اسلامی رکن ہیں مگر یہاں بھی نافہموں نے ایک عارضی کشمکش پیدا کر دی ہے بعض موحدین تو یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک رسول کی شان رفیع میں گستاخانہ کلمات منہ سے نہ نکالے جائیں اس وقت تک گویا خدائے تعالیٰ کی توحید کا حق ادا ہی نہیں ہوتا اور محبت رسول کے مقام کے دم بھرنے والے بعض جاہل یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ

Marfat.com

أَتُوبُ إِلَيْكَ وَلَا أَتُوبُ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَفَ الْحَقَّ لِأَهْلِهٖ۔

(رواہ احمد کما فی الرحمۃ المھداۃ ورواہ ابو عبید فی الاموال عن عبدالرحمن بن مھدی عن سلام)

حاضر کیا گیا۔ اس نے کہا اے اللہ میں تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے تو بہ جس کا حق تھا اس کو پہچان لیا۔ (مسند احمد)

توحید خداوندی کی زیادہ توضیح کرنے سے بھی رسول کی عظمت شان کو گویا ٹھیس لگتی ہے وہ اگر اپنی زبان سے ایک مرتبہ یا اللہ کہدیتے ہیں تو جب تک سو مرتبہ یا رسول اللہ نہیں کہہ لیتے ان کو چین نہیں پڑتا۔ حتی کہ بعض مزارات پر جا کر دیکھو تو تم کو محسوس ہوگا کہ اس فضاء میں جہاں کبھی صرف ایک اللہ ہی کا نام پاک گونجا کرتا تھا آج یا اللہ کہنا سب سے بڑا کفر بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کی راہیں ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے یہاں بہت بسیط بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تعظیم کے مواضع کیا ہیں اور تنقیص کے مواضع کیا اور اس کی بڑی تفصیل کی ہے۔ بعض مرتبہ نیت کے بدل جانے سے کلمۂ تنقیص تنقیص نہیں رہتا جیسے "راعنا" یہود جب اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے تو چونکہ ان کی نیت فاسد ہوتی تھی اس لئے ان کی زبان سے یہ کلمہ تنقیص تھا لیکن چونکہ مسلمانوں کی یہ نیت نہ تھی اس لئے ان کی زبان سے یہی کلمہ لغوی تنقیص کا موجب بھی نہ تھا۔ یہ دوسری بات تھی کہ یہود چونکہ اس کو غلط طور پر استعمال کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو بھی اس کے استعمال سے روک دیا گیا تھا۔

اسی طرح جب کہ گفتگو سیاق توحید میں ہو تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی خصوصیات کو خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے سلب کرنا موجب کسر شان شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ بلند بارگاہ ہے کہ جہاں وہ ہو وہاں کوئی نہیں اس لئے اس کی ذاتی خصوصیات سلب کرنے میں کسی کی کوئی کسر شان نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ رسول گناہوں کی مغفرت نہیں کرتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گناہوں کی مغفرت کر سکتی ہے۔ (ہاں رسول مغفرت کی سفارش کر سکتا ہے اور حق تعالیٰ کی بلند بارگاہ میں رسول کی سفارش کبھی خالی نہیں جاتی۔) تو اس میں رسول کی کوئی کسر شان نہ ہوگی۔ کیونکہ یہاں جس صفت کو رسول کی ذات سے سلب کیا گیا ہے درحقیقت وہ اس کے لئے ثابت ہی نہیں تھی وہ خاص خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔

ہاں بے حاجت ان صفات کی نفی کا مشغلہ لگائے رکھنا بھی سوء ادب گستاخی اور انتہا درجہ خطرناک ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصاریٰ نے خدا بنایا تو ان کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کرنی عین حکمت ہے۔ لیکن جن انبیاء علیہم السلام کے حق میں نہ کسی کا اس قسم کا عقیدہ ہوا نہ اس کا اندیشہ تو ان کے حق میں اس قسم کی عبارتیں توہین کی حد میں بھی داخل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں جو اسلوب بیان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں اختیار کیا ہے وہ اور رسولوں کے لئے اختیار نہیں کیا حالانکہ جب متکلم خود اللہ تعالیٰ ہو اور معاملہ رسولوں کا آجائے تو وہاں توہین کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا پس بے وجہ رسولوں کی ذات سے خدائی صفات کی نفی کا مشغلہ بھی توحید کا اقتضاء نہیں اور نہ توحید کو گندہ کرنا رسول کی کوئی عظمت کی بات ہے۔

(کتاب الرد علی البکری)

Marfat.com

(۷۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ ثَلَاثَۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَبْرَصَ وَاَقْرَعَ وَاَعْمٰی فَاَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْتَلِیَهُمْ فَبَعَثَ اِلَیْهِمْ مَلَکًا فَاَتَی الْاَبْرَصَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَّجِلْدٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّی الَّذِیْ قَدْ قَذَّرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَہٗ فَذَهَبَ عَنْہُ قَذَرُہٗ وَاُعْطِیَ لَوْنًا حَسَنًا وَّجِلْدًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْاِبِلُ اَوِ الْبَقَرُ شَکَّ اِسْحٰقُ اِلَّا اَنَّ الْاَبْرَصَ وَالْاَقْرَعَ قَالَ اَحَدُهُمَا الْاِبِلُ وَقَالَ الْاٰخَرُ الْبَقَرُ قَالَ فَاُعْطِیَ نَاقَۃً عُشَرَآءَ فَقَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَقْرَعَ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ شَعْرٌ حَسَنٌ وَّیَذْهَبُ عَنِّیْ هٰذَا الَّذِیْ قَدْ قَذَّرَنِی النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَہٗ فَذَهَبَ عَنْہُ قَالَ وَاُعْطِیَ شَعْرًا حَسَنًا قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْبَقَرُ فَاُعْطِیَ بَقَرَۃً حَامِلًا قَالَ بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیْهَا قَالَ فَاَتَی الْاَعْمٰی فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ اَنْ یَّرُدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ بَصَرِیْ فَاُبْصِرَ بِہِ النَّاسَ قَالَ فَمَسَحَہٗ

(۷۱۹) ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک مبروص، ایک گنجا اور ایک اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کا ارادہ فرمایا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ پہلے وہ مبروص کے پاس گیا اور اس نے پوچھا کہئے! آپ کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے اس نے کہا خوبصورت رنگت اور خوبصورت کھال اور یہ بات کہ جس بد نما رنگ کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں یہ جاتا رہے۔ فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بدنمائی ختم ہوگئی اس کا رنگ اور کھال دونوں خوشنما ہوگئے۔ اس کے بعد پوچھا کہئے آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے اونٹ بتائے یا گائے۔ راوی حدیث اسحٰق کو اس بارے میں شک ہے لیکن یہ یقینی ہے کہ ابرص اور گنجے میں ایک نے اونٹ بتائے تھے تو دوسرے نے گائے۔ غرض اس کو ایک ایسی اونٹنی مل گئی جس کے حمل کی دس ماہ کی مدت پوری ہوگئی تھی اور وہ بیانے والی تھی اس کے بعد اس فرشتے نے یہ دعا دی۔ جائیے اللہ تعالیٰ آپ کی اونٹنی میں برکت دے۔ اس کے بعد وہ گنجے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا آپ کو کیا چیز سب سے زیادہ پیاری ہے اس نے کہا خوبصورت بال اور یہ بات کہ جس بیماری کی وجہ سے لوگ مجھے گندہ سمجھتے ہیں یہ بیماری جاتی رہے۔ اس نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ساری بیماری جاتی رہی اور اس کے بال نہایت خوبصورت ہوگئے۔ اس کے بعد پوچھا کہئے آپ کو مال کونسا پسند ہے اس نے کہا گائے، اسے بھی ایک حاملہ گائے مل گئی۔ فرشتے نے اس کو بھی دعا دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی

Marfat.com

فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِدًا فَأُنْتِجَ
هٰذَانِ وَوَلَّدَ هٰذَا فَكَانَ لِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْإِبِلِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهٰذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ
قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ قَدِ انْقَطَعَتْ بِيَ
الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ
وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ وَالْمَالَ بَعِيرًا أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي فَقَالَ الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ فَقَالَ إِنَّهُ كَأَنِّي
أَعْرِفُكَ أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَصَ يَقْذَرُكَ النَّاسُ فَقِيرًا فَأَعْطَاكَ اللّٰهُ مَالًا فَقَالَ إِنَّمَا وَرِثْتُ هٰذَا
الْمَالَ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ. قَالَ فَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي
صُورَتِهِ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهٰذَا وَرَدَّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدَّ عَلَى هٰذَا فَقَالَ إِنْ كُنْتَ كَاذِبًا
فَصَيَّرَكَ اللّٰهُ إِلَى مَا كُنْتَ. قَالَ وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِسْكِينٌ

گائے میں برکت دے۔ اس کے بعد نابینا کے پاس آیا اور اس سے بھی پوچھا، کہئے صاحب آپ کو سب سے زیادہ کیا بات پسند ہے اس نے کہا، یہ کہ اللہ تعالیٰ میری بینائی پھر سے لوٹا دے اور میں لوگوں کو دیکھنے لگوں، فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اس کی بینائی لوٹ آئی اس کے بعد پوچھا آپ کو کونسا مال مرغوب ہے وہ بولا بکریاں اسے بھی ایک جننے والی تیار بکری مل گئی کچھ دنوں بعد ہی وہ اونٹنی اور گائے بیا گئیں اور اس بکری کے بھی بچہ پیدا ہو گیا (اور ایسی برکت ہوئی) کہ ابرص کے پاس ایک وادی بھر کے اونٹ ہو گئے اور گنجے کے پاس ایک وادی بھر کر گائیں اور اس نابینا کے پاس بھی ایک وادی بھر کر بکریاں ہو گئیں۔ اس کے بعد وہی فرشتہ اپنی اسی شکل میں مبروص کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین ہوں سفر کی حالت میں جتنے اسباب و ذرائع تھے سب ختم ہو چکے ہیں اب منزل مقصود تک رسائی کا ذریعہ کوئی نہیں رہا، سوائے اللہ تعالیٰ کے یا پھر بظاہر اسباب آپ کی ذات کے۔ میں آپ سے اس خدا کا واسطہ دیکر ایک اونٹ مانگتا ہوں جس نے آپ کو یہ خوشنما رنگ اور یہ خوشنما کھال مرحمت فرمائی۔ اس نے کہا میری ذمہ داریاں بہت ہیں اس نے کہا مجھے کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا بھی ہوں۔ کہئے کیا آپ مبروص نہ تھے لوگ آپ سے نفرت کرتے تھے محتاج تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سارا مال و دولت بخشا اس نے کہا یہ مال تو میرے باپ دادے سے مجھے وراثت میں پہنچا ہے۔ اس نے کہا بہت اچھا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو پھر ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی پہلی ہی شکل میں گنجے کے پاس پہنچا اور وہی سوال اس سے بھی کیا اس نے بھی وہی جواب دیا اس پر فرشتے نے کہا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ

وَابْنُ سَبِيلٍ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا بِاللّٰهِ ثُمَّ بِكَ أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدَّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ أَعْمٰى فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ فَوَاللّٰهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ لِلّٰهِ فَقَالَ أَمْسِكْ مَالَكَ فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلٰى صَاحِبَيْكَ۔ (متفق علیہ)

(۷۲۰) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ رَأَى فِي النَّوْمِ أَنَّهُ لَقِيَ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَقَالَ نِعْمَ الْقَوْمُ أَنْتُمْ لَوْلَا أَنَّكُمْ تُشْرِكُونَ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ أَمَا وَاللّٰهِ إِنْ كُنْتُ لَأَعْرِفُهَا لَكُمْ قُولُوا مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شَاءَ مُحَمَّدٌ (رواہ ابن ماجہ ورواہ احمد والطیالسی بتغیر یسیر کما فی ترجمان السنہ ص۱۶)

تجھکو ایسا ہی کردے جیسا تو پہلے تھا اس کے بعد وہ اپنی اسی صورت میں نابینا کے پاس پہنچا اور بولا میں ایک مسکین مسافر ہوں سفر کی حالت میں میرا کوئی وسیلہ باقی نہیں رہا۔ اب بجز اللہ تعالیٰ کے منزلِ مقصود تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا یا بظاہر اسباب پھر آپ کی ذات ہے۔ میں اس خدا کا واسطہ دے کر جس نے آپ کو بینائی عطا کی ایک بکری کا سوال کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے اپنے اس سفر کی ضروریات پوری کرلوں اس نے کہا بیشک میں نابینا تھا اور بیشک اللہ ہی نے مجھے پھر سے بینائی بخشی، جا تو ان بکریوں میں سے جتنی چاہے لے لے اور جتنی چاہے چھوڑ دے آج جتنی بکریاں تو اللہ کے نام کی لے لیگا میں تجھے بلا کسی مشقت کے بڑی خوشی سے دیدوں گا فرشتے نے کہا جا اپنی بکریاں اپنے پاس رکھ اصل واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف تمہارا امتحان منظور تھا تجھ سے تو خدائے تعالیٰ راضی ہوگیا اور تیرے ساتھ دو شخص اور تھے ان سے ناراض ہوگیا۔ (متفق علیہ)

(۷۲۰) حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسلمانوں میں سے خواب میں دیکھا کہ کسی اہل کتاب سے اس کی ملاقات ہوئی اس نے کہا تم لوگ بہت اچھے تھے اگر کہیں تم شرک نہ کرتے تم یوں کہتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے چاہا اور جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا (وہ ہوا) اس خواب کا ذکر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیا آپ نے فرمایا بخدا تمہاری اس فروگذاشت کو میں بھی محسوس کر رہا تھا لہذا آئندہ اب میرا تذکرہ (ایسی عبارت کے ساتھ کیا کرو جس میں لفظی شرکت کا بھی ابہام نہ رہے) اور وشاء محمد کی بجائے ثم شاء محمد کہا کرو۔ (ابن ماجہ)

(۷۱۹) اس حدیث میں فرشتے کی زبان سے وہی عظمت وادب سے بھرا ہوا کلمہ نکلا ہے جو پہلی حدیث میں آپ کو بتایا گیا تھا یعنی اس نے بے انتہا خوشامد کے موقعہ پر بھی اللہ کے نام کے ساتھ کسی کی ایسی مساوات برداشت نہ کی اور یہی کہا کہ میری اصل مشکل کشا تو اس کی ذات ہے ان ظاہری اسباب میں آپ کا سہارا بھی ہے۔

Marfat.com

(۷۲۱) عَنْ قُتَيْلَةَ اِمْرَاءَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ اَنَّ يَهُوْدِيًّا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّكُمْ تُنَدِّدُوْنَ وَاِنَّكُمْ تُشْرِكُوْنَ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشِئْتَ وَتَقُوْلُوْنَ وَالْكَعْبَةِ فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادُوْا اَنْ يَّحْلِفُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ وَيَقُوْلُ اَحَدُ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ شِئْتَ رواه النسائی ۱۹۵ واخرجه ابن سعد البسط من هذا كما فی الدر المنثور ۳۴ تحت قوله تعالی فلا تجعلوا لله اندادا.

(۷۲۲) عَنْ طُفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ اَنَّهُ رَاٰى فِيْمَا يَرَى النَّائِمُ كَاَنَّهُ مَرَّ بِرَهْطٍ مِنَ الْيَهُوْدِ فَقَالَ اَنْتُمْ نِعْمَ الْقَوْمُ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّ عُزَيْرًا ابْنُ اللّٰهِ فَقَالُوْا وَاَنْتُمْ نِعْمَ الْقَوْمُ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ مَرَّ بِرَهْطٍ مِنَ النَّصَارٰى فَقَالَ اَنْتُمْ نِعْمَ الْقَوْمُ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ قَالُوْا وَاَنْتُمْ نِعْمَ الْقَوْمُ لَوْلَا اَنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ مَاشَاءَ اللّٰهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ فَلَمَّا اَصْبَحَ اَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَطَبَ فَقَالَ اِنَّ طُفَيْلًا رَاٰى رُؤْيَا وَاِنَّكُمْ تَقُوْلُوْنَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ فَلَا تَقُوْلُوْهَا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

(۷۲۱) قبیلہ جہنیہ کی ایک بی بی مسماۃ قتیلہ بیان کرتی ہیں کہ ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا تم خدا تعالیٰ کا ہمسر تجویز کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو، ایک تو تم یوں کہتے ہو ماشاء اللہ وشئت (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشیت اور اللہ کی مشیت کو برابر برابر ذکر کرتے ہو) اور دوسرے کعبہ کی قسم کھاتے ہو (حالانکہ کعبہ مخلوق ہے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیدیا کہ آئندہ جب قسم کھانے کا ارادہ کریں تو رب کعبہ کی قسم کھایا کریں اور آپ کی مشیت کا تذکرہ خدا کی مشیت کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ کیا کریں بلکہ خدا کی مشیت کے بعد اس کا ذکر دوم نمبر میں کریں (نسائی)

(۷۲۲) طفیل بن سنجرہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک خواب میں دیکھا کہ ان کا ایک یہود کی جماعت کے پاس سے گذر ہوا انھوں نے اس سے کہا اگر تم لوگ حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ سمجھتے تو کیا اچھے لوگ ہوتے وہ بولے اگر تم مسلمان بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مشیت کا ایک ساتھ ذکر نہ کیا کرتے تو تم بھی بہت اچھے لوگ ہوتے۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس خواب کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔ اس پر آپ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ طفیل نے ایک خواب دیکھا ہے تم ایک ناموزوں کلمہ کہا کرتے ہو مجھے تم کو اس سے روکنے میں ذرا لحاظ مانع آتا رہا، اب آئندہ یہ کلمہ نہ کہا کرو بلکہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی مشیت کا ذکر

Marfat.com

لا شریک لہ۔ اخرجہ احمد وابن ماجۃ والبیہقی کما فی الدر المنثور۔ ص٣٥

الجمع بین اللہ ورسولہ فی ضمیر واحد یخالف الادب الاسلامی

(٧٢٣) عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ اَنَّ خَطِیْبًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَقَالَ قُمْ اَوْ قَالَ اِذْھَبْ بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ (رواہ ابوداؤد کتاب الادب کتاب الجمعہ) وفی روایۃ المسلم ومن یعصہما فقد غوی فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بئس الخطیب انت قل ومن یعص اللہ ورسولہ۔

کیا کرو، جس کا کوئی شریک نہیں۔ (احمد۔ ابن ماجہ۔ بیہقی)

خدا اور اس کے رسول کو ایک ضمیر میں جمع کرنا اسلامی ادب کے خلاف ہے

(٧٢٣) عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ ایک خطیب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ دیا اور اثنائِ خطبہ میں یوں کہا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ راہِ راست پر رہا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی۔ . . اس پر آپ نے فرمایا کھڑا ہو جا یا چلا جا (راوی کو اصل لفظ میں شک ہے) تو نالائق خطیب ہے۔ (ابوداؤد) مسلم کی روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ خطیب نے یوں کہا کہ جو ان دونوں کی نافرمانی کرے وہ یقیناً گمراہ ہو گیا اس پر آپ نے فرمایا تو نالائق خطیب ہے تجھے یوں کہنا چاہئے تھا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔

---

(٧٢٣) یعنی لائق خطیب وہ ہے کہ جب وہ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت اور معصیت کا ذکر کرے تو دونوں کے ناموں کو بھی علیحدہ علیحدہ ذکر کرے صرف ایک ضمیر میں جمع نہ کرے۔ یہاں اس خطیب نے اطاعت کے ذیل میں تو خدا اور رسول کا نام علیحدہ علیحدہ ذکر کیا تھا لیکن جب ان کی نافرمانی کے ذکر پر پہنچا تو اس نے ان کو ایک ہی ضمیر میں جوڑ دیا اس میں ایک قسم کی مساوات کی بو آتی ہے۔ اسلام کی توحید اتنی سی مساوات کی بھی روادار نہیں۔ کبھی قائل اور کبھی مخاطبین کے حالات کے لحاظ سے ذرا سی فروگذاشت اہمیت اختیار کر لیتی ہے جب تک کسی نوخیز قوم کے قلب و زبان میں خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول کی عظمت کا امتیاز پورے طور پر قائم نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی معمولی فروگذاشت پر بھی سخت الفاظ میں ٹوکنا ضروری ہوتا ہے ہاں جب توحید کا نقش اپنی اصل صورت پر قائم ہو جائے تو اب ضمیر کی شرکت قابلِ اغماض ہو سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں امام طحاوی کا جواب بہت لطیف تھا مگر وہ ابوداؤد کے الفاظ میں تو چل سکتا ہے صحیح مسلم کے ایک لفظ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اس لئے ہم نے اس کو اختیار نہیں کیا۔

Marfat.com

نهي المولى عن قوله في غلامه عبدي

(۷۲۴) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبْدِي وَأَمَتِي كُلُّكُمْ عَبِيدُ اللّٰهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللّٰهِ وَلٰكِنْ لِيَقُلْ غُلَامِي وَجَارِيَتِي وَفَتَايَ وَفَتَاتِي وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّي وَلٰكِنْ لِيَقُلْ سَيِّدِي وَفِي رِوَايَةٍ وَلَا يَقُلِ الْعَبْدُ لِسَيِّدِهِ مَوْلَايَ فَإِنَّ مَوْلَاكُمُ اللّٰهُ۔ (رواه مسلم وهو عند البخاري وابي داؤد وغيرهما ايضا)

(۷۲۵) عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ أَبِي فَرَأَى

آقا کو اپنے غلام کو عبد کہنے کی ممانعت

(۷۲۴) ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی شخص یوں نہ بولا کرے "میرا بندہ" "میری باندی" کیونکہ تم میں جتنے مرد ہیں درحقیقت وہ سب عبد خدا کے ہیں اسی طرح جتنی عورتیں ہیں۔ وہ باندیاں اسی کی ہیں ہاں اس کے بجائے "میرا غلام" اور "میری لونڈی" کا لفظ بول سکتے ہو اسی طرح کسی غلام کو اپنے آقا کے حق میں رب کا لفظ استعمال نہ کرنا چاہیئے ہاں سردار اور آقا کہہ سکتا ہے۔ ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ غلام کو اپنے آقا کو میرا مولیٰ نہ کہنا چاہیئے کیونکہ تم سب کا مولیٰ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ (مسلم شریف)

(۷۲۵) ابورمثہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(۷۲۴) یہ حدیث بھی عقائد کے باب کی حدیث نہیں صرف ادب و تہذیب کے باب کی حدیث ہے یہاں بھی مقصود یہ ہے کہ عبدیت کی جو نسبت بڑی پرمعنی ہے اس کو محل و بے محل استعمال کر کرکے بے معنی نہ بنا دینا چاہیئے وہ حقیقی طور پر ایک ہی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس لئے اس کا استعمال بھی اسی کے ساتھ قائم رہنا چاہیئے گو مجازی طور پر اس میں شرکت کی گنجائش بھی مگر چونکہ اس میں اصل حقیقت سے غفلت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اس لئے اس مجاز و استعارہ سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے۔ فیض الباری شرح صحیح بخاری میں ہم نے اس حدیث کی اور زیادہ تشریح کی ہے۔

(۷۲۵) مہر نبوت پر مرض کے اس گمان کرنے والے کے جواب میں کسی ادنیٰ ناگواری کے بجائے آپ نے اس سے ایسے بصیرت افروز کلمات فرمائے کہ خود اس طبیب کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گیا کہ انسانی ہی خواہی کی حد بہت سے بہت ظاہری ہمدردی اور رفاقت تک ہو سکتی ہے اس لئے اس کی حیثیت بھی ایک رفیق کی حیثیت سے زیادہ نہیں ہو سکتی شفاء و مرض کا اصل رشتہ خدا تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے اس لئے طبیب کا اصل لقب پانے کیلئے اسی کی ذات پاک موزوں ہے وہ بھلا طبیب ہونے کا کیا دعویٰ کر سکتا ہے جس کو مرض اور صحیح شفاء کے درمیان بھی تمیز نہ ہو۔
عرفی نظر میں گو کسی انسان کو طبیب کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن آپ نے تنبیہ فرمائی کہ ایک مومن کے قلب میں

Marfat.com

الَّتِیْ بِظَهْرِهٖ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اُعَالِجُهَا فَاِنِّیْ طَبِیْبٌ قَالَ اَنْتَ رَفِیْقٌ وَاللّٰهُ الطَّبِیْبُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ رَاَیْتُ عَلٰی کَتِفِهٖ مِثْلَ التُّفَّاحَۃِ قَالَ اَبِیْ اِنِّیْ طَبِیْبٌ اَلَا اُطِبُّهَا لَكَ

حاضر ہوا انھوں نے آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے تو میں اس کا علاج کر دوں کیونکہ میں طبیب ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم تو رفیق ہو، طبیب حقیقی تو دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دوسری روایت میں یہ مضمون اس طرح مذکور ہے کہ میں نے آپ کے بازو مبارک کی جانب سیب کی طرح ابھری ہوئی ایک چیز دیکھی (یعنی مہر نبوت) تو میرے والد نے عرض کیا میں طبیب ہوں ارشاد ہو

توحید کا نقش ایسا گہرا ہونا چاہئے کہ اس کی نظر میں ایک قابل سے قابل طبیب کی حیثیت بھی ایک ضعف رفیق کی رہ جائے اور طبیب کا لقب صرف اس ذات کے ساتھ مخصوص نظر آئے جو شفاء و مرض کا سر رشتہ ہے۔

طبیب و رفیق کا یہ فرق صرف وقتی اور لفظی نہ تھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص صحابہ کی رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گیا تھا کہ جب ان میں کسی سے بیماری میں طبیب کی طرف مراجعت کیلئے کہا جاتا تو تمام طبیبوں سے بے نیاز ہو کر وہ صرف ایک طبیب حقیقی ہی کو یاد کرتا۔ چنانچہ شمس الائمہ کردری امام اعظمؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں کہ جب صدیق اکبرؓ کی علالت میں کسی طبیب کے بلانے کے لئے ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ فرما کر روک دیا کہ الطبیب امرضنی (مناقب الامام الاعظمؒ) طبیب (حقیقی) ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے حافظ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کی حسب ذیل تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

واخرج ابن سعد وابن ابی الدنیا عن ابی السفر قال دخلوا علی ابی بکر فی مرضہ فقالوا یا خلیفۃ رسول اللہ الا ندعولک طبیبا ینظر الیک قال قد نظر الی فقالوا ما قال لک قال انی فعال لما یرید۔ (تاریخ الخلفاء ص۹۰)

ابن سعد و ابن ابی الدنیا نے ابو السفر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی دوران علالت میں صحابہ کرام ان کی عیادت کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کیا اے خدا کے رسول کے خلیفہ! ارشاد ہو تو ہم کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھا دیں آپ نے فرمایا نہیں، طبیب (حقیقی) مجھے دیکھ چکا ہے انھوں نے پوچھا تو پھر اس نے دیکھ کر کیا کہا۔ فرمایا یہ کہا ہے کہ جو ارادہ ہم کر لیتے ہیں پھر وہی کر کے رہتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کا نقل کیا ہے۔

وقد شھد ابن مسعود بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مواقف کثیرۃ منھا الیرموک وغیرھا وکان قدم من العراق حاجا فمر بالربذۃ فشھد وفاۃ ابی ذر ودفنہ ثم قدم الی المدینۃ فمرض بھا فجاءہ عثمان عائدا فیروی انہ قال لہ ما تشتکی قال ذنوبی قال فما تشتھی قال رحمۃ ربی قال الا امر لک بطبیب فقال الطبیب امرضنی فقال الا امر لک بعطائک وکان قد ترکہ سنتین فقال لا حاجۃ لی فیہ فقال یکون لبناتک بعدک قال اتخشی علی بناتی الفقر انی امرت بناتی ان یقرأن کل لیلۃ سورۃ الواقعۃ وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من قرأ الواقعۃ کل لیلۃ لم تصبہ فاقۃ ابدا۔ (البدایۃ والنہایۃ ج۷)

Marfat.com

فَقَالَ طَبِيبُهَا الَّذِي خَلَقَهَا۔ (رواہ احمد واخرجہ صاحب المشکوۃ فی باب القصاص)

النہی عن التسمیۃ بملک الاملاک

(۷۲۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْنَى الْأَسْمَاءِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ اللهِ رَجُلٌ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ۔ رواہ البخاری فی روایۃ مسلم قَالَ أَغْيَظُ

میں اس کا علاج کردوں آپ نے فرمایا اس کا طبیب تو وہی ہے جس نے اس کو پیدا فرمایا ہے۔ (احمد)

شہنشاہ نام رکھنے کی ممانعت

(۷۲۶) ابوہریرۃ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ شرم وہ شخص ہوگا جس کا نام ملک الاملاک ہو (شہنشاہ) (بخاری شریف) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں آتا ہے قیامت میں جس شخص پر اللہ تعالیٰ کو سخت غصہ آئے گا اور وہ سب سے

حضرت ابن مسعودؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بہت سے غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان میں سے ایک غزوۂ یرموک بھی تھا۔ یہ حج کرکے عراق سے واپس آرہے تھے جب مقام ربذہ پر گذرے تو ان کو معلوم ہوا کہ ابوذرؓ اس جہانِ فانی سے گذر گئے ہیں) یہاں کی وفات میں شریک ہوئے اور ان کو دفن کرنے پھر مدینہ طیبہ آئے اور یہاں آکر بیمار پڑ گئے۔ حضرت عثمان غنیؓ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے ان سے پوچھا آپ کو کیا تکلیف ہے فرمایا اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا اپنے پروردگار کی رحمت حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کیلئے کسی طبیب کو نہ بلالیں انھوں نے جواب دیا کہ طبیب ہی نے تو مجھے بیمار ڈالا ہے پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ کا وظیفہ نہ جاری کردوں یہ دو سال سے سرکاری وظیفہ چھوڑ چکے تھے فرمایا مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے حضرت عثمانؓ نے فرمایا تو آپ کی لڑکیوں کے کام آجائے گا۔ فرمایا کیا آپ کو میری لڑکیوں کے متعلق احتیاج کا خطرہ ہے (سن لیجئے) میں ان سے تاکید کرچکا ہوں کہ وہ ہر شب سورۃ الواقعہ پڑھ لیا کریں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جو ہر شب سورۃ الواقعہ پڑھتا رہے گا اس کو کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ)

ان اولوالعزم اور مقدس ہستیوں کے بعد جب امت کے دوسرے جانثاروں کا دور شروع ہوا تو انھوں نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں دنیا کے تمام طبیبوں سے بے نیاز ہو کر طبیبِ حقیقی ہی کو ان الفاظ میں یاد کیا ہے

اے طبیب جملہ علتہائے ما ⁂ اے تو افلاطون و جالینوس ما

یہ تمام تاثرات جواب تک آپ نے ملاحظہ فرمائے قرآن کی اس ایک آیت کی تفسیر ہیں۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ (جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے۔

(۷۲۶) ہمارے دور میں اسماء میں کوئی تاثیر ہی نہیں سمجھی جاتی مگر شریعت یہ کہتی ہے کہ ان کو بھی نفس کی اصلاح و تخریب

Marfat.com

رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَخْبَثُہٗ رَجُلٌ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکَ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ۔

النھی عن التکنی بابی الحکم

(۲۷) عَنْ شُرَیْحِ بْنِ ھَانِئٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّہٗ لَمَّا وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِہٖ سَمِعَھُمْ یُکَنُّوْنَہٗ بِاَبِی الْحَکَمِ فَدَعَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَکَمُ وَاِلَیْہِ الْحُکْمُ فَلِمَ تُکَنّٰی اَبَا الْحَکَمِ قَالَ اِنَّ قَوْمِیْ اِذَا اخْتَلَفُوْا فِیْ شَیْءٍ اَتَوْنِیْ فَحَکَمْتُ بَیْنَھُمْ فَرَضِیَ کِلَا الْفَرِیْقَیْنِ بِحُکْمِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْسَنَ ھٰذَا

بدتر ہوگا وہ شخص جس کا نام شاہانِ شاہ رکھا جائے۔ حالانکہ دراصل شاہی صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

ابوالحکم کنیت رکھنے کی ممانعت

(۲۷) شریح بن ہانی اپنے والد بزرگوار سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ اپنی قوم کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سنا کہ وہ لوگ ان کو ابوالحکم کی کنیت سے بلاتے تھے آپ نے ان کو بلایا اور فرمایا (دیکھو) الحکم تو اللہ کا نام ہے اور اس لئے ہے کہ تمام جہان کا مقدمہ فیصلہ کرنے والا وہی ہوگا۔ تم کیوں تمہاری کنیت ابوالحکم کیسے پڑی انہوں نے عرض کیا کہ قصہ یہ ہے کہ میری قوم کے لوگ جب کبھی کسی معاملہ میں اپنا جھگڑا لے کر میرے پاس آجاتے تو میں ان کے باہم ایسا فیصلہ کردیتا کہ دونوں فریق اس سے خوش ہوجاتے (اس لئے میری کنیت ابوالحکم پڑگئی) آپ نے فرمایا یہ بات تو

بہت بڑا دخل ہے انسان کو ایسے نام رکھنے چاہئیں جو اس کے ضعف و نقصان پر شاہد رہیں تاں کے ہر وقت استعمال سے ہر وقت آپ کے نفس پر نقص درنقص ہونے کا اثر پڑتا رہے اس کے برخلاف ایسے اسماء جو کمالات میں بھی اعلیٰ سے اعلیٰ کمال کے معنی پر مشتمل ہوں اس کے لئے موزوں نہیں کیونکہ پہلے تو وہ اس کی نفس ہستی کا صحیح تعارف نہیں بن سکتے پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ خالق کے اسماء مبارکہ کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں ایک ذلیل مخلوق کے لئے یہ کتنا نامناسب ہے کہ وہ اس عزیز و جبار ہستی کے ناموں میں اپنا حصہ جمائے جو اس کی خالق ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو اسماء خالق کے لئے معروف ہوچکے ہیں ان کا استعمال مخلوقات کے دائرہ میں ممنوع ہے اور اسی طرح جو اسماء مخلوق کے دائرہ میں معروف ہوچکے ہیں ان کا اطلاق بارگاہِ بے نیاز میں ممنوع ہے۔ یہاں صرف لغوی صلاحیت کافی نہیں کچھ ادب بھی ملحوظ رہنا چاہئے اور اس طرح مخلوق و خالق کے مابین جہاں ذاتی اور صفاتی شرکت نہیں وہاں اسمی شرکت بھی ختم ہوجانی چاہئے۔

Marfat.com

فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ قَالَ لِي شُرَيْحٌ وَمُسْلِمٌ وَعَبْدُ اللّٰهِ قَالَ فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ قَالَ قُلْتُ شُرَيْحٌ قَالَ فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

ینبغی للمؤمن ان یجتنب رسوم الجاہلیۃ وان لم تکن کفرا

(۷۲۸) عَنِ الْمَعْرُوْرِ قَالَ لَقِيْتُ أَبَا ذَرٍّ بِالرَّبَذَةِ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ وَعَلَى غُلَامِهِ حُلَّةٌ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ إِنِّيْ سَابَبْتُ رَجُلًا فَعَيَّرْتُهُ بِأُمِّهِ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ إِنَّكَ امْرُءٌ فِيْكَ جَاهِلِيَّةٌ إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ

بہت اچھی ہے مگر اس پر بھی مخلوق کو اپنے خالق کے نام کی کنیت رکھنا بڑی نازیبا حرکت ہے) یہ بتاؤ کہ تمہارے کتنے بچے ہیں، بیبولے تین ہیں۔ شریح، مسلم، عبداللہ۔ آپ نے پوچھا ان میں سب سے بڑا کون ہے یہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا شریح۔ فرمایا اچھا جاؤ تو تمہاری کنیت ابو شریح ہے۔ (کہ یہ درست بھی ہے اور عرب کے دستور کے مطابق بھی) (ابوداؤد و نسائی)

مومن کو چاہئے کہ وہ زمانۂ کفر کی عادتوں سے دور رہے اگرچہ وہ کفر کی حد تک نہ ہوں

(۷۲۸) معرورؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوذرؓ سے مقام ربذہ میں ملاقات کی۔ وہ اور ان کا غلام ایک ہی قسم کا حُلّہ پہنے ہوئے تھے (حلہ ایسی چادر اور لنگی کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کی ہوں) میں نے ان سے اس یک رنگی کا سبب پوچھا، اس پر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے غلام کو کچھ سخت و سست کہا اور اس سلسلہ میں اس کو ماں کی عار دلائی (یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی) تو آپ نے فرمایا ابوذر! کیا تم نے اس کو اس کی ماں کی عار دلائی ہے ابھی تک تم میں جاہلیت کی خو بو باقی ہے تمہارے غلام در اصل تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے (صرف کفر کی پاداش میں) انھیں تمہارا زیردست بنا دیا ہے تو جس شخص کا

---

(۷۲۸) ابوذرؓ کے اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے کتاب الادب میں ذرا تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے اس میں اتنا اور مذکور ہے کان بینی وبین رجل کلام وکانت امہ اعجمیۃ فنلت منہا یعنی میرے اور ایک شخص کے درمیان کچھ تیز تیز باتیں ہو گئیں اس کی والدہ عجمی عورت تھی میں نے عرب کے خیال کے موافق اس کی نسبت کر از راہ تحقیر دار کیا اس پر آپ نے فرمایا انک امرؤ فیک جاہلیۃ ابوذرؓ تجھ میں ابھی تک وہی زمانہ جاہلیت کی خو چلی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا علی ساعتی ہذہ من کبر السن قال نعم۔ کیا اب تک جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا جی ہاں ابھی تک۔

ماں کی عار دلانا اگرچہ کفر تو نہیں مگر اسلامی اخلاق کی بات بھی نہیں۔ اسلام یہ تقاضا کرتا ہے کہ ایک مسلمان کو کفر و کفر

Marfat.com

أيديكم فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولا تكلفوهم
ما يغلبهم فإن كلفتموهم فأعينوهم (بخاري)

(۷۹) عن ثابت بن الضحاك قال نذر رجل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
أن ينحر إبلا ببوانة فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
هل كان فيها وثن من أوثان الجاهلية يعبد قالوا لا قال فهل كان فيها عيد من أعيادهم
قالوا لا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أوف بنذرك فإنه لا وفاء لنذر في معصية

بھائی اس کے قبضہ میں ہو اسے چاہیے کہ جو خود کھائے اس کو بھی کھلائے اور جو خود پہنے وہی اس کو بھی پہنائے (اس لئے میں نے وہی حلہ اس کو پہنایا ہے جو خود پہنا ہے) اور دیکھو اپنے غلاموں سے وہ کام نہ لو جو (ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور) انہیں عاجز کر دے اور اگر کوئی ایسا کام لو تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔ (بخاری شریف)

(۷۹) ثابت بن ضحاک روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ نذر کی تھی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ کی قربانی کرے گا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور اپنی نذر کا قصہ بیان کیا آپ نے پوچھا کیا اس مقام پر زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت رکھا تھا جس کی پوجا کی جاتی ہو؟ لوگوں نے کہا نہیں پھر آپ نے پوچھا اچھا وہاں کافر کوئی عید منایا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا تو جاؤ اپنی نذر ادا

عادات کفر سے بھی علیحدہ رہنا ہے۔ اسلام و کفر صرف اچھے یا برے عقائد ہی کا نام نہیں بلکہ ان عقائد کے ساتھ کچھ مخصوص اعمال و شعائر کا نام بھی ہے جو ان عقائد کے لازمی اثرات ہوتے ہیں مثلاً جس کے قلب و دماغ میں توحید کا نقش قائم ہو چکا ہے ضروری ہے کہ اس کے اعمال میں بھی اس نقش کے اثرات نمایاں ہوں وہ اپنی عبادات میں ایک ہی خدا کا تصور رکھے مصیبتوں میں اسی کو پکارے اسی کے سامنے عجز و انکسار کا سر جھکائے۔ اس کے برخلاف جس کا نفس نجاست کفر و شرک سے آلودہ ہو چکا ہے اس کے اعمال میں بھی اس آلودگی کے نشانات پائے جانے ضروری ہیں۔ حدیث مذکور کہتی ہے کہ وہ اسلام کچھ خوشنما اسلام نہیں جس کے ساتھ رسوم جاہلیت اور زمانہ کفر کی بدعادات بدستور قائم رہیں اب اسے چاہئے کہ ان تمام رسوم کو کلیۃً ترک کر دے اور کفر کا کوئی نشان لگا نہ رکھے۔ آپ نے یہاں ابوذر کو تنبیہ فرمائی کہ اب زمانۂ اسلام کے بعد کفر کے دور کی خامیاں تم پر زیب نہیں دیتیں۔

(۷۹) اس شخص نے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے قربانی کی نذر کی تھی مگر صرف اس لئے کہ عہد جاہلیت ابھی بہت قریب گذرا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ نذر اسلامی کی ادائیگی میں زمانہ جاہلیت کے ساتھ کوئی مشابہت پیدا ہو جائے اس لئے آپ نے تحقیق کے بغیر اس جگہ نذر اسلامی ادا کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اوقات مکروہہ میں نماز کی ممانعت بھی اسی مشابہت سے اجتناب پر مبنی ہے۔ حدیث کہتی ہے کہ کفار کی عبادت کا وقت ہوتا ہے لہٰذا تم اس وقت عبادت مت کرو۔ ایام حج میں کفار کا یہ دستور تھا کہ مزدلفہ سے طلوع آفتاب کے بعد روانہ ہوتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی مخالفت کرو

Marfat.com

اَشُوْ وَلَا فِیْمَا لَا یَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ رواہ ابوداؤد وروی رزین نحوہ قصتہ امرئۃ۔

(۷۳۰) عَنْ عَمْرِو بْنِ مَیْمُوْنٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ اِنَّ الْمُشْرِكِیْنَ كَانُوْا لَا یُفِیْضُوْنَ مِنْ جَمْعٍ حَتّٰی تَشْرُقَ عَلٰی ثَبِیْرٍ فَخَالَفَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَفَاضَ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔ (رواہ البخاری وغیرہ)

(۷۳۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ عُكَاظُ وَمَجَنَّةُ وَذُوالْمَجَازِ اَسْوَاقًا فِی الْجَاهِلِیَّةِ فَلَمَّا كَانَ الْاِسْلَامُ تَاَثَّمُوْا مِنَ التِّجَارَةِ فِیْهَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ فِیْ مَوَاسِمِ الْحَجِّ۔ قَرَاَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا۔ (رواہ البخاری)

کردو کیونکہ جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لئے ہو وہ پوری نہیں کرنی چاہئے اور نہ وہ جس کا ابن آدم خود مالک ہو۔ (ابوداؤد)

(۷۳۰) عمرو بن میمون کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا مشرکین مزدلفہ سے اس وقت تک واپس نہیں ہوتے تھے جب تک کہ آفتاب ثبیر پہاڑ پر چمکنے نہ لگتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کی مخالفت کی اور آپ آفتاب طلوع ہونے سے قبل مزدلفہ سے روانہ ہو گئے۔ (بخاری)

(۷۳۱) ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں عکاظ، مجنۃ اور ذوالمجاز میں بازار لگا کرتے تھے جب اسلام کا زمانہ آیا تو صحابہ نے ان بازاروں میں تجارت کرنا گناہ سمجھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔ (اگر تم ان بازاروں میں تجارت کرو) تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی حج کے ایام میں۔ ابن عباسؓ اس لفظ کو (بطور تفسیر) پڑھا کرتے تھے۔ (بخاری)

اور طلوع آفتاب سے قبل ہی روانہ ہو جایا کرو لیکن اس مخالفت کی حدود کہاں تک ہیں یہ بہت اہم مسئلہ ہے مخالفت محرف اور نامعقول امور میں کی جائے گی نہ کہ مشروع اور معقول باتوں میں بھی۔

(۷۳۱) زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ حج کے موسم میں مقام عکاظ میں ایک بازار یکم ذیقعدہ کو لگتا۔ بیس دن کے بعد پھر یکم ذی الحجہ تک وہ بازار مقام مجنہ میں لگتا اس کے بعد ۸ ذی الحجہ تک ذوالمجاز میں لگتا اس کے بعد لوگ منیٰ جایا کرتے تھے۔ ان بازاروں میں عرب اپنے آباء و اجداد کے مفاخر بیان کیا کرتے تھے اس لئے یہ بازار زمانۂ کفر کی ایک یادگار بن گئے تھے۔

قسطلانی لکھتے ہیں کہ یہ بازار خوارج کے زمانہ تک لگتے رہے۔ ۱۲۹ھ میں سب سے پہلے عکاظ کا بازار اکھڑا پھر مجنہ کا بازار اکھڑا اور آخر میں ذوالمجاز کا بازار بھی اکھڑ گیا۔

جب اسلام کا دور آیا تو ایام حج میں پھر ان ہی بازاروں میں تجارت کرنا صحابہ کو تشبہ بالکفار معلوم ہونے لگا۔ قرآن کریم نے یہ فیصلہ کیا کہ تجارت ایک معاشی چیز ہے عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے یہاں اپنے معاش کا سامان کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں اور نہ تشبہ کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق ہے۔

Marfat.com

(۷۳۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ عَلَى امْرَأَةٍ مِنْ أَحْمَسَ يُقَالُ لَهَا زَيْنَبُ فَرَآهَا لَا تَكَلَّمُ قَالُوْا حَجَّتْ مُصْمِتَةً فَقَالَ لَهَا تَكَلَّمِيْ فَإِنَّ هٰذَا لَا يَحِلُّ. هٰذَا مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ فَتَكَلَّمَتْ فَقَالَتْ مَنْ أَنْتَ قَالَ امْرُؤٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَتْ أَيُّ الْمُهَاجِرِيْنَ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَتْ مِنْ أَيِّ قُرَيْشٍ أَنْتَ قَالَ إِنَّكِ لَسَئُوْلٌ أَنَا أَبُوْ بَكْرٍ قَالَتْ مَا بَقَاؤُنَا عَلٰى هٰذَا الْأَمْرِ الصَّالِحِ الَّذِيْ جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْدَ الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ بَقَاؤُكُمْ عَلَيْهِ مَا اسْتَقَامَتْ بِكُمْ أَئِمَّتُكُمْ قَالَتْ وَمَا الْأَئِمَّةُ قَالَ أَمَا كَانَ لِقَوْمِكِ رُؤُوْسٌ وَأَشْرَافٌ يَأْمُرُوْنَهُمْ فَيُطِيْعُوْنَهُمْ قَالَتْ بَلٰى قَالَ فَهُمْ أُولٰئِكِ عَلَى النَّاسِ۔ (رواہ البخاری)

(۷۳۲) قیس بن ابی حازم روایت فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر قبیلہ احمس کی ایک عورت کی طرف گذرے اس کو زینب کہتے تھے دیکھا تو اس نے بات چیت کرنا بند کر رکھا تھا لوگوں نے کہا کہ اس نے خاموش رہ کر حج کرنے کا ارادہ کیا ہے آپ نے اس سے کہا بی بی بولو یہ خاموشی ناجائز خاموشی ہے یہ جاہلیت کی حرکت ہے اس نے بولنا شروع کر دیا اور ابوبکر سے پوچھا آپ کون ہیں انہوں نے فرمایا ایک مہاجر آدمی ہوں وہ بولی مہاجرین میں کس قبیلہ کے ہیں فرمایا قبیلہ قریش کا اس نے کہا آخر قریش میں آپ کون ہیں فرمایا تو تو بڑی سوال کرنے والی عورت معلوم ہوتی ہے (سن) میں ہوں ابوبکر اس کے بعد اس نے پوچھا فرمایئے ہم لوگ اس عمدہ دین پر جو جاہلیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں مرحمت فرمایا ہے کب تک قائم رہیں گے فرمایا جب تک تمہارے امام تمہیں سیدھے سیدھے لئے چلے جائیں گے اس نے پوچھا اماموں سے آپ کی کون لوگ مراد ہیں۔ فرمایا کیا تیری قوم میں پہلے ایسے سردار نہ ہوتے تھے جو لوگوں کو حکم دیتے ہوں اور لوگ ان کے احکام مانتے ہوں، اس نے کہا بیشک ہوتے تھے فرمایا تو بس اماموں سے یہی حاکم لوگ مراد ہیں۔ (بخاری شریف)

(۷۳۲) اس عورت کی یہ جرأت آمیز گفتگو دیکھئے اور حضرت ابوبکرؓ کا عاجزانہ جواب ملاحظہ فرمایئے تو یہ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ ملوکیت اور اسلامی خلافت میں کتنا تفاوت ہے۔ یہاں خلیفہ اول کو اپنے متعلق یہ وسوسہ بھی نہیں گذرتا کہ وہ عام انسانوں سے کوئی علیحدہ امتیازی شان بھی رکھتا ہے وہ ایک عورت کے سوال کرنے پر اپنا تعارف عام سے عام صورت میں پیش کرتا ہے اور جب بہت مجبور ہو جاتا ہے تو صرف اپنا نام بتا کر خاموش ہو جاتا ہے۔ ملوکیت کا دماغ ان عاجزانہ کلمات سے آشنا نہیں ہوتا۔ پھر ابوبکرؓ کی تقریر سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کی نظر قوموں کے اسباب عروج و زوال پر کتنی گہری تھی انہوں نے اسلام کے عروج و نزول کے متعلق چند جملوں میں وہ سب کچھ کہہ دیا جو زمانہ ماضی کی تاریخ کے مفصل مطالعہ کے بعد کہا جا سکتا تھا۔ انہوں نے اجتماعی اور انفرادی زندگی کی خصوصیات کو بھی خوب سمجھا اور فرمایا کہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کی ترقی ان کے امام کے دم سے وابستہ ہے جب اماموں کی رفتار بگڑ جائے تو اسلام کے اجتماعی نظام کا بھی خاتمہ سمجھ لینا چاہئے اس کے بعد اگر کوئی خیر باقی رہے گی تو وہ صرف انفرادی خیر ہوگی۔ انفرادی خیر صرف اس شخص کی ذات تک محدود ہوتی ہے، قومی حیات سے اس کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امام کے بغیر مسلمانوں میں اجتماعی حیات پیدا ہو سکتی ہے یا نہیں۔

Marfat.com

(۷۳۳) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَاَبِیْ بَرْزَةَ قَالَا خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَاٰى قَوْمًا قَدْ طَرَحُوْا اَرْدِیَتَهُمْ یَمْشُوْنَ فِیْ قُمُصٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاْخُذُوْنَ اَوْ بِصَنِیْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَیْکُمْ
دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِیْ غَیْرِ صُوَرِکُمْ قَالَ فَاَخَذُوْا اَرْدِیَتَهُمْ وَلَمْ یَعُوْدُوْا لِذٰلِكَ (رواہ ابن ماجہ)

(۷۳۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا
مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ وَشَقَّ الْجُيُوْبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ۔ (متفق علیہ)

(۷۳۵) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشُوْرَاءُ یَوْمٌ تَصُوْمُهُ قُرَیْشٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَکَانَ النَّبِیُّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یَصُوْمُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِیْنَةَ صَامَهُ وَاَمَرَ بِصِیَامِهِ فَلَمَّا نَزَلَ

---

(۷۳۳) عمران بن حصینؓ اور ابو برزہؓ روایت فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جنازہ میں شرکت کے لئے نکلے تو آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں نے اپنی چادریں اتار کر پھینکدی ہیں اور صرف قمیصوں میں ننگے (جنازہ کے ساتھ ساتھ) جارہے ہیں آپ نے فرمایا اچھا کیا یہ جاہلیت کے طریقے سیکھ رہے ہو یا جاہلیت کے رنگ ڈھنگ سے مشابہت مقصود ہے۔ میرے دل میں آیا تھا کہ میں تمہیں ایسی بددعا دوں کہ تمہاری صورتیں بگڑ جائیں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ (یہ سن کر) انھوں نے (چپکے سے) اپنی اپنی چادریں سنبھال لیں اور پھر کبھی ایسی حرکت کی جرأت نہ کی۔ (ابن ماجہ)

(۷۳۴) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے رخساروں کو پیٹے اور گریبان چاک کرے اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح چیخ وپکار کی آوازیں نکالے اس کا ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ (متفق علیہ)

(۷۳۵) حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قریش دسویں محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود اس دن روزہ رکھتے تھے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود

---

(۷۳۳) عرب فطرۃً درشت خصلت تھے نوحہ کی رسوم ان کی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھیں۔ نامی فطرت رسول نے چاہا کہ ان کے مزاج کے مناسب ان کو تنبیہ کرے اور ایسی تنبیہ کرے کہ یہ رسوم جاہلیت ان کی سرشت سے ہمیشہ کے لئے نکل جائیں۔

(۷۳۵) یہ روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خود رکھا کرتے تھے اگر کفار کسی اچھے کام میں شریک رہیں تو ان کی مخالفت میں اچھا کام ترک نہیں کیا جائے گا۔ اسی لئے مخالفت اور موافقت کے حدود پہچاننے کے لئے بڑا علم درکار ہے ؎

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

Marfat.com

رَمَضَانُ كَانَ مَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ لَا يَصُومُهُ (رواہ البخاری وغیرہ)

(۷۳۶) عَنْ أَبِي وَاقِدٍ اللَّيْثِيِّ أَنَّهُمْ خَرَجُوا مِنْ مَكَّةَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ قَالَ وَكَانَ لِلْكُفَّارِ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا وَيُعَلِّقُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ يُقَالُ لَهَا ذَاتُ أَنْوَاطٍ قَالَ فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ خَضْرَاءَ عَظِيمَةٍ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ فَقَالَ قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى لِمُوسَى اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(رواہ ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۸ وابن جریر واحمد وابن ابی حاتم)

(۷۳۷) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْأَحَدِ

اس دن کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا لیکن جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہو گئے تو پھر جس نے چاہا یہ روزہ رکھا اور جس نے چاہا نہ رکھا۔ (بخاری شریف)

(۷۳۶) ابو واقد لیثی بیان کرتے ہیں کہ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ کفار نے ایک بیری کا درخت مقرر کر رکھا تھا یہاں آکر وہ ٹھہرا کرتے اور اس پر اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو "ذاتِ انواط" (یعنی ہتھیاروں کے لٹکانے کا درخت) کہا جاتا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ جب صحابہ ایک کیکر کے درخت کے پاس سے گذرے جو بہت بڑا اور سرسبز و شاداب تھا تو بولے یا رسول اللہ ہمارے لئے بھی ایسا ہی ایک "ذات انواط" مقرر کر دیجئے جیسا مشرکوں کیلئے ہے۔ آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ بات تو تم نے ایسی ہی کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے (ایک قوم کو بت پرستی کرتا دیکھکر) کہی تھی کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا ہی معبود بنا دے جیسا ان کا ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ بڑے ہی جاہل ہو۔ . . .
. . . . (ابن کثیر)

(۷۳۷) ام سلمہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ روزے شنبہ اور یکشنبہ کے

---

(۷۳۷) ایک دور تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند فرمایا کرتے شاید یہ بدبخت رسول عربی کے ان اخلاق سے کچھ فائدہ اٹھائیں اور اسلام کو اپنے قریب تر دیکھ کر اس کو قبول کرلیں لیکن جب آپ کی ملاطفت نے ان پر کوئی اثر نہ کیا تو پھر آپ نے اس طریقہ کو چھوڑ کر وہ راستہ اختیار کیا جس سے امتیاز بین الشرائع کا دوسرا اصل فائدہ پورا ہو جہاں تک یاد ہے حافظ ابن حجرؒ نے اس تغیر کی تاریخ فتح مکہ تحریر فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے کس حد تک سلسلۂ ملاطفت جاری رکھا اور آخر تنگ آکر بالکل آخر دور میں دوسری راہ اختیار فرمائی۔ حدیثوں میں تصریح ہے کہ آپ کی موافقت کا

Marfat.com

أَكْثَرَ مَا يَصُوْمُ مِنَ الْأَيَّامِ وَيَقُوْلُ إِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أُخَالِفَهُمْ. (رواہ احمد)

(۷۳۸) عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَسَرْوَلُوْنَ وَلَا يَأْتَزِرُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسَرْوَلُوْا وَائْتَزِرُوْا وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ. (رواہ احمد)

دن رکھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دو دن مشرکین کے عید منانے کے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کیا کروں۔ (احمد)

(۷۳۸) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اہل کتاب پاجامہ پہنتے ہیں اور ازار نہیں پہنتے، (ہم کیا کریں) آپ نے فرمایا تم پاجامہ اور ازار دونوں پہنا کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (احمد)

دائرہ صرف ان امور تک محدود تھا جن میں آپ کی مخصوص شریعت نازل نہ ہوتی اور جہاں نازل ہو جاتی پھر کسی کی موافقت و عدم موافقت کا کوئی سوال ہی نہ ہوتا۔

(۷۳۸) یہ بات بڑی اہمیت سے یاد رکھنی چاہئے کہ شریعت نے کسی موقعہ پر بھی کسی قوم کی نفس مخالفت کرنی اپنا نصب العین نہیں بتایا بلکہ ہمیشہ اس نے ایک نہایت معتدل اور خوبصورت عمل کی تعلیم دی ہے جس کو اس قوم نے ناحق چھوڑ رکھا تھا، اسی عمل کی اس نے تاکید فرمائی ہاں اس کا عنوان ضرور مخالف رکھا ہے۔ اسی مذکورہ بالا چھوٹی سی جزئی کو لے لیجئے اگر شریعت کا نصب العین صرف مخالفت ہوتا تو یہاں آپ پاجامہ پہننے کی بھی ممانعت فرما دیتے مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اہل کتاب کا پاجامہ پہننے سے بے وجہ احتراز کرنا چونکہ خود ایک نامعقول حرکت تھی اس لئے آپ نے ازار و پاجامہ ہر دو پہننے کی اجازت دیدی اور اسی کا عنوان مخالفت رکھا۔ اسی طرح اس سے پہلی حدیث میں شنبہ اور یکشنبہ کے دن روزہ رکھنے میں دراصل صرف مخالفت مطلوب نہ تھی بلکہ اس پر تنبیہ کرنی مقصود تھی کہ یہود و نصاریٰ نے یوم عید کے انتخاب میں ایک اصولی اور قومی غلطی کھائی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوم عید کے انتخاب کرنے میں قوموں کا امتحان لیا گیا تھا سب نے غلطی کھائی صرف امت محمدیہ کامیاب رہی۔ درحقیقت وہ دن جمعہ کا دن تھا پھر کسی نے اس کو شنبہ اور کسی نے یکشنبہ بنا لیا۔ اب سوچئے کہ اس مقصد کے پیش نظر روزہ رکھ کر مخالفت کس درجہ اہم ہو گئی اسی طرح اس باب کی جملہ حدیثوں کو قیاس کر لیجئے ہر جگہ کسی نہ کسی اہم غلطی کی اصلاح مد نظر رہی ہے۔ مگر اس کا عنوان مخالفت اس لئے رکھا گیا کہ یہ بات پوری وضاحت سے ثابت ہو جائے کہ اب وہ کتاب آچکی ہے جو جملہ ادیان کی ناسخ ہے اگر اصول میں وہ پہلی کتابوں کی مصدق ہے تو فروع میں ان کے لئے ناسخ ہونے کا بھی حق رکھتی ہے اور اس کے ان ہر دو پہلوؤں میں اس کے کمال ہی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ حکم ہے کہیں موافقت اور کہیں مخالفت۔ یہ دونوں اس کے حق ہیں۔ بہرحال مخالفت صرف عنوان میں ہے ورنہ دراصل مخالفت کے مرتکب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک معقول طریقہ کو چھوڑ کر غیر معقول طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں کی تکمیل شریعت کیلئے لازم ہیں اسی طرح حق کی موافقت اور ناحق کی مخالفت کرنی دونوں احقاق کیلئے ضروری ہیں مخالفت کے صرف عنوان سے بدکنا نہیں چاہئے بلکہ اس پر غور کرنا چاہئے کہ جہاں مخالفت کا امر آیا ہے وہ مقام درحقیقت مخالفت کا محل ہے بھی یا نہیں پھر جہاں مخالفت کی حکمت آپ کی فہم میں نہ آسکے اس کو اہل علم سے دریافت کر لیجئے صرف اپنی عقل نارسا اور علم ناتمام پر فیصلہ کر ڈالنا بھی انصاف نہیں وفوق کل ذی علم علیم۔

Marfat.com

(۷۳۹) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِکِیْنَ اَوْفِرُوا اللِّحٰی وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ۔ (متفق علیہ)

(۷۴۰) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ ذَکَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْمَجُوْسَ فَقَالَ اِنَّهُمْ یُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ وَیَحْلِقُوْنَ لِحَاهُمْ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ یَسْتَقْرِضُ سَبَلَتَهٗ فَیَجُزُّهَا کَمَا تُجَزُّ الشَّاةُ۔ (رواہ الطحاوی الرحمۃ المہداۃ)

(۷۴۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی لَا یَصْبِغُوْنَ فَخَالِفُوْهُمْ (متفق علیہ)

(۷۴۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ غَیِّرُوا الشَّیْبَ وَلَا تَشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ۔ (رواہ الترمذی ورواہ النسائی عن ابن عمر والزبیر)

---

(۷۳۹) ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی معاشرت اور طور، طریق میں مشرکین سے جدا رہو اپنی ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں ترشواؤ۔ (متفق علیہ)

(۷۴۰) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ اپنی مونچھوں کے دو طرفہ بال لمبے لمبے رکھتے ہیں اور اپنی ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں اسی لئے ابن عمر اپنی مونچھیں اس طرح باریک کردیتے تھے جیسے بکری کے بال باریک کرادیئے جاتے ہیں۔ (الرحمۃ المہداۃ)

(۷۴۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ خضاب نہیں کرتے اس لئے تم اپنی ہیئت ان سے جدا رکھو اور خضاب کیا کرو۔ (متفق علیہ)

(۷۴۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود کے ساتھ مشابہت پیدا نہ کرو اور بڑھاپے کی سفیدی ذرا خضاب لگا کر بدل لیا کرو۔ (ترمذی۔ نسائی)

---

(۷۴۰) اس ہیئت کا حکم بھی صرف مخالفت کی بناء پر نہیں تھا بلکہ دراصل یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سنت تھی تمام عرب ان ہی کا متبع تھا اور دین محمدی کی زمین بھی یہی ملت ابراہیمی ہے۔ یہ پہلے گذر چکا ہے کہ ملت ابراہیمی کو دین فطرت کہا گیا ہے اس لئے ان امور کا اختیار کرنا فطرت کے مطابق اور ان کا ترک فطرت کی مخالفت پر مبنی قرار دیا گیا ہے۔ اگر فرنچ کٹ ڈاڑھی اور کرزن فیشن مونچھوں میں کوئی عظمت پنہاں ہے تو ملت سماویہ کے ماننے والوں میں اسوۂ ابراہیمی کی اتباع میں اس سے زیادہ عظمت پنہاں تھی اب جس کو جس کی طرف انتساب کا شوق ہو وہ جانے اگر کسی بدنصیب مسلمان کو کسی وحشی انگریز کی اتباع ہی میں اپنی شان نظر آتی ہو تو اس کا علاج مناظرہ نہیں دعا ہے۔ دوسری قوموں کی نقالی کتنی غلط فلسفیانہ بات ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی اور فلسفہ بیان کیا جائے۔

(۷۴۲) اگر شریعت کسی مکروہ شکل کے بدلنے اور کسی معقول صورت کے اختیار کرنے کا نام مخالفت رکھتی ہے تو کیا صرف لفظ مخالفت کی وجہ سے اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہونا چاہیے یا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نامعقول امور کی مخالفت ہی حقانیت مذہب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

Marfat.com

(۷۴۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ أَشْعَارَهُمْ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يَفْرُقُونَ رُؤُسَهُمْ فَسَدَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاصِيَتَهُ ثُمَّ فَرَقَ بَعْدُ۔ (متفق علیہ)

(۷۴۴) عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ حَسَّانَ قَالَ دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَحَدَّثَتْنِي الْمُغِيرَةُ قَالَتْ وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ غُلَامٌ وَلَكَ قَرْنَانِ أَوْ قُصَّتَانِ فَمَسَحَ رَأْسَكَ وَبَرَّكَ عَلَيْكَ وَقَالَ احْلِقُوا هٰذَيْنِ أَوْ قُصُّوهُمَا فَإِنَّ هٰذَا زِيُّ الْيَهُودِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۴۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهِ فَلَيْسَ مِنَّا (رواہ احمد والترمذی)

(۷۴۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ أَوْ يَأْخُذُ مِنْ شَارِبِهِ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ الرَّحْمٰنِ (صلوات الرحمٰن علیہ) یفعلہ۔ (رواہ الترمذی)

(۷۴۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ ثَوْبَيْنِ مُعَصْفَرَيْنِ فَقَالَ إِنَّ هٰذِهِ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِي رِوَايَةٍ أَغْسِلُهُمَا قَالَ

---

(۷۴۳) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جن باتوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نازل نہ ہوتی اس میں آپ مشرکین کی بہ نسبت اہل کتاب کی موافقت کرنی زیادہ پسند فرماتے تھے۔ اہل کتاب کا دستور یہ تھا کہ وہ پیشانی کے بال سامنے لٹکاتے اور مشرکین بیچ سے مانگ نکالتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کے ماتحت پہلے اپنے بال پیشانی پر لٹکائے پھر بعد میں مانگ نکالنا شروع کردی۔ (متفق علیہ)

(۷۴۴) حجاج بن حسان کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالکؓ کے پاس گئے اس وقت میری ہمشیرہ مغیرہ نے فرمایا کہ تم اس وقت بچے تھے اور تمہارے سر پر بالوں کے دو گچھے تھے۔ انھوں نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعاء برکت فرمائی اور فرمایا یا تو ان دونوں کو منڈوادو یا کٹوادو کیونکہ یہ طریقہ تو یہود کا ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۴۵) زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنی مونچھوں کے بال نہ ترشوائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (احمد۔ ترمذی)

(۷۴۶) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھوں کے بال ترشوایا کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ (ترمذی)

(۷۴۷) عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے جسم پر دو

Marfat.com

بَلْ اِحْرِقْهُمَا۔ (رواہ مسلم)

(۷۴۸) عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا اَعْلَمُهُ اِلَّا رَفَعَ الْحَدِيْثَ اَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ بِقَتْلِ الْحَيَّاتِ وَقَالَ مَنْ تَرَكَهُنَّ خَشْيَةَ ثَائِرٍ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ فی شرح السنہ)

(۷۴۹) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا سَالَمْنَاهُمْ مُنْذُ حَارَبْنَاهُمْ وَمَنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنْهُمْ خِيْفَةً فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۵۰) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُقْتُلُوا الْحَيَّاتِ كُلَّهُنَّ فَمَنْ خَافَ ثَارَهُنَّ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(۷۵۱) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَّ عَلَيْنَا السَّيْفَ فَلَيْسَ مِنَّا۔ (رواہ مسلم)

زرد رنگ کے معصفر میں رنگے ہوئے کپڑے دیکھے تو فرمایا یہ کفار کا لباس ہے ان کو مت پہنو۔ ایک روایت میں ہے میں نے عرض کیا ان کو دھلوالوں فرمایا بلکہ جلا دو۔ (مسلم)

(۷۴۸) عکرمہؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں جہاں تک میرا گمان ہے انھوں نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ہی نقل کیا تھا کہ آپ سانپوں کے مارنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو انکے انتقام کے ڈر سے انھیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔ (شرح السنہ)

(۷۴۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سانپوں سے ہماری جنگ جاری ہے جنگ کے بعد سے کبھی ہم نے صلح نہیں کی جو ڈر کے مارے انھیں مارنا چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں (ابوداؤد)

(۷۵۰) ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر قسم کے سانپوں کو مار دیا کرو جو ان کے بدلہ کے خوف سے ڈر جائے وہ ہمارے مشرب کا آدمی نہیں (ابوداؤد و نسائی)

(۷۵۱) سلمہ بن اکوعؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں پر تلوار نکال لے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم)

---

(۷۵۰) جس طرح کسی کی حد سے زیادہ تعظیم اس کی عبادت کا ذریعہ بن جاتی ہے اسی طرح حد سے زیادہ خوف بھی عبادت کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اہل ہند کی جماعت سانپوں کو بھی دیوتا کہتی ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل میں خدا کی محبت اور اس کا خوف اتنا غالب ہو جانا چاہئے کہ اس کے سامنے ساری محبتیں اور سارے خوف دل سے نکل جائیں۔ شرک صرف یہ نہیں کہ ذات و صفات ہی میں شرکت کا اعتقاد رکھا جائے بلکہ حقوقِ الوہیت میں شرکت بھی شرک ہے۔

Marfat.com

(۷۵۲) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَیْنَا السِّلَاحَ فَلَیْسَ مِنَّا (رواہ البخاری وزاد مسلم مَنْ غَشَّنَا فَلَیْسَ مِنَّا)

(۷۵۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَءَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰی سَیِّدِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۵۴) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عَلَی الْمُنْتَهِبِ قَطْعٌ وَمَنِ انْتَهَبَ نُهْبَةً مَشْهُوْرَةً فَلَیْسَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۵۵) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّةٍ لَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّةً۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۵۶) عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْعَصَبِیَّةُ قَالَ اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَكَ عَلَی الظُّلْمِ۔ (رواہ ابوداؤد)

---

(۷۵۲) ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو مسلمانوں پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں (بخاری شریف) مسلم شریف میں اس پر اتنا اضافہ اور ہے کہ جو ملاوٹ کرے وہ بھی ہم میں سے نہیں۔

(۷۵۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر یا کسی غلام کو اس کے آقا کی طرف سے بھڑکائے۔ (ابوداؤد)

(۷۵۴) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ مار کرنے والے کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں اور جو دن دہاڑے یہ جرم کرے گا وہ ہم میں سے نہیں (اگرچہ اس پر سارق کا اطلاق نہ ہونے کی وجہ سے حد سرقہ قائم نہ ہوسکے) (ابوداؤد)

(۷۵۵) جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صرف قومی عصبیت کی دعوت دے اور صرف عصبیت کی بنا پر جنگ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

(۷۵۶) واثلہ بن اسقع بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ عصبیت کی کیا تعریف ہے فرمایا یہ کہ تو ظلم پر بھی اپنی قوم کی مدد پر اڑا رہے۔ (ابوداؤد)

---

(۷۵۲) یعنی جو شخص معاشرتی زندگی کو گندہ کرنے کے درپے ہو وہ اسلام کے لئے ایک بدنما داغ ہے اسلام میں تمدنی اور معاشرتی زندگی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اسی لئے وہ شخص جو اسلام کی اجتماعی وحدت میں خلل انداز ہو مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔

Marfat.com

(۷۵۷) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رُدِّیَ فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۵۸) عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ کَثِیْرَۃَ الشَّامِیِّ مِنْ اَھْلِ فِلَسْطِیْنَ عَنِ امْرَءَۃٍ مِّنْھُمْ یُقَالُ لَھَا فُسَیْلَۃُ اَنَّھَا قَالَتْ سَمِعْتُ اَبِیْ یَقُوْلُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یُّحِبَّ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ قَالَ لَا وَلٰکِنْ مِنَ الْعَصَبِیَّۃِ اَنْ یَّنْصُرَ الرَّجُلُ قَوْمَہٗ عَلَی الظُّلْمِ (رواہ احمد ابن ماجہ)

(۷۵۹) عَنْ سُرَاقَۃَ بْنِ مَالِکِ بْنِ جُعْشُمٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَیْرُکُمُ الْمُدَافِعُ عَنْ عَشِیْرَتِہٖ مَا لَمْ یَاْثَمْ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۶۰) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیَنْتَھِیَنَّ اَقْوَامٌ یَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِھِمُ الَّذِیْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا ھُمْ فَحْمٌ مِّنْ جَھَنَّمَ اَوْ لَیَکُوْنُنَّ اَھْوَنَ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِیْ یُدَھْدِہُ الْخِرَاءَ بِاَنْفِہٖ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اَذْھَبَ عَنْکُمْ عُبِّیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ وَفَخْرَھَا بِالْاٰبَاءِ اِنَّمَا ھُوَ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ اَوْ فَاجِرٌ

(۷۵۷) ابن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص حق کے خلاف میں بھی اپنی قوم کی مدد پر آمادہ رہے اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کہیں اوندھا گر جائے پھر اس کو دم پکڑ کر نکالنا چاہیں (اور وہ نکل نہ سکے) (ابوداؤد)

(۷۵۸) عبادہ بن کثیر شامی فلسطین کے باشندے اپنی ہی قبیلہ کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں جس کا نام فسیلہ تھا وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے خود اپنے باپ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا اپنی قوم سے محبت کرنی بھی عصبیت میں داخل ہے فرمایا قطعاً نہیں۔ عصبیت یہ ہے کہ اپنی قوم کی ظلم پر بھی مدد کرے۔ (احمد۔ ابن ماجہ)

(۷۵۹) سراقہ بن مالک بن جعشم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ تم میں وہ شخص سب سے اچھا ہے جو اپنے قبیلہ کی طرف سے جواب دہی کرے جب تک کہ اس میں گناہ نہ ہو۔ (ابوداؤد)

(۷۶۰) ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ یا تو لوگ اپنے ان باپ دادوں پر فخر کرنے سے باز آجائیں جو مر چکے ہیں اور دوزخ میں جل کر کوئلہ بن چکے ہیں نہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کیڑے سے بڑھ کر ذلیل ہو کر رہیں گے جو اپنی ناک سے پاخانہ ہٹا ہٹا کر چلتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کے باپ دادوں پر فخر کرنے سے روک دیا ہے۔ اب (قومیت کی تقسیم نہیں ہے) صرف دو قسمیں ہیں یا متقی مومن

Marfat.com

شَقِیٌّ النَّاسُ کُلُّهُمْ بَنُوْ اٰدَمَ وَاٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

(۷۶۱) عَنْ اَبِیْ عُقْبَةَ وَکَانَ مَوْلًی مِنْ اَھْلِ فَارِسَ قَالَ شَھِدْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اُحُدًا فَضَرَبْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَقُلْتُ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْفَارِسِیُّ فَالْتَفَتَ اِلَیَّ فَقَالَ ھَلَّا قُلْتَ خُذْھَا مِنِّیْ وَاَنَا الْغُلَامُ الْاَنْصَارِیُّ (رواہ ابوداؤد)

یا شقی فاجر۔ سب لوگ ایک آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ان کی حقیقت یہ تھی کہ وہ مٹی سے بنائے گئے تھے۔ (پھر یہ نقصان سب ہی میں ہے اب ہم فخر کرنے کی بات کیا رہی) (ترمذی۔ ابوداؤد)

(۷۶۱) ابوعقبہ فارس کے غلام تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوا ہوں۔ میں نے ایک مشرک کے تلوار ماری اور یہ کہا کہ میں فارسی بچہ ہوں، یہ ضرب میری جانب کر لیتا جا۔ آپ فوراً میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تو نے اس کے بجائے یہ کیوں نہ کہا کہ میں انصاری بچہ ہوں یہ ضرب میری جانب سے لیتا جا۔ (ابوداؤد)

(۷۶۱) مذکورہ بالا حدیثوں میں جہاں لیس منا (ہم میں سے نہیں) کا کلمہ آگیا ہے علماء نے اس کی مختلف مرادیں تحریر فرمائی ہیں یہاں سب سے اچھی شرح امام طحاوی ؒ کی معلوم ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہی کلمہ قرآن کریم میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔

(۱) فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ۔ — جس نے اس نہر کا پانی پیا وہ ہمارا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بے شک ہمارا ہے۔

(۲) فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ — جس نے میرا اتباع کیا وہ ہمارا ہے اور جس نے نافرمانی کی تو بے شک تو بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص نبی کے حکم اور اس کی شریعت کا تبع ہوتا ہے وہ اس کا اور اس کی جماعت کا فرد شمار ہوتا ہے اور جو اس کا تبع نہیں ہوتا وہ اس کا جماعتی آدمی نہیں سمجھا جاتا۔ پس بعض افعال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو اسلامی شریعت سے کسی ایسے نہج کا علاقہ ہوتا ہے کہ اس سے علیحدگی گویا اسلامی معاشرت سے علیحدگی تصور کی جاتی ہے اپنے موقعہ پر حدیث اس کلمہ کا اطلاق کر دیتی ہے۔ اگر یہ علیحدگی اور بڑھ جائے تو کفر کی حد تک بھی پہنچ سکتی ہے اور اسی معنے سے حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے متعلق ارشاد ہوا۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ — وہ تمہارے گھر کا آدمی نہیں

لہٰذا اس تعبیر سے بہت ہشیار رہنا چاہئے کیونکہ وہ صرف کسی بے عنوانی تک جا کر نہیں ٹھہرتی۔ بلکہ بعض مرتبہ اس سے آگے بھی تجاوز کر سکتی ہے۔

Marfat.com

(۷۶۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى فَاِنَّ تَسْلِيْمَ الْيَهُوْدِ الْاِشَارَةُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِيْمَ النَّصَارٰى الْاِشَارَةُ بِالْاَكُفِّ۔ (رواہ الترمذی) قال اسنادہ ضعیف قال علی القاری فی المرقاۃ ولعل وجھہ انہ من عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ وفیہ خلاف وقد اسندہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابن عمر۔ فارتفع النزاع۔

(۷۶۲) عمرو بن شعیب اپنے والد وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دوسروں .... کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں ہے اس لئے تم سلام کرنے میں نہ تو یہود کی مشابہت اختیار کرو نہ نصاریٰ کی۔ یہود تو سلام کے لئے انگلی کا اشارہ کرتے ہیں اور نصاریٰ اپنی ہتھیلی کا۔ (تم صرف لفظ السلام علیکم پر کفایت کیا کرو۔ ضرورت ہو تو دوسری بات ہے)۔ (ترمذی شریف)

(۷۶۲) حافظ ابن قیمؒ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ تشبہ بالکفار کا تعلق اضطراری یا ان اختیاری افعال کے ساتھ نہیں ہے جو انسان کے فطری تقاضہ سے سرزد ہوتے ہیں بلکہ یا تو صرف عبادات کے ساتھ ہے یا اگر وہ عادات اور معاشرت سے متعلق ہیں تو پھر ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ افعال ایسے ہیں جو خود قبیح ہیں جیسے ٹخنوں سے نیچا یا ریشمیں کپڑا پہننا یا کوئی ادا ایسی حرکت جس سے باطل معبودوں کی کوئی عظمت ظاہر ہوتی ہو اس قسم کے امور تو فی نفسہ بھی ممنوع ہوں گے اور ان میں تشبہ بالکفار ان کے لئے دوسری وجہ ممانعت رہیگی۔ اور اگر وہ امور ایسے ہیں جن میں فی نفسہ کوئی قباحت نہ ہو تو اگر وہ کسی قوم کا شعار بن چکے ہوں یعنی کسی قوم کے ساتھ اس طرح مخصوص ہو چکے ہوں کہ ان کا اختیار کرنے والا بظاہر اسی قوم کا فرد معلوم ہوتا ہو تو ان میں بھی تشبہ ممنوع ہوگا اور اگر وہ امور مباح ہیں اور کسی کا شعار نہیں تو پھر اگر ہمارے پاس ان کا بدل موجود ہے تو پھر بھی ان کا ترک کر دینا اولیٰ و انسب ہوگا کہ یہی اسلامی غیرت کا تقاضہ ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے ہاتھ میں ایک فارسی طرز کی کمان دیکھی تو فرمایا اپنے ہاتھ میں یہ کیا لئے ہوئے ہے ایسی عربی طرز کی کمان رکھو جیسی میرے ہاتھ میں ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں فتوحات نصیب فرمائی ہیں اور اگر وہ اشیاء ایسی ہیں۔ جن کا ہمارے پاس کوئی بدل نہیں جیسا جدید مصنوعات تو ان کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ان میں تشبہ کی نیت نہ ہو اور اگر ان کے استعمال میں کفار کے ساتھ تشبہ ہی کی نیت ہو تو وہ بھی ممنوع ہوں گے۔ قال فی البحر اعلم ان التشبہ باھل الکتاب لا یکرہ فی کل شئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان مذموما وفیما یقصد بہ التشبہ۔ اس باب کی اصل روح یہ ہے کہ قوموں کی معاشرت اور ان کا تمدن جب مشترک ہو جاتا ہے تو پھر اس کی سرحدیں بہت جلد مذہب اور دین سے بھی ٹکرانے لگتی ہیں کیونکہ اسلام کا دائرہ ایسا وسیع ہے جس سے ہمارا تمدن بھی خارج نہیں ہے اس لئے معاشرت کے عام شعبوں میں تشبہ بالکفار سے بھی اسلامی معاشرت کے ساتھ ٹکراؤ پیدا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ یہ ٹکر عبادات کی صدود میں بھی ہونے لگتی ہے اور شدہ شدہ دین اسلام کی صورت ہی مسخ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (باقی حاشیہ بر صفحۂ آئندہ)

Marfat.com

(۷۶۳) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ كُنَّا فِي الْجَاهِلِيَّةِ نَقُولُ أَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا وَ أَنْعِمْ صَبَاحًا فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ نُهِينَا عَنْ ذَالِكَ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۶۴) عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ أَنَّهُ تَزَوَّجَ امْرَأَةً مِنْ بَنِي جُشَمٍ فَقَالُوا بِالرِّفَاءِ وَالْبَنِينَ فَقَالَ لَا تَقُولُوا هٰكَذَا وَلٰكِنْ قُولُوا كَمَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ

(۷۶۳) عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم سلام کے موقعہ پر یوں کہا کرتے کہ خدا تعالےٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور اطمینان و آرام کے ساتھ تمہیں صبح نصیب ہو۔ جب اسلام کا دور آیا تو اس نے ہم کو اس طریقہ سے روک دیا۔ (اور اس کے بجائے السلام علیکم کا لفظ تعلیم کیا) (ابوداؤد)

(۷۶۴) عقیل بن ابی طالب سے روایت ہے کہ انھوں نے قبیلہ بنی جشم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو لوگوں نے ان کو مبارکبادی دینے کے لئے وہی الفاظ کہے جو اس موقعہ پر زمانۂ جاہلیت میں کہے جاتے تھے یعنی نکاح مبارک ہو

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) یہی حکمت ہے کہ شریعت نے ان امور سے بھی احتراز کرنا لازمی قرار دیا ہے جو کسی پہلو سے مشتبہ الحکم ہوں خواہ ان میں کفار کے ساتھ کوئی تشبہ بھی نہ پایا جائے۔ پس مسئلۂ تشبہ کی بنیاد صرف کفار کے ساتھ مخالفت پر نہیں بلکہ دراصل دین کی حدود کے تحفظ پر ہے یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کو مرد کے ساتھ اور ایک مرد کو عورت کے ساتھ تشبہ کی بھی ممانعت فرمائی گئی ہے اگرچہ وہ دونوں مسلمان ہوں اسی طرح اس کی بنیاد کسی تنگ نظری پر بھی نہیں ہے بلکہ اگر کوئی حقیقت اپنی کوئی صورت فی نفسہا رکھتی ہے تو جب تک اس کے حدود ممتاز و متمیز نہ ہوں وہ دوسری حقیقت سے ممتاز ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ خارجی اشیاء کا باہم امتیاز بھی ان کے حدود کے تحفظ ہی پر موقوف ہے۔ ایک ملک دوسرے ملک سے ایک دریا دوسرے دریا سے ایک درخت دوسرے درخت سے اور ایک حیوان دوسرے حیوان سے اپنی الگ الگ شکل ہونے کی بدولت ہی ممتاز نظر آتے ہیں پس جس طرح ان کے یہ امتیازات کسی تعصب یا مخالفت کی بنیاد پر نہیں بلکہ اپنی اپنی حقیقت کے تحفظ کی بنیاد پر ہیں اسی طرح دین و مذہب کی حدود کا تحفظ بھی کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ صرف اپنی حقیقی شکل و صورت کے تحفظ پر مبنی ہے اور اگر بالفرض اسلام کیلئے کفر کے ساتھ تشبہ کی کوئی وجہ جواز پیدا کرلی جائے تو پھر ان دو دینوں کو ایک دین کہنے کیلئے کوئی وجہ ممانعت نہیں نکل سکتی۔ الحاصل مسئلۂ تشبہ کی مخالفت نہ تو کسی دلیل پر مبنی ہے اور نہ کسی عمیق سیاست پر بلکہ صرف اسی حقیقت کے عرفان سے ناواقفی پر مبنی ہے جس سے ادیان کا امتیاز قائم رہ سکتا ہے جہاں تک مجھے خیال آتا ہے محقق ابن خلدون نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جب کسی قوم سے قومی تعصب نکل جاتا ہے تو وہ بہت جلد فنا ہو جاتی ہے لیکن اسلام نے عصبیت سے تو روکا ہے مگر تشبہ بالکفار کی بھی اجازت نہیں دی عصبیت اور تشبہ کا فرق آپ اس باب کی احادیث کے ضمن میں معلوم کرلیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۷۶۳) عرب کا طریقہ تھا کہ جب وہ کہیں غارت گری کرتے تو صبح ہی کے وقت کرتے اس لئے ان کے مذاق کے مطابق یہ لفظ دعاء عافیت کے مرادف تھے اسلام نے ان الفاظ سے روکا کیونکہ اس میں ایک بری رسم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ آج کل انگریزی زبان میں سلام کے موقعہ پر جو الفاظ مستعمل ہوتے ہیں وہ بھی اسی کے ہم معنی ہیں۔ اب اس کا فیصلہ خود آپ ہی فرمالیجئے کہ جب یہ مضمون عربی زبان میں پسندیدہ نہیں تو کیا انگریزی زبان میں پسندیدہ ہوگا۔

Marfat.com

بَارَكَ لَهُمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ النسائی وابن ماجہ واحمد بمعناہ)

(۷۶۵) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ قَالُوْا كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمُ الْاَضْحٰى وَيَوْمُ الْفِطْرِ (ابوداؤد)

(۷۶۶) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا فَرَعَ وَلَا عَتِيْرَةَ قَالَ وَالْفَرَعُ اَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ كَانُوْا يَذْبَحُوْنَهٗ لِطَوَاغِيْتِهِمْ وَالْعَتِيْرَةُ فِيْ رَجَبٍ۔ (متفق علیہ)

(۷۶۷) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا

اور باہم انس ومحبت اور اولاد نرینہ نصیب ہو، اس پر دوسرے لوگوں نے کہا یوں مت کہو بلکہ وہ کلمات کہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں۔ اے اللہ ان کے نکاح میں برکت دے اور خود ان کے اوپر بھی برکت نازل فرما۔ (نسائی۔ ابن ماجہ۔ احمد)

(۷۶۵) انس بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت ان کے یہاں (سال میں) دو دن مقرر تھے جن میں وہ خوشی منایا کرتے تھے آپ نے پوچھا یہ دو دن کیسے ہیں انھوں نے جواب دیا ہم ان میں زمانۂ جاہلیت سے خوشی مناتے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اب اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تمہاری خوشی منانے کے لئے اس سے بہتر دو دن مقرر فرما دیئے ہیں ایک عید قرباں کا دوم عید فطر کا۔ (ابوداؤد)

(۷۶۶) ابوہریرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا ہے کہ فرع اور عتیرہ اسلام میں کوئی چیز نہیں (فرع) جانور کے اس پہلے بچہ کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا اور عتیرہ وہ ہوتا تھا جو رجب میں بتوں کے نام پر ذبح ہوتا تھا۔ (متفق علیہ)

(۷۶۷) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ افطار کرنے میں

---

(۷۶۵) اہل اسلام کے ایام عید اُن کی خاص خاص عبادتوں کی یادگاریں ہیں ان میں مسرت اور خوشی منانا صرف ایک پیرایہ ہے ان کی اصل حقیقت عبادت ہے پس کفار کے ایام عید کو ان ایام سے کیا نسبت ہوسکتی ہے ان کی حقیقت آخرت سے غفلت اور لہو ولعب ہے اور ان ایام کی حقیقت تکبیرات اور ذکر اللہ۔ سوچو کہ جس قوم کی مسرت وخوشی میں بھی عبادت کی حقیقت پنہاں ہو اس کی عبادت کی حقیقت کیا ہوگی ؎ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

یہ بہت بڑی غفلت اور جہالت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ایام عید کو بھی دوسرے مذاہب کی طرح ایک تہوار سمجھ لیا ہے۔ تمہارے ان ایام میں خوشی منانے کی اصل روح یہ ہے کہ تم نے ان ایام میں ایک بڑے شرعی پروگرام کی تکمیل کی ہے اس لئے اس خوشی میں بھی ذکر وعبادت کی شان غالب ہونی چاہئے نہ کہ لہو ولعب کی۔

Marfat.com

مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ۔ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

(۷۶۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِثْنَتَانِ فِی النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِی النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ۔ (رواہ مسلم)

الرغبة عن الاٰباء واباق العبد عن مواليه كفر

(۷۶۹) عَنْ عِرَاكِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ اَبِيْهِ فَهُوَ كُفْرٌ۔ (رواہ مسلم)

دیر نہ کریں گے دین اسلام برابر غالب رہے گا کیونکہ یہود و نصاریٰ دیر سے افطار کرتے ہیں۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

(۷۶۸) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں نسب میں طعن کرنا اور مردوں پر نوحہ کرنا۔ (مسلم شریف)

اپنے والد کے باپ ہونے سے انکار کرنا اور غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانا کفر کے ہم پلہ ہے

(۷۶۹) عراک بن مالک کہتے ہیں کہ انھوں نے ابوہریرہؓ کو بیان کرتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے والد کی طرف انتساب سے نفرت نہ کیا کرو جس شخص نے (صرف فخر و مباہات کے لئے) اپنے والد سے رشتہ توڑا (اور کسی مشہور شخصیت سے جوڑا) تو یہ بھی ایک کفر کی بات ہے۔ (مسلم شریف)

---

(۷۶۷) اسلام میں حفاظت حدود کی بڑی تاکید کی گئی ہے خواہ وہ ایام ہوں یا ایام میں ساعات کیونکہ جب قومیں کسی اجنبی تمدن اجنبی معاشرت یا مذہبی اثرات کا شکار ہوتی ہیں تو سب سے پہلے اس کا اثر ان حدود ہی کے اندر ظاہر ہوتا ہے پہلے یہ حدود ہی مٹتی ہیں اور جب یہ درمیانی حدود مٹنے لگتی ہیں تو پھر قوموں کے چال ڈھال و طریق اس طرح خلط ملط ہو جاتے ہیں کہ ان میں کوئی امتیاز باقی نہیں رہتا جس قوم کی یہ حدود پہلے مٹیں سمجھ لو کہ اس کی مغلوبیت کا آغاز ہو گیا ہے تعجیل فطر بھی ان حدود کی ایک کڑی ہے۔ جن گوشوں سے نصرانیت اسلام میں داخل ہو سکتی ہے ان میں سے ایک یہی ہے عبادات میں روزہ ایک اہم عبادت ہے اس لئے اس میں بھی اپنی حدود سے تغافل کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ دوسرے گوشوں میں بھی خاصا تخلخل پیدا ہو چکا ہے۔

(۷۶۸) اس قسم کی احادیث کا منشا یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان عادات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ عرب کے مفاخر میں چونکہ نسب بھی شامل تھا اس لئے دوسروں کے نسبوں پر طعن کرنا بھی ان کی مفروضانہ شان کا ایک جزو بن گیا تھا نوحہ بھی ان کے نزدیک انسانی شرف و بزرگی کی نمائش کا ایک خاص طریق تھا یہ عارضی نمائشیں اسلامی مزاج کے موافق نہیں آتیں۔

(۷۶۹) سب سے بڑا کفر یہ ہے کہ انسان اپنا رشتہ مخلوقیت خالق سے توڑ کر غیر خالق سے جوڑ لے اور دوسرے نمبر کا کفر یہ ہے کہ محض دنیا کی منفعت کی نیت سے رشتہ اپنے والد کے بجائے غیر والد کے ساتھ قائم کرے اس کی قریب غلام ہو جائے آقا و مالک کو چھوڑ کر بھاگ جائے یا رشتہ حالات اپنے مالک کے سوا غیر مالک کے ساتھ قائم کرے۔

Marfat.com

(۷۷۰) عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَہٗ صَلٰوۃٌ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ الذِّمَّۃُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَنْہُ قَالَ اَیُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَوَالِیْہِ فَقَدْ کَفَرَ حَتّٰی یَرْجِعَ اِلَیْہِمْ۔ (رواہ مسلم)

لاینبغی للمؤمن ان یقول انا بریٔ من الاسلام

(۷۷۱) عَنْ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اَنَا بَرِیْءٌ مِنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ کَانَ کَاذِبًا فَھُوَ کَمَا قَالَ وَاِنْ کَانَ صَادِقًا فَلَنْ یَرْجِعَ اِلَی الْاِسْلَامِ سَالِمًا۔ (رواہ النسائی وابوداؤد وابن ماجہ)

---

(۷۷۰) جریر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی کا غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جائے تو اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے جب تک کہ اس کے پاس پھر واپس نہ آجائے (مسلم شریف)

یوں کہنا مومن کی شان کے خلاف ہے کہ اگر فلاں کام نہ کروں تو میں مسلمان نہیں

(۷۷۱) بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص یوں کہے کہ میں اسلام سے بیزار ہوں تو اگر اس نے جھوٹ کہا تھا جب تو وہ درحقیقت مسلمان نہیں رہا اور اگر سچ کہا تھا جب بھی اس کا اسلام صحیح وسالم نہیں بچا (کچھ نہ کچھ زخمی ہو جاتا ہے)۔ (ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

---

(۷۷۱) مذکورۂ بالا مسئلہ کی صورت یوں بیان کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص نے زید سے بات کی پھر یہ کہا کہ اگر میں نے زید سے بات کی ہو تو میں مسلمان نہیں تو اگر اس نے یہ جھوٹ دانستہ بولا ہے تو اس قسم کا مطلب یہی ہے کہ اس کے نزدیک اپنے اسلام کی کوئی قدروقیمت نہیں اور اگر وہ سچا تھا اور درحقیقت اس نے زید سے بات نہ کی تھی پھر بھی اس کا کم از کم یہ نتیجہ تو ضرور برآمد ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام کسی نہ کسی صورت میں قابل ترک فرض کیا جا سکتا ہے۔ ایمان کی نزاکت بے تعلقی کی اتنی نفیس بھی برداشت نہیں کرتی۔ اسی طرح یوں قسم کھانا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو یا ایسا کروں تو مجھے مرتے دم ایمان نصیب ہو بہت بیجا سخاوت ہے اسلام سے محرومی کسی صورت میں بھی قابل برداشت نہ ہونی چاہئے کامل مسلمان وہ ہے جو اپنی زندگی میں ہر بات کا تصور کر سکتا ہے مگر ترک ایمان کا تصور کبھی نہیں کر سکتا۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون میں اسی عزیمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ورنہ اسلام پر موت کس کے بس کی بات ہے۔ اسلام انقیاد واطاعت کے صرف چند کلمات کا نام ہے اسی لئے وہ اس کے خلاف چند کلمات کہنے سے مجروح بھی ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

من رمى اخاه المسلم بالفسوق او الكفر ارتد عليه

(۷۷۲) عن ابی ذر انه سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذالک۔ (رواہ البخاری وغیرہ)

(۷۷۳) عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما۔ (رواہ البخاری وغیرہ)

جو مسلمان بھائی پر بے بات فسق وکفر کی تہمت لگاتا ہے وہ لوٹ کر اسی پر آپڑتی ہے

(۷۷۲) ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کوئی شخص کسی پر فسق یا کفر کی تہمت نہیں لگاتا مگر وہ لوٹ کر اسی کے اوپر آپڑتی ہے اگر وہ شخص جس کے سر یہ تہمت رکھی گئی ہے اس کا اہل نہیں ہوتا۔ (بخاری)

(۷۷۳) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو او کافر کہتا ہے تو دونوں میں سے ایک نہ ایک پر یہ کلمہ چسپاں ہو کر رہتا ہے۔ (بخاری)

(۷۷۳) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کلمہ منہ سے نکلتا ہے وہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ ظاہر بیں سمجھتا ہے کہ وہ صرف ایک سیال صورت تھی جو منہ سے نکلی اور فضاء عالم میں معدوم ہوگئی۔ لیکن حدیث یہ کہتی ہے کہ ایک ایک کلمہ جو کسی کے منہ سے نکلتا ہے وہ سب بدستور محفوظ رہتا ہے صرف کراماً کاتبین کے رجسٹروں میں نہیں بلکہ فضاء عالم میں بھی۔ ابوداؤد میں حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے تو یہ کلمہ سب سے پہلے آسمان کی طرف جاتا ہے جب اسے رحمت کی سمت جگہ نہیں ملتی تو زمین کی طرف آتا ہے پھر دائیں بائیں گھومتا ہے جب یہاں بھی جگہ نہیں ملتی تو اب خاص اس شخص کی طرف بڑھتا ہے جس پر یہ لعنت کی گئی تھی اگر وہ بھی اس کا اہل نہیں ہوتا تو آخر لوٹ کر خود لعنت کرنے والے کی طرف آجاتا ہے۔

آدمی خیال کرتا ہے کہ اس کے اقوال وافعال حیوانات کی طرح کسی حساب میں نہیں حدیث سمجھاتی ہے کہ وہ سب سے اشرف نوع ہے اس کو اپنے ایک ایک حرف کا حساب دینا ہوگا۔ فقہاء نے اس حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور اسی لئے وہ کسی عاقل بالغ شخص کے کسی کلام کو تا امکان بیکار جانے نہیں دیتے کوئی نہ کوئی توجیہ نکال کر اس پر کوئی حکم لگا ہی دیتے ہیں۔ کسی کو کافر کہنا کچھ ہنسی مذاق نہیں بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ یہ کلمہ معمولی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں "یا کافر" صرف ایک ندائیہ کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے لیکن بے محل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھلائے بغیر نہیں رہتا۔

Marfat.com

من کفّر متاولا او جاھلا لم یکفر

(۴۷۷) حدثنا جابر بن عبد اللہ ان معاذ بن جبل کان یصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم یاتی قومہ فیصلی بھم صلوٰۃ فقرأ بھم البقرۃ قال فتجوز رجل فصلی صلوٰۃ خفیفۃ فبلغ ذلک معاذا فقال انہ منافق فبلغ ذلک الرجل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ انا قوم نعمل بایدینا ونسقی بنواضحنا وان معاذا صلی بنا البارحۃ فقرأ البقرۃ فتجوزت فزعم انی منافق فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معاذ افتان انت ثلاثا اقرأ والشمس وضحھا وسبح اسم ربک الاعلیٰ۔ (رواہ البخاری وغیرہ)

تاویل یا ناواقفی سے کسی کو کافر کہنا کفر نہیں

(۴۷۷) جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ معاذ بن جبلؓ کی یہ عادت تھی کہ وہ رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھتے اس کے بعد واپس آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے ایک دن انھوں نے سورہ بقرہ پڑھی (ان کی اس لمبی قرأت کی وجہ سے) ایک شخص نے علیحدہ ہوکر ہلکی سی نماز پڑھ لی معاذ کو بھی یہ خبر لگی تو فرمایا وہ منافق ہے یہ بات اس شخص کو معلوم ہوگئی یہ آپ کی خدمت میں جا پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ہم کاروباری لوگ ہیں اپنے ہاتھوں سے مزدوری کرتے ہیں اور اونٹوں کے ذریعہ سے پانی بھرتے ہیں۔ آج شب معاذؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ بقرہ شروع کردی اس لئے میں نے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی اس پر معاذ خیال کرتے ہیں کہ میں منافق ہوں، آپ نے فرمایا معاذ کیا فتنہ برپا کروگے تین بار فرمایا صرف والشمس وضحہا اور سبح اسم ربک الاعلی جیسی سورتیں پڑھ لیا کرو۔ (بخاری شریف)

(۴۷۷) عہد نبوتؐ میں جماعت میں شریک نہ ہونا نفاق کی کھلی علامت تھی یہاں اس شخص نے ایک معقول عذر کی بناء پر جماعت میں شرکت نہ کی مگر قوت عمل کے زمانہ میں معذوریوں کی طرف کس کا خیال اس لئے معاذؓ نے حسب ضابطہ اس کو بھی منافق کہدیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سُن کر تطویل قرأت پر تو خاص طور پر تنبیہ کی مگر منافق کہنے پر اتنی تنبیہ نہیں کی جیسا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں بھی ان کے متعلق حضرت عمرؓ کے منافق فرمانے پر بھی کوئی تنبیہ نہیں فرمائی کیونکہ ان مقامات پر منافق کہنا گو غلط تھا تاہم کچھ تاویل کی بناء پر تھا۔ اگر تاویل قابل نفاذ ہو تو قائل پر سخت گیری نہیں کی جاتی۔

Marfat.com

ادمان الخمر یشبہ عبادۃ الوثن

(۷۷۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ اِنْ مَاتَ لَقِيَ اللّٰهَ كَعَابِدِ وَثَنٍ. (رواہ احمد وروی ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والبیھقی فی شعب الایمان عن محمد بن عبید اللہ عن ابیہ وقال ذکر البخاری فی التاریخ عن محمد بن عبد اللہ عن ابیہ)

(۷۷۶) عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى (الْاَشْعَرِيِّ) اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ مَا اُبَالِيْ شَرِبْتُ الْخَمْرَ اَوْ عَبَدْتُ هٰذِهِ السَّارِيَةَ دُوْنَ اللّٰهِ. (رواہ النسائی)

لا یغفر لمشرک ولا لقاتل المؤمن عمدًا

(۷۷۷) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّغْفِرَهٗ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَقْتُلُ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا.

(رواہ ابوداؤد وروی النسائی عن معاویۃ)

شراب نوشی کی عادت بت پرستی کی برابر ہے

(۷۷۵) ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرابی آدمی اگر مرے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک بت پرست کی طرح حاضر ہوگا۔ (احمد)

(۷۷۶) ابوموسیٰ فرمایا کرتے تھے کہ شراب پی لوں یا خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر اس ستون کی عبادت کر لوں میں تو ان دونوں باتوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ (نسائی)

مشرک اور مسلمان کے ناحق قاتل کی مغفرت نہ ہوگی

(۷۷۷) ابوالدرداءؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شاید ہر گناہ کو بخش دے مگر جو شرک کی حالت میں مرجائے یا جان بوجھ کر کسی مسلمان کو ناحق قتل کر دے اس کی مغفرت کی کوئی توقع نہیں۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

Marfat.com

نهی المؤمن عن تکثیر سواد المشرکین

(۷۷۸) عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ قَالَ قُطِعَ عَلٰی اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ بَعْثٌ فَاکْتُتِبْتُ فِیْہِ فَلَقِیْتُ عِکْرِمَۃَ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ فَاَخْبَرْتُہٗ فَنَھَانِیْ عَنْ ذٰلِکَ اَشَدَّ النَّھْیِ ثُمَّ قَالَ اَخْبَرَنِی ابْنُ عَبَّاسٍ اِنَّ نَاسًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا مَعَ الْمُشْرِکِیْنَ یُکَثِّرُوْنَ سَوَادَ الْمُشْرِکِیْنَ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی السَّھْمُ فَیُرْمٰی بِہٖ فَیُصِیْبُ اَحَدَھُمْ فَیَقْتُلُہٗ اَوْ یُضْرَبُ فَیُقْتَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِھِمْ الاٰیَۃَ۔ (رواہ البخاری)

مومن کی شان یہ بعید ہے کہ وہ مشرکین کی جماعت میں شامل ہو کر ان کی کثرت اور تقویت کا باعث بنے

(۷۷۸) عبدالرحمٰن ابوالاسود نے بیان کیا کہ اہلِ مدینہ نے اہلِ شام سے جنگ کیلئے ایک لشکر تیار کیا اس میں میرا نام بھی لکھا گیا میں نے حضرت ابنِ عباسؓ کے غلام عکرمہ سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے مجھے شدت سے منع فرمایا اور یہ قصہ بیان کیا کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کچھ مسلمان مشرکوں کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے اور ان کی وجہ سے جنگ کے موقعہ پر مشرکین کی جماعت کی تعداد میں اضافہ ہوتا تھا (اگرچہ ان کی دلی منشا لڑنے کی نہیں تھی) ان میں ایک شخص کے تیر آکر لگتا اور وہ ختم ہو جاتا یا تلوار سے زخمی ہوتا اور مر جاتا ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الخ وہ لوگ جن کی روحیں فرشتوں نے قبض کیں اس حالت میں کہ یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے (کہ بوجہ ضعفِ ایمانی کے اپنے گھروں سے ہجرت نہ کرتے تھے جب وہ مرنے لگے) تو فرشتوں نے ان سے پوچھا تم کس حال میں تھے انھوں نے جواب دیا ہم اس ملک کے ضعیف اور بے بس باشندوں میں سے تھے (خوف کی وجہ سے اظہارِ اسلام بھی نہ کر سکتے تھے) فرشتوں نے کہا کیا تمہارے واسطے کہیں زمین ماری گئی تھی کہ تم وہاں ہجرت کر جاتے۔ (بخاری شریف)

(۷۷۸) اس واقعہ کے نقل کرنے سے عکرمہ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کیلئے یہ پسند ہی نہیں فرمایا کہ وہ کسی باطل جماعت کے ساتھ شریک رہیں تو میں بھی بوجہ جنگ میں تمہاری شرکت پسند نہیں کرتا کیونکہ میرے نزدیک یہ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے اگر تم ان کے ساتھ ہو گئے تو تمہاری وجہ سے کم از کم ان کو جماعتی شرکت تو حاصل ہوگی یہ بھی باطل کی اعانت میں شامل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے اختیار سے اس امر کی ہرگز اجازت نہیں دی کہ مسلمان کفر کے زیرِ اقتدار رہنا بخوشی برداشت کرے اس کے لئے صرف دو راستے ہیں یا ہجرت کر جائے اور یا بدرجہ مجبوری کفر کے اقتدار سے آزادی کے لئے ہمہ وقت جدوجہد کرتا رہے۔ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔ (مترجم)

Marfat.com

(۷۷۹) عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِکِیْنَ وَسَکَنَ مَعَہٗ فَھُوَ مِثْلُہٗ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۸۰) عَنْ جَابِرِ بْنِ زَیْدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ کَانُوْا مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ لِاَنَّھُمْ ھَجَرُوا الْمُشْرِکِیْنَ وَکَانَ مِنَ الْاَنْصَارِ مُھَاجِرُوْنَ لِاَنَّ الْمَدِیْنَۃَ کَانَتْ دَارَ شِرْکٍ فَجَاءُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْلَۃَ الْعَقَبَۃِ۔ (رواہ النسائی)

(۷۸۱) عَنْ جَرِیْرٍ قَالَ بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَعَلٰی فِرَاقِ الْمُشْرِکِ وَفِیْ لَفْظٍ عَلٰی اَنْ تُفَارِقَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (رواہ النسائی)

(۷۷۹) سمرہ بن جندب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا رہنا سہنا مشرکوں کے ساتھ رہے وہ ان ہی کی مثل ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۸۰) جابر بن زید سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ تو اس لئے مہاجر کہلائے کیونکہ انھوں نے مشرکین کو چھوڑ دیا تھا لیکن انصار میں بھی کچھ لوگ مہاجر تھے کیونکہ ابتدا میں مدینہ بھی دار شرک تھا۔ جب کچھ لوگ ان مشرکین کو چھوڑ کر لیلۃ العقبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے (تو اس لحاظ سے وہ بھی مہاجر کہلائے)۔ (نسائی شریف)

(۷۸۱) جریرؓ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امور ذیل پر بیعت کی تھی۔ نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا اور مشرکوں سے علیحدہ رہنا۔ (نسائی شریف)

(۷۸۰) ہجرت بظاہر ترک وطن کا نام ہے مگر ترک وطن کوئی مطلوب چیز نہیں۔ مکہ مکرمہ جیسا وطن ایسا وطن نہ تھا جس کو بخوشی کوئی ترک کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ ہجرت کے وقت مڑ مڑ کر مکہ مکرمہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتے جاتے اور فرماتے جاتے اے شہر مکہ اگر میری قوم ہی مجھکو تجھ سے زبردستی نہ نکالتی تو میں ہرگز اپنے اختیار سے تیرے سوا کہیں اور رہنا پسند نہ کرتا اس لئے ہجرت کی روح ترک وطن نہیں بلکہ شرک اور مشرک سے علیحدہ رہنا ہے جہاں شرک کا اقتدار ہو وہاں اسلامی حیات ہرگز نشو و نما نہیں پا سکتی اس حالت میں اسلام کی حفاظت صرف ہجرت سے ہو سکتی ہے۔ فتح مکہ کے بعد مسئلہ ہجرت کا فیصلہ اسعد تشنیان سے نہیں ہو سکتا صحیح

(۷۸۱) اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ تمام اقتدار کفر کے ہاتھ میں تھا مشرکوں سے علیحدہ رہنا بھی بیعت کا ایک اہم جزء قرار دیدیا گیا تھا۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء یہود نے جب اپنی قوم کے زشت افعال کے باوجود ان سے متارکت اختیار نہ کی اور ان ہی کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ بنے رہے تو اس مداہنت کی وجہ سے بے دینی کے جراثیم ان میں بھی سرایت کر گئے اور آخرکار وہ بھی لعنت کے تحت آ گئے۔ دوسروں نے اسی فلسفہ کے تحت چھوت کا مسئلہ ایجاد کیا تھا افسوس کہ انھوں نے تو ایک غلط قدم کو دین سمجھ لیا اور ہم نے دین کی ایک ضروری دفعہ کو تعصب سمجھ کر ترک کر دیا۔ یہاں ترجمان السنہ ج ۲ ص ۱۵۲ و ۱۵۳ بھی ملاحظہ کر لینا چاہئے۔

Marfat.com

التطیر و تصدیق الکاہن ونحوھما نوع من الشرك

(۷۸۲) عَنْ اُمِّ کُرْزٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَقِرُّوا الطَّیْرَ عَلٰی مَکِنَاتِھَا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

(۷۸۳) عَنْ قَبِیْصَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعِیَافَۃُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۸۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الطِّیَرَۃُ شِرْكٌ قَالَہٗ ثَلَاثًا۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

(۷۸۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَتٰی کَاھِنًا فَصَدَّقَہٗ بِمَا یَقُوْلُ اَوْ اَتَی امْرَاَتَہٗ حَائِضًا اَوْ اَتَی امْرَاَتَہٗ فِیْ دُبُرِھَا فَقَدْ بَرِیَٔ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) (رواہ احمد وابوداؤد)

بدفالی کا عقیدہ رکھنا اور کاہن کی تصدیق کرنا ایک قسم کا شرک ہے

(۷۸۲) ام کرز روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں بیٹھا رہنے دو اور انھیں اڑا کر اچھی یا بری فال نہ لیا کرو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

(۷۸۳) قبیصہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پرندوں کو اڑا کر عرب کے طریقے پر نیک فال لینا یا رمل کا عمل کرنا یا بدفالی یہ سب شرک کے عمل ہیں۔ (ابوداؤد)

(۷۸۴) عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدفالی ایک قسم کا شرک ہے۔ تاکیداً تین بار یہی فرمایا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

(۷۸۵) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے (غیب کی خبریں بتانے والا) پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے یا ایام حیض میں اپنی بی بی سے صحبت کرے یا اس محل میں صحبت کرے جس میں صحبت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اس کو منع کیا ہے تو جو قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوا تھا وہ اس سے علیحدہ ہو چکا۔ (احمد۔ ابوداؤد)

Marfat.com

(۷۸۶) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُمُوْرًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ـ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ قَالَ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ ذَالِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ اَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ خَطًّا قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ (رواہ مسلم)

(۷۸۷) عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا هَامَةَ وَلَا عَدْوٰى

(۷۸۶) معاویہ بن حکم بیان کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کچھ باتیں ہم کفر کے زمانہ میں کیا کرتے تھے (اب ان کا کیا حکم ہے) ہم کاہنوں کے پاس جاکر (غیب کی خبریں دریافت کیا کرتے تھے) فرمایا اب ان کے پاس مت جاؤ، انھوں نے عرض کیا کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم پرندے اڑا کر نیک و بد فال کے بھی قائل تھے فرمایا بدفالی ایک ایسی چیز ہے جس کے تم سدا سے عادی چلے آتے ہو اس لئے تمہارے دلوں میں اس کا اثر تو ہوگا لیکن تم کو چاہئے کہ اس کی وجہ سے اپنے کام سے نہ رکو۔ میں نے عرض کیا ہمارے کچھ لوگ خطوط کھینچکر غیب کی خبریں معلوم کرلیا کرتے تھے فرمایا خدا کے نبیوں میں ایک نبی ضرور اس علم کے مالک تھے۔ اب اگر کسی کا خط ان کے ساتھ مطابقت کرجاتا ہوگا تو وہ بھی درست ہوجاتا ہوگا۔ (مگر یہ خبر کیسے ہو)۔ (مسلم شریف)

(۷۸۷) سعد بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہامہ اور عدویٰ اور نحوست

(۷۸۷) انسانی معیشت کا بڑا تعلق یا اپنے گھر سے ہوتا ہے یا اپنے گھوڑے سے یا اپنی بی بی سے آج دوسری قسم کی سواریاں ایجاد ہوجانے کی وجہ سے اگرچہ گھوڑے کا تعلق ہماری سمجھ میں نہیں آتا مگر کل تک عرب میں گھوڑا ضروریات زندگی کا سب سے اہم جزء سمجھا جاتا تھا نحوست کا اگر کوئی وجود ہوتا تو ان چیزوں میں اس کا قائل ہونا فی الجملہ ایک معقول بات تھی کیونکہ انسان کو ان سے ہر وقت کا واسطہ پڑتا ہے لیکن ہر معاملہ میں پرندوں کو اڑا اڑا کر نحوست یا سعادت کے تصورات جمانا یہ کسی طرح بھی معقول بات نہیں کسی جانور کا تجربہ سے اچھا برا ثابت ہوجانا کسی مکان کا حسب منشا آرام دہ نہ ہونا یا اس کی آب و ہوا کا درست نہ ہونا اسی طرح کسی عورت کا بدمزاج یا غیر منتظم ہونا یہ سب اپنی اپنی جگہ حقائق ہیں۔ ان کو نحوست کے غلط نظریہ سے کیوں تعبیر کیا جائے خود حدیثوں میں بہت سے گھوڑے قابل پسند سمجھے گئے ہیں اور بہت سے ہٹی اور خراب قرار دیئے گئے ہیں۔ لیکن کسی حیوان کے داغ، دھبہ یا کسی عورت کے صرف شکل و شمائل یا کسی مکان کی ساخت سے ذرا اس کو منحوس سمجھ لینا مسلمان تو مسلمان ایک ادنیٰ ہوشمند انسان کا بھی کام نہیں لیکن کیا کیا جائے کہ جب انسان غلط یا صحیح طریقہ پر کسی عقیدہ کا شکار ہوجاتا ہے تو اس کی نظر میں دنیا بھر کے تمام حوادث اسی کے زاویۂ خیال کے مطابق ڈھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ ہر ہر بات کو اپنے وہم کی ایک ایک دلیل سمجھتا چلا جاتا ہے۔ عربی میں ایک مقولہ مشہور ہے۔ ان الوہم خلاق۔ درحقیقت یہ تمام کارفرمائی اس کے وہم کی عنایت کردہ ہوتی ہے اور بس۔ غیر اللہ سے اتنا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حقیقی تصرف سے اتنا ذہول یہ شرک ہے ورنہ اس کا پیش خیمہ تو ضرور ہے۔

Marfat.com

وَلَا طِيَرَةَ وَاِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الدَّارِ وَالْفَرَسِ وَالْمَرْأَةِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۸۸) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا هَامَةَ وَلَا نَوْءَ وَلَا صَفَرَ۔ (رواہ مسلم)

(۷۸۹) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا عَدْوٰى وَلَا

یہ سب باتیں بے حقیقت ہیں اگر کسی چیز میں نحوست ہوتی تو تین چیزوں میں ہوتی گھر، گھوڑا، زمین۔ (ابوداؤد)

(۷۸۸) ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مرض کا لگ جانا، اُلو، نچھتر، صفر یہ سب وہم پرستی کی باتیں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

(۷۸۹) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ مرض لگ جانا،

---

(۷۸۸) مرض اُڑ کر نہیں لگتا جیسا اکثر اہل ہنود کا عقیدہ ہے جہاں سببیت قطعی طور پر دریافت ہو جائے وہ علیحدہ بات ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب انسان کی قوتِ ایمانی یا آپ کی زبان میں قوتِ ارادی اور قوتِ عزم کمزور پڑ جاتی ہے تو اس کے دل میں عدوی کا عقیدہ جم جاتا ہے اور جہاں مرض نہیں لگتا اس کے لئے وہ عذر تراشنے لگتا ہے۔

ابن قتیبہ تصریح فرماتے ہیں کہ مریض کے ساتھ ہر وقت کی مخالطت و مجالست اس کے ساتھ خورد و نوش میں بے احتیاطی اور اس کے جسمانی رطوبات سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا شخص بیمار پڑ سکتا ہے مگر یہاں اس کے اسباب بھی موجود ہیں۔ یہ عدوی جاہلیت نہیں۔ عدوی جاہلیت یہ ہے کہ ایک شہر میں طاعون آئے اور آدمی اس شہر ہی کو چھوڑ کر بھاگ جائے۔ نہ تو بے احتیاطی شریعت کی تعلیم ہے نہ اتنی احتیاط۔ ہندوستان کے قدیم ہندو اسی دوسری قسم کے عدوے کے قائل ہیں (تاویل مختلف الحدیث صفحہ ۱۲۱۔ وزاد المعاد)

ہامہ اور صفر کے متعلق اختلاف ہے ان کی حقیقت کیا تھی کوئی کہتا تھا کہ جس مقتول کا قصاص نہ لیا جاتا اس کی روح بوم کی شکل میں پکارتی پھرتی کہ میرا قصاص لیا جائے میں پیاسی ہوں۔ اور صفر ایک جانور ہے جس کے کاٹنے سے انسان کو بھوک محسوس ہوتی ہے۔ اس کے سوا اور بھی اسی قسم کے غلط تصورات ہیں۔ شریعت ان سب کو بے اصل قرار دیتی ہے اور انسانی شرافت اور اس کے اعتقادات کے لائق نہیں سمجھتی۔

(۷۸۹) غول صرف وہ انسانی خیالات ہیں جو حالتِ خوف میں متشکل ہو کر اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ ایک جماعت تو ان کے وجود کو حقیقی وجود تسلیم کرتی ہے اور دوسری جماعت جنات کے حقیقی وجود سے بھی انکار کرتی ہے اس عالم میں جہاں دیکھو افراط و تفریط ہی کا تماشہ دیکھو گے۔

Marfat.com

صَفَرَ وَلَا غُوْلَ۔ (رواہ مسلم)

(۷۹۰) عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحْسَنُھَا الْفَالُ وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا فَاِذَا رَأٰی اَحَدُکُمْ مَا یَکْرَہُ فَلْیَقُلِ اللّٰھُمَّ لَا یَأْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (رواہ ابوداؤد مرسلاً)

صفر اور غول بیابانی سب خیالات ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ (مسلم شریف)

(۷۹۰) عروہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدفالی کا ذکر آگیا آپؐ نے فرمایا کہ ہاں اس حد تک تو درست ہے کہ کسی کا نام اچھا سننا اور اس سے خوش ہو جانا لیکن فال کسی مسلمان کو اپنے کام سے روکتی نہیں۔ (کیونکہ فال کا مقدرات پر کوئی اثر نہیں پڑتا) لہٰذا اگر تم میں کوئی شخص ایسی بات دیکھے جس کی وجہ سے اس کے دل میں بدفالی پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ یہ کلمات پڑھے اللھم لایاتی الخ اے اللہ تو ہی بھلائی پہنچاتا ہے اور تو ہی بلاؤں سے حفاظت کرتا ہے اور بھلائی کے حاصل کرنے اور برائی کے بچنے کی طاقت بھی تو ہی عنایت فرماتا ہے۔ (ابوداؤد)

---

(۷۹۰) امام ابن قتیبہ عکرمہ سے ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ابن عباسؓ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اس طرف کہیں ایک پرندہ چیختا ہوا نکلا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا چلو خیر ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا نہ خیر ہے نہ شر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تو صرف اتنی بات ثابت ہے کہ آپ اچھا نام اور نیک فال پسند فرماتے تھے۔ اصمعی سے منقول ہے کہ انھوں نے ابن عون سے فال کے معنی پوچھے انھوں نے فرمایا کہ نیک فال یہ ہے کہ کوئی مریض "یا سالم" کی آواز سنے اور اپنی تندرستی کی بشارت پر محمول کرے یا کسی کا مال گم ہو گیا ہو اور وہ "یا واجد" کا لفظ سنے اور اسے اپنے مال کے ملنے کی خوشخبری سمجھے۔ امام ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ صرف اتنی بات کو عرب کی فال اور بدفالی سے کوئی علاقہ نہیں یہ انسان کی فطرت ہے کہ اُسے اچھی بات اچھی اور بری بات بری لگتی ہے۔ مثلاً بیمار کے پاس جا کر صحت کے کلمات اور پریشان شخص کے سامنے بشارت کے کلمات کہنا ہر شخص کو پسند ہوتا ہے حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ یہاں کہنے والے اور سننے والے دونوں کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ اس کے ان کلمات سے تقدیرات الٰہیہ بدلتی ہیں اسی طرح اچھی صورت سے مسرت اور بری صورت سے انقباض بھی انسان کی فطرت ہے۔ پھولوں سے مہکتا ہوا چمن اور بہتا ہوا پانی ہر شخص کو پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس کے برخلاف صورتیں ہر شخص کو فطرتاً ناپسند ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھے نام سے خوش ہونا اور بدنما نام سے ناخوش ہونا اسی فطرت کے ماتحت تھا۔ (تاویل مختلف الحدیث ص ۱۳۰ تا ۱۳۱۔) عرب جو قوم سے بدفالی کا خوگر رہتا چلا آیا تھا۔ جب اس نے اسلامی دور میں قدم رکھا تو یہ ظاہری قدم پاس کر ان سب خیالات کو چھوڑنا پڑا۔ یہ بہت ممکن تھا کہ اپنی قدیم عادت کی وجہ سے کسی بدفالی کے موقعہ پر اس کے دل میں غیر اختیاری تاثرات پیدا ہوتے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

رقی الجاھلیۃ من عمل الشیطان

(۷۹۱) عَنْ جَابِرٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّشْرَۃِ فَقَالَ ھُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ۔ (رواہ ابوداؤد)

(۷۹۲) عَنْ عِیْسَی بْنِ حَمْزَۃَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَکِیْمٍ وَبِہٖ حُمْرَۃٌ فَقُلْتُ اَلَا تُعَلِّقُ

کافروں کی چھو منتر بھی شیطانی کام ہیں

(۷۹۱) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرۃ کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ یہ ایک شیطانی کام ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۹۲) عیسیٰ بن حمزہ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن حکیم کے پاس گیا انھیں سرخ بادہ کی تکلیف تھی میں نے کہا کہ اس کے لئے آپ گلے میں منکے کیوں نہیں لٹکا لیتے انھوں نے فرمایا کہ میں ان باتوں سے اللہ تعالیٰ کی

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) ایسے وقت کے لئے چند مقدس کلمات تعلیم فرمادیے جن کی برکت سے یہ تمام باطل تاثرات اعتماد باللہ اور توکل سے بدل جائیں گے۔ اللھم لا یاتی بالحسنات الخ

اسلامی توحید کا یہ وہ بلند تصور ہے کہ جس کے دل میں یہ تصور قائم ہو گیا پھر اس کے قلب میں غیر اللہ کا کوئی خوف و ہراس باقی نہیں رہتا اور اس کا قبلۂ توجہ ایک ہی ذات پاک رہ جاتی ہے اور حقیقت یہی توحید کی اصل روح ہے۔ جب عقیدۂ توحید میں یہ روح باقی نہیں رہتی تو پھر اس میں شرک کے وہ تمام شعبے پھوٹنے لگتے ہیں جو آپ عرب کے نقشۂ زندگی میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

(۷۹۱) نہایہ میں ہے کہ جس شخص کو یہ وہم ہو جاتا تھا کہ اس پر جن کا اثر ہو گیا ہے وہ اس منتر سے اپنا علاج کر لیا کرتا تھا۔ عرب کا گمان تھا کہ اس منتر کی جنات کے اثرات کے ازالہ میں بالذات تاثیر ہے۔

(۷۹۲) نہایہ میں ہے کہ عرب چند منکے لیکر اپنے بچوں کے گلوں میں نظر گذر کے خیال سے ڈال دیا کرتے تھے ان کا گمان تھا کہ اس عمل سے نظر نہیں لگتی۔ اسلام چونکہ وہم پرستی کی بیخ و بنیاد اکھاڑنے آیا تھا اس لئے اس نے اس خیال کی بھی تردید کی اور بتایا کہ ایک مخلوق کو دوسری مخلوق میں بالذات کوئی تاثیر نہیں۔ تمام کائنات میں حقیقی مؤثر صرف خالق کا ارادہ ہے چند منکے اور خرزات گلے میں لٹکا کر یہ عقیدہ قائم کر لینا کہ یہ خوبصورت پتھر کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں صرف ایک جاہلانہ وہم پرستی ہے۔ تولہ بھی اسی کی دوسری شکل تھی وہ اس جادو کو تولہ کہا کرتے تھے جس کے ذریعہ زن و شوہر کے مابین محبت پیدا ہو جاتی تھی ان کا خیال تھا کہ اس عمل سے تقدیر الٰہی تک پلٹ جاتی ہے۔ جس طرح ان بے بنیاد جھاڑ پھونک کا قائل ہونا وہم پرستی ہے۔ اسی طرح اسماء الٰہیہ اور کلام الٰہی کی برکات کا انکار بھی حقائق کا انکار ہے۔ خدا کے کلام پاک اور اس کے اسماء کے محیر العقول اثرات و برکات سے احادیث نبویہ بھری پڑی ہیں لیکن انسان کی فطرت میں توازن مفقود ہے۔

Marfat.com

تَمِيمَةً فَقَالَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ اِلَيْهِ۔ (ابوداؤد)

(۷۹۳) عَنْ زَيْنَبَ امْرَءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَاٰى فِيْ عُنُقِيْ خَيْطًا فَقَالَ

پناہ مانگتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو اپنے گلے میں اس قسم کی چیزیں لٹکائے اس کی جان کی حفاظت خود اسی کے حوالہ کردی جاتی ہے۔ (ابوداؤد)

(۷۹۳) عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی بیان کرتی ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے میری گردن میں ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھا پوچھا یہ دھاگا کیسا ہے۔ میں نے کہا پڑھا ہوا گنڈا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ابن مسعود نے

اسی لئے قرآن نے اس کا لقب "ھلوع" اور "منوع" رکھا ہے: خلق الانسان ھلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا" انسان کی خصلت یہ ہے کہ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو بے صبرا ہو جاتا ہے اور جب اس پر فراغت کا دور آتا ہے تو بے توفیقا ثابت ہوتا ہے۔ وہ اگر گرتا ہے تو وہم پرستی پر اتر آتا ہے اور ابھرتا ہے تو انکار حقائق سے بھی باک نہیں کرتا۔ خدا کے کلام، اس کے اسماء، اس کے رسول کے کلمات، بلکہ اس کے رسول کے مستعمل پانی اور اس کے مستعمل کپڑوں میں بڑی برکتیں ہیں مگر یہ سب برکتیں خدا ہی کے نام کی ہیں۔ سمندر مان سون پیدا کرتا ہے سورج ضو فشانی میں مشغول ہے۔ ابر و باد بارش لاتے ہیں مگر ان میں حقیقۃً کوئی تاثیر و فاعلیت ہے اور نہ مقدرات الہیہ کے خلاف حرکت کرنے کی تاب و طاقت ہے: لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار: نہ آفتاب اپنی لیل و نہار کے دور میں کبھی چاند کو پکڑ سکتا ہے اور نہ رات دن کے خاتمہ سے پہلے آسکتی ہے یہ سب ایک ارادۂ الٰہی کے سامنے سرنگوں ہیں اسی طرح تمام برکتیں اور تمام تبرکات نہ موثر حقیقی ہیں اور نہ مقدرات کو پلٹ سکتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ دونوں عقیدے موجود تھے اور جن چیزوں کے متعلق ان کا گمان تھا کہ ان کو قلب حقائق یا قلب مقدرات میں تاثیر ہے۔ ان سب میں معمولی سببیت بھی موجود نہ تھی اس لئے اسلام نے اس کو صرف ایک وہم پرستی قرار دیا اور اس کی بجائے اس کو صحیح عقائد کے ساتھ تبرک بالاسماء اور تبرک بآثار الصالحین کا صحیح راستہ بتایا ہے اس تبرک کی بھی حدود ہیں ان حدود سے تجاوز نہ کرنا چاہئے ورنہ پھر وہ بھی رسوم جاہلیت میں داخل ہو جائے گا۔

(۷۹۳) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی اجسام میں اس قسم کے تصرفات بھی کر سکتا ہے۔ آخر جب انسان کی نظر لگ سکتی ہے اور اس کے دست و پا سے دوسرے انسانوں کو ایذا پہنچ سکتی ہے تو شیاطین کی ایذا رسانی کے انکار کی کیا وجہ ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ قوی مخلوق ہے۔ احادیث سے شیاطین کے بہت سے تصرفات ثابت ہیں۔ استحاضہ کو شیاطین کا اثر کہا گیا ہے، برے خوابوں میں ان کا دخل تسلیم کیا گیا ہے۔ نماز اور وضو میں وساوس ڈالنا، مال چرا کر لیجانا حتی کہ خاتم الانبیاء علیہ السلام کی طرف ایک آگ کا شعلہ لیکر بڑھنا اور بچہ کی پیدائش کے وقت اس کا چھیڑنا یہ سب کچھ حدیثوں میں آچکا ہے گو علماء نے کہیں کہیں اس کی تاویلات بھی کی ہیں مگر پھر بھی ان میں قدر مشترک شیطانی تصرف ایک ناقابل انکار حقیقت ثابت ہوتی ہے اور اسی حقیقت کی بنا پر شریعت نے اس کی ضرر سے حفاظت کے معنوی طریقے تعلیم فرما دیئے ہیں۔ مادی نظریں دان کی مضرتوں سے آشنا ہیں اور نہ ان سے حفاظت کے طریقے جانتی ہیں اسی لئے وہ ان

Marfat.com

مَا هٰذَا فَقُلْتُ خَيْطٌ رُقِيَ لِي فِيهِ قَالَتْ فَأَخَذَهُ فَقَطَعَهُ ثُمَّ قَالَ أَنْتُمْ آلُ عَبْدِ اللّٰهِ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ فَقُلْتُ لِمَ تَقُولُ هٰكَذَا لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلٰى فُلَانٍ

اسے لے کر توڑ پھینکا اور فرمایا ابن مسعود کے گھر والو! تمہیں تو شرک کی باتوں سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جھاڑ پھونک، نظر کے لئے منکے اور زوجین کے لئے محبت کے جادو یہ سب باتیں شرک ہیں میں نے کہا آپ ایسی بات کیسے فرماتے ہیں۔ اس سے پیشتر جب کبھی میری آنکھ دکھتی تو میں فلاں یہودی کے پاس چلی جایا کرتی تھی وہ اس کو جھاڑ دیا کرتا تھا اور فوراً

کلمات اور تعویذات کا تمسخر اڑا دیتی ہیں جو اس سلسلہ میں شریعت نے تعلیم کئے ہیں جب ان کے نزدیک شیطان اور اس کے تصرفات کی کوئی حقیقت ہی نہیں تو پھر کلماتِ تعوذ اور ادعیہ کا سارا باب بھی محض ایک وہم پرستی نہ ہو تو اور کیا ہو لیکن جن کے نزدیک ان کی ہستی پھر انسانی معیشت میں ان کی طرح طرح خلل اندازی اور دست درازی دونوں پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں ان کے نزدیک ان کلماتِ تعوذ کی اہمیت بھی اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اسباب ظاہری کے تعطل کے قائل ہیں اور ہر بیماری و اختلال مزاجی کا سبب ان معنوی اسباب ہی میں منحصر سمجھتے ہیں یہ تو بداہت کا انکار ہوگا بلکہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس طرح علوم کی دقت نظر یوماً فیوماً اسباب ظاہری میں بھی دقیق تر اسباب کی طرف راہنمائی کرتی جا رہی ہے حتیٰ کہ موجودہ زمانہ میں اکثر بیماریوں کا سبب ایسے جراثیم ثابت ہو گئے ہیں جو ان آنکھوں سے نظر بھی نہیں آسکتے تو اگر شرعی تحقیق سے کچھ ایسے اسباب بھی دریافت ہو جائیں جو ہماری اس خوردبین کے دسترس سے باہر ہوں تو اس کے انکار کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر فتح العزیز میں لکھا ہے کہ شریعت اسباب ظاہری کی منکر نہیں بلکہ اس کے ساتھ کچھ اور اسباب باطنی کی بھی اطلاع دیتی ہے جو ان اسباب ظاہری کے پس پردہ مستور ہوتے ہیں اور اس حقیقت کو بہت مشرح بیان فرمایا ہے جو قابل دید ہے (دیکھو تفسیر مذکور ص ۱۱۵) ——— اس حدیث سے ایک اور اہم بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ گمراہی کا سبب جس طرح شیطانی وساوس ہوتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ اس قسم کے شیطانی تصرفات بھی ہو جاتے ہیں۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی یہاں یہ سمجھے بیٹھی تھیں کہ ان کی آنکھ کو کاہن کی شرک آمیز جھاڑ پھونک سے شفا ہو جاتی ہے اور معلوم یہ ہوا کہ اس میں شیطان کا تصرف شامل تھا۔ اس نے ایسی صورت پیدا کر رکھی تھی کہ ان کے دماغ میں خود بخود یہ گمراہی پیدا ہو جائے۔ بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان آج بھی اسی قسم کی گمراہی میں مبتلا نظر آتے ہیں جب ان کو کوئی نقصان پہنچتا ہے تو وہ یہی کہہ دیتے ہیں کہ اس مہینہ میں ہم فلاں بزرگ کی نذر و نیاز نہیں کی تھی اس لئے ہم کو یہ نقصان پہنچ گیا اور اتنا نہیں سوچتے کہ جن بزرگوں نے اپنی تمام عمر میں مخلوق کی ایذائیں برداشت کرنے میں صرف کی ہو اور اسی کو اپنا معیار زندگی سمجھا ہو وہ کسی غریب کے نیاز نہ دلانے پر اس کو کب کوئی ایذا دے سکتے ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہیؒ کے حسب ذیل شعر سے خدا اندازہ کیجئے کہ جو لوگ ان کے در پہ آزار تھے ان کے حق میں ان کا جذبہ کیا تھا ——

الْيَهُوْدِيِّ فَإِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخَسُهَا بِيَدِهٖ فَإِذَا رُقِيَ كَفَّ عَنْهَا إِنَّمَا يَكْفِيْكِ أَنْ تَقُوْلِيْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

آرام ہو جایا کرتا تھا عبداللہ نے فرمایا یہ شیطان کی حرکت تھی وہ آنکھوں کو اپنے ہاتھ سے کریدا کرتا تھا جب وہ جھاڑی جاتی تھی تو کریدنا بند کر دیتا تھا (تم کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ یہ سکون جھاڑ کا اثر ہے) تمہیں یہ بات کافی ہے جو کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے وہی تم پڑھ لیا کرو اذہب الباس الخ۔ اسے لوگوں کے

ہر کہ مارا رنج سازد یار او را یار باد ٭ ہر گلے کز باغ عمرش بشگفد بے خار باد

کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس آئین کے تحت ساری دنیا کو نفع و نقصان پہنچتے ہیں اسی آئین کے ماتحت اس کو بھی یہ نقصان پہنچا ہو اور کیا یہ ممکن نہیں کہ جس طرح شیاطین انسانوں کے عقائد فاسد کرنے کے لئے اس قسم کے کچھ تماشے دکھایا کرتے ہیں یہ تماشہ بھی اسی قسم کا ایک تصرف ہو، بزرگوں کی طرف اس کی نسبت کرنے کی ضرورت کیا ہے کفار بھی اپنے معبودوں کے متعلق اسی قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو پاگل بنا دیں (معاذ اللہ) تو انھوں نے جو جواب دیا وہ یہ تھا۔ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ رَبِّيْ یعنی میں ان سے بھلا کیا ڈرتا جن کے قبضہ میں خود اپنا نفع و نقصان بھی نہ ہو، تکلیف و راحت سب اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے وہ جس کو چاہے اس کا سبب بنا دے یہاں حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے فوائد قابل مراجعت ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کو یہی دھمکی دی تھی إِنْ نَّقُوْلُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ۔ ہمارے خیال میں تو ہمارے کسی معبود نے تجھے ستا رکھا ہے۔ ان کے جواب میں انھوں نے فرمایا إِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے جو چیز بھی زمین پر چلتی ہے سب اسی کے تصرف میں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ شیطانی تصرفات کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔ فكثير من هؤلاء الذين يعظمون القبور والمشائخ ويستغيثون بهم ويطلبون حوائجهم منهم يطيعهم الشياطين بسبب ذلك في بعض الامور وذلك من جنس السحر والشرك ...... وانما تقترن به الشياطين وتخدمه لما فيه من الكفر والزندقة ومن الفسوق والعصيان ...... وانا اعرف من هؤلاء عددا كثيرا بالشام ومصر والحجاز واليمن واما الجزيرة والعراق وخراسان والروم ففيها من هذا الجنس اكثر مما بالشام وغيرها (الرد على البكرى ملخصا) جو لوگ قبروں اور مشائخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں ان سے فریادیں کرتے ہیں اور اپنی ضروریات میں عقدہ کشائی طلب کرتے ہیں کبھی کبھی شیطان اس اعتقاد کو پختہ کرنے کیلئے ان کے مسخر ہو جاتے ہیں درحقیقت یہ ایک قسم کا سحر اور شرک ہوتا ہے اسی کفر، زندقہ اور فسق کی وجہ سے شیطان ان کے مددگار بن جاتے ہیں میں نے اس قسم کے لوگ شام، مصر اور حجاز و یمن میں بہت دیکھے ہیں اور جزیرہ، عراق، خراسان اور روم میں تو اس قسم کے لوگ اور بھی زیادہ موجود ہیں۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔ والذين يسجدون للشمس والقمر والكواكب ويدعونها تتنزل عليهم ارواح من الجن تقضي لهم كثيرا من حوائجهم ويسمونها روحانية ذلك الكوكب وهو شيطان. ومن الشياطين من يطير بصاحبه

Marfat.com

يَقُوْلُ اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا۔ (رواہ ابوداؤد)

پروردگار بیماری دور کر دے اور شفا بخش دے کیونکہ شافی صرف تو ہے۔ درحقیقت شفا تیری ہی طرف سے ہے ایسی شفا دے کہ پھر بیماری کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ (ابوداؤد)

من الانس فی الهواء ویضعه علی رأس الجبل ویدخل بالنار فیمنعه حرها۔ (الرد علی البکری ص۲۲۵) یعنی جو لوگ آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو سجدہ کرتے اور مصیبتوں میں ان کو پکارتے ہیں ان کی امداد کیلئے جنات کی ارواح آتی ہیں ارواح ان کی بہت سی ضروریات پوری کر دیتی ہیں یہ لوگ حقیقت سے تو آشنا نہیں ہوتے ارواح کو ان کی روحانیات سمجھتے ہیں حالانکہ یہاں ان ستاروں کی روحانیت کچھ نہیں ہوتی یہ صرف شیطان ہوتے ہیں پھر بعض شیطان ایسے تصرفات بھی کرتے ہیں کہ ایک انسان کو اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر رکھ دیتے ہیں اور کبھی اس کو آگ میں لیجاتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حافظ نے اس قسم کے بہت سے واقعات اپنے ہی زمانہ کے تحریر فرمائے ہیں اور تصنیف مذکور میں بہت سے مقامات پر اس قسم کے جناتی تصرفات کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث سے بھی ان کی تصدیق ہوتی ہے۔

غرض اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو نفع و نقصان انسان کو اسباب کے ساتھ پہنچتا ہے اس میں بھی اصل مؤثر خدا تعالیٰ ہی کی قدرت کو سمجھنا چاہیے اسباب ظاہری محض اس کے ارادہ کے مظاہر ہیں خود ان میں کوئی تاثیر نہیں۔ اگر فرض کر لو کہ کوئی خبیث روح یا سرکش جن ہماری توحید کو گندہ کرنے کیلئے کوئی صورت اختیار کرتا ہے تو ہم کو چاہیے کہ ان کلمات سے اس کا مقابلہ کریں جو اس کیلئے شریعت نے ہم کو بتائے ہیں اگر اس کو ایذا کی قدرت دی گئی ہے تو ہم کو اس سے حفاظت کی تدبیریں بتا دی گئی ہے ہم کو چاہیے کہ ہم جنگ میں اپنے دشمن پر غالب آنے کی کوشش کریں نہ یہ کہ اسی کو خدا بنا بیٹھیں والعیاذ باللہ اگر مومن کی قوت ایمانی پورے طور پر مستحکم ہو جائے تو بہت سے نقصانات جو اس کی قوت واہمہ کی بدولت اس کو پہنچتے ہیں صرف اس کی قوت عزم سے ٹل سکتے ہیں۔ عرب کی قوم تو ضعف اعتقاد میں یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس کی معیشت کی تمام بنیاد فال اور بدفالی پر قائم تھی یہ سب خدا تعالیٰ کی ذات پر بے اعتمادی اور اپنے اوہام پر اعتماد کرنے کے نتائج تھے۔ کسی بچہ کی اتفاقاً حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی انہوں نے اس بچہ سے خوش ہو کر فرمایا بیٹا مانگ کیا مانگتا ہے وہ بچہ خاموش رہا جب ان کا اصرار بہت بڑھا تو اس نے کہا اچھا مجھے وہ دیجئے جو میری تقدیر میں نہ ہو کیونکہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ تو مجھے مل کر ہی رہے گا خواہ کسی ذریعہ اور واسطے سے ہو۔ سبحان اللہ یہ بچہ بھی کیسا مستحکم العقیدہ بچہ تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام اس کا یہ جواب سن کر بہت مسرور ہوئے اور اس کو بڑی دعائیں دیں۔

اس مقام پر حافظ ابن تیمیہ کی ایک اور اہم تحقیق بھی قابل یادداشت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جن اسباب کے ارتکاب کی شریعت نے ممانعت فرمائی ہے ان کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ وہمی یا غیر مؤثر ہی ہوں بلکہ جن اسباب کی تاثیر واقعی ثابت ہو جائے اگر ان میں کوئی اسلامی مضرت موجود ہو تو بھی ان سے ممانعت کی جائے گی۔ مثلاً جادو (جس کی حقیقت شرک اور شیطان کے ساتھ تلبس ہے) اگر اس کی تاثیر کسی طریقہ پر ثابت بھی ہو جائے تو بھی ممنوع رہے گا خواہ اس کا مقصد کسی کافر اور دشمن اسلام کا ہلاک کرنا ہی کیوں نہ ہو۔ (کتاب الرد علی البکری ص۲۲۵) (باقی بر صفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۷۹۴) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ

(۷۹۴) عوف بن مالک اشجعی فرماتے ہیں کہ ہم زمانۂ جاہلیت میں منتر پڑھ کر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے

(بقیہ از صفحۂ گذشتہ) جو لوگ سحر کو بے حقیقت سمجھتے یا اس کی تاثیر کے منکر ہیں اس وقت ہمارا ان سے خطاب نہیں ہے بلکہ جن کے نزدیک سحر کی تاثیر ثابت ہے ان کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ تولہ، عدوی اور طیرہ وغیرہ کی ممانعت دیکھ کر ان کے ذہن میں یہ کلیہ نہ بیٹھ جانا چاہئے کہ شریعت کے نزدیک اسباب کے ارتکاب کی اصل بنیاد صرف ان کا وہمی اور بے حقیقت ہونا ہے اس لئے جہاں اسباب کی تاثیر میں واقعیت ثابت ہوجائے وہاں شریعت علی الاطلاق اجازت دیدیگی بلکہ ان کی واقعیت کے بعد بھی یہ دیکھنا لازم ہوگا کہ ان میں فی نفسہٖ کوئی شرعی محظور تو نہیں ہے. پس اگر شرعی محظور موجود ہے تو بھی وہ ممانعت ہی کے تحت رہیں گے۔ اس بنا پر اگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی بی بی کی آنکھ کی شفا میں شیطانی تصرف کو تسلیم نہ بھی کیا جائے جب بھی کاہن کے پاس جاکر کلماتِ شرکیہ کے ذریعہ سے استشفاء ممنوع رہے گا۔ بلکہ در اصل یہی ممانعت کی اصل وجہ ہے۔

اس مقام پر ایک اور اہم نکتہ بھی یاد رکھنا چاہئے وہ یہ کہ شریعت بعض اوقات امر و نہی کے سلسلہ میں ایسے اسباب کا ذکر بھی کردیتی ہے جو محض غیبی ہوتے ہیں اس کی وجہ مومنین متقین کے سامنے اس غیبی حقیقت کا واشگاف کرنا اور اس امر و نہی کے مقتضی پر پورے جذبات کے ساتھ عمل کرنے کی اسپرٹ پیدا کرنی ہوتی ہے. ایسے اسباب کو شرعی حکمت تو کہا جاسکتا ہے فقہی علت نہیں کہا جاسکتا جب ان اسباب کا وجود ہی ہمارے ادراک سے بالاتر ہے تو ہم کو ان پر احکام دائر کرنے کا مکلف کیسے بنایا جاسکتا ہے. مثلاً سنت یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ پیادہ پا جانا چاہئے اس کی فقہی علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ عمل ہے لیکن اس عمل کی حکمت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ سوار ہو اور خدا کے فرشتے پیادہ پا جارہے ہیں. یہ تعلیل ان کے لئے تو مناسب ہوسکتی ہے جن کی نظروں نے یہ مشاہدہ کرلیا ہو مگر ہمارے نزدیک پیادہ جانے کی اصل علت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی ہوگا. ہاں حکمت کے درجہ میں ہم یہ بات بھی کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح مسجد میں قصداً حدث کرنا، گھروں میں تصویریں لٹکانا اور کتے پالنا وغیرہ ان تمام مقامات پر ممانعت کی اصل علت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوگا اس کے بعد جو کچھ اس جگہ حدیثوں میں مذکور ہے ہمارے حق میں وہ حکمتیں کہلائیں گی دیکھو خدا تعالیٰ کی تعظیم کرنا ہمہ وقت فرض ہے، تلاوتِ قرآن ہمہ وقت عبادت ہے اور روزہ بھی اسلام کی محبوب ترین خصلت ہے مگر ان کی عام حکمتوں کے پیشِ نظر کیا ان کو علی الاطلاق ادا کیا جاسکتا ہے یا طلوع و غروب کے وقت نماز ممنوع رہے گی، رکوع و سجود میں تلاوت قرآن اور ایامِ تشریق میں روزہ ممنوع رہے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت درود شریف عبادت ہوگی اور قیام بے معنی ہوگا اور تخیل تو آپ کی شانِ مبارک میں ایک بڑی گستاخی ہوگی کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ہر بدعقیدہ شخص جب چاہے جہاں چاہے آپ کی ذات کو حاضر کرسکتا ہے. یہاں شریعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو یا رسول کا اس وقت ہم کو وہ کرنا ہے جس کا ہم کو حکم ملا ہے اور بس۔

(۷۹۴) معلوم ہوا کہ رقیہ اور تعویذات ایک حد تک جائز ہیں جب اپنی حد سے تجاوز کر جائیں اور حدودِ شرک میں داخل ہوجائیں تو پھر ناجائز ہیں. اسلام، حدود میں رہ کر رقیہ وغیرہ کی اجازت دیتا ہے اور جب شرک یا وہم پرستی کی حدود میں داخل ہوجائیں تو اس کی ممانعت کرتا ہے. یہاں اگرچہ تقاضائے مصلحت تو یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت کے ہر قسم کی جھاڑ پھونک کو

Marfat.com

تَرَیٰ فِیْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِعْرِضُوْا عَلَیَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَالَمْ یَكُنْ فِیْهِ شِرْكٌ۔ (رواہ مسلم)

(۷۹۵) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا كَانَتْ تُؤْتٰی بِالصِّبْيَانِ اِذَا وُلِدُوْا فَتَدْعُوْ لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ فَاُتِيَتْ بِصَبِيٍّ فَذَهَبَتْ تَضَعُ وِسَادَتَهٗ فَاِذَا تَحْتَ رَاْسِهٖ مُوْسٰی فَسَاَلَتْهُمْ عَنِ الْمُوْسٰی فَقَالُوْا نَجْعَلُهَا مِنَ الْجِنِّ فَاَخَذَتِ الْمُوْسٰی فَرَمَتْ بِهَا وَنَهَتْهُمْ عَنْهَا وَقَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ الطِّيَرَةَ وَيُبْغِضُهَا وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَنْهٰی عَنْهَا۔ (رواہ البخاری فی الادب المفرد ص۱۳۱)

(۷۹۶) عَنْ اَبِیْ بَشِيْرٍ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهٗ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے اب ان منتروں کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا ان کو میرے سامنے پیش کرو۔ اگر ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (مسلم)

(۷۹۵) حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ یہ دستور تھا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو ان کی خدمت میں پیش کیا جاتا اور وہ اس کے لئے برکت کی دعا فرما دیتیں۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ایک بچہ پیش کیا گیا وہ اس کا تکیہ رکھنے لگیں کیا دیکھتی ہیں کہ اس کے نیچے ایک استرا رکھا ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ان لوگوں سے اس استرے کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا ہم یہ جنات کے خیال سے رکھ دیتے ہیں۔ انھوں نے استرا اٹھا کر پھینک دیا اور اس حرکت سے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ٹوٹکوں کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور ان سے نہایت نفرت رکھتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ بھی اس قسم کے ٹوٹکوں کی ممانعت فرماتی تھیں۔ (الادب المفرد)

(۷۹۶) ابو بشیر انصاری بیان فرماتے ہیں کہ وہ کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے

ممانعت کردی جاتی مگر قانونِ یُسر کا تقاضا یہ تھا کہ جس چیز کا نفع تجربہ میں آچکا ہو اور قوم میں اس کی عام عادت بھی ہو اس سے اغماض کر لیا جائے۔ بشرطیکہ اس میں شریعت کے خلاف کوئی بات موجود نہ ہو۔ شریعت حنیفہ کی تمام تر بنیاد یُسر پر قائم ہے۔ الدین یسر کی شرح کے ذیل میں تفصیل کے ساتھ اس پر بحث گذر چکی ہے۔ ترجمان السنۃ جلد اول میں ملاحظہ کر لیجئے۔

(۷۹۶) آپ کے اس حکم کے مختلف اسباب بیان کئے گئے ہیں مگر امام مالکؒ کی جو رائے ان کی کتاب موطا سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عرب نظر لگنے کے خیال سے جانوروں کی گردنوں میں تانت وغیرہ کا گنڈا ڈالا کرتے تھے اور ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس عمل سے نظر لگنے سے حفاظت رہتی ہے۔ شریعت نے اس قسم کے تمام اوہام کو باطل قرار دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جو ایک خدا سے نہیں ڈرتا اس کو ہر ادنیٰ سی ادنیٰ مخلوق سے ڈرنا پڑتا ہے اور جس کا عقیدہ یہ ہو گیا کہ نفع و نقصان سوائے ایک خالق کے اور کسی کے ہاتھ میں نہیں وہ تمام مخلوق کے ڈر سے آزاد ہو گیا۔

Marfat.com

أَسْفَارِهِ فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا لَا تُبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ - (متفق علیہ)

(۷۹۷) عَنْ أَبِي وَهْبٍ الْجُشَمِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَبِطُوا الْخَيْلَ وَامْسَحُوا بِنَوَاصِيهَا وَأَعْجَازِهَا أَوْ قَالَ أَكْفَالِهَا وَقَلِّدُوهَا وَلَا تُقَلِّدُوهَا الْأَوْتَارَ - (رواہ ابوداؤد والنسائی)

لا مقدار لعلم النبی بجنب علم اللّٰہ تعالیٰ

(۷۹۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قِصَّةِ الْخَضِرِ وَمُوسٰى عليه السلام إِنَّ الْخَضِرَ قَالَ يَا مُوسٰى إِنِّي عَلٰى عِلْمٍ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمُهُ أَنْتَ - وَأَنْتَ عَلٰى عِلْمٍ عَلَّمَكَهُ اللّٰهُ لَا أَعْلَمُهُ قَالَ سَتَجِدُنِي

آپ نے ایک قاصد یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ کسی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلادة یا کوئی قلادة (راوی کو شک ہے) ایسا باقی نہ رہے جو کاٹ نہ ڈالا جائے۔ (متفق علیہ)

(۷۹۷) ابو وہب جشمی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑے پالا کرو (کہ یہ آلۂ جہاد ہے) اور ان کی پیشانیوں اور پٹھوں پر ہاتھ پھیرا کرو اور ان کے گلوں میں کوئی پٹہ ڈال دیا کرو مگر تانت کا پٹہ نہ ڈالا کرو (کہ یہ دورِ جاہلیت کا طریقہ ہے) ابوداؤد۔ نسائی)

نبی کے علم کو خدائے تعالیٰ کے غیر متناہی علم سے کوئی نسبت نہیں ہوتی

۷۹۸) حضرت خضر اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ! جو علم اللہ نے مجھے دیا ہے وہ تم نہیں جانتے اور جو تمہیں دیا ہے وہ میں نہیں جانتا (اس لئے تم میرے ساتھ چل نہیں سکو گے) انھوں نے فرمایا آپ مجھے انشاء اللہ تعالیٰ نہایت صابر پائیں گے۔ میں کسی

---

(۷۹۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بالاتفاق ایک اولوالعزم رسول ہیں اور حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت گو زیر اختلاف ہے مگر پھر بھی بڑی ہستی ہیں۔ ان دونوں میں تکوینی جزئیات کا علم شاید حضرت خضر علیہ السلام کو زیادہ مرحمت ہوا تھا اور تشریعی جزئیات کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ۔ مگر ان دونوں کے علوم کو بقول ان کے خدائے تعالیٰ کے غیر متناہی علوم کے مقابلہ میں وہ نسبت بھی نہ تھی جو قطرہ کو دریا سے ہوتی ہے۔ علم الٰہی کے متعلق ان دو حضرات کا عقیدہ تو یہ تھا۔ آخر میں سب سے بزرگ و برتر رسول یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی سن لیجئے آپ فرماتے ہیں کاش موسیٰ علیہ السلام کچھ اور صبر کر لیتے تو ہمیں کائنات کے عجائبات کا علم کچھ اور حاصل ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ کائنات ہستی کے تمام واقعات کا علم تو درکنار آپ کو ان چند واقعات کے علوم پر بھی پورا احاطہ حاصل نہ تھا جو ان دو بزرگوں کے مابین بہت ہی محدود زمانہ میں پیش آئے۔ علم الٰہی کے متعلق ان تین

إِنْ شَاءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا فَانْطَلَقَا يَمْشِيَانِ عَلٰى سَاحِلِ الْبَحْرِ لَيْسَ لَهُمَا سَفِينَةٌ فَمَرَّتْ بِهِمَا سَفِينَةٌ فَكَلَّمَاهُمْ أَنْ يَحْمِلُوهُمَا فَعُرِفَ الْخَضِرُ فَحَمَلُوهُمَا بِغَيْرِ نَوْلٍ فَجَاءَ عُصْفُورٌ فَوَقَعَ عَلٰى حَرْفِ السَّفِينَةِ فَنَقَرَ نَقْرَةً أَوْ نَقْرَتَيْنِ فِي الْبَحْرِ فَقَالَ الْخَضِرُ يَا مُوسٰى مَا نَقَصَ عِلْمِي وَعِلْمُكَ مِنْ عِلْمِ اللّٰهِ تعالیٰ إِلَّا كَنَقْرَةِ هٰذَا الْعُصْفُورِ فِي الْبَحْرِ ثم سرد قصتهما وفی آخرها قال النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتّٰى يَقُصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا۔ (رواہ البخاری فی کتاب العلم)

معاملہ میں بھی آپ کے حکم سے باہر نہیں جاؤں گا۔ اس عہد ومعاہدہ کے بعد دونوں نے سفر شروع کیا چلتے چلتے سمندر کے کنارہ پہنچے تو وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ اتفاقاً ایک کشتی ادھر سے گذری تو انھوں نے کشتی والوں سے بات چیت شروع کی کہ انھیں سوار کرکے دریا پار اتار دیں تو کیا لیں گے اس درمیان میں حضرت خضر علیہ السلام کو کسی نے پہچان لیا اور کرایہ لئے بغیر ان کو کشتی میں بٹھا لیا (راستہ میں) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر آبیٹھی۔ اس نے سمندر میں ایک دو چونچیں ماریں تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰؑ ہمارے اور تمہارے دونوں کے علموں نے مل کر بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں اتنی کمی نہیں کی جتنی سمندر کے پانی میں اس چڑیا کی ایک دو چونچوں نے۔ اس کے بعد راوی نے ان کے سفر کا تمام واقعہ نقل کرکے آخر میں بیان کیا کہ حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مراتب عُلیا عطا فرمائے ہمیں تمنا تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اگر کچھ صبر فرما لیتے تو ان دونوں کے کچھ اور واقعات بھی ہمارے سامنے بیان میں آجاتے۔ (بخاری شریف)

مقدس ہستیوں کا عقیدہ تو یہ ہے اب جو عقیدہ آپ کا ہو وہ آپ جانیں بندہ کا کمال یہ نہیں کہ وہ اپنے حدود بندگی سے باہر ہو جائے بلکہ کمال بندگی، بندگی کمال میں ہے کسی مخلوق کی صفات کا موازنہ مخلوقات ہی کے دائرہ میں کرنا چاہیے نہ کہ خالق کے دائرہ میں مخلوق کی کوئی صفت خالق کی ہمسری نہیں کرسکتی ان دونوں میں اگر کوئی شرکت ہو سکتی ہے تو صرف اسم کی شرکت ہو سکتی۔ بندہ کو خدا تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں۔

صحیح بخاری کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سارا ساتھ سفر صرف ان کے اس کلمہ کا نتیجہ تھا جو ایک سائل کے جواب میں ان کی زبان سے اپنے اوپر اعلم اطلاق کرکے نکل گیا تھا۔ کوئی شبہ نہیں کہ نبیؑ وقت اپنی امت میں سب سے زیادہ عالم ہوتا ہے اور اس لحاظ سے ان کا یہ قول یقیناً صحیح اور واقع کے مطابق تھا مگر صفتِ علم کے بارے میں علیم مطلق کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اطلاق بھی ناپسند ہوا اور آخر ان کو ایک ایسے بندے کی ملاقات کی طرف دعوت دی گئی جس کے علم کی جزئیات میں سے ان کو ایک جزئی کا بھی علم حاصل نہ تھا بلکہ اس کی نوعیتِ علم ہی ایسی تھی جس کے ایک سبق کو بھی ان کو صبر کے ساتھ پڑھنا مشکل تھا۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی جو خاص خاص صفات ہیں جیسے احیاء وامانۃ یا غیب کا علم وغیرہا ان میں عموم واطلاق کا دعویٰ کرنا بڑی بے احتیاطی ہے یہاں صحیح اور معتدل راہ یہ ہے کہ ان صفات کو علی الاطلاق تو صرف صانع

Marfat.com

النھی عن اسناد علم الغیب الی احد

(۷۹۹) عَنِ الرُّبَیِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَدَاۃَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ کَمَجْلِسِکَ مِنِّیْ وَجُوَیْرِیَاتٌ یَضْرِبْنَ بِالدَّفِّ یَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ اٰبَائِیْ یَوْمَ بَدْرٍ حَتّٰی قَالَتْ جَارِیَۃٌ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کسی کی طرف غیب دانی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے

(۷۹۹) ربیع دختر معوذ بیان کرتی ہیں کہ شب زفاف کی صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جیسے تم بیٹھے ہو۔ کچھ لڑکیاں دف بجا بجا کر میرے ان باپ دادوں کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں جو بدر میں مقتول ہو چکے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان میں ایک لڑکی نے یہ کہا ؎ ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں۔ تو آپ نے فوراً منع فرما دیا اور

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) حقیقی کے لئے تسلیم کیا جائے اور مخلوق کے دائرہ میں جتنا جس کے حق میں قطعی طور پر ثابت ہو جائے صرف اس کا اقرار کر لیا جائے۔ یہاں مبہم الفاظ یا محض ظنی دلائل یا جذبات محبت کی بنا پر کلی اور قطعی حکم لگا دینا قطعاً مناسب نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ان کا تذکرہ آپ کے جاں نثاروں کی زبانی حرف بحرف منقول ہے اگر صحیح حقیقت کا پتہ چلانا ہے تو ان سادہ کلمات کو خالی الذہن ہو کر پڑھتے چلے جائیے اور آخر میں جس نتیجہ پر آپ کا ذہن پہنچے اسی کو منزل مقصود سمجھئے اسی مقصد کے پیش نظر ہم بہت محدود اور بہت محدود واقعات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جن کو صرف مشتے نمونہ از خروارے کہا جا سکتا ہے آپ ان کو اپنے دماغ کو پورے طور پر صاف کر کے پڑھ جائیے پھر آپ کا ضمیر جو فیصلہ دے وہی اپنا عقیدہ رکھئے۔

(۷۹۹) نبی کا غصہ اور مسرت بلکہ انداز غصہ و مسرت بھی بڑا پُر اسرار اور معنی خیز ہوتا ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت تو فرمائی مگر زیادہ شدت سے نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو یہ ایک محفل مسرت تھی، نہ کہ مجلس تعلیم و تعلم (جہاں مقصود ہی تعلیم عقائد ہوا کرتی ہے) پھر یہ ایک شاعرانہ نظم تھی نہ کہ ایک متین عبارت، پڑھنے والی بھی کچھ نو عمر لڑکیاں تھیں نہ کہ فہیم اور سن رسیدہ عورتیں اور جو کلمہ اپنی زبانوں سے کہہ رہی تھیں وہ بھی ایک حد تک صحیح تھا اگرچہ اس کی کلیت میں کلام ہو لیکن صاحب نبوت اپنی موجودگی میں ایسی موہم عبارت بھی برداشت نہ فرما سکے جو قرآن کریم کی ظاہر آیت سے ذرا بھی ٹکراتے۔ سورۂ لقمان میں ہے کہ پانچ باتیں مفاتیح غیب میں داخل ہیں انہیں کوئی نہیں جانتا منجملہ ان کے ایک کل کی بات کا علم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی بہت سی خبریں دیں مگر غیب دانی کے دعوے کی بنا پر نہیں بلکہ علم الٰہی کے سامنے اپنی بے مائگی کے اعتراف کا سر جھکا کر۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیر متناہی خزانہ غیب سے کچھ عطا فرما دیتا ہے اس سے وہ غیب داں نہیں کہلاتے بلکہ غیب داں کے پیغمبر کہلانے لگتے ہیں۔

Marfat.com

لَا تَقُوْلِیْ هٰکَذَا وَقُوْلِیْ مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْنَ۔ (رواہ البخاری)

(۸۰۰) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ لَا یَعْلَمُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ۔ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَیُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ (انفرد باخراجہ البخاری)

کہا یوں مت کہو، بس وہی کہے جاؤ جو پہلے کہہ رہی تھیں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۰) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مفاتیح غیب پانچ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ قیامت کب آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اور وہی مینہ برساتا ہے (اس کا صحیح علم بھی کسی کو نہیں) اور یہ بات بھی وہی جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے اور یہ بھی کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کرے گا اور نہ یہ جانتا ہے کہ کس جگہ مرے گا بیشک اللہ ہی ان سب باتوں کا جاننے والا اور ان سے باخبر ہے۔ (بخاری شریف)

دنیا اس صداقت کے بجائے خود انہیں ہی غیب داں کہنے لگی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھروں کے معاملات بتادیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے لیکن اس کے باوجود عالم الغیب نہیں بنے مگر عیسائی نہ مانے آخر انہیں غیب داں خدا یا کم از کم اس کا بیٹا ٹھہرا کر ہی چھوڑا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(۸۰۰) قرآن کی اصطلاح میں علم وہ ہے جو خود واقعہ سے حاصل ہو اور کسی واقعہ کے متعلق جو اپنی جانب سے تخمینہ کیا جائے وہ ظن کہلاتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں علامات کے ذریعہ بعض ان باتوں کا علم بھی ہوجاتا ہے جو حدیث میں مذکور ہیں لیکن ان کا براہ راست علم اب تک بھی کسی کو نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے وہ صرف استدلال اور علامات کی بنا پر ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علاماتِ قیامت خود بتائیں مگر اس کے باوجود قیامت کے معاملہ میں ہمیشہ اپنی لاعلمی ہی کا اظہار کیا۔ اطباء نے حمل کے مذکر و مؤنث ہونے کی شناختیں لکھی ہیں اسی طرح ہمارے دور میں فضائی اثرات سے موسم کا اندازہ بھی کرلیا جاتا ہے مگر یہ سب ظن کے مرتبہ سے متجاوز نہیں۔ یہ علم استدلالی تو ہے لیکن براہ راست واقعہ کا علم نہیں۔ واقعات کا براہ راست علم اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ ہم حوادث سے غائب رہ کر بذریعہ استدلال ان کو معلوم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ خود حاضر و ناظر ہو کر ان کا علم رکھتی ہے۔ واللہ علیٰ کل شئی شہید کا یہی مطلب ہے۔ اس حدیث کے متعلق حدیث جبرئیل علیہ السلام کا تفصیلی نوٹ بھی ملاحظہ کیجئے۔ اور اسی کے ساتھ حدیث ربعی بن حراش مذکورہ ترجمان السنہ ج ۱ ص ۵۵۹ بھی مزید ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

(۸۰۱) عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ اُمَّ الْعَلَاءِ اِمْرَءَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بَايَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّهُمُ اقْتَسَمُوا الْمُهَاجِرِيْنَ قُرْعَةً قَالَتْ فَطَارَ لَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَظْعُوْنٍ وَاَنْزَلْنَاهُ فِيْ اَبْيَاتِنَا فَوَجَعَ وَجَعَهُ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ غُسِلَ وَكُفِّنَ فِيْ اَثْوَابِهِ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَقُلْتُ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ فَشَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُدْرِيْكِ اَنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَهُ فَقُلْتُ بِاَبِيْ اَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَنْ يُكْرِمُهُ اللّٰهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا هُوَ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ وَوَاللّٰهِ مَا اَدْرِيْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَاذَا يُفْعَلُ بِيْ قَالَتْ وَاللّٰهِ لَا اُزَكِّيْ بَعْدَهُ اَحَدًا اَبَدًا۔

(رواہ البخاری فی ص ۱۰۳۷)

(۸۰۱) خارجہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ امّ علاء ایک انصاری بی بی تھیں جنھوں نے آنحضرت صلعم کی بیعت کی تھی وہ کہتی ہیں کہ انصار نے مہاجرین کی تقسیم قرعہ اندازی کے ذریعہ سے کی تو ہمارے حصہ میں عثمان بن مظعون نکلے ہم نے انھیں اپنے گھروں میں بطور مہمان ٹھہرالیا۔ اتفاقاً وہ ایسے بیمار پڑے کہ اس سے جان بر نہ ہو سکے۔ وفات کے بعد جب انھیں غسل دیدیا گیا اور ان کے کپڑوں میں انھیں کفن پہنا دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ام علاء کہتی ہیں میں نے کہا ابوالسائب (ان کی کنیت ہے) تم پر خدا کی رحمت میں تمہارے حق میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ضرور تمہیں اپنی رحمت سے نوازا ہوگا آپ نے فرمایا بھلا تمہیں یہ پتہ کیسے چلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت سے ضرور نواز دیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو بھی رحمت سے نہ نوازے تو اور کس کو نوازے گا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ان کی تو وفات ہوگئی اور مجھے بھی ان کے حق میں مغفرت کی بڑی امید ہے مگر تفصیلی طور پر تو میں اپنے متعلق بھی یہ نہیں بتا سکتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ یہ سُنکر ام علاء نے کہا خدا کی قسم آج کے بعد آئندہ میں کسی کی اس طرح حتمی طور پر تعریف نہ کروں گی۔ (بخاری شریف)

(۸۰۱) حدیث مذکور میں قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ۔ (احقاف)

Marfat.com

(۸۰۲) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى جَنَازَةِ صَبِيٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ طُوْبٰى لِهٰذَا عُصْفُوْرٌ مِنْ عَصَافِيْرِ الْجَنَّةِ لَمْ يَعْمَلِ السُّوْءَ وَلَمْ

(۸۰۲) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک انصاری بچہ کے جنازہ کی نماز کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا۔ اس بچہ کے متعلق میری زبان سے کہیں یہ نکل گیا کہ یہ بچہ کیسا خوش نصیب تھا یہ تو جنت کی چڑیوں میں ایک چڑیا تھی نہ اس نے کوئی گناہ کیا نہ اتنی عمر پائی کہ گناہ کرتا یہ سن کر آپ نے فوراً فرمایا تم تو

(۸۰۲) خلاصہ یہ کہ بخشش و مواخذہ کا معاملہ تمام تر عالم غیب سے متعلق ہے اس میں کسی انسان کو رائے زنی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ مغفرت و عدم مغفرت کے مختلف آئین ہیں کسی کو کیا معلوم کہ قادر مطلق نے کہاں کس آئین سے نافذ کرنے کا ارادہ فرمایا ہے۔ پس اس حدیث میں بھی کسی مقامی غلطی کی اصلاح منظور نہیں۔ بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کی اصلاح منظور ہے خواہ مقامی اعتبار سے وہ کتنا ہی صحیح ہو۔ مثل مشہور ہے کہ خطا اگر راست آید تاہم خطا است۔ قرآن کریم نے علم غیب کو جا بجا خدائی خصوصیات میں شمار کیا ہے اور کسی استثناء کے بغیر عالم الغیب کا لقب صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ اسی لئے حدیثوں میں بھی اس معاملہ میں احتیاط برتنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ غیب کے امور میں جزم و وثوق کے ساتھ کوئی ادنیٰ دخل اندازی کر سکے حتی کہ اس بارے میں آنحضرت صلعم نے خود اپنے نفس نفیس کو شامل کر کے ارشاد فرمایا کہ جس کی آنکھوں سے شب و روز یہ نہ معلوم کتنے غیوب سے پردے اٹھائے جاتے ہیں اپنی مغفرت کی تفصیلات کے بارے میں پورے پورے علم کا وہ بھی مدعی نہیں بنتا۔

قرآن کریم کی کھلی کھلی آیات، احادیث رسولؐ کے بیشمار ذخائر اور صحابہ کرام کے عشق نبوی سے لبریز کلمات کے انبار آپ کے سامنے ہیں۔ ان سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ رسول کو عالم الغیب کہنا کبھی اسلامی عقیدہ سمجھا گیا ہو۔ مذہب اسلام کی سب سے واضح خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ اور بندوں کی صفات اتنی واضح بتائی گئی ہیں کہ ان میں کسی موقعہ پر بھی التباس پیدا نہیں ہوتا۔ صفت علم جو حق تعالیٰ کی ایک نمایاں ترین صفت ہے اس کے مظاہرے کے لئے ازل میں ملائکۃ اللہ کا وہ معرکۃ الآراء واقعہ پیش آیا تھا جس میں انہیں انی اعلم ما لا تعلمون کا عتاب آمیز فقرہ سننا پڑا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف ایک کلمہ "انا اعلم" کی بدولت کتنا حیران و پریشان ہونا پڑا اور سب سے آخر میں وہ رسول بھی آگیا جس کو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا تھا مگر خالق السموات والارضین کے علم کے سامنے وہ بھی ہمیشہ اپنے عجز و نیاز کا سر جھکائے رہا۔ اور رب زدنی علماً کی ہی دعائیں مانگا کیا اور کسی نے کبھی شاعرانہ رنگ میں بھی اگر اس کے متعلق عموم و اطلاق کے ساتھ علم غیب کی نسبت کر دی تو اس نے وہیں اس کو رد کر دیا۔ یہاں بالذات اور بالواسطہ کا فرق پیدا کرنا ایک مضحکہ خیز تخیل ہے۔ بندے میں خدا تعالیٰ کی کوئی صفت نہ بالذات سما سکتی ہے نہ بالعرض خدائے تعالیٰ ایسا یکتا و یگانہ ہے کہ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں سے کسی صفت میں کوئی شریک ہے نہ اس کا احتمال ہو سکتا ہے ؎

بس جس جگہ تک میری رسائی ہے اس کے بس اُس طرف تیری خدائی ہے

اسی طرح کائنات ہستی کے جمیع ماکان اور مایکون کا علم بھی کسی کے حق میں تسلیم کرنا اسلامی عقیدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے ماوراء اگرچہ بیشمار علوم اور بھی ہیں مگر وہ انسانی دماغ کے تصور سے باہر ہیں انسانی دماغ صرف ان ہی علوم کا تصور کرتا ہے جو کائنات میں

Marfat.com

یُذْکَرُ تَعَالٰی اَوْ غَیْرَ ذَالِکَ یَا عَائِشَۃُ اِنَّ اللہَ خَلَقَ لِلْجَنَّۃِ اَھْلاً خَلَقَھُمْ لَھَا وَھُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِھِمْ وَخَلَقَ لِلنَّارِ اَھْلاً خَلَقَھُمْ لَھَا وَھُمْ فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِھِمْ۔ (رواہ مسلم)

یقین کے ساتھ یہ حکم لگا رہی ہو، کیا خبر ہے کہیں معاملہ کچھ اور ہو۔ اے عائشہ (جنت و دوزخ کا فیصلہ کچھ ظاہری اعمال پر ہی منحصر نہیں) اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق جنت کے لئے بنائی ہے اور اس کو اسی وقت جنتی بنا دیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت ہی میں تھی اور اسی طرح ایک مخلوق دوزخ کیلئے بنائی ہے اور ان کو بھی اسی وقت دوزخی بنا دیا تھا جبکہ وہ اپنے باپوں کی پشت میں موجود تھی۔ (مسلم شریف)

اس کو نظر آتے ہیں پس اگر ان علوم میں خالق اور مخلوق مساوی ہوں تو پھر صفت علم کے بارے میں وہ خالق کی برتری کا کوئی تصور کر ہی نہیں سکتا حالانکہ اسلام میں خالق کی برتری کا تصور اتنا اعلیٰ سکھایا گیا ہے کہ اس کے نام کے برابر بھی کسی مخلوق کا نام لینا اس کی برتری کے خلاف سمجھا گیا ہے پھر ذرا یہ بھی تو سوچا جائے کہ کائنات ہستی میں ایسی اشیاء بھی بےشمار موجود ہیں جن کا علم خالق کے لئے تو ضرور موجب کمال ہے مگر انسان کے لئے کوئی کمال نہیں۔ مثلاً کسی میدان کے ریت کے ذرات یا کسی درخت کی شاخوں کے پتے یا اسی قسم کے اور علوم جو انسانیت کی تکمیل کے لئے غیر ضروری بلکہ اور مخل ہیں یہ سب جب عام انسانوں کے حق میں کوئی کمال نہیں سمجھے جاتے تو ان میں جو سب سے بزرگ تر ہستیاں ہوں ان کے لئے کیا موجب کمال ہو سکتے ہیں۔ یہ محض جاہلانہ خوش عقیدگی ہے جس کو شرف انسانی سے کوئی تعلق نہیں۔ چہ جائے کہ ان کو اسلامی عقیدہ کہا جائے۔ خدا کے مقدس رسولوں کے علم کے متعلق اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس کے پورے پورے وزن کرنے کی کوشش کی جائے کیا اتنا کہنا کافی نہیں ہو سکتا کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ ان مباحث میں پڑ کر بے وجہ اپنے ایمان کو زخمی نہ کیجئے رسولوں کی پوری عظمت سے دل معمور رکھئے اور ان میں خاتم الرسل کی امتیازی شان کو اپنا دین و ایمان سمجھئے بس یہی راہ سیدھی ہے فاتبعوہ۔

یہ یاد رہے کہ اسلامی عقائد اور اس کے مذاق کا اندازہ صرف قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات قدسیہ سے لگانا چاہئے۔ عشاق کے پر از جذبات کلمات یا شاعروں کے مبالغہ آمیز بیانوں سے نہیں۔ علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ جو الفاظ مقام مذمت یا مقام مدح کے ذیل میں آجاتے ہیں ان سے کسی مسئلہ کا استنباط کرنا صحیح نہیں وہ صرف متکلم کے جذبات احترام یا اس کے جذبات توہین کے ترجمان ہوتے ہیں ان کا مقصد مخاطب کے ذہن میں کسی کی محبت یا کسی سے نفرت قائم کرنا ہوتا ہے کسی عقیدہ کی تعلیم دینا نہیں ہوتا۔

دیکھو قرآن حکیم نے بلقیس کے شاہی ساز و سامان کی فراوانی کے متعلق وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ (اس کو تمام چیزیں عطا ہوئی تھیں) کا کتنا عام لفظ استعمال فرمایا مگر کیا اس فصیح و بلیغ انداز بیان سے کوئی شخص یہ عقیدہ رکھنے کا مجاز ہو سکتا ہے کہ اس کو حقیقۃً تمام اشیاء عطا کر دی گئی تھیں حتیٰ کہ تمام غیوب کا علم بھی۔ یا یہ صرف اس کی شان ملوکیت کی عظمت کا ایک بلیغ انداز بیان تھا — یاد رکھو کہ صفات الٰہیہ میں صفت علم ایک بڑی ممتاز صفت ہے اس میں کسی بندہ کو اس طرح شریک کر دینا کہ خدا اور بندہ کے درمیان اس میں کوئی التباس پڑنے لگے یہ ٹھیک مشرکانہ رسم ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

Marfat.com

(۸۰۳) عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ اَنَّهٗ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُوْنَةَ فَاُتِيَ بِضَبٍّ مَحْنُوْذٍ فَاَهْوٰى اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ فَقَالَ بَعْضُ النِّسْوَةِ اَخْبِرُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيْدُ اَنْ يَّاْكُلَ فَقَالَ هُوَ ضَبٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَرَفَعَ يَدَهٗ فَقُلْتُ اَحَرَامٌ هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ لَا وَلٰكِنْ لَّمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِيْ فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ قَالَ خَالِدٌ فَاجْتَرَرْتُهٗ فَاَكَلْتُهٗ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ۔ (رواہ البخاری)

(۸۰۳) خالد بن ولید بیان کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہؓ کے گھر گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بھنی ہوئی گوہ پیش کی گئی۔ آپ نے اس کی طرف اپنا دست مبارک بڑھایا۔ اس پر آپ کی بیبیوں میں سے کسی نے کہا جس چیز کے تناول فرمانے کا آپ ارادہ فرمارہے ہیں آپ کو اس کی اطلاع دیدو۔ اس پر انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ گوہ ہے یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ جانور حرام ہے؟ فرمایا نہیں تو لیکن ہمارے ملک میں نہیں ہوتا اس لئے مجھے اس سے نفرت ہے خالد کہتے ہیں میں نے اس کو کھینچکر اپنی طرف بڑھا لیا اور آپ کے سامنے اس کو کھاتا رہا۔ (بخاری شریف)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) مشرکین عرب بھی اپنے بتوں کو خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت میں شریک ٹھہراتے اور جب ان پر مساوات اور شرک کا اعتراض کیا جاتا تو اسی طرح مختلف قسم کے حیلے بہانے بنا دیتے۔ کبھی یہ کہدیتے کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں ہم کو ذرا قریب کردیں اور کبھی ان کی شفاعت کا بہانہ کردیتے ان تمام تاویلوں کے باوجود ان کا سر بتاؤ اگر جھکتا تو ان بتوں ہی کے سامنے جھکتا اور جب کبھی ان کے سامنے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ذکر آجاتا تو وہ ہمیشہ اکڑ جاتے۔ خوب سن لیجئے کہ مذہب اسلام میں نہ کسی ایسے عقیدہ کیلئے کوئی گنجائش ہے اور نہ کسی مشرکانہ عمل کے لئے وہ ذہنی اور عملی ہر لحاظ سے کفر سے اتنا ممتاز ہے جتنا دن، رات سے۔ واللہ ولی الامور۔ اب آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے مشتے نمونہ از خروارے چند روزمرہ کے واقعات ملاحظہ فرمائیے جن سے آپ کو صحیح صحیح اندازہ ہوجائیگا کہ جس کے سینہ میں علوم ہدایت کے سمندر بہا دیئے گئے تھے دنیا کے غیر ضروری امور میں اس کا حال کیا تھا۔

(۸۰۳) یہ روزمرہ کا ایک سادہ واقعہ ہے دیکھئے یہاں حاضرین مجلس حتی کہ امہات المؤمنین جیسی خاص ہستیوں میں سے کسی ایک کے ذہن میں بھی یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب کا اس طرح احاطہ حاصل تھا کہ عالم کا کوئی ذرہ آپ کے علم سے باہر نہ تھا وہ کس صفائی سے ایک معمولی سی کھانے کی چیز کے متعلق آپ کو ٹوک دیتی ہیں اور آپ بھی فوراً متنبہ ہوکر اس کے تناول فرمانے سے دست کش ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ یہ تو میں خود بھی جانتا تھا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ حضرت میمونہؓ سے عقد کے بعد کا واقعہ ہے۔ جو آپ کی حیات آخر عمر کا ہے۔

Marfat.com

(۸۰۴) عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَکُوْنَ اَلْحَنَ بِحُجَّتِہٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَہٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْہُ

(۸۰۴) حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ایک انسان ہی ہوں اور تم لوگ اپنے جھگڑے لے کر میرے پاس آتے رہتے ہو، ہو سکتا ہے کہ تم میں ایک آدمی اپنے دلائل بنا سنوار کر بیان کرنے میں دوسرے شخص سے زیادہ ماہر ہو اور میں (اس کے بیان سے متاثر ہو کر) جیسا اس کا بیان سنوں اسی کے مطابق فیصلہ صادر کر دوں تو اگر میں کسی کے بھائی کے حق کا فیصلہ اس کے حق میں

(۸۰۴) شرح معانی الآثار میں اس حدیث کے الفاظ اس طرح منقول ہیں انما انا بشر ولا ادری باطن ما تحاکمون فیه عندی وتختصمون فیه لدی وانما اقضی بینکم علی ظاهر ما تقولون۔ یعنی میں ایک انسان ہوں اور جن معاملات کے فیصلے تم میرے پاس لے کر آتے ہو ان کی حقیقت کو میں جانتا نہیں۔ میں تو جیسا تم مجھ سے بیان کر دیتے ہو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ امام بخاریؒ نے باب اثم من خاصم فی باطل وهو یعلمه (ص۳۳۲) میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ لفظ روایت کیے ہیں فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه صدق۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تم میں کوئی دوسرے سے زیادہ لسان ہو اور اس بنا پر میں یہ خیال کر لوں کہ جو بات اس نے کہی ہے وہ سچ ہی کہی ہے۔ علامہ قسطلانی انما انا بشر کی وجہ حصر میں لکھتے ہیں۔ لانه حصر خاص ای باعتبار علم البواطن ویسمی عند علماء البیان قصر القلب لانه اتی به علی الرد علی من زعم ان من کان رسولا یعلم الغیب فیطلع علی البواطن ولا یخفی علیه المظلوم ونحو ذلك فاشار الی ان الوضع البشری یقتضی ان لا یدرك من الامور الا ظواهرها فانه خلق خلقا لا یسلم من قضایا تحجبه عن حقائق الاشیاء فاذا ترك علی ما جبل علیه من القضایا البشریة ولم یؤید بالوحی السماوی طرأ علیه ما یطرأ علی سائر البشر۔ (ج۱۰ ص ۲۶۲) یعنی یہاں آپ نے اپنی بشریت کو بصیغۂ حصر اس لئے ذکر کیا ہے حالانکہ آپ بہت سے اوصاف میں عام بشریت سے کہیں بالا و برتر تھے تاکہ ان لوگوں کی تردید ہو جائے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ جب رسول کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں تو اس پر ہر معاملہ کی حقیقت بھی ٹھیک ٹھیک طور پر روشن ہو جاتی ہوگی اور وہ یہ بھی جان لیتا ہوگا کہ فریقین میں مظلوم کون ہے اور ظالم کون۔ اس خیال کی تردید کے لئے آپ نے فرمایا کہ بشری ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ بشر صرف ظاہری حالت ہی کا ادراک کر سکتا ہے اور اس کو ایسے حالات پیش آتے بغیر چارہ نہیں ہوتا جو اس کے لئے اشیاء کی حقیقت کے ادراک سے مانع آجائیں پس جب تک قدرت اس کو اپنی فطرت کے خلاف نہ چلائے اور آسمانی وحی سے اس کی تائید نہ فرمائے اس پر وہی حالات طاری ہوتے ہیں جو دوسرے انسانوں پر طاری ہوا کرتے ہیں۔

علامہ قسطلانی کے بیان سے یہ حقیقت خوب واضح ہو گئی کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب کیوں نہیں ہوتے اور وہ یہ کہ انسان کی بشری ساخت ہی میں اس کی صلاحیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسے حالات و اوصاف کے ساتھ پیدا فرمایا ہے جن کی وجہ سے اس کو غائبات کا بلا واسطہ علم ہو ہی نہیں سکتا اور جن باتوں کا اس کو علم ہوتا ہے یہ اس کی فطرت کا تقاضہ نہیں بلکہ صرف حق تعالیٰ کی وقتی اطلاع سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس میں اطلاق و عموم کہاں؟ اس کے بعد علامہ موصوف اس کی حکمت بھی لکھتے ہیں کہ رسول کو اپنے مقدمات کے متعلق غیب کا علم کیوں نہیں دیا۔

Marfat.com

فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَلَا يَأْخُذَنَّهُ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ (متفق علیہ)

اس طرح دیدوں تو اسے چاہیے کہ وہ میرے اس طرح کے فیصلہ پر اعتماد کر کے اس کا مال دبا نہ لے اور یہ سمجھے کہ جو مال اس کو اس فیصلہ سے ملا ہے وہ حقیقت میں آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ (متفق علیہ)

تاکہ شاہد و یمین کا قصہ ہی ختم ہو جاتا اور رسول اپنے یقین کی بنا پر جس طرح اور احکام شریعت بیان کیا کرتا ہے اسی طرح مقدمات کے فیصلے بھی صادر دیا کرتا۔ ولو یطلعہ اللہ تعالیٰ علی حقیقۃ الامر فی ذلک حتی لا یحتاج الی بینۃ ویمین تعلیما لمقتدی بہا متعفا منہ وحکم فی القضایا بیقینہ الحاصل من الغیب لما امکن الحکم لامتہ من بعدہ (ج ۱۵ ص ۲۰) امام نووی لکھتے ہیں لکن لما امر اللہ امتہ باتباعہ . . . . اجری لہ حکمہم فی عدم الاطلاع علی باطن الامور لیکون حکم الامۃ فی ذلک حکمہ فاجری اللہ تعالیٰ احکامہ علی الظاہر الذی یستوی فیہ ہو وغیرہ لیصح الاقتداء بہ وتطیب نفوس العباد للانقیاد للاحکام الظاہرۃ من غیر نظر الی الباطن واللہ تعالیٰ اعلم (ج ۲ ص ۷۴)

علامہ قسطلانی اور امام نووی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو تمام مقدمات میں صحیح صحیح حالات کی اطلاع دیدیا کرتا تاکہ وہ صرف اپنے علم کی بنا پر مقدمات کے فیصلے صادر کر دیا کرتے تو ان کی امت اس بارے میں کیسے ان کی اتباع کر سکتی۔ اس لئے اس نے واقعات اور معاملات کی اطلاع دینے کی بجائے تفتیش و اجتہاد کرنا اور مدعی سے ثبوت اور مدعا علیہ سے قسم لینا ان کے لئے آئین مقرر کیا اور تمام امت کو یہ حکم دیا کہ وہ بھی اسی طرح معاملات کے فیصلے کیا کریں۔ البتہ مدعی کو یہ اخلاقی نہائش بھی کر دی کہ وہ اس شرعی آئین سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے اور یقین رکھے کہ اگر وہ اپنی چرب زبانی کی بدولت ظاہری آئین سے فائدہ اٹھالے گا تو باطنی آئین کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتا اگر کوئی مال اس نے ناجائز شہادت سے حاصل کر لیا ہو تو قیامت میں وہ اس کیلئے آتش دوزخ کی شکل میں نظر آئے گا۔ مدعا علیہ اگر یہاں کسی آئینی مجبوری سے ناکام رہ گیا ہو تو وہ احکم الحاکمین کی عدالت میں ناکام نہیں ہوگا۔ کچھ اسی جگہ نہیں بلکہ اسلام میں ظاہری آئین کی روح ہر جگہ یہی تعلیم کی گئی ہے اگر ظاہری آئین کی پشت پر عالم باطن کی گرفت کا خوف نہ ہو تو پھر صرف ظاہری آئین نظم و نسق کی بجائے تخریب و فساد کا مرجع بھی ہو سکتا ہے۔ رہا واقعات کی پوری اطلاع کے بعد پھر نبی کو واقعات کے خلاف فیصلے دینے کا حکم تو یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ یہاں صرف یہی دو راہیں تھیں ایک یہ کہ اگر ظاہری آئین پر فیصلے کا آئین مقرر کیا جائے تو تمام واقعات کی صحیح صحیح اطلاع دینا آئین نہ ہو اور اگر صحیح صحیح واقعات کی اطلاع دینا آئین مقرر ہو تو پھر شہادت اور قسم پر فیصلہ کرنا آئین مقرر ہو یہی سبب ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصے سے ظاہر ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظاہر شریعت کا مکلف بنایا گیا تھا تو حقائق کے چہروں سے نقاب کشائی کا ان سے کوئی وعدہ نہیں کیا گیا اور اگر حضرت خضر علیہ السلام پر اسرار کائنات کھولے گئے تھے تو پھر انہیں ظاہر شریعت کا مکلف بھی نہیں بنایا گیا تاکہ انکشاف حقائق جگہ جگہ ظاہری آئین کے خلاف کا تقاضہ نہ کرے اور اسی طرح ظاہری آئین حوادث عالم کے تسلسل میں خلل انداز بھی نہ ہو۔ وہ نظام قدرت میں جس طرح یکے بعد دیگرے پیچھے ہوتے ہیں اسی طرح ظہور پذیر ہوتے چلے جائیں اور آئین شریعت جس طرح نافذ ہو سکتا ہے وہ بھی اسی طرح نافذ ہوتا چلا جائے خواہ واقعات کے حقائق کا اقتضاء کچھ بھی ہو اگر ایسا نہ کیا جاتا تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا اولو العزم رسول حضرت خضر علیہ السلام کی اتباع صبر و سکون کے ساتھ نہ کر سکا تو پھر امت اپنے رسول کی اتباع بھلا کیا کر سکتی۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بسا اوقات حقیقت حال پر متنبہ بھی کر دیا جاتا ہے مگر اعجاز کے طور پر نہ کہ آئین کے طور پر۔

Marfat.com

(۸۰۵) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَمَّا كَبَّرَ اِنْصَرَفَ وَاَوْمٰى اِلَیْهِمْ اَنْ كَمَا اَنْتُمْ ثُمَّ خَرَجَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ جَاءَ وَرَاْسُهٗ یَقْطُرُ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ اِنِّیْ كُنْتُ جُنُبًا فَنَسِیْتُ اَنْ اَغْتَسِلَ۔ (رواہ احمد وروی مالک عن عطاء بن یسار مرسلا)

(۸۰۶) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّیْتُ وَرَاءَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ الْعَصْرَ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهٖ فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهٖ فَخَرَجَ عَلَیْهِمْ فَرَاٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهٖ قَالَ ذَكَرْتُ شَیْئًا مِّنْ تِبْرٍ عِنْدَنَا فَكَرِهْتُ اَنْ یَّحْبِسَنِیْ فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهٖ۔ (رواہ البخاری)

(۸۰۵) ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کیلئے باہر تشریف لائے۔ قریب تھا کہ تکبیر کہتے کہ فوراً آپ واپس تشریف لے گئے اور لوگوں کو اشارہ کیا کہ جس طرح تم اب ہو اسی طرح رہنا غسل کرکے پھر باہر تشریف لائے اور آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا، آپ نے نماز پڑھائی اور فارغ ہوکر فرمایا میں جنابت کی حالت میں تھا اور غسل کرنا بھول گیا تھا۔ (احمد۔ مالک)

(۸۰۶) عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ آپ سلام پھیر کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جلدی جلدی کسی بی بی صاحبہ کے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ آپ کی یہ عجلت دیکھ کر گھبرا گئے۔ جب آپ باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ لوگ آپ کی اس عجلت پر حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنے گھر میں سونے کی ایک ڈلی رکھی ہوئی یاد آگئی تھی۔ مجھے یہ بات ناپسند ہوئی کہ مبادا وہ میرے تعلق خاطر کا باعث بنے۔ اس لئے میں اس کو تقسیم کرنے کیلئے کہہ آیا ہوں۔ (بخاری شریف)

(۸۰۶) سچ کہا ہے علامہ قسطلانی نے کہ قدرت نے انسان کو پیدا ہی ایسی وضع پر کیا ہے کہ غیب کے علوم کا احاطہ تو درکنار اس کو حاصل شدہ علوم کا دائمی استحضار رہنا بھی مشکل ہے۔ ایک وقت انسان کی ملکی قوت عروج کرتی ہے تو وہ عرش کی خبریں دینے لگتا ہے اور ایک وقت اس پر بشریت کا دباؤ پڑتا ہے تو وہ خود اپنی معلومات بھی فراموش کر بیٹھتا ہے اسی مد و جزر میں انسانی ترقی کا راز مضمر ہے۔ خطاء و نسیان انسان کے لئے عیب نہیں۔ غیر محدود اخفیا اور جزئیات و کلیات غیب کا احاطہ اس کی نوع کا کمال نہیں۔ قدرت نے اس کی فطرت ایسے ہی ضعف و ناتوانی کے اندر بنائی ہے کہ وہ خطا بھی کرے گا اور بھولے گا بھی مگر اس کا یہ فطری ضعف اس کے لئے موجب نقصان نہ ہوگا بلکہ اور موجب کمال ہوگا۔ ایک ہدایت میں ہے انما انسی لاسن یعنی لوگ تو خود بھولتے ہیں مگر مجھ پر قصدۃً نسیان ڈالا جاتا ہے تاکہ بنی آدم نسیان کے احکام سیکھیں۔ پس جس طرح نبی کے نسیان سے مقصد نسیان کی سنت بتانی ہے اسی طرح واقعات و حوادث کی حقیقت سے بے خبر رکھ کر صرف ان کی سطح پر نبی کو فیصلہ صادر فرمانے کے حکم سے مقصد مقدمات میں فیصلہ کرنے کا آئین سکھانا ہے۔

Marfat.com

(۸۰۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُهُ۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

(۸۰۸) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ اِنَّ حِبْرًا مِنَ الْیَهُوْدِ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْبِقَاعِ خَیْرٌ فَسَکَتَ عَنْهُ وَقَالَ اَسْکُتُ حَتّٰی یَجِیْءَ جِبْرَئِیْلُ فَسَکَتَ وَجَاءَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَسَاَلَ فَقَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَلٰکِنْ اَسْاَلُ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ثُمَّ قَالَ جِبْرَئِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دُنُوًّا مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ وَکَیْفَ کَانَ یَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُوْرٍ فَقَالَ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا

(۸۰۷) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس آکر مجھ پر درود بھیجتا ہے اسے تو میں خود سنتا ہوں اور جو مجھ پر دور سے درود بھیجتا ہے اسے فرشتے میرے پاس پہنچا دیتے ہیں۔ (شعب الایمان)

(۸۰۸) ابوامامہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا فرمایئے سب سے بہتر جگہ کونسی ہے۔ آپ یہ کہہ کر خاموش ہو رہے کہ میں ذرا جبرئیل کے آنے تک خاموش رہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام آگئے، آپ نے ان سے یہ سوال کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ جس سے آپ پوچھ رہے ہیں اس کو بھی سائل سے زیادہ اس کا علم نہیں۔ لیکن دیکھیے میں اپنے پروردگار سے جاکر پوچھتا ہوں اس کے بعد انھوں نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج مجھے اللہ تعالیٰ سے اتنا قرب نصیب ہوا کہ اس سے قبل کبھی نصیب نہیں ہوا تھا آپ نے پوچھا اے جبرئیل آخر کتنا قرب نصیب ہوگیا؟ عرض کیا کہ

(۸۰۷) یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی وفات عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی وہ جس طرح اپنے بعض حیات کے احکام میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح بعض وفات کے احکام میں بھی ممتاز ہوتے ہیں۔ ان کی میراث تقسیم نہیں ہوتی، ان کی ازواج مطہرات کا نکاح حرام ہوتا ہے البتہ قریب وبعید باتوں کے سننے اور جاننے کا جو آئین ان کی زندگی میں تھا وہی آئین ان کی وفات کے بعد بھی قائم رہتا ہے یعنی جس طرح اپنی حیات میں وہ قریب کی بات خود سنا کرتے تھے اسی طرح وفات کے بعد قریب کی درود شریف بنفس نفیس خود ہی سنتے ہیں اور جس طرح پہلے دور کی باتوں کا علم ان کو کسی قاصد یا خطوط کی معرفت ہوا کرتا تھا اسی طرح درود شریف کے حق میں بھی وہی نظم ونسق قائم رہتا ہے بقیہ معاملات کا نظم کس طرح ہے اس کا ذکر اس حدیث میں نہیں۔ بس جس نے یہ دعویٰ کیا کہ حیات یا وفات میں ہمہ وقت رسول کو ہر ہر جزئی وکلی کا علم ہوتا ہے یہ بھی بے دلیل دعویٰ ہے اور جس نے رسول کے متعلق عام انسانوں جیسا عقیدہ رکھا وہ بھی مقام رسالت سے قطعاً نا آشنا و نابلد ہے۔

Marfat.com

وَخَيْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُهَا. (رواه ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر وحدیث ابغض البقاع واحب البقاع مروی عن ابی ھریرۃ عند مسلم ولکن بدون تلک القصۃ)

(۸۰۹) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيهِمْ فَذَكَرَ لَهُمْ أَنَّ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَالْإِيمَانَ بِاللهِ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ يُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِنْ قُتِلْتَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ قُلْتَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ قُتِلْتُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَيُكَفَّرُ عَنِّي خَطَايَايَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ وَأَنْتَ صَابِرٌ مُحْتَسِبٌ مُقْبِلٌ غَيْرُ مُدْبِرٍ إِلَّا الدَّيْنَ فَإِنَّ جِبْرَئِيلَ قَالَ لِي ذَالِكَ۔ (رواہ مسلم)

(۸۱۰) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِمَّا

میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر ہزار حجاب قائم تھے (ان حجابات کے اندر سے ارشاد فرمایا) کہ سب سے بدتر مقامات بازار ہیں اور سب سے بہتر مسجدیں ہیں۔ (ابن حبان)

(۸۰۹) ابوقتادہؓ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقریر فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے، اس میں آپ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے جہاد کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا بہت بہتر عمل ہیں اس پر ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے پوچھا یا رسول اللہ فرمائیے اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں بخشدی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا جی ہاں بشرطیکہ تو صبر اور نیک نیتی کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہٹے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا، اچھا پھر پوچھ کیا پوچھتا تھا اس نے پھر پوچھا کہ اگر میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں تو کیا میری سب خطائیں بخشدی جائیں گی۔ آپ نے فرمایا بیشک بشرطیکہ تو نیک نیتی اور صبر کے ساتھ آگے بڑھتا ہوا مارا جائے اور تیرا قدم پیچھے نہ ہٹنے پائے۔ مگر ایک حق کی معافی پھر بھی نہ ہوگی اور وہ قرض ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے ابھی ابھی آکر مجھ سے کہا ہے۔ (مسلم)

(۸۱۰) ابوسعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن باتوں کا مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے ان میں سے دنیا کی وہ رونق اور اس کی وہ فتوحات ہیں جو میرے بعد تم کو

---

(۸۱۰) حدیثوں میں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن باتوں کا علم نہ ہوتا ان کے جواب کیلئے کبھی تو جبرئیل علیہ السلام خود تشریف لے آتے اور کبھی آپ ان کی آمد کا انتظار فرماتے اور

Marfat.com

أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِي مَا يُفْتَحُ عَلَيْكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتِهَا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَيَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ فَسَكَتَ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ قَالَ فَمَسَحَ عَنْهُ الرُّحَضَاءَ وَقَالَ أَيْنَ السَّائِلُ وَكَأَنَّهُ حَمِدَهُ فَقَالَ إِنَّهُ لَا يَأْتِي الْخَيْرُ بِالشَّرِّ وَإِنَّ مِمَّا يُنْبِتُ الرَّبِيْعُ مَا يَقْتُلُ حَبَطًا أَوْ يُلِمُّ إِلَّا آكِلَةَ الْخَضِرِ أَكَلَتْ حَتّٰى امْتَدَّتْ خَاصِرَتَاهَا اسْتَقْبَلَتْ عَيْنَ الشَّمْسِ فَثَلَطَتْ وَبَالَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَأَكَلَتْ وَإِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرَةٌ حُلْوَةٌ فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ وَوَضَعَهُ فِي حَقِّهِ فَنِعْمَ الْمَعُوْنَةُ هُوَ وَمَنْ أَخَذَهُ بِغَيْرِ حَقِّهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَيَكُوْنُ شَهِيْدًا عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ)

نصیب ہوں گی۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ (یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہوگی) بھلا کیا نعمت بھی کسی خطرہ کا سبب بن سکتی ہے اس پر آپ اس طرح خاموش ہو گئے جس سے ہم یہ سمجھے کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ حسب دستور آپ نے اپنے روئے انور سے پسینہ پوچھا (جو بوقت نزول وحی آجایا کرتا تھا) اور فرمایا وہ سوال کرنے والا کدھر گیا (آپ نے اس طرح پوچھا) گویا اس کے سوال کی تعریف کی اور فرمایا بھئی نعمت تو کسی نقصان کا موجب نہیں بنتی (البتہ اس کا بے جا استعمال نقصان کا موجب بن جاتا ہے) آخر موسم بہار سبزا اگاتا ہے اور وہی سبزا کبھی جانور کی موت کا باعث بھی بن جاتا ہے یا اس کو موت کے قریب پہنچا دیتا ہے۔ ہاں ایک وہ جانور جس نے خوب کھایا اور جب اس کی دونوں کوکھیں تن گئیں تو دھوپ میں جا بیٹھا پھر چیرا اور پیشاب کیا، اس کے بعد پھر گیا اور پھر سبزہ کھایا۔ اسی طرح مال و دولت کی حالت ہے وہ بھی دیکھنے میں خوشنما اور ذائقہ میں شیریں چیز ہے جو شخص اسے جائز طور پر حاصل کرتا ہے اور اس کو برمحل صرف کرتا ہے اس کا تو کیا کہنا وہ تو انسان کے لئے ایک عمدہ سہارا ہے لیکن جو اس کو ناجائز طور پر حاصل کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کھائے چلا جائے مگر اس کا پیٹ نہ بھرے (کاسۂ چشم حریصاں پُر نہ شد) اور یہ قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا (متفق علیہ)

آپ کے جواب میں اگر کوئی اجمال سمجھا جاتا تو جبرئیل علیہ السلام فوراً اس کی ضروری تفصیل کر دیتے، در حقیقت یہ نبی کا بہت بڑا کمال ہے اور اس کی صداقت کی سب سے واضح دلیل ہے کہ وہ دین کے بارے میں ایک حرف بھی اپنی جانب سے نہیں کہتا جس طرح نبی کی فتح و شکست اس کے صداقت کی دلیلیں ہوتی ہیں اسی طرح اس کا نطق و سکوت بھی اس کی صداقت کا ایک محکم ثبوت ہوتا ہے۔ یہاں بے علم برعکس اس کو نقصان کا موجب گردان لیتا ہے۔ مذکورہ بالا سوال ہی کو دیکھئے اگر یہ ہم سے کہا جاتا تو ہم اپنی عقل سے کبھی اس کا کوئی نہ کوئی جواب تلاش دیتے مگر نبی اجتہاد کے لئے بھی پہلے وحی کا انتظار کرتا ہے اسی لئے اس کا نطق و سکوت دونوں وحی سمجھے جاتے ہیں۔ الحاصل یہ تیئس سال تک جو کچھ بھی آپ سے کہا جاتا تھا

Marfat.com

(۸۱۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ فَلَمَّا رَأَى ذَالِكَ الْقَوْمُ أَلْقَوْا نِعَالَهُمْ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوتَهُ قَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى إِلْقَاءِ نِعَالِكُمْ قَالُوا رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ نَعْلَيْكَ فَأَلْقَيْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرَئِيلَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَذَرًا إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَنْظُرْ فَإِنْ رَأَى قَذَرًا فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۸۱۲) عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَرْبَعٍ مَضَيْنَ

---

(۸۱۱) ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ دفعۃً آپ نے نعلین مبارک اتار کر اپنی بائیں جانب رکھ لئے۔ یہ دیکھنا تھا کہ صحابہ کرام نے بھی اپنے اپنے چپل اتار ڈالے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پوری فرما چکے تو ان سے پوچھا تم لوگوں نے اپنے چپل کیوں اتار دیئے۔ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو چپل اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار ڈالے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو جبریل علیہ السلام آئے تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ (آپ کے) چپلوں میں کچھ گندگی لگی ہوئی ہے۔ تم جب مسجد میں آیا کرو تو پہلے اپنے چپل دیکھ لیا کرو۔ اگر ان میں کوئی گندگی نظر آئے تو اس کو صاف کر کے پھر ان سے نماز پڑھ لیا کرو۔ (ابوداؤد)

(۸۱۲) حضرت عائشہؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے قصہ میں نقل کرتی ہیں) کہ آپ چوتھی پانچویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ تشریف لائے جب میرے پاس تشریف لائے تو اس وقت آپ پر غصہ کے آثار

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) سارا کا سارا غیب ہی کا علم تو تھا ہی کیا اس میں کسی مسلمان کو کلام ہو سکتا ہے کہ قدرت نے آپ کے سینے میں بے شمار غیوب کے سمندر بہا دیئے تھے مگر بحث تو صرف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرح کیا عالم کی ہر ہر جزئی کا ہر وقت بھی آپ کو علم حاصل تھا؟ اس طرح کے علم کا ثبوت حدیثوں سے ہم کو تو نہیں مل سکا۔ اگر کسی ایک حدیث میں کوئی لفظ مبہم ملا بھی تو بیسیوں حدیثوں میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کی تشریح بھی مل گئی۔ پھر کیا صاف صاف تشریحات کو چھوڑ کر مبہم الفاظ کو عقیدہ بنا لینا کوئی دین کی بات ہوگی۔

(۸۱۲) مکہ مکرمہ میں پہنچ کر آپ نے ایک دینی مصلحت کی وجہ سے لوگوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ سب اپنے اپنے احرام کھول ڈالیں اور حج کے بجائے عمرہ ادا کر لیں پھر جب حج کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھ کر حج کر لیں یہ تمتع کی شکل ہو جائیگی لیکن چونکہ حج کا احرام باندھ چکے تھے ان کو حج کی ادائیگی سے پہلے اپنا احرام کھول دینا بہت شاق گذرا بالخصوص جبکہ انھوں نے آپ کو دیکھا تو آپ نے بھی اپنا احرام نہ کھولا تھا۔ آپ چونکہ اپنے ہمراہ ہدی لائے تھے اس لئے ہدی کی موجودگی

Marfat.com

مِنْ ذِي الْحِجَّةِ أَوْ خَمْسٍ فَدَخَلَ عَلَيَّ وَهُوَ غَضْبَانُ فَقُلْتُ مَنْ أَغْضَبَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ قَالَ أَوَمَا شَعَرْتِ أَنِّي أَمَرْتُ النَّاسَ بِأَمْرٍ فَإِذَا هُمْ يَتَرَدَّدُونَ وَلَوْ أَنِّي اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا سُقْتُ الْهَدْيَ مَعِي حَتّٰى أَشْتَرِيَهُ ثُمَّ أَحِلُّ كَمَا حَلُّوا (رواہ مسلم)

(۸۱۳) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ مَنْ مَرَّ عَلَيَّ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَأَقُولُ إِنَّهُمْ مِنِّي فَيُقَالُ إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ

نمایاں تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کو کس نے خفا کیا، خدا تعالیٰ اس کا برا کرے۔ آپ نے فرمایا تجھ کو یہ خبر نہیں کہ میں لوگوں کو ایک بات کا حکم دیتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس پر عمل کرنے کے بجائے اس میں ادریس و پیش کرتے ہیں۔ کاش اگر میں اس کو پہلے سے جانتا تو میں بھی اپنے ہمراہ ہدی کا جانور نہ لاتا اور یہاں سے ہی خرید لیتا اور اپنا احرام بھی اسی طرح کھول ڈالتا جس طرح اور لوگوں نے کھولا۔ (مسلم)

(۸۱۳) سہل بن سعد روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں، تمہارے لئے پانی پینے کا بندوبست کرونگا جو شخص میرے حوض پر آئے گا وہ اس کا پانی پئے گا اور جو اس کا پانی پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ میرے حوض پر کچھ لوگ میرے شناسا بھی آئیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے پھر ان کے اور میرے درمیان ایک حجاب ڈالدیا جائے گا۔ میں کہوں گا کہ یہ تو میرے متبعین ہیں مجھے جواب ملے گا آپ کو یہ علم نہیں کہ انھوں نے آپ کے بعد کیا نئی نئی باتیں پیدا کرڈالی تھیں اس وقت

میں احرام کھولدینا آپ کے لئے درست نہ تھا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے فرمایا اگر مجھے پہلے یہ خبر ہوتی کہ اس بنا پر لوگ اپنے احراموں کے کھولنے میں تردد کریں گے تو میں بھی اپنے ہمراہ ہدی نہ لاتا اور ان کے ساتھ ہی احرام کھولدیتا۔ یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس بے لطفی کا باعث کل یہ ہوا کہ رسول کو ہمیشہ ہر بات کا علم نہیں ہوا کرتا۔ ورنہ آپ اپنے ہمراہ ہدی ہی نہ لاتے۔ اب اس جہان سے گذر کر کچھ محشر کا حال سنئے۔

(۸۱۳) بعض روایات میں اصیحابی اصیحابی کا لفظ بصیغۂ تصغیر ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ جماعت بہت مختصر سی جماعت ہوگی۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ وہ منافقین کی جماعت ہوگی جو جہادوں میں بمجبوری آپ کے ساتھ لگی رہا کرتی تھی اور دراصل کافر تھی دیکھو کتاب تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبہ ص ۲۹۶۔ قرآن کریم میں ہے۔ وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم۔

کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ مختصر سا فرقہ ہے جو عہد صدیقؓ میں مرتد ہو گیا تھا۔ بہرحال محشر میں ملائکۃ اللہ کی شہادت سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اس جماعت کے ارتداد کا آپ کو کچھ علم نہ ہوگا اسی طرح آئندہ حدیث بھی مشیر کی ہے اس میں بھی سابقین

Marfat.com

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ - وفی کتاب الحوض فیقال انک لا علم لک بما احدثوا بعدک (متفق علیہ)

(۸۱۴) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُؤْذَنُ لَهٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ فَاَعْرِفُ اُمَّتِیْ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَمِنْ خَلْفِیْ مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَنْ یَّمِیْنِیْ مِثْلُ ذٰلِكَ وَعَنْ شِمَالِیْ مِثْلُ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَكَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْمَا بَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُّحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَیْسَ اَحَدٌ کَذٰلِكَ غَیْرُهُمْ وَاَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْتَوْنَ کُتُبَهُمْ بِاَیْمَانِهِمْ وَاَعْرِفُهُمْ تَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ذُرِّیَّتُهُمْ - (رواہ احمد وعند مسلم عن ابی ہریرۃ نحوہ)

میں کہوں گا جس نے میرے بعد میرے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کیں وہ مجھ سے دور ہی دور رہے۔ (متفق علیہ)

(۸۱۴) ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سب سے پہلا شخص ہونگا جس کو قیامت میں سجدہ کرنے اور سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے سامنے دیکھوں تو اور تمام امتوں میں اپنی امت کو پہچان لوں گا میری امت اتنی ہی کثرت کے ساتھ میری پچھلی جانب ہوگی اور اتنی ہی دائیں اور بائیں جانب ہوگی۔ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ اتنی امتوں میں جو نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک ہوں گی آپ اپنی امت کو کس طرح شناخت کریں گے آپ نے فرمایا وضوء کے پانی کے نشانوں سے ان کے چہرہ روشن اور ہاتھ پیر چمکدار ہوں گے ان کے سوا اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور میں اس بات سے بھی ان کو شناخت کروں گا کہ ان کے اعمالنامے ان کے دائیں ہاتھوں میں ہوں گے اور اس بات سے کہ ان کی اولاد ان کے آگے آگے دوڑ رہی ہوگی۔ (احمد)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز خطاب سے بھی واضح ہو رہا ہے کہ کسی کے ذہن میں بھی آپ کے متعلق عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں تھا بلکہ جس طرح کسی انبوہ کثیر میں کسی مختصر جماعت کی معرفت عام طور پر مشکل ہوتی ہے اسی طرح آپ کے حق میں بھی مشکل سمجھی گئی پھر جو جواب آپ نے دیا وہ یہ نہیں تھا کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اس بناء پر مجھے اپنی امت کی معرفت ہر وقت حاصل ہے بلکہ ایک ایسی کھلی علامت بیان فرمائی جس کے بعد اس کے امتیاز میں کسی کے لئے بھی دشواری کا سوال پیدا نہیں ہو سکتا۔

(۸۱۴) اس قسم کی حدیثوں کو بڑے غور سے پڑھنا چاہئے جن میں ضمنی طور سے یہ امر بہت نمایاں ہوتا ہے کہ یہاں متکلم و مخاطب کے ذہنوں میں علم محیط کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے وہ بڑی سادگی سے سوال و جواب کرتے ہیں اور نہ تو سائلین آپ کے متعلق کسی علم کی نسبت قطع کرنے میں جھجھکتے اور نہ آپ اس غلطی پر ان کو تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں بلکہ جو جواب دیتے ہیں اس سے اور ان کے عقیدہ کی تائید ہی ہوتی ہے۔

Marfat.com

(۸۱۵) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَإِنَّ أُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا وَأُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ وَإِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَإِنَّ رَبِّيْ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّيْ أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ أَنْ لَا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ عَامَّةٍ وَأَنْ لَا أُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيْحَ بَيْضَتَهُمْ وَلَوِ اجْتَمَعَ عَلَيْهِمْ مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكُ بَعْضًا وَيَسْبِيْ بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ (رواہ مسلم)

(۸۱۵) ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو سکیڑ دیا تو میں نے مشرق و مغرب سب دیکھا اور یقیناً میری امت کا ملک ان گوشوں تک پہنچکر رہے گا جو حصہ زمین میرے سامنے سکیڑ کر دکھا دیا گیا ہے۔ مجھے دو خزانے بھی مرحمت کئے گئے ایک سرخ اور ایک سفید (یعنی سونا اور چاندی) اور میں نے اپنی امت کے لئے یہ دعا کی کہ اس کو عام قحط میں مبتلا کر کے ہلاک نہ کیا جائے اور یہ بھی کہ کسی غیر دشمن کو ان پر اس طرح مسلط نہ کیا جائے کہ وہ ان کے انڈے بچے تک سب تباہ کر ڈالے میرے پروردگار نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا اے محمدؐ جب میں کسی بات کا فیصلہ کر چکتا ہوں تو وہ اٹل ہوتا ہے تمہاری امت کے بارے میں یہ بات تو میں نے منظور کی کہ ان کو عام قحط سے ہلاک نہ کروں گا اور ان پر کسی غیر دشمن کو اس طرح مسلط نہیں کروں گا کہ وہ ان کا تخم مٹا ڈالے اس وقت تک کہ وہ خود ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنے اور قید کرنے کے درپے نہ ہو جائیں۔ (مسلم شریف)

(۸۱۵) بارگاہ رب العزت نے اپنے حبیب کو نہ معلوم کن کن خصوصیتوں سے نوازا ہے گا ان کی تفصیل تو رہی جانے لیکن یہاں ایک عجیب نظارہ کا ذکر ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جیسے کبھی کبھی آپ کو جنت و جہنم جیسی وسیع مخلوق کا نقشہ کسی دیوار پر دکھا دیا گیا ہے ایسے ہی ایک بار سارا کرۂ زمین اس طرح سمیٹ کر آپ کو دکھلا دیا گیا۔ جیسا کسی بڑی چیز کے فوٹو کو چھوٹا کر کے دکھایا جاتا ہے اسی قسم کا ایک نظارہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی دکھایا گیا تھا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض لیکن غور کرنا تو یہ ہے کہ کیا اس نظارہ کو علم سے تعبیر کر سکتے ہیں ایک انسان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر سطح زمین کی بڑی سے بڑی آبادی کا مشاہدہ کر لیتا ہے بڑے بڑے دریا اس کو تاگے کی طرح بہتے ہوئے نظر آجاتے ہیں اور بڑی بڑی عمارات اس کی آنکھوں کے سامنے نقطوں کی شکلوں میں نمایاں ہوتی ہیں مگر کیا اس کو اپنے اس وسیع مشاہدہ میں ہر ہر ذرہ کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ ذرا انصاف کیجئے کہ اگر وہ اپنے اس غیر معمولی نظارہ کو بیان کرے تو کن الفاظ سے بیان کرے گا۔ اس کے الفاظ میں کتنا عموم ہوگا لیکن پھر بھی اس مشاہدہ میں اس کو علم کتنے حصہ کا ہوگا اگر آپ ان حسی واقعات سے اس غیبی حقیقت کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ بسہولت یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

Marfat.com

(۸۱۶) عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ وَعِنْدَ مُسْلِمٍ فَسَاَلَتْنِیْ عَنْ اَشْیَاءَ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کَرْبًا مَا کُرِبْتُ مِثْلَهٗ فَجَلَّی اللّٰهُ بَیْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰیَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهِ وعند مسلم فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ مَا یَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْبَاْتُهُمْ۔

(۸۱۷) عَنْ اَنَسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غَضْبَانُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ لَا تَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اَلْیَوْمَ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ بِهٖ وَنَحْنُ نَرٰی اَنَّ جِبْرَئِیْلَ مَعَهٗ۔

---

(۸۱۶) جابر روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جب قریش نے مجھے جھٹلایا تو میں اس وقت حجر میں کھڑا ہوا تھا اور مسلم شریف میں ہے کہ قریش نے مجھ کو (بیت مقدس کے متعلق) ایسے ایسے سوالات کرنے شروع کئے جن کا مجھے اچھی طرح دھیان بھی نہ رہا تھا اس وقت مجھے ایسی سخت کوفت ہوئی کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت بیت مقدس میری آنکھوں کے سامنے کردیا اور میں دیکھ دیکھ کر ان تمام باتوں کے جوابات ان کو دیتا رہا اور صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے اس طرح اٹھا کر رکھدیا کہ میں اس کو دیکھنے لگا اور جس بات کو وہ مجھ سے دریافت کرتے فوراً دیکھ کر ان کو بتا دیتا۔

(۸۱۷) انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور اس وقت آپ پر غصہ کے آثار تھے آپ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دے کر فرمایا آج تم مجھ سے جو جو

---

(۸۱۶) صحیح مسلم کی اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کو بحالتِ بیداری ان آنکھوں سے دیکھا تھا۔ (۲) اس کی بہت سی چشم دید باتیں آپ کے حافظہ سے نکل گئی تھیں بلکہ اس وقت آپ نے شاید ان کو بغور دیکھا بھی نہیں تھا۔ (۳) کسی چیز کے مشاہدہ سے اس کا پورا پورا علم حاصل ہونا ضروری نہیں۔ (۴) مشاہدہ سے جتنا علم حاصل ہوتا ہے اس کا بقاء و دوام بھی ضروری نہیں۔ (۵) تجلی، علم تفصیلی کو مستلزم نہیں جیسا کسی چیز کا عینی شاہدہ اس کے تفصیلی علم کو مستلزم نہیں۔ ان امور سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیبی مشاہدات کی نوعیت اگرچہ وہی تھی جو عالم بیداری کے مشاہدات کی ہوتی ہے لیکن جس طرح کسی چیز کے خود دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے ہر ہر گوشہ کا علم حاصل ہوجائے اسی طرح اس کی تجلی سے بھی اس کا تفصیلی علم حاصل ہونا ضروری نہیں ہوتا بلکہ جزا جمالی انکشاف یہاں ہوجاتا ہے اس مشاہدہ کے بعد اس کا بقاء بھی ضروری نہیں ہوتا۔ اس قسم کے علم کے افاضہ کا مقصد نفسِ انسانی میں کمال کی استعداد پیدا کرنی یا صرف ایک اکرام اور تشریف ہوتی ہے جیسے علوم رسمیہ کی تعلیم کا مقصد بھی صرف ایک ملکہ پیدا کرنا ہوتا ہے خود ان علوم کا استحضار نہیں۔

(۸۱۷) یہ روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے لفظ "علم النبیؐ" کے زیرِ عنوان ترجمان السنہ جلد اول میں بھی گذر چکی ہے

Marfat.com

قلت فذكر الحديث الی ان قال فقال عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّا كُنَّا حَدِيثِي عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ فَلَا تُبْدِ عَلَيْنَا سَوْآتِنَا فَاعْفُ عَفَا اللهُ عَنْكَ - (رواہ ابویعلی قال الهیثمی ورجاله رجال الصحیح)

(۸۱۸) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا حَدَّثَ بِهِ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ قَدْ عَلِمَهُ أَصْحَابِي هٰؤُلَاءِ وَإِنَّهُ لَيَكُونُ مِنْهُ الشَّيْءُ قَدْ نَسِيتُهُ فَأَرَاهُ فَأَذْكُرُهُ كَمَا يَذْكُرُ الرَّجُلُ وَجْهَ الرَّجُلِ إِذَا غَابَ عَنْهُ ثُمَّ إِذَا رَآهُ عَرَفَهُ (متفق علیہ)

وعند ابی داود عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سوالات کروگے میں تم کو جوابات دوں گا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے تھے کہ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا یہاں تک کہ آخر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول ذکر کیا یا رسول اللہ ہم لوگ ایسے ہیں کہ ہمارا کفر کا دور ابھی قریب ہی گذرا ہے آپ ہماری غلطیوں اور عیوب پر سخت گیری نہ فرمائیں اور ان سے درگذر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجے بلند فرمائے۔ (ابویعلیٰ)

(۸۱۸) حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور قیامت تک جو جو واقعات بھی رونما ہونے والے تھے آپ نے سب ہی بیان کر ڈالے۔ جس نے یاد رکھے، یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے بھلا دیئے۔ یہ بات میرے یہ سب رفقاء بھی جانتے ہیں اور ایسا ہوتا رہتا ہے کہ مجھے کوئی بات فراموش ہوجاتی ہے لیکن جب وہ میری آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو پھر مجھ کو اسی طرح یاد آجاتی ہے جیسا ایک آدمی کہیں غائب ہوجائے پھر وہ اس کا چہرہ سوچتا رہے اور جب اس کو دیکھ پائے تو فوراً پہچان لے۔ (متفق علیہ)

ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار عصر کے بعد خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جو جو حوادث قیامت تک ظہور میں آنے والے تھے وہ سب

مگر یہاں مسند ابویعلیٰ کی روایت میں صحابہ کے ان الفاظ کی زیادتی اور ہے ونحن نری الخ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کے نزدیک آپ کے فرمان "تم مجھ سے جو سوال کروگے میں اس کا جواب دوں گا" کی بنیاد یہ نہ تھی کہ نبی کو ہر وقت ہر بات کا علم حاصل ہوتا ہے بلکہ اس قسم کے اوقات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہوتے ہیں اور بذریعہ وحی اسی وقت آپ کو سائلین کے سوالات کے جوابات کی اطلاع دیدی جاتی ہے۔

Marfat.com

خَطِيبًا بَعْدَ الْعَصْرِ فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُونُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ إِلَّا ذَكَرَهُ حَفِظَهُ مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ ۔ (الحدیث)

(۸۱۹) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ وَاللهِ مَا أَدْرِي أَنَسِيَ أَصْحَابِي أَمْ تَنَاسَوْا وَاللهِ مَا تَرَكَ

آپ نے ذکر کردیئے جس نے یاد رکھے، یاد رکھے اور جس نے بھلا دیئے، بھلا دیئے الخ۔

(۸۱۹) حذیفہؓ بیان فرماتے ہیں، خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ میرے رفقا رفی الواقع بھول چکے ہیں یا وہ تجاہلِ عارفانہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے خاتمہ تک فتنوں کا کوئی ایسا سرغنہ نہیں

(۸۱۹) پہلی حدیث میں ماترک شیئا کے لفظ میں اگرچہ بہت عموم ہے لیکن یہ عموم ایسا ہی ہے جیسا واوتیت من کل شی میں کسی کلام کے معنی سمجھنے کے لئے متکلم و مخاطب کے مفروضات اور ماحول کے اقتضاء سے قطع نظر نہ کرنی چاہیئے سوچو کہ اگر یہاں آپ نے تمام واقعات پورے استیعاب کے ساتھ بیان کر ڈالے تھے حتیٰ کہ ریت کے ذرات اور بارش کے قطرات بھی تو اول تو صحابہؓ کے سامنے اس قسم کے علوم بیان کرنے سے نبوت کے کس باب کی تکمیل ہوتی تھی؟ پھر کیا اس کے بعد تمام صحابہ کو بھی عالم الغیب کہنا صحیح تھا۔ اور اگر نسیان کے بعد وہ عالم الغیب نہیں رہے تھے تو کچھ مدت کے لئے ان کو عالم الغیب بنانے سے کیا فائدہ متصور تھا پھر کیا اس کا کوئی قطعی ثبوت دیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی نسیان طاری ہی نہیں ہوا تھا۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اس مجلس میں آپ نے فتن اور قائدین فتن کے متعلق کوئی بسیط بیان فرمایا تھا اور اس سلسلہ میں اس درجہ تفصیل فرمائی تھی کہ سننے والوں کا تخمینہ یہ تھا کہ آپ نے اب کوئی اہم فتنہ اٹھا نہیں رکھا جس کو اس وقت ذکر نہ کردیا ہو۔ اسی ابہام کو حذیفہ کی دوسری حدیث میں کھول دیا گیا ہے۔ جس امت میں فتنوں کی کثرت مقدر تھی اس کے نبی کے لئے یہ باب کتنا اہم تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں پوری پوری توضیح و تشریح سے کام لیا ہے اس علم کے سب سے زیادہ صحیح مخاطب حضرتِ رسالتؐ کی نگاہ میں غالباً حذیفہ ہوں گے اسی لئے اس نوع کی اکثر حدیثیں انھیں سے مروی ہیں ان کے تتبع سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں الفاظِ حدیث کا تمام رُخ اسی قسم کے واقعات کی طرف ہے۔ دنیا کے غیر متعلق حوادث سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ کتنا مضحکہ خیز تخیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مجلس میں مکھیوں اور حشرات الارض تک کے اعداد و شمار پیش کئے ہوں اور اسی قسم کے ایسے غیر متناہی امور کا تذکرہ فرمایا ہو جن سے امت کی ہدایت کا ذرہ برابر بھی تعلق نہ ہو۔ اس قسم کی خوش عقیدگی سے مقامِ رسالت کی بزرگی صرف اپنے ہی ذہن میں ثابت ہو تو ہو مگر کوئی دانشمند انسان اس کو اہمیت نہیں دیکھتا۔ فالی اللہ المشتکی۔

اس جگہ ایک اہم نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ علم حصولی کی جو قسم بھی ہے اس پر نسیان طاری ہوسکتا ہے یہاں جب اس شی کی صورت مدرکۂ انسانی سے غائب ہوجاتی ہے تو اس کا علم بھی غائب ہوجاتا ہے۔ علم کی دوسری قسم جس کو علم حضوری کہا جاتا ہے صورت کے واسطہ سے نہیں ہوتا بلکہ یا تو خود وہ شئ عالم کا عین ہوتی ہے یا اس کا معلول ہوتی ہے یا اس کی صفت ہوتی ہے۔ اس لئے یہاں ذہول ممکن نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو غیب کا جتنا علم بھی ہوتا ہے وہ سب

Marfat.com

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَعَہٗ ثَلٰثَ مِاَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد)

چھوڑا جس کی جماعت تین سو یا اس سے اوپر تک پہنچی ہو مگر اس کا اور اس کے باپ اور قبیلہ کا نام لے لے کر ہم کو بتا دیا ہے۔ (ابوداؤد)

علم حصولی کی صورت میں ہوتا ہے یعنی حق تعالیٰ ان پر ان علوم کا اس طرح افاضہ فرما دیتا ہے کہ ان کی صورت ان کے ذہنوں میں منتقش ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نبی کے ذہن میں یہ القاء فرما دیتا ہے کہ فلاں شخص کے باپ کا نام یہ ہے یا فلاں واقعہ اس طرح ہوگا گویا تعلیم کی جو صورت عام انسانوں میں معلم و متعلم کے درمیان معروف ہے اسی نوع کی کوئی صورت حق تعالیٰ اپنے اور رسولوں کے درمیان پیدا فرما دیتا ہے۔ اب وہ خواہ ملک کے ذریعہ سے ہو یا بلا واسطۂ ملک ہو لیکن خود حق تعالیٰ کے علم کی نوعیت اس طرح نہیں اس کے سامنے سارا عالم خود حاضر ہے اسی لئے اس کی جناب میں غیب و شہود کی کوئی تقسیم نہیں یہ تقسیم صرف ہمارے لحاظ سے ہے۔ اسی لئے جن لوگوں نے رسولوں کے متعلق کلی علم غیب کا دعویٰ کیا ہے ان کو انبیاء علیہم السلام کے متعلق حاضر و ناظر ہونے کا دعویٰ بھی کرنا پڑا ہے گویا کائنات کے ایک ایک ذرہ کے ساتھ جس نوعیت سے پروردگار عالم کی معیت ہے۔ اسی نوعیت کی معیت انبیاء علیہم السلام کی بھی تسلیم کی ہے پس یہاں صرف یہ غور کرنا نہیں ہے کہ عالم کی تمام جزئیات کا علم انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے یا نہیں بلکہ ان کے حاضر و ناظر ہونے کا مسئلہ بھی اسی کے ساتھ لپٹا ہوا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قرآن کریم سے ان کے علوم کی یہی نوعیت ثابت ہوتی ہے اور کیا تمام جہان میں حق تعالیٰ کی طرح ان کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے (والعیاذ باللہ)
یہ واضح رہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی کائنات کا علم علم حضوری ہے تو پھر یہی کہنا پڑیگا کہ تمام کائنات ان کی معلول ہیں اور وہ ان کی علت ہیں اسی لئے جس جماعت نے رسولوں کے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس نے گو صاف لفظوں میں آپ کو عالم کی علت تو نہیں کہا مگر متصرف اور کارساز ہونا تسلیم کر لیا پھر بہلنک دبے لفظوں میں یہ بھی اقرار کر لیا ہے کہ احمد و احد میں صرف ایک حرف میم ہی کا پردہ تھا جو شب معراج میں اٹھ گیا تھا کیا اس تعلیم کو نصاریٰ کے عقائد سے کوئی ادنیٰ امتیاز حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتیٰ اور گھروں کے واقعات کی خبریں بتانے سے ان کی قوم کو یہ مغالطہ لگا کہ یہ خدائی اوصاف ہیں لہذا ہوں نہ ہوں یا تو وہ خدا ہی ہیں تو پھر اس سے کوئی ایسی نسبت ضرور رکھتے ہیں جس میں اثنینیۃ کے ساتھ اتحاد کی بھی گنجائش ہے۔ اگر اسلام کی توحید بھی یہی ہے تو سوچو کہ اس کو انجیل کی توحید سے کیا امتیاز ہوگا اس قسم کے عقائد سے شانِ رسالت کی عظمت تو ثابت نہیں ہو سکتی ہاں شانِ ربوبیت کی توہین ضرور ہوتی ہے انصاف شرط ہے۔

اللّٰھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً۔

Marfat.com

الطاعة فيما خالف الشرع من الشرك

(۸۲۰) عن عدي بن حاتم قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي عنقي صليب من ذهب فقال يا عدي اطرح عنك هذا الوثن وسمعته يقرأ في سورة براءة اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله قال أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئا استحلوه وإذا حرموا عليهم شيئا حرموه۔ رواه الترمذي وقال هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث عبد السلام بن حرب۔ وأخرجه السيوطي في الدر المنثور في طرف (۳۵ ص ۲۳۰)

(۸۲۱) عن النواس بن سمعان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق۔ (رواه في شرح السنة)

خلاف شرع امور میں غیر اللہ کی اطاعت کرنی بھی شرک کی ایک قسم ہے

(۸۲۰) عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میرے گلے میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی آپ نے فرمایا اے عدی اپنی گردن سے اس بت کو نکال پھینک۔ اس وقت میں نے آپ سے سورۂ برات کی یہ آیت بھی سنی۔ اتخذوا احبارہم الخ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کی تفسیر میں آپ نے فرمایا خوب سن لو کہ وہ لوگ ان احبار و رہبان کی صریح عبادت تو نہیں کرتے تھے لیکن جس چیز کو وہ حلال بتا دیتے اس کو وہ حلال سمجھ لیتے اور جس کو حرام کر دیتے تھے اس کو حرام سمجھ لیتے (اسی کو قرآن کریم نے رب ٹھہرانے سے تعبیر کیا ہے۔ (ترمذی شریف)

(۸۲۱) نواس بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ (شرح السنہ)

(۸۲۰) شرک کے اقسام کے عنوان کے تحت اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز نے خلاف شرع امور میں کسی کی اطاعت کرنا بھی شرک کا ایک قسم قرار دیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے اسی طرح غیر اللہ کی ناواجب اطاعت بھی شرک ہے۔

Marfat.com

(۸۲۲) عَنْ عَلِيٍّ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَاَمَرَهُمْ اَنْ يَّسْمَعُوْا لَهٗ وَيُطِيْعُوْهُ فَاَغْضَبُوْهُ فِيْ شَيْءٍ فَقَالَ اجْمَعُوْا اِلَيَّ حَطَبًا فَجَمَعُوْا لَهٗ ثُمَّ قَالَ اَوْقِدُوْا نَارًا فَاَوْقَدُوْا ثُمَّ قَالَ اَلَمْ يَاْمُرْكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ تَسْمَعُوْا لِيْ وَتُطِيْعُوْا قَالُوْا بَلٰى قَالَ فَادْخُلُوْهَا فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَقَالُوْا اِنَّمَا فَرَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّارِ فَكَانُوْا كَذٰلِكَ حَتّٰى سَكَنَ غَضَبُهٗ وَطُفِئَتِ النَّارُ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَكَرُوْا ذٰلِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ دَخَلُوْهَا مَا خَرَجُوْا مِنْهَا اَبَدًا وَقَالَ لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوْفِ۔ (متفق علیہ)

عنایۃ السلف بسد مداخل الشرک

(۸۲۳) عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عُمَرَ بَلَغَهٗ اَنَّ قَوْمًا يَاْتُوْنَ الشَّجَرَةَ فَيُصَلُّوْنَ عِنْدَهَا فَتَوَعَّدَهُمْ

(۸۲۲) حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر مرتب فرمایا اور اس پر ایک انصاری شخص کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اس کی بات سنیں اور اس کا حکم مانیں۔ ان لوگوں نے کسی معاملہ میں اس کو خفا کر دیا اس نے غصہ میں آکر حکم دیدیا کہ آگ جلانے کی لکڑیاں جمع کرو انھوں نے جمع کر دیں اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان کو دہکا کر ان کے انگارے بنا دو انھوں نے بنا دیئے۔ پھر کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اس کا حکم نہیں دیا تھا کہ جو میں تم کو حکم دوں اس کو سننا اور ماننا۔ انھوں نے جواب دیا جی ہاں حکم تو دیا ہے۔ اس نے کہا تو پھر اس آگ میں داخل ہو جاؤ یہ سن کر وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور بولے کہ آگ سے بچنے کی خاطر تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھاگ کر آئے تھے (اب اسی میں پھر کیسے داخل ہو جائیں) وہ اسی بحث میں تھے کہ اتنی دیر میں اس کا غصہ فرو ہو گیا ادھر آگ بھی گل ہو گئی۔ جب یہ لوگ واپس ہوئے تو انھوں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ذکر کیا آپ نے فرمایا اگر کہیں یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو پھر اس سے کبھی نہ نکلتے۔ پھر فرمایا اطاعت اللہ تعالی کی نافرمانی میں نہیں ہوا کرتی۔ اطاعت جائز باتوں میں ہوا کرتی ہے۔ (متفق علیہ)

استیصال شرک کے متعلق سلف کا اہتمام

(۸۲۳) نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو یہ خبر ملی کہ لوگ اس درخت کے پاس آ آ کر نمازیں پڑھتے ہیں

(۸۲۳) صحیح بخاری میں تصریح موجود ہے کہ یہ اصل درخت کچھ دنوں بعد ہی اکثر صحابہ کے ذہنوں سے فراموش ہو چکا تھا مگر

Marfat.com

ثُمَّ اَمَرَ بِقَطْعِهَا۔ (رواہ ابن سعد کما فی القسطلانی)

(۴۸۲) عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيْعَةَ قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْلَا اَنِّیْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ مَا قَبَّلْتُكَ (متفق علیہ)

جس کے نیچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ سے بیعت لی تھی اس پر انھوں نے ان کو ڈانٹا اور درخت کے کاٹنے کا حکم دیدیا چنانچہ حسب الحکم وہ کاٹ دیا گیا۔ (ابن سعد)

(۴۸۲) عابس بن ربیعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو حجر اسود کو بوسہ دیتے دیکھا وہ بوسہ دیتے جاتے اور یہ فرماتے جاتے میں خوب جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (متفق علیہ)

اس کے باوجود لوگ یونہی تخمینی طور پر کسی درخت کے پاس آکر تبرکاً نمازیں پڑھنے لگے تھے۔ حضرت عمرؓ کی شان حزم واحتیاط نے بروقت اس طرف توجہ کی وہ جانتے تھے کہ بعض مرتبہ تبرکات کی حد سے زیادہ تعظیم آئندہ چل کر ان کی عبادت کا پیش خیمہ ہو جاتی ہے ان حالات میں ایک مشکوک تبرک کے قائم رکھنے سے یہ بدرجہا بہتر تھا کہ اس مظنۂ شرک کو جڑ سے ختم ہی کر دیا جاتا۔ اس حدیث سے تبرک بآثار الصالحین کے خلاف تمسک کرنا بھی زیادتی ہے۔ مستند تبرکات اگر اپنی جگہ پر رکھے جائیں تو بلاشبہ برکات کا موجب ہیں ان کا استیصال بھی بے اعتدالی ہے اور فرضی تبرکات کو عوام کے سامنے ایک تماشہ بنائے رکھنا بھی ایک فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے۔

(۴۸۲) یہ پتھر کتنا ہی متبرک پتھر سہی، جنت سے آیا، زمین میں یمین اللہ کہلایا، نہ معلوم کتنے انبیاء علیہم السلام اور علماء کرام نے اس کو بوسے دیئے، اور نہ معلوم کیسے کیسے خواص کا وہ حامل بھی ہے۔ مگر ان سب اوصاف کے باوجود وہ نبی عربی (فداہ ابی وامی) کے ایک زبردست صحابی کی نظر میں ایک پتھر ہی رہا۔ دیکھیے وہی حضرت عمرؓ ہیں جو غیر مستند تبرک کی تو جڑ کاٹ دیتے ہیں اور اس کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا پسند نہیں فرماتے جو بڑھ کر آئندہ کسی ادنیٰ فتنہ کا موجب ہو سکے اور پھر بھی وہ ہیں جو ایک مستند پتھر کے سب سے بڑے محافظ بنے ہوئے ہیں، یہ اس کو بوسہ تو دیتے ہیں مگر اس کی بیجا تعظیم کے جذبہ میں نہیں بلکہ رسول عربی کے والہانہ اتباع کے جذبہ میں اور اپنے اسی مجاہدانہ انداز میں اپنی زبان سے ایسے توحید الٰہی سے لبریز کلمات بھی ادا فرماتے جاتے ہیں جن کے بعد امت کے کسی بوسہ دینے والے کی نظر میں اس پتھر میں اتباع رسول کے سوا اور کوئی کشش ہی باقی نہیں رہتی۔

ہم ایک بار پہلے بھی تنبیہ کر آئے ہیں کہ مناسب انداز میں کسی حقیقت کا اظہار توہین شمار نہیں ہوتی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حجر اسود ایک بہت بڑا متبرک پتھر ہے، اس کی تقبیل بڑی سعادت اور اس کا مس کرنا بنی آدم کی خطاؤں کے لئے جذاب ہے لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس میں نفع وضرر رسانی کی کوئی ادنیٰ طاقت بھی نہیں ہے، اس لئے اس کی ذات سے ان اوصاف کا سلب کرنا ہرگز اس کی توہین شمار نہیں ہو سکتی۔ ہاں ان کلمات کا بلا داعیہ اور بلا سبب یونہی مشغلہ لگائے رکھنا بھی فعل عبث ہو گا لیکن پھر بھی اگر آپ کے گرد وپیش کسی غلط فہمی کے ازالہ کے لئے ہوں تو ٹھیک برمحل اور ضروری بھی ہیں۔

~~~~

Marfat.com
~~~~

النفاق واقسامہ

اسلام کی تاریخ میں ایک گروہ انتہار درجہ خطرناک گذرا ہے جس کو منافق کہا جاتا تھا۔ کفار تو اسلام کی دشمنی کھلم کھلا کرکے اپنے دلوں کی بھڑاس نکال لیا کرتے تھے اور یہ مارآستین بن کر اندر ہی اندر اس کی جڑ کاٹنے کی فکر میں لگے رہتے۔ بظاہر تو وہ سب کچھ کرنے کو تیار نظر آتے جو مخلصین صحابہ کرتے، مگر باطن اسلام کی بیخ کنی میں کھلے کافروں سے بھی دس قدم آگے رہتے۔ حافظ ابن تیمیہؒ (کتاب الایمان میں) لکھتے ہیں کہ مکہ کرمہ میں کفار چونکہ پورے اقتدار وطاقت کے مالک تھے اس لئے یہاں تو انھیں اسلام کی برملا دشمنی سے کوئی امر مانع نہ تھا۔ لیکن مدینہ طیبہ میں آکر جب اسلام کو بھی طاقت وشوکت میسر آنے لگی تو اب پہلے کی طرح علی الاعلان دشمنی کرنے کا ان کو حوصلہ نہ رہا اس لئے اب عداوت کی شکل بدل دینی پڑی اور یہیں سے نفاق کی بنیاد قائم ہوگئی۔ یعنی بظاہر مسلمانوں کے ساتھ رہنا اور اندرونی طور پر کافروں کا ہمنوا ہونا جب مسلمانوں میں آبیٹھنا تو ان کی سی باتیں بنا دینا اور جب کافروں میں جانا تو اپنا قلبی رجحان ان کے ساتھ ظاہر کرنا۔ اس جماعت کی اتنی اہمیت محسوس کی گئی کہ ان کے نام پر مستقل ایک سورت "المنافقین" نازل فرمادی گئی اور اس کے علاوہ بھی قرآن کریم میں ان کی دسیسہ کاریوں سے مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا۔

تعجب ہے کہ اتنی تفصیلات کے باوجود اس جماعت کی صحیح تنقیح وتشخیص میں کسی غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں کسی نے تو یہ خیال کرلیا کہ یہ جماعت مسلمانوں ہی کی ایک جماعت تھی اور اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتی تھی البتہ ان کے ایمانوں میں کامل مومنین کا سا جذبہ نہ تھا اور کسی نے یہ سمجھ لیا کہ یہ کافروں کی کوئی جماعت تھی جو کہیں سے آکر مسلمانوں کے بھیس میں جاسوسی کی خدمت انجام دیا کرتی تھی۔ یہ دونوں باتیں ایک واضح حقیقت کے مخفی رہ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ یہ پکے کافروں کی جماعت تھی جو اپنے فطری جُبن اور بزدلی کی وجہ سے نہ کھلم کھلا مقابلہ کی طاقت رکھتی تھی اور نہ اپنے قلبی کفر کے باعث کشادہ دلی سے اسلام قبول کرنے کی روادار تھی اس کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ اپنے آپ کو حقیقۃً مسلمان سمجھتی تھی منافقین کی اس تاریخ کو جو قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے قطعاً بدل دینے کے مرادف ہے یہ درست ہے کہ ان کی اولاد میں مخلص مومن بھی تھے مگر کیا کافروں کی اولاد میں کوئی مخلص مومن نہ تھا پھر گھر کے کسی فرد کے مخلص مومن ہو جانے سے یہ نتیجہ کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جس کو منافق کہا گیا تھا وہ بھی مسلمان تھا اور اپنے نفس کو مسلمان ہی تصور کرتا تھا حقیقت یہ ہے کہ منافقین نے کبھی دل سے اسلام قبول نہیں کیا۔

Marfat.com

اور ہمیشہ اسی حقیقت کا وہ اپنی محفلوں میں اعلان کرتے رہے۔ اگر بالفرض وہ ایسا کر لیتے تو وہ کھلے ہوئے کفریات جو شب و روز ان کی زندگی کا مشغلہ بنے ہوئے تھے کیونکر ان سے سرزد ہو سکتے اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ نفاق کی حقیقت کفر و ایمان کے درمیان ہے جس کی انتہا کفر تک بھی ہو سکتی ہے بلکہ وہ ایسے بغضِ ایمانی کا نام ہے جو ایسے زشت اعمال کا منشا ہو کہ اگر وہ اعمال کسی مومن سے بھی سرزد ہو جائیں تو اس پر نفاق کی تہمت لگ جائے پس نفاق کی حقیقت ایمان و کفر کے درمیان نہیں بلکہ کفر سے بھی بالاتر ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم نے ان کا مقام دوزخ میں کافروں سے بھی نیچے بیان فرمایا ہے اور اسی لئے ان کی تفصیل میں بڑا اہتمام فرمایا ہے۔ تصدیق و اقرار ایمان کے دو رکن ہیں۔ اور ان کے لحاظ سے یہاں عقلی طور پر بھی تین قسمیں پیدا ہو جاتی ہیں اگر دونوں موجود ہوں تو وہ مومن ہے اگر دونوں نہ ہوں تو کھلا کافر ہے۔ اگر صرف اقرار ہو اور تصدیق نہ ہو تو یہ منافق ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صورت صرف اسلام کی طاقت و شوکت کا نتیجہ تھی۔ وہی کفر جو مکہ مکرمہ میں علی الاعلان مقابل تھا اسلامی شوکت کے بعد اب اس صورت میں بدل گیا تھا۔ لہٰذا یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ یہ کافروں کا گروہ مسلمانوں میں کہیں باہر سے جاسوس بن کر آ گیا تھا بلکہ ان ہی کافروں کا یہ ایک بدنصیب گروہ تھا جو اپنے دیگر بھائیوں کی طرح اسلام تو قبول نہ کر سکا بلکہ برعکس کفر کے اسی قعرِ مذلت میں پڑا رہا جیسا کہ صحابہؓ کا دوسرا گروہ بھی کہیں باہر سے نہیں آیا تھا ان ہی میں سے پیدا ہوا تھا مگر یہ وہ خوش نصیب جماعت تھی جو قلب و قالب کے ساتھ آپ کی جان نثار بنی اور آخر شرفِ صحابیت سے مشرف ہو گئی مگر جس کا ایمان صرف زبان تک رہا اور اس کا قلب بدستور کفر میں ڈوبا رہا وہ بدنصیب کافروں ہی کی صف میں کھڑا رہا۔ جس نے خود ہی اپنے نفس کو کافروں میں شامل رکھنا پسند کیا ہو اس کو اسلام اپنے وفاداروں کی فہرست میں کیونکر شمار کرتا۔ پس نہ تو منافقوں کی جماعت کہیں باہر سے جاسوس بن کر آئی تھی اور نہ صحابہ کی جماعت کہیں باہر سے آپ کی ہمدرد بن کر آئی تھی بلکہ یہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے جذبات اطاعت و وفاداری کے فرق سے ان ہی کافروں میں بن گئی تھیں جنھوں نے کسی قسم کی کوئی حرکت بھی نہ کی تھی وہ اب بھی اسی جگہ تھے جہاں آپ کی بعثت سے قبل کھڑے تھے ہاں آفتابِ رسالت کے طلوع کے بعد ان کی ناحق شناسی کا جرم اب اور زیادہ قابلِ مواخذہ بن گیا۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی کوئی اصلاحی تحریک پیدا ہوئی ہے تو اس فضا میں یہ تینوں قسم کے گروہ پیدا ہوتے رہے ہیں۔ ایک اس کو پوری طرح تسلیم کرنے والا، دوسرا پورا مدمقابل اور تیسرا وہ گروہ جو اندرونی طور پر اپنے خیالات کا حامل رہ کر صرف ظاہر میں شامل ہونے والا۔ یہ تیسرا گروہ ہمیشہ دوسرے

Marfat.com

بھی زیادہ خطرناک سمجھا گیا ہے کیونکہ وہ تو کھلا ہوا دشمن ہوتا ہے اور یہ دوست نما دشمن۔ اسلام ایک ایسے مضبوط و مستحکم عقد کا نام ہے جس میں جزم و اعتقاد کے لحاظ سے ذرا بھی تردد کی گنجائش نہیں ہوتی۔ جس اعتقاد کا یہ عالم ہو کہ اس میں ہمہ وقت تردد ہی تردد رہے اس کو اسلام نہیں کہا جا سکتا۔ بالخصوص جبکہ قلب عداوت سے معمور ہو اور جو بظاہر نمائشی انقیاد ہو اس میں بھی تذبذب، کسلمندی، ریا کاری اور فتنہ پردازی کے آثار کھلے طور پر نمایاں ہوں۔ ایسے ایمان کو کمزور ایمان نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس کا نام کفر ہو گا جس کا رخ ایمان کی طرف کہا جا سکتا ہے اگر سعادت دستگیری فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ اس ریب و تردد کے عالم سے نکال کر یقین کی طرف راہنمائی فرما دے اور اس وقت اس کا نام ایمان بن جائے گا۔

اب رہی وہ خامی جو قلبی جزم و وثوق حاصل ہو جانے کے بعد ظاہری اعمال میں نظر آتی ہے تو وہ بھی یقیناً ایک بڑی خامی اور بڑی کوتاہی ہے لیکن یہ خامی وہ نہیں جس کے لئے مذہب اسلام میں کوئی گنجائش نہ نکل سکتی ہو۔ ایسے مسلمان کو دشمن کی صف میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ کہ اس کی سیہ کاری کی نوبت یہ آجائے کہ پھر اس کی قلبی تصدیق بھی مشکوک نظروں سے دیکھی جانے لگے۔ اس لئے منافقین حقیقت کے لحاظ سے کوئی تیسری جماعت نہ تھی وہ کافر ہی تھے مگر انھوں نے اسلام کا صرف ایک لفظ ڈال لیا تھا قلب ان کا بیمار تھا البتہ ان کی زبانیں تندرست نظر آتی تھیں۔ اسلامی صحت کے آثار یہ ہیں کہ قلب و جوارح سب ہی اسلامی رنگ میں رنگین نظر آئیں۔ قلب کے بیمار پڑ جانے کے بعد صرف جوارح کی صحت قطعاً کار آمد نہیں ہو سکتی چونکہ منافق کا ایک رخ ہمیشہ تندرست نظر آتا ہے اور دوسرا اصل باطنی رخ آفت زدہ ہوتا ہے اس لئے اس کا مرض بھی ظاہری صحت کی وجہ سے ادراک میں نہیں آتا اس لئے قرآن کریم نے ان ظاہری تندرستوں کی بیماری پر ان الفاظ میں تنبیہ فرمائی ہے "فی قلوبھم مرض" ان کی بیماری ان کے قلوب میں ہے[۱]۔ اور جب قلب بیمار ہو تو ان کے جوارح کی سلامتی بے سود ہے۔ اب حسب ذیل آیت کو پڑھئے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ	اے پیغمبر جب آپ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو (آپ کو خوش کرنے کیلئے)
اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ	کہدیتے ہیں کہ ہم دل سے قائل ہیں کہ آپ بیشک خدا کے رسول
لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ آپ بیشک اس کے رسول ہیں مگر اللہ تعالیٰ
لَكٰذِبُوْنَ۔ (المنافقون)	اس کی بھی گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹ کہتے ہیں۔

---

[۱] قاضی بیضاوی اس متن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ونفوسھم کانت مؤوفۃ بالکفر والاعتقاد و معاداۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اس جماعت کے قلوب کفر اور برا اعتقادات بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت کے مریض تھے۔

Marfat.com

اس آیت میں یہ بات خوب واضح کردی گئی ہے کہ منافقین ظاہر میں جتنے کٹر مسلمان بنتے ہیں اللہ اس کی شہادت دیتا ہے کہ وہ باطن میں اتنے ہی کٹر کافر ہیں اگرچہ ان کا دوسرا رخ یعنی جسم کتنا ہی تندرست نظر آئے۔

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۔ (المنافقون)

(اے پیغمبر) اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کے ظاہری ڈیل ڈول آپ کی نظروں میں کھب جائیں اور بات کریں تو (اس فصاحت کہ آپ بڑے ذوق وشوق سے اس کو سنیں (آپ کے سامنے اس طرح ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں گویا کہ وہ لکڑیوں کے کندے ہیں جو دیواروں کے سہارے لگے رکھے ہیں۔ ہر ایک زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ ان ہی پر بلا آئی (آپ کے جانی دشمن) یہی ہیں تو آپ ان سے بچتے رہیے ان کو خدا کی مار کدھر بہکے چلے جارہے ہیں۔

آیت مذکورہ میں هم العدو فاحذرهم (آپ کے دشمن یہی ہیں ان سے بچتے رہیے) کے الفاظ ان کا باطنی نقشہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ سورۂ توبہ میں یہ بات اور صاف کردی گئی ہے کہ یہ گروہ ہرگز مسلمان نہ تھا صرف خوف اور ڈر کی وجہ سے مسلمانوں کے سامنے باتیں بنا دیتا تھا۔

وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ یَّفْرَقُوْنَ۔ (التوبۃ)

خدا تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم ہی میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ تم سے ڈرتے ہیں (اس لئے ایسی باتیں بنا دیتے ہیں)

پھر اسی سورت میں ارشاد ہے:۔

یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِیُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ (التوبۃ)

تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اگر یہ واقعی مومن ہوتے تو سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے راضی رکھیں۔

سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء میں یہ تصریح ہے کہ منافقوں کا یہ لسانی ایمان بھی محض خداع اور مسلمانوں کے ساتھ ایک قسم کا فریب تھا۔ سورۂ منافقون میں بھی ان کی جھوٹی قسموں کا یہی منشا بیان فرمایا گیا ہے اتخذوا ایمانهم جنة۔ انھوں نے اپنی جھوٹی قسموں کو اپنی جان ومال کی حفاظت کے لئے صرف ایک ڈھال بنایا ہے پھر ان کے مکروفریب کا یہ دائرہ صرف مسلمانوں تک محدود نہ تھا بلکہ اس سے تجاوز کرکے خدائے تعالیٰ کی ذات عالم الغیب والسرائر تک بھی چلا جاتا تھا بلکہ اس جہاں سے گذر کر محشر تک رہے گا۔

Marfat.com

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى يُرَاءُونَ النَّاسَ ۔ (النساء)

منافق لوگ اللہ تعالیٰ سے دغا بازی کرتے ہیں اور وہی ان کو دغا کا بدلہ دے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو الکسائے ہوئے صرف لوگوں کے دکھانے کیلئے۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۔ (حدید)

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو (قیامت میں) اٹھائے گا تو اس دن بھی وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں۔

اب رہے ان کے ظاہری اعمال تو ان کی بنیاد بھی ایقان واذعان پر نہ تھی بلکہ اپنے ظاہری نقاب کی صرف ایک پاسداری تھی۔

وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ۔

ان کی خیرات قبول ہونے کی کوئی اور وجہ نہیں بجز اس کے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور نماز کو آتے ہیں تو بس الکسائے ہوئے اور راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو بس مجبور ہو کر بے دلی سے۔

اس آیت میں اس امر کی پوری وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان کی ظاہری نماز اور ان کے ظاہری صدقات کی طرف نظر نہ کرنی چاہیئے وہ محض بے روح ہیں وہ نمازوں میں تمہارے ساتھ چلے تو ضرور آتے ہیں مگر طوع ورغبت سے نہیں بلکہ صرف نمائش کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ جن نمازوں میں کھسک سکتے ہیں کھسک جاتے ہیں جیسے عشاء وفجر ہے، وہ صدقے بھی ضرور دیتے ہیں مگر محض بہ جبر ان کی نمازیں جو اسلام کا سب سے بڑا عمل ہیں ذکر کی روح سے قطعاً معریٰ ہوتی ہیں۔ ان میں ذکر اللہ کا صرف اتنا ہی حصہ ہوتا ہے جتنا تم کو ان کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتا ہے مگر ان کے باطن میں کوئی روح نہیں ہوتی اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔ ان کے اس کفر کو حسب ذیل آیت میں اور زیادہ شد و مد سے اس طرح بیان فرمایا گیا ہے۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۔ (توبہ)

آپ ان کے حق میں مغفرت کی دعا کریں یا نہ کریں دونوں برابر ہیں کیونکہ اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی مغفرت کی دعا کریں جب بھی خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا یہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور فاسق قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب نہیں کیا کرتا۔

Marfat.com

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا	ان میں سے کوئی مرجائے تو آپ کبھی اس کے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں
وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ	اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے
رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔	ساتھ کفر کیا ہے اور فسق کی حالت میں مرے ہیں۔

ان آیات میں ان کا قلبی کفر وجحود جس تاکید کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے اس سے زیادہ اور کیا ممکن ہے حتی کہ آپ کی اس پیغمبرانہ دلسوزی کو جو ان کے ساتھ رہ رہ کر پیدا ہوتی تھی اس طرح ختم کیا گیا ہے۔

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ	آپ کے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ آپ ان سے راضی
تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى	ہوجائیں تو اگر آپ ان سے راضی بھی ہوجائیں جب بھی اللہ تعالیٰ
عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔	یقیناً فاسق قوم سے راضی نہیں ہوگا۔

سورۂ توبہ میں ان کے صدری مکنونات اور جبلی خصائل کی اور زیادہ تفصیل کی گئی ہے اور ان کی علامات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔ جہاد کے موقعہ پر ہیر پھیر کرنا تا امکان اس میں شریک نہ ہونا اور اگر شرکت کی نوبت آہی جائے تو اس کا مقصد مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور فتنہ پردازی کے سوا کچھ نہ ہونا۔ نمازوں میں سست اور اعتراض کرنے میں بڑے چست۔ نہ مسلمانوں کو چھوڑیں نہ خدا کے مقدس رسول کو بخشیں، بڑے باتون، دوطرفہ باتیں ملانے والے، پرلے درجہ کے جھوٹے اور وعدہ خلاف انتہا درجہ کے بزدل اور ڈرپوک ان کے دلوں کو دیکھو تو ان میں ہمہ وقت تردد وشک کی کھٹک، مگر کفر پر اسی طرح اڑیل۔ اس تمام سورت میں جو چیز ان کی زیادہ تر روشن کی گئی ہے وہ ان کا اندرونی کفر اور خدا ورسول اور جماعت اسلام کے ساتھ ان کا بغض وعداوت ہے۔ یہ کچھ ایسے امور نہ تھے جن کو قرآن کریم نے ان کے سر الزام کے طور پر لگایا ہو بلکہ اپنی اس پالیسی کو خود بھی اچھی طرح محسوس کرتے تھے اور اسی لئے برابر ڈرا کرتے تھے کہ کہیں اس پالیسی کا راز فاش نہ ہوجائے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ	منافق اس بات سے خائف رہتے ہیں کہ مبادا پیغمبر کے ذریعہ
سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ	مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل ہوجائے جو ان کے
اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا	دلوں کا راز فاش کردے آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ
تَحْذَرُوْنَ۔	وہ بات ظاہر کرکے رہے گا جس کا تم کو ڈر ہے۔

بالآخر کو ان کا یہ خوف سامنے آگیا اور سورۂ توبہ میں ان کے قلبی کفر وعناد کی قلعی کھول کر رکھدی گئی اس کے بعد ان کے جتنے حیلے بہانے تھے سب مردود قرار پائے۔ اسی لئے اس سورت کا ایک نام فاضحہ بھی رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ۔

آپ کہدیجئے معذرت کی باتیں نہ بناؤ اب ہم تمہارا اعتبار کرنے والے نہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے حالات سے پوری طرح آگاہ کر دیا ہے۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ منافقین اور کافروں کو ایک ہی صف میں شامل رکھا ہے۔ اس سے بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ باطنی لحاظ سے یہ کوئی جدا گروہ نہ تھا بلکہ یہ وہی کافر تھے جو اپنی دورخی پالیسی نبھانے اور دوطرفہ نفع حاصل کرنے کے لئے بظاہر مسلمانوں کے ساتھ بھی لگے رہا کرتے تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

اے پیغمبر کافروں اور منافقوں دونوں سے جہاد کیجئے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آیئے ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا۔

اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ جمع کرے گا۔

پھر خاص منافقین کے حق میں ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء)

بیشک منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے درجے میں ہیں۔

ان دلائل کی روشنی میں یہ کہنا کتنا سخت مشکل ہے کہ منافقین کافروں کا گروہ نہ تھا بلکہ ایمان و کفر کے درمیان کوئی ایسا متوسط گروہ تھا جو تھا تو درحقیقت مسلمان مگر ان کا کچھ رجحان کفر کی طرف تھا ہاں اگر اس لحاظ سے ان کو متوسط کہدیا جائے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کے لحاظ سے نہ مسلمان کہلانے کے قابل تھے نہ کافر تو بجا ہوگا کیونکہ ان کے ظاہر کا ایک رخ اگر مسلمانوں کے ساتھ رہتا تھا تو ان کے باطن کا دوسرا رُخ کافروں کے ساتھ رہا کرتا تھا اسی کو قرآن کریم نے ان کے تذبذب سے ادا کیا ہے۔

مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

درمیان میں لٹکے ہوئے ہیں نہ پورے ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف۔

اس آیت میں ان کی عملی زندگی کا نقشہ کھینچا گیا ہے نہ کہ ان کے اعتقادی پہلو کا اور جبکہ اسی آیت کے شروع میں یہ مذکور ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بھی دھوکا دیتے ہیں تو پھر ان کے اعتقاد میں بھلا کیا تذبذب ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں یہ پوری وضاحت موجود ہے کہ ادعاء اسلام سے انکا مطمح نظر اپنی جان و مال کی حفاظت کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی نکتہ کی بنا پر قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی ان کے حق میں لفظ اسلام کا

Marfat.com

اطلاق آگیا ہے اس کے ساتھ ہی فوراً ان کا کفر بھی بیان کر دیا گیا ہے تاکہ صرف اس ظاہری اطلاق کی وجہ سے ان کے مسلمان ہونے کا شبہ نہ کر لیا جائے۔

ذَالِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ۔ (منافقون) — یہ اس لئے کہ پہلے وہ ایمان لائے پھر انھوں نے انکار کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی۔

وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ (توبہ) — اور انھوں نے اسلام لانے کے بعد پھر انکار کیا۔

اس میں کیا شبہ ہے کہ جب منافقین اپنی زبانوں سے کلمۂ اسلام پڑھتے تھے، نمازوں میں بھی شرکت کر لیتے تھے اور زکوٰۃ بھی دیدیتے تھے تو ان ظاہری اعمال کے لحاظ سے ان کی طرف اسلام کا انتساب بھی صحیح تھا لیکن جب قرآنِ کریم نے ان کے کفر باطن کی وجہ سے ان کو مشخص اور معین طور پر کافر قرار دیدیا تو اب ان کے کفر میں کسی کو کیوں تامل ہو۔ لیکن کسی کے باطن کا علم چونکہ ہم کو نہیں ہو سکتا اس لئے ہم کو حق نہیں کہ ہم کسی کے ظاہر کو متہم کریں۔ اسی لئے حضرت حذیفہؓ فرماتے تھے کہ آئندہ اب کسی پر یہ حکم نہ لگایا جائے نزولِ وحی کا زمانہ بالکل جدا تھا اس وقت وحی الٰہی جس کے متعلق نفاق کا حکم لگا دیتی تھی لگ سکتا تھا اب معاملہ صرف ظاہر پر رہے گا جو اسلامی احکام ادا کرے گا مسلمان ہو گا اور جو اس سے منحرف ہو گا کافر شمار ہو گا۔ قلبی حالت کا نہ ہم کو علم ہو سکتا ہے نہ اس بنا پر کسی پر کوئی حکم لگایا جائے گا۔ (بخاری شریف)

تعجب ہے کہ جس جماعت میں کفار بداندیش کی ساری ہنگامہ آرائیاں نظر آ رہی ہوں، اسلام کے برخلاف ان کے منصوبے برابر چلے جا رہے ہوں، خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء، ان کے ساتھ عداوت اور مسلمانوں میں باہم تفریق پیدا کرنی ان کا اہم پروگرام ٹھہر چکا ہو، ہر نازک مرحلہ پر مسلمانوں کے قدم اکھاڑنا ان کی اسکیم میں داخل ہو، دشمنوں سے ساز باز کرنا ان کا مستقل نصب العین بنا ہوا ہو، راہِ حق کی کسی قربانی میں وہ پورے نہ اترتے ہوں، اور اسلام کے ہر عمل میں ان کے قدم ہمیشہ لڑکھڑاتے ہوں، دینِ حق کے بارے میں ان کی زبانیں جھوٹی ثابت ہو چکی ہوں، عہد شکنی ان کا شعار بن چکا ہو، اور پے بہ پے تنبیہوں کے بعد بھی وہ متنبہ نہ ہوتے ہوں تو کیا صرف ایک لسانی کلمہ پڑھ لینے سے ان کے متعلق یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح دینِ اسلام کو بطورِ عقیدت قبول کر چکے تھے اور کیا صرف ان نمازوں کی وجہ سے، ان صدقات کی وجہ سے، جس کا منشا صرف نمائش اور اپنی جان و مال کی حفاظت ہو ان کو مسلمان کہا جا سکتا ہے اسی تمام حقیقت کو قرآن کریم نے واضح سے زیادہ واضح طریق پر بیان فرمایا ہے کیا اس کے بعد بھی اس کی گنجائش نکل سکتی ہے کہ نفاق کی حقیقت صرف ایک قسم کا ایمانی ضعف قرار دی جائے جو ترقی کر کے کفر تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ یوں تو صریح کفر بھی شدت سے اترتے اترتے کبھی اسلام کی صورت قبول کر سکتا ہے

Marfat.com

اور بڑھتے بڑھتے شدید سے شدید تر بن سکتا ہے مگر کیا اس لئے کفر کو کوئی درمیانی حالت کہا جا سکتا ہے؟
کسی ایک آیت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منافقین کا ایمان صرف نمائش اور کذب وخداع کے سوا، کوئی حقیقت بھی رکھتا تھا۔ ان کے باطن و قلب کی وہ روئداد معلوم ہو جانے کے بعد جو قرآن کریم نے ذکر کی ہر ایک لمحہ کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ وہ اس اسلام کو اپنے خیال میں بھی اسلام تصور کرتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو ان کو پرلے درجہ کا جھوٹا اور دہوکہ باز قرار نہ دیا جاتا۔ کذب وخداع یہ دو خصلتیں آج بھی مسلمانوں میں موجود ہیں مگر منافقین کے کذب وخداع میں بڑی بات باعث شناعت یہی تھی کہ انھوں نے اپنے ایمانوں کی بنیاد ہی ان پر قائم کر دی تھی اب یہ معمولی فریب وکذب نہ رہا تھا جس کا دائرہ باہمی خرید و فروخت پر ہوتا یہ خداع و کذب کی وہ صورت تھی جو خدا اور رسول کے ساتھ بھی پیدا کرلی گئی تھی۔ سوچنا چاہیے کہ جو صفات باہم مخلوق میں بھی انتہا درجہ خسیس شمار ہوں اگر ان کو خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی جائز سمجھ لیا جائے تو ان کی شناعت کس درجہ پر جا پہنچے گی۔ ہمارے اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ جب نفاق اتنی بدتر قسم کا کفر تھا تو حدیثوں میں اس کی علامات اتنی معمولی کیوں مقرر کی گئی ہیں آئندہ اپنے موقعہ پر اس سے زیادہ تفصیل آرہی ہے۔

لیکن یہ واضح رہنا چاہیے کہ جس طرح ایمان وکفر کی قسمیں مختلف تھیں اسی طرح نفاق کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ جس طرح ایک ایمان کامل تھا اور دوسرا ناقص۔ پھر کامل ایمان کے بہت سے شعبوں کو بھی ایمان کہہ دیا گیا ہے یا جیسا کفر ایک وہ تھا جس کی جزا جہنم میں خلود ہے پھر بہت سی نافرمانیوں پر بھی کفر کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح نفاق بھی چند قسم پر ہے ایک نفاق اعتقادی ہے اور وہی حقیقی نفاق ہے جس کا تذکرہ آپ ابھی سن چکے ہیں۔ پھر اس جماعت کے جو جو خصائلِ بد تھے ان پر بھی نفاق کا اطلاق کر دیا گیا ہے۔ چونکہ یہ خصائل انسان کی امانت و دیانت کے بالکل برعکس ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایک لمحہ کیلئے بھی ایمان کے آثار نہیں کہا جا سکتا بلکہ یہ اس کی اس غفلت کا نتیجہ ہوتے ہیں جو بزدلی یا طمع دنیوی کے وجہ سے اس کے ایمان پر طاری ہو جاتی ہے پھر جتنی یہ غفلت غالب آتی جاتی ہے اتنا ہی ان افعال کا صدور بھی بڑھتا جاتا ہے۔ حتی کہ ایک وقت وہ آجاتا ہے کہ اس کے اعمال کی سطح پر منافقین کے اعمال کے سوا، کچھ نظر نہیں آتا اور اس کا نقشۂ عمل ٹھیک وہی ہو جاتا ہے جو ایک کھلے منافق کا۔ وہ بولتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو پورا نہیں کرتا اور جھگڑے پر آمادہ ہوتا ہے تو حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتا یہانتک کہ اس مسلمان کو اعمال ظاہری کے لحاظ سے منافقین سے کوئی بھی امتیاز باقی نہیں رہتا بجز اس کے کہ اس کے گوشۂ قلب میں خدا و رسول پر ایمان ہوتا ہے اور منافق کے قلب میں یہ بھی نہیں ہوتا لیکن قلبی شہادت ایسی شئے نہیں جو آنکھوں سے نظر آسکے اس لئے حدیث تو کفر کے اطلاق کی طرح کبھی کبھی

Marfat.com

ایسے مسلمان کو منافق کہدیتی ہے لیکن فقیہ جس کا موضوع دنیوی احکام ملحوظ رکھنا ہے وہ اگر اس کو مسلمان کہتا ہے تو اس کو اعمال کی شہادت اس کے برخلاف نظر آتی ہے اور اگر منافق کہتا ہے تو اس کا اندرونی ایمان اس کو اس خطاب سے مانع ہوتا ہے اس لئے وہ نفاق کی تقسیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسے نفاق کو نفاقِ عملی کہدیتا ہے۔ حدیث اس تفصیل کو پسند نہیں کرتی کہ اس تقسیم سے عملی نفاق کی ہیبت قلوب سے گھٹتی ہے۔ اشراک باللہ کے باب میں حدیث و فقہ کے اس تعبیری اختلاف کی تفصیل گذر چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل نفاق تو وہی نفاقِ اکبر یا نفاقِ اعتقادی تھا لیکن جب دورِ انحطاط میں مسلمانوں کے اندر بھی منافقوں کی خصوصی صفات پیدا ہونے لگیں تو اصحابِ اصطلاح نے ان کو عملی منافق کہدیا۔ پس نفاقِ اکبر تو یہ ہے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کی توحید، رسول کی رسالت فرشتے اور حشر و نشر کا اعتقاد رکھنا مگر قلب میں اس کا پورا پورا انکار وانحراف مضمر ہونا۔ اسی حقیقت کو سورۂ منافقون وغیرہ کی گذشتہ آیات میں ادا کیا گیا ہے اور یہی آپ کے دور کا نفاق تھا اسی کو قرآنِ کریم نے کفر کہا ہے اور درکِ اسفل کی وعید بھی اسی کے بارے میں آئی ہے۔

رہا نفاقِ عملی تو وہ حضرت حسنؒ کے لفظوں میں انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے اس بنا پر جو شخص باطنی طور پر اسلامی عقائد کا معتقد ہو مگر ظاہری اعمال میں مقصر ہو اس کو عملی منافق کہا جا سکتا ہے کیونکہ اس کا ظاہر بھی اس کے باطن کے برخلاف ہے ہاں تنبیہ کے سیاق میں اس کو صاف منافق کہا جائے گا البتہ تحقیق کے موقعہ پر اس کے نفاق کو عملی نفاق سے تعبیر کیا جائے گا پھر جو تارکِ صلوۃ پر کفر کے اطلاق سے مقصد تھا وہی مقصد اس کے منافق کہنے سے رہے گا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اس تعبیر کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی یہ صرف مصلحت ہی مصلحت پر مبنی ہوتی ہے یقیناً اس کی بھی بڑی حقیقت ہے اور اس کا منشا یہ ہے کہ نفاقِ عملی کبھی کبھی نفاقِ حقیقی کا سبب بھی بن سکتا ہے جیسا کہ بعض اوقات معصیتوں کا ارتکاب کرتے کرتے کفرِ حقیقی کی نوبت بھی آسکتی ہے۔ آخر شجرۂ ایمانی اعمالِ ایمانی کی بجائے اعمالِ کفر کی آبیاری کے ساتھ ساتھ کب تک شاداب رہ سکتا ہے اس میں نفاق کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے۔

لغت کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ نفاق ایک قسم کے فریب و خداع کا نام ہے منافق کی پوری کی پوری زندگی چونکہ اسی مذموم صفت کا مرقع ہوتی ہے اسی لئے اس کو منافق کہا جاتا ہے نفاقِ اکبر ہو یا نفاقِ اصغر لغت کی یہ حقیقت دونوں جگہ ٹھیک موجود رہتی ہے لیکن جب انسان فریب و مکر کی یہ چال خدا اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلنے لگتا ہے تو اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور اب یہ جرم ناقابلِ برداشت بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ عہدِ سلف میں جب کبھی کسی کے متعلق فسادِ باطن کا شبہ

Marfat.com

پڑ گیا ہے تو اب اس کو نا قابلِ عفو جرم سمجھ لیا گیا ہے۔ آخر حاطب بن ابی بلتعہؓ کے بدری صحابی ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ نے ایک ذرا سے شبہ پر ان کے حق میں دعنی اضرب عنق ھذا المنافق (مجھکو اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں) کے سخت کلمات فرما ہی دیئے۔ اب اندازہ کیجئے کہ ان کی نظروں میں نفاق کا جرم کس درجہ کا سمجھا گیا ہوگا۔ اگر درحقیقت نفاق انسان کی صرف کسی کمزوری کا نام ہوتا تو کیا مسلمان کے حق میں ان کی یہ تعبیری شدت گوارا کرلی جاتی۔ جنگ کے میدانوں میں جب کبھی مقابل شدید سے شدید تہمت کے موقعہ پر بھی کلمۂ اسلام پڑھ لیتے یا عملی طور پر صرف کوئی اسلامی علامت ظاہر کردیتے تھے تو بارگاہِ نبوت سے اسی وقت سر پر کھچی ہوئی تلوار کو نیچی کردینے کا حکم صادر ہوجاتا تھا اور اگر کسی فرد نے کبھی لاعلمی میں اس طرزِ عمل کے خلاف کیا بھی تو اس کا کوئی عذر ہرگز مسموع نہ ہوتا تھا۔ ضعیف الاسلام افراد کے ساتھ جو طرزِ عمل عہدِ نبوت میں ثابت ہوتا ہے وہ تالیفِ قلوب کا ہے نہ کہ منافق کہہ کر ان کو دشمن کی صف میں شمار کرنے کا۔ پس منافقین کے معاملہ میں یہ سمجھ لینا کتنی مہلک غلط فہمی ہے کہ یہ جماعت مسلمانوں کی جماعت تھی لیکن ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترا تھا۔ اگر ان کا یہ ایمان اس درجہ پر آچکا تھا کہ اس کو خدا اور رسول بھی ایمان کہدیں تو پھر اسی وقت سے ان کے ساتھ طرزِ خطاب بدل جاتا ہے وہ اسلامی آغوش میں آجانے کے بعد اب ہرگز اس قابل نہیں رہ سکتے کہ ان کو کافروں کے ساتھ ساتھ مخاطب بنایا جائے اور اگر ان کا ایمان اس قابل نہ تھا تو اس کا نام کفر رکھدینے میں پس و پیش کیا ہے اور کیوں۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں منافق کی تلاوتِ قرآن کو نازبو کے درخت سے تشبیہ دی گئی ہے جس کی خوشبو بڑی خوشگوار ہوتی ہے مگر مزا بڑا ناگوار ہوتا ہے۔ اس تشبیہ میں بھی تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ جس طرح نازبو کی ظاہری خوشبو اور مہک عمدہ ہوتی ہے مگر اس کا اندرونی ذائقہ سخت تلخ ہوتا ہے اسی طرح منافق کی تلاوت کا رخ تو بڑا خوشنما نظر آتا ہے مگر اس کے باطن کا دوسرا رخ نازبو کی طرح سخت تلخ ہوتا ہے کسی پھل کی خوبی صرف اس کی خوشبو میں نہیں جب تک کہ اس کا ذائقہ بھی عمدہ نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اصل خوبی صرف ظاہری اعمال سے نہیں بلکہ باطن اور قلب کی سلامتی سے حاصل ہوتی ہے اگر قلب بیمار ہو تو ظاہری کی سلامتی بیکار ہے۔

کبھی کبھی حدیثوں میں اولوالعزم صحابہ کی زبانوں سے اپنے نفسوں پر بھی نفاق کے خطرہ کے الفاظ نظر آتے ہیں حالانکہ یہاں نفاق کے کسی قسم کا شائبہ بھی نہیں ہوتا بلکہ یہ انسان کے کمالِ ایمانی اور اپنے اعمال کے پورے پورے محاسبہ کا ثمرہ ہوتا ہے جب ایک کامل مومن اپنے نفس کا محاسبہ شدت سے شروع کرتا ہے تو اس کو اپنی ہر حرکت و سکون پر یہ شبہ گذرنے لگتا ہے کہ کہیں اس میں سر و علانیہ کا کوئی ادنیٰ سا اختلاف تو نہیں ہے اس لئے

Marfat.com

وہ اپنی ظاہری و باطنی صلاح و فلاح پر کبھی مغرور نہیں ہوتا وہ ہر ہر عمل میں اپنے نفس کو ہمیشہ متہم کرتا رہتا ہے آخر اسی سعی میں اس کی عمر تمام ہو جاتی ہے اور وہ اپنے معیار کے مطابق ایک سجدۂ بے ریا کرنے میں بھی کامیاب نہیں ہوتا حقیقت یہ ہے کہ دینِ حنیف اس کو برداشت ہی نہیں کرتا کہ کسی عبدِ ضعیف میں دو رُخ باقی رہیں۔ اس کے باطن کا رُخ کچھ اور ہو اور ظاہر کا کچھ اور، وہ اس کو ایک ایسی یک رنگی کی دعوت دیتا ہے جس کے بعد ظاہر و باطن میں سرِ مو اختلاف کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اسی کو اس احسان کا خلاصہ سمجھنا چاہیئے جس کا تذکرہ آپ پہلے حدیثِ جبرئیل میں پڑھ چکے ہیں۔

جب انسان کے دماغ پر عالمِ ربوبیت کا یقین عالمِ شہود کی طرح مستولی ہو جاتا ہے تو پھر اپنے اعمال و نیات کو متہم کرنا اس کی فطرت بن جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کو وہ مقام نصیب ہو جاتا ہے جہاں پہنچکر وہ نماز جس کے عجز و نیاز میں کوئی ادنیٰ خامی رہ جائے ایک منافق کی نماز معلوم ہونے لگتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے خشوع النفاق ان تری الجسد خاشعا والقلب لیس بخاشع۔ پس انسان کا ایمانی کمال جس کو حدیث جبرئیل میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے ظاہر و باطن کی کامل یک رنگی کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جب اس میں یہ یک رنگی پیدا ہو جاتی ہے تو اب جتنا اس کا ظاہر عجز و نیاز میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اس کا باطن اس سے زیادہ اس میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وہ حقیقت تھی جو حضرت حنظلہؓ کی حدیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ اپنے اہل و عیال میں جا کر ان کے قلب کا وہ رنگ نہیں رہتا جو آپ کی محفلِ تذکیر میں رہتا تھا تو ان کی نظرِ خشیت میں اتنا سا اختلاف بھی بشکلِ نفاق کھٹکنے لگا اور ان کو اس غیر اختیاری اختلاف کا شکوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرتبۂ احسان میں جتنا جتنا کمال میسر آتا جاتا ہے اسی کے بقدر یک رنگی کے شرائط بھی سخت تر ہوتے جاتے ہیں حتی کہ عمر ختم ہو جاتی ہے اور جس درجۂ اخلاص و یک رنگی کی طبیعت متلاشی ہوتی ہے وہ حاصل نہیں ہوتی۔ اسی لئے حضرت حسنؒ نے قسم کھا کر فرمایا ما مضی مؤمن قط الا وھو من النفاق غیر آمن وما مضی منافق قط ولا یبقی الا وھو من النفاق آمن۔ (کوئی مومن جو پہلے گذر گیا یا اب موجود ہے ایسا نہیں جس کے دل میں اپنے نفس کے متعلق نفاق کا خطرہ نہ گذرتا ہو اور کوئی منافق جو گذر گیا یا اب موجود ہے ایسا نہیں جو نفاق سے بے خطر نہ ہو۔ (جامع العلوم)

ایک شخص نے دیکھا کہ ابوالدرداءؓ نماز سے فارغ ہو کر نفاق سے پناہ کی دعا مانگ رہے ہیں۔ اس نے پوچھا بھلا آپ کو نفاق کا کیا خطرہ ہے انھوں نے تبسم فرمایا کہ آدمی اچھا خاصا مومن ہوتا ہے پھر کسی فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آن کی آن میں اس کا دل پلٹ جاتا ہے اور وہ نفاق میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (جامع العلوم)

Marfat.com

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کو اپنے نفس کے متعلق ہمیشہ نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ ان کو یہ خطرہ نفاق اصغر سے تھا۔ یہ بات دوسری ہے کہ نفاق اصغر پر اصرار سے نفاق اکبر بھی پیدا ہو سکتا ہے صحیح بخاری میں ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ تیس صحابہ سے میری ملاقات ہوئی ہے سب کو اپنے نفس پر نفاق کا خطرہ لگا رہتا تھا، ان میں کوئی یہ نہ کہتا تھا کہ ہمارا ایمان حضرت جبرئیلؑ و میکائیلؑ کے ایمانوں کی طرح خطرۂ نفاق سے مامون ہے —— ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے قول و عمل کو ملاتا تو ہمیشہ مجھ کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ کہیں میں جھوٹا نہ قرار پاؤں۔ —— امام احمدؒ سے پوچھا گیا جس شخص کو اپنے متعلق نفاق کا خطرہ بھی نہ گذرتا ہو اس کے متعلق آپ کا ارشاد کیا ہے انھوں نے تعجب سے فرمایا ایسا کون مومن ہو سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ خطرہ بھی نہ آتا ہو۔ (جامع العلوم)

ان جملہ اکابر کے پیشِ نظر یا تو نیات اور اعمال کی وہ باریکیاں تھیں جن میں سرِ مو اختلاف سے اچھے سے اچھا عمل ایک منافق کا سا عمل بن سکتا ہے یا قادرِ مطلق کی وہ طاقت تھی جس کے سامنے ایک مخلص کا قلبی منافق بن جانا کوئی دشوار نہیں ہوتا۔ بہرحال یہاں ان سب خطرات کا منشا، کمالِ ایمانی تھا۔ نفاق کی کسی قسم کا یہاں کوئی محل نہ تھا۔ امام غزالیؒ نے انا مومن انشاءاللہ کے ضمن میں اس کی بڑی تفصیل فرمائی ہے (دیکھو احیاء العلوم ص ۹۲ و ۹۳)۔

واضح رہے کہ نفاق عملی نفاق کی کوئی علیحدہ قسم نہیں بلکہ جب منافقین کے اعمال مسلمانوں سے بھی سرزد ہونے لگے تو لاچار علماء کو نفاق کی تقسیم کردینی پڑی۔ وہی اعمال جو نفاقِ اعتقادی کے اثرات کہلاتے ہیں اگر تصدیقِ قلبی کے ساتھ بھی نظر آنے لگیں تو اسی کا نام نفاقِ عملی رکھدیا جاتا ہے۔ پس اگر نفاقِ اعتقادی نہ ہوتا تو نفاقِ عملی کی یہ تعبیر بھی پیدا نہ ہوتی جیسا کہ اگر شرک و کفر حقیقی معنوں کے لحاظ سے نہ ہوتے تو ریا و ترکِ صلوٰۃ کو بھی شرک و کفر نہ کہا جاتا۔

پس جس طرح کفر کی اصلی حقیقت کفر باللہ ہے اور کسی معصیت پر کفر کا اطلاق آجانے سے یہ حقیقت نہیں بدلی۔ اسی طرح اصلی نفاق اسی فسادِ باطن کا نام ہے اور چند مخصوص معاصی پر نفاق کے اطلاق سے اس کی حقیقت بھی نہیں بدلی چونکہ نفاق حقیقی انسان کی ایک باطنی حالت کا نام ہے اس لئے حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبوۃ کے بعد اب کسی کو کسی کے باطن پر حکم لگانے کا کوئی حق نہیں رہا اس لئے یہ حکم لگانا عہدِ نبوت پر ختم ہو گیا ہاں نفاقِ عمل کا محاسبہ ہمیشہ جاری رہنے والی چیز ہے۔

Marfat.com

المنافقون فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۸۲۵) حدثنا زید بن وھب قال کنا عند حذیفۃ فقال ما بقی من اصحاب ہذہ الآیۃ (قاتلوا ائمۃ الکفر) الا ثلاثۃ ولا من المنافقین الا اربعۃ فقال اعرابی انکم اصحاب محمد تخبرونا لا ندری فما بال ہؤلاء الذین یبقرون بیوتنا ویسرقون اعلاقنا قال اولئک الفساق اجل لم یبق منہم الا اربعۃ احدہم شیخ کبیر لو شرب الماء البارد لما وجد بردہ۔ (رواہ البخاری فی التفسیر)

(۸۲۶) عن قیس قال قلت لعمار أرأیتم صنیعکم ہذا الذی صنعتم فی امر علی أرأیا رأیتموہ او شیئا عہدہ الیکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما عہد الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعہدہ الی الناس کافۃ ولکن حذیفۃ اخبرنی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اصحابی اثنا عشر منافقا فیہم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں کا کچھ تذکرہ

(۸۲۵) زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں حاضر تھے تو انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کے مصداق میں سے بجز تین اشخاص کے اور کوئی زندہ نہیں رہا قاتلوا ائمۃ الکفر (کفر کے سرداروں کو قتل کرو) اور اسی طرح منافقین میں سے بھی چار آدمیوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا۔ اس پر ایک بادیہ نشین شخص بولا آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں ہم سے ایسی باتیں بیان فرماتے ہیں جن کو ہم تو کچھ سمجھ نہیں سکتے (اچھا اگر منافقوں میں صرف چار اشخاص ہی بچے ہیں) تو یہ ہمارے گھروں میں نقب زنی کرنے والے اور ہمارے قیمتی مال چوری کر کرکے لے جانے والے لوگ کون ہیں: انھوں نے فرمایا یہ تو فاسق لوگ ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ منافقوں میں سے تو صرف چار آدمی ہی بچے ہیں ان میں ایک تو اتنا بوڑھا ہو گیا ہے کہ اگر ٹھنڈا پانی پیے تو اس کو اس کی ٹھنڈک کا احساس بھی نہ ہو۔ (بخاری شریف)

(۸۲۶) قیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمارؓ سے پوچھا فرمایئے حضرت علیؓ کے معاملہ میں جو روش آپ نے اختیار کی یہ آپ کی ذاتی رائے تھی یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے پاس کوئی حکم تھا۔ انھوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے کوئی بات ایسی نہیں فرمائی جو عام مسلمانوں سے نہ کہی ہو۔ لیکن حذیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے میری امت میں بارہ منافق ہوں گے۔ آٹھ

Marfat.com

ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيهِمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ۔ (رواہ مسلم)

(۸۲۷) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنْتُ آخِذًا بِخِطَامِ نَاقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُودُ بِهِ وَعَمَّارٌ يَسُوقُ النَّاقَةَ أَوْ أَنَا أَسُوقُهُ وَعَمَّارٌ يَقُودُهُ حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالْعَقَبَةِ فَإِذَا أَنَا بِاثْنَيْ عَشَرَ رَاكِبًا قَدِ اعْتَرَضُوهُ فِيهَا قَالَ فَانْتَبَهْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمْ فَصَرَخَ بِهِمْ فَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ عَرَفْتُمُ الْقَوْمَ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَانُوا مُتَلَثِّمِينَ وَلٰكِنَّا قَدْ عَرَفْنَا الرِّكَابَ قَالَ هٰؤُلَاءِ الْمُنَافِقُونَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ مَا أَرَادُوا قُلْنَا لَا قَالَ أَرَادُوا أَنْ يَزْحَمُوا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ان میں ایسے کٹر ہیں کہ جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان کے پشت پر ایک سی پھوڑا نکلے گا اور وہی ان کے لئے کافی ہو جائے گا۔ (ان کے شر سے حفاظت کے لئے ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہ ہوگی یعنی اس کی وجہ سے ان کی موت واقع ہو جائے گی) اور چار کے متعلق مجھے یاد نہیں رہا شعبہ (راوی حدیث) نے کیا کہا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۲۷) حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے اس کو آگے سے کھینچ رہا تھا اور عمارؓ اس کے پیچھے پیچھے تھے یا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ یہاں تک کہ چلتے چلتے جب ہم گھاٹی پر پہنچے تو دفعۃً کیا دیکھتے ہیں کہ بارہ اشخاص اونٹوں پر سوار سامنے سے آرہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد سے متنبہ کیا آپ نے ان کو زور سے آواز دی تو وہ پشت پھیر کر بھاگ

---

(۸۲۷) طبرانی نے مسند حذیفہ میں ان اصحابِ عقبہ کے نام پر ایک عنوان قائم کیا ہے اور ان منافقین کے حسب ذیل نام روایت فرمائے ہیں۔ معتب بن قشیر۔ ودیعۃ بن ثابت۔ جد بن عبداللہ۔ حارث بن یزید۔ اوس بن قیظی۔ حارث بن سوید۔ سعد بن زرارہ۔ قیس بن فہد۔ سوید۔ داعس۔ قیس بن عمرو۔ زید بن اللصیت۔ سلالۃ بن الحمام۔ (تفسیر ابن کثیر)
حافظ ابن کثیر ومن حولکم من الاعراب منافقون کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں۔ وهذا التخصيص لا يقتضى انه اطلع على اسمائهم واعيانهم كلهم (ج ۲ ص ۳۸۴) اس تخصیص کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ آپ نے ان کو جتنے منافقین بھی تھے سب ہی کے اسماء اور اشخاص بتا دیئے تھے۔

واضح رہے کہ جن روایات میں منافقین کی تعداد بارہ آتی ہے وہ خاص اس واقعہ میں شریک ہونے والے منافقین تھے جیسا کہ اس روایت میں موجود ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بعض مصنفین نے یہ کیسے سمجھ لیا ہے کہ یہ تعداد کل بڑے منافقوں کی تھی۔

Marfat.com

فِي الْعَقَبَةِ فَيُلْقُوْهُ مِنْهَا قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ أَفَلَا نَبْعَثُ إِلَى عَشَائِرِهِمْ حَتّٰى يَبْعَثَ إِلَيْكَ كُلُّ قَوْمٍ بِرَأْسِ صَاحِبِهِمْ قَالَ لَا أَكْرَهُ أَنْ تَتَحَدَّثَ الْعَرَبُ بَيْنَهَا أَنَّ مُحَمَّدًا قَاتَلَ بِقَوْمٍ حَتّٰى إِذَا أَظْهَرَهُ اللهُ بِهِمْ أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ يَقْتُلُهُمْ. ثُمَّ قَالَ. اَللّٰهُمَّ ارْمِهِمْ بِالدُّبَيْلَةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ وَمَا الدُّبَيْلَةُ؟ قَالَ شِهَابٌ مِنْ نَارٍ يَقَعُ عَلٰى نِيَاطِ قَلْبِ أَحَدِهِمْ فَيَهْلِكُ. (رواه البيهقي في كتاب دلائل النبوة واخرجه ابن كثير في تفسير سورة البراءة)

(۸۲۸) عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَزَعَمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا مُنَافِقٌ عَظِيْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْ مَاتَ. (رواه مسلم)

کھڑے ہوئے اس کے بعد آپ نے فرمایا تم نے ان کو کچھ پہچانا؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یہ لوگ اپنے منہ پر ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے لیکن ان کے اونٹوں کو پہچان لیا ہے فرمایا یہ منافقین تھے جو ہمیشہ منافق ہی رہیں گے اور تم کو کچھ یہ بھی معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا ہم نے عرض کیا جی نہیں. آپ نے فرمایا کہ خدا کے رسول کو اس گھاٹی میں گرا دینا چاہتے تھے. ہم نے عرض کیا آپ ان سب کے قبائل کی طرف کہلا بھیجئے تاکہ وہ ان میں جو اس شرارت میں شریک تھا اس کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں بھیجدیں. آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کرونگا مجھے پسند نہیں کہ میرے متعلق عرب یہ چہ میگوئیاں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک قوم سے جنگ کی اور جب ان کو اللہ تعالیٰ نے ان پر غالب کر دیا تو پھر وہ ان کو قتل کرنے لگا اس کے بعد آپ نے بددعا فرمائی خدایا! ان کو دبیلہ میں مبتلا فرما. ہم نے پوچھا یا رسول اللہ دبیلہ کیا چیز ہے فرمایا وہ ایک زہریلا پھوڑا ہے جو شعلہ کی طرح دل کی رگوں کو پھونک دیتا ہے اور موت کا باعث ہوتا ہے. (دلائل النبوة)

(۸۲۸) جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس آرہے تھے کہ اتنی تیز ہوا چلی کہ سوار کو بھی مٹی میں دفن کر دے. راوی کا گمان ہے کہ اس پر آپ نے فرمایا یہ ہوا ایک منافق کی موت کے لئے چلی ہے جب آپ مدینہ شریف تشریف لے آئے تو معلوم ہوا کہ منافقوں میں ایک بڑا منافق مر گیا ہے. (مسلم شریف)

Marfat.com

(۸۲۹) حَدَّثَنَا إِيَاسٌ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ عُدْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَوْعُوْكًا فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَيْهِ فَقُلْتُ وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ رَجُلًا أَشَدَّ حَرًّا فَقَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشَدَّ حَرًّا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَيْنِكَ الرَّجُلَيْنِ الرَّاكِبَيْنِ الْمُقَفِّيَيْنِ لِرَجُلَيْنِ حِيْنَئِذٍ مِنْ أَصْحَابِهِ۔ (رواہ مسلم)

(۸۳۰) عَنْ عُمَرَ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ دُعِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلصَّلٰوةِ عَلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهِ فَلَمَّا وَقَفَ عَلَيْهِ يُرِيْدُ الصَّلٰوةَ تَحَوَّلْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِي صَدْرِهٖ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَعَلٰى عَدُوِّ اللّٰهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ الْقَائِلِ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا۔ كَذَا وَكَذَا يَعُدُّ أَيَّامَهُ قَالَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ حَتّٰى إِذَا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ إِنِّي قَدْ خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ قَدْ قِيْلَ لِي اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ غُفِرَ لَهٗ لَزِدْتُ

---

(۸۲۹) ایاس اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک تپ زدہ شخص کی عیادت کی۔ میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو کہا خدا کی قسم بخار میں اتنا جلتا ہوا شخص جتنا آج میں نے دیکھا ہے اتنا کبھی نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کیا میں تم کو وہ شخص نہ بتادوں جو روز محشر اس سے بھی زیادہ جلتا ہوا ہوگا پھر آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے دو شخصوں کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ یہ دو منافق ہیں جو گھوڑے پر سوار اپنا منہ پھیرے کھڑے ہیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۰) ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ جب عبداللہ ابی (منافق) کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلایا گیا آپ تشریف لے چلے جب نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوئے تو میں آپ کے سامنے آگیا اور میں نے عرض کیا کیا اس عبداللہ بن اُبَیّ خدا کے دشمن پر بھی آپ نماز پڑھائیں گے جس نے فلاں فلاں دن ایسے ایسے کلمات منہ سے نکالے تھے (حضرت عمرؓ نے اس کے گذشتہ ایام کے کفریات سب گن گن کر بتائے) راوی کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے سنتے رہے اور مسکراتے رہے حتیٰ کہ جب میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا تو فرمایا عمر! جانے بھی دو جب مجھے دو باتوں میں اختیار دیا

---

(۸۳۰) علماء کو یہاں یہ سخت اشکال گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی کھلی ہوئی حقیقت کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے یہاں تک کہ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس حدیث کی صحت ہی سے انکار کر دیا ہے۔ امام الحرمین یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ہی نہیں۔ امام غزالی اور داودیؒ جیسے علماء نے یہ تصریح کردی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں لیکن ان جیسے مقامات کا

Marfat.com

ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ وَمَشٰى مَعَهٗ فَقَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى فُرِغَ مِنْهُ قَالَ فَعَجَبٌ لِّیْ وَجُرْأَتِیْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ اِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتْ هَاتَانِ الْاٰيَتَانِ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قَالَ فَمَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ عَلٰى مُنَافِقٍ وَّلَا قَامَ عَلٰى قَبْرِهٖ حَتّٰى قَبَضَهُ اللّٰهُ۔ (رواہ الترمذی ورویٰ فی الصحیحین ایضا)

(۸۳۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَيٍّ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ مَاتَ اَبُوْهُ فَقَالَ اَعْطِنِیْ قَمِيْصَكَ اُكَفِّنْهُ فِيْهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَاَعْطَاهُ قَمِيْصَهٗ وَقَالَ اِذَا فَرَغْتُمْ فَاٰذِنُوْنِیْ فَلَمَّا اَرَادَ اَنْ يُّصَلِّیَ جَذَبَهٗ عُمَرُ وَقَالَ اَلَيْسَ قَدْ نَهَى اللّٰهُ اَنْ تُصَلِّیَ

گیا ہے تو جو میرے لئے ان میں مناسب تھی وہ میں نے اختیار کرلی ہے (مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ خواہ ان کے حق میں استغفار کریں یا نہ کریں۔ اگر آپ ستر بار ان کے لئے استغفار فرمائیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو نہ بخشے گا) اگر مجھے یقین ہو جائے کہ میں ستر بار سے زیادہ استغفار کروں تو اس کی مغفرت ہو جائے گی تو ضرور اس سے زیادہ استغفار کروں گا یہ کہہ کر آپ نے اس کی نماز پڑھا دی اور اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ بھی تشریف لے گئے اور اس وقت تک برابر قبر پر کھڑے رہے جب تک اس سے فراغت نہ ہو گئی۔ بخدا ابھی ذرا سا وقفہ ہی گذرا ہو گا کہ یہ دو آیتیں نازل ہو گئیں۔ ولا تقم علی قبرہ الآیۃ

اس کے بعد آخری دم تک پھر نہ تو آپ نے کسی منافق کی نماز پڑھائی نہ کسی کی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے۔ (ترمذی)

(۸۳۱) ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے اپنے والد کی وفات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آپ اپنی قمیص مرحمت فرما دیں تو میں اپنے باپ کو اس کا کفن دیدوں اور اس کی نماز بھی پڑھائیں اور اس کے حق میں دعاء مغفرت بھی فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

رمز شناس زمخشری جیسا شخص ہو سکتا ہے علماء کلام بیان اپنی علمی دقتوں میں ہی الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بلا شبہ ان امور کو آپ سے زیادہ سمجھنے والا اور کون ہو سکتا ہے لیکن اس انتہائی دلسوزی کی بنا جس کا جوش نبی کے سینہ میں ہوتا ہے۔ نبی قصداً الفاظ کی ظاہری گنجائشوں سے فائدہ اٹھا لینا چاہتا ہے وہ اپنی امت کے معاملہ میں دوسرے خلاف پہلو کو تا امکان ذہن میں لاتا ہی نہیں جب تک کہ الفاظ میں اس کے لئے آخری گنجائش بھی ختم نہ کر دی جائے ٹھیک اسی طرح جیسا کہ ایک ہمدرد وکیل آئین کی وسعتوں سے آخری حد تک فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں اور بڑھ کر چنانچہ اسی واقعہ میں جب صراحت سے ممانعت آگئی تو پھر کسی واقعہ میں آپ کی نماز ثابت نہیں ہوئی۔

(۸۳۱) شارحین بخاری شریف نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اتار کر اس منافق کو دی ضرور تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرما دیا تھا وما یغنی عنہ قمیصی وصلوتی من اللہ وانی لارجو ان یسلم بہ الف من

Marfat.com

عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ اَنَا بَيْنَ خِيَرَتَيْنِ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَصَلّٰى عَلَيْهِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ فَتَرَكَ الصَّلٰوةَ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

(۸۳۲) عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ كُنَّا فِيْ غَزَاةٍ قَالَ سفیان یرون انہا غزوۃ بنی المصطلق فَكَسَعَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ فَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ يَا لَلْمُهَاجِرِيْنَ وَقَالَ الْاَنْصَارِيُّ يَا لَلْاَنْصَارِ فَسَمِعَ ذٰلِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُ دَعْوَى

اسی وقت اپنا قمیص دیدیا اور فرمایا جب اس کے غسل وغیرہ سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دیدینا جب آپ اس کی نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو عمرؓ نے آپ کو کھینچ لیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ممانعت نہیں فرمائی کہ آپ منافقین کی نماز پڑھائیں آپ نے فرمایا مجھے دونوں باتوں میں اختیار ملا ہے خواہ ان کے حق میں استغفار کروں یا نہ کروں، یہ کہہ کر اس کی نماز پڑھا دی اس کے بعد فوراً یہ آیت نازل ہوگئی ولا تصل علیٰ احد منہم پھر آپ نے منافقین پر نماز ترک فرمادی۔

(۸۳۲) عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبداللہ کو یہ فرماتے خود سنا ہے کہ ہم ایک غزوہ میں تھے (سفیان کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ وہ غزوہ، غزوۂ بنی المصطلق تھا) کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے لات ماردی اس پر مہاجر نے دوسرے مہاجروں کو جھگڑے کی دعوت دی اور انصاری نے دوسرے انصاروں کو

تو مسوروی انہ اسلم الف من قومہ لما راٰہ یتبرک بقمیص النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ بھلا اللہ تعالیٰ کے یہاں میری یہ قمیص اور نماز اس کو کیا فائدہ دیسکتی ہے مجھے تو یہ امید تھی کہ اس عمل سے شاید اس کی قوم کے ایک ہزار افراد اسلام قبول کرلیں گے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ جب اس کی قوم نے آپ کی شفقت و رحمت کا یہ عالم دیکھا تو ہزار افراد نے اسلام قبول کرلیا۔ ان تصریحات سے یہ صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سارا عمل کس جذبہ کے ماتحت تھا۔ آپ اس کی قوم کے اسلام کی آس لگائے بیٹھے تھے یا یہ کہ درحقیقت اس کی مغفرت کے خیال میں تھے۔ حضرت عمرؓ کے اصرار پر آپ کا خاموش رہے چلے جانا پھر آخر میں مسکرا دینا کیا اسی کی غمازی نہیں کر رہا تھا کہ آپ یہاں ایک اہم مقصد کے پیش نظر محض آئینی وسعتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ عمرؓ اپنی طبعی طہارت کی وجہ سے جس طرف مائل ہوئے ان کو اسی طرف مائل ہونا چاہیے تھا لیکن وہ اس عمیق حکمت تک کہاں پہنچ سکتے تھے جس کا ظہور بعد میں ہوا اور جس کی بدولت ایک جماعت اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئی اسی کے قریب جنگ بدر میں حضرت ابوبکرؓ کا واقعہ ہے وہ بھی آنحضرت کی حد سے بڑھی ہوئی الحاح وزاری سے اور مضطر ہو کر زیادہ الحاح وزاری سے آپ کو روک رہے ہیں اور تسلی دے رہے ہیں مگر نبی کریم علیہ السلام تھے کہ اپنے پروردگار کے سامنے اتنے بے اختیار ہوئے چلے جاتے تھے کہ آپ کی ردائے مبارک بھی آپ کے شانوں سے گری جارہی تھی مقام نبوت والے ہی اس اضطراب کو یا اس واقعہ میں اتنے سکون کو پہچان سکتے ہیں۔

(۸۳۲) امام بخاریؒ نے ابواب المناقب کے باب ما ینہی عنہ من دعوی الجاہلیۃ کے ضمن میں بھی اس حدیث کو

Marfat.com

الجاهلیۃ قالوا رجل من المھاجرین کسع رجلا من الانصار فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوھا فانھا منتنۃ فسمع ذالک عبد اللہ بن ابی ابن سلول فقال او قد فعلوھا لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل فقال عمر یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعہ لا یتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ و قال عمرو فقال لہ ابنہ عبد اللہ بن عبد اللہ واللہ لا تنقلب حتی تقر انک الذلیل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العزیز ففعل۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح)

آپ نے یہ غل شور سنا تو فرمایا یہ کیا زمانہ جاہلیت کی سی آوازیں آرہی ہیں۔ لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ایک مہاجر شخص نے کسی انصاری کے لات ماردی ہے (اس پر کچھ ہنگامہ برپا ہوگیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ناشائستہ کلمات کو چھوڑدو۔ یہ قصہ کہیں عبداللہ بن ابی نے بھی سن پایا اس نے کہا اچھا کیا مہاجر نے یہ فعل کیا ہے چلو ذرا مدینہ چلیں تو جو باعزت فریق ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کریگا۔ اس پر عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اجازت دیں تو میں اس منافق کی گردن اڑادوں آپ نے فرمایا رہنے دو۔ کہیں لوگ یہ مشہور نہ کردیں کہ میں اپنے لوگوں کو بھی قتل کردیتا ہوں۔ عمرو بن دینار کے علاوہ بعض اور راویوں نے اس قصہ میں اتنا اور نقل کیا ہے کہ ابن اُبی کے اس گستاخانہ نعرہ پر اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا خدا کی قسم تو مدینہ طیبہ میں اس وقت تک گھس نہیں سکتا جب تک اپنے منہ سے اس کا اقرار نہ کرلے کہ تو ہی ذلیل ہے اور معزز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آخر اس نے اس کا اقرار کرلیا۔

روایت کیا ہے اس میں اس مہاجر شخص کے متعلق یہ لفظ روایت کئے ہیں وکان من المھاجرین رجل لعّابٌ شارحین نے اس کے دو معنی لکھے ہیں ایک یہ کہ اس شخص کے مزاج میں خوش طبعی اور ذرا مذاق کا مضمون تھا اور کسی نے لکھا ہے کہ یہ نیزہ گھمانا خوب جانتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کا نام جہاہ بن قیس لکھا ہے۔ عمرؓ کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کی تشریح کرتے ہوئے امام خطابیؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ان مختصر کلمات سے دینی سیاست کا ایک اہم باب کھل جاتا ہے اور وہ یہ کہ کسی شخص کا قلبی ایمان وا ذعان معلوم کرنے کے لئے اس کے سوا اور کیا صورت نکل سکتی ہے کہ اس کے کسی ظاہری عمل ہی کو اس کا معیار مقرر کیا جائے اب اگر منافقوں کے صرف باطنی کفر پر صریح کفر کے سے احکام لگادیئے جاتے تو دشمنانِ دین کو یہ بدظنی پھیلانے کا موقعہ مل جاتا کہ مسلمان اسلام کے حلقہ بگوشوں کو بھی کفر باطن کا بہانہ لیکر جب چاہتے ہیں قتل کرڈالتے ہیں اس لئے اسلام کی صریح حلقہ بگوشی کے بعد بھی جان و مال کے محفوظ ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اس پروپیگنڈے کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی کہ جب تک کسی کے ظاہری اعمال سے بھی کفر ثابت نہ ہوجائے صرف اس کے باطنی کفر کی وجہ سے اس کو کافر قرار نہ دیا جائے۔

Marfat.com

(۸۳۳) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّصْعَدُ الثَّنِيَّةَ ثَنِيَّةَ الْمُرَارِ فَإِنَّهُ يُحَطُّ عَنْهُ مَا حُطَّ عَنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ قَالَ فَأَوَّلُ مَنْ صَعِدَهَا خَيْلُنَا خَيْلُ بَنِي الْخَزْرَجِ ثُمَّ تَتَامَّ النَّاسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَأَتَيْنَاهُ فَقُلْنَا تَعَالَ يَسْتَغْفِرْ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَاللّٰهِ لَأَنْ أَجِدَ ضَالَّتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِيْ صَاحِبُكُمْ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ يَنْشُدُ ضَالَّةً لَهُ۔ (رواہ مسلم)

(۸۳۴) عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا فِيْ حَلْقَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَجَاءَ حُذَيْفَةُ حَتّٰى قَامَ عَلَيْنَا فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ خَيْرٍ مِّنْكُمْ قَالَ الْأَسْوَدُ سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ فَتَبَسَّمَ عَبْدُ اللّٰهِ وَجَلَسَ حُذَيْفَةُ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَقَامَ عَبْدُ اللّٰهِ فَتَفَرَّقَ أَصْحَابُهُ فَرَمَانِيْ بِالْحَصَا فَأَتَيْتُهُ فَقَالَ حُذَيْفَةُ عَجِبْتُ مِنْ ضَحِكِهِ وَقَدْ عَرَفَ مَا قُلْتُ

(۸۳۳) جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ٹیلہ پر جس کا نام مرار ہے پہلے کون چڑھے گا کہ اس کے گناہ اسی طرح معاف ہو جائیں جیسے بنی اسرائیل کے معاف ہوئے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ہمارے قبیلہ بنی خزرج کے گھوڑے اس پر چڑھ گئے اس کے بعد پھر سب لوگ یکے بعد دیگرے چڑھنا شروع ہو گئے آپ نے فرمایا مغفرت میں تم سب ہی شریک ہو گئے صرف وہ سرخ اونٹ والا شخص رہ گیا ہم اس کے پاس آئے اور ہم نے اس سے کہا چل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیری بخشش کی بھی دعا کرا لیں۔ وہ بولا خدا کی قسم تمہارے اس صاحب کی مغفرت کی دعا سے میں یہ بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں کہ میرا کھویا ہوا جانور مل جائے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ شخص اپنا جانور تلاش کرنے کے لئے آیا ہوا تھا۔ (مسلم شریف)

(۸۳۴) اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت حذیفہؓ آ کر ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے، سلام کیا اس کے بعد فرمایا (مطمئن رہنے کا مقام نہیں) نفاق ان لوگوں میں بھی پیدا ہو چکا ہے جو تم سے بہتر تھے (کیونکہ وہ عہد صحابہ میں تھے اور تم طبقہ تابعین میں ہو) یہ سن کر اسود نے ازراہ تعجب کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو منافقین کی شان میں فرماتا ہے ان المنافقین الخ وہ دوزخ کے سب سے تحتانی طبقے میں ہوں گے۔ اس پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسکرائے۔ حضرت حذیفہؓ مسجد کے ایک گوشہ میں جا بیٹھے اس کے بعد حضرت عبداللہؓ کی مجلس ختم ہو گئی اور ان کے شاگرد بھی متفرق ہو گئے تو حضرت حذیفہؓ نے ایک کنکری مار کر بلایا اور فرمایا مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مسکراہٹ سے تعجب ہوا وہ میری مراد

(۸۳۴) اس روایت سے بخوبی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ منافقین کے بارے میں سلف کا تصور کیا تھا۔

Marfat.com

لَقَدْ أُنْزِلَ النِّفَاقُ عَلٰى قَوْمٍ كَانُوْا خَيْرًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَابُوْا فَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (رواه البخاری فی التفسیر)

(۸۳۵) عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ اِلٰى اُحُدٍ فَرَجَعَ نَاسٌ مِّمَّنْ كَانَ مَعَهٗ فَكَانَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ فِرْقَتَيْنِ قَالَ بَعْضُهُمْ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا. فَنَزَلَتْ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِيْنَ فِئَتَيْنِ. (رواه مسلم)

(۸۳۶) عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ اَنَّ رِجَالًا مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْغَزْوِ تَخَلَّفُوْا عَنْهُ وَفَرِحُوْا بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَذَرُوْا اِلَيْهِ وَحَلَفُوْا وَاَحَبُّوْا اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَنَزَلَتْ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ. (رواه مسلم)

سمجھ گئے تھے. بیشک ایک زمانہ میں تم سے بہتر لوگوں میں نفاق پیدا ہو گیا تھا لیکن آخر انھوں نے توبہ کی اور مخلصین صحابہ میں سے بن گئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول فرمالی۔ (پہلے حضرت حذیفہؓ نے بغرض تنبیہ صرف ان کے ابتدائی حال کو ذکر فرمایا تھا بعد میں ان کی توبہ اور اخلاص کو ذکر فرما دیا تو پھر کوئی اشکال نہ رہا۔ (بخاری شریف)

(۸۳۵) زید بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگِ احد کے لئے نکلے تو بعض منافقین جو آپ کے ساتھ آگئے تھے واپس لوٹ گئے۔ ان لوگوں کے معاملہ میں صحابۂ کرام کی دو جماعتیں ہو گئیں ایک نے کہا ہم ان کو قتل کریں گے دوسری نے کہا نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تم کو کیا ہو گیا کہ منافقین کے بارے میں تمہاری دو جماعتیں ہو گئیں۔ (مسلم شریف)

(۸۳۶) ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ لوگ پیچھے رہ جاتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بیٹھ کر خوش ہوا کرتے پھر جب آپ واپس تشریف لے آتے تو آپ کے سامنے اس کا کوئی نہ کوئی عذر تراش دیتے اور قسمیں کھا جاتے اور یہ چاہتے کہ جو کام وہ نہیں کر سکے اس پر بھی ان کی تعریف کی جائے اس پر یہ آیت نازل ہو گئی۔ جو لوگ اپنی کارستانیوں پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام وہ نہیں کرتے اس پر ان کی تعریف ہو آپ یہ گمان نہ فرمائیں کہ وہ عذاب کی گرفت سے باہر ہیں۔ (مسلم شریف)

Marfat.com

النفاق العملی

(۸۳۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَا الْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاۤءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاۤءِ بِوَجْهٍ۔ (متفق علیہ)

(۸۳۸) عَنْ عَمَّارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ ذَا وَجْهَیْنِ فِی الدُّنْیَا کَانَ لَهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ۔ (رواہ الدارمی)

(۸۳۹) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ قِیْلَ لَهٗ اِنَّا نَدْخُلُ عَلٰی سُلْطَانِنَا فَنَقُوْلُ لَهٗ بِخِلَافِ مَا نَتَکَلَّمُ اِذَا

عملی نفاق

(۸۳۷) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں سب سے بدتر شخص تم اس کو پاؤ گے جو دورخا ہو ان کے پاس آئے تو ان کی سی باتیں بنا دے اور اُن کے پاس جائے تو ان کی سی باتیں بنا دے۔ (متفق علیہ)

(۸۳۸) عمارؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں دورخی باتیں بنائے گا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ (دارمی)

(۸۳۹) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا ہم لوگ جب اپنے بادشاہ کے دربار میں جاتے ہیں تو ان سے اور قسم کی باتیں بناتے ہیں اور جب ان کی مجلس سے باہر نکل آتے ہیں تو دوسری قسم کی باتیں کرتے ہیں

(۸۳۸) امام غزالیؒ تحریر فرماتے ہیں۔ واتفقوا علی ان ملاقاة الاثنین بوجهین نفاق۔ یہ متفق علیہ بات ہے کہ دوطرفہ باتیں بنانا نفاق کی خصلت ہے پھر اس کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ خصلت چغلخوری سے بدتر ہے کیونکہ چغلخوری تو صرف ایک دشمن کی بات دوسرے کے سامنے نقل کرنے کا نام ہے اور یہاں دوطرفہ ایک کی مخالف بات دوسرے کے سامنے نقل کرنی ہوتی ہے۔ اگر اس نے دو دشمنوں کے کلمات نقل تو نہیں کئے مگر ان کے مخالفانہ کلمات کو سن سن کر دونوں ہی کی تصدیق کرتا رہا اور دونوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ یا ہر ایک کے سامنے ان کی باہم دشمنی پر تعریف کرتا رہا، یا ان میں سے ہر ایک کی مدد کا وعدہ کرتا رہا تو ان سب صورتوں میں اس کو ذوالوجہین اور ذواللسانین کہا جائے گا اسے چاہئے یا تو بسبب معذوری خاموش رہے یا ان میں سے جو حق پر ہو اس کی تعریف کرے اس کے سامنے بھی، پس پشت بھی اور اس کے دشمن کے روبرو بھی۔ (احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۱۰)

(۸۳۹) امام بخاری نے کتاب الاحکام میں حدیث مذکور کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حافظ ابن رجب نے مسند امام احمد سے بروایت حذیفہؓ یہی مضمون ان الفاظ میں نقل کیا ہے انکم متکلمون کلاما ان کنا نعدہ علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم النفاق وفی روایة قال ان کان الرجل لیتکلم بالکلمة علی عهد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصیر بها منافقا وانی لاسمعها من احدکم فی الیوم او المجلس عشر مرات۔ تم آج ایسی باتیں

Marfat.com

خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِہٖ قَالَ کُنَّا نَعُدُّ ھٰذَا نِفَاقًا۔ (رواہ البخاری)

(۸۴۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کُلَّ مُنَافِقٍ یَتَکَلَّمُ بِالْحِکْمَۃِ وَیَعْمَلُ بِالْجَوْرِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(اس اختلافِ بیانی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں) انھوں نے فرمایا اس حرکت کو ہم ایک قسم کا نفاق شمار کیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف)

(۸۴۰) عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس امت پر اگر خطرہ ہے تو صرف اس منافق کا ہے جو باتیں بڑی پُر حکمت بنائے مگر اس کے کارنامے سب ظلم کے ہوں۔ (شعب الایمان)

منہ سے نکالتے ہو جن کو ہم عہدِ نبوت میں نفاق شمار کیا کرتے تھے ایک روایت میں یہی مضمون اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں جس کلمہ کو زبان سے نکالنے پر آدمی منافقوں میں شمار ہو جاتا تھا آج وہ دن ہے کہ اسی کلمہ کو ہم ایک مجلس میں تمہاری زبانوں سے دس دس بار سن لیتے ہیں۔ (جامع العلوم) اللہ اکبر کتنی جلدی زمانہ کہاں سے کہاں جا پہنچا جو بات کل تک نفاق گنی جاتی تھی آج وہ زبانوں پر بے محابا آرہی ہے۔ لیکن یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہاں نفاق سے وہی ظاہر و باطن کا اختلاف مراد ہے پھر جس کا تقویٰ جتنا زیادہ تھا اس کی گرفت بھی اسی قدر باریک تھی سلف کے حالات کو اپنے حال پر قیاس نہ کرنا چاہئے ——— امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے سامنے جا کر اس قسم کی باتیں بنانا اس وقت نفاق شمار ہوگا جبکہ ان کے پاس جانے کی اور ثناخوانی کی کوئی مجبوری نہ ہو۔ اب اس شخص کا جا جا کر ان کی تعریف کرنا اور باہر آکر مذمت کرنا یقیناً بلا حاجت ہے اور نفاق ہے۔ کیونکہ اس نے محض حبِ جاہ و مال کے لئے اپنے ضمیر کے خلاف تعریف کی اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حبِ مال و جاہ قلب میں نفاق کی اس طرح پرورش کرتے ہیں جیسا پانی سبزہ کی۔ یعنی یہ دو خصلتیں انسان کو اس پر ابھارتی ہیں کہ وہ بادشاہوں کی خدمت میں جا کر اپنے ضمیر کے خلاف باتیں بنائے اور نفاق میں گرفتار ہو لیکن اگر ان کے درباروں میں جائے بغیر گزر نہ ہو اور ان کی تعریف کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو اب دفعِ شر کے قصد سے جو تعریف ہوگی وہ نفاق شمار نہ ہوگی۔ حضرت ابو الدرداؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بعض مرتبہ ایسے لوگوں کے سامنے بھی دانت نکالنے پڑتے ہیں جن پر ہمارا دل لعنت کرتا ہے۔ سلف میں جہاں اس قسم کی مثالیں ملتی ہیں ان کا دائرہ صرف ظاہری توجہ، مسکراہٹ اور کشادہ روئی کے اندر محدود ہے۔ صریح جھوٹ اور صریح تصدیق پھر بھی مکروہ عمل ہے۔ (احیاء، ج ۳ ص ۱۱۱)

(۸۴۰) حافظ ابن رجب نے اسی مضمون کو حضرت عمرؓ سے بالفاظ ذیل موقوفاً نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے منبر پر فرمایا تمہارے متعلق مجھے سب سے زیادہ خطرہ اس شخص کا ہے جو منافق علیم ہو لوگوں نے پوچھا منافق ہو کر پھر اس کو علیم بھی کہا جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا اس کی باتیں بڑی پُر حکمت ہوں گی مگر اس کا عمل حق کے خلاف ہوگا۔ حضرت حذیفہؓ سے منافق کی تعریف میں منقول ہے الذی یصف الایمان ولا یعمل بہ۔ بلال بن سعد فرماتے ہیں المنافق یقول ما یعرف ویعمل ما ینکر (جامع العلوم والحکم) یہ سب عبارتیں ایک ہی مضمون کی مختلف تعبیرات ہیں ان سب میں جزیل الالفاظ حضرت عمرؓ ہی کے ہیں اور یہاں نفاق سے ان کی مراد نفاقِ عملی ہے۔

Marfat.com

(۸۴۱) عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ الْيَوْمَ شَرٌّ مِّنْهُمْ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانُوْا يَوْمَئِذٍ يُسِرُّوْنَ وَالْيَوْمَ يَجْهَرُوْنَ۔ (رواہ البخاری فی الفتن)

(۸۴۲) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ اِنَّمَا كَانَ النِّفَاقُ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا الْيَوْمَ فَاِنَّمَا هُوَ الْكُفْرُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ۔ (رواہ البخاری)

شعب النفاق

(۸۴۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ۔ (رواہ مسلم)

---

(۸۴۱) حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آج کے منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے منافقوں سے زیادہ بیباک ہیں۔ اس وقت کے منافق تو اپنا نفاق چھپاتے پھرتے تھے اور آج تو بے دھڑک ظاہر کرتے پھرتے ہیں (اور جنگ میں مقابلہ پر نکل آتے ہیں۔) (بخاری شریف)

(۸۴۲) حذیفہ فرماتے ہیں کہ نفاق کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد پر ختم ہوگیا اب ہم اس کو ایمان کے بعد کفر یعنی ارتداد شمار کریں گے۔ (بخاری شریف)

نفاق کے شعبے

(۸۴۳) ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مرگیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نہ کبھی جنگ کی اور نہ اس کے دل میں اس کا خطرہ گذرا تو وہ اپنے ساتھ نفاق کا ایک شعبہ لے کر مرا۔ (مسلم شریف)

---

(۸۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غزوات ہی سے مومن مخلص اور منافق کے درمیان پورا امتیاز ہوا کرتا تھا۔ جو مومن تھے وہ تو پروانہ وار آتش جنگ میں کود پڑتے تھے اور جو منافق تھے وہ دم چرا جاتے تھے۔ درحقیقت ایک مومن کی شان یہی ہونی بھی چاہیے کہ وہ خدا اور اس کے رسول کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے بے چین نظر آئے اور یہی اس کا ثبوت ہوگا کہ خدا اور رسول کی محبت اس کے قلب میں تمام محبتوں پر غالب آچکی ہے۔ اگر بالفرض کوئی ایسا نادر موقعہ اس کے ہاتھ نہ آئے تو کم از کم اس تمنا میں تو اس کا دل ہمیشہ تڑپتا رہنا چاہیے۔ اگر ایسا بھی نہیں تو یہ اس کی علامت ہوگی کہ اس کا دعویٰ ایمان صرف زبانی ہی زبانی ہے اس کا قلب جذبات محبت سے یکسر خالی ہے۔ یہ بھی ظاہر و باطن میں ایک قسم کا اختلاف ہی اس لئے اس کو بھی نفاق کا شعبہ کہا جائے گا۔

Marfat.com

(۸۴۴) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَیَاءُ وَالْعِیُّ شُعْبَتَانِ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ۔ (رواہ الترمذی)

(۸۴۵) ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرم و کم سخنی اور جھجک ایمان کے دو شعبے ہیں اور بدزبانی اور زبان آوری نفاق کے دو شعبے۔ (ترمذی شریف)

(۸۴۵) عِیّ (جھجکنے) سے یہاں مراد وہ نہیں جو زبان میں کسی عیب کی وجہ سے پیدا ہو جائے بلکہ وہ ایک صفت ہے جس کی وجہ سے مومن بے خوفی اور بے باکی سے بات نہیں کرتا وہ اپنے ہر ہر لفظ کو کراماً کاتبین کے قلم کے تحت تصور کرتا ہے اور ایک ایک کلمہ سے خدائی محاسبہ کا خوف رکھتا ہے وہ مجمع پر اپنے زورِ بیان سے چھا جانا نہیں چاہتا اس کے اندازِ گفتگو میں تواضع، الفاظ میں سادگی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے۔ غرض جب گفتگو کرتا ہے تو کسی تصنع کے بغیر بقصدِ حاجت گفتگو کرتا ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ اس کے کلام میں فصاحت نہیں ہوتی اس کا بیان غیر مرتب اور بے مغز ہوتا ہے اور اس میں کوئی رونق و جاذبیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی ساری زیبائش و آرائش کے باوجود انتہا درجہ موثر اور نہایت پرشوکت اور وزنی بھی ہوتا ہے اس کے خلاف وہ بیان ہے جس کا مقصد اظہارِ علم اور افہامِ خصم ہو، حق کو باطل اور باطل کو حق کر کے دکھلانا ہو اور اپنے الفاظ کے طمطراق سے مخاطب کو صرف مرعوب کر دینا ہو اسی کو حدیثوں میں تنطع اور تشدق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ بیان سرتاسر تصنع اور تکلف ہی تکلف ہوتا ہے۔ قلوب میں اس کا فوری اثر تو ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اس کے ذریعہ سے بڑے بڑے انقلابات بھی رونما ہو جاتے ہیں مگر ان سب کا وجود اسلام کی نظر میں وہ نفاق کا ایک شعبہ ہی رہتا ہے یہ وہ بیان نہیں جس کو سورۂ الرحمٰن میں "وعلمہ البیان" میں بطریقِ امتنان فرمایا گیا ہے بلکہ وہ بیان ہے جس کی طرف غالباً وان من البیان لسحرا میں اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے حدیث مذکور میں بیان کے ساتھ بذاء کا لفظ اور عی کے ساتھ حیاء کا لفظ رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہاں بیان سے وہ بیان مراد ہے جو انسان کی بے باکی اور بدزبانی کا اثر ہوتا ہے اسی طرح عی سے وہ کم سخنی مراد ہے جو انسان کی ایمانی حیاء کا اثر ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مومن چونکہ شرمیلا ہوتا ہے اس لئے تڑاخ تڑاخ باتیں نہیں کرتا اور منافق چونکہ بے باک ہوتا ہے اس لئے بڑھ بڑھ کر بولنے سے نہیں جھجکتا ـــــ امام ابن قتیبہؒ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان نے حضرت ایوبؑ سے ان کے زمانۂ ابتلا میں کچھ عرض کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے اس سے یہ ارشاد فرمایا کہ تجھے خبر بھی ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کو صرف اس کے خوف نے ساکت و صامت بنا رکھا ہے، نہ وہ گونگے ہیں، نہ ان کی زبانوں میں کوئی عیب ہے بلکہ بڑے فاضل، بڑے بولنے والے، بڑے فصیح و بلیغ ہیں اور اللہ اور اس کی کرشمہ سازیوں کے بڑے عارف ہیں لیکن جب ان کے سامنے خدائی عظمت کا نقشہ آجاتا ہے تو مارے خوف کے ان کے دلوں کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں ان کی زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں اور ان کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ (تاویل مختلف الاحادیث ص ۳۸۲) پس نہ ہر بیان نفاق کا شعبہ ہے اور نہ ہر کم سخنی ایمان کا شعبہ۔ موارد مدح اور موارد ذم کو سمجھنا محض الفاظ سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کیلئے کیفیاتِ نفسانیہ اور مختلف حالات کا پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند۔ حدیث کے مطالب پر غور و خوض کرنے کیلئے آپ ہر جگہ اس دقیقہ پر نظر رکھئے۔

(دیکھو تاویل الاحادیث لابن قتیبہ۔ ص ۳۸۳)

Marfat.com

(۸۴۵) عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْحَيَاءَ وَالْعَفَافَ وَالْعِيَّ عِيَّ اللِّسَانِ لَا عِيَّ الْقَلْبِ وَ الْفِقْهَ مِنَ الْاِيْمَانِ وَهُنَّ مِمَّا يَزِدْنَ فِي الْاٰخِرَةِ وَيُنْقِصْنَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا يَزِدْنَ فِي الْاٰخِرَةِ اَكْثَرُ وَاِنَّ الْبَذَاءَ وَالْجَفَاءَ وَالشُّحَّ مِنَ النِّفَاقِ وَهُنَّ مِمَّا يَزِدْنَ فِي الدُّنْيَا وَيُنْقِصْنَ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَا يُنْقِصْنَ فِي الْاٰخِرَةِ اَكْثَرُ۔ (رواہ احمد)

صفات المنافق

(۸۴۶) عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيَاحُ تَصْرَعُهَا مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا اُخْرٰى حَتّٰى يَاْتِيَ اَجَلُهٗ وَمَثَلُ

(۸۴۵) عون بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی وساطت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بلاشبہ شرم، پاکبازی، کم سخنی اور سمجھ یہ سب ایمان کی باتیں ہیں اور کم سخنی سے مراد لسانی اور زبانی طمطراق کا ترک کر دینا ہے قلبی نافہمی نہیں (یعنی وہ کم سخنی نہیں جو ناسمجھی کی وجہ سے پیدا ہو) اور یہ تمام باتیں اخروی ترقیات کا موجب ہیں اور دنیوی نقصان کا اور ان کا اخروی نفع ان کے دنیوی نقصان سے زیادہ ہے۔ اسی طرح بدزبانی، درشت مزاجی اور بخل نفاق کی باتیں ہیں اور یہ چیزیں دنیوی ترقیات کا موجب ہیں اور اخروی نقصان کا اور ان کا اخروی نقصان ان کے دنیوی نفع سے زیادہ ہے۔ (احمد)

منافق کی صفتیں

(۸۴۶) کعب بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد مومن کی مثال گیہوں کی اس پتلی اور نازک شاخ کی سی ہے جس کو ہوائیں اِدھر اُدھر گراتی رہتی ہیں اس طرف کی ہوا چلی تو ادھر دے پٹخا اور اس طرف کی ہوا چلی تو پھر اس کو سیدھا کھڑا کر دیا اس کی روش یونہی رہا کرتی ہے یہانتک کہ اس کی

(۸۴۶) اس حدیث میں مومن و منافق کی کچھ قدرتی صفات مذکور ہیں اور ان کے اظہار سے مقصد مومن کی تسلی اور منافق کو انتباہ ہے مومن ساری دنیا کو خدا کا پیغام سناتا ہے اور سارے جہان کو اپنا مدمقابل بنا لیتا ہے پھر رحمت اس کی علی کوتاہیوں کی طرح طرح کی مکافات کرتی رہتی ہے اس لئے وہ ہر طرف سے حوادث کی آماجگاہ بن جاتا ہے منافق کو نہ دنیا ستاتی ہے نہ وہ رحمت کے اشتباہ کا اہل ہے اس کے لئے استدراج و امہال کا قانون ہے وہ ایک باغی کی طرح جب گرفتار ہوتا ہے تو ایک ہی سزا یعنی سزا موت پالیتا ہے سبحان اللہ کتنے مختصر کلمات ہیں مگر حقیقت سے کتنے لبریز اور عبرت سے کتنے بھرے ہوئے۔

Marfat.com

الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ الْأَرْزَةِ الْمُجْذِيَةِ الَّتِي لَا يُصِيبُهَا شَيْءٌ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً (متفق علیہ)

(۸۴۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالشَّاةِ الْعَائِرَةِ بَيْنَ الْغَنَمَيْنِ تَعِيرُ إِلَى هٰذِهٖ مَرَّةً وَإِلَى هٰذِهٖ مَرَّةً۔ (رواہ مسلم)

(۸۴۸) عَنْ عَامِرٍ الرَّامِ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَسْقَامَ فَقَالَ إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَصَابَهُ السَّقَمُ ثُمَّ عَافَاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهُ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهٖ وَمَوْعِظَةً لَهٗ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ وَإِنَّ الْمُنَافِقَ إِذَا مَرِضَ ثُمَّ عُوفِيَ كَانَ كَالْبَعِيرِ عَقَلَهٗ أَهْلُهٗ ثُمَّ أَرْسَلُوهُ فَلَمْ يَدْرِ لِمَ عَقَلُوهُ وَلِمَ أَرْسَلُوهُ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَمَا الْأَسْقَامُ وَاللّٰهِ مَا مَرِضْتُ

موت آجاتی ہے اور منافق آدمی کی مثال اس مضبوط اور جمے ہوئے جڑ کے درخت کی سی ہے جس پر کوئی آفت نہیں آتی پھر جب اکھڑتا ہے تو ایک دم جڑ سے اکھڑ کر جا پڑتا ہے (متفق علیہ)

(۸۴۷) ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو نر کی تلاش میں دو گلوں کے درمیان کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف ماری ماری پھرتی ہے۔ (مسلم شریف)

(۸۴۸) عامر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کے ثواب کا تذکرہ فرمایا اس سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ کامل مومن جب بیمار پڑتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کو شفا دیدیتا ہے تو اس کی بیماری اس کے گذشتہ گناہوں کے لئے تو کفارہ بن جاتی ہے اور آئندہ اس کے لئے نصیحت کا باعث بن جاتی ہے لیکن جب منافق بیمار پڑتا اور شفایاب ہوتا ہے تو وہ اس اونٹ کی طرح ہوتا ہے جس کو اس کے مالک نے باندھا اور پھر کھول دیا مگر نہ وہ یہ سمجھا کہ کیوں تو اس کو باندھا اور کیوں کھولا تھا۔ حاضرین مجلس میں ایک شخص بولا میں تو

(۸۴۷) منافق ذلیل کی مثال اس بکری سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی جو نر کی تلاش میں بکھری بکھری پھرتی ہے اسی طرح یہ مادہ صفت بزدل جماعت کبھی اپنے نفع کی خاطر مسلمانوں میں اور کبھی کافروں میں مارے مارے پھرتے ہیں ان کا سارا نقطۂ نظر صرف دنیا کا مال اور جان کی حفاظت ہے یہ مرد عمل کی طرح مقابلہ کی ہمت نہیں رکھتے اور عورتوں کی طرح دوسروں کی آغوش میں عافیت کے متلاشی رہتے ہیں۔ اس مرض سے نفرت پیدا کرنے کیلئے اس سے زیادہ مؤثر تشبیہ اور کیا ہوگی۔

(۸۴۸) اس حدیث کا مضمون بھی تقریباً وہی ہے جو اس باب کی پہلی حدیث کعب بن مالک کا تھا اس میں یہی سمجھایا گیا تھا کہ منافق کو دنیوی مصائب کی آنچ بھی نہیں لگتی۔ باطنی اسباب کے علاوہ یہاں کچھ ظاہری اسباب بھی اس کے جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ شرعی قیودات اور آخرت کا غم مومن کے لئے ایسا بار بن جاتے ہیں جو اس کو ابھرنے نہیں دیتے۔ منافق ان تمام غموں سے آزاد ہوتا ہے اس لئے اول تو بیمار ہی کم پڑتا ہے اور اگر پڑتا ہے تو عبرت پذیری کی اس میں کوئی ندح نہیں ہوتی۔

یہاں اس شخص نے بڑی گستاخی کی کہ ایسے نازک مرحلہ پر جبکہ آپ کی محفل میں مومن و منافق کے امتیازات بیان ہو رہے تھے اپنے نفس میں خود منافقین کی صفت بیان کردی مگر لسانِ نبوت سے پھر بھی یہ ارشاد نہیں ہوا کہ جا تو منافق ہے

Marfat.com

قَطُّ فَقَالَ قُمْ عَنَّا فَلَسْتَ مِنَّا۔ (رواہ ابوداؤد)

(۸۴۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُنْتَزِعَاتُ وَالْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ۔ (رواہ النسائی)

(۸۵۰) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ وَعَمَلُ الْمُنَافِقِ خَیْرٌ مِّنْ نِّیَّتِهٖ وَکُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی نِیَّتِهٖ فَاِذَا عَمِلَ الْمُؤْمِنُ عَمَلًا ثَارَ فِیْ قَلْبِهٖ نُوْرٌ
(رواہ فی الحلیہ)

یہ بھی نہیں جانتا کہ بیماری ہے کیا چیز، خدا کی قسم میں تو کبھی بیمار نہیں پڑا۔ اس پر آپ نے فرمایا جا تو ہم میں سے نہیں (ابوداؤد)

(۸۴۹) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورتیں اپنے نفسوں کو اپنے شوہروں سے خلع کر کر کے علیحدہ کر لیتی ہیں یہ بھی منافق ہیں۔ (نسائی)

(۸۵۰) سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر رہتی ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے زیادہ خوشنما نظر آتا ہے اور ہر شخص کا عمل اس کی نیت کے تابع رہتا ہے۔ جب مومن کوئی عمل کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے قلب میں ایک نور چمک اٹھتا ہے (منافق کی نیت چونکہ اچھی نہیں ہوتی اس لئے اس کا عمل بے نور ہوتا ہے) (حلیہ)

صرف اپنی غلطی کی وجہ سے اتنا مزدور ہوا کہ اس محفل میں شمار نہ ہو سکا اب اگر یہ شخص کوئی منافق ہی تھا جب تو بات ظاہر ہے ورنہ پھر بھی بڑی محرومی رہی۔

(۸۴۹) جو عورتیں نکاح کے بعد بے وجہ خلع کرنے پر تیار رہتی ہیں ان کا ظاہر و باطن بھی یکساں نہیں ہوتا۔ اگر وہ دل میں رضامند ہوتیں تو اب خلع کیوں کرتیں۔ یہی خصلت منافق کی ہے یہاں اس عمل کی مذمت ذہن نشین کرنے کے لئے مختلعات کو منافقات کا لقب دیدیا گیا ہے۔ مالک علی الاطلاق کے ساتھ فریب کرنے والا بھی منافق ہوتا ہے اور جو اپنے شوہر کے ساتھ یہ چال چلے وہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہے۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ شوہر کو شریعت میں کچھ مالکانہ حقوق دیئے گئے ہیں اب بھی عوام میں شوہر کو مالک سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی تناسب سے شوہر کی حق ناشناسی کو حدیثوں میں کفر سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اصل یہ ہے۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

(۸۵۰) حدیث مذکور سند کے لحاظ سے گو کوئی بڑا پایہ نہ رکھتی ہو مگر بلحاظ مضمون بہت جزیل ہے اور اس کے ہم معنی اعلیٰ درجہ کی اور حدیثیں بھی ملتی ہیں معتبر علما نے بھی اس کی شرح میں کافی دلچسپی لی ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ انسان کی عبادات و طاعات کا تمام کارخانہ اس کے دو عملوں سے مل کر بنتا ہے۔ عملِ جوارح اور نیت۔ یہ دونوں اس کے عمل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ نیت قلب کا عمل ہے اور ظاہری عمل اعضاء ظاہری کا۔ اس کے یہ دونوں عمل اپنی اپنی حد پر موجب اجر ہوتے ہیں اس لئے دونوں ہی بہتر شمار ہوں گے۔ لیکن اگر سوال ان دونوں میں افضل کے متعلق ہو تو حدیث کا فیصلہ یہ ہے کہ نیت اس کے عملِ جوارح سے بہتر رہے گی اس کی وجہ یہ ہے کہ عبادت کا

Marfat.com

علامات النفاق

(۸۵۱) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلْمُنَافِقِیْنَ عَلَامَاتٍ یُعْرَفُوْنَ بِھَا تَحِیَّتُھُمْ لَعْنَۃٌ وَطَعَامُھُمْ نُھْبَۃٌ وَغَنِیْمَتُھُمْ غُلُوْلٌ وَلَا یَقْرَبُوْنَ الْمَسَاجِدَ اِلَّا

نفاق کی نشانیاں

(۸۵۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی چند علامتیں ہیں جن کے ذریعہ سے وہ شناخت کئے جاسکتے ہیں۔ سلام کی بجائے ان کی زبانوں پر لعنت کا لفظ رہتا ہے۔ لوٹ کا مال ان کی خوراک ہوتی ہے، خیانت کا مال ان کا مالِ غنیمت ہوتا ہے، مسجدوں کے قریب نہیں آتے بجز بیہودہ

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) جو اصل مقصد ہے اس میں جتنی تاثیر نیت کی ہوتی ہے اتنی ظاہری عمل کی نہیں ہوتی مثلاً نماز کا اصل مقصد اپنے رب کے سامنے تواضع اور اظہارِ عجز و نیاز ہے ظاہری ارکان اس کیلئے صرف ایک وسیلہ ہیں اللہ تعالیٰ نے قلب و جوارح میں ایسا محکم علاقہ رکھا ہے کہ جب قلب پر کوئی خوف یا صدمہ آپڑتا ہے تو ظاہری اعضاء بھی فوراً لرزنے لگتے ہیں اسی طرح جب کسی یتیم و بیکس کے سر پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے تو فوراً قلب میں رقت و نرمی کا اثر پیدا ہونے لگتا ہے۔ رکوع و سجود کا مقصد بھی صرف ان اعضاء کو جھکانا یا زمین پر رکھنا نہیں بلکہ قلب میں خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا کرنی ہے پس اگر کوئی شخص دنیوی تفکرات میں گرفتار ہو کر سجدہ میں جا پڑتا ہے اور اپنا مقصد پیش نظر نہیں رکھتا تو ظاہر ہے کہ اس عمل سے اس کے قلب میں تواضع و نیاز کا کوئی اثر پیدا نہیں ہو سکتا پھر جب اس کا کوئی نفع نہ ہوا تو کیا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ یہ عبادت ہی باطل ہے کیونکہ اس کا کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہوگئے اور اگر کہیں اس نے کسی کی نمائش و ریا کی نیت کرلی تو اب معاملہ اور سخت ہو جاتا ہے اور بجائے بطلان کے وہ عملِ خیر معصیت کی صورت اختیار کرلیتا ہے اس سے ثابت ہوگیا کہ مومن کے عمل سے اس کی نیت کا مرتبہ بلند ہے کیونکہ عملِ خیر کی خیریت بھی نیت کی خیریت پر موقوف ہے۔ (احیاء العلوم ج ۴ ص ۳۶۲)

امام غزالیؒ کی اس شرح سے حدیث کے دوسرے جملہ کی شرح خود بخود روشن ہو جاتی ہے یعنی منافق انسان جو عملِ خیر بھی کرتا ہے اس کی روح بس اتنی ہی ہوتی ہے جو ظاہر میں نظر آرہی ہے لیکن اس کا عملِ باطن یعنی نیت وہ بالکل بے روح ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے اس عمل کا اس پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف مومن کے عمل سے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے جیسا کہ ابھی امام غزالی کے کلام سے معلوم ہوا۔

(۸۵۱) معلوم رہے کہ بعض منافقین کے کافر ہونے کے باوجود حدیثوں میں جب ان کی علامات ذکر کی گئی ہیں تو وہ صرف چند معاصی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ منافق کی ظاہری سطح ہمیشہ مسلمانوں ہی کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ اگر اس کا کفر بالکل عریاں ہو جائے تو اس کو منافق ہی کیوں کہا جائے اس لئے اس کی علامات بھی از قسم معاصی ہی ہو سکتی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ یہ معاصی مسلمان سے تو اتفاقاً سرزد ہوتے ہیں اور منافق کی سرشت میں داخل ہوتے ہیں۔ ان معاصی کا خلاصہ۔ بداخلاقی، مطلب پرستی، خیانت، اور دین سے بیزاری ہے جب انسانی اخلاق بگڑ جاتے ہیں تو اس کی زبان گندی اور اس کی حرکات خفیف ہو جاتی ہیں

Marfat.com

هُجْرًا وَلَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا دُبُرًا مُسْتَكْبِرِيْنَ لَا يَأْلَفُوْنَ وَلَا يُؤْلَفُوْنَ خُشُبٌ بِاللَّيْلِ صُخُبٌ بِالنَّهَارِ ۔ (رواہ احمد واخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر سورۃ المنافقین)

بکواس کرتے ہوئے، اور نمازوں میں شریک نہیں ہوتے مگر سب سے آخر میں۔ اتراتے ہوئے، نہ خود کسی سے الفت رکھتے ہیں۔ نہ ان سے کوئی الفت رکھتا ہے، شب میں شہتیر کی طرح بستروں پر پڑے رہتے ہیں اور دن میں شور مچاتے پھرتے ہیں (احمد)

جب اس میں امانت کا مضمون نہیں رہتا تو لوٹ کا مال اس کو مالِ طیب نظر آنے لگتا ہے اور خیانت کرنا اس کی نظر میں مالِ غنیمت کی طرح محبوب بن جاتا ہے جب اس میں مطلب پرستی کی خصلت سرایت کر جاتی ہے تو اس کے پیش نظر بجز اپنے مطلب کے اور کچھ نہیں رہتا۔ اس کے دل میں کسی سے الفت نہیں رہتی اور اس لئے دوسرے لوگوں کے قلوب سے بھی اس کی الفت نکل جاتی ہے۔ خود غرض انسانوں کا ہمیشہ یہی حشر ہوتا ہے اور جب قلب میں دین سے بیزاری پیدا ہو جاتی ہے تو نماز میں چستی باقی نہیں رہ سکتی۔ منافقین کی معاشی اور معادی زندگی کا یہ اتنا سچا نقشہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا اس سے زیادہ نقشہ کھینچنا چاہے تو نہیں کھینچ سکتا۔ ان میں سے ایک ایک عمل تقاضائے ایمانی کے برخلاف ہے۔ ایمان امن اور امانت سے مشتق ہے وہ خیانت، خود غرضی اور ایذا رسانی کو برداشت نہیں کرتا۔ رہا نماز کا معاملہ وہ تو اس کا ایسا عمل ہے کہ قرآن کریم میں اس کو ٹھیک ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اس میں سستی بھلا مومن سے کیسے ممکن ہے لیکن جس طرح خارجی اسباب کی بنا پر کبھی کبھی ایک مومن سے بھی کفر کے اعمال سرزد ہو جاتے ہیں اسی طرح کبھی کبھی اس سے نفاق کے اعمال بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ ایسا مسلمان جو اپنی عملی زندگی میں کھلے منافق سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا حدیث کے الفاظ میں منافق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور جبکہ اس کا نقشۂ عمل ٹھیک منافقوں کی طرح ہو۔ تو وہ اسی کا مستحق ہے لیکن باطنی تصدیق رکھتا ہے اس لئے بلحاظ احکام اس کو اس منافق کی برابر بھی نہیں رکھا جا سکتا جس کا باطن تصدیق سے خالی ہے اس لئے فقہی تعبیرات یہاں مختلف ہو گئی ہیں۔ کسی نے اس کا نام نفاقِ عمل رکھا اور کسی نے اس کو نفاقِ اصغر کہہ دیا ہے۔

یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ کسی کلام کا مفہوم سمجھنے کیلئے اس کے ماحول کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسلئے ان احادیث کو بھی اسی ماحول میں پڑھئے جبکہ ایک طرف منافقین کی جماعت تھی جو ان مذموم خصائل میں ازسرتاپا غرق تھی۔ دوسری طرف مسلمانوں کی وہ جماعت تھی جو ان کو انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ نومسلم یا غیر صحبت یافتہ جماعت زیر بحث آ ہی نہیں سکتی یہ طبقہ کچھ عرصہ بعد یا تو مہذب و مرتب ہو کر قدیم العہد مسلمانوں کی طرح بن چکا تھا اگر اسلام ان کے حلقوم کے نیچے نہیں اترا تو وہ اپنا راستہ اختیار کر چکا تھا بہرحال مسلمانوں کا وہ گروہ جس کو اسلامی جماعت کہا جاتا تھا ان زشت اعمال سے اسی درجہ بیزار تھا جتنا کہ ان کو ہونا چاہئے ان حالات میں ان احادیث میں کسی بحث کی ضرورت ہی نہ تھی لیکن ہمارے دورِ انحطاط میں جب ایک قدیم العہد مسلمان میں بھی یہ خصائل موجود نظر آنے لگے تو لا محالہ یہ معاملہ قابل بحث بن گیا اور نفاقِ اصلی اور عملی کی تقسیم کرنی پڑی۔ اس سے غرض یہ نہیں کہ یہ تقسیم پہلے موجود نہ تھی بلکہ یہ مقصد ہے کہ سلف کی نظروں میں عملی نفاق بھی اصلی نفاق کی برابر نظر آتا تھا اس لئے وہ اس تقسیم کے قائل نہ تھے وہ اسلام کے خلاف اعمال میں ایسی تاویلات سوچنا ہی پسند نہیں کرتے تھے جن کی بنا پر ان اعمال کی اسلام میں کوئی گنجائش نکل سکے۔ ان کے نزدیک اسلام کے ساتھ بس اسی کے اجزاء ہونے چاہئیں اگر کفر و نفاق کی کوئی خصلت وہ کسی مسلمان میں دیکھ لیتے تو یہ ان کے نزدیک ایک غیر معقول صورت تھی اور

Marfat.com

(٨٥٢) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا
حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ (رواہ البخاری)

(٨٥٣) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ

---

(۸۵۲) ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (بخاری شریف)

(۸۵۳) عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ چاروں

(بقیہ از صفحہ گزشتہ) حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک مسلمان میں وہی اعمال نظر آنے چاہئیں جن کا اسلام تقاضا کرتا ہو اس لئے اس دور میں ایمان اور کفر و نفاق میں کوئی تقسیم نہیں تھی وہ اسلام کے مجموعۂ اعمال کو اسلام سمجھتے تھے اور کفر و نفاق کی ایک ایک خصلت سے انتہا درجہ بیزار تھے تقسیمیں اور تاویلیں کرنا ان کے بلند مذاق کے خلاف چیزیں تھیں۔ اس قسم کی حدیثوں کا اصل منشا یہ تنبیہ کرنی ہے کہ مسلمان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ وہ اپنی زبان سے تو اسلام و ایمان کا دعویٰ کرتا رہے اور اس میں کھلے ہوئے منافق کی علامتیں پائی جائیں۔ اس کے لئے لازم ہے کہ وہ نفاق کی ایک ایک خصلت سے بیزار ہو اگر وہ اسلام کا مدعی ہے تو اپنے ظاہر و باطن میں پوری یک رنگی پیدا کرے اور اپنے نقشۂ عمل کو اتنا بدنما ہونے سے بچائے جسے دیکھ کر یہ حکم لگانا درست ہو کہ یہ ٹھیک ایک منافق کا نقشۂ عمل ہے۔

(۸۵۳) حافظ ابن رجب حنبلی تحریر فرماتے ہیں کہ نفاقِ عملی اگرچہ صرف انسان کے ظاہر و باطن کے اختلاف کا نام ہے جس کی بہت شکلیں نکل سکتی ہیں مگر ان کے اصول صرف پانچ ہیں۔ (۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) امانت میں خیانت۔ (۳) وعدہ خلافی (۴) غصہ میں آکر بے قابو ہو جانا۔ (۵) عہد کر کے غدر کرنا۔ (جامع العلوم)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین نے یہ تمام چالیں جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ بھی چلیں تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قیامت تک کیلئے ان کے قلوب میں نفاق کا روگ پیدا ہو گیا۔ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ پس اس بات کا یہ نتیجہ نکلا کہ ان کے دلوں میں نفاق کا روگ اس وقت تک کے لئے بیٹھ گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملیں (یعنی اب دور ہونے والا نہیں) اور یہ اس لئے کہ انھوں نے جو اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا اسے جان بوجھ کر پورا نہیں کیا اور اس لئے بھی کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔

آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ وعدہ خلافی اور دروغگوئی کا ثمرہ نفاق ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان جرائم میں زیادہ شدت اس لئے پیدا ہو گئی تھی کہ انھوں نے خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی ان کا ارتکاب جائز رکھا بلکہ اپنی عادت بنا لیا اسی طرح ان کی بقیہ بداطواریاں بھی خدا اور رسول کے ساتھ رہیں جیسا کہ سورۂ براءۃ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ اس سے یہ بات بھی خوب روشن ہو گئی کہ یہ جرم جن کی اہمیت بظاہر اتنی نہ ہونی چاہئے تھی اتنی اہم کیوں بن گئیں۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفاق کی حقیقت دھوکا دہی اور فریب کاری اور ظاہر و باطن کا اختلاف ہے ان خصائل میں سے ہر ایک خصلت میں یہ دونوں باتیں موجود ہیں پس

Marfat.com

كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا إِذَا

باتیں جمع ہو جائیں وہ تو پورا منافق ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں نفاق کی ایک

اگر کسی شخص میں یہ ساری کی ساری خصلتیں بیک وقت جمع ہو جائیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ پورا پورا منافق ہوگا۔

ہم پہلے تنبیہ کر آئے ہیں کہ حدیث و قرآن میں بہت سے مقامات پر کفر لغت کے ہم معنی مستعمل ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہئے اسی طرح نفاق بھی حدیثوں میں لغت کے مترادف مستعمل ہے۔ نفاق اصلی ہو یا نفاق علی حقیقت لغویۃ دونوں قسموں میں پوری پوری طرح ملحوظ ہے۔ اصلی منافقین کی فریب کاری کا پردہ تو خود قرآن کریم ہی نے چاک کر دیا ہے اور بہت سی آیتوں میں ان کے نفاق کی حقیقت بلفظ خداع (فریب) ہی ادا فرمائی ہے۔ رہ گئے وہ منافقین جنھوں نے خدائے تعالیٰ کو تو دھوکا دینے کا قصد نہیں کیا مگر اس کی مخلوق کو فریب دینے کا ارادہ کیا ہے ان کو حدیث نے لے لیا ہے نفاق کی یہ خطرناک قسم ہمیشہ رہی اور ہمیشہ رہے گی اس کے بعد عہد نبوۃ کے منافقین کی کچھ علامات ملاحظہ فرمائیے۔ بعض وہ علامات جو سورۂ برات میں ذکر کی گئیں۔

(۱) وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ — قسمیں کھا کر کہیں گے اگر ہم مقدور رکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ (جنگ کے لئے) نکلتے (یہ قسمیں کھا کر) اپنے کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ قطعاً جھوٹے ہیں۔

(۲) إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ — تجھ سے اجازت طلب کرنے والے تو وہی ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اپنے شک میں پڑے تردد کر رہے ہیں۔

(۳) لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ — اگر یہ تم مسلمانوں میں (گھل مل) نکلتے تو تمہارے اندر سوائے خرابی کے کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمہارے درمیان فتنہ انگیزی کے گھوڑے دوڑاتے (کہ ادھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی اِدھر لگاتے)۔

(۴) إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ — اگر تمہیں کوئی اچھی بات پیش آجائے تو ان منافقین کو بری لگے اور اگر کوئی مصیبت پیش آجائے تو کہنے لگیں اسی خیال سے ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدابیر کر لی تھیں اور پھر گردن موڑ کر خوش خوش چلدیں۔

(۵) وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ — اور ان کا خرچ کیا ہوا مال قبول نہیں کیا گیا مگر صرف اس لئے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے انکار کیا اور نہیں آتے نماز میں مگر کاہلی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ۔

(۶) لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ — اگر انھیں پناہ کی کوئی جگہ مل جائے یا کوئی غار یا اور کوئی چھپ بیٹھنے کا کوئی سوراخ تو سدھ ڈگر اسی کا رخ کریں۔

(۷) وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ — اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ مال زکوٰۃ بانٹنے میں تجھ پر عیب لگاتے ہیں۔ پر خود ان کی (دل بستگی) کی حالت یہ ہے کہ اگر انھیں اس میں سے کچھ دیدیا جائے تو خوش ہو جائیں نہ دیا جائیں تو بس بگڑ بیٹھیں۔

( ) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ — اگر تم ان سے پوچھو (ایسی کفر کی باتیں کیوں کرتے ہو) تو ضرور جواب

Marfat.com

اُؤْتُمِنَ خَانَ وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔ (متفق علیہ)

خصلت پیدا ہو گئی یہاں تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے، جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب جھگڑا کرے تو بے قابو ہو جائے۔ (متفق علیہ)

وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ

میں کہیں ہم نے تفریح اور مذاق کے طور پہ بات کہی تھی۔ تم ان سے کہو کیا تم اللہ کے ساتھ، اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے تھے۔

(۹) اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب باہم ایک ہیں۔ برائی کرنے کا اور اچھی باتوں سے روکنے کا حکم دیتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہیں۔

(۱۰) وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّا اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔

اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنا فضل (مال و دولت) عطا فرما دے تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ضرور نیکوں میں شامل ہونے کی سعی کریں گے پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا فضل (مال) عطا فرمایا تو اس میں کنجوسی کرنے لگے اور اپنے عہد سے پھر گئے۔

(۱۱) اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ

اور منافق جو لوگ خوشدلی سے خیرات کرنیوالے مومنوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور جن مومنوں کو اپنی محنت مشقت کی کمائی کے سوا اور کچھ میسر نہیں ان پر تمسخر کرتے ہیں۔

آیاتِ بالا سے جو نمبر وار نتائج برآمد ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

۱ و ۲ ۔ جہاد کے موقعہ پر جھوٹی قسمیں کھا کر جان بچا لینا۔

۳ ۔ اور اگر شریک ہوں تو ان میں فتنہ پردازی کی فکر رکھنا۔

۴ ۔ مسلمانوں کی خوشی میں ناخوش ہونا اور ان کی ناخوشی میں خوش ہونا۔

۵ ۔ نمازوں میں کاہلی سے شریک ہونا اور جب خرچ کرنا تو بے دلی سے مجبور ہو کر۔

۶ ۔ اپنی اس دو رخی پالیسی کی وجہ سے ہر وقت ڈرے سہمے رہنا اور اس تردد میں پڑے رہنا کہ فتح و نصرت کے جو وعدے مسلمانوں سے کئے گئے ہیں کہیں وہ پورے ہی نہ ہو جائیں جیسا کہ ۶ آیت سے ظاہر ہے۔

۷ و ۱۱ ۔ مسلمانوں اور خدا کے رسول پر نکتہ چینی کرنا پھر غرض کے ایسے بندے کہ ان کی خوشی و ناخوشی کا مدار صرف متاع دنیوی ہونا۔

۸ ۔ خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء اور جب تحقیق کی جائے تو مذاق و تفریح کا بہانہ بنا دینا۔

۹ ۔ ان کا اصل رشتۂ تعلق منافقوں کے ساتھ ہونا امر بالمعروف کے بجائے بری باتوں کا حکم دینا اور بھلی باتوں سے روکنا۔

۱۰ ۔ خدا کے ساتھ عہد کر کے توڑ دینا۔

جب آپ ان خصائل پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ٹھیک وہی خصائل ہیں جو مسند امام احمد اور متفق علیہ حدیث میں پہلے آپ کی نظر سے گذر چکے ہیں۔ وہی دروغ گوئی، وہی وعدہ خلافی، وہی خود غرضی، وہی بد اخلاقی اور وہی خیانت کی باتیں جو آپ نے حدیثوں میں پڑھیں۔ ان آیات میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہ بری خصلتیں اگر صرف انسانوں ہی کے درمیان ہوں تو کیا کم ہیں۔ چہ جائے کہ بندہ اور اس کے مولیٰ کے درمیان ہوں وہ جھوٹی قسمیں کھائے، وہ خدا تعالیٰ سے

Marfat.com

الکذب

(۸۵۴) عَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ وَيْلٌ لَهُ (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی)

(۸۵۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيلًا مِنْ نَتْنِ مَا جَاءَ بِهِ (رواہ الترمذی)

دروغ گوئی

(۸۵۴) بہز بن حکیم اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس شخص پر افسوس صد افسوس جو صرف اتنی بات کے لئے جھوٹ بولتا ہے کہ لوگوں کو خوش کردے اور ان کو ذرا ہنسادے۔ (احمد۔ ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی)

(۸۵۵) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو خدا کا فرشتہ اس کلمہ کی بدبو سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ (ترمذی)

(بقیہ از صفحہ گذشتہ) وعدے کرے کہ اگر تو مجھ کو غنی کردے تو میں تیری راہ میں سخاوت سے خرچ کروں پھر اس وعدہ کو پورا نہ کرے اس درجہ خود غرض ہوجائے کہ صرف مال اس کی خوشی ناخوشی کا محور بن جائے عام مسلمانوں کی خوشی وناخوشی سے کوئی واسطہ ہی نہ رہے اخلاق کی بدتری کی یہ نوبت آجائے کہ خدا کے مقدس رسول اور اس کی مخصوص جماعت پر نکتہ چینی اور ان پر استہزاء و مذاق کی عادت پڑجائے عبادات بدنیہ و مالیہ سے اتنی بے التفاتی کہ نہ ادا ہوسکیں نہ وہ، مکروفریب کا یہ عالم کہ ہر قربانی کے موقعہ پر جان چھڑانے کیلئے بہانہ بنالے اور اگر بیچارے جھوٹے تو پھر مسلمانوں کو جاکر طرح طرح بہکانا۔ منافقین کے یہ تمام خصائل خدا اور رسول اور عامۂ مومنین کی اخروی زندگی میں اس طرح پھیلے رہے کہ پھر ان میں سے ایک ایک خصلت نفاق کی ایک ایک علامت بن گئی۔ یہاں یہ تفصیلات کیا کی جاسکتی تھیں کہ کس کا تعلق براہ راست خدا تعالیٰ کے ساتھ اور کس کا مخلوق کے ساتھ ہے یہ تو صرف نیت اور باطن کی بات تھی اس لئے صرف خصائل کو نفاق کی علامت قرار دیدیا گیا اور جس میں یہ سب خصلتیں جمع ہوجائیں اس کو تنبیہ کردی گئی کہ اب اس کا نقشۂ زندگی ٹھیک ٹھیک منافق کی برابر ہوگیا ہے اگر وہ مدعی ایمان ہے تو یہ نقشہ اس کیلئے مناسب نہیں۔

(۸۵۴) امراء اور بڑے لوگوں کے دربار وں میں کچھ لوگ ظریف بھی مقرر ہوا کرتے تھے جن کے سپرد صرف یہی خدمت ہوتی تھی کہ وہ جھوٹ یا سچ بول کر ان کی محفل کو گرم کیا کریں۔ اسلام نے اس کو صرف ایک کذب ہی کا مرتبہ نہیں دیا بلکہ انسانیت اور اخلاق سے گری ہوئی بات قرار دی ہے کہ ایک انسان صرف اپنے جیسے انسان کی خاطر ایسی خفیف حرکات پر آمادہ ہوجائے۔

(۸۵۵) تلخی اور شیرینی کی طرح خوشبو اور بدبو بھی روحانیات کے عالم میں محسوسات میں سے ہیں ان کو مجاز اور استعارات پر حمل نہ کرنا چاہئے بلکہ ہمت بلند کرکے وہ قدم اٹھانا چاہئے جہاں حاسۂ شامہ کو وہ قوت میسر آجائے کہ صدق و کذب بھی خوشبو اور بدبو بھی عام خوشبو اور بدبو کی طرح محسوس ہونے لگے۔

Marfat.com

(۸۵۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ دَعَتْنِيْ أُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَا تَعَالَ أُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيْهِ قَالَتْ أَرَدْتُ أَنْ أُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ۔ (رواه ابوداؤد والبیھقی فی شعب الایمان قال ابن رجب الحنبلی وفی اسناده من لا یعرف نعم ذکره الزهری عن ابی هریرة من قوله۔

(۸۵۷) عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَرَأَ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ (رواه ابوداؤد وابن ماجه ورواه احمد والترمذی عن ایمن بن خریم الا ان ابن ماجه لم یذکر القراءة)

---

(۸۵۶) عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں رونق افروز تھے میری والدہ نے کہا ادھر آئیں تجھے کچھ دوں گی۔ آپ نے پوچھا تم نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے وہ بولیں میں نے ایک کھجور دینے کا ارادہ کیا ہے آپ نے فرمایا اگر کہیں تم نے یہ ارادہ نہ کیا ہوتا تو اتنی سی خلاف واقع بات بھی تمہارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھدی جاتی۔ (ابوداؤد، بیہقی)

(۸۵۷) خریم بن فاتک بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز ادا فرمائی جب فارغ ہو چکے تو کھڑے ہو کر فرمایا (آج) جھوٹی شہادت شرک کے برابر کر دی گئی۔ تین بار فرمایا۔ اس کے بعد قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ۔ بتوں کی نجاست سے بچو اور جھوٹی شہادت سے بھی اجتناب کرو۔ (احمد، ترمذی)

---

(۸۵۶) اسلام کی پاکیزگی اور نزاہت ان جیسے روزمرہ اور چھوٹے چھوٹے معاملات کے ضمن میں دیکھنی چاہئے جہاں صدق و کذب کا وہم و گمان بھی نہیں گذرتا۔ اسلام وہاں بھی زبان پر اپنا محاسبہ قائم کرتا ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قسم کے مواقع پر توریہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ بے محل توریہ کرنا بھی ایک قسم کا فریب اور جھوٹ ہے۔

(۸۵۷) قرآن کی آیت بالا میں شرک اور بت پرستی کے ساتھ ہی جھوٹی شہادت سے ممانعت فرمائی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرعی نظر میں ان تینوں کے مابین کوئی اندرونی تناسب ہے۔ قرآن کریم جب ایک سیاق میں چند امور کو ذکر کرتا ہے تو وہ ضرور کسی تناسب کی بنا پر ہی ذکر کرتا ہے گویا شہادتِ زور ایسی چیز ہے جس کو اسلام سے کوئی تناسب نہیں اگر ہے تو شرک سے ہے۔

Marfat.com

(۸۵۸) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْلِفُ اَحَدٌ عِنْدَ مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى يَمِيْنٍ اٰثِمَةٍ وَعَلٰى سِوَاكٍ اَخْضَرَ اِلَّا تَبَوَّأَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ۔ (رواه مالک و ابوداؤد و ابن ماجہ)

(۸۵۹) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ خُلُقٌ اَبْغَضَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْكِذْبِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يَكْذِبُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِذْبَةَ فَمَا يَزَالُ فِيْ نَفْسِهٖ عَلَيْهِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَنَّهٗ قَدْ اَحْدَثَ بِهَا تَوْبَةً۔ (رواہ احمد)

(۸۶۰) عَنْ صَفْوَانَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْذِبُ اِمْرَأَتِيْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا خَيْرَ فِي الْكِذْبِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَعِدُهَا وَاَقُوْلُ لَهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكَ۔ (رواہ مالک)

---

(۸۵۸) جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میرے منبر کے پاس آکر جھوٹی قسم کھائے اگرچہ وہ ایک سبز مسواک کے معاملہ میں ہو اس نے اپنا ٹھکانا دوزخ میں کرلیا یا اس کے لئے دوزخ کا عذاب واجب ہوگیا (راوی کو شک ہے)۔ (مالک۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

(۸۵۹) حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جھوٹ سے زیادہ اور کوئی عادت قابل نفرت نہ تھی کوئی شخص آپ کے سامنے جھوٹ بولتا جب تک وہ اس سے توبہ نہ کرلیتا آپ کے قلب مبارک میں اس کی طرف سے ناگواری کا اثر برابر محسوس ہوا کرتا۔ (احمد)

(۸۶۰) صفوان سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا میں اپنی بی بی سے جھوٹ بول سکتا ہوں؟ فرمایا جھوٹ میں تو کوئی بھلائی نہیں، اس نے عرض کیا اچھا تو پھر اس سے وعدہ کرلوں۔ آپ نے فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (احمد)

---

(۸۵۸) غرض یہ ہے کہ جھوٹ کی انواع جتنی سخت ہوتی جائیں گی اس کا عذاب بھی اتنا ہی سخت ہوتا چلا جائیگا جھوٹی شہادت اور جھوٹی قسم سے جہاں ایک گناہ کبیرہ لازم آتا ہے اسی کے ساتھ نظام عالم بھی برباد ہوتا ہے گناہ کا تعلق انسان کی ذات سے ہے اور نظام کی تباہی کا سب انسانوں سے۔ شریعت میں حقوق العباد کو حقوق اللہ پر اس لئے جا بجا اہمیت دی گئی ہے کہ حقوق العباد محتاج انسانوں کے حق ہیں اور حقوق اللہ ایک بے نیاز کا۔

(۸۶۰) زن و شوہر کے تعلقات کو شریعت میں بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اگر بی بی کی رضامندی کے لئے شوہر کوئی تسلی آمیز کلمہ بھی زبان سے نکالدے تو خاص اس موقعہ کے لئے اس کو وسعت دی گئی ہے صدق کی بحث میں آپ اس کی تفصیلات پڑھ چکے ہیں۔

Marfat.com

(۸۶۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَهُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَهٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَهٗ فِیْ وَسَطِ الْجَنَّةِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهٗ بُنِیَ لَهٗ فِیْ اَعْلَاهَا۔ (رواہ الترمذی)

(۸۶۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا۔ (رواہ البخاری)

(۸۶۱) انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا حالانکہ وہ بری اور بیکار بات ہے اس کا صحن جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا حالانکہ وہ حق پر تھا اس کے لئے وسطِ جنت میں مکان بنے گا۔ اور جس نے اپنے اخلاق درست کرلئے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ طبقہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (ترمذی)

(۸۶۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو خبردار بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی ایک بدترین جھوٹ ہے اور لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی فکر میں نہ رہو، دھوکا بازی مت کرو۔ باہم ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، غصہ کے ساتھ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب اللہ کے بندے بھائی بھائی کی طرح بن جاؤ۔ (بخاری شریف)

(۸۶۱) جھوٹ بولنا اور جھگڑا کرنا دونوں نفاق کی خصلتیں ہیں جس میں جھگڑا کرنا جھوٹ سے زیادہ سخت ہے جھوٹ باطل ہوکر چھوڑنے کی چیز ہے اور جھگڑنا سچے معاملہ میں بھی پسندیدہ نہیں۔ عدالتی چارہ جوئی جدا چیز ہے جس کو عرف میں جھگڑا کہتے ہیں وہ سچے معاملات میں بھی اعلیٰ اخلاق سے گری ہوئی بات ہے اسی لئے فرمایا کہ جس نے اپنے اخلاق سنوار لئے اس نے تو جنت کے اعلیٰ طبقہ کا سامان کرلیا۔

(۸۶۲) اس حدیث میں یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ ایک مومن کی صدق و صفا کی منزل صرف اس کے نطق پر جاکر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اس سے گذر کر اس کے ظنون اور خیالات تک بھی پہنچتی ہے یعنی خلاف واقع بات منہ سے نکالنا اور کسی کے متعلق واقع کے خلاف بدگمانی کرنا دونوں جھوٹ ہیں اور دونوں میں بڑھکر جھوٹ یہ دوسرا جھوٹ ہے۔ کسی سوسائٹی کا سب سے بڑا عیب یہ ہوتا ہے کہ اس میں باہم ایک دوسرے کے عیوب کی چھان بین کی جائے اس عادت بد سے باہم منافرت پھیلتی ہے اور نفسیاتی لحاظ سے جو عیب پہلے نہ تھے ان کے بھی جراثیم پیدا ہونے لگتے ہیں اس کے برخلاف حسن ظن سے انس و محبت کی فضا پیدا ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے نفس میں شرافت و کرم کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ پھر مسلمانوں کو ہمیں عام حسن ظن کی بنا پر رحمت خداوندی بھی ان کے ساتھ ان کے ظن کے مطابق معاملہ کرتی ہے۔ معاملات کو تا امکان ظاہر کے تابع رکھنا اور بلاوجہ درپے تجسس ہونا اجتماعی حیات کا ایک اہم اصول ہے۔ سورۂ حجرات میں آیۃ ولا تجسسوا میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

(۸۶۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَحَلَّمَ بِحُلْمٍ لَمْ يَرَهُ كُلِّفَ اَنْ يَعْقِدَ بَيْنَ شَعِيرَتَيْنِ وَلَنْ يَفْعَلَ وَمَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى حَدِيثِ قَوْمٍ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ اَوْ يَفِرُّونَ مِنْهُ صُبَّ فِي اُذُنَيْهِ الْاٰنُكُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ صَوَّرَ صُورَةً عُذِّبَ وَكُلِّفَ اَنْ يَنْفُخَ فِيهَا وَلَيْسَ بِنَافِخٍ۔ (رواہ البخاری)

(۸۶۴) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَفْرَى الْفِرٰى اَنْ يُرِيَ عَيْنَيْهِ مَا لَمْ تَرَيَا۔ (رواہ البخاری)

(۸۶۳) ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے جو شخص جھوٹا خواب بنائے (قیامت میں) اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ دو جو کے دانوں میں گرہ لگائے (جیسا اس نے دنیا میں گرہ بندی کی تھی) اور ظاہر ہے کہ یہ ہرگز اس کی قدرت میں نہ ہوگا (اور جو شخص لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنے گا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے بھاگتے ہوں (راوی کو شک ہے) تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا اور جو شخص کسی جاندار کی صورت بنائے، اس سے کہا جائے گا کہ اس میں روح بھی ڈال اور ظاہر ہے کہ وہ روح ڈال نہیں سکے گا (بالآخر اس کو بھی عذاب ہوگا)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بدنما بہتان یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کے متعلق ایسی چیز کا دیکھنا بیان کرے جو انھوں نے نہیں دیکھی یعنی (جھوٹا خواب بنائے)۔ (بخاری شریف)

(۸۶۴) ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ صدق وصفا کا احاطہ صرف حالتِ بیداری تک ختم نہیں ہوتا، بلکہ حالتِ نوم تک بھی پھیلتا ہے۔ اگر کوئی شخص حالتِ خواب کے متعلق بھی کوئی جھوٹا کلمہ کہے تو وہ بھی سخت مجرم ہے بلکہ اس کا جرم دوسرے مجرموں سے زیادہ ہے کیونکہ مؤمن کا خواب نبوت کا چالیسواں جزء ہوتا ہے اور یہ اسے بھی گندہ کرتا ہے۔

غرض اس باب میں کذب کی جتنی صورتیں گذر چکی ہیں ان سب سے احتراز کرنے کے بعد آپ منزلِ صدق کو حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں نفاق کا شعبہ ہیں۔ ان میں سے چھوٹا یا بڑا کوئی بھی شعبہ اگر کسی مومن کے اندر موجود ہے تو اس میں نفاق کا ایک شعبہ موجود ہے وہ مومن صادق نہیں پھر یہ تو کسی کسی کے نصیب ہیں کہ مومن صدیق کی فہرست میں داخل ہو جائے جس کے سردار صدیق اکبر ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔

Marfat.com

الخلف فی الوعد

(۸۶۵) عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا وَعَدَ الرَّجُلُ اَخَاہُ وَمِنْ نِیَّتِہٖ اَنْ یَّفِیَ لَہٗ فَلَمْ یَفِ وَلَمْ یَجِیْٔ لِلْمِیْعَادِ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ (رواہ ابوداؤد والترمذی قال لیس اسنادہ بالقوی ورزین)

(۸۶۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْہُ وَلَا تَعِدْہُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَہٗ۔ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

(۸۶۷) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِی الْحَمْسَاءِ قَالَ بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یُّبْعَثَ وَبَقِیَتْ لَہٗ بَقِیَّۃٌ فَوَعَدْتُہٗ اَنْ اٰتِیَہٗ بِہَا فِیْ مَکَانِہٖ فَنَسِیْتُ فَذَکَرْتُ بَعْدَ ثَلَاثٍ فَاِذَا ھُوَ فِیْ مَکَانِہٖ فَقَالَ لَقَدْ شَقَقْتَ عَلَیَّ اَنَا ھٰہُنَا مُنْذُ ثَلَاثٍ اَنْتَظِرُکَ۔ (رواہ ابوداؤد)

الخصومۃ والجدال

(۸۶۸) عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ خَاصَمَ فِیْ بَاطِلٍ وَھُوَ

وعدہ خلافی

(۸۶۵) زید بن ارقم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب انسان وعدہ کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ اس کو پورا کرے گا مگر اتفاقاً پورا نہ کر سکے اور وقت مقرر پر نہ آسکے تو اب اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (ابوداؤد۔ ترمذی

(۸۶۶) ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی سے جھگڑا بھی نہ کرو اور نہ اس سے زیادہ مذاق کرو اور نہ بے وجہ اس سے وعدہ کرو کہیں پھر وعدہ خلافی کی نوبت آجائے (ترمذی)

(۸۶۷) عبداللہ بن ابی الحماء سے روایت ہے کہ میں نے بعثت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ مجھے آپ کو کچھ دینا رہ گیا تھا اس لئے میں نے وعدہ کیا کہ میں آپ کو اسی مقام پر لاکر دیتا ہوں پھر مجھے یہ بات یاد نہ رہی اور تین دن کے بعد یاد آئی۔ آکر کیا دیکھتا ہوں کہ آپ برابر اسی جگہ موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے بڑی تکلیف دی میں تین دن سے تمہارے انتظار میں یہاں موجود ہوں۔ (ابوداؤد)

لڑائی اور جھگڑا

(۸۶۸) ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر

Marfat.com

يَعْلَمُهُ لَمْ يَزَلْ فِي سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ۔ (رواہ ابوداود)

(۸۶۹) عَنْ عَائِشَةَ تَرْفَعُهُ قَالَ اَبْغَضُ الرِّجَالِ اِلَى اللّٰهِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ۔ (رواہ الشیخان)

(۸۷۰) عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِيْ عُمَرُ هَلْ تَعْرِفُ مَا يَهْدِمُ الْاِسْلَامَ قَالَ قُلْتُ لَا قَالَ يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْاَئِمَّةِ الْمُضِلِّيْنَ۔ (رواہ الدارمی)

اضاعۃ الصلوات

(۸۷۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ۔ (رواہ مسلم)

جو نے معاملہ میں جھگڑا کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے تحت رہتا ہے تاآنکہ اس کو ترک نہ کردے۔ (ابوداود)

(۸۶۹) حضرت عائشہؓ مرفوعاً روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں میں سب سے زیادہ مبغوض وہ شخص ہے جو لیجر قسم کا جھگڑالو ہو۔ (بخاری شریف)

(۸۷۰) زیاد بن حدیر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے پوچھا جانتے ہو اسلام کو ڈھادینے والی چیزیں کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا ایک تو عالم کی لغزش دوم منافق کا کتاب اللہ میں بے بات جھگڑے نکالنا، سوم گمراہ حاکموں کے ظالمانہ اور جاہلانہ فیصلے۔ (دارمی)

نمازوں میں کاہلی اور سستی

(۸۷۱) ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم دیکھتے تھے کہ جماعت سے بس دو ہی شخص پیچھے رہتے تھے یا کھلا ہوا منافق یا مریض اور مریض بھی دو شخصوں کا سہارا لے کر مسجد میں آہی جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت کے راستے بتادیئے ہیں ان میں ایک یہ ہے کہ اس مسجد میں آکر نماز ادا کی جائے جہاں پنجوقتہ اذان دی جاتی ہو۔ (مسلم)

---

(۸۷۰) منافق کی جتنی خصائل بد ہیں ان سب کا رشتہ کہیں نہ کہیں جاکر خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کے ساتھ لگتا ہے۔ یہاں بھی اس کے جدال کا رخ کتاب اللہ کی طرف ہے۔ خصائل نفاق علی جب راسخ ہو جاتے ہیں تو خدا اور رسول کے معاملہ میں بھی ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور آخر اس کا ثمرہ نفاق کی شکل میں نمودار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

(۸۷۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یَجْلِسُ یَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰی اِذَا اصْفَرَّتْ وَکَانَتْ بَیْنَ قَرْنَیِ الشَّیْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ اَرْبَعًا لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا۔ (رواہ مسلم)

(۸۷۳) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا الصُّبْحَ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ اَشَاھِدٌ فُلَانٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ ھَاتَیْنِ الصَّلٰوتَیْنِ اَثْقَلُ الصَّلٰوتِ عَلَی الْمُنَافِقِیْنَ وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِیْھِمَا لَاَتَیْتُمُوْھُمَا وَلَوْ حَبْوًا عَلَی الرُّکَبِ وَاِنَّ الصَّفَّ الْاَوَّلَ عَلٰی مِثْلِ صَفِّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِیْلَتُہٗ لَابْتَدَرْتُمُوْہُ وَاِنَّ صَلٰوۃَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ وَحْدَہٗ وَصَلٰوتَہٗ مَعَ الرَّجُلَیْنِ اَزْکٰی مِنْ صَلٰوتِہٖ مَعَ الرَّجُلِ وَمَا کَثُرَ فَھُوَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(۸۷۲) انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نماز تو منافق کی نماز ہے کہ آفتاب کو دیکھتا رہے (اور اس میں اتنی تاخیر کرے) کہ جب وہ زرد ہونے لگے اور شیطان کی عبادت کا وقت آجائے تو اب اٹھے (جلدی جلدی) چار چونچ مارلے کہ ذکر اللہ (جو نماز کا اصل مقصد ہے) اس میں بس یونہی رہ جائے۔ (مسلم)

(۸۷۳) اُبی بن کعب سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیر چکے تو فرمایا کیا فلاں شخص جماعت میں آیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں فرمایا منافقین پر یہ دو نمازیں سب نمازوں سے زیادہ بار گذرتی ہیں کاش جو اجران میں ہے اگر تم لوگ جانتے تو گھسٹ گھسٹ کر گھٹنوں کے بل بھی آیا کرتے خوب سن لو کہ تمہاری پہلی صف ایسی افضل ہوتی ہے جیسی فرشتوں میں پہلی صف، کاش تم اس کی فضیلت جانتے تو لپک لپک کر آتے اور یہ بھی سن لو کہ آدمی کی وہ نماز جو ایک شخص کے ساتھ ہو وہ اس کی تنہا نماز سے افضل ہوتی ہے اور جو دو شخصوں کے ساتھ ہو وہ ایک شخص کی جماعت سے افضل ہے اس کے بعد جماعت جتنی بڑھتی جائے گی اس کی فضیلت بھی اسی قدر بڑھتی جائے گی۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

(۸۷۲) یہ منافق کی نماز کا نقشہ ہے جس کا دل اول تو نماز پڑھنا چاہتا ہی نہیں اور اگر بہزار مشکل پڑھتا ہے تو اس وقت پڑھتا ہے جبکہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہونے لگتا ہے پھر ایسی بے دلی سے پڑھتا ہے کہ اس کے سجدوں کی حقیقت صرف پرندے کے چونچ مارنے کے برابر رہ جاتی ہے اور چونکہ تعدیل ارکان بھی نہیں کرتا اس لئے اس کے دو سجدے گویا ایک چونچ مارنے کے برابر ہوتے ہیں۔ پھر وہ نماز جس کو ذکر اللہ اکبر فرمایا گیا ہے اس بری طرح ادا کرتا ہے کہ اس میں ذکر کی روح بس اتنی ہی رہ جاتی ہے جتنی اس کے ظاہری رکوع و سجود میں نظر آتی ہے۔

(۸۷۳) یہاں آپ کا نام لیکر دریافت فرمانا پتہ دیتا ہے کہ منافقین کا علم آپ کو تھا کون کون ہیں۔

Marfat.com

(۸۷۴) عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَکَہُ الْاَذَانُ فِی الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ لَمْ یَخْرُجْ لِحَاجَۃٍ وَّھُوَ لَا یُرِیْدُ الرَّجْعَۃَ فَھُوَ مُنَافِقٌ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(۸۷۵) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُنَافِقٍ حُسْنُ سَمْتٍ وَّلَا فِقْہٌ فِی الدِّیْنِ۔ (رواہ الترمذی)

(۸۷۶) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَمٰی مُؤْمِنًا مِّنْ مُّنَافِقٍ

(۸۷۴) حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اس کے باوجود وہ بے ضرورت مسجد سے باہر چلا جائے اور اس کا ارادہ واپسی کا نہ ہو تو یہ شخص منافق ہے۔ (ابن ماجہ)

(۸۷۵) ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو باتیں کسی منافق میں یک جا جمع نہیں ہوتیں اچھا طریقہ اور دین کی سمجھ۔ (ترمذی شریف)

(۸۷۶) معاذ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی مسلمان کو کسی منافق کی غیبت سے بچا لیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرے گا جو اس کے گوشت کو دوزخ

(۸۷۵) پہلی حدیثوں میں تو ایسے خصائل کا ذکر کیا گیا تھا جن کے موجود ہونے سے ایک مومن پر بھی خالص منافق ہونے کا گمان ہو سکتا ہے اور یہاں اُن خصائل کا ذکر کیا گیا ہے جن کے بعد اس پر منافق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ پہلی حدیثوں کا منشا یہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا نہ ہونا چاہیے کہ اس میں ان خصلتوں میں سے ایک خصلت بھی نظر آئے اور اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ کوئی مسلمان ایسا باقی نہ رہنا چاہیے جس میں یہ خصائل بیک وقت موجود نظر نہ آئیں خلاصہ یہ کہ ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ جملہ خصائل ایمانی سے مرصع ہو اور نفاق کی ایک ایک خصلت سے منزہ ہو۔

دین کی فہم کے ساتھ اگر کوئی اپنے ظاہری اعمال کو بھی حسین و خوبصورت بنا لیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا ظاہر و باطن درست ہو چکا اب اس میں نفاق کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے ظاہری حالات بہت اچھے نظر آئیں مگر اس کا باطن فہم دین کی رعنائی سے خالی ہو یہ انسان ظاہر پرست انسان ہے یہ خود بھی دھوکے میں مبتلا ہے اور اپنے حسن ظاہر سے دوسروں کو بھی حسن باطن کا دھوکا دینا چاہتا ہے اسی طرح جو کچھ نہ کچھ دین کی فہم تو رکھتا ہے مگر اس کے مقتضا کے مطابق اپنے ظاہر کو درست نہیں کرتا یہ بھی محروم القسمت ہے اور نفاق عملی کی بیماری میں مبتلا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایمان صرف باطن کی اصلاح کا نام نہیں، اپنی ظاہری شکل و صورت اور حرکات و سکنات کا خوبصورت بنانا بھی اس کا ایک جزء اہم ہے۔ اس کی توفیق کامل مسلمان ہی کو میسر آ سکتی ہے۔ جو فقط صرف اصلاح باطن کے درپے ہے اور اصلاح ظاہر سے غافل ہے وہ بھی اسلام کی اصل تعلیم سے ناواقف ہے اور جو صرف ظاہری بناؤ سنوار میں لگ رہا ہے اور دین کی اصل فہم کی فکر نہیں کرتا وہ بھی جہل مرکب کا شکار ہو رہا ہے۔

(۸۷۶) یہاں غیبت کرنے والے شخص کو منافق کہا گیا ہے اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ حدیث کی اصطلاح میں منافق کا اطلاق کن معنوں میں آیا ہے۔ غیبت کرنے والے کا ظاہر و باطن بھی مختلف ہوتا ہے وہ بھی ذوالوجہین ہوتا ہے۔ غیبت کی عادت بزدلی اور بداخلاقی

Marfat.com

بَعَثَ اللّٰہُ مَلَکًا یَحْمِیْ لَحْمَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ وَمَنْ رَمٰی مُسْلِمًا بِشَیْءٍ یُرِیْدُ بِہٖ شَیْنَہٗ حَبَسَہُ اللّٰہُ عَلٰی جِسْرِ جَھَنَّمَ حَتّٰی یَخْرُجَ مِمَّا قَالَ (رواہ ابوداؤد)

اسباب النفاق

(۸۷۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۸۷۸) عَنْ نَافِعٍ قَالَ کُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِیْ طَرِیْقٍ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَنَاءَ عَنِ الطَّرِیْقِ اِلَی الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِیْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ یَا نَافِعُ ھَلْ تَسْمَعُ شَیْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَیْہِ مِنْ اُذُنَیْہِ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ یَرَاعٍ فَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَکُنْتُ اِذْ ذَاکَ صَغِیْرًا۔ (رواہ احمد وابوداؤد)

کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے سر ایسی بات لگائی جس کا مقصد اس کو عیب لگانا ہو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر روکے رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس کی سزا بھگت کر فارغ نہ ہولے۔ (ابوداؤد)

نفاق کے چند اسباب

(۸۷۷) جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گانا قلب میں نفاق کو اس طرح اگاتا ہے جس طرح پانی کھیتی کو۔ (شعب الایمان)

(۸۷۸) نافع بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ انھوں نے بانسری کی آواز سنی فوراً دونوں کانوں میں انگلیاں دے لیں اور راستہ سے دوسری جانب ہٹ کر چلنے لگے پھر جب دور نکل گئے تو مجھ سے کہا اے نافع کچھ آواز سنتے ہو میں نے کہا نہیں یہ سن کر اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں پھر فرمایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا آپ نے بانسری کی آواز سنی تو یہی عمل کیا جو میں نے اب تیرے سامنے کیا تھا۔ نافع کہتے ہیں کہ میں اس وقت بچہ تھا اس لئے میں کان کھولے رہا۔ (ابوداؤد)

کا ثمرہ ہے غیبت کے مقاصد بھی وہی ہوتے ہیں جو نفاق کے۔ اس لئے یہاں ایسے شخص کو منافق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ دراصل غیبت کی عادت سے نفرت دلانے کیلئے سب سے زیادہ موثر تعبیر بھی ہے اور حقیقت کی ترجمانی کے لئے سب سے قریب بھی۔

(۸۷۷) صرف خوش آوازی منع نہیں مزامیر و سرود کے ساتھ گانا ممنوع ہے۔

Marfat.com

(۸۷۹) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ۔ وفی بعض الروایات ثلاثاً۔ (رواه الشافعی کما فی المشکوۃ)

البراءة من النفاق

(۸۸۰) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔ (رواه الترمذی وابصح وقعہ)

اکرام المنافق

(۸۸۱) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدٌ فَاِنَّهٗ اِنْ يَّكُنْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ۔ (رواه ابوداؤد)

---

(۸۷۹) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کے بغیر جمعہ ترک کیا اس کا نام ایسے دفتر میں منافق لکھدیا جائے گا جس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں کی جاتی۔ (مشکوۃ شریف)

نفاق سے علیحدہ ہونا

(۸۸۰) انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چالیس دن برابر جماعت کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتا رہے کہ اس کی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں دو باتوں سے برات لکھدی جاتی ہے۔ عذاب دوزخ سے اور مرضِ نفاق سے۔ (ترمذی شریف)

منافق کی تعظیم کرنا

(۸۸۱) عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کو ہرگز سید اور سردار کا لفظ نہ کہنا کیونکہ اگر درحقیقت وہ سردار ہو بھی پھر بھی تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کرنے کا سامان کرلیا۔ (ابوداؤد)

---

(۸۸۰) چالیس کے عدد میں کوئی ایسی خاص برکت پنہاں ہے کہ اس کا تذکرہ آپ کی حرا کی خلوتوں تک میں ملتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے جس میقات کو پورا کیا وہ بھی قرآن کریم میں چالیس راتیں بتائی گئی ہیں۔ حدیثوں میں اور بہت جگہ بھی اس خاص عدد کا ذکر آیا ہے۔ صوفیاء کرام نے اس کا نام ہی چلہ رکھ لیا ہے۔ اب آپ یوں سمجھ لیجئے کہ جو شخص ایک چلہ باجماعت نماز پڑھ لے اس کو یہ دو براتیں نصیب ہو جاتی ہیں یا اپنے دل کو یوں تسلی دے لیجئے کہ ایک چلہ پابندی وہی کر سکے گا جس کے نصیب میں یہ دو سعادتیں لکھی جا چکی ہیں ۔ گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند کس بمیدان درنمی آید سواراں را چہ شد۔

(۸۸۱) یعنی اگر بد قسمتی سے منافق سردار بھی بن جائے جب بھی اس کے حق میں تعظیمی کلمہ کہنا رب العزۃ کی ناراضگی کا موجب ہے یاد رکھئے جس طرح اکرام مومن دین اسلام کا ایک شعار اور رب العزت کی رضامندی کا باعث ہے اسی طرح اکرام منافق اس کی ناراضگی کا سبب ہے۔

Marfat.com

التعوذ من النفاق

(۸۸۲) عَنْ اُمِّ مَعْبَدٍ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

(۸۸۳) عَنْ عُمَرَ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلِ اللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ صَالِحِ مَا تُؤْتِی النَّاسَ مِنَ الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ غَیْرِ الضَّالِّ وَلَا الْمُضِلِّ۔ (رواہ الترمذی)

نفاق سے پناہ مانگنے کی چند دعائیں

(۸۸۲) ام معبد روایت فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا فرماتے خود سنا ہے، خدایا! میرے قلب کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک وصاف کردے۔ تو خوب جانتا ہے کہ خیانت کرنے والی آنکھ کون ہے اور ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو دلوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

(۸۸۳) عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ دعا تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ یوں دعا کیا کرو خدایا میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنادے اور میرے ظاہر کو بھی بہتر بنا دے خدایا میں تجھ سے وہ تمام اچھی اچھی چیزیں مانگتا ہوں جو لوگوں کو عطا فرماتا ہے، نیک بی بی، حلال مال اور نیک اولاد جو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو گمراہ کرنے والی ہو۔ (ترمذی شریف)

(۸۸۲) قلب کا مرض نفاق ہے عمل کا نمائش، زبان کا دروغگوئی اور آنکھوں کا نظریں چرا کر محرمات کو دیکھنا، سبحان اللہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات کتنے جزل ہیں کہ ان مختصر سے کلمات میں ان تمام خاص خاص امراض سے نجات کی دعا سکھادی۔ جو ان قیمتی اعضاء کو فاسد کرسکتے تھے۔

(۸۸۳) نفاق یہ ہے کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے بدتر ہو اس لئے آپ نے اس دعا کی تعلیم دی کہ انسان کا باطن اس کے ظاہر سے بہتر ہوجائے پھر اس دعا کی تکمیل کے لئے ارشاد فرمایا کہ ظاہر بھی بہتر فرمادے گویا انسان کا کمال یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں ہی بہتر ہوں مگر باطن کا حسن ظاہر کے حسن پر مقدم ہے اگر کسی کا ظاہر اس کے باطن سے زیادہ حسین ہے تو وہ بھی خسارہ میں ہے کامیاب وہ ہے جس کے دونوں رخ حسین ہوں اور اس کا باطنی رخ ظاہر سے بھی حسین تر ہو۔ منافق حسن باطن سے بے نصیب ہے۔ وہ نفاق حقیقی یا نفاق عملی سے متعفن ہوتا ہے۔

Marfat.com

(۸۸۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشِّقَاقِ وَالنِّفَاقِ وَسُوْءِ الْاَخْلَاقِ۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

(۸۸۴) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے خدایا میں تیری پناہ لیتا ہوں اختلاف، نفاق اور بُرے اخلاق سے۔

(۸۸۴) شقاق اور بدخلقی یہ نفاق کے لوازم میں سے ہیں اس حدیث میں گویا نفاق اور اس کے لوازم سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس قسم کے دعائیہ کلمات سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شرعی نظر میں نفاق کی اہمیت کیا ہے اور قلوب میں اس مرض کے پیدا ہونے کا کتنا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ گذشتہ احادیث میں آپ صحابہؓ کرام کے خوف و خشیۃ کا حال پڑھ چکے ہیں۔ جو اعمالِ نفاق آپ نے گذشتہ اوراق میں پڑھے ہر شخص کی زندگی میں کبھی نہ کبھی پیش آ ہی جاتے ہیں کسی موقعہ پر انسانی لغزش سے جھوٹ بھی سرزد ہو جاتا ہے وعدہ خلافی بھی ہو جاتی ہے کبھی بر بنا بشریۃ انسان جھگڑا بھی کر لیتا ہے پھر خیانت کی کوئی جزئی بھی پیش آ ہی جاتی ہے۔ پھر ہر شخص کے معیارِ دین کے مطابق بعض مرتبہ ان اسماء کا اطلاق ایسے اعمال پر ہو جاتا ہے جو درحقیقت اس کے مصداق نہیں ہوتے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی ذاتِ گرامی کو ملاحظہ کیجئے انھوں نے کیسی کیسی سچی باتوں کو بھی اپنی شانِ رفیع کے مطابق کذب سمجھا اور ان سے اتنا متاثر ہوئے کہ محشر میں نظر نہ اٹھائیں گے۔

کتبہٗ محمد علی غفرلہ
۱۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۹۹ھ

Marfat.com